

قرآن اور حاملین قرآن

فضائل قرآن و حفاظ قرآن اور عظمت قراء کرام و علماء کرام پر
ایک بے مثال ولاجواب و باکمال کتاب

حضرت مولانا مفتی غلام حسن قادری

نوریہ رضویہ پبلیکیشنز

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ ۝ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝

فضائل قرآن و حُفّاظ قرآن اور عظمتِ قرّاء کرام و علماء کرام پر
ایک بے مثال ولاجواب و باکمال کتاب

قرآن اور حاملین قرآن

ترتیب وتحقیق :

حضرت مولانا مفتی غلام حسن قادری
دارالعلوم حزب الاحناف لاہور

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز
37-الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور

نام کتاب	———	قرآن اور حاملین قرآن
مرتب	———	مفتی غلام حسن قادری
صفحات	———	800
اوّل ایڈیشن	———	ستمبر 2006ء
کمپوزنگ	———	ورڈز میکر
طابع	———	سیّد محمد شجاعت رسول شاہ قادری
مطبع	———	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
کمپیوٹر کوڈ	———	1N-119
قیمت	———	330 روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
انفال سنٹر اُردو بازار کراچی

مکتبہ غوثیہ ہول سیل
پرانی سبزی منڈی کراچی

احمد بک کارپوریشن
اقبال روڈ کمیٹی چوک راولپنڈی

مکتبہ ضیائیہ
بوہڑ بازار راولپنڈی

اسلامک بک کارپوریشن
اقبال روڈ کمیٹی چوک راولپنڈی

مکتبہ المدینہ
بوہڑ گیٹ ملتان

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز 37-الحمد مارکیٹ غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور

مکتبہ نوریہ رضویہ بغدادی جامع مسجد گلبرگ اے فیصل آباد فون: 2626046

انتساب

مَیں اپنے اس مجموعہ (قرآن و حاملینِ قرآن) کو اپنے اساتذہ میں سے اپنی والدۂ محترمہ مرحومہ (جن سے میں نے قرآن مجید ناظرہ پڑھا) اپنے حفظ کے اساتذہ میں سے حافظ فتح محمد صاحب (جن سے مَیں نے حفظِ قرآن کی تکمیل کی)۔ درسِ نظامی کے اساتذہ میں سے اُستاذ العلماء حضرت مولانا عبد الغفور صاحب (لنڈا بازار والے جن سے مَیں نے درسِ نظامی کی اکثر کُتب پڑھیں) خطاطی کے اساتذہ میں سے حضرت حاجی محمد اعظم مُنوّر رقم اور حضرت صُوفی خورشید عالم خورشید رقم (جو میرے فنِ خطاطی کے اوّلین اساتذہ میں سے ہیں) رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

علاوہ ازیں اپنے مشفق و مہربان اُستاذ محترم فقیر سُلطانی عاشق زار و منظورِ نظر حضرت سُلطان العارفین حضرت سُلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا غلام رسُول صاحب (خطیب جامع مسجد نُور غلّہ منڈی شیخوپورہ) علیہ الرحمۃ جن کی سَرپرستی میں مَیں نے قرآن مجید حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی، علم و عمل میں اسلاف کی عظیم نشانی، منظورِ نظر سرکارِ گیلانی حضرت الحاج محقق اہلِ سُنّت قبلہ حاجی مُحمّد علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مہتمم جامعہ رسُولیہ شیرازیہ چوک سردار چیل لاہور جن کی سَرپرستی میں مَیں نے انہی کے صاحبزادہ والاشان عالمِ باعمل مفسّرِ قرآن حضرت الحاج قاری محمد طیب صاحب نقشبندی مدظلہ (حال مقیم لندن) سے تجوید و قرأت (روایتِ حفص و قرأت سبع) کا کورس کیا، اپنے محسن و مُربّی شارحِ بُخاری ابو الخیرات ابنِ ابی البرکات علّامہ سیّد محمُود احمد رضوی علیہ الرحمۃ امیر مرکزی دار العلوم حزبُ الاحناف لاہور، جن کے زیرِ سایہ رہ کر مجھے درسِ نظامی از اوّل تا آخر (کریما سے بُخاری شریف تک) پڑھنے کا موقع ملا اور وہ اس عاجز کے ساتھ بڑی ہی خصُوصی شفقتوں کا اظہار فرماتے رہے۔ اور اپنے بھائی جواں سال و جواں بخت حضرت الحافظ القاری عبد الرزاق نقشبندی رحمہُ اللہ جو اپنی زندگی کی بہت سی بہاریں دیکھے بغیر ہی ہم سے جُدا ہو گئے کے بابرکت ناموں کی طرف منسُوب کرنا اپنے لیے عظیم خوش نصیبی سمجھتے ہُوئے خوشی و مسرّت کے جذبات سے مسرور ہو رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ میرے فوت شدہ تمام اساتذہ کو بلندیٔ درجات عطا فرمائے اور بقیدِ حیات اساتذۂ کرام کو عمرِ خضر سے نواز کر ان کا سایہ تا دیر ہمارے سَروں پر قائم و دائم رکھے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را
ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

غلام حسن قادری
۱۵، مارچ [illegible]ء

عرضِ مُرتّب

عظمتِ قرآن، شانِ حافظِ قرآن اور مقامِ معلم و متعلّمِ قرآن (عالمِ باعمل) پر زیرِنظر مجمُوعہ (قرآن و حاملینِ قرآن) میں نے اپنے ذوق کے مطابق ترتیب دیا ہے۔ اگرچہ اس مجمُوعہ میں زیادہ تر اقتباسات ہیں تاہم مجھے اُمید ہے کہ قرآن مجید اور اس کے متعلقات کے مطالعہ کا شوق رکھنے والوں کے لیے یہ ایک "نعمت غیر مُترقبہ" ثابت ہوگا اور یہ مجمُوعہ اس موضوع پر لکھی گئی کئی کُتب کے مطالعہ سے بے نیاز کر دے گا۔ کیونکہ اِس میں اِس کلامِ ہدایت سے متعلقہ بیسیوں موضوعات پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے جیسا کہ اس کے مطالعہ سے معلوم ہو جائے گا۔ بقول کَسے

مُشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

کستُوری (خوشبو) وہ ہوتی ہے جو خود اپنا آپ ظاہر کرے نہ کہ عطّار (خوشبو والا) اس کا ڈھنڈورا پیٹتا پھرے۔

مَیں مشکُور ہوں سیّد شجاعت رسُول شاہ صاحب کا جنہوں نے نُوریہ رضویہ پبلی کیشنز کی طرف سے اِس مجمُوعہ کو چھپوا کر میرے اس شوق کی تکمیل فرمائی۔

اور شکر گزار ہُوں اپنے برادرِ محترم الحاج قاری اصغر علی نُورانی، ابن عم مکرم حضرت مولانا قاری غلام مرتضیٰ نقشبندی، عزیز از جان احباب حافظ اصغر القادری لاہور، حافظ مُحمّد زبیر سیالکوٹ، مُحمّد ریاض خوشنویس لاہور، میاں صادق محبوب صاحب محبوب الیکٹرونکس لاہور، جناب مُحمّد عثمان تارڑ صاحب ڈیفنس لاہور اور اپنے نُورِ نظر حافظ مُحمّد رضا الحسن قادری کا جو اس مجمُوعہ کی تیاری کے سلسلہ میں میرے شوق کے مُحرّک بنے۔ اللہ تعالیٰ اِن تمام حضرات کو جزائے خیر سے نوازے۔ آمین ثم آمین!

غُلام حسن قادری

فہرست

خطبة الكتاب

الحمد لله الواحدِ القَهّار ' العزيز الغفار ' مقدر الأقدار ' مصرف الأمور ' مكوّر الليل على النهار ' تبصرة لذوى القلوب والأبصار ' الذى أيقظ من خلقه من اصطفاه فادخله فى جملة الاخيار ' ووفق من اجتباه من عبيده وجعله من المقربين الأبرار ' وبصر من احبه فزهدهم فى هذه الدار ' فاجتهدوا فى مرضاته والتاهب لدار القرار ' واجتناب ما يسخطه والحذر من عذاب النار ' وأخذوا انفسهم بالجد فى طاعته وملازمة ذكره بالعشي والابكار ' وعند تغاير الأحوال فى آناء الليل والنهار ' فاستنارت قلوبهم بلوامع الأنوار.

احمده أبلغ الحمد على جميع نعمه ' وأسأله المزيد من فضله وكرمه ' وأشهد أن لا اله الا اللّٰه العظيم ' الواحد الصمد العزيز الحكيم ' واشهد ان محمدًا عبده ورسوله ' وصفيه وحبيبه وخليله ' افضل المخلوقين ' واكرم السابقين واللاحقين ' صلوات اللّٰه وسلامه عليه وعلى سائر النبيين ' وآل كل

وسائر الصالحین۔

اما بعد ! فقد قال اللّٰہ العظیم العزیز الحکیم

بل ھو قراٰن مجید ○ فی لوح محفوظ ○ (البروج: ۲۱،۲۲)

وقال النبی الکریم الرؤف الرحیم علیہ وآلہٖ واصحابہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیم

الماھر بالقراٰن مع السفرۃ الکرام البررۃ (متفق علیہ)

وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم خیرکم من تعلم القراٰن وعلمہ (رواہ البخاری)

صدق اللّٰہ العلی العظیم۔ وصدق رسولہ النبی الکریم جل جلالہ ' صلی اللّٰہ علیہ وسلم

فضائل قرآن

قرآن کریم

وہ کہاں شعرائے دنیا کی سخن دانی میں ہے
جو مزہ جو کیفیت آیاتِ قرآنی میں ہے

اِس کلام پاک کے حامل نہ ہو پائے جبل
واسطے در واسطے مومن کا دل ٹھہرا محل

جس کے دل میں کوئی بھی حصہ نہیں قرآن کا
دل ہے مثلِ خانۂ ویران اُس انسان کا

جو یہ کہتے ہیں کہ طوطے کی طرح قرآن کو
رٹنے سے کیا فائدہ ہے اُن کو یہ تعلیم دو

ہے یہ فرمانِ نبی سن لو ذرا اس کا بیاں
ملتی ہیں قرآن کے ہر حرف پر دس نیکیاں

لفظ "شیطاں" کی تلاوت پر ہے جب نیکی پچاس
کس لئے "قرآن" رٹنے کی نہ ہو ہم کو پیاس

ایک پارے کی تلاوت کا رکھیں معمول ہم
آخری دس سورتیں تو یاد کرلیں کم سے کم

اپنے بچوں کو بھی ہم قرآن کا حافظ بنائیں
وہ پڑھیں قرآن اور ہم مفت کی نیکی کمائیں

قبر کی وحشت کو یا رب اُنس سے تبدیل کر
اور قرآں کو بنا نور و امام و راہبر

از طفیل پاک قرآں رحم فرما دے اے رحیم
اس کو میرے واسطے جنت بنا دے اے کریم

(از رسالہ عظمت قرآن کریم)

لفظ قرآن کا معنی ومفہوم

حضرت امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے لفظ قرآن کے تین مشتق منہ یا مادۂ اشتقاق بیان فرمائے ہیں۔

(۱) قَــرْءٌ: جس کے معنی جمع ہونے کے ہیں، قرآن پاک میں لفظ قروء اسی معنی میں ہے۔اس معنیٰ کے اعتبار سے قرآن کا معنی یہ ہوگا کہ قرآن ایسی کتاب ہے جس میں سارے جہان کے علوم کو جمع کردیا گیا ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔

جمیع العلم فی القران لٰکن   تقاصر عنه افهام الرجال

قرآن پاک میں تمام علوم ہیں لیکن لوگوں میں ان کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَنَـزَّلْـنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۔ہم نے آپ پر ایسی کتاب اتاری ہے کہ جس میں ہر چیز کا مدلل بیان ہے۔

اس میں آیات وسور جمع ہیں، یہ بکھرے ہوؤں کو جمع کرنے والا ہے جیسا کہ انسانوں کی زبانیں مختلف، رنگ مختلف، علاقے مختلف، طعام لباس اور طرز زندگی مختلف، کوئی صورت نہ تھی کہ ان کو اکٹھا کردیا جائے مگر قرآن پاک نے هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ فرما کر سب کو ایک لڑی میں پرو دیا اور ان کا نام مسلمان رکھ دیا، جیسا کہ شہد مختلف علاقوں کے مختلف پھولوں کا مختلف ذائقوں والا رس مختلف مکھیاں چوستی ہیں اور ان سب کے مجموعہ کا نام شہد ہے۔اسی طرح قرآن پاک نے بھی مختلف علاقوں میں رہنے والے، مختلف بولیاں بولنے والے، مختلف لباس پہننے والے مختلف، شکلوں والے انسانوں کو آپس میں جمع کردیا کہ جو لوگ خود چاہتے تو کبھی جمع نہ ہوسکتے تھے۔

یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ زندوں اور مردوں میں بظاہر تعلق کی کوئی صورت نہ تھی مگر قرآن مجید نے ان کا آپس میں فیض کا سلسلہ جاری کردیا، یہ ان کو ثواب بخشتے ہیں جس کے

نتیجے میں ان کے گناہ معاف ہوتے ہیں، درجے بلند ہوتے ہیں وہ اپنا فیض ادھر منتقل کرتے ہیں۔

(۲) قِرَاءَةٌ: اس کا معنی ہے پڑھنا، تو مصدر اسم مفعول کی تاویل میں ہوکر پڑھی ہوئی شئی کے معنی میں ہوگیا اور وزن فعلان کا ہونے کی وجہ سے قرآن کا معنی ہوا بہت زیادہ پڑھی جانے والی کتاب یعنی یہ کتاب پہلی کتابوں سے اس لئے بھی ممتاز ہے کہ پہلے نبیوں کو کتابیں لکھ کر دی گئیں مگر ہمارے آقا علیہ السلام پہ قرآن لکھ کر نازل نہیں کیا گیا بلکہ پڑھ کر اتارا گیا فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَه - فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ - پھر جس قدر یہ کتاب پڑھی گئی کوئی اور کتاب نہ پڑھی جاسکی۔ کوئی بھی کتاب ہو اس کو پڑھنے والا ایک خاص ہی طبقہ ہوتا ہے بلکہ وہ پہنچتی ہی چند افراد کے پاس ہے اور پھر ہر کتاب کو ایک آدھ دفعہ ہی پڑھا جاتا ہے بعد میں آہستہ آہستہ مٹتی چلی جاتی ہے لیکن قرآن کی یہ شان ہے کہ ہر دور میں پڑھا گیا کبھی نمازوں میں کبھی شبینوں میں کبھی جلسوں میں کبھی اپنوں نے اور کبھی غیروں نے' چنانچہ مشہور ہے کہ رام چندر آریہ نے ایک مناظرے میں مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمتہ سے کہا کہ مجھے قرآن پاک کے چودہ پارے زبانی یاد ہیں آپ کو ہماری وید کتنی یاد ہے؟ آپ نے فرمایا! مجھے تیری وید کو یاد کرنے کی کیا ضرورت ہے اور یہ تو ہمارے قرآن کا کمال ہے کہ اپنے تو اپنے، غیروں کے سینوں میں بھی پہنچ جاتا ہے اور تیری وید کی یہ کمزوری ہے کہ اپنوں کو بھی یاد نہیں ہوتی۔ سات سال کے بچوں سے لیکر اسی سال کے بوڑھے تک اس کو حفظ کرسکتا ہے جبکہ پہلی آسمانی کتابوں کا سوا ان نبیوں کے جن پر وہ نازل ہوئیں کوئی حافظ نہ ہوتا تھا۔ ہاں ہاں! قرآن ہی وہ کتاب ہے کہ ادھر امام انبیاء علیہ السلام اس کو مسجد نبوی کے مصلے پر پڑھ رہے ہیں تو ادھر نواسہ رسول نیزے کی نوک پہ اس کی تلاوت کررہے ہیں۔ باقی ہر کتاب کو صرف زندہ لوگ پڑھتے ہیں لیکن قرآن کی تلاوت صرف قبروں کے اوپر ہی نہیں ہورہی بلکہ قبروں کے اندر بھی ہورہی ہے۔ امام یافعی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں وجدنا جواب منکر ونکیر فی تلاوۃ القرآن ہمیں نکیرین کے سوالوں کے جواب بھی قرآن کی تلاوت میں مل گئے۔

(۳) قَرْنٌ: اگر لفظ قرآن قَرْنٌ سے ہے تو "قَرْنٌ" کا معنی ہے ملنا اور ساتھ رہنا اور

قرآن کو قرآن اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ ہر وقت اپنے پڑھنے والے کے ساتھ رہتا ہے قبر میں بھی ساتھ ہے حشر میں بھی ساتھ ہے اور یہ ملانے والی کتاب ہے یہ اپنے پڑھنے والے بندے کو خدا سے ملاتی ہے اور امتی کو مصطفیٰ سے ملاتی ہے، جب سارے ساتھ چھوڑ جاتے ہیں یہ اس وقت بھی ساتھ ہی رہتی ہے اور یہ گداؤں کو شہنشاہوں سے ملانے والی کتاب ہے۔ حق اور ہدایت ہمیشہ اسی کے ساتھ ہے، عقائد سے لے کر سیاسیات، عبادات اور معاملات تمام اس میں ایک ساتھ جمع ہیں۔ انسان کی اصلاح کے لئے ہر وقت ان کے ساتھ ہے اور اس کے ایک ایک عضو کو منہیات سے بچاتی ہے، حشر اور پل صراط جیسی کٹھن منازل میں ان کے ساتھ ہوگی اور نور بن کر ان کی رہنمائی کرے گی۔

بعض نے لفظ قرآن کو قرائن سے بھی مشتق مانا ہے کیونکہ اس کی بعض آیات دوسری بعض کی تصدیق کرنے والی ہیں اور بعض آیات بعض دوسری آیات سے مشابہت رکھتی ہیں۔

بعض نے لفظ قرآن کو صفت کا صیغہ کہا ہے جو قـــرأ سے مشتق ہے اور اس کا معنی جمع کرنا ہے جیسے کہا جاتا ہے قرات الماء فی الحوض۔ میں نے پانی کو حوض میں جمع کر لیا۔ یہ تمام معانی تفسیر کبیر اور تفسیر اتقان میں بیان کئے گئے ہیں۔ تو گویا جس طرح قرآن پاک میں تمام علوم، مضامین کتب سماویہ اور غیر سماویہ جمع ہیں اسی طرح لفظ قرآن بھی اپنے اندر معانی کا ایک بحر بے کنار رکھتا ہے۔

قرآن مجید میں اٹھاون مرتبہ القرآن کا لفظ آیا ہے۔ دس مرتبہ قرآن کا ذکر ہے اور دو مرتبہ قرانہ بطور مصدر ذکر ہے۔

قرآن پاک میں قرآن کے نام

(۱) کتاب: ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ (البقرہ:۲) وہ عظیم کتاب (قرآن مجید) جس میں کوئی شک نہیں۔

(۲) ذکر: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر:۹) بے شک ہم نے ہی ذکر (قرآن پاک) نازل فرمایا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

(۳) نور: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا (نساء)

اے لوگو! بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے مضبوط دلیل (محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھ) ہم نے تمہاری طرف واضح نور (قرآن پاک) اتارا۔

(۴) قرآن: اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ فِيْ كِتَابٍ مَّكْنُوْنٍ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (الواقعہ ۷۷۔۷۸۔۷۹) بے شک یہ عزت والا قرآن (رب العالمین کا کلام) ہے۔ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے (قرآن ناطق آقا علیہ السلام کی ذات مقدسہ ہے اور قرآن صامت لوح محفوظ میں محفوظ ہے۔ جسے دل و دماغ کی پاکیزگی ہی سے پایا جا سکتا ہے) اس کو نہیں چھوتے مگر پاک لوگ (پاک دل اور پاک صفات ہی اس کی لذتوں سے مستفیض ہوتے ہیں اور انہی کیلئے اس کو ہدایت فرمایا گیا۔ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ)

دوسرے مقام پہ فرمایا: بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيْدٌ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ (البروج: ۷۷-۷۸) دراصل یہ قرآن بڑی ہی عزت والا ہے (جس کو جھٹلانا بڑی ہی حماقت اور بدقسمتی ہے) لوح محفوظ میں (لکھا ہوا ہونا کیا اس کی عظمت کی کم دلیل) ہے۔

یاد رہے اس عظمت کا محرم قلب رسول ﷺ ہے یہ بھی ایک لوح محفوظ ہے اور یہ راز ایک محرم راز، عبد صمد نے بتایا ہے جس نے فرمایا ہے کہ امت کو اس سے بڑا عطیہ کیا ملتا کہ اس کو اللہ تعالیٰ کا فرمان (حضور علیہ السلام کے قلب اطہر کی تسکین، صحیفہ بنا کر) عطا کر دیا گیا۔ (فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ)

قرآن ''مجید'' ہے

مجید مجد سے بنا ہے جس کا معنی ہے افضل و اعلیٰ ہونا قرآن کو مجید اس لئے فرمایا گیا کہ جب یہ بیت المعمور سے چلا تو اسی وقت ہی تمام کتابوں سے افضل، جو فرشتہ اس کو لے کر آیا وہ تمام فرشتوں سے افضل (جبریل) قرآن جس ھوا میں آیا وہ ھوا افضل، جس فضا میں آیا وہ فضا افضل، جس مہینے میں آیا وہ مہینہ افضل (رمضان) جس سینے میں آیا وہ سینہ افضل، جس مدینے میں آیا وہ مدینہ افضل، جس زمانے میں آیا وہ زمانہ افضل (خیر القرون قرنی) جس کاشانے پہ آیا وہ کاشانہ افضل، جس رات میں آیا وہ رات تمام راتوں افضل (لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ) جس ذات پہ آیا وہ ذات تمام ذاتوں سے افضل۔

۔ نغمہ جبریل ہے انسان کا گانا نہیں
۔ صور اسرافیل ہے لوگوں نے پہچانا نہیں

قرآن جس رات میں آیا

قرآن پاک جس رات میں آیا ہے اس رات کو قرآن سے کتنی سی نسبت ہوئی ہو گی۔(ویسے تو قرآن پاک تقریباً تیئس سال میں اترا یعنی ۲۲ سال پانچ مہینے چودہ دن مگر یہ اترنا تنزیل کہلاتا ہے وہ بتدریج لوگوں کی ضرورت کے مطابق اتارا جاتا رہا جبکہ بیت المعمور سے آسمان دنیا پر اترنا انزال ہے جو یکبارگی ہوا اور اسی کو سورۂ قدر میں بیان فرمایا گیا) اس کا اندازہ یوں لگایئے کہ یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں گرا دیا گیا تو اللہ کے حکم سے جبریل امین ان کے پاس کنوئیں کی تہہ میں پہنچنے سے پہلے جنت کا تخت لے کر پہنچ گئے، ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام کے گلے پہ چھری رکھ دی اور اس کے چلنے سے پہلے جبرئیل علیہ السلام جنت سے دنبہ لے کر پہنچ گئے تو زیادہ سے زیادہ ایک منٹ قرآن سے رات کو نسبت ہوئی تو ہزار مہینوں سے افضل ہوگئی تو جس سینے میں پچاس سال قرآن محفوظ رہے اس حافظ قرآن کا کیا مرتبہ و مقام ہوگا۔

أيا حافظ القرآن أسعد بحفظه ۔۔۔ وداوم عليه فبالتلاوة مغنمُ
تفوز من المولٰى بعفو ورحمة ۔۔۔ ومن غير رب الناس للناس يرحمُ
ورتل لنا الآيات في صوت خاشع ۔۔۔ وجوده بالأحكام ذلك أعظمُ
وان شئت فاقرأ ما تيسر قانتًا ۔۔۔ قراءته تشفي النفوس وترنمُ
فلا تهجروا هذا الكتاب تناسيًا ۔۔۔ فكم فيه من خير لمن هو يعلمُ
أتانا به خير الأنام محمد ۔۔۔ ليرشدنا للخير والخير اعظمُ
فصلوا على طه الأمين فانه ۔۔۔ رسول الهدٰى للهدى جاء يتممُ

ترجمہ: ۱- اے حافظ قرآن! حفظ کی سعادت سے اپنے آپ کو بہرہ ور کر لے۔ اور علی الدوام قرآن پاک کی تلاوت کرتا رہ کیونکہ تلاوت بغیر سمجھے بھی بڑی غنیمت ہے۔

۲- اس طرح تو مولیٰ کریم کی طرف سے عفو و رحمت کا مورد ٹھہر کر کامیاب ہو جائے گا اور

رب کریم کے سوا اور کون اپنی مخلوق پر رحم کر سکتا ہے۔

۳۔ تو ہمارے سامنے پُرخشوع آواز میں قرآنی آیات کی بالترتیل تلاوت کر، اور فنی اُصول وقواعد کی رعایت سے قرآن کو آراستہ کر کہ یہ عظیم ترین اَجر کا باعث ہے۔

۴۔ اور اگر تو چاہے تو تخلیہ میں باخلاص جس قدر ہو سکے قرآن کی تلاوت کر۔ کہ قرآن کی تلاوت نفوس کو شفا بخشتی ہے اور اَرواح کو طربناک کرتی ہے۔

۵۔ تم تغافل سے کام لے کر ہرگز اس کتاب عظیم کو نہ ترک کرو اور نہ اس کو طاقِ نسیان ہونے دو کیونکہ اس میں واقف کار آدمی کے لئے خیر کثیر اور بے حد منافع و برکات مضمر ہیں۔

۶۔ اِس کتاب مقدس کو ہمارے پاس سرورِ کائنات محمد رسول اللہ ﷺ لے کر تشریف لائے اِس غرض کے لئے کہ اس کے ذریعہ ہماری خیر کی طرف رہنمائی فرمائیں اور خیر بھی وہ جو عظیم ترین خیر ہے۔

۷۔ تم طٰہٰ امین کی اِس مقدس شخصیت پر دُرود وسلام کا تحفہ بھیجو۔ کہ وہ رسولِ ہدایت ہیں جو سیرت و کردار کی اَخلاقی قدروں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔

قرآن' کتاب نور

کتاب، کتب سے بنا ہے جس کا معنی ہے لکھنا اور جمع کرنا اس میں بھی تمام علوم قصص و آیات واحکام جمع ہیں اس لئے اس کو کتاب فرمایا گیا۔

قرآن ''فرقان'' ہے

فرقان: تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا (الفرقان: ۱) بڑی برکت والی ہے وہ ذات جس نے اپنے بندۂ خاص (سرکار دو عالم علیہ السلام) پہ فرقان (قرآن پاک) اتارا تا کہ وہ (عبد خاص) دنیا جہان والوں کو (اللہ کی نافرمانی کے انجام سے) ڈرانے والا ہو جائے۔

ذکر، کا معنی نصیحت ہے چونکہ قرآن سراپا نصیحت ہے (اِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ) اس

لئے اس کو ذکر کیا گیا۔

نور، جو خود ظاہر ہو اور دوسروں کو ظاہر کر دے۔ قرآن پاک نے بھی بہت سارے سر بستہ رازوں سے پردہ اٹھایا، احکام و اسرار کو ظاہر فرمایا (تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ) اور خود اس کے ظاہر ہونے میں کیا کلام۔ لہٰذا اس کو نور فرمایا گیا۔

فرقان: فرق سے بنا ہے یعنی بہت زیادہ فرق کرنے والا کلام یہ بھی حق و باطل اور خیر و شر میں فرق کرتا ہے۔

تو قرآن پاک گویا بارش کی طرح ہے کہ جب کسان زمین کے مختلف حصوں میں بیج بوتا ہے تو کسی کو نہیں پتہ ہوتا کہ زمین کے کس حصے میں کون سا بیج چھپا ہوا ہے۔ بارش ہوتی ہے تو جو بیج جہاں ہوتا ہے ظاہر ہو جاتا ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے بندوں کے سینوں میں ہدایت و گمراہی کے بیج بوئے ہیں۔ نزول قرآن سے پہلے کسی کو کوئی پتہ نہ تھا صدیق کون ہے زندیق کون ہے کافر کون ہے مسلمان کون ہے قرآن نازل ہوا تو فرق واضح ہو گیا۔

پھر جیسی زمین ہوگی بارش کا ویسا ہی اثر ظاہر ہوگا، باغ کی زمین پہ بارش ہوگی تو پھول کھلیں گے پھل نکلیں گے خوشبو پھیلے گی اور گندگی کے ڈھیر پہ بھی بارش وہی ہوتی ہے مگر بدبو میں اضافہ ہوگا۔

بارش کے رحمت ہونے میں تو شک نہیں ابوبکر کے دل کی زمین عمدہ تھی اس میں ہدایت کے پھول کھلنے لگے اور ابوجہل کے دل کی زمین گندی تھی اس سے کفر کی بدبو آنے لگی۔

؎ باراں کہ در لطافت طبعش دروغ نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم و خس

قرآن "مصحف" ہے

قرآن مجید کو مصحف بھی کہا جاتا ہے اور مصحف اس مجموعے کو کہا جاتا ہے جس میں مواعظ و احکام جمع ہوں۔ امام نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کو جمع کرنے کے بعد اس کا نام رکھنے کے بارے میں لوگوں سے مشورہ کیا اور پھر اس کا نام مصحف رکھا۔ (غرائب القرآن ج ۱ ص ۲۵)

علماء اصول فقہ نے قرآن مجید کی یوں تعریف فرمائی ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا وہ معجز کلام ہے جو ہمارے آقا سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ پہ عربی زبان میں اتارا گیا، یہ مصاحف میں لکھا ہوا ہے اور ہم تک تواتر سے پہنچتا ہے اس کی ابتداء سورۃ فاتحہ سے ہے اور اختتام سورۃ الناس پر ہے۔

اس تعریف کے مطابق ترجمہ پر قرآن کا اطلاق نہ ہوگا کیونکہ قرآن مجید تو الفاظ عربیہ کا نام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا (یوسف:۲) ہم نے اس کتاب کو بطور عربی قرآن نازل کیا۔ اس طرح قرأت شاذہ جو تواتر سے منقول نہیں ہیں ان پر بھی ''قرآن'' کا اطلاق نہ ہوگا۔

مذکورہ ناموں کے علاوہ قرآن مجید کے اور بھی بہت سارے نام قرآن پاک کی مختلف آیات میں ذکر فرمائے گئے مثلاً

☆ **مُصَدِّق** - (اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والا)' (مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ) (المائدہ:۴۸)

☆ **بُشْرٰى** - (ایمان والوں کے لئے دونوں جہان کی سرفرازی و کامیابی اور جنت کی بشارت وخوشخبری)' (وَبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ) (البقرہ:۹۷)

☆ **اَلْحَق** - (سچی اور ابدی برحق کتاب)' (وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ) (البقرہ:۹۱)

☆ **مَوْعِظَةٌ** - (اعمال کے اچھے بُرے نتائج سے آگاہ اور اِس طرح باخبر کرنے والی اور غلط روش سے روکنے والی ایسی کتاب کہ دِل کی کیفیت بدل ڈالے)' (قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ) (یونس:۵۷)

☆ **اَلْعِلْمُ** - (اللہ کا وہ علم جو یقین اور حقیقت کا احاطہ و ادراک کرنے والا ہے۔ (مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ) (البقرہ:۱۴۵)

☆ **بُرْهَانٌ** - (مستحکم دلیل)' (قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ) (النساء:۱۷۴)

☆ **مُبَارَكٌ** - (وہ کتاب جس میں خود بھی ایسا ثبات ہے اور دوسروں کو بھی ایسا ہی ثبات عطا کرے جس میں استحکام کے ساتھ نمو یعنی بڑھتے رہنے کی صلاحیت بھی ہو نیز

اس میں ثبات ونمو کے ساتھ خیر و فلاح اور کثرت کے معنیٰ بھی موجود ہوں'
(وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ) (الانعام:۹۲)

☆**فَصْلٌ** - (نہایت وضاحت وصفائی رکھنے والی اور دین وکفر اور حق و باطل کے درمیان حد فاصل کھینچ دینے والی کتاب)' (لَقَوْلٌ فَصْلٌ) (الطارق:۱۳)

☆**رَحْمَةٌ** - (نقصانات اور خسر و نامرادی اور کمیوں کو دور کرنے والی نیز ضروریات کے مطابق عطاء و بخشش اور قیامت تک کے لئے انسانوں کے واسطے سامانِ رحمت و حفاظت)' (وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ) (یونس:۵۷)

☆**بَصَائِرُ** - (نورِ بصیرت بخشنے والے حقائق کا مجموعہ)' (هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ) (الجاثیہ:۲۰)

☆**حِكْمَةٌ** - (عدل وانصاف اور حُسن وتناسب والی دانائی اور قوت فیصلہ)' (حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ) (القمر:۵)

☆**شِفَاء** - (انسان کی روحانی ذہنی سماجی اور عمرانی بیماریوں کا علاج اور حصولِ صحت کا ذریعہ)' (وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ) (الاسراء:۸۲)

☆**عَظِيْم** - (بنیادی عظمت واہمیت کی حامل کتاب)' (وَالْقُرْآنَ الْعَظِيْمَ) (الحجر:۸۷)

☆**خَيْر** - (منفعت بخش اچھی اور بہترین ومتناسب اور بلند مرتبہ چیز)' (ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا) (النساء:۵۹)

☆**اَحْسَنَ الْحَدِيْث** - (حددرجہ تناسب وتوازن والا اور صحیح ترین و بہترین مطالب والا کلام)' (اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ) (الزمر:۲۳)

☆**عَزِيْزٌ** - عالی مرتبت صاحبِ غلبہ وقوت کتاب)' (وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ) (حم السجدہ:۴۱)

☆**مِيْزَانٌ** - (انسانی زندگی کے توازن واعتدال کے ناپنے کا ترازو و پیمانہ)' (وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ) (الحدید:۲۵)

مزید برآں تذکرہ' تنزیل' حکم' حکیم' محکم' ھدیٰ' صراط مستقیم' حبل' روح' قصص' بیان وتبیان' نجوم' مثانی' نعمت' بشیر' نذیر' قیم' مھیمن' ھادی' کریم' عظیم' بھی اس کتاب کے قرآنی

نام ہیں اور ہر نام کا الگ معنی ہے اور ہر نام ایک الگ شان رکھتا ہے۔ (تفسیر کبیر' عزیزی)
فائدہ: علامہ سیوطی نے جاحظ سے نقل کیا ہے کہ عرب اپنے کلام کے مجموعہ کا اور اُس کے بعض بعض حصوں کا جو نام رکھتے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کا نام ان سب کے برخلاف مقرر فرمایا سو مجموعی طور پر اِس کتاب کا نام قرآن رکھا جیسا کہ اہلِ عرب دیوان نام رکھتے تھے اور قرآن کے بعض حصہ کا نام سورت رکھا جیسا کہ دیوان کے بعض حصہ کا نام قصیدہ رکھتے تھے اور سورت کے بعض حصہ کا نام آیت رکھا جیسا کہ عرب قصیدہ کے بعض حصہ کا نام بیت رکھتے تھے اور آیت کے آخری حصہ کا نام فاصلہ رکھا جیسا کہ عرب بیت کے آخری حصہ کا نام قافیہ رکھتے تھے۔ (اتقان جلد ا نوع ۱۷ بحوالہ حاشیہ مقدمہ شرح الخللاتی ص ۱۱۱)

قرآن کیا ہے؟ اور کس شان سے نازل ہوا؟

اس کا جواب خود قرآن مجید میں یوں دیا گیا۔

تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ (الحاقۃ) یہ (قرآن) سارے جہانوں کے پالنے والے کی طرف سے اتارا گیا ہے۔

تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ (حم السجدہ) تعریف کئے ہوئے، حکمت والے (رب) کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ (الکہف) تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہیں جس نے اپنے بندے (محمد رسول اللہ ﷺ) پر کتاب (قرآن پاک) نازل فرمایا۔

كَذٰلِكَ يُوْحِىْ اِلَيْكَ (شوریٰ) اسی طرح (اللہ تعالیٰ) آپ کی طرف وحی فرماتا ہے۔

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ (اٰل عمران) نازل فرمایا (اللہ تعالیٰ نے) آپ پر کتاب کو حق کے ساتھ۔

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ (المائدہ) ہم نے آپ پر حق کے ساتھ کتاب اتاری۔

لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ (حم السجدہ) باطل کو اس کی طرف راہ

نہیں نہ آگے سے اور نہ پیچھے سے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا اِلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا (الدھر) بے شک ہم نے آپ کی طرف قرآن کو بتدریج اتارا ہے۔

نزول قرآن

نزول کا معنی چونکہ اوپر سے نیچے اترنا ہے اور کلام میں یہ ممکن نہیں کیونکہ یہ تو جسم کا خاصہ ہے اور کلام صفت ہے لہٰذا قرآن کے نزول کی تین ہی صورتیں ہوسکتی ہیں۔

(۱) اس کو کسی چیز پر لکھا جائے اور پھر اس چیز کو نیچے اتارا جائے جیسا کہ پہلی آسمانی کتابیں اور صحیفے پہلے الواح پر لکھے گئے اور پھر فرشتہ لے کر انبیاء کرام علیہم السلام کے پاس آتا رہا، قرآن پاک میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر تختیوں پہ لکھی ہوئی تورات دی گئی (اَخَذَ الْاَلْوَاحَ اور اَلْقَى الْاَلْوَاحَ یعنی تختیاں لینے کا اور پھینکنے کا ذکر بھی سورہ اعراف میں ہے)

(۲) کسی شخص کے ذریعے وہ کلام بصورت پیغام بھیجا جائے اس صورت میں اس شخص کا اترنا کلام کا اترنا قرار پائے گا۔

(۳) بغیر کسی واسطے کے اللہ تعالیٰ اپنے نبی سے ہم کلام ہو جائے جیسا کہ شب معراج اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ السلام کو ہم کلامی کا شرف بخشا (وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ) قرآن کا نزول دوسری اور تیسری صورت میں ہوا کہ جبریل امین علیہ السلام حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ کا کلام پہنچا جاتے اور سورہ بقرہ کی آخری آیات حضور علیہ السلام کو شب معراج بغیر واسطہ جبریل علیہ السلام عطا ہوئیں، لہٰذا نزول قرآن دیگر کتب سماویہ اور صحف سے امتیازی شان رکھتا ہے کیونکہ کئی دفعہ ایک لفظ مختلف معانی رکھتا ہے جس کی تفہیم میں محنت سے کام لینا پڑتا ہے جب کہ کہی ہوئی بات کو سمجھ لینا آسان ہوتا ہے۔

قرآن مجید کا نزول دو مرحلوں میں ہوا

(۱) لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر رمضان شریف کی شب قدر میں ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ

فرماتے ہیں تاکہ فرشتوں کی نگاہوں میں انسانوں کا مقام بڑھ جائے۔اسی نزول کے متعلق فرمایا گیاشَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ ۔رمضان شریف کے مہینے میں قرآن شریف اتارا گیا۔ابتداءً قرآن کو آسمان دنیا پہ اتارنے میں یہ حکمت تھی تاکہ قرآن انسان کے قریب ہو جائے جب رحمت حق کا دروازہ کھلے تو ادھر سے قرآن کی برکات ملیں اور ادھر سے صاحب قرآن علیہ السلام کی رحمت حاصل ہو۔

(۲) دوسرا مرحلہ تقریباً تیئیس سال میں مکمل ہوا جس کیلئے قرآن پاک میں نَـزَّلَ اور تَـنْـزِیْـلٌ کے الفاظ آئے ہیں جس کا معنی ہے بتدریج اور آہستہ آہستہ اتارنا۔عیسائی مبلغین (پادری) اس سے دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ ایک ہی شئی کیلئے کبھی انـزال اور کبھی تنزیل کہا گیا ہے جبکہ انزال کا معنی ہے (جُمْلَةً وَّاحِدَةً) ایک ہی بار اکٹھا اترنا اور تنزیل کا معنی ہے بتدریج اور آہستہ آہستہ یا تھوڑا تھوڑا اترنا۔(یہ اعتراض گوجرانوالہ کے ایک عیسائی پادری کے ایل ناصر نے اپنے رسالہ مسیحی خادم میں کیا)

قرآن مجید کے نزول، کیفیت نزول پھر اس کی ترتیب وتدوین اور اس کی حفاظت، بڑے اہم مضامین ہیں جن کو تفسیر نعیمی اور تفسیر بینات القرآن کے حوالے سے تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

نزول قرآن کا آغاز کیسے ہوا؟

''ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں سب سے اول نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی نازل ہوئی وہ نیند میں اچھی خوابیں تھیں (اس کے وحی نبوت ہونے میں اختلاف ہے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو خواب دیکھتے وہ طلوع فجر کی طرح پوری ہو جاتی۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہائی پسند کرا دی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں جا کر کئی کئی رات مسلسل عبادت فرماتے۔نہ گھر آتے نہ کھانا کھاتے۔ پھر جب گھر آتے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مزید دنوں کے لئے کھانا بنا دیتیں تا آنکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن اتر آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حرا میں ہی تھے کہ فرشتہ (جبریل) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: اِقْـــرَاْ یعنی پڑھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں پڑھنے والا نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: تو فرشتہ نے مجھے پکڑ کر دبایا اور سارا زور لگا دیا پھر مجھے چھوڑا تو کہا! اب پڑھیے

میں نے کہا: میں پڑھنے والا نہیں پھر اس نے مجھے بکر کر دبایا اور سارا زور لگایا پھر چھوڑا تو کہا پڑھیے میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں تو اس نے مجھے تیسری بار پکڑ کر سارے زور سے دبایا اور کہا۔ "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ" اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے بنایا پڑھیے آپ (ﷺ) کا رب (آپ ﷺ پر) بہت مہربان ہے۔ (علق: ۱ تا ۳) نبی ﷺ یہ کلام لے کر گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے فرمایا "زملونی زملونی" مجھے کمبل اوڑھا دو مجھے کمبل اوڑھا دو۔ چنانچہ آپ ﷺ کو کمبل اوڑھا دیا گیا تا آنکہ آپ ﷺ کا خوف جاتا رہا پھر آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سارا واقعہ سنایا آپ ﷺ نے فرمایا اے خدیجہ رضی اللہ عنہا! میں اپنی جان کا خطرہ محسوس کرتا ہوں حضرت خدیجہ عرض کرنے لگیں ہرگز نہیں خدا کی قسم! اللہ آپ کو کبھی غمزدہ نہیں کرے گا آپ (ﷺ) صلہ رحمی، ناداروں کی کفالت، مجبوروں کی اعانت، مہمان نوازی اور مصیبت میں لوگوں کی مدد فرماتے ہیں چنانچہ سیدہ خدیجہ آپ (ﷺ) کو لے کر ورقہ بن نوفل بن اسد کے پاس گئیں جو ان کا چچازاد بھائی تھا۔ اور دور جاہلیت میں اس نے عیسائیت اختیار کر لی تھی وہ عبرانی میں کتاب لکھتا تھا اور بڑھاپے کی وجہ سے اس کی بینائی جاتی رہی تھی اسے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں اے میرے چچازاد بھائی! اپنے بھتیجے سے ساری بات سنیں وہ آپ (ﷺ) سے پوچھنے لگا اے بھتیجے! تم نے کیا دیکھا تھا؟ نبی ﷺ نے اسے ساری بات سنائی وہ کہنے لگا! خدا کی قسم یہ وہی وحی ہے جو اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اتاری تھی اے کاش! میں تب تک زندہ رہوں جب آپ (ﷺ) کو آپ (ﷺ) کی قوم نکال دے گی آپ (ﷺ) نے فرمایا کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟ کہنے لگا جب بھی کوئی آدمی ایسی وحی لے کر آیا ہے جو آپ (ﷺ) لائے ہیں تو اس کی ضرور مخالفت کی گئی ہے اور اگر میں اس وقت زندہ ہوا تو ضرور آپ کی بھرپور مدد کروں گا مگر وہ جلدی ہی فوت ہو گیا۔

(بخاری شریف باب بدء الوحی صفحہ اول مجموعہ صحاح ستہ)

نبی ﷺ کا فرمانا کہ مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے پہلی وحی کی ہیبت کی وجہ سے تھا کہ یہ وہ کلام ہے جو کہ پہاڑوں پر اترتا تو وہ پاش پاش ہو جاتے اور ورقہ بن نوفل کے پاس آپ ﷺ خود نہیں گئے نہ آپ ﷺ کو وحی کے متعلق کوئی شک تھا یہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تسلی و

دل جمعی کے لئے آپ ﷺ کو لے گئیں اور اس میں اللہ کی طرف سے یہ حکمت پوشیدہ تھی کہ مکہ میں سب سے بڑے عالم ورقہ بن نوفل کی زبانی آپ ﷺ کی نبوت کی تصدیق ہو جائے ورنہ آپ ﷺ کو اپنی نبوت میں شک نہ تھا اس لئے کہ ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ پہلی وحی کے بعد حرا سے گھر آئے تو ہر پتھر اور درخت سے آواز آ رہی تھی السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ۔ (دلائل النبوۃ ابو نعیم جلد اول صفحہ ۲۸۰ فصل ۱۴، مسند ابو داؤد طیالسی حدیث ۲۳۶۸ باب بدء الوحی)

نزول وحی کی کیفیت

نبی اکرم ﷺ پر وحی کا نزول متعدد طرح سے ہوتا تھا ابتداء میں آپ ﷺ کو سچی خوابیں دکھائی گئیں جو طلوع فجر کی طرح درست طور پر ظاہر ہو جاتی تھیں یعنی جو خواب میں آپ ﷺ نے دیکھا وہ من وعن اسی طرح واقع ہو گیا یہ اعلان نبوت سے پہلے چھ ماہ کیفیت رہی اور آپ ﷺ کا ارشاد بھی ہے کہ اچھی خوابیں نبوت کے حصوں میں سے چالیسواں حصہ ہیں اور کبھی آپ ﷺ گھنٹی بجنے کی سی آواز سنتے تھے اور یہ آپ ﷺ کے لئے سب سے مشکل صورت تھی اور کبھی جبریل امین بصورت انسان آتے اور پیغام خداوندی پہنچا دیتے اور جبریل کا بصورت انسان آنا آسان تر صورت تھی۔ اس کی وجہ علماء نے یہ بیان کی ہے کہ وحی دینے والے فرشتے اور وحی لینے والے نبی کے درمیان اشتراک حالت کا ہونا ضروری ہے تاکہ پیغام وحی منتقل کیا جا سکے تو کبھی آپ کو صورت ملکی میں لے جایا جاتا اور جب فرشتہ صورت بشری میں آ جاتا تو آپ ﷺ کو تھوڑی زحمت اٹھانا پڑتی تھی۔ جب آپ ﷺ پر پہلی صورت میں وحی آتی تھی اس کی کیفیت اس حدیث سے واضح ہوتی ہے کہ حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں خواہش رکھتا تھا کاش میں وہ حالت دیکھوں جب رسول اللہ ﷺ پر وحی آتی ہے چنانچہ آپ ﷺ مقام جعرانہ میں تشریف فرما تھے ایک کپڑے سے آپ ﷺ پر سایہ کیا گیا تھا ایک آدمی آپ کے پاس حاضر ہوا جس نے خوشبو میں تر لباس پہن رکھا تھا کہنے لگا یا رسول اللہ! جو آدمی خوشبو سے تر جبہ میں احرام کی نیت کرے اس کا کیا حکم ہے (کیا اس کا احرام درست ہے) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت یعلی کو اشارہ کیا (کہ آؤ نزول وحی کی کیفیت دیکھ لو) حضرت یعلی آئے اور اپنا سر (پردے میں) داخل کیا تو دیکھا نبی ﷺ

کا چہرہ مبارک بہت سرخ ہو گیا ہے اور آپ ﷺ خراٹے لے رہے ہیں یہ کیفیت کچھ دیر رہی پھر آپ ﷺ کو افاقہ ہو گیا اور فرمایا وہ سائل کہاں ہے جو ابھی عمرہ کے احرام کے متعلق مجھ سے پوچھ رہا تھا تو اس شخص کو ڈھونڈ کر آپ ﷺ کے پاس لایا گیا آپ ﷺ نے فرمایا: تم پر جو خوشبو ہے اسے تین بار دھو دے اور جبہ اتار دے پھر عمرہ کے لئے حج کی طرح طریقہ اختیار کر۔ (بخاری شریف کتاب فضائل القرآن صفحہ ۴۳۲ مجموعہ صحاح ستہ) اہل سیر کے نزدیک نزول وحی کی اور بھی صورتیں تھیں مثلاً جبریل علیہ السلام کا آپ ﷺ کے قلب مبارک پر کوئی کلام القاء کرنا اور کبھی جبریل کا آپ ﷺ کے سامنے اپنی اصلی ملکی صورت میں آنا اور کبھی اللہ رب العزت کا آپ ﷺ سے بلا واسطہ کلام فرمانا جیسے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا۔ (مواہب لدنیہ، مدارج النبوت، عمدۃ القاری وغیرہ)

آیات وسور کی ترتیب

ساری امت کا اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم خداوندی کے مطابق سورتوں کو خود مرتب فرمایا یعنی جس ترتیب پر سورتیں اس وقت موجود ہیں کہ سورہ بقرہ کے بعد آل عمران ہے اس کے بعد سورہ نساء ہے اسی طرح آگے، یہ ترتیب لوح محفوظ والی ہے اور اسی طرح ہر سورت میں اول سے آخر تک تمام آیات کی ترتیب لوح محفوظ کے مطابق ہے اور رسول ﷺ کے زمانہ میں سینکڑوں حفاظ قرآن اسی ترتیب پر قرآن پڑھتے تھے جو آج قرآن کی ہے اس امر پر مندرجہ ذیل احادیث دلالت کرتی ہیں۔

(۱) حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا مجھے سبع طوال (سات لمبی سورتیں) تورات کی جگہ دی گئی ہیں مئین (سو آیات سے اوپر والی سورت) مجھے انجیل کی جگہ عطا کی گئی ہیں مثانی مجھے زبور کی جگہ پر ملی ہیں اور مفصل کے ساتھ مجھے سب پہ بڑھا دیا گیا ہے (مسند ابو داؤد طیالسی احادیث واثلہ بن اسقع حدیث نمبر ۱۰۱۲) یاد رہے! سورہ بقرہ سے لے کر سورہ انفال تک سورتیں سبع طوال کہلاتی ہیں۔ اس کے بعد والی سورتیں (النحل تک) مئین ہیں پھر مثانی ہیں اور سورہ ق سے آخر قرآن تک سب سورتیں مفصل کہلاتی ہیں یہ حدیث بتاتی ہے کہ تمام سورتوں کی ترتیب خود نبی اکرم ﷺ کی عطا کردہ ہے۔

(۲) حضرت اوس بن حذیفہ ﷛ فرماتے ہیں ہم وفد ثقیف میں نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوئے ہم چند راتیں آپ ﷺ کے پاس رہے آپ ﷺ روزانہ عشاء کے بعد ہم سے گفتگو فرماتے۔ایک رات آپ ﷺ دیر سے تشریف لائے اور فرمایا میں قرآن سے اپنی منزل کی تلاوت ختم کر رہا تھا اس لئے مجھے دیر ہو گئی میں نے بہتر نہ جانا کہ منزل ختم کرنے سے قبل چلا آؤں حضرت اوس ﷛ فرماتے ہیں میں نے رسول ﷺ کے صحابہ سے پوچھا تم قرآن کی منزلیں کیسے بناتے ہو کہنے لگے پہلی تین سورتیں پھر پانچ سورتیں پھر سات پھر نو پھر گیارہ پھر تیرہ سورتیں اور مفصل والی سورتیں ایک ہی حزب (منزل) بناتے تھے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ۴ صفحہ ۳۴۲ مطبوعہ دار لفکر بیروت)

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ صحابہ کرام سات دنوں میں پورا قرآن کریم ختم کر لیتے تھے پہلے دن تین سورتیں دوسرے دن پانچ تیسرے دن سات پھر نو پھر گیارہ اور تیرہ سورتیں اس طرح چھ دن گزر گئے اور کل ۴۸ سورتیں ہو گئیں اس کے بعد ۴۹ ویں سورت قرآن میں سورہ حجرات ہے وہاں سے آخر تک ساری سورتیں صحابہ کرام آخری یعنی ساتویں دن پڑھ کر قرآن مکمل کر لیتے تھے جب کہ سورہ فاتحہ روزانہ پڑھتے تھے تو اس حدیث سے بھی صاف معلوم ہو گیا کہ عہد نبوی ہی میں صحابہ کرام موجودہ ترتیب کے مطابق ہی سارا قرآن پڑھتے تھے اور اس میں کیا شک ہے کہ انہیں اس کی تعلیم نبی ﷺ نے دی تھی اور آپ کی تعلیم اللہ کی طرف سے ہے گویا جس ترتیب پر قرآن لوح محفوظ پر تھا پھر آسمان دنیا پر آیا اسی ترتیب کے مطابق نبی ﷺ نے بھی زمین پر اسے صحابہ کرام کو یاد کروایا۔تاہم قرآن کریم چونکہ تھوڑا تھوڑا کر کے اتر رہا تھا اس لئے جب بھی کوئی آیت اترتی نبی ﷺ صحابہ کرام سے فرماتے۔اس آیت کو فلاں سورت میں فلاں جگہ رکھ لو یعنی فلاں آیت کے بعد اور فلاں آیت سے پہلے فلاں سورہ میں یہ آیت پڑھا کرو اور اس پر کثیر احادیث کی گواہی موجود ہے حضرت عثمان ﷛ فرماتے ہیں جب نبی ﷺ پر کوئی آیت اترتی آپ ﷺ قرآن لکھنے والوں کو بلاتے اور فرماتے اس آیت کو فلاں آیت کے ساتھ فلاں سورت میں اس جگہ رکھ لو جہاں فلاں واقعہ بیان ہوا ہے (ترمذی کتاب التفسیر سورہ توبہ صفحہ ۱۹۶۳) یہ حدیث ابو داؤد، نسائی، مستدرک اور تفسیر طبری وغیرہ میں بھی موجود ہے گویا جوں جوں قرآن اترتا گیا سورتیں مکمل ہوتی گئیں اور لوح محفوظ

میں کسی سورت کے اندر جتنی آیات تھیں وہ تھوڑی تھوڑی کر کے اترتی آئیں اور اپنی اپنی جگہ رکھی گئیں، یوں قرآن مکمل ہو گیا۔

عہد صدیق اکبر میں قرآن کا جمع کیا جانا

حضور پرنور ﷺ پر جب کوئی آیہ مبارکہ نازل ہوتی تو آپ ﷺ کسی صحابی سے جو اس وقت موجود ہوتا اور لکھنا جانتا تھا فرماتے کہ اسے لکھ لیا جائے مگر وہاں کوئی کتاب یا کاپی نہ تھی جس میں اسے لکھا جاتا تھا بلکہ کسی نے اسے کاغذ پر لکھا کسی نے کپڑے پر لکھا کسی نے اسے پتھر پر لکھ لیا۔ اور اپنے پاس محفوظ کر لیا اور وہ کاغذ، کپڑے اور پتھر کسی ایک جگہ محفوظ نہ تھے کوئی چیز کسی کے پاس تھی تو کوئی کسی کے پاس' کسی صحابی کے پاس دس سورتیں کسی کاغذ پر لکھی پڑی تھیں تو کسی کے پاس چند آیات کسی کپڑے پر تحریر شدہ تھیں۔ دراصل ان سب کو ایک جگہ اکٹھا کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی گئی اس لئے کہ ہزاروں لوگ آیات کو زبانی حفظ کرتے جاتے تھے اور اسی ترتیب پر کرتے جاتے تھے جو انہیں اللہ کے برحق رسول ﷺ بتا رہے تھے تا آنکہ پورا قرآن سینکڑوں، ہزاروں سینوں نے اپنے اندر جمع اور زبانوں نے ازبر کر لیا تھا تا آنکہ نبی اکرم ﷺ دنیا سے پردہ فرما گئے۔ آپ ﷺ کے پردہ فرماتے ہی کئی فتنے اکٹھے کھڑے ہو گئے مانعین زکوٰۃ کی الگ شورش تھی تو منکرین ختم نبوت کا الگ فتنہ تھا ادھر سلطان روم شمع اسلام بجھانے کے الگ منصوبے کرنے لگا مگر سیدنا صدیق اکبر کے تدبر حوصلہ، قوت فیصلہ اور توکل علی اللہ نے کشتی امت کو فتنے کی طوفانی لہروں سے نکالا انہی حالات نے صحابہ کرام کو قرآن کریم تحریری صورت میں اکٹھا کرنے کی طرف متوجہ کر دیا جنگ یمامہ میں جھوٹے نبی مسیلمہ کذاب کے ساتھ گھمسان کی جنگ ہوئی اور ستر (یا سات سو) قرآن کے حفاظ شہید ہو گئے آگے حدیث سنیے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب جنگ یمامہ ہو رہی تھی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے بلایا جب میں گیا تو وہاں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے ابوبکر صدیق فرمانے لگے یہ عمر میرے پاس آئے ہیں اور کہتے ہیں یمامہ میں کثیر تعداد میں قراء قرآن شہید ہو گئے اور مجھے ڈر ہے اگر اسی طرح دیگر جنگوں میں قراء کا قتل جاری رہا تو قرآن کا کثیر حصہ

جاتا رہے گا اور میں سمجھتا ہوں کہ قرآن کریم جمع کیا جانا چاہئے مگر میں نے ان سے کہا کہ آپ (رضی اللہ عنہ) وہ کام کیسے کر سکتے ہیں جو رسول ﷺ نے نہیں کیا تو یہ کہنے لگا خدا کی قسم اسی میں بہتری ہے پھر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مجھ پہ اس پر اصرار کرتے رہے تا آنکہ اللہ نے میرا بھی سینہ کھول دیا ہے جیسے ان کا کھولا تھا اور اب میری رائے بھی عمر والی ہے حضرت زید فرماتے ہیں ابوبکر فرمانے لگے اے زید! تم نوجوان عقل مند اور معتبر آدمی ہو پھر تم رسول ﷺ کے پاس وحی لکھا کرتے تھے (اور اکثر وحی انہی نے لکھی تھی) تو تم قرآن کی ساری تحریریں اکٹھی کرو۔ حضرت زید فرماتے ہیں اللہ کی قسم اگر وہ مجھے پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹانے کا حکم دیتے تو وہ میرے لئے آسان تھا اس سے کہ قرآن کریم جمع کروں۔ چنانچہ میں نے کہا: آپ لوگ وہ کام کیوں کرنا چاہتے ہیں جو رسول ﷺ نے نہیں کیا: ابوبکر صدیق فرمانے لگے مگر اسی میں بھلائی ہے پھر آپ مجھ سے اصرار کرتے رہے تا آنکہ اللہ نے میرا سینہ بھی اس کام کے لئے کھول دیا جس کے لئے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا کھولا تھا چنانچہ میں قرآن پاک کی تحریریں کھجور کے پتوں اور پتھروں اور لوگوں کے سینوں سے اکٹھا کرنے لگا تا آنکہ سورہ توبہ کی آخری آیات میں نے (لکھی ہوئی) کسی کے پاس نہ پائیں سوائے حضرت خزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کے۔ وہ آیات یہ ہیں۔ "لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ○ (توبہ: ۱۲۸، ۱۲۹) تو وہ ساری تحریرات میں نے اکٹھی کر کے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دے دیں جو ان کے پاس رہیں پھر وہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دے گئے اور وہ اپنے وصال کے وقت اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کو دے گئے

(بخاری شریف کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن صفحہ ۴۳۲)

یاد رہے! حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ خود قرآن کے قاری، حافظ اور کاتب وحی تھے وہ اپنی قوت حافظہ سے بھی قرآن لکھ سکتے تھے مگر انہوں نے ایسا نہ کیا بلکہ تحریرات جمع کیں جو نبی ﷺ کے سامنے لکھی گئیں اور آپ ہر تحریر دو گواہیوں کے ساتھ قبول کرتے تھے صرف سورہ توبہ کی آخری آیات حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کے پاس لکھی ہوئی موجود تھیں دوسرا کوئی گواہ نہ تھا جو کہے میرے سامنے یہ لکھوائی گئی تھیں اس کے باوجود ان کی اکیلی گواہی سے وہ آیات لے لی گئیں

کیونکہ سنن بیہقی شریف میں اس واقعہ کے ضمن میں حدیث مبارک ہے کہ ان کی گواہی خود نبی ﷺ نے دو کے برابر قرار دی تھی اور شاید اس میں یہی راز تھا کہ ایک روز ان کی گواہی سے یہ آیات قبول کر لی جاتی تھیں الغرض وہ سارے پتھر، کپڑے، کاغذ اور کھجور کے پتے جمع کر کے ایک تھیلے میں ڈال دیئے گئے اور کہا گیا یہ ہے لکھا ہوا قرآن جو رسول ﷺ کے سامنے لکھا گیا اور اس پر مہر لگا دی گئی یہ تھیلہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تحویل میں دے دیا گیا جب ان کا وصال ہوا تو چونکہ ان کی زندگی میں نئے خلیفہ کا تقرر نہ ہوا تھا اس لئے وہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو دیا گیا۔

ایک سوال کا جواب

نبی ﷺ نے ایک جگہ سارا قرآن کسی کتاب میں کیوں نہ لکھوا دیا یہ مختلف چیزوں پہ لکھنا کس مقصد کے لئے تھا اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ قرآن کریم چونکہ اکٹھا نازل نہ ہوا تھا تھوڑا تھوڑا کر کے اترا پھر کئی آیات اتریں بعد میں منسوخ ہو گئیں لہٰذا ایک جگہ کتابی صورت میں لکھنا دور نبوی میں مشکل تھا اس کے لئے ایسے وقت کا انتظار تھا جب نسخ کا سلسلہ ختم ہو جائے نسخ سے مراد نسخ تلاوت ہے لہٰذا دور نبوی کے بعد ہی یہ کام آسانی سے کیا جا سکتا تھا۔"

(مقدمہ تفسیر بینات القرآن)

حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید کی ترتیب و تدوین کے سلسلہ میں ایک بڑا وقیع مضمون سپرد قلم فرمایا ہے جو قارئین کرام کے استفادہ کیلئے پیش کیا جا رہا ہے۔

قرآن پاک کی ترتیب اور اس کا جمع ہونا

"پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ قرآن پاک لوح محفوظ میں لکھا ہوا تھا۔ قرآن کریم فرماتا ہے بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ۔ پھر وہاں سے پہلے آسمان پر لایا گیا۔ پھر وہاں سے تئیس سال میں آہستہ آہستہ حضور علیہ السلام پر نازل ہوتا رہا مگر یہ نازل ہونا اس لکھے ہوئے کی ترتیب کے موافق نہ تھا کیونکہ یہ نزول بندوں کی ضرورت کے مطابق ہوتا تھا۔ جس آیت کی ضرورت ہوئی وہی آ گئی۔ مثلاً اگر اول ہی سے شراب کے حرام ہونے کی آیتیں اتر آتیں تو یقیناً عرب کے نئے مسلمانوں کو دشواری واقع ہوتی کیونکہ وہاں عام طور پر شراب پی جاتی تھی۔ اسی طرح سارے احکام کو سمجھ لو لیکن چونکہ حضور علیہ السلام کی نگاہ پاک لوح

محفوظ وغیرہ پر تھی اس لئے آپ ہر آیت کے نزول کے وقت اس کو ترتیب سے جمع کرا دیتے تھے اس طرح کہ جو حضرات کاتب وحی مقرر تھے ان کو فرما دیتے تھے کہ یہ آیت فلاں سورت میں فلاں آیت کے بعد رکھو اور یہ ترتیب لوح محفوظ کی ترتیب کے موافق تھی۔ اور طریقہ اس وقت یہ تھا کہ حضرت زید بن ثابت و دیگر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اس خدمت کو انجام دینے کے لئے مقرر تھے۔

قرآن کتابی شکل میں

جس وقت جو آیت اترتی حضور علیہ السلام کے حکم کے مطابق اونٹ کی ہڈیوں پر کھجور کے پٹھوں پر اور مختلف چیزوں پر لکھ لیتے تھے۔ اور یہ چیزیں متفرق طور پر لوگوں کے پاس رہیں لیکن ان حضرات کو زیادہ اعتماد حافظہ پر تھا۔ یعنی عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پورے قرآن کے حافظ تھے جیسا کہ آج حافظ ہیں۔ بلکہ اس سے زیادہ تو یوں سمجھو کہ قرآن پاک کی ترتیب خود حضور علیہ السلام نے دیدی تھی۔ لیکن ایک جگہ کتابی شکل میں جمع نہ فرمایا تھا۔ اس کی تین وجہیں تھیں۔ ایک تو یہ کہ چونکہ صدہا حافظ اس کو اسی ترتیب سے یاد کر چکے تھے جو آج تک چلی آ رہی ہے اور نماز میں پڑھنا فرض تھا۔ اور نماز کے علاوہ بھی صحابہ کرام برکت کے لئے اس کو اکثر اوقات پڑھتے ہی رہتے تھے۔ اس لئے اس کے ضائع ہونے کا کچھ اندیشہ نہ تھا اور دوسرے یہ کہ جہاد اور دیگر ضروریات کی وجہ سے اتنا موقعہ نہ مل سکا کہ اس کو ایک جگہ جمع کیا جاتا۔ اور تیسرے یہ کہ جب تک کہ پورا قرآن پاک نہ آ جاتا، اس کو جمع کرنا غیر ممکن تھا کیونکہ ہر سورت کی کچھ آیات اتر چکی تھیں کچھ اترنے والی ہوتی تھیں حضور کی وفات سے کچھ روز پہلے نزول قرآن کی تکمیل ہوئی۔ غرضیکہ حضور علیہ السلام کی زندگی پاک میں قرآن کریم کتابی شکل میں ایک جگہ جمع نہ ہو سکا۔ البتہ مرتب ہو گیا اللہ کی شان کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں یعنی حضور علیہ السلام کی وفات ہی کے سال میں یمامہ کے جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب اور اس کے ساتھیوں سے صحابہ کرام کو سخت جنگ کرنی پڑی اور اس جنگ میں تقریباً سات سو حافظ قرآن بھی شہید ہو گئے۔ تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ بارگاہ صدیقی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اگر اسی طرح حافظ اور قراء شہید ہوتے رہے تو بہت

جلد قرآن پاک ضائع ہو جائے گا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع فرمایا جنہوں نے حضور علیہ السلام کے زمانہ پاک میں وحی لکھنے کی خدمت انجام دی تھی اور ان کا مہتمم حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ کو قرار دیا کہ تم تمام جگہ سے قرآن پاک کی آیات جمع کر کے کتابی شکل میں تیار کرو۔ زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے تھے۔ آپ وہ کام کیوں کرتے ہیں جو حضور علیہ السلام نے نہ کیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ کام اچھا ہے۔

فائدہ

اس سے بدعت حسنہ کا ثبوت ہوا۔ حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ نے نہایت محنت اور جانفشانی سے ان تمام آیتوں کو یکجا جمع کیا جو کہ لوگوں کے سینوں اور جگہ کے پتھوں اور ہڈیوں میں لکھی ہوئی تھیں اور ترتیب وہی رہی جو حضور علیہ السلام نے فرمائی تھی۔ یہ قرآن کا نسخہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی حیات میں ان کے پاس رہا۔ پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس رہا۔ پھر ان کے بعد فاروق رضی اللہ عنہ کی بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیوی حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس محفوظ رہا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں حذیفہ ابن یمان رضی اللہ عنہ جو کہ ارمینیہ اور آذربائیجان کے کفار سے جنگ فرما رہے تھے وہاں کی مہم سے فارغ ہو کر حاضر بارگاہ ہوئے اور عرض کیا کہ "اے امیر المومنین! لوگوں میں قرآن پاک کے متعلق اختلافات شروع ہو گئے ہیں اگر یہ اختلافات بڑھتے رہے تو مسلمانوں کا حال یہود و نصاریٰ کی طرح ہو جائے گا۔ لہٰذا اس کا جلد کوئی انتظام کیجئے۔ وجہ اختلاف یہ تھی کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے نسخوں میں حضور علیہ السلام کے وہ الفاظ بھی لکھے تھے جو آپ نے بطور تفسیر ارشاد فرمائے تھے اور وہ حضرات اس کو قرآن ہی کا جزو سمجھ گئے تھے۔ حالانکہ وہ الفاظ قرآن کے نہ تھے۔ جیسے کہ مصحف ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ نیز ایک نسخہ تمام ملک کے مسلمانوں کے لئے اب کافی نہ تھا۔ نیز حفاظ صحابہ کرام کو جو لقمہ قرآن مجید میں لگتا تھا اس کے نکلنے میں بہت دشواری ہوتی تھی۔ ان وجوہ کی بنا پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پھر زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا اور ان کی مدد کے لئے عبداللہ بن زبیر اور سعید بن عاص اور عبداللہ بن حارث بن ہشام کو مقرر کیا۔ ان حضرات نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہلے سے جمع کئے ہوئے قرآن کو منگایا اور پھر اس کا مقابلہ

حفاظ کے حفظ قرآن سے نہایت تحقیق سے کر کے چھ یا سات نسخے نقل کئے۔ اور یہ نسخے عراق، شام، مصر وغیرہ اسلامی ممالک میں بھیج دیئے اور اصل نسخہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو واپس کر دیا اور جن صحابہ کرام کے پاس تفسیر سے ملے ہوئے قرآن کے نسخے تھے اور وہ اس کو قرآن پاک ہی سمجھ بیٹھے تھے ان کو منگوا کر جلوا دیا گیا کیونکہ ان نسخوں کا باقی رہنا آئندہ بڑے فتنوں کا دروازہ کھول دیتا کہ آئندہ لوگ اس کو قرآن پاک ہی سمجھ بیٹھتے۔ الحمد للہ اب تک قرآن پاک اسی طرح بلا کم و کاست مسلمانوں میں چلا آرہا ہے۔ ناظرین ہماری اس تقریر سے سمجھ گئے ہوں گے کہ قرآن پاک کو ترتیب نزول قرآن کے مطابق ہو سکتی ہی نہیں تھی کیونکہ موجودہ ترتیب لوح محفوظ کی ترتیب کے مطابق ہے اور قرآن پاک کا نزول ضرورت کے مطابق ہوا۔ اور یہ بھی سمجھ گئے ہوں گے کہ قرآن پاک کی ترتیب دینے والے خود رسول اللہ ﷺ ہیں لیکن اس کو کتابی شکل میں ترتیب دینے والے اولاً صدیق اکبر اور دوسرے عثمان غنی ہیں رضی اللہ عنہما ہیں۔ اس لئے آپ کا لقب ہے عثمان جامع قرآن۔

نکتہ:

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب کہ صحابہ کرام نے حضور علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جس بیعت کا نام بیعت الرضوان ہے۔ اس میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے۔ کیونکہ ان کو حضور کی طرف سے مکہ معظمہ بھیجا گیا تھا۔ تو حضور علیہ السلام نے اپنے بائیں ہاتھ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور خود ان کی طرف سے بیعت فرمائی۔

خود کوزہ وخود کوزہ گر و خود گِل کوزہ!

تو حضور علیہ السلام کا ہاتھ گویا عثمان غنی کا ہاتھ ہوا۔ اور حق تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمایا۔ یَدُاللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ ۔ تو گویا اس واسطے سے عثمان غنی کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے اور قرآن کریم اللہ کا کلام۔ تو یوں کہ کلام اللہ، ید اللہ نے جمع فرمایا۔ اس لئے عثمان غنی کو جمع قرآن کے لئے منتخب فرمایا گیا۔

نوٹ ضروری

دوسری منزلوں سے یعنی قرآن پاک کی سات منزلیں کی گئی تھیں کہ تلاوت کرنیوالا ایک منزل روزانہ کے حساب سے ختم کر سکے سات دن میں۔ ان منزلوں کو فمی بشوق میں جمع کیا گیا ہے۔ یعنی پہلی منزل سورۃ فاتحہ سے شروع ہوتی ہے جس کی طرف ''ف'' سے اشارہ کیا گیا۔ دوسری مائدہ سے۔ تیسری سورۃ یونس سے، چوتھی سورۃ بنی اسرائیل سے۔ پانچویں سورۃ شعراء سے۔ چھٹی سورۃ والصّٰفّٰت سے اور ساتویں سورۃ ق سے۔ پھر اس کے بعد قرآن پاک کے تیس حصے برابر کئے گئے جس کا نام رکھا گیا تیس سیپارے تاکہ تلاوت کرنیوالا ایک سیپارہ روز کے حساب سے ایک مہینہ میں قرآن پاک ختم کر سکے۔ پھر قرآن پاک میں زیر و زبر نہ ہونے کی وجہ سے اس کے تلاوت کرنے میں سخت دشواری محسوس ہوتی تھی کیونکہ غیر عربی لوگ تو پڑھ ہی نہ سکتے تھے اور عربی حضرات بھی بعض بعض موقعوں پر دشواری محسوس کرتے تھے۔ لہٰذا اس میں زیر و زبر لگائے گئے اور نون قطنی وغیرہ ظاہر کئے گئے۔ مشہور یہ ہے کہ یہ کام حجاج بن یوسف نے کیا۔ اسی حجاج بن یوسف نے سورتوں کے نام قرآن میں لکھے۔ اس سے پہلے یہ نام قرآن میں نہ لکھے تھے (تفسیر خزائن العرفان) پھر اس میں تفسیر روح البیان آخر سورۃ حجرات میں ہے کہ مصحف عثمانی میں نہ نقطے تھے نہ اعراب نہ رکوع نہ سیپارے۔ نقطے لگانیوالے اعراب لگانے والے ابو اسود دُبلی ہیں جنہوں نے حجاج بن یوسف کے حکم سے یہ کام کیا۔ پھر خلیل ابن احمد فراعیدی نے مد اور وقف وغیرہ کی علامات قرآن میں لگائیں اور یعرب ابن قحطان نے قرآن کو عربی خط یعنی نسخ میں لکھا۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ قرآن کے تیس پارے اور اس میں نصف، ربع، ثلث کے نشانات مامون عباسی کے زمانے میں لگائے گئے رکوع بنائے گئے۔ یعنی حضرت عثمان غنی رمضان شریف کی تراویح کی نماز میں جس قدر قرآن پاک پڑھ کر رکوع فرماتے تھے، اتنے حصے کو رکوع قرار دیا گیا۔ اس لئے اس کے نشان پر قرآن مجید کے حاشیے پر ع لگا دیتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ عمرو کے نام کا عین ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ عثمان کے نام کا عین۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ لفظ رکوع کا عین ہے تو حقیقت میں یہ تمام کام تلاوت کرنے والے کی آسانی کے لئے کئے گئے۔''

(مقدمہ تفسیر نعیمی)

عہد عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں قرآن کا جمع کیا جانا

"قرآن کریم کو عہد عثمانی میں کیسے جمع کیا گیا یہ سمجھنے سے قبل یہ باتیں ذہن میں ہونی چاہئیں۔

(۱) قرآن کریم کو اللہ نے سات قراءت پر نازل فرمایا جن میں لہجے کا بھی اختلاف ہے جیسے "وَالضُّحٰی ۝ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ۝" میں "الضحٰی" اور "سجٰی" پڑھنا (یعنی امالہ کے ساتھ) اور "لَا رَیْبَ فِیْهِ" میں "فیهٖ" پڑھنا وغیرہ اور حروف کے اختلاف کی مثال جیسے "مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝" میں "مالك" اور "وَمَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ" میں "وما یخادعون" پڑھنا وغیرہ اور یہ سب قراءت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پڑھی پڑھائی جاتی تھیں اور اب بھی پڑھی پڑھائی جاتی ہیں ان سب میں سے کسی کا انکار کفر ہے۔ بعض لوگوں نے ایک قراءت پڑھی تھی دوسری وہ نہیں جانتے تھے بلکہ دوسری قراءت میں قرآن کا کچھ حصہ لکھ رکھا تھا اور یہ نامکمل تحریریں پوری دنیا میں پھیل گئیں اب دنیا کے ایک وسیع رقبہ پر اسلام کے پھیل جانے کی وجہ سے یہ تحریریں الجھاؤ پیدا کر رہی تھیں کیونکہ وہ مختلف قراءت پر لکھی ہوئی تھیں مثلاً کسی میں "مالك یوم الدین" (الف کے ساتھ) لکھا تھا اور کسی میں "ملك" الف کے بغیر کسی میں "یَخْدَعُوْنَ" لکھا تھا تو کسی میں "یخادعون" اور ضرورت تھی کہ یہ الجھاؤ دور کیا جائے تاکہ آگے چل کر یہ اختلافات کہیں بڑے فتنے کا باعث نہ بن جائیں۔

(۲) ابھی تک کتابی صورت میں قرآن معرض وجود میں نہ آیا تھا عہد صدیقی میں اتنا کام ہو گیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نزول وحی کے وقت جو تحریرات قرآنیہ تیار ہوئی تھیں وہ ایک جگہ اکٹھی کر کے تھیلے میں ڈال دی گئیں جن میں کچھ پتھر تھے کچھ کھجور کے پتے اور کچھ کاغذ اور کپڑے مگر اس امر کی ضرورت باقی تھی کہ قرآن ایک کتاب بن کر دو گتوں کے درمیان جمع ہو۔ چنانچہ یہ عظیم الشان کارنامہ عہد عثمان غنی میں انجام پذیر ہوا مگر اس کا داعیہ کیا ہوا اس پر یہ حدیث بخاری خوب روشنی ڈالتی ہے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس (ان کے دور خلافت) میں آئے وہ شام میں فتح

ارمینیہ اور عراق میں آذر بائی جان کی جنگوں میں شریک ہو چکے تھے انہوں نے دیکھا کہ مختلف علاقوں میں مختلف قرأت پڑھی جا رہی ہیں تو وہ ڈر گئے اور حضرت عثمان غنی سے کہنے لگے امیر المومنین اس امت کو سنبھالیے قبل اس سے کہ یہ بھی قرآن میں ویسے ہی لڑنے لگیں جیسے یہود و نصاریٰ اپنی کتابوں میں جھگڑتے ہیں (ہر فرقے کی اپنی بائبل ہے جو دوسروں سے مختلف ہے) عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فوراً حضرت ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو پیغام بھیجا کہ آپ کے پاس جو قرآنی تحریریں جمع کردہ پڑی ہیں وہ مجھے بھیج دیں میں انہیں سے قرآنی نسخے تیار کروانا چاہتا ہوں اس کے بعد میں یہ تحریریں آپ کو واپس کر دوں گا۔ انہوں نے عثمان غنی کو وہ بھیج دیں آپ نے فوراً زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، سعید بن العاص عبدالرحمان بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم کو مقرر فرمایا تو انہوں نے ان سے قرآن کے سات کتابی نسخے تیار کیے حضرت عثمان نے زید بن ثابت کے علاوہ دوسرے تین افراد سے جو سب قریشی تھے یہ کہا کہ اگر کسی لفظ کی کتابت میں تم اور زید بن ثابت اختلاف کریں تو اسے لغت قریش پر لکھنا کیونکہ قرآن انہی کی زبان پر نازل ہوا چنانچہ جب قرآن کے متعدد نسخہ جات تیار ہو گئے تو عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہ تحریرات سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو واپس کر دیں پھر مملکت اسلامیہ کے مختلف علاقوں میں وہ نسخہ جات پھیلا دیے تاکہ انہیں دیکھ کر مزید قرآنی نسخے تیار کیے جائیں اور حکم فرمایا کہ اس کے سوا جو بھی قرآنی تحریریں یا کتابیں دنیا میں پھیلی ہیں انہیں جلا کر ختم کر دیا جائے۔ (بخاری شریف فضائل القرآن باب جمع القرآن صفحہ ۴۳۲)

قرآن پاک کے سات نسخے

روایات کے مطابق عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کے سات نسخے تیار کروائے ایک مدینہ طیبہ میں اپنے پاس رکھا ایک مکہ مکرمہ بھیجا، ایک کوفہ ایک بصرہ ایک شام ایک یمن اور ایک بحرین بھیجا اور آج پوری دنیا میں جو لاکھوں کروڑوں قرآن کریم کے نسخے موجود ہیں یہ سب انہی سات نسخوں سے نقل در نقل ہو کر ہم تک پہنچے ہیں عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآنی نسخوں کی کتابت میں ان چیزوں کا خیال رکھا۔

(۱) عہد صدیقی میں مختلف تحریریں ایک جگہ جمع کی گئی تھیں ان میں ترتیب نہ تھی سورتوں کی نہ

آیات کی' عہد عثمانی میں سورتوں اور آیات کی اس ترتیب کے مطابق قرآن لکھا گیا جو رسول اللہ ﷺ نے بحکم الٰہی امت کو عطا فرمائی تھی اور جو آج ہمارے سامنے موجود ہیں۔

(۲) عثمان غنی خود بھی حافظ قرآن تھے دیگر کثیر حفاظ قرآن موجود تھے اگر وہ چاہتے تو اپنے حافظے کے مطابق قرآن لکھ لیتے مگر انہوں نے ایسا نہ کیا بلکہ ان تحریرات کو سامنے رکھا جو رسول اللہ ﷺ نے اپنے سامنے لکھوائی تھیں اور انہیں بنظر غائر ملاحظہ فرمایا تھا اور جہاں کہیں ضرورت محسوس فرمائی ان میں اصلاح بھی فرمائی تھی اس لئے عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن اسی طرح لکھوایا جس طرح نبی ﷺ نے لکھوایا تھا کتابت کا انداز وہی رکھا جو عہد نبوی ﷺ والی کتابت کا تھا۔'' (بینات القرآن)

توقیفی انداز کتابت

اسی لئے ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن کریم کا انداز کتابت توقیفی ہے اور عام عربی رسم الخط سے ہٹ کر ہے مثلاً قرآن میں عموماً ''الصالحات'' کو یوں لکھا جاتا ہے ''الصّٰلِحٰتِ''، ''یُحْیِیْ'' کو یوں لکھا جاتا ہے ''یحیٖ'' اور کئی جگہ تاء وحدت کو لمبی لکھا گیا ہے جیسے ''فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰہِ'' (آل عمران:۶۱) عام عربی رسم الخط ''لَعْنَةَ اللّٰہِ'' گول تاء کے ساتھ ہے اور ہمارے لئے جائز نہیں کہ قرآن کو رسم عثمانی سے ہٹ کر عام رسم کے مطابق لکھا جائے کیونکہ رسم عثمانی حقیقتاً رسم محمدی ﷺ ہے اور رسم عثمانی علوم قرآن میں سے ایک مستقل علم ہے جس میں پورے قرآن کے اندر جہاں جہاں عام عربی رسم الخط سے قرآن کا اختلاف ہے اسے تفصیلاً بتایا جاتا ہے۔ (۳) رسم عثمانی میں نقطے اور حرکات نہیں ڈالی گئی تھیں تاکہ تمام قراءات سبعہ اس میں شامل ہو جائیں اور کوئی قراءت اس سے خارج نہ ہو مثلاً دو قراءت ہیں ''مالك یوم الدین'' اور ''مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ'' تو اسے یوں لکھا گیا ''ملك'' بعد میں ''مالك'' پڑھنے والوں نے میم پر کھڑی زبر ڈال دی اور ''مَلِكِ'' پڑھنے والوں نے سادہ زبر ایسے ہی ایک جگہ ایک قراءت سے ''کَیْفَ نُنْشِزُھَا'' (بقرہ:۲۵۹) دوسری قراءت ''کیف نَنْشُرُھَا'' ہے نشور سے تو اسے نقطوں کے بغیر یوں لکھا گیا ''سرھا'' تاکہ اسے

دونوں طرح پڑھا جا سکے۔ اگر عہد عثمانی میں قرآن یوں لکھا جاتا کہ ایک قراءت اس میں پڑھی جا سکتی اور دوسری ساقط ہو جاتی تو یہ بذات خود جائز بھی نہ تھا اور اس سے قرأت کا جھگڑا کبھی ختم نہ ہوتا جس نے حضرت عثمان کو جمع قرآن پر مجبور کیا بلکہ وہ مزید گہرا ہو جاتا۔

اعراب اور نقطے

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم میں نقطے اور زیریں زبریں اس لئے نہیں ڈالی تھیں کہ آپ قراءت سبعہ کو اپنی رسم میں شامل کرنا چاہتے تھے اگر نقطے ڈالے جاتے تو وہ قراءت ساقط ہو جاتیں جن میں نقطوں کا اختلاف ہے جیسے "نُنْشِزُهَا" اور "نَنْشُرُهَا" اور "اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ" میں دوسری قراءت "تبغون" ہے اور اگر اعراب ڈالے جاتے تو وہ قراءت رہ جاتیں جن میں اعرابی اختلاف ہے جیسے "مِّنْ اَنْفُسِكُمْ" اور "من انفسکم" وغیرہ اور یوں بھی اس زمانہ میں اہل عرب کے لئے اعراب اور نقطوں کے بغیر عربی عبارت پڑھنا کچھ مشکل نہ تھا وہ بلا تکلف پڑھ لیتے تھے۔ البتہ جو نسخے دور عثمانی میں بلاد عجم میں بھیجے گئے ان کے ساتھ قاری بھیجے گئے جو لوگوں کو قرآن پڑھاتے تھے اس طرح اس دور میں مشکل نہ رہی مگر بعد میں بلاد عجم کے لئے نقطوں اور اعراب کی ضرورت شدت سے محسوس ہونے لگی کیونکہ اتنے قراء دستیاب نہ تھے جو ایک ایک آدمی کو نقطوں کے بغیر پڑھا سکیں ایک اور سبب بھی تھا جس نے نقطے اور اعراب ڈالنا ضروری قرار دیا۔ وہ یہ کہ بعض ملحدین و بے دین لوگوں نے اعراب کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھا کر لفظی معنوی تحریف کا دروازہ کھولنے کی کوشش کی چنانچہ "اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ" (بیشک اللہ اور اس کا رسول مشرکوں سے بیزار ہے) میں بعض لوگ یوں پڑھنے لگے "ورسولِه" انہوں نے اس کو "اَلْمُشْرِكِيْنَ" پر عطف کیا اس طرح معنی یہ بن گیا اللہ مشرکوں اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بیزار ہے۔ ایسی ہی دیگر تحریفات بھی ہونے لگیں تب نقطے اور اعراب ڈالنے کی ضرورت کا شدت سے احساس ہوا چنانچہ یہ کام کیا گیا مگر سب سے قبل کس نے یہ کام کیا اس بارے میں شدید اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ابوالاسود دؤلی کو ایسا کرنے کا حکم فرمایا (قرطبی مقدمہ جلد اول صفحہ ۶۲) اور ابو اصفہانی نے اپنی کتاب الاغانی میں یوں روایت

کیا ہے کہ زیاد ابی سفیان نے ابوالاسود کو یہ کام سونپا (الاغانی جلد ۱۱ صفحہ ۱۰۶ اخبار ابی الاسود) کچھ کہتے ہیں کہ امام ابن سیدین نے اپنے مصحف پر سب سے اول امام یحیٰ بن یعمر سے نقطے لگوائے یہ یحیٰ یعمر مشہور تابعی ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کرتے ہیں۔ (کتاب النقط للامام ابی عمر صفحہ ۱۲۵ البرہان فی علوم القرآن جلد اول صفحہ ۲۴۹)

قرآن پاک کی حفاظت

قرآن پاک سے پہلی کتابیں مثلاً تورات، انجیل وزبور وغیرہ ایک خاص وقت تک کے لئے اور خاص خاص قوموں کے لئے دنیا میں بھیجی گئیں اس لئے حق تعالیٰ نے ان کی حفاظت کا ذمہ خود نہ لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان پیغمبران عظام کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد وہ کتابیں بھی قریب قریب ختم ہو گئیں۔ لیکن یہ قرآن کریم سارے جہان کے لئے آیا اور ہمیشہ کے لئے آیا۔ اس لئے رب تعالیٰ نے خود اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا تھا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔ ''اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ '' ہم نے ذکر (قرآن) اتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ اور سبحان اللہ! ایسی اس کی حفاظت ہوئی کہ کوئی شخص اس میں زیر اور زبر کا فرق نہ کر سکا۔ اس کی حفاظت کا ذریعہ یہ ہوا کہ قرآن کریم فقط کاغذ پر ہی نہ رہا بلکہ مسلمانوں کے سینوں میں محفوظ کیا گیا۔ صحابہ کرام کے زمانہ کی حالت تو ہم سنی سنائی بیان کر سکتے ہیں لیکن اس زمانہ میں تو مشاہدہ ہو رہا ہے کہ اگر کسی چھوٹے سے گاؤں میں بھی کسی مجمع کے سامنے کوئی تلاوت کرنے والا ایک زیر زبر کی غلطی کر دے تو ہر چہار طرف سے آوازیں آتی ہیں کہ آپ نے غلط پڑھا۔ اس طرح پڑھو۔ اور ہر زمانے ہر جگہ ایک دو نہیں بلکہ صدہا حافظ پیدا ہوتے رہے۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ جب بچہ سکول میں قدم رکھتا ہے تو چونکہ اسے ابھی کتاب سنبھالنے کی لیاقت نہیں ہوتی لہٰذا اس کے استاد چھوٹے چھوٹے قاعدے اور کتابیں اس کو دیتے ہیں وہ بچہ کتابیں پڑھتا بھی جاتا ہے اور ضائع بھی کرتا جاتا ہے۔ جب کسی قدر ہوش سنبھالتا ہے تو اب کتابیں پھاڑتا تو نہیں لیکن ان پر لکھ لکھ کر خراب کرتا رہتا ہے۔ پھر جب خوب سمجھدار ہو جاتا ہے اور کتاب کی قدر و قیمت پہچانتا ہے تو اب کتاب کو جان سے بھی زیادہ عزیز سمجھتا ہے۔ اسی طرح دنیا سب سے پہلے خدائی کتابوں اور صحیفوں کو

سنبھال نہ سکی تو ان کو ختم کر ڈالا۔ پھر تورات و انجیل کو بالکل تو نہ مٹایا۔ مگر اپنی طرف سے بہت کچھ اس میں غلط ملط کر دیا۔ دنیا کے اخیر دور میں قرآن کریم تشریف لایا اور قدرت نے اس کو سنبھالنے کا طریقہ سکھایا۔ تورات و انجیل کسی زمانے میں بگڑی بگڑائی پائی جاتی ہوں گی۔ لیکن اب تو صفحہ ہستی سے قریباً بالکل ناپید ہو گئیں۔ یہ جو پیسے پیسے کی یوحنا اور متی کی انجیلیں فروخت ہو رہی ہیں۔ یہ وہ انجیل نہیں جو آسمان سے آئی تھی بلکہ اس کے ترجمے ہوں گے کیونکہ وہ عبرانی زبان میں تھیں اور یہ ترجمے مختلف زبانوں میں ہیں۔ جب وہ اصل کتاب ہمارے سامنے ہے ہی نہیں تو ہم کیسے معلوم کریں کہ یہ ترجمے اس کے صحیح ہیں یا نہیں۔ بخلاف قرآن کریم کے کہ وہی قرآن اسی زبان میں بعینہٖ موجود ہے۔ جو صاحب قرآن علیہ السلام پر اترا تھا۔ وہ کتابیں تو کیا باقی رہتیں۔ زبان عبرانی جس میں وہ کتابیں آئی تھیں وہی دنیا سے غائب ہو گئی۔ بلکہ مصر اور شام وغیرہ ممالک جہاں عبرانی زبان بولی جاتی تھی وہاں عربی زبان نے اپنا سکہ جما لیا۔ اور اس قرآن پاک کی بدولت ہر ملک میں عربی زبان کا دور دورہ ہو گیا۔ چنانچہ الحمد اللہ پاک و ہند میں بھی لاکھوں کی تعداد میں عربی دان موجود ہیں۔ لیکن عبرانی جاننے والا ایک بھی نہیں ہے۔ حتیٰ کہ مشن اسکولوں میں انجیل تو پڑھائی جاتی ہے مگر افسوس کہ عبرانی اور سریانی زبانیں وہاں بھی غائب ہیں۔ یہ سب قرآن پاک اور صاحب لولاک کی برکت ہے۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔ حیرت یہ ہے کہ قرآن پاک کے الفاظ محفوظ اس کے پڑھنے کے طریقے۔ یعنی قرأت (تجوید) محفوظ کہ س، ص، ت، ط، ک، ق، د، ذ، ز، ض، ظ، مدّ، شدّ وغیرہ کس طرح ادا کیے جائیں۔ طریقہ تحریر بھی محفوظ ہے۔ یعنی جس طرح کہ صاحب قرآن صلے اللہ علیہ وسلم سے تحریر منقول ہے۔ اس کے خلاف قرآن پاک نہیں لکھ سکتے۔ بِسۡمِ اللّٰهِ۔ کا سین لمبا اور میم گول لکھا جاتا ہے کسی قرآن پاک میں سین چھوٹا کر کے نہ لکھا جائے۔ بِئۡسَ الۡاِسۡمُ الۡفُسُوۡقُ لکھنے میں اَلِاسۡمُ آتا ہے جیسا کلمات نحوی میں الاسم آتا ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کو عربی خط میں لکھا جائے، اردو خط یا نستعلیق میں نہ لکھا جائے۔ بعض بعض کلمات نحوی قاعدے کے خلاف معلوم ہوتے ہیں لیکن وہ پڑھے ویسے ہی جاتے ہیں جیسے کہ ثابت ہو چکے۔ مثلاً عَلَیۡهُ اللّٰهَ ۔ مَآ اَنۡسٰنِیۡهُ لَنَسۡفَعًۢا وغیرہ ان چیزوں کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ سبحان اللہ! قرآن پاک ایسا محفوظ ہے کہ اس کے صفات تک محفوظ۔ اگر کوئی منصف

ان باتوں کو بنظر انصاف دیکھے تو قرآن پاک کے قبول کرنے میں تامل نہ کرے۔ ان خوبیوں کو دیکھ کر بعض پادریوں کے منہ میں پانی بھر آیا۔ اولاً تو اس کوشش میں رہے کہ انجیل شریف کو محفوظ کتاب ثابت کرسکیں مگر نہ کرسکے۔ بلکہ بہت سے محققین عیسائیوں نے مان لیا کہ انجیل شریف میں لفظی اور معنوی بیشمار تحریفیں ہوئیں اور مان لیا کہ انجیل کی بہت سی آیتیں اور بہت سے باب الحاقی ہیں۔ دیکھو مسٹر ہارن اور ہنری اور اسکاٹ صاحب کی تفاسیر اور دیکھو مباحثہ دینی مطبوعہ اکبرآباد مصنفہ پادری فنڈر وغیرہ۔ بعض عیسائی پادریوں نے یہ کوشش کی کہ قرآن پاک کو محرف ثابت کریں۔

اعتراضات اور ان کے جوابات

چنانچہ عبدالمسیح اور ماسٹر رام چندر اور پادری عمادالدین نے اس بارے میں رسالے لکھ ڈالے۔ یہ لوگ جس قدر اعتراض کرسکتے ہیں ہم ان کو علیحدہ علیحدہ سوال و جواب کی شکل میں بیان کرتے ہیں تاکہ مسلمان ان سے واقف ہوں۔

(۱) سوال: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب قرآن کا نسخہ تیار کیا تو پچھلے نسخوں کو جلوا دیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قرآن وہ نہیں ہے جو آسمان سے آیا تھا بلکہ وہ جلایا جاچکا۔

جواب: ان نسخوں کو جلوانا اختلاف کو مٹانے کے لئے تھا کیونکہ ان میں قرآن اور تفسیری عبارات مخلوط تھیں۔ آیات کو لے لیا گیا۔ اگر وہ نسخے باقی رہتے تو آئندہ بڑا اختلاف پیدا ہو جاتا۔ اس تفصیل کو پڑھنے کے بعد معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ اعتراض محض لغو ہے اور دھوکہ دینے کے لئے ہے۔

(۲) سوال: تفسیر اتقان اور بخاری شریف جلد دوم باب جمع قرآن میں ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے کہ میں نے لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ والی آیت تمام جگہ تلاش کی مگر کہیں نہ ملی بجز ابوخزیمہ انصاری کے کہ ان کے پاس یہ لکھی ہوئی موجود تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اور آیتیں بھی اسی طرح گم ہوگئی ہوں گی۔ نیز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک آیت لکھی ہوئی ہمارے پاس موجود تھی جسے بکری کھا گئی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اور آیتیں بھی اسی طرح برباد ہوگئی ہوں گی۔

جواب: اگر ایسی ایسی دو چار سو روایتیں جمع بھی کر لی جائیں اور وہ روایتیں قابل قبول بھی ہوں اور کوئی بکری پورا قرآن بھی کھا گئی ہو تب بھی اصل قرآن کا ایک لفظ بھی ضائع نہیں ہو سکتا۔ یہ تو جب ہوتا جب قرآن پاک کا دارومدار تورات و انجیل کی طرح فقط دو چار نسخوں پر ہوتا۔ یہ تو مسلمانوں کے سینوں میں موجود تھا۔ کاغذ کو بکری اور گائے بھینس کھا سکتی ہے۔ حافظ کے سینے کو تو قبر کی مٹی بھی نہیں کھاتی۔ اسے کون کھائے گا۔ جناب وہ صحابہ کرام کا زمانہ تھا۔ اگر آج بھی دنیا سے قرآن پاک کے سارے نسخے ناپید کر دیئے جائیں تو دنیا کے کسی معمولی گاؤں کا ایک چھوٹا حافظ بچہ بھی قرآن پاک بعینہٖ سکھوا سکتا ہے۔

(۳) سوال: مسلمان خود مانتے ہیں کہ قرآن پاک کی بہت سی آیتیں منسوخ ہیں کہ سورۃ یٰسین سورۃ بقرہ کے برابر تھی لیکن نسخ وغیرہ ہو کر کٹ کٹا کر اتنی باقی رہی۔ معلوم ہوا کہ یہ قرآن بعینہٖ وہ نہیں ہے کہ جو آسمان سے آیا تھا بلکہ اس میں بہت سی تبدیلی ہو چکی ہے۔

جواب۔ تحریف کے معنی یہ ہیں کہ کتاب والے کی غیر موجودگی میں اس کی بغیر مرضی اس کی کتاب میں کمی یا زیادتی کر دی جائے لیکن اگر صاحب کتاب ہی اپنی مرضی سے اپنی کتاب میں کچھ کمی بیشی کرے تو اس کو کوئی بیوقوف بھی تحریف نہ کہے گا۔ ایک طبیب نسخہ لکھتا ہے۔ بیمار اپنی طرف سے اس میں دوائیں گھٹاتا بڑھاتا ہے۔ تو وہ مریض یقیناً مجرم ہے لیکن اگر طبیب ہی مریض کی حالت میں تبدیلی کی بناء پر اپنے نسخے میں کچھ تبدیلی کرتا ہے تو یہ طبیب کی قابلیت اور نسخے کے مکمل ہونے کی دلیل ہے نہ کہ نسخے کی تحریف۔ یہی قرآن پاک میں ہوا کہ بعض سورتوں میں حالات کے موافق خود قرآن بھیجنے والے خدا کی طرف سے ہی احکام بدلے گئے۔

(۴) سوال مسلمانوں کی بعض جماعتیں (جیسے کہ شیعہ) کہتی ہیں کہ قرآن میں سے س پارے کم کر دیئے گئے۔ اور اس قرآن میں سورۂ حسنین سورۂ علی سورۂ فاطمہ بھی تھیں۔ پتہ نہیں لگتا کہ وہ کہاں گئیں۔ پھر آپ کس منہ سے کہتے ہیں کہ قرآن پاک محفوظ ہے۔

جواب:۔ کسی متعصب شیعہ نے گپ ہانکی ہو گی محققین شیعہ تو بڑے شد و مد کے ساتھ اس سے اپنی برأت ثابت کرتے ہیں مثلاً ملا صادق شرح کلینی میں محمد ابن حسن آملی، شیخ صدوق ابو جعفر محمد بن علی بابویہ وغیرہ۔ اور کیوں ثابت نہ کریں۔ اس لئے کہ اس عقیدے سے تو اہل بیت عظام کے اسلام کی ہی خیر نہ رہے گی۔ کیونکہ پھر یہ سوال پیدا ہو گا کہ اہل بیت

اطہار رضی اللہ عنہم نے اس محرف قرآن کو اپنی نمازوں میں کیوں پڑھا اور اس سے احکام کیوں جاری فرمائے اور قرآن پاک کو تحریف ہوتا ہوا دیکھ کر خاموشی کیوں اختیار کی۔ کیوں نہ سر بکف ہو کر میدان میں نکلے۔ اور قرآن پاک کی حفاظت فرمائی۔ اگر وہ اس کام کو کرتے تو تمام مسلمان ان کی امداد کرتے اگر نہ بھی کرتے تو خدا تو امداد کرتا اور اگر خدا بھی امداد نہ کرتا اور جان جاتی تو شہید ہوتے۔ جب مسئلہ خلافت کے لئے امیر معاویہ اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جنگ ہو سکتی تھی تو حفاظت قرآن کے لئے خلفائے ثلاثہ سے بھی جنگ ہو سکتی تھی رضی اللہ عنہم اور اگر کچھ بھی نہ ہو تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت سب کے بعد تھا۔ اس زمانے میں خلفائے ثلاثہ پردہ فرما چکے تھے۔ کسی کا خوف نہ تھا تو اصلاح فرمانی ضروری تھی۔ شہید کربلا، سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ جہاں یزید کی بیعت کے مقابلہ میں جان دے سکتے تھے، وہی شہباز اسلام پروانہ شمع رسالت رضی اللہ عنہ اس مسئلہ حفاظت قرآن پر بھی اپنی جان قربان کر سکتے تھے۔ ان تمام حضرات کا بلا اعتراض قرآن پاک کو قبول فرمالینا اس کی صحت کی کھلی ہوئی دلیل ہے۔ کون ایسا بے وقوف شیعہ ہوگا جو کہ اپنے ائمہ دین پر اس قدر اعتراض گوارا کر کے قرآن پاک کی تحریف کا قائل ہوگا۔ اس کی زیادہ تحقیق منظور ہو تو تفسیر فتح المنان کا مطالعہ کریں۔ (تفسیر نعیمی)

قرآن کریم کی دس خصوصیات

قرآن کریم میں متعدد ایسی خصوصیات ہیں جو گزشتہ آسمانی کتابوں سمیت دنیا کی کسی کتاب میں نہیں پائی جاتی نہ پائی جا سکتی ہیں ہم ان میں سے صرف دس خصوصیات کا ذکر کریں گے۔

(۱) دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانیوالی کتاب قرآن ہے

اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن دنیا کی سب سے زیادہ پڑھی جانیوالی کتاب ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ دن میں پانچ نمازیں فرض ہیں اور ہر نماز قرآن کی تلاوت ہی سے ادا ہو سکتی ہے اور چوبیس گھنٹوں میں سے ہر گھنٹے میں دنیا کے مختلف ممالک میں مختلف اوقات میں پانچوں نمازیں بیک وقت پڑھی جا رہی ہیں مثلاً جس وقت پاکستان میں دوپہر کے دو بجے نماز پڑھی جاتی ہے اسی وقت ہندوستان کے انتہائی مشرقی علاقوں میں چار بجے عصر ہوتی

ہے۔آگے اسی وقت انڈونیشیا میں مغرب پڑھی جاتی ہے مزید آگے اسی وقت آسٹریلیا وغیرہ میں عشاء کا وقت ہوتا ہے اور اسی وقت سورج پوری زمین کے اوپر سے چکر کاٹ کر امریکہ کی آخری مغربی ریاستوں پر طلوع ہونے والا ہوتا ہے اور لوگ نماز فجر میں مصروف ہوتے ہیں اس طرح چوبیس گھنٹوں میں ہر گھنٹے میں پوری روئے زمین پر ایک ارب سے زائد مسلمانوں کی زبانیں "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَۙ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِۙ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِؕ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُؕ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَۙ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۝" کے پڑھنے میں مگن ہوتی ہیں تو بلا مبالغہ دنیا کی کوئی کتاب اس قدر نہیں پڑھی جا سکتی جس قدر قرآن عملاً پڑھا جاتا ہے اسی لئے لفظ قرآن کا مادہ اشتقاق "قراءۃ" بتایا گیا ہے جس کا معنی پڑھنا ہے بمعنی "مقروء" یعنی پڑھی جانے والی کتاب چونکہ یہ سب سے زیادہ پڑھی جانیوالی کتاب ہے اس لئے اس کا نام قرآن رکھا گیا۔

(۲) قرآن کا یاد کرنا آسان تر ہے

دنیا کی کوئی کتاب زبانی یاد کرنے میں اتنی آسانی نہیں جس قدر قرآن ہے آٹھ دس سال کے بچے بھی کثرت سے پورا قرآن با آسانی یاد کر لیتے ہیں اللہ نے فرمایا۔"وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ "اور ہم نے قرآن کا یاد کرنا آسان کر دیا ہے۔(القمر:۱۷) چنانچہ آج پوری روئے زمین پر ایک ارب سے زائد مسلمان ہیں اور یہ بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ ہر سو میں سے ایک مسلمان بہرحال حافظ قرآن ہوتا ہے یہ کم از کم کا حساب ہے ممکن ہے تعداد زیادہ ہو تو اگر ہر سو میں ایک مسلمان حافظ ہوتا ہے تو ایک ارب میں سے ایک کروڑ مسلمان کم از کم حافظ قرآن لازماً ہونے چاہئیں۔آج لائیے قرآن کے علاوہ کسی کتاب کا جو حجم میں قرآن کریم کے برابر ہو ایک ہی حافظ دکھائیے مگر آپ نہیں دکھا سکتے اس لئے کہ کسی کتاب کا زبانی یاد کرنا بے حد مشکل ہے۔

(۳) دنیا کی سب سے پر اثر کتاب قرآن ہے

یہ بھی دعوے سے کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح قرآن دلوں پہ اثر انداز ہوتا ہے کوئی

کتاب ایسی تاثیر اپنے اندر نہیں رکھتی۔اس کی تاثیر سے وہ لوگ زیادہ متاثر ہوتے ہیں جو اس کا مفہوم سمجھتے ہیں اگر چہ نہ سمجھنے والوں پر بھی یہ اثر انداز ہوئے بغیر نہیں رہتا جب قرآن نازل ہوا تو اہل عرب اس کی مٹھاس اور اثر انگیزی سے حیران رہ گئے۔کٹر سے کٹر دشمنان دین بھی اسے سن کر فرماں بردار بن گئے چند واقعات اختصاراً پیش خدمت ہیں۔

☆ حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ

قرآن سن کر مسلمان ہو گئے وہ خود بیان کرتے ہیں جب نبی اکرم ﷺ مکہ مکرمہ میں ہوتے تھے میں وہاں آیا اہل مکہ کے شرفاء میرے پاس آئے کہنے لگے اس شخص (یعنی نبی ﷺ) نے ہمارے لئے بڑی مصیبت کھڑی کر دی ہے ہماری قومی وحدت کے ٹکڑے کر دیئے ہیں۔ یہ جادوگر لگتا ہے اس نے آدمی کو والدین، بہن بھائیوں اور بیوی بچوں سے جدا کر دیا ہے۔ہمیں ڈر ہے کہ ہمارے جیسی مصیبت میں تم اور تمہاری قوم بھی کہیں مبتلا نہ ہو جائے اس لئے تم اس کی بات مت سننا اور نہ اس سے کلام کرنا حضرت طفیل بن عمرو فرماتے ہیں باوجودیکہ میں خود ایک اچھا شاعر تھا مگر میں نے تہیہ کر لیا کہ نبی اکرم ﷺ سے کچھ کلام کروں گا نہ بات سنوں گا۔میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی تا کہ آپ ﷺ کی آواز مجھ تک نہ پہنچے۔ چنانچہ میں حرم شریف میں آیا اور جہاں آپ ﷺ کعبۃ اللہ کے قریب کھڑے تھے میں بھی وہاں جا کر کھڑا ہو گیا۔اللہ تعالیٰ نے آپ کی کچھ آواز مجھ تک پہنچا دی میں نے محسوس کیا کہ وہ بہت اچھا کلام ہے میں نے اپنے آپ کو ملامت کی کہ تو ایک اچھا شاعر جو اچھے اور برے کلام میں امتیاز کر سکتا ہے لہٰذا میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے آپ کا کلام سننا چاہئے اچھا ہو گا تو مان لوں گا برا ہو گا تو چھوڑ دوں گا۔میں انتظار میں رہا جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہو کر گھر کو چل دیئے تو میں آپ ﷺ کے پیچھے گھر جا پہنچا۔میں نے جا کر عرض کیا۔اے محمد ﷺ آپ کی قوم نے آپ کے متعلق مجھے ایسی ویسی باتیں بتائیں تھیں اور انہوں نے مجھے اتنا ڈرایا کہ میں نے کانوں میں روئی ٹھونس لی مگر اللہ نے مجھے آپ کا کچھ کلام سنا ہی دیا۔جو مجھے بہت پسند آیا آپ مجھے اپنا کلام مزید سنایئے آپ نے مجھے مزید قرآن کریم سنایا خدا کی قسم اس سے خوب تر اور عادلانہ کلام میں نے کبھی نہ سنا تھا۔میں فوراً اسلام لے آیا اور حق کی شہادت دے دی۔

☆ عمر فاروق رضی اللہ عنہ چند آیات قرآن پڑھ کر ایمان لے آئے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ آپ کے قبول اسلام کا واقعہ بتاتے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اسلام کا سخت دشمن تھا۔ مجھے ایک شخص نے بتایا کہ تمہارا بہنوئی اور تمہاری بہن دونوں مسلمان ہو چکے تھے میرے غصہ کی انتہا نہ رہی۔ میں سیدھا ان کے مکان پر پہنچا۔ اندر سے کچھ پڑھنے کی آواز آ رہی تھی۔ میں نے زور سے دروازہ بجایا دروازہ کھلا میں نے کہا تم کیا پڑھ رہے تھے۔ پھر میری ان سے تکرار شروع ہو گئی اور میں نے اپنے بہنوئی کو مار مار کر لہولہان کر دیا۔ میری بہن نے میرے بال پکڑ کر کھینچے اور کہا تم خود کو کیوں رسوا کرنا چاہتے ہو آخر میں نے خون بہتا دیکھا تو مجھے شرم آئی، میں نے کہا مجھے وہ کلام سناؤ جو تم پڑھ رہے تھے بہن نے کہا وہ پاک کلام ہے اسے پاک ہاتھ ہی چھو سکتے ہیں۔ اگر تمہاری نیت سچی ہے تو پہلے غسل کرو میں نے غسل کیا اور آ کر بیٹھ گیا میری بہن چند اوراق لے آئی جن میں یہ تحریر تھا۔ ”طٰهٰ ۝ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۝ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝ تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ۝ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ۝“ ہم نے یہ قرآن آپ پر اس لئے نہ اتارا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں مگر یہ ڈرنے والوں کے لئے نصیحت ہے یہ اس رب کا اتارا ہوا ہے جس نے زمین اور بلند آسمان بنائے اس خدائے رحمان نے عرش پر استواء فرمایا اسی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور ان کے درمیان ہے اور جو گیلی مٹی کے نیچے ہے۔ (طٰہٰ: ۱ تا ۱۵) عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس سے آگے بھی چند آیات تھیں۔ اس کلام کی ہیبت میرے دل میں سما گئی میں نے کہا ”امن هذا فرت قريش“ کیا اس کلام سے قریش دور بھاگتے ہیں؟ ”وشرح الله صدري للاسلام“ اور اللہ نے میرا سینہ اسلام کے لئے کھول دیا۔ (اس کے بعد آپ کے اسلام لانے کا پورا واقعہ مذکور ہے)

☆ نجاشی شاہ حبشہ قرآن سن کر مسلمان ہو گیا

عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی رضی اللہ عنہم ہجرت کر کے حبشہ پہنچے تو قریش نے پیچھے عمارہ بن ولید اور عمرو بن العاص کو بھیجا جنہوں نے جا کر

نجاشی سے کہا آپ کے ملک میں کچھ لوگ آئے ہیں جن کا نیا دین ہے اور وہ فساد بپا کرنے والے ہیں وہ آپ کے ملک میں تباہی لے آئیں گے۔ ہم آپ کے خیر خواہ ہیں اور بتانے آئے ہیں کہ وہ عیسیٰ ابن مریم کو خدا کا بیٹا نہیں مانتے۔ وہ جب آپ کے دربار میں آئیں گے تو آپ کو سجدہ نہیں کریں گے۔ چنانچہ نجاشی نے حضرت جعفر طیار اور ان کے ساتھیوں کو بلایا جب وہ دربار میں آئے تو سجدہ نہ کیا۔ عمرو بن العاص نے نجاشی سے کہا ہم نہ کہتے تھے کہ یہ آپ کو سجدہ نہیں کریں گے۔ نجاشی نے غصہ میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے پوچھا تم لوگ یہاں ہماری سرزمین میں کیوں آئے ہو تم تاجر ہو نہ سائل پھر کیا مقصد ہے اور یہ تمہارا نبی کون ہے؟ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، وہ خطیب اہل ایمان تھے، کہنے لگے، اے بادشاہ! ہم پہلے شیطان کے پیروکار ہوتے تھے بتوں کی پوجا کراتے تھے۔ اللہ نے ہم میں اپنا نبی ﷺ بھیجا جس نے آکر ہمیں بت پرستی سے روکا اور ایک خدا کی عبادت کا حکم دیا ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضرت جعفر طیار نے یہ بھی کہا کہ ہم ایک جاہل قوم تھے بت پرستی، قطع رحمی، مردار خوری اور لوگوں کی حق تلفی ہمارا شیوہ ہوتا تھا اللہ نے ہم میں رسول ﷺ بھیجے جنہوں نے ہمیں ان باتوں سے منع کیا ہماری قوم ہمارے خلاف ہو گئی نجاشی کہنے لگا۔ تمہارے نبی (ﷺ) پر جو کلام اترا ہے اس کا کچھ حصہ ہمیں سناؤ۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے سورہ مریم پڑھنا شروع کی۔ نجاشی اور اس کے پاس بیٹھے ہوئے پادری پر گریہ طاری ہو گیا وہ اتنا روئے کہ ان کے سامنے پڑی ہوئی کتابیں بھیگ گئیں۔ نجاشی کہنے لگا خدا کی قسم جو کلام موسیٰ علیہ السلام پر اترا اس میں اور اس کلام میں ذرہ برابر فرق نہیں۔ ایک اور صحابی رضی اللہ عنہ جو مہاجرین حبشہ میں شامل تھے وہ فرماتے ہیں۔ نجاشی نے کہا اگر امور سلطنت درمیان میں حائل نہ ہوتے تو میں خود چل کر محمد عربی ﷺ کے پاس جاتا اور ان کی نعلین کے بوسے لیتا یہ سارے واقعات دلائل النبوۃ مطبوعہ حلب جلد اول کی فصل ۱۵ سے نقل کئے گئے ہیں جو صفحہ ۲۹۹ سے لے کر ۳۲۸ تک پھیلے ہوئے ہیں۔

(۴) قرآن کی تلاوت سے اکتاہٹ نہیں ہوتی

دوسری کتابوں کا حال یہ ہے کہ جو کتاب ایک بار پڑھ لی جائے اسے دوبارہ ہاتھ لگانے

کو جی نہیں چاہتا خواہ وہ کتنی ہی عمدہ وشستہ تحریر پر مشتمل ہوں بلکہ جو کسی کتاب کو بار بار پڑھتا ہے بے وقوفی وحماقت زدہ تصور کیا جاتا ہے کہ یہ محض ضیاع وقت ہے مگر قرآن کریم میں اللہ نے وہ مٹھاس بھر دی ہے کہ جتنی بار پڑھو ہر بار نیا ہی لطف محسوس ہوتا ہے اور دل اسے بار بار پڑھنے کو بے تاب رہتا ہے۔ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ شیر خدا روایت فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: قرآن تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے جس میں گزشتہ وقت کی خبریں اور آئندہ کی پیش گوئیاں ہیں یہ فیصلہ کن کلام ہے اس میں مذاق نہیں ہے جو متکبر اس سے منہ موڑے اللہ اسے تباہ کر دیتا ہے اور جو اسے چھوڑ کر ہدایت ڈھونڈے اسے اللہ گمراہ کرتا ہے یہ اللہ کی مضبوط رسی ہے اور اس کا نور مبین اور ذکر حکیم ہے یہ وہ صراط مستقیم ہے جسے کسی کی خواہشات ٹیڑھا نہیں کر سکتیں۔ علماء اس سے سیر نہیں ہوتے اور صالحین اس سے تھکتے نہیں اور بار بار پڑھنے سے اس کی تازگی میں فرق نہیں آتا۔ اور نہ اس کے عجائب ختم ہوتے ہیں اسے سن کر جنات بے اختیار پکار اٹھے کہ ہم نے بڑا تعجب انگیز قرآن سنا ہے۔ جس کے پاس قرآن کا علم ہو وہ سب پہ سبقت لے گیا جس نے قرآن کی بنیاد پر بات کی وہ سچا رہا جس نے قرآن پر فیصلہ کیا اس نے عدل کیا جس نے اس پر عمل کیا اسے اجر ملا اور جس نے قرآن کی طرف دعوت دی اسے سیدھا راستہ مل گیا اے انسان یہ باتیں یاد رکھ لے۔ (قرطبی بروایت ترمذی)

(۵) قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا گیا

قرآن کریم کی بعض خصوصیات گزشتہ آسمانی کتب کے مقابلہ میں ہیں۔ پہلی کتابیں یکدم نازل ہوئیں اول تا آخر ساری کتاب ایک ہی بار نازل کر دی جاتی تھی مگر قرآن کریم تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا گیا تیئس سالوں میں قرآن کا نزول مکمل ہوا اس میں اللہ کی طرف سے بہت سی حکمتیں شامل حال تھیں۔

☆ اس کا یہ مقصد بھی تھا کہ امت محمدیہ کے لئے قرآن پر عمل آسان ہو مثلاً پہلے شراب کی خرابی بیان کی گئی پھر نماز کے اوقات شراب پینا حرام کیا گیا آخر میں مکمل حرام قرار دے دی گئی پہلے نماز میں گفتگو جائز تھی پھر ''وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ O'' (بقرہ:۲۳۸) اتار کر نماز میں بولنا ممنوع کر دیا گیا اس کے برخلاف امت موسویہ پر تورات جب یکدم اتاری گئی تو انہوں نے ماننے سے انکار کر دیا تب ان پر طور پہاڑ اٹھا کر ان سے تورات منوائی گئی مگر

قرآن جوں جوں اترتا گیا مسلمان ساتھ ہی ساتھ عمل پیرا ہوتے گئے۔

☆ پہلے بعض آیات میں سخت احکام اتارے گئے بعد میں دوسری آیات اتار کر حکم نرم کر دیا گیا تا کہ امت محمد یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ممنون ہو اور جذبۂ احسان مندی کے ساتھ خوش دلی سے احکام بجالائے جیسے پہلے اس عورت پہ جس کا شوہر فوت ہو جائے سال بھر کی عدت لازم کی گئی بعد میں دوسری آیت اتار کر صرف چار مہینے دس دن کی عدت مقرر کی گئی۔ پہلے روزہ بہت لمبا تھا اگر غروب آفتاب کے بعد آدمی سو گیا تو روزہ شروع ہو گیا پھر حکم نرم کر کے فرمایا گیا۔ "اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۠ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۠" یہ فائدہ بھی تب ملا کہ قرآن آہستہ آہستہ اتارا گیا اگر یکدم اتار دیا جاتا تو یہ فائدہ نہ ملتا۔

☆ تھوڑا تھوڑا کلام اتارنے سے لوگ ساتھ ساتھ حفظ کرتے گئے اور جب قرآن مکمل ہوا تو اس کے ہزاروں حافظ تیار ہو چکے تھے۔ اگر یکدم سارا قرآن اتارا جاتا تو طبیعتوں پر اس کا یاد کرنا گراں گزرتا، کیونکہ طبیعتیں کسی کتاب کو مکمل یاد کرنے کی پہلے سے عادی نہ تھیں۔ جب عادی ہو گئیں تو اب ہر کوئی سارا قرآن آسانی سے یاد کر رہا ہے۔

☆ اس میں اللہ کے محبوب ﷺ کی عظمت کا اظہار بھی ہے آپ جہاں ہوتے تھے قرآن وہیں پہنچا دیا جاتا تھا۔ آپ ﷺ گھر میں ہیں تو قرآن گھر میں آتا ہے سفر میں ہیں تو سفر میں آتا ہے مکہ میں ہیں تو مکہ میں اترتا ہے مدینہ طیبہ میں جلوہ فرما ہیں تو قرآن وہیں بستر پر نازل ہوتا ہے جیسا کہ اہل علم سے مخفی نہیں۔ اس کے برخلاف موسیٰ علیہ السلام تورات لینے کیلئے طور پر چالیس روز چلہ کشی کرتے ہیں تب کتاب ملتی ہیں مگر وہ صرف رسول تھے۔ اور آقا مدنی ﷺ اللہ کے رسول بھی ہیں اور حبیب بھی۔ حبیب کا معاملہ دوسروں سے جدا ہوتا ہے۔

(۶) قرآن سارے عالمین کے لئے ہدایت ہے

پہلی کتابیں خاص قوموں کی ہدایت کے لئے اتریں مگر قرآن ساری انسانیت بلکہ

ساری کائنات کے لئے اترا۔ خود قرآن فرماتا ہے۔ "شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ" ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو تمام انسانوں کے لئے ہدایت ہے۔ (بقرہ ۱۸۵) پھر ایک جگہ فرمایا۔ "تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۙ" برکت والا وہ اللہ ہے جس نے حق و باطل میں فرق کرنے والی کتاب اپنے بندے پر اتاری تاکہ وہ تمام جہانوں کے لئے نذیر ہو جائے۔ (فرقان:۱) دوسری جگہ فرمایا۔ "اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۙ" قرآن نہیں ہے مگر تمام جہانوں کے لئے نصیحت۔ (تکویر:۲۷) یہی وجہ ہے کہ قرآن کے بعد کوئی دوسری کتاب نہیں اترے گی اور قرآن کی موجودگی میں کوئی کلام بصورت وحی نبوت نہیں اتر سکتا اور اس کا دعویٰ کرنے والا کافر و مرتد ہے جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے کیا۔ گویا قرآن کی ہدایت اور برکت نے ساری کائنات کو قیامت تک کے لئے گھیر لیا ہے۔ اب کسی اور نبی کی ضرورت ہی نہیں رہ گئی۔

(۷) اگر قرآن پہاڑوں پر اترتا تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے

اللہ فرماتا ہے۔ "لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ" اگر یہ نے قرآن کسی پہاڑ پہ اتارتے تو تم دیکھتے کہ خوف خدا سے ڈھ جاتا۔ (حشر:۲۱) یعنی قرآن وہ پر ہیبت کلام خداوندی ہے کہ پہاڑ بھی اس کے آگے نہیں ٹھہر سکتے رسول کریم ﷺ کے قلب مبارک کو اللہ نے پہلے اتنی قوت دی کہ اسے پہاڑوں سے بھی مضبوط تر کر دیا۔ تب اس پر قرآن اتارا لہٰذا یہ آپ ﷺ کی نبوت کی اعلیٰ دلیل ہے۔ حدیث میں ہے ایک بار نبی ﷺ کسی اونٹنی پر سوار تھے کہ وحی اترنے لگی۔ آپ ﷺ کا وجود اتنا بھاری ہو گیا کہ قریب تھا کہ اونٹنی کی ٹانگیں ٹوٹ جائیں۔

(۸) قرآن کی زبان صرف عربی ہے

قرآن کو اللہ نے محمد عربی ﷺ پر اتارا۔ اور اس کے اول مخاطبین اہل عرب تھے اس لئے اسے عربی زبان میں اتارا گیا۔ اور اس کی زبان صرف عربی قرار دی گئی کسی دوسری زبان میں اگر اس کا ترجمہ کیا جائے تو وہ قرآن نہیں قرآن کا ترجمہ ہے لہٰذا ہم اسے قرآن کا

درجہ نہیں دے سکتے کہ اسے نماز میں تلاوت کی جگہ پڑھا جا سکے یا اس کے ہر حرف پر دس نیکیوں کے ثواب کا وہی تصور قائم کیا جائے جو عربی قرآن کی تلاوت سے متعلق ہے البتہ فقہاء نے ترجمہ قرآن کو بے وضو ہاتھ لگانے سے منع کیا ہے کیونکہ اس کی قرآن سے ایک نسبت ہے نہ یہ کہ وہ قرآن ہے۔

قرآن عربی میں ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ''اِنَّـآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ O'' بے شک ہم نے قرآن عربی میں اتارا تاکہ تم اسے سمجھو۔ (یوسف:۲) ایک اور جگہ فرمایا۔ ''كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ O'' یہ کتاب ہے جس کی آیات بیان کر دی گئی ہیں۔ یہ عربی قرآن ہے سمجھنے والی قوم کے لئے۔ (حم سجدہ:۳) قرآن کریم میں ایسی کثیر آیات ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ ہم نے عربی قرآن اتارا ہے اور قرآن وہی ہے جو اللہ کا اتارا ہوا ہے اور عربی ہے غیر عربی میں جو ہے اللہ کا اتارا ہوا نہیں بلکہ اس کا ترجمہ ہے ترجمہ خواہ کتنا عمدہ ہو وہ قرآن کی گہرائی پر حاوی نہیں ہو سکتا نہ ہی انسانی فکر کی آمیزش سے پاک ہو سکتا ہے اس لئے ہم اسے عین قرآن کا درجہ نہیں دے سکتے۔ اسی لئے آئمہ اصول فقہ فرماتے ہیں۔ ''القران اسم للنظم والمعنی جمعاً'' قرآن لفظ اور معنی دونوں کے مجموعہ کا نام ہے (نورالانوار بحث اول کتاب اللہ صفحہ ۱۱ مطبوعہ پشاور) گویا اگر صرف معنی ہو الفاظ وہ نہ ہوں جو اللہ نے اتارے ہیں تو وہ قرآن نہیں اس بحث کا فائدہ یہ ہے کہ قرآن کو صرف عربی قرار دے کر اس میں تحریف وتغیر کا دروازہ بند کر دیا گیا اگر ایسا نہ کیا جاتا تو قرآن میں بھی وہی تحریفات وتغیرات کر دی جاتیں جو پہلی کتابوں میں کی گئیں تورات پہلے عبرانی زبان میں اتری پھر اسے سریانی زبان میں ڈھالا گیا اور من پسند معانی بنائے گئے پھر وہاں سے اسے انگلش میں لے جایا گیا اور جو چاہا معنی کیا گیا انگلش سے اسے عربی میں اتارا گیا اور دیگر زبانوں میں منتقل کیا گیا۔ اوز یوں انسانی فکر کی چیرہ دستیوں نے کلام خداوندی کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا۔ مگر قرآن کریم آج بھی اپنی اصلی شکل وصورت میں بعینہ اسی طرح انہی الفاظ کے ساتھ موجود ہے جن میں اسے آسمان سے اتارا گیا۔ ایک حرف کی تبدیلی نہ ہو سکی۔

(۹) قرآن میں ہر خشک وتر کا بیان ہے

اللہ نے قرآن کریم میں ہر چیز کا بیان رکھ دیا ہے اس کا ارشاد ہے: ''وَلَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۝'' کوئی خشک اور تر چیز نہیں مگر وہ کتاب مبین میں موجود ہے۔ (انعام:۵۹) ''لَا یَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَ لَا اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۙ'' اللہ سے ذرہ برابر کوئی چیز پوشیدہ نہیں آسمانوں میں نہ زمین میں۔ اور کوئی ذرہ سے چھوٹی یا بڑی چیز نہیں مگر وہ کتاب مبین میں موجود ہے۔ (سبا:۳) حضرت علی ﷺ فرماتے ہیں۔ ''جمیع العلم فی القران لکن تقاصر عنه افهام الرجال '' سارا علم قرآن میں ہے لیکن لوگوں کی عقلیں اس تک رسائی سے قاصر ہیں ہر آدمی قرآن کریم سے اتنا علم لے سکتا ہے جتنا اس کی عقل ہے یا جتنی توفیق الٰہی شامل حال ہے سمندر سے ہر کوئی اتنا پانی لے سکتا ہے جتنا اس کا برتن ہے اگر کسی کا برتن چھوٹا ہو تو وہ سمندر کی وسعت کا انکار نہیں کر سکتا اگر کرے تو وہ احمق ہے۔

(۱۰) قرآن تا قیامت زندہ معجزہ رسول ﷺ ہے

پہلے انبیاء کو جو معجزات دیئے گئے ان کا اثر وقتی طور پر ظاہر ہوا انہیں چند لوگوں نے دیکھا بعد میں وہ تاریخ کا حصہ بن گئے مگر اللہ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو ابدالآباد تک زندہ رہنے والا لازوال معجزہ بصورت قرآن عطا فرمایا جس کی مثال آج تک بن سکی نہ بن سکے گی پہلے انبیاء کو حسی معجزات دیئے گئے جو آنکھوں سے دیکھے جاتے اور محسوسات میں تبدیلی لاتے تھے مگر اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کو معنوی اور علمی معجزہ عطا فرمایا جس کی فصاحت و بلاغت، ندرت کلام اور سلاست بیان نے سب شعراء، بلغاء وفصحاء کے چھکے پانی کر دیئے۔ منطقی اس سے اپنے منطقی موتی چن رہے ہیں۔ صرفی نحوی اس سے عربیت کے میوے ڈھونڈ رہے ہیں علم بلاغت والے اسے اسرار بلاغت کا خزانہ قرار دیتے ہیں صوفیا اسے تصوف کا سمندر کہہ کر پکارتے ہیں ہر مفسر اس سے نئے سے نیا موتی نکالتا ہے الغرض اس محیر العقول معجزے کے سامنے ہر علم والا زبان گنگ لئے پھرتا ہے اور اس کے ماتھے پر بے بسی کا پسینہ ہے اور زبان حال سے عرض کر رہے ہیں۔

جھولی ہماری ہی تنگ ہے تیرے یہاں کمی نہیں

قرآن مجید کا معجزہ ہونا۔ (قرآن سے)

ارشاد باری تعالیٰ ہے

۱۔اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا (النساء:۸۲)

کیا وہ (منکرین) قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے؟ اور اگر یہ قرآن اللہ کے غیر کی طرف سے ہوتا (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوتا) تو البتہ اس میں وہ بہت زیادہ اختلاف پاتے۔

قرآن پاک کے مضامین جس نظم اور عبارت سے بیان کئے گئے ان کے معجز ہونے کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ کوئی بھی فصیح و بلیغ شخص جب کوئی قصیدہ یا خطبہ وغیرہ لکھتا ہے تو اپنی تمام تر توانائیاں اور صلاحیتیں بروئے کار لاتا ہے پھر اس میں غور وفکر کر کے کئی الفاظ مٹاتا ہے اور کئی نئے لکھتا ہے پھر مزید تسلی کے لئے کسی اور کو دکھاتا ہے اس کے باوجود بھی نہیں کہہ سکتا کہ اب کوئی جملہ حذف کرنے کی یا نیا لکھنے کی گنجائش باقی نہیں ہے لیکن قرآن مجید کا کوئی لفظ یا جملہ حذف کر کے نیا لکھنا چاہیں تو تمام لغت عرب میں اس کا متبادل لفظ یا جملہ آپ کو نہ مل سکے گا جس سے صاف معلوم ہوا کہ یہ کلام معجز نظام سراپا معجزہ ہے اور انسانی قدرت سے باہر ہے جو ہمارے آقا و مولیٰ علیہ السلام نے فی البدیہہ دنیا کے سامنے پیش فرمایا جبکہ آپ نے ایک دن کا ایک لحہ بھی کسی مکتب میں جا کر تعلیم حاصل نہیں کی۔ کلام الٰہی کے نہ صرف ہر جملہ میں اعجاز ہے بلکہ اس کا ایک ایک لفظ اعجاز کی شان سے مالا مال ہے۔

۲۔"وَاِنَّہٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ نَزَلَ بِہِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ ۝ عَلٰی قَلْبِکَ لِتَکُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ۔ بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ" (الشعراء:۱۹۲تا۱۹۵)

اور بے شک وہ (قرآن) تمام جہانوں کو پالنے والے کا نازل کردہ ہے، جس کو جبریل (علیہ السلام) نے واضح عربی زبان میں آپ (ﷺ) کے قلب اطہر پر نازل کیا تا کہ آپ (ﷺ) ڈر سنانے والوں میں سے ہو جائیں۔

امام طبریؒ لکھتے ہیں کہ تورات میں صرف پندونصائح بیان ہوئیں، زبور میں صرف اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء تھی۔ انجیل میں صرف امثلہ (مثالیں) بیان ہوئیں جبکہ قرآن مجید ان سب کا مجموعہ بھی ہے اور وہ تمام خصوصیات جو کتب سابقہ میں تھیں وہ ساری کی ساری اس میں ہیں، مزید برآں قرآن میں ایسے ایسے احکام وقوانین بیان فرمائے گئے جو تا قیامت نسل انسانی کے نظام زندگی کے لئے کافی ہیں

۳-وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتو بسورۃ من مثلہ۔(البقرہ:۲۳)

۴-ام یقولون افتراہ قل فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریات وادعوا من استطعتم من دون اللّٰہ ان کنتم صدقین۔(ھود:۱۳)

آیت نمبر تین میں منکرین کو ایک سورت اور آیت ۴ میں دس سورتیں گھڑ کر لانے کا چیلنج کیا گیا ہے۔

۵-قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یا تو بمثل ھذا القران لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا۔(الاسراء:۸۸)

اس آیت میں چیلنج کا انداز بڑا عجیب ہے کہ فرمایا جارہا ہے اے پیارے آپ ان کو فرما دیں کہ اگر تم تمام انسان اور تمہارے ساتھ سارے جن بھی اکٹھے ہوکر قرآن کی مثل لانا چاہو تو ہرگز نہ لاسکو گے۔

اور بات کو یہاں ہی ختم نہ فرمادیا بلکہ ایک مقام پہ فرمایا۔

۶-فلیا تو بحدیث مثلہ ان کانوا صادقین۔(الطور:۳۴)

ان کو چاہیے کہ (پورا قرآن یا پوری ایک سورت اگر بنا کر نہیں لا سکتے تو کم از کم) ایک آیت ہی (اس قرآن جیسی) لا کر تو دکھائیں۔

ایک مقام پہ فرمایا: فاذ لم تفعلو ولن تفعلوا فاتقو النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکفرین۔(البقرہ:۲۴)

پھر اگر نہ لاسکیں اور ہرگز نہیں لاسکیں گے تو پھر ڈر جاؤ اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں جو کافروں ... کی گئی

قرآن کا چیلنج برقرار ہے

چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے اگر چودہ ہزار سال بھی گزر جائیں اور دنیا اس سے ہزار گنا زیادہ ترقی کر لے مگر قرآن پاک کا یہ چیلنج قائم رہے گا اگرچہ منکرین کی کتنی ہی کثرت ہو جائے اور ان کے پاس وسائل کی کتنی ہی بہتات ہو جائے اگر کسی میں قرآن جیسی ایک آیت بھی لانے کی ہمت ہوتی تو کب کا لا چکا ہوتا مگر کیسے لا سکے؟

؎ کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

روایات میں ہے کہ جب سورۃ الکوثر کی تین آیات نازل ہوئیں تو حضور علیہ السلام نے ان کو لکھوا کر کعبہ کی دیوار کے ساتھ آویزاں کرا دیا تاکہ کافر طبع آزمائی کر دیکھیں (وہی کلام بے مثال سمجھا جاتا تھا کہ جس کی طرح کا کوئی کلام نہ بنا سکے اور یہ جاننے کے لئے وہ لوگ ایسا ہی کرتے تھے کہ اپنے قصائد دیوار کعبہ سے لٹکا دیتے تاکہ لوگ اس جیسا کلام لانے میں اپنا پورا زور لگا لیں۔ عربی ادب کی کتاب السبع المعلقات کے بارے میں اسی طرح کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے) چنانچہ کافروں نے اپنی تمام تر توانائیاں استعمال کر ڈالیں آخر قرآن پاک کی فصاحت و بلاغت اور معجز بیانی کے سامنے ہتھیار ڈال دیے اور یہ جملہ لکھ کر واپس آ گئے انہ لیس من کلام البشر۔ یہ کسی بشر کا کلام ہو ہی نہیں سکتا۔

سبحان اللہ! قرآن پاک کی ہر آیت کا جیسے دوسری آیت کے ساتھ ربط و تعلق ہے اسی طرح ہر ایک کے اول و آخر میں بھی ربط و تعلق ہے چنانچہ عربی ادب کے ایک بہت بڑے امام جنگل میں قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے کہ سورہ مائدہ کی اس آیت پہ پہنچے والسارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما...... آخر میں واللہ عزیزٌ حکیم کی بجائے غفورٌ رحیم پڑھ دیا تو ایک بدو نے کہا۔ اے اصمعی یہ کیا پڑھ رہے ہو؟ فرمایا: اللہ کا کلام۔ اس نے کہا یہ اللہ کا کلام نہیں ہو سکتا کہ پیچھے ہاتھ کاٹنے کا ذکر ہو اور اسی آیت میں ہو کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ چنانچہ امام اصمعی! کو غلطی کا احساس ہو گیا اور فرمانے لگے اے اصمعی تجھ سے آج ایک بدو نمبر لے گیا۔

انسانوں کے بنائے ہوئے کلام دیکھ لو! کوئی صرف خوشی کے موقع پر پڑھا جاتا ہے تو کوئی

صرف غمی پہ مثلاً سہرا صرف شادی پہ ہی پڑھ سکتے ہیں اور نوحہ صرف مرگ پہ، مگر قرآن ایسا کلام ہے کہ

بہار ہو کہ خزاں لا الٰہ الا اللہ

خوشی کے موقع پہ پڑھو تو خوشیاں دوبالا ہو جائیں اور غمی کے موقع پر پڑھو تو غم کافور ہو جائے اور سماں نور علیٰ نور ہو جائے۔

بدلے گا زمانہ لاکھ مگر قرآن نہ بدلا جائے گا

ہے قول محمد قول خدا فرمان نہ بدلا جائے گا

حفاظت صرف قرآن کی

کتابیں ساری اللہ نے ہی نازل فرمائیں مگر حفاظت کی ذمہ داری صرف قرآن پاک کی لی اور فرمایا انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ ہم نے ہی اس ذکر (قرآن) کو نازل فرمایا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں (الحجر) یہی وجہ ہے کہ دوسری کتب سماویہ ہونے کے باوجود تبدیل ہوگئیں بلکہ کیا سے کیا ہوگئیں مگر قرآن پاک کی زیر زبر بھی محفوظ ہے۔ کہیں لوح میں محفوظ ہے کہیں سینوں میں محفوظ ہے ذرا سی زیر زبر کی غلطی ہو جائے تو فوراً لقمہ مل جاتا ہے کوئی ادارہ اشاعت قرآن کے سلسلہ میں ذرا سی اعرابی غلطی کر دے تو احتجاج کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور فوراً تصحیح ہو جاتی ہے ایسا کیوں نہ ہو کہ محافظ "قوی عزیز" ہے۔ پہلی کتابوں کی زبان بھی ختم کر دی گئی اور قرآن پڑھنے کا انداز، لہجہ اور طریقہ بھی محفوظ رکھا گیا۔ پھر یہ کہنا کتنی بڑی حماقت کی بات ہے کہ قرآن کے پورے دس پارے کوئی بکری کھا گئی اور بکری بھی اس عثمان غنی کی کہ جس کے ہاتھوں کو ید اللّٰہ فوق ایدیھم فرما کر خدا کا ہاتھ قرار دیا جا رہا ہے اور جس نے خود اپنے دور حکومت میں قرآن پاک کی تدوین فرما کر جامع القرآن کا پاکیزہ اور عظیم الشان لقب پایا ہے۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

اہل عرب میں سے بعض کفار نے بھی جب قرآن پاک کو پہلی مرتبہ سنا تو اس کے معجز ہونے کو سمجھ گئے اور ایمان لے آئے لیکن بعض نے ضد اور عناد کی وجہ سے انکار کیا اور کبھی

قرآن کو شعر کہا تو کبھی کہانت۔ حضرت عمر فاروق ان خوش نصیب لوگوں میں سے ہیں کہ جو سورۃ طٰہٰ کی چند آیات کو سنتے ہی در مصطفیٰ پہ ایمان کی خیرات لینے حاضر ہو گئے۔ اسی طرح حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے حم السجدہ کی چند آیات ہی سنی تھیں کہ دل میں ایمان کی روشنی و حلاوت اتر گئی اور مسلمان ہو گئے۔

کافر ہو کر بھی ماننے پر مجبور ہو گیا

جبکہ عقبہ و ولید بن مغیرہ اعجاز قرآن کو سمجھ لینے کے باوجود محض ضد اور عناد کی وجہ سے کفر پہ ڈٹے رہے۔ چنانچہ علامہ امام ابوالحیان اندلسی فرماتے ہی کہ ایک دن ولید بن مغیرہ نے بنو مخزوم سے کہا! میں نے آج محمد (ﷺ) کی زبان سے ایسا کلام سنا ہے جو نہ کسی انسان کا ہو سکتا ہے اور نہ جن کا، اس کلام میں شہد کی سی شیرینی ہے اور سمندر کی سی روانی ہے اس کی بلندی بار آور ہے اور اس کی گہرائی چشموں کا منبع و مرکز۔ یہ کلام تمام کلاموں میں فائق و بالا اور افضل و اعلیٰ ہے۔ اس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا یہ سب پر غالب ہے۔ اس کے باوجود بھی بدبخت ایمان نہ لا سکا اور جس کلام کی تعریف اپنے منہ سے کر رہا ہے اس کے بارے میں ضد و عناد کی آگ میں جل کر کہنے لگا۔ ان ھذا الاسحر یؤثر۔ ان ھذا الاقول البشر (المدثر: ۲۴-۲۵) یہ وہی پہلے والا جادو ہے اور محض ایک بشر کا قول و کلام ہے۔

الغرض! قرآن میں کمی بیشی کا نہ ہونا بھی اس کے معجز ہونے کی دلیل ہے۔ لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ۔ باطل یا تحریف کا اس کے قریب بھی نہ پھٹکنا اس کے معجز کلام ہونے کی علامت ہے۔ قرآن پاک کی تمام پیش گوئیوں کا من و عن، سو فیصد پورا ہونا اس کے کلام الٰہی اور معجز بیان ہونے کی کیا کم دلیل ہے۔ حقائق کائنات (سورج، چاند، ستارے، ماں کے پیٹ میں بچے کی تخلیق کے مراحل کا بیان۔ بغیر کسی رکاوٹ کے دو سمندروں کا پانی آپس میں نہ ملنا۔ وغیرہ وغیرہ) جن کی تحقیق کر کے آج سائنس اسی نتیجہ پر پہنچ رہی ہے جو قرآن پاک نے آج سے صدیوں پہلے بیان کر دیا (دیکھئے بائیبل قرآن اور سائنس مورلیس بوکائیے کی کتاب جس نے سائنس دانوں کی آنکھیں کھول دی ہیں اور سائنس کی دنیا میں ایک انقلاب بپا کر دیا ہے اور حاتم دیالا نے لکھا ہے کہ فرانسیسی سائنسدان

کوسٹو جو سمندری تحقیقات میں عالمی شہرت رکھتا ہے میں نے اس سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ بحیرہ روم اور اوقیانوس کیمیاوی اور حیاتیات کے لحاظ سے ایک دوسرے سے کیوں مختلف ہیں جبکہ ان کے درمیان بظاہر رکاوٹ بھی کوئی نہیں اور آپس میں خلط ملط نہیں ہوتے اور پھر میں نے مرج البحرین یلتقین بینھما برزخ لا یبغیان فبای الاء ربکما تکذبن کی طرف اس کی توجہ مبذول کروائی تو قرآن کی عظمت کے آگے جھک گیا اور اس نے اسلام قبول کرلیا۔

علامہ امام قرطبی نے مزید دس اعتبار سے قرآن مجید کا معجز ہونا بیان فرمایا ہے جس کو بعد میں بیان کیا جائے گا پہلے تفسیر بینات القرآن کے حوالے سے قرآن مجید کا معجز ہونا ملاحظہ فرمائیں۔

وجوہ اعجاز قرآن

قرآن کو اللہ نے لاریب کتاب قرار دیا ہے جس کے کلام الٰہی ہونے میں شک کی گنجائش نہیں یہاں ہم اپنی ناقص معلومات کے مطابق اس کے کلام اللہ ہونے پر سردست پانچ دلائل پیش کرتے ہیں جو ہر منصف مزاج شخص کو حق بات ماننے پر مجبور کر سکتے ہیں۔

(۱) نبی ﷺ کا اُمی ہونا

نبی اکرم ﷺ اُمی تھے، اُمی آپ ﷺ کا لقب ہے اللہ فرماتا ہے۔ "اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ" جو لوگ اس رسول ﷺ کی پیروی کرتے ہیں جو نبی اُمی ہے جسے اہل کتاب اپنے ہاں تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ (اعراف:۱۵۷) اُمّی اسے کہتے ہیں جس نے کسی انسان سے تعلیم نہ حاصل کی ہو جس نے کسی سے لکھنا پڑھنا نہ سیکھا ہو جس کا کوئی استاد نہ ہو اور اہل مکہ و دیگر اہل عرب خوب واقف تھے کہ نبی ﷺ نے کسی انسان سے تعلیم نہیں لی۔ نہ آپ کو کسی مدرسہ میں داخل کیا گیا آپ جس شہر میں پیدا ہوئے وہاں کی ۹۹ فیصد سے زیادہ آبادی ان پڑھ تھی پورے شہر مکہ میں آٹھ دس سے زیادہ لوگ لکھنا نہ جانتے تھے۔ پھر آپ ﷺ یتیم پیدا ہوئے ولادت مبارکہ سے قبل ہی باپ کا سایہ اٹھ گیا والدہ ماجدہ اور دادا جان بھی جلدی داغ

مفارقت دے گئے یتیمی اور غربت میں آپ ﷺ کا بچپن گزرا۔ لہٰذا اول تو مکہ مکرمہ میں کوئی مدرسہ سکول یا دارالعلوم تھا ہی نہیں جہاں آپ ﷺ تعلیم پاتے اور اگر ہوتا تو بھی آپ کا اس سے استفادہ کرنا مشکل تھا۔ اسی عالم میں آپ ﷺ نے بچپن اور جوانی گزاری جس کے شب و روز اہل مکہ پر کھلی کتاب کی طرح واضح تھے لے دے کہ اہل عرب میں جو علم تھا وہ اس دور کی شاعری تھی جوان لوگوں کو فطرتاً حاصل تھی۔ وہ کسی استاد سے سیکھتے نہ تھے وہ جاہل اور اُمی ہونے کے باوجود اتنے قادر کلام شاعر ہوتے تھے کہ جس کا بیان نہیں مگر قدرت الٰہیہ نے آپ ﷺ کو شاعری سے دور رکھا اور سب جانتے تھے کہ آپ ﷺ شاعر نہیں ہیں کیونکہ شعر کہنے والے اکثر مبالغہ آرائی اور رائی کا پہاڑ بنانے میں ماہر ہوتے ہیں جب کہ آپ کی فطرت میں ازل سے صداقت و امانت کوٹ کوٹ کر بھری تھی اور مکہ کا ایک ایک بچہ آپ ﷺ کی امانت وسچائی سے خوب واقف تھا الغرض آپ ﷺ کے پاس اس دور کا مروجہ کوئی ظاہری علم نہ تھا۔ مگر یکا یک آپ ﷺ کی زبان مبارک قرآن کریم کی صورت میں علم وحکمت کے موتی اگلنے لگی جسے سن کر علم والے دنگ رہ گئے شعراء کی زبانیں گنگ ہو گئیں۔ لوگ شدید حیرت میں ڈوب گئے کہ آپ ﷺ کو اچانک کیا ہو گیا ہے یہ اس قدر لطیف کلام آپ ﷺ نے کہاں سے حاصل کر لیا ہے۔ چنانچہ کسی نے کہا آپ ﷺ پر جنون ہو گیا ہے کوئی کہتا تھا ہمارے لات وہبل خداؤں نے آپ ﷺ کو برائی پہنچا دی ہے مگر یہ کہنے والے خود ہی اپنے کہنے پر شرمندہ ہو جاتے جب وہ دیکھتے آپ ﷺ پر جنون کا کوئی اثر نہیں اور جو آپ ﷺ کلام بیان فرماتے ہیں وہ مجنونوں والا نہیں بلکہ حکمت کی مئے طہور سے لبالب کلام ہے۔ بعض نے یہ تاویل کی کہ آپ ﷺ شاعر ہو گئے ہیں لیکن فن شاعری سے واقف لوگوں نے کہا: نہیں یہ شعر ہرگز نہیں۔ اس میں وزن شعری والی کوئی بات ہی نہیں جبکہ ایمان والے پہچان گئے کہ یہ کلام جنون ہے نہ شاعری نہ کہانت ہے بلکہ رب العالمین کی سچی وحی ہے۔

ولید بن مغیرہ کا اعتراف حق

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ولید بن مغیرہ کے پاس قریش جمع ہوئے وہ سب میں بوڑھا اور دانا تھا۔ وہ کہنے لگا اے قریش، موسم حج قریب آ گیا ہے عرب کے وفود حج کو آنے

والے ہیں تم اپنے صاحب (نبی اکرم ﷺ) کے متعلق کوئی ایک رائے بنالو اور جو حاجی آپ ﷺ کے متعلق تم سے پوچھے تو اسے ایک جیسا ہی جواب دو چنانچہ وہ اپنی اپنی رائے دینے لگے اور ایک دوسرے کو جھٹلانے لگے انہوں نے کہا ہمارے خیال میں آپ ﷺ کاہن (نجومی) ہیں ولید بن مغیرہ کہنے لگا بخدا وہ کاہن نہیں ہیں ہم نے بڑے کاہن دیکھے ہیں مگر یہ کہانت جیسا منتر نہیں ہے لوگوں نے کہا پھر ہم اسے مجنون سمجھتے ہیں ولید نے کہا جنون وہ ہے جس میں آدمی کے حواس باختہ ہو جاتے ہیں مگر یہاں ایسا معاملہ ہرگز نہیں قریش نے کہا پھر ہمارے خیال میں وہ شاعر ہیں ولید نے پھر انہیں سرزنش کی کہ ہوش کی بات کرو وہ شاعر نہیں ہیں ہم شعر کی تمام اقسام سے واقف ہیں جیسے رجز، معزجہ، قریضہ، مقبوضہ، مسبوطہ، مگر ان کا کلام اس میں سے کچھ نہیں قریش نے آخر میں کہا تو پھر وہ ساحر ہیں ولید نے پھر کہا ہم نے جادوگروں کو پھونکیں مارتے اور گرہیں لگاتے دیکھا ہے مگر ان میں ایسی کوئی علامت نہیں قریش نے زچ ہو کر کہا اے ابوعبدشمس (ولید بن مغیرہ) تم ہی بتاؤ پھر کیا کہا جائے کہنے لگا خدا کی قسم ان کی کلام میں بڑی مٹھاس ہے اس کی جڑ مضبوط اور شاخ بارآور ہے تم جو بھی جھوٹی بات بناؤ گے اس کی حقیقت لوگوں پر کھل جائے گی تمہاری باتوں میں سے آخری بات ہی زیادہ قرین عقل ہے کہ ان کو جادوگر کہا جائے کیونکہ وہ جادو سے آدمی کو اپنے والدین، بھائیوں اور بیوی بچوں سے جدا کر دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ یہی رائے پختہ کر کے اپنی اپنی راہ چل دیے۔ (دلائل النبوۃ جلد اول صفحہ ۳۰۲ مطبوعہ عربیہ حلب) خلاصہ یہ کہ نبی ﷺ کا اُمی ہونے کے باوجود قرآن کریم جیسی عظیم عالمانہ کتاب کا لانا اس کے کلام اللہ ہونے کی روشن ترین دلیل ہے۔

۲۔ قرآن کی نظیر کوئی لا سکا نہ لا سکے گا

جب قرآن کا نزول شروع ہوا تو کفار نے کہا یہ تو پچھلے لوگوں کی کہانیاں ہیں ایسی کہانیاں ہم بھی بنا سکتے ہیں کہنے لگے۔ ''قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ ظَھِیْرًا o'' آپ ﷺ فرما دیں اگر تمام انسان اور جن اس بات پر اکٹھے ہو جائیں کہ اس طرح کا اور قرآن لے آئیں تو کبھی اس کی مثل نہ لا سکیں گے خواہ وہ سب ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔ (بنی

اسرائیل: ۸۸) اس چیلنج کے سامنے سارا جہان عاجز آ گیا کہ قرآن جیسی دوسری کتاب لائیں جو علم و حکمت کے ایسے ہی موتی اپنے دامن میں رکھتی ہو جیسے دامن قرآن میں ہیں تب اللہ نے چیلنج کو مزید آسان کرتے ہوئے فرمایا۔ "قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ٥" کیا وہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن اس نے (محمد ﷺ) اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے آپ ﷺ فرما دیں تم اس جیسی دس سورتیں لے آؤ جو گھڑی ہوئی ہوں اور اللہ کے سوا جن کو تم بلا سکو بلا لاؤ اگر تم سچے ہو۔ (ہود: ۱۳) مگر عرصہ گزر گیا قرآن جیسی دس سورتیں بھی کسی سے نہ بن سکیں تب اللہ نے سورہ بقرہ میں جو نزول کے اعتبار سے آخری سورتوں میں سے ہے ارشاد فرمایا۔ "فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ٥" تو قرآن جیسی ایک ہی سورت لاؤ اور اللہ کے سوا اپنے مددگار بھی بلاؤ اگر تم سچے ہو۔ (بقرہ: ۲۳) یہاں اللہ نے بِسُوْرَةٍ (اسم نکرہ) فرمایا جس کا معنی ہے کوئی بھی سورت لے آؤ خواہ وہ بڑی سورت ہو یا بہت چھوٹی، مگر چودہ صدیوں سے زیادہ عرصہ بیت گیا۔ آج تک انسانی فکر اس بلندی تک نہیں پہنچ سکی کہ قرآن کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کی مثل لا سکے۔ اور یہ مانے بغیر کوئی چارہ نہ رہا کہ قرآن رب العالمین کا کلام ہے کیونکہ دنیا کا دستور ہے کہ جو چیز انسان نے بنائی ہو دوسرا انسان اس جیسی بلکہ اس سے بہتر چیز بنا سکتا ہے اور بنا دیتا ہے چنانچہ ایک فرم جہاز تیار کرتی ہے تو دوسری فرم اس سے بڑا جہاز بنا دیتی ہے ایک ملک مہلک اسلحہ بناتا ہے تو دوسرا ملک اس سے مہلک تر اسلحہ لے آتا ہے۔ مگر آج تک کوئی انسان مکھی یا اس کا پر نہیں بنا سکا کیونکہ وہ انسان نے نہیں خدائے ذوالجلال نے بنائی ہے خدا کی بنائی ہوئی چیز کی مثل انسان نہیں بنا سکتا تو قرآن کی مثل کیسے بن سکتی تھی کیونکہ وہ اللہ کا کلام ہے۔

لطیف نکتہ

انبیاء سابقین کو جو معجزات دیئے گئے وہ انسانی عادت سے کچھ لگاؤ نہ رکھتے تھے جیسے پہاڑ سے اونٹنی پیدا کرنا، لاٹھی کا اژدھا بننا، یا ایک بڑے تخت کا ہوا میں اڑنا وغیرہ اس پر منکرین کہہ دیتے تھے یہ جادوگری ہے مگر قرآن ایک کلامی معجزہ ہے اور اہل عرب اپنے کلام کی باریکیاں

خوب سمجھتے تھے اس لئے قرآن کو جادو کہنا آسان نہ تھا اور اسے جادو قرار دینے میں وہ کامیاب نہ ہو سکے اور حق ظاہر ہو کر رہا۔

۳- نبی اکرم ﷺ کا ایام گزشتہ کی خبریں دینا

نبی اکرم ﷺ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک انبیاء کے واقعات بصورت قرآن وحدیث بیان فرمائے حالانکہ ان واقعات تک آپ ﷺ کی بظاہر کوئی رسائی نہ تھی، نہ آپ ﷺ نے تاریخ کا مطالعہ کیا تھا مکہ میں بظاہر واقعات بتانے والا کوئی نہ تھا نہ آپ ﷺ کہیں تعلیم حاصل کرنے کے لئے گئے اگر کہیں گئے تو صرف ملک شام کے دو سفر فرمائے پہلا بچپن میں تھا اور دوسرا جوانی میں بغرض تجارت تھا جو صرف چند دنوں کے لئے ہوا اس میں اتنی بڑی کتاب کے لئے خاکہ تیار کرنا اور سینکڑوں واقعات کا سیکھنا محال ہے لہٰذا کہنا پڑتا ہے کہ یہ سب کچھ آپ ﷺ کو اللہ نے بصورت وحی بتایا جیسے قرآن میں ہے۔ "ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ ؕ وَ مَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَیُّهُمْ یَكْفُلُ مَرْیَمَ ص" "یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ ﷺ کی طرف وحی فرماتے ہیں جب کہ آپ ﷺ وہاں موجود نہ تھے جب وہ (مجاورین بیت المقدس) قلمیں ڈال رہے تھے کہ کون سیدہ مریم کی کفالت کرے گا۔ (آل عمران:۴۴)

۴- قرآن کی پیش گوئیاں حرف بحرف پوری ہوئیں

قرآن نے ایسی پیش گوئیاں کیں جنہیں انسانی علم کی طاقت سے نہیں کیا جا سکتا اور نبی اکرم ﷺ نجومی تو تھے ہی نہیں اہل مکہ بھی مانتے تھے یہود ونصاریٰ کو بھی اس کا اعتراف تھا۔ لہٰذا وہ اللہ کی دی ہوئی خبریں ہی قرار دی جا سکتی ہیں مثلاً

☆ رومیوں کا اہل فارس پہ غالب آنا

نبی ﷺ کے مکی دور میں روم وفارس کی جنگ ہوئی روم کو شکست فاش ہوئی اللہ نے قرآن میں فرمایا۔ "فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ۬ ؕ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْۢ بَعْدُ ؕ وَ یَوْمَىٕذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَۙ" "رومی قریب کی زمین میں مغلوب ہوئے اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب چند ہی سالوں میں غالب آنے والے ہیں۔ (روم:۴) چنانچہ سن ہجری ۲ میں روم

اور فارس کی دوبارہ جنگ ہوئی اور رومی اہل کتاب کو مشرکین فارس پہ عظیم الشان غلبہ حاصل ہوا جس کا پہلے سے تصور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اور کلام خداوندی سچ ثابت ہوا۔

☆ مسجد حرام میں مسلمانوں کا داخل ہونا

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مکہ سے ہجرت پر مجبور کر دیا گیا تو بظاہر ناممکن نظر آتا تھا کہ یہ لوگ دوبارہ وہاں جا سکیں گے۔ مگر اللہ نے فرمایا۔ "لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ" اے مسلمانو! تم مسجد حرام میں انشاء اللہ ضرور داخل ہو گے امن کے ساتھ۔ (فتح:۲۷) یعنی فرمایا گیا تم یوں مسجد حرام میں جاؤ گے کہ تمہیں پورا امن ہو گا کوئی تمہارا کچھ بگاڑ نہ سکے گا چنانچہ اللہ نے یہ وعدہ پورا کر دکھایا اور فتح مکہ کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مکہ مکرمہ پر پورا قبضہ کر لیا۔

☆ رسول اللہ ﷺ کی حفاظت

اللہ نے فرمایا۔ "وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ" اور اللہ آپ ﷺ کو لوگوں سے بچائے گا (مائدہ:۶۷) دوسری جگہ فرمایا گیا۔ "فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ" عنقریب اللہ آپ ﷺ کو ان (کفار) کے مقابلہ میں کافی ہو گا۔ (بقرہ:۱۳۷) چنانچہ نبی اکرم ﷺ کو شہید کرنے کی بارہا کوشش کی گئی کفار مکہ نے شب ہجرت آپ ﷺ کے قتل کا گہرا منصوبہ بنایا مگر اللہ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا پھر مدینہ طیبہ میں یہود نے بارہا آپ ﷺ کی شہادت کا منصوبہ بنایا اور ہر بار عین وقت پر اللہ آپ ﷺ کو ان کے ارادوں سے باخبر فرما دیتا اور یوں اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہا۔

☆ خلافت راشدہ کا قیام اور دین کا استحکام

نبی اکرم ﷺ کے بعد خلافت اسلامیہ قائم ہوئی جس نے دنیا کے بڑے حصہ پر حکومت کی اور دیکھتے ہی دیکھتے روم و فارس جیسی بڑی بڑی سلطنتوں کو نگل گئی اور دنیا کی سب دوسری قومیں مسلمانوں کی مرضی پر زندہ رہتی تھیں چنانچہ اللہ نے فرمایا۔ "وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ

اٰمَنًا؀" اللہ نے مومنوں سے وعدہ فرمایا جو عمل صالح کرنے والے ہیں کہ اللہ انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسے اس نے تم سے پہلے لوگوں کو خلافت دی تھی اور ان کے لئے جو دین اللہ نے پسند فرمایا ہے اسے زمین میں ثابت قدمی دے گا اور ان کے لئے خوف کے بعد امن پیدا فرمادے گا۔ (نور:۵۵)

یہ تمام پیش گویاں بتارہی ہیں کہ قرآن کسی انسان کا کلام نہیں اللہ رب العزت کا کلام ہے اور خلق خدا اس کی مثل لانے سے عاجز ہے۔

۵- قرآن کو اللہ نے تحریف سے محفوظ رکھا ہے

اللہ نے قرآن میں فرمایا۔ "اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ o" بے شک ہم ہی نے ذکر نازل فرمایا اور ہم ہی اس کی حفاظت فرمانے والے ہیں۔ (حجر:۹) چنانچہ قرآن میں کوئی کمی بیشی نہ کی جاسکے گی کیونکہ اس کی حفاظت اللہ خود فرمانے والا ہے پہلی آسمانی کتب کی حفاظت اللہ نے ان کے ماننے والوں کے سپرد کی جنہوں نے ان کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا مگر قرآن کو چونکہ اللہ نے تا قیامت ذریعہ ہدایت بنایا اس لئے اس کی حفاظت بھی خود فرمائی۔ چنانچہ بارہا کوشش کی گئی کہ پہلی کتابوں کی طرح اس میں بھی کمی بیشی کی جائے مگر اللہ نے ایسا کوئی منصوبہ کامیاب نہ ہونے دیا اور اس کی اللہ نے اول تدبیر یہ فرمائی کہ اس کی زبان صرف ایک رکھی یعنی عربی جیسے پیچھے گزر گیا دوسرا اسے زبانی یاد کرنا آسان کردیا اور اس کے ہزاروں لاکھوں حافظ تیار ہوگئے نبی اکرم ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے سے قبل قرآن کے سینکڑوں ہزاروں حفاظ تیار ہوگئے تھے لہٰذا قرآن میں کوئی تبدیلی کسی کے لئے ممکن نہ رہی تیسرا اہتمام اس کی حفاظت کے لئے یہ کیا گیا کہ سارا قرآن رسول اللہ ﷺ کے سامنے لکھ لیا گیا جو مختلف پتھروں، کپڑوں پہ لکھا گیا بعد میں اسے جمع کرکے کتابی صورت بنالی گئی۔ قرآن کی یہ حفاظت بھی اس کے معجزاتی کلام ہونے کی دلیل ہے۔ (مقدمہ تفسیر بینات القرآن)

اعجاز قرآن پر پورا ایک متعدبہا ذخیرہ اور دلائل و براہین کا انبار ہے جو ہمارے علماء کرام و مفسرین عظام نے اپنے اپنے انداز میں بیان فرمایا ہے اور یقیناً

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

کا مصداق کامل ہے لیکن علامہ امام قرطبی علیہ الرحمتہ نے جو دس وجوہ سے قرآن مجید کا معجز ہونا بیان فرمایا ہے اس کا خلاصہ علامہ غلام رسول سعیدی کی تفسیر قرآن تبیان القرآن کے مقدمہ سے انہی کے قلم حقیقت رقم سے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے پر اکتفا کیا جائے گا اور اس کے بعد قرآن مجید ہی کے متعلق دیگر موضوعات پر بحث کا آغاز کریں گے۔ (انشاء اللہ العزیز)

چنانچہ علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

قرآن کریم کا معجز ہونا دس اعتبار سے:

(۱) قرآن مجید ایسی حسین نظم اور عبارت میں نازل ہوا ہے جو بالکل منفرد ہے، اس سے پہلے زبان عرب میں اس کی کوئی مثال تھی نہ کسی اور زبان میں، کیونکہ اس سے پہلے اصناف کلام میں، یا شعر تھا، یا کہانت (جنوں کا کلام) تھی یا سحر تھا، صحیح مسلم میں ہے، حضرت ابوذر کے بھائی حضرت انیس نے حضرت ابوذر ﷺ سے کہا مکہ میں میری ایک شخص سے ملاقات ہوئی جو تمہارے دین پر ہے، ان کا یہ دعویٰ ہے کہ ان کو اللہ نے رسول بنایا ہے، میں نے پوچھا کہ لوگ ان کو کیا کہتے ہیں، اس نے کہا لوگ ان کو شاعر، کاہن اور ساحر کہتے ہیں، حضرت انیس خود شاعر تھے انہوں نے کہا بہ خدا میں نے کاہنوں کا کلام سنا ہے یہ کاہنوں کا قول نہیں ہے اور میں نے اس کا کلام شعر کی تمام اصناف اور اقسام سے تقابل کر کے دیکھا، یہ شعر نہیں ہے، بہ خدا وہ سچے ہیں اور لوگ جھوٹے ہیں۔ اسی طرح جب نبی ﷺ نے یہ آیات پڑھیں:

حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ۔ (حٰم السجدہ: ۴-۱)

حٰمٓ " یہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ کلام ہے، جو نہایت رحم کرنے والا اور بے حد رحیم ہے، یہ کتاب ہے جس کی آیتیں وضاحت سے بیان کی گئی ہیں، درآں حالیکہ یہ عربی قرآن (عربی میں پڑھا جاتا ہے) علم والے لوگوں کے لئے خوشخبری دینے والا ہے اور ڈرانے والا ہے، سو اکثر لوگوں نے (اس سے) منہ پھیر لیا تو وہ نہیں سنتے۔

تو عتبہ بن ربیعہ نے ان آیات کو سن کر کہا کہ یہ جادو ہے نہ شعر ہے اور اس نے کہا اس نے فصاحت اور بلاغت میں قرآن کی طرح کوئی اور کلام نہیں سنا، اور اس نے قرآن مجید کے معجز ہونے کا اقرار کر لیا۔

(۲) قرآن مجید کا اسلوب کلام عرب کے تمام اسالیب سے مختلف ہے۔

(۳) قرآن مجید کے خطاب میں ایسی جلالت اور عظمت ہے جو کسی اور خطاب میں متصور نہیں ہے، جیسا کہ ان آیات سے ظاہر ہے:

قٓ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ ۝ بَلْ عَجِبُوٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيبٌ ۝ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيْدٌ ۝ (ق:۳-۱)

ق، قرآن مجید کی قسم، بلکہ ان کو اس پر تعجب ہوا کہ انہی میں سے ایک ڈرانے والا آ گیا تو کافروں نے کہا یہ عجیب بات ہے۔ جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے (تو کیا دوبارہ زندہ ہوں گے؟) یہ لوٹنا تو فہم سے بعید ہے۔

نیز فرمایا:

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ط لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (المومن:۱۶)

آج کس کی بادشاہی ہے؟ صرف اللہ کی ہے جو واحد ہے، سب پر غالب ہے۔

ابن الحصاء نے کہا یہ حسین نظم، منفرد اسلوب اور جلالت خطاب، ہر سورت بلکہ ہر آیت میں لازم ہیں اور ان تین اوصاف سے قرآن مجید کی ہر سورت تمام انسانوں کے کلام سے متمیز ہے اور انہی اوصاف کے ساتھ قرآن مجید کی نظیر لانے کا چیلنج کیا گیا ہے اور ہر سورت میں یہ تین اوصاف الگ الگ اطوار سے بیان کیے گئے ہیں۔ سورہ کوثر قرآن مجید کی سب سے چھوٹی سورت ہے اس میں بھی یہ تینوں امور بہ طریق اتم موجود ہیں اور اس میں غیب کی خبریں بھی ہیں، ایک خبر یہ ہے کہ آپ کو کوثر دی جائے گی اور یہ اس کو مستلزم ہے کہ آپ کے پیروکار دنیا میں تمام رسولوں کے پیروکاروں سے زیادہ ہوں گے اور فی الواقع ایسا ہی ہوا، دوسری ولید بن مغیرہ کے متعلق یہ پیش گوئی ہے کہ وہ مقطوع النسل ہو گا، حالانکہ اس آیت کے نزول سے پہلے وہ بہت مالدار اور کثیر الاولاد تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے مال اور اولاد کو ہلاک کر دیا اور اس کی نسل منقطع کر دی۔

(۴) قرآن مجید میں عربی زبان کے مطابق ایسا تصرف ہے کہ ہر کلمہ اور حرف اپنی جگہ پر صحیح ہے اور کسی کلمہ اور حرف کو اس کی جگہ سے ہٹایا نہیں جا سکتا۔

(۵) نبی ﷺ اُمی تھے اور بعثت سے پہلے آپ نے کوئی کتاب پڑھی تھی اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھا تھا، پھر نبی ﷺ نے انبیاء سابقین اور ان کی امتوں کے واقعات بیان کئے اور گزشتہ اقوام کے واقعات پڑھے اور اہل کتاب کے سوالات کے جوابات دیئے، انہوں نے بہ طور چیلنج آپ سے اصحاب کہف، حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا ماجرا اور ذوالقرنین کا حال پوچھا اور آپ نے ان کا صحیح صحیح واقعہ بیان کر دیا، حالانکہ آپ ایک ان پڑھ قوم سے مبعوث ہوئے تھے اور خود اُمی تھے کسی مکتب میں گئے تھے نہ کسی استاذ سے پڑھا تھا نہ کسی کتاب کا مطالعہ کیا تھا، اس لئے آپ کا یہ دعویٰ سچا ہو گیا کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

(۶) قرآن مجید کے وعدوں کا سچا اور پورا ہونا، اللہ تعالیٰ نے جتنے وعدے کئے ہیں ان سب کا پورا ہونا مشاہدہ میں آچکا ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کفار آپ کو بے وطن کریں گے اور اللہ آپ کی مدد فرمائے گا اور جو وعدے کسی شرط کے ساتھ معلق کئے گئے وہ اس شرط پر پورے ہوئے مثلاً:

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ۔ (الطلاق:۳)

اور جو اللہ پر توکل کرے تو وہ اسے کافی ہے۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ۔ (الطلاق:۲)

اور جو اللہ سے ڈرے، اللہ اس کے لئے نجات کا راستہ بنا دے گا۔

اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ۔ (الانفال:۶۵)

اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں تو وہ دو سو پر غالب ہو جائیں گے۔

(۷) قرآن کریم نے مستقبل کے واقعات کے متعلق ایسی خبریں دی ہیں جن کو وحی کے سوا جاننے کا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ؕ (الفتح:۲۸)

وہ (اللہ) ہی ہے، جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ نبی ﷺ کا دین تمام دینوں پر غالب آ جائے گا، اور فی الواقع ایسا ہو گیا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما جب کسی کافر قوم پر حملہ کرتے تو مسلمان لشکر کو یہ باور کرا دیتے کہ انہی کو غلبہ حاصل ہو گا، حتیٰ کہ وہ پے در پے فتوحات کرتے رہے اور شرق وغرب اور بحر و بر میں اسلام پھیل گیا۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ ۔(الفتح:۲۷)

بے شک اللہ نے اپنے رسول کو حق کے ساتھ سچا خواب دکھایا کہ اللہ کے چاہنے سے تم ضرور بہ ضرور مسجد حرام میں امن کے ساتھ داخل ہو گے۔

اور آٹھ ہجری کو فتح مکہ کے دن ایسا ہو گیا۔

الٓمّٓ ۚ o غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۙ o فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۙ o فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۙ o ۔(الروم:۴-۱)

الم۔ اہل روم (فارس سے) قریب کی زمین میں شکست کھا گئے اور وہ اپنی شکست کے بعد عنقریب چند سالوں میں فتح یاب ہوں گے۔

جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی اہل فارس بہت طاقتور اور رومی ان کے مقابلہ میں بہت کمزور تھے اور اس وقت کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ رومی ایرانیوں کو شکست دیں گے، لیکن چند سال بعد وہی ہوا جس کی قرآن نے پیش گوئی کی تھی۔

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ (الانفال:۷)

اور جب اللہ نے تم سے وعدہ فرمایا کہ دو گروہوں میں سے ایک گروہ یقیناً تمہارے لئے ہے

ایک گروہ کفار کا تجارتی قافلہ تھا جس پر قبضہ سے مسلمانوں کو مال و دولت کی فراوانی حاصل ہوتی، اور دوسرا گروہ کفار کا لشکر تھا جس پر فتح حاصل کرنے سے مسلمانوں کی ہیبت کفار پر چھا جاتی، رسول اللہ ﷺ کے رجحان کے پیش نظر مسلمانوں نے لشکر کفار سے مقابلہ کا

فیصلہ کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق ان کو فتح عطا فرمائی۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ص (النور:۵۵)

جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے، ان سے اللہ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ انہیں زمین میں ضرور بہ ضرور خلافت دے گا، جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلافت دی تھی۔

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرام نے ایمان اور اعمال صالحہ کی اعلیٰ روایات قائم کیں اور اللہ تعالیٰ نے خلفاء راشدین کی خلافت کو روئے زمین پر عرصہ دراز تک قائم رکھا اور جب تک مسلمان اسلام پر کاربند رہے اور تبلیغ اسلام میں سرگرم رہے اللہ تعالیٰ نے ان کو حکومت عطا کی اور زمانہ میں سرخ رو رکھا۔ (برصغیر میں مسلمانوں کی طویل غلامی کا باعث یہ تھا کہ وہ جذبہ جہاد سے عاری ہو چکے تھے، اور اپنی حکمرانی کے طویل دور میں تبلیغ اسلام کو چھوڑ بیٹھے تھے)

(۸) قرآن مجید میں حلال اور حرام اور دیگر احکام شرعیہ کا بیان ہے جو نوع انسانی کے لئے مکمل دستور حیات ہے۔

(۹) قرآن مجید میں ایسی بلیغ حکمتیں بیان کی گئیں ہیں جو عادۃً ایک انسان نہیں بیان کر سکتا۔

(۱۰) قرآن مجید میں تناسب اور یکسانیت ہے اور اس میں ظاہراً اور باطناً کوئی اختلاف نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا۔ (النساء:۸۲)

اور اگر قرآن اللہ کے غیر کی جانب سے ہوتا تو وہ ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۷۳ و ۷۵)

ہر آیت اعجاز آفریں

قرآن مجید میں تناسب دو اعتبار سے ہے ایک تو یہ ہے کہ قرآن مجید کی تمام آیات

فصاحت اور بلاغت کے اعتبار سے معجز ہیں، اور کوئی ایک آیت بھی ایسی نہیں ہے جو فصاحت اور بلاغت میں درجہ اعجاز سے کم ہو، اس کے برعکس انسان کے کلام میں عادۃً یکسانیت نہیں ہوتی، بعض جملے اعلیٰ درجہ کے ہوتے ہیں اور بعض سرسری ہوتے ہیں، بعض کتابوں میں شروع شروع میں تو بہت تحقیق ہوتی ہے اور بعد میں محض بھرتی ہوتی ہے، اسی طرح شروحات میں ابتداء میں تو بہت تفصیل کی جاتی ہے اور بعد میں صرف برائے نام شرح ہوتی ہے، اور اول تا آخر پوری کتاب میں ایک معیار کو قائم رکھنا یہ انسان کے بس میں نہیں ہے یہ صرف اسی قادر وقیوم کے کلام کا اعجاز ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ انسان نسیان اور خطاء کا پتلا ہے وہ ایک جگہ کچھ لکھتا ہے اور دوسری جگہ کچھ اور لکھ دیتا ہے جو اس کے خلاف ہوتا ہے، اس لئے تناقض اور اختلاف سے مبرا ہونا یہ اللہ رب العزت ہی کے کلام کو زیبا ہے اور اسی کے کلام کا خاصہ ہے۔

علامہ علاء الدین حصکفی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ اپنی کتاب (قرآن مجید) کے سوا ہر کتاب کی عصمت کا انکار فرماتا ہے۔

(در مختار علی ھامش رد المحتار ج ۱ ص ۲۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ)

علامہ شامی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز کے سوا کسی کتاب کے لئے عصمت کو مقرر نہیں کیا یا کسی اور کتاب کی عصمت پر راضی نہیں ہے، یہ صرف اسی کی کتاب کی شان ہے جس کے حق میں فرمایا:

لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ط۔ (حٰم السجدۃ: ۴۲)

سو قرآن مجید کے علاوہ دوسری کتابوں میں خطائیں اور لغزشیں واقع ہوتی ہیں، کیونکہ وہ انسان کی تصنیفات ہیں اور خطا اور لغزش انسان کی سرشت ہے۔

علامہ عبد العزیز بخاری نے اصول بزدوی کی شرح میں لکھا ہے کہ بویطی نے امام شافعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ امام شافعی نے کہا میں نے اس کتاب کو تصنیف کیا ہے، میں نے اس میں صحت کو ترک نہیں کیا لیکن اس میں ضرور کوئی نہ کوئی بات اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہوگی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ○ (النساء:۸۲)

اگر قرآن پاک اللہ کے علاوہ (کسی اور) کی طرف سے ہوتا تو البتہ اس میں وہ ضرور بہت اختلاف پاتے۔

لہٰذا اس کتاب میں تم جو بات بھی کتاب وسنت کے خلاف ملے اس کو چھوڑ دو کیونکہ میں تو کتاب وسنت کی طرف رجوع کرنے والا ہوں۔

مزنی بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام شافعی علیہ الرحمۃ کی کتاب "الرسالہ" خود ان کے سامنے اسی مرتبہ پڑھی۔ اور امام شافعی علیہ الرحمۃ ہر مرتبہ اس میں کسی نہ کسی خطاء پر مطلع ہوئے اور آخر کار فرمانے لگے اب تصحیح کو چھوڑو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بات سے انکار فرماتا ہے کہ اس کی کتاب کے علاوہ کوئی اور کتاب بھی (سو فیصد) صحیح ہو۔

(ردّ المختار ج۱ ص۲۶ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول)

تلاوت قرآن کے آداب

(۱) قرآن کریم ٹھہر ٹھہر کر صحیح عربی تلفظ سے پڑھنا چاہیے

یاد رہے قرآن کریم اس قدر تلفظ سے پڑھنا کہ معانی میں خرابی نہ آئے فرض عین ہے اور اس طرح تلفظ سے پڑھنا کہ معانی بدل جائیں، حرام ہے الّا یہ کہ کوئی شخص اتی ہو جو صحیح پڑھنا نہیں جانتا اس پر لازم ہے کہ صحیح پڑھنا سیکھے اگر کوشش کے باوجود صحیح نہیں پڑھ سکتا تو عنداللہ معذور ہے تاہم وہ درست پڑھنے والوں کی امامت نہیں کر سکتا کیونکہ اس کی قراءت صرف اس کے لئے بوجہ عذر جائز قرار دی گئی ہے دوسروں کے حق میں اس کی قراءت جائز نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ○ ط" اور تم قرآن کو ترتیل کے ساتھ (خوب ٹھہر ٹھہر کر) پڑھو۔ (مزمل:۴) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ "الترتيل تجويد الحروف و معرفة الوقوف" قرآن کو ترتیل سے پڑھنے کا معنی یہ ہے کہ حروف قرآن کو عمدہ طریقہ پر ادا کرنا اور جائے وقف کا پہچاننا (کہ کہاں وقف چاہیے کہاں نہیں) (النشر فی القرات العشر للعلامۃ ابن الجزری الدمشقی جلد اول صفحہ ۲۰۹ مطبوعہ مکہ) دوسری جگہ اللہ نے فرمایا۔ "قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ

ذِی عِوَجٍ ’’یہ قرآن ایسی عربی زبان میں ہے جس کے اندر کوئی کمی نہیں۔(زمر:۲۸) تیسری جگہ اللہ نے فرمایا۔’’اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰـھُمُ الْکِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ط‘‘ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اسے یوں پڑھتے ہیں جیسے پڑھنے کا حق ہے۔(بقرہ:۱۲۱) اور قرآن پڑھنے کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ اسے یوں بگاڑ کر نہ پڑھا جائے کہ معانی بدل جائیں جیسے ’’قلب‘‘ کی جگہ ’’کلب‘‘ پڑھنا۔ قلب کا معنی دل اور کلب کا معنی ہے کتا۔’’فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰی قَلْبِكَ‘‘ ہم نے قرآن آپ کے دل پر اتارا ہے۔(بقرہ:۹۷) اگر یہاں ’’قَلْبِكَ‘‘ کی جگہ ’’کَلْبِكَ‘‘ پڑھا جائے تو معنی یہ بنتا ہے نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ ہم نے قرآن آپ کے...... پر اتارا ہے۔ یہ لفظ اتنا گھناؤنا ہے کہ نوک قلم پر نہیں آ سکتا۔ اسی طرح قرآن کو یوں تیز تیز پڑھنا کہ کئی حروف ضائع ہو جائیں کھرے پڑے کا امتیاز نہ رہے بھی حرام ہے۔ رمضان المبارک میں کئی لوگ ایسے حافظ کے پیچھے تراویح پڑھنا پسند کرتے ہیں جو جلدی جلدی تراویح ختم کرے انہیں اس سے غرض نہیں کہ وہ صحیح پڑھتا ہے یا غلط۔ یہ روش ناپسندیدہ ہے نماز تیز خواں کے بجائے درست خواں کے پیچھے پڑھنی چاہیے۔ حضرت قتادہ (تابعی) فرماتے ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا نبی ﷺ کیسے قرآن پڑھتے تھے فرمایا۔’’کان یمد صوتہ مداً‘‘ آپ ﷺ آواز کو لمبا لمبا کر کے پڑھتے تھے۔(نسائی شریف کتاب الصلوٰۃ)

۲۔قرآن خشوع و خضوع سے پڑھا جائے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ‘‘

اللہ نے سب سے بہتر کلام اتارا جو ملتی جلتی آیات والی کتاب ہے دہرائی جانے والی جس سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کے جسم اور دل ذکر خداوندی کے لئے نرم پڑ جاتے ہیں۔

(زمر:۲۳)

امام قرطبی نے ایک درجہ بندی کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔ تلاوت میں سب سے

اچھی آواز اس کی ہے کہ جب تم سنو تو محسوس کرو کہ وہ اللہ کے خوف کے ساتھ پڑھ رہا ہے۔
(تفسیر قرطبی جلد اوّل مقدمہ صفحہ ۱۰)

۳۔ قرآن کا معنیٰ سمجھ کر پڑھنا چاہیے

قرآن اگر معنی سمجھے بغیر پڑھا جائے تو بھی برکت ہے مگر سمجھ کر پڑھنا نورٌ علیٰ نور ہو جاتا ہے اور یوں بھی اللہ نے اسے کتاب ہدایت بنا کر اتارا ہے فرمایا۔ ''ھُدًی لِلنَّاسِ '' یہ تمام انسانوں کے لئے ہدایت ہے۔ (بقرہ: ۱۸۵) اور ہدایت تب ہی مل سکتی ہے جب ہم اسے سمجھ کر پڑھیں۔ اور اس کے لئے ضروری ہے کہ کسی تفسیر سے مدد لی جائے۔ کیونکہ بعض اوقات صرف لفظی ترجمہ سے بات سمجھ نہیں آتی جب تک تفسیر کی طرف رجوع نہ کیا جائے کیونکہ قرآن سمجھنے کے لئے ساتھ ساتھ حدیث رسول ﷺ سے روشنی حاصل کرنا لازم ہے اگر حدیث کو چھوڑ کر صرف لفظی ترجمہ پر اکتفا کیا جائے تو بسا اوقات گمراہی ہاتھ آئے گی قرآن کریم کی بہت سی آیات منسوخ ہیں اور ان کی ناسخ آیات کون سی ہیں؟ یہ چیز تفسیر ہی بتا سکتی ہے اور تفسیر بھی کسی اہل سنت محقق عالم دین کی تحریر کردہ پڑھنی چاہیے۔

۴۔ قرآن اچھی آواز کے ساتھ پڑھنا چاہیے

اللہ کو یہ پسند ہے کہ اس کا کلام اچھی آواز کے ساتھ خوبصورت لہجے میں پڑھا جائے جسے ہم ترنم کہتے ہیں۔ سادہ اور تحت اللفظ سے پڑھنا بھی درست ہے مگر ترنم میں زیادہ ثواب ہے چنانچہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے انہیں فرمایا۔ ''لقد اوتیت مزماراً من مزامیر آل داؤد '' اے ابوموسیٰ! تجھے آل داؤد کے لہجوں میں سے ایک لہجہ دیا گیا ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے اپنے نبی کو جن چیزوں کی اجازت دی ان میں سب سے عمدہ یہ ہے کہ اسے ترنم سے قرآن پڑھنے کا ارشاد فرمایا (مسلم شریف کتاب فضائل القرآن صفحہ ۸۰۲) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا۔ ''لیس منا من لم یتغن بالقرآن '' وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو قرآن کو ترنم سے نہ پڑھے۔ (یعنی اسے یوں پڑھنا جائز نہ سمجھے) (بخاری کتاب التوحید باب ۴۴ ابوداؤد کتاب الوتر باب ۳۰ مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۱۷۲) بعض احادیث میں قرآن کو تطریب کے ساتھ ممنوع فرمایا گیا ہے اس

سے مراد قرآن کو گانوں کی طرز پہ پڑھنا ہے۔(بینات القرآن)

دیگر آداب

پاک صاف جگہ پر بیٹھ کر تلاوت کی جائے اگر مسجد میں کرے تو بہت ہی بہتر ہے۔ مسجد میں اکیلا ہو تو درمیانے درجے کی آواز بلند کر سکتا ہے ورنہ دوسرے لوگوں کی عبادت اور ذکر واذکار کا خیال رکھے کہ خلل پیدا نہ ہو، سر ڈھانپ کر نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ قبلہ رو ہو کر تلاوت کی جائے۔ قبلہ رو ہو کر بیٹھنے کو حدیث شریف میں بہترین نشست قرار دیا گیا ہے۔ حمام میں تلاوت نہ کی جائے (عن علی ﷺ) پاک جگہ پہ تلاوت کی جائے (عن ابی میسرہ ﷺ) اٹیچ باتھ میں وضو کرتے وقت بسم اللہ شریف اور دعائیں وغیرہ نہ پڑھی جائیں۔

جلدی جلدی قرآن پاک پڑھنے سے منع فرمایا گیا ہے (عن مجاہد) حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ کچھ لوگ قرآن پڑھتے ہیں تو قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتا، لیکن جب قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا جائے گا تو دل پہ اثر ہوگا نہ صرف اس طرح پڑھنے سے بلکہ سننے سے بھی چنانچہ فرمایا واذ تلیت علیھم ایاتہ زادتھم ایمانا۔(الانفال:۲) جب ان (ایمان والوں) پر قرآن پاک کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کے ایمانوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

تلاوت کرتے ہوئے جہاں اللہ کی رحمت، جنت اور بخشش وغیرہ کا ذکر آئے تو اللہ تعالیٰ سے یہ نعمتیں طلب کرے اور عذاب دوزخ وغیرہ کا تذکرہ آئے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی جائے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کا ذکر آئے تو سبحان اللہ کہے، حضور علیہ السلام نفل نماز میں بھی ایسا ہی کرتے۔(ابن ماجہ ص ۹۶)

جب سورۃ التین کی آخری آیت الیس اللّٰہ باحکم الحاکمین ہ پڑھے تو بلیٰ وانا علی ذلک من الشاھدین پڑھے اور جب سورہ الرحمٰن کی آیت فبای الاء ربکما تکذبن پڑھے تو یوں کہے اٰمنت باللّٰہ۔ جب الیس ذلک بقادر علی ان یحی الموتی پڑھے تو بلیٰ کہے (ابوداؤد۔ترمذی) امام شافعی فرض نماز میں بھی مذکورہ آیات کا مذکورہ الفاظ کے ذریعے جواب دینا مستحب فرماتے ہیں جبکہ ہمارے امام نفلی نماز میں تو جائز

فرماتے ہیں اور فرضی نماز میں مکروہ کیونکہ سنن ابن ماجہ میں نفل نماز کی تصریح موجود ہے۔

دوران تلاوت ادب و احترام کے تمام تقاضے پورے کرے نہ باتیں کرے، نہ ہنسی مذاق کرے ہاں اگر کوئی ضروری بات کرنی ہو تو کر سکتا ہے لیکن پھر جب تلاوت شروع کرے تو اعوذ باللہ پڑھ کر شروع کرے اگر اونچی آواز سے تلاوت کر رہا ہے تو اعوذ باللہ بھی اونچی آواز سے پڑھے ورنہ آہستہ بھی پڑھ سکتا ہے اگر آہستہ بھی زبان سے نہ پڑھ سکے تو دل میں تو ضرور ہی پڑھ لے فوائد مکتبہ میں ہے کہ "بعض کا قول ایسا ہی ہے" الفاظ اگر یہ ہوں اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم تو زیادہ بہتر ہے کیونکہ قرآن پاک کی آیت سے مطابقت رکھتے ہیں فاستعذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم۔ اگر اور الفاظ سے استعاذہ کر لے تو یہ بھی جائز ہے۔

تلاوت قرآن کے فضائل (قرآن سے)

(۱) اللہ رب العزت نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کے فضائل قرآن میں جا بجا ارشاد فرمائے ہیں اور ان میں اکثر تلاوت قرآن کو سب سے اول ذکر فرمایا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ شریف تعمیر کر کے رسول معظم ﷺ کی آمد کے لئے دعا فرمائی تو آپ کی یہ صفات ذکر فرمائیں۔ "رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ" اے ہمارے رب! ہماری اولاد میں وہ جلیل القدر رسول بھیج دے جو انہی میں سے ہو گا اور ان پر تیری آیات مقدسہ کی تلاوت فرمائے گا اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے گا۔ (بقرہ:۱۲۹)

(۲) اللہ رب العزت نے امت محمدیہ کو اپنا پیارا رسول ﷺ عطا فرمایا تو سب سے پہلے اس کی یہی صفت بیان فرمائی کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت فرمانے والے ہیں فرمایا۔ "لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ج" تحقیق اللہ نے مومنوں پر احسان عظیم فرمایا کہ ان میں عظیم الشان رسول مبعوث فرمایا جو انہی میں سے ہے ان پر اللہ کی آیات تلاوت فرماتا ہے۔ اور انہیں پاک کرتا اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ (آل عمران:۱۶۴)

(۳) اہل ایمان کی اللہ نے یوں تعریف فرمائی۔ ''اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰـھُمُ الْکِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ط اُولٰٓئِكَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ط وَمَنْ یَّکْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ o ع'' جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں جس طرح اس کی تلاوت کا حق ہے۔ یہی لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو اس کا انکار کرے تو یہی لوگ نقصان میں رہیں گے۔ (بقرہ:۱۲۱) ان آیات میں جہاں تلاوت قرآن کی فضیلت معلوم ہوتی ہے وہاں تفسیر قرآن کی اہمیت بھی واضح ہوتی ہے اللہ نے ان آیات میں بتایا کہ نبی ﷺ اپنی امت کو قرآن پڑھاتے ہی نہیں اس کا علم بھی دیتے ہیں۔ الفاظ لکھانے کے علاوہ معنیٰ بھی سکھاتے ہیں اسی لئے ''یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ'' کے بعد ''یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ'' فرمایا گیا اور یہی تفسیر قرآن ہے اور آپ ﷺ ہی مخلوق میں قرآن کے سب سے پہلے مفسر ہیں۔ اس آیت میں اللہ نے مومنوں کو جہاں قرآن کی تلاوت کی ترغیب دلائی ہے وہاں اس سے اعراض کرنے والوں کو ڈرایا بھی ہے اور فرمایا ہے کہ اس کی تلاوت کرنے والے ہی اصل میں اس پر ایمان رکھنے والے ہیں۔ گویا قرآن پر ایمان رکھنے کا اولین تقاضا اس کی تلاوت ہے۔

(۴) ارشاد ربانی ہے۔ ''وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ ط اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْھُوْدًا o'' اور فجر کے وقت قرآن کا پڑھنا معمول بناؤ کہ فجر کے وقت قرآن پڑھنے پر حاضری دی جاتی ہے۔ (فرشتے سننے کو حاضر ہوتے ہیں) (بنی اسرائیل:۷۸)

(۵) اللہ ان مقدس جانوں کی قسم اٹھاتا ہے جو قرآن کی تلاوت کرنے والی ہیں فرمایا ''فَالتّٰلِیٰتِ ذِکْرًا o لا'' اور قسم ہے مجھے ان جانوں کی جو ذکر کی تلاوت کرنے والی ہیں۔ (صافات:۳) یہاں ذکر سے مراد قرآن کریم ہے۔ فرمایا گیا۔ ''اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ o'' ہم ہی نے ذکر اتارا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ (حجر:۹) یاد رہے اگر تلاوت قرآن کریم کو محض لوگوں کی مرضی پہ چھوڑ دیا جاتا کہ خواہ تلاوت کریں یا نہ کریں تو شائد کئی لوگ زندگی میں کبھی تلاوت کرتے یا بالکل نہ کرتے۔ اللہ نے اس کام کی اہمیت کے باعث اسے نماز کا حصہ بنا دیا تا کہ ہر مسلمان دن میں پانچ مرتبہ قرآن کریم کی تلات کا ضرور ثواب حاصل کر لے۔ پھر جو سورت تمام آیات قرآنیہ کے لئے ماں کے برابر تھی اسے (یعنی نماز کی ہر رکعت میں پڑھنا جاری کر دیا۔ (تفسیر بینات القرآن)

مختصر الفاظ میں آداب تلاوت

بعض علماء نے آداب تلاوت کا خلاصہ چند لفظوں میں اس طرح بیان کیا ہے کہ کم ازکم ذہن میں یہ جذبہ موجود رہے کہ میں اپنے معبود و مطلوب و محبوب کا کلام لاریب پڑھ رہا ہوں اور محبوب کی خط کی اہمیت دل کھوئے ہوئے عاشق کے نزدیک کیا ہوتی ہے؟۔ رموز سر دل بے دل چہ داند

اسی اجمال کی تفصیل میں یوں بھی لکھا ہے کہ:

مسواک اور وضو کے بعد کسی یک سوئی کی جگہ میں نہایت وقار و تواضع کے ساتھ روبہ قبلہ بیٹھے اور نہایت ہی حضور قلب اور خشوع کے ساتھ اس لطف سے جو اس وقت کے مناسب ہے اس طرح پڑھے کہ گویا خود حق سبحانہ وعزَّ اِسمُہٗ کو کلام پاک سنا رہا ہے۔ اگر وہ معنی سمجھتا ہے تو تدبر و تفکر کے ساتھ آیات وعدہ رحمت پر دعائے مغفرت و رحمت مانگے اور آیات عذاب و وعید پر اللہ سے پناہ چاہے کہ اس کے سوا کوئی بھی چارہ ساز نہیں۔ آیات تنزیہ و تقدیس پر سبحان اللہ کہے اور از خود تلاوت میں رونا نہ آوے تو بہ تکلف رونے کی سعی کرے۔

وَاَلَذُّ حَالَاتِ الْغَرَامِ لِمُغْرِمٍ شَکْوَی الْھَوىٰ بِالْمُدْمَعِ الْمُھْرَاقٖ

ترجمہ: کسی عاشق کے لئے سب سے زیادہ لذت کی حالت یہ ہے کہ محبوب سے اس کا گلہ ہو رہا ہو اس طرح کہ آنکھوں سے بارش ہو۔

پس اگر یاد کرنا مقصود نہ ہو تو پڑھنے میں جلدی نہ کرے۔ کلام پاک کو رحل یا تکیہ یا کسی اونچی جگہ پر رکھے۔ تلاوت کے درمیان میں کسی سے کلام نہ کرے۔ اگر کوئی ضرورت پیش ہی آجائے تو کلام پاک بند کر کے بات کرے اور پھر اس کے بعد اَعُوْذ پڑھ کر دوبارہ شروع کرے۔ اگر مجمع میں لوگ اپنے اپنے کاروبار میں مشغول ہوں تو آہستہ پڑھنا افضل ہے ورنہ آواز سے پڑھنا اولے ہے۔ مشائخ نے تلاوت کے چھ آداب ظاہری اور چھ باطنی ارشاد فرمائے ہیں۔

ظاہری آداب:

اول: غایت احترام سے باوضو روبہ قبلہ بیٹھے۔ دوم: پڑھنے میں جلدی نہ کرے، ترتیل

وتجوید سے پڑھے۔ سوم: رونے کی سعی کرے چاہے بہ تکلف ہی کیوں نہ ہو۔ چہارم: آیات رحمت و آیات عذاب کا حق ادا کرے جیسا کہ پہلے گزر چکا۔ پنجم: اگر ریا کا احتمال ہو یا کسی دوسرے مسلمان کی تکلیف وحرج کا اندیشہ ہو تو آہستہ پڑھے ورنہ آواز سے۔ ششم: خوش الحانی سے پڑھے کو خوش الحانی سے کلام پاک پڑھنے کی بہت سی احادیث میں تاکید آئی ہے۔

باطنی آداب:

اول: کلام پاک کی عظمت دل میں رکھے کہ کیسا عالی مرتبہ کلام ہے۔ دوم: حق سبحانہ و تقدس کی علوشان اور رفعت و کبریائی کو دل میں رکھے جس کا کلام ہے۔ سوم: دل کو وساوس و خطرات سے پاک رکھے۔ چہارم: معانی کا تدبر کرے اور لذت کے ساتھ پڑھے۔ حضور اکرم ﷺ نے ایک شب تمام رات اس آیت کو پڑھ کر گزار دی۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

اے اللہ! اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر مغفرت فرما دے تو تو عزت وحکمت والا ہے۔ (سنن نسائی ج ا ص ۱۵۶، ۱۵۷)

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رات اس آیت کو پڑھ کر صبح کر دی۔

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ع

او مجرمو! آج قیامت کے دن فرمانبرداروں سے الگ ہو جاؤ۔

پنجم: جن آیات کی تلاوت کر رہا ہے دل کو ان کے تابع بنا دے۔ مثلاً اگر آیت رحمت زبان پر ہے۔ دل سرور محض بن جائے اور آیت عذاب اگر آ گئی ہے تو دل لرز جائے۔ ششم: کانوں کو اس درجہ متوجہ بنا دے کہ گویا خود حق سبحانہ و تقدس کلام فرما رہا ہے اور یہ سن رہا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ محض اپنے لطف و کرم سے مجھے بھی ان آداب کے ساتھ پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور تمہیں بھی۔

مسئلہ:

اتنے قرآن شریف کا حفظ کرنا جس سے نماز ادا جائے ہر شخص پر فرض ہے اور تمام کلام پاک کا حفظ کرنا فرض کفایہ ہے۔ اگر کوئی بھی اَلْعِيَاذُ بِاللہ حافظ نہ رہے تو تمام مسلمان گناہ گار

ہیں۔ بلکہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ سے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ جس شہر یا گاؤں میں کوئی قرآن پاک پڑھنے والا نہ ہو تو سب گناہ گار ہیں۔ اس زمانہ ضلالت و جہالت میں جہاں ہم مسلمانوں میں اور بہت سے دینی امور میں گمراہی پھیل رہی ہے وہاں ایک عام آوازہ یہ بھی ہے کہ قرآن شریف کے حفظ کرنے کو فضول سمجھا جارہا ہے، اس کے الفاظ رٹنے کو حماقت بتلایا جاتا ہے، اس کے الفاظ یاد کرنے کو دماغ سوزی اور تضیع اوقات کہا جاتا ہے۔ اگر ہماری بددینی کی یہی ایک وبا ہوتی تو اس پر کچھ تفصیل سے لکھا جاتا مگر یہاں ہر ادا مرض ہے اور ہر خیال باطل ہی کی طرف کھینچتا ہے، اس لئے کس کس چیز کو روئیے اور کس کس کا شکوہ کیجئے۔ (فضائل قرآن)

از خدا خواہیم توفیق ادب   بے ادب محروم گشت از فضل رب

تلاوت کرنے والا اپنے منہ کو ہر قسم کی بدبو سے صاف کرلے بالخصوص تمباکو، نسوار استعمال کرنے والے اسی طرح کچا لہسن یا پیاز کھایا ہو تو منہ سے مسواک یا پیسٹ کے ذریعے بدبو ختم کرلی جائے اور منہ میں الائچی یا کوئی اور خوشبودار چیز رکھ لی جائے، کپڑے اور جسم بھی صاف ہوں اور کوئی عطر وغیرہ لگا کر تلاوت کی جائے کیونکہ قرآن پاک کی تلاوت کے دوران اللہ تعالیٰ کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں جن کو خوشبو سے راحت ملتی ہے اور بدبو سے تکلیف پہنچتی ہے۔

تلاوت کرنے والے کا وضو سے ہونا ضروری ہے جبکہ دیکھ کر پڑھنا اور ہاتھ بھی لگانا چاہئے، زبانی پڑھنا ہو تو اگرچہ بے وضو بھی پڑھ سکتا ہے مگر بہتر یہی ہے کہ پھر بھی باوضو ہو تاکہ تلاوت کی تمام برکات و نورانیت نصیب ہو سکیں۔

عورت کو حیض و نفاس کے دوران قرآن پاک پڑھنا حرام ہے البتہ جوڑ کر کے بچوں کو قرآن پاک پڑھانا جائز ہے اس طرح درود شریف، ذکر و اذکار اور تسبیح وغیرہ بھی پڑھ سکتی ہے۔ ہاں اگر تلاوت کا ارادہ نہ ہو یعنی بطور دعا ایک آدھ آیت پڑھنے کی حائضہ عورت کو اجازت ہے مثلاً الحمدللہ رب العالمین بطور شکر کہے۔ مصیبت کے وقت انا للّٰہ وانا الیه راجعون کہہ لے اور سواری پہ سوار ہوتے وقت سبحان الذی سخرلنا هذا پڑھ سکتی

قرآن پڑھتے ہوئے رونا

تلاوت شروع کرنے سے پہلے تعوذ وتسمیہ پڑھے اور جو آیات پڑھے ان کے معانی پر غور وفکر کرے جس آیت پہ ذوق وشوق پیدا ہو اس کو بار بار دہرانا چاہیے۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات صبح تک حضور علیہ السلام اس آیت کو دہراتے رہے۔

ام حسب الذین اجترحوا السیئات ان نجعلهم کالذین امنوا وعملوا الصلحت سوآء محیاهم ومماتهم ساء ما یحکمون

(الجاثیہ:۲۱)

کیا گناہ کرنے والوں نے یہ گمان کرلیا ہے کہ ہم انہیں ایمانداروں کی طرح کر دیں گے، کہ ان سب کی زندگی اور موت برابر ہو جائے (ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا) وہ کیسا برا فیصلہ کرتے ہیں۔

یہی معمول صحابہ کرام، تابعین اور فقہاء کرام کا تھا کہ بعض آیات کو بار بار پڑھتے اور اللہ کے قہر وغضب، عذاب وعتاب کی آیات پہ اللہ کے خوف سے روتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی اس شان کو خود قرآن میں بیان فرمایا ہے۔

ان الذین اوتوا العلم من قبله اذا یتلی علیهم یخرون للاذقان سجدا۔ و یقولون سبحن ربنا ان کان وعد ربنا لمفعولا ۔ ویخرون للاذقان یبکون و یزیدهم خشوعا[السجدہ]۔ (بنی اسرائیل:۱۰۷تا۱۰۹)

بے شک وہ لوگ جن کو اس سے پہلے علم دیا گیا جب ان پر اس (قرآن) کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر جاتے ہیں اور ساتھ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب پاک ہے (ہر عیب سے) بے شک ہمارے رب کا وعدہ ضرور پورا ہونا تھا اور وہ روتے روتے ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں اور یہ (قرآن) ان کے دلوں میں خوف خدا کو اور زیادہ کرتا ہے۔

ابن ماجہ شریف کی حدیث ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اتلوا القران وابکوا۔

قرآن کی تلاوت کرو تو رو رو کر کرو بلکہ فرمایا اگر رونا نہ آئے تو رونے کی کوشش کرو۔ (ص ۹۵)

حضور علیہ السلام کی اپنی حالت یہ تھی کہ قیام الیل میں قرآن پڑھتے ہوئے اس قدر رقت طاری ہوتی کہ سینے سے ہنڈیا کے ابلنے کی سی آواز نکلتی، کبھی خود پڑھ پڑھ کر روتے کبھی دوسروں سے سن سن کر روتے۔ حضرت ابوبکر صدیق ﷜ نماز میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو اس قدر روتے کہ مشرکین کی عورتیں بھی ان کی آہ و بکا سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتیں۔

(صحیح بخاری ج ا ص ۳۰۷)

واقعات

سیدنا فاروق اعظم ﷜ سے کون ناواقف ہے آپ جب قرآن مقدس سنتے تو خوف خداوندی سے بے خود ہو جایا کرتے۔ امام غزالی کہتے ہیں۔

ان عمر کان یسقط من الخوف اذا سمع اٰیۃ من القراٰن مغشیا علیہ فکان یعادا یاما۔

"حضرت عمر ﷜ جب قرآن کی کوئی آیت سنتے تو غش کھا کر گر پڑتے اور لوگ کئی دن تک ان کی عیادت کو جایا کرتے۔"

☆ ایک مرتبہ آپ سورۃ الشمس کی تلاوت فرما رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے واذا الصحف نشرت "جب دفتر کھول دیئے جائیں گے" تو بے خود ہو کر گر پڑے۔

☆ اسی قسم کا ایک اور واقعہ ہے ایک دن فاروق اعظم ﷜ ایک مکان کے قریب سے گزرے جس میں ایک آدمی نماز کے اندر سورۃ والطور پڑھ رہا تھا جب وہ اس آیت پر پہنچا

ان عذاب ربك لواقع ماله من دافع۔

"تمہارے رب کا عذاب یقیناً واقع ہونے والا ہے اور اسے کوئی روکنے والا نہیں" تو آپ گھوڑے سے نیچے اتر گئے اور ایک دیوار کا سہارا لے کر دیر تک وہیں کھڑے سنتے رہے اور جب گھر پہنچے تو ایک مہینہ تک بیمار رہے۔

☆ تمیم داری ﷜ مشہور اور کثیر العبادت صحابی ہیں آپ نے ایک مرتبہ تہجد میں یہ آیت پڑھی:

ام حسب الذین اجترحوا السیئٰت الی اٰخرہ تو آپ ؓ پر بے حد رقت طاری ہوگئی۔

☆ حذیفہ بن یمان ؓ اجل صحابہ سے ہیں اور عبادت و ریاضت میں یکتا مقام رکھتے تھے بکیٰ یوما فی صلوتہ ثم التفت وراہٗ رجلا فقال لا تعلن ھذا جدا، ایک دن نماز میں رو رہے تھے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک آدمی کھڑا تھا اسے فرمایا کسی کو بتانا مت۔

☆ عبداللہ بن زبیر ؓ کے واقعات میں ہے جب آپ قرآن مقدس پڑھتے یا سنتے تو آپ پر رقت طاری ہو جاتی اور ایسے لرزتے جیسے شاخ درخت لرز رہی ہو۔

☆ ثابت بن اسلم بنانی مشہور و معروف اور بڑے عابد و زاہد تابعی ہیں آپ جب تہجد کے لئے اٹھتے تو زار و قطار روتے تھے ایک مرتبہ آپ نے پڑھا: اکفرت بالذی خلقك من تراب ثم من نطفة۔

"کیا تو اس ذات سے انکار کرتا ہے جس نے تجھے مٹی اور پھر منی سے پیدا کیا۔"

(تو آپ کی حالت غیر ہوگئی)

☆ اویس بن عامر قرنی سے کون ناواقف ہوگا ایک مرتبہ آپ نے ہرم ابن حبان سے سنا، اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم تو آپ چیخ مار کر رونے لگے، فرمایا میرے رب کا ذکر بلند و برتر ہے۔

☆ ربیع بن خثیم بڑے عبادت گزار تابعی تھے رات کی تاریکی میں عبادت کو پسند کرتے اور ساری ساری رات مصروف عبادت رہتے۔ ان کے غلام نسیر (بالسین) کا بیان ہے کہ ایک رات تہجد میں پڑھا ام حسب الذین اجترحوا السیئٰت تو رقت طاری ہوگئی اور دہراتے دہراتے صبح ہوگئی۔

☆ سعید بن جبیر ؓ کا عالم یہ تھا کہ تلاوت کی ساعت کے ساتھ ہی رونا شروع کر دیتے آیات قرآنی نے آپ کو رلا رلا کر نابینا کر دیا تھا کبھی کبھی آپ ایک ایک رکعت اس ذوق سے پڑھ کر پورا قرآن ختم کر دیتے۔

☆ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی شخصیت کس کے لئے غیر معروف ہے آپ ایک خلیفہ بھی تھے اور ایک درویش بھی، آپ نے ریاضت و عبادت میں بہت بلند مقام حاصل کیا

ایک دن آپ اس آیہ پاک کو پڑھ رہے تھے۔

یوم یکون الناس کالفراش المبثوث اور پھر زور سے چیخ ماری اور اس طرح گرے کہ معلوم ہوتا تھا دم نکل گیا ہے، پھر اچھلتے کودتے اور روتے تھے اور کہتے تھے افسوس! جب لوگ دھنی ہوئی روئی کی طرح ہو جائیں گے۔

☆ محمد بن منکدر محدث، قاری اور بڑے عالم تھے عابد وزاہد اور تابعی تھے ان کا دل اس قدر گداختہ اور اثر پذیر تھا کہ کلام اللہ کی موثر آیات پڑھ کر بے اختیار آنسو بہاتے، ایک رات تہجد میں اس آیہ کو پڑھ کر بہت روئے: بدالھم من اللّٰہ مالم یکونوا یحتسبون ۔ بھائیوں نے تعجب سے پوچھا آج رونے کا سبب کیا ہے؟ خاموشی پر معلوم ہوا کہ اس آیہ پاک کی تلاوت پر رقت طاری ہوگئی تھی۔

☆ ابوجہل کا بیٹا عکرمہ (رضی اللہ عنہ) جب اسلام کی دولت سے مالا مال ہوا تو قرآن پاک سامنے رکھتے اور ھذا کلام ربی ھذا کلام ربی ۔ یہ میرے رب کا کلام ہے یہ میرے رب کا کلام کہتے کہتے بے ہوش ہو جاتے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربھم ثم تلین جلودھم وقلوبھم الی ذکر اللّٰہ ۔ (الزمر) اپنے دلوں میں خوف خدا رکھنے والوں کے سامنے جب قرآن پاک پڑھا جاتا ہے تو ان پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے، دل سوز وگداز سے معمور ہو جاتے ہیں اور ذکر الٰہی کی طرف بصد شوق مائل ہوتے ہیں۔

محافل قرأت میں یہ مناظر دیکھنے میں آج بھی آتے ہیں کہ اچھا پڑھنے والا قاری ہو تو جوں جوں وہ تلاوت کرتا جاتا ہے توں توں لوگ زار وقطار روتے جاتے ہیں بلکہ بعض پر تو وجد کی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور اس حالت بے اختیاری میں اپنے کپڑے تک پھاڑ ڈالتے ہیں۔

قرآن سن کر کفر ٹوٹ گیا

جبیر بن مطعم جب اسیران بدر کے متعلق گفتگو کرنے کیلئے مکہ سے مدینہ آئے تو حضور علیہ السلام مغرب کی نماز پڑھا رہے تھے، کہتے ہیں میں نے یہ آیات سنیں۔

والطور و کتب مسطور فی رق منشور۔

طور (پہاڑ) کی قسم اور لکھی ہوئی کتاب کی قسم کھلے ورق پر۔

کہتے ہیں یہ آیات سن کر (ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے مگر) دل پہ ایک حیرت اور دہشت طاری ہوگئی اور جب حضور علیہ السلام نے اگلی آیات پڑھیں ان عذاب ربک لواقع۔ماله من دافع۔

بے شک تیرے رب کا عذاب واقع ہو کر رہے گا، جس کو کوئی نہ ٹال سکے گا۔

تو میں کھڑا نہ رہ سکا اور بیٹھ گیا، یوں محسوس ہوا کہ ابھی عذاب الٰہی کی بجلی گرے گی اور مجھے جلا کر راکھ کر دے گی۔

پھر جب حضور علیہ السلام نے اگلی آیات پڑھیں۔

یوم تمور السماء مورا ۔ وتسیرا الجبال سیرا ۔ فویل یومئذ للکمذبین۔

جس دن آسمان بہت تھرتھرا ہوگا، اور پہاڑ اپنی جگہ کو چھوڑ کر تیزی سے چلنے لگیں گے پس بربادی ہوگی اس دن جھٹلانے والوں کے لئے۔

جبیر کہتے ہیں مجھ پہ بہت زیادہ دہشت اور خوف طاری ہوگیا پھر حضور علیہ السلام نے جب یہ آیت پڑھی

ام عندھم خزائن ربك ام ھم المصیطرون۔

کیا تیرے رب کے خزانے ان (کافروں) کے قبضے میں ہیں یا ایسے ہی انہوں نے تسلط جما رکھا ہے۔

جبیر کہتے ہیں یہ آیت سننے کی دیر تھی کہ ایسے لگا جیسے میرا دل سینے میں پھٹ گیا ہے یا سینہ چیر کر باہر آ رہا ہے چنانچہ نماز کے فوراً بعد میں حضور علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت ہوا اور اسلام قبول کرلیا۔ (زینی دحلان، السیرۃ النبویہ ج ۳ صفحہ ۱۱۱)

ایک خاتون کا عجیب طرز گفتگو، ہر بات کا جواب قرآنی آیت سے

اس واقعہ کے راوی حضرت عبداللہ بن مبارک ہیں جو عباسی دور میں عظیم المرتبت حق

پسند عالم ہو گزرے ہیں۔ جن کے گرد ایک بار ہجوم دیکھ کر قصر شاہی سے بھی یہ صدا گونجی تھی کہ سچی بادشاہی تو یہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک کی ملاقات ایک سفر میں ایک ایسی معمر خاتون سے ہوئی جو قافلے سے بچھڑ کر راستہ بھٹک گئی تھی۔ پھر جو کچھ ہوا اس کی روئیداد پیش خدمت ہے۔

ایک معمر عرب خاتون حج کے راستہ میں ایک درخت کے تنے کے پاس بیٹھی تھی۔ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اس کے پاس سے گزرے۔ آپ بھی حج بیت اللہ اور زیارت روضہ نبی اکرم ﷺ کی غرض سے حالت سفر میں تھے۔ بوڑھی کو کچھ پریشان اور مایوس پا کر انہوں نے اس سے بات کی۔ پورا مکالمہ درج ذیل ہے:

حضرت عبداللہ بن مبارک: السلام علیکم ورحمتہ اللہ

خاتون: سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ

یعنی سلام نہایت مہربان رب کا قول ہے۔ مراد یہ کہ سلام کا جواب تو خود اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔

خاتون: مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ۔ جسے اللہ بھٹکا دے اسے کوئی راہ پر لانے والا نہیں۔ مراد یہ کہ میں راستہ بھول گئی ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ: آپ کہاں سے آ رہی ہیں؟

خاتون: سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا "یعنی پاک ہے وہ (خدا) جو اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے گیا (مراد یہ تھی کہ میں مسجد اقصیٰ سے آ رہی ہوں۔)

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ: آپ یہاں کب سے پڑی ہیں؟

خاتون: ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا۔ برابر تین رات سے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ: تمہارے کھانے کا کیا انتظام ہے؟

خاتون: اَلَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَ يَسْقِيْنِ۔ وہ (خدا) مجھے کھلاتا پلاتا ہے (یعنی کہیں نہ کہیں سے رزق مہیا ہو جاتا ہے)

حضرت عبداللہ بن مبارک: کیا وضو کا پانی موجود ہے؟

خاتون: فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا۔
اگر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمّم کرو (مطلب یہ کہ پانی نہیں مل رہا ہے۔ سو تیمّم کر لیتی ہوں)

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ: یہ کھانا حاضر ہے، کھا لیجئے۔

خاتون: اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ۔ روزے رات کے آغاز تک پورے کرو (اشارہ یہ تھا کہ میں روزے سے ہوں)

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ: یہ رمضان کا مہینہ تو نہیں ہے۔

خاتون: وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا لا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ۔
اور جو نیکی کے طور پر خوشی سے روزہ رکھے تو بیشک اللہ تعالیٰ قدردان اور علیم ہے (یعنی میں نے نفلی روزہ رکھا ہے)

حضرت عبداللہ بن مبارک: لیکن سفر میں تو روزہ افطار کر لینے کی اجازت ہے؟

خاتون: وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔
اور اگر تم روزہ رکھو تو تمہارے لئے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔

حضرت عبداللہ بن مبارک: آپ میرے جیسے انداز میں بات کریں۔

خاتون: مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ۔
وہ (انسان) کوئی بات نہیں کرتا مگر یہ کہ اس کے پاس ایک مستعد نگہبان ضرور ہوتا ہے (یعنی چونکہ انسان کے ہر لفظ پر ایک فرشتہ نگہبانی کرتا ہے اور اس کا اندراج ہوتا ہے اس لئے بربنائے احتیاط میں قرآن کے الفاظ میں ہی بات کرتی ہوں)

حضرت عبداللہ بن مبارک: کس قبیلہ سے تعلق رکھتی ہیں؟

خاتون: وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ط اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا۔ جو بات تمہیں معلوم نہ ہو اس کے درپے نہ ہو۔ بیشک کان، آنکھ اور دل اس کی طرف سے جواب دہ ہیں۔ یعنی جس معاملے کا پہلے سے آپ کو کچھ علم نہیں اور نہ جس سے کچھ واسطہ ہے، اسے پوچھ کر اپنی قوتوں کو ضائع کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک: مجھے معاف کر دیں۔ میں نے واقعی غلطی کی۔

خاتون: لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ ۔آج تم پر کوئی ملامت نہیں اور اللہ تمہیں بخش دے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک: کیا آپ میری اونٹنی پر بیٹھ کر قافلہ سے جا ملنا پسند کریں گی؟

خاتون: مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ یَّعْلَمْہُ اللّٰہُ ۔اور تم جو نیکی کرتے ہو، اللہ اسے جان لیتا ہے (یعنی اگر آپ مجھ سے یہ حسن سلوک کرنا چاہیں تو اللہ اس کا اجر دے گا)

حضرت عبداللہ بن مبارک: اچھا تو پھر سوار ہو جایئے۔ (یہ کہہ کر حضرت نے اپنی اونٹنی بٹھا دی)

خاتون: قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ

اور ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ وہ (خواتین کا سامنا ہونے پر) نگاہیں نیچی رکھیں۔

حضرت عبداللہ مدعا سمجھ گئے اور منہ پھیر کر ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ لیکن جب خاتون سوار ہوئیں تو اونٹنی بدکی اور خاتون کا کپڑا کجاوے میں الجھ کر پھٹ گیا اور وہ پکار اٹھیں۔

خاتون: وَمَا اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ ۔تمہیں جو مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے اپنے ہی کئے کرائے (کوتاہی ولغزش) کا نتیجہ ہے۔

(خاتون گویا حضرت عبداللہ کو توجہ دلا رہی تھیں کہ یہاں کچھ مشکل پیش آ گئی ہے۔

حضرت عبداللہ سمجھ گئے اور اونٹنی کا پیر باندھا اور کجاوے کے تسمے درست کئے۔ خاتون نے حضرت عبداللہ کی مہارت و قابلیت کی تحسین کرنے کے لئے ایک آیت کے ذریعے اشارہ کیا)

خاتون: فَفَھَّمْنٰھَا سُلَیْمٰنَ ۔ہم نے سلیمان (علیہ السلام) کو اس معاملے میں فہم و بصیرت دی اور پھر جب سواری کا مرحلہ طے ہو گیا تو خاتون نے سواری پر بیٹھنے کی آیت (دعا) پڑھی:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَ اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۔

پاک ہے وہ ذات جس نے اس (سواری) کو ہمارے لئے مفید خدمت کے قابل بنا دیا۔

ورنہ ہم (اپنے بل بوتے پر) اس قابل نہ تھے۔ اور یقیناً ہمیں لوٹ کر (جواب دہی کے لئے) اپنے رب کے سامنے حاضر ہونا ہے۔

اب حضرت عبداللہ نے اونٹنی کی مہار تھامی اور حُدی (عربوں کا مشہور نغمہ سفر) الاپتے ہوئے تیز تیز چلنے لگے۔

خاتون: وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ۔

اپنی چال میں اعتدال اختیار کرو اور اپنی آواز دھیمی رکھو۔

حضرت عبداللہ بات سمجھ گئے اور آہستہ آہستہ چلنے لگے اور گنگنانے کی آواز بھی پست کر دی۔

خاتون: فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ

پھر قرآن میں جتنا کچھ آسانی کے ساتھ پڑھ سکو پڑھو یعنی فرمائش ہوئی کہ حُدی (شعر ونغمہ) کے بجائے قرآن میں سے کچھ پڑھیے۔ حضرت عبداللہ قرآن پڑھنے لگے اور خاتون نے اس پر خوش ہو کر کہا: وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ اور اہل دانش وبینش ہی نصیحت قبول کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ نے کچھ دیر قرآن پڑھنے کے بعد کہا۔

حضرت عبداللہ بن مبارک: اے خالہ کیا آپ کے شوہر ہیں؟ (یعنی زندہ ہیں)

خاتون: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ۔ اے ایمان والو ایسی باتوں کے متعلق نہ پوچھو جو اگر تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری معلوم ہوں (خاتون کا مطلب یہ تھا کہ اس معاملے میں سوال نہ کرو اور قرینہ بتا رہا تھا کہ غالباً خاتون کے شوہر فوت ہو چکے ہیں)

آخر کار ان دونوں نے قافلے کو جا پکڑا۔

حضرت عبداللہ بن مبارک: کیا اس قافلہ میں آپ کا کوئی لڑکا یا عزیز ہے جو آپ سے تعلق رکھتا ہے؟

خاتون: اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا۔ مال اور اولاد دنیوی زندگی کی زینت ہیں۔ (یعنی میرے بیٹے بھی قافلے میں شامل ہیں، اور ان کے ساتھ مال واسباب بھی ہے)

حضرت عبداللہ بن مبارک: آپ کے لڑکے قافلہ میں کیا کام کرتے ہیں (موصوف کا مدعا یہ تھا کہ ان کو پہچاننے میں آسانی ہو)

خاتون: وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ۔

اور نشانیاں یہ ہیں اور ستاروں سے وہ راہ پاتے ہیں۔

(مفہوم یہ تھا کہ وہ قافلہ کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے ہیں)

حضرت عبداللہ بن مبارک: کیا آپ ان کے نام بتا سکتی ہیں؟

بڑھیا: وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ۝ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ۝ۚ

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ۔

اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو دوست بنایا اور موسیٰ سے کلام کیا۔ اے یحییٰ اس کتاب کو قوت سے پکڑو۔ (ان تینوں آیتوں کو پڑھ کر خاتون نے بتا دیا کہ ان کے نام ابراہیم، موسیٰ اور یحییٰ ہیں) حضرت عبداللہ نے قافلہ میں ان ناموں کو پکارنا شروع کیا تو وہ تینوں نوجوان فوراً حاضر ہو گئے۔

خاتون: (اپنے لڑکوں سے)

فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ۔ اپنے لوگوں میں سے کسی کو اپنا سکہ (یعنی نقدی) دے کر شہر میں (کھانا خریدنے کے لئے) بھیجو۔ اور اسے چاہیے کہ وہ دیکھے کون سا کھانا زیادہ پاکیزہ ہے۔ پھر اس میں سے تمہارے پاس روزی لے آئے۔ (یعنی لڑکوں کو کھانا کھلانے کی ہدایت کی)

اور جب کھانا لایا گیا تو خاتون نے حضرت عبداللہ بن مبارک سے کہا۔

خاتون: كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِى الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ۔ ہنسی خوشی کھاؤ پیو۔ بہ سبب اس اچھے کام کے جو تم نے گزشتہ ایام میں کیا اور ساتھ ہی دوسری آیت پڑھی جس کا منشا یہ تھا کہ میں آپ کے حسن سلوک کی شکر گزار ہوں۔ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ۔ نیکی کا بدلہ نیکی ہی ہو سکتا ہے۔

یہاں تک پہنچ کر یہ مبارک گفتگو ختم ہو گئی۔ اور اس ضعیف خاتون کے لڑکوں نے عبداللہ بن مبارک کو بتایا کہ ان کی والدہ چالیس سال سے اسی طرح قرآن ہی کے ذریعے

گفتگو کررہی ہیں۔(حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں چند سال کے بعد میں اس مائی کی زیارت کو حاضر ہوا تو حالت نزع میں تھی میں نے حال پوچھا تو جواب ملا وَجَـــآءَ تْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ۔

موت کی سختیاں آ پہنچی ہیں۔

میں رونے لگا تو مائی نے کہا: كُـلُّ مَـنْ عَـلَيْهَا فَانٍ ۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ۔

(ہر شئی بدل گئی مگر مائی کی بولی نہ بدلی)

؎ بدلے گا زمانہ لاکھ مگر قرآن نہ بدلا جائے گا
ہے قولِ محمد قول خدا فرمان نہ بدلا جائے گا

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں مائی کو فوت ہو جانے کے بعد میں نے خواب میں دیکھا اور پوچھا: آپ سے کیا معاملہ کیا گیا؟

مائی نے پھر بھی قرآن کی آیات سے مجھے جواب دیا۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِي جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ۔بے شک پرہیز گار لوگ باغات اور نہروں میں ہیں۔

مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جنت عطا فرمادی)۔(سیارہ ڈائجسٹ' قرآن نمبر لاہور نمبر ۱۹۶۹ء)

ایجاز قرآن کے واقعات

قرآن کریم کے معجزہ ہونے کی ایک وجہ ایجاز ہے اور ایجاز کا مفہوم علماء ربانی نے یہ بیان کیا ہے۔

اَلْاِيْجَازُ: قِلَّةُ اللَّفْظِ وَكَثْرَةُ الْمَعْنٰى

"الفاظ کی تعداد بہت کم ہو اس کے باوجود اس کے دامن میں لطائف و حکم کے جو سمندر ٹھاٹھیں ماررہے ہوں، وہ بیکراں ہوں۔"

یعنی چند الفاظ میں کثیر التعداد معانی کو سمو دیا گیا ہو مثال کے طور پر اس آیت قرآنی کا مطالعہ فرمایئے۔وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ۔

اس میں صرف تین لفظ ہیں لیکن یہاں اس میں جو معانی و معارف بیان کئے گئے ہیں۔ان کی کوئی انتہا نہیں۔ان دو کلمات میں قاتل کی سزا بھی بیان کردی اور اس میں جو

حکمتیں مضمر ہیں ان کو بھی واضح انداز سے بیان کر دیا گیا۔

اس آیت کریمہ میں قانون قصاص کی علت اور حکمت بیان کی جارہی ہے۔ یعنی اگر بے گناہ قتل کرنے والے کو اس کے جرم کے برابر پوری سزا نہیں دی جائے گی تو اس کا حوصلہ بڑھے گا اور مجرمانہ ذہنیت کے دوسرے لوگ بھی نڈر ہو کر قتل و غارت کا بازار گرم کر دیں گے۔ لیکن اگر قاتل کو اس کے جرم کے بدلے قتل کر دیا گیا تو دوسرے مجرم بھی اپنا بھیانک انجام دیکھ کر باز آجائیں گے؟ اس طرح ایک قاتل کو قتل کرنے سے بے شمار معصوم جانیں قتل و غارت سے بچ جائیں گی۔

آج بعض ملکوں میں قتل کی سزا موت منسوخ کر دی گئی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ سزا ظالمانہ اور بہیمانہ ہے، مقتول تو قتل ہو چکا اب اس کے عوض ایک دوسرے آدمی کو تختہ دار پر لٹکا دینا بے رحمی نہیں تو کیا ہے۔

آپ خوفناک حقائق کو دلکش عبارتوں سے حسین بنا سکتے ہیں لیکن نہ آپ ان کی حقیقت کو بدل سکتے ہیں اور نہ ان کے برے نتائج کو رونپذیر ہونے سے روک سکتے ہیں۔ جس ملک کے قانون کی آنکھیں ظالم قاتل کے گلے میں پھانسی کا پھندا دیکھ کر پرنم ہو جائیں، اس ملک میں مظلوم و بے کس کا خدا ہی حافظ ہے۔ وہ معاشرہ اپنی آغوش میں ایسے مجرموں کو ناز و نعم سے پال رہا ہے جو اس کے چمنستان کے شگفتہ پھولوں کے مسخ کر کے رکھ دیں گے۔ وہ دین جو دین فطرت ہے جو ہر قیمت پر عدل و انصاف کا ترازو برابر رکھنے کا علمبردار ہے اس سے ایسی بے جا بلکہ نازیبا ناز برداری کی توقع عبث ہے۔

اس مفہوم کو بیان کرنے کے لئے بڑے بڑے بلغاء نے کوشش کی ہے لیکن قرآن کریم کے ایک جملہ میں جو وسعت اور جامعیت ہے وہ اس کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچ سکے۔ کلام الٰہی کے اس ایجاز کو دیکھ کر بڑے بڑے خطباء اور شعراء دم بخود ہو جایا کرتے تھے۔

☆ ادب و لغت کے امام ابوعبید بیان کرتے ہیں ایک بدو نے ایک شخص کو یہ آیت پڑھتے سنا۔ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ۔ (سورۃ الحجر:۹۴) سو آپ اعلان کر دیجئے اس کا جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ وہ اس کی فصاحت و بلاغت سے یوں متاثر ہوا کہ غیر ارادی طور پر سربسجود ہو گیا۔ اور کہا: میں نے اس آیت کی فصاحت کیلئے اس کو سجدہ کیا ہے۔

☆ ایک دوسرے اعرابی نے کسی شخص کو سورہ یوسف کی یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا۔

فَلَمَّا اسْتَيْئَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا۔ (سورہ یوسف:۸۰) وہ پکار اٹھا۔

اَشْهَدُ اَنَّ مَخْلُوْقًا لَا يَقْدِرُ عَلٰى مِثْلِ هٰذَا الْكَلَامِ

"میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ کوئی انسان ایسا جملہ زبان پر نہیں لا سکتا۔"

اس کی بلاغت میں اعجاز ہے اسے جو سنتا ہے دنگ رہ جاتا ہے۔

امام اصمعی کو پانچ سال کی بچی نے لاجواب کر دیا

اصمعی، ادب عربی اور نحو میں یگانہ عصر تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک کمسن بچی جس کی عمر پانچ یا چھ سال تھی، یہ کہتے سنا۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ مِنْ ذُنُوْبِيْ كُلِّهَا "میں اپنے تمام گناہوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتی ہوں۔"

اصمعی کہتے ہیں میں نے اسے کہا اے بچی! تم تو ابھی کمسن ہو بالغ نہیں ہو تم کن گناہوں سے مغفرت طلب کر رہی ہو؟ اس نے جھٹ جواب دیا۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِذَنْبِيْ كُلِّهٖ قَتَلْتُ اِنْسَانًا بِغَيْرِ حِلِّهٖ

مِثْلَ غَزَالٍ نَاعِمٍ فِيْ دَلِّهٖ اِنْتَصَفَ اللَّيْلُ وَلَمْ اُصَلِّهٖ

"میں اپنے تمام گناہوں سے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتی ہوں۔ میں نے ایک بے گناہ شخص کو قتل کر دیا ہے جو اپنے ناز و نخرہ میں ایک نازک اندام ہرن کی طرح تھا۔ رات آدھی گزر گئی ہے اور ابھی تک میں نے نماز عشاء ادا نہیں کی۔"

اصمعی کہتے ہیں میں نے جب اس کے یہ دو شعر سنے تو میں پھڑک اٹھا۔ میں نے اسے کہا۔ فَاتَلَكِ اللّٰهُ مَا اَفْصَحَكِ۔ "بچی تم کس بلا کی فصیح و بلیغ ہو۔"

وہ کہنے لگی، تم قرآن کریم کی یہ آیت پڑھنے کے بعد بھی اس کلام کو فصیح کہتے ہو۔ اس نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھ کر سنائی۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ○ (سورۃ القصص:۷)

''اور ہم نے الہام کیا موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف کہ بچے کو بے خوف وخطر دودھ پلاتی رہ۔ پھر جب اس کے متعلق تمہیں اندیشہ لاحق ہو تو ڈال دینا اس کو دریا میں اور ہرگز نہ ہراساں ہونا اور نہ غمگین ہونا یقیناً ہم لوٹا دیں گے اس بچے کو تیری طرف اور ہم بنانے والے ہیں اسے رسولوں میں سے۔''

اس آیت میں مختلف مضامین کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ اس میں دو امر، دو نہی ہیں۔ دو خبریں ہیں اور دو بشارتیں ہیں۔ دو امر تو یہ ہیں: اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے حضرت موسیٰ کی والدہ کو کہ اسے دودھ پلاتی رہ اور پھر اس کو دریا میں ڈال دے ''نہی'' یہ ہیں۔ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ ''ذرا خوف نہ کرنا، ذرا غمگین نہ ہونا۔'' دو خبریں ہیں۔ اَوْحَيْنَا يعنی ''ہم نے وحی کی۔'' فَاِذَا خِفْتِ ''جب تم خوفزدہ ہو۔'' دو بشارتیں ہیں۔ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ''ہم اس کو تیرے پاس لوٹا دیں گے اور ہم ان کو رسولوں کے زمرہ میں شامل کرلیں گے۔''

ان لطافتوں سے وہی لوگ لطف اندوز ہوتے ہیں جو عربی زبان کے ماہر ہوں۔

بدو نے فاروق اعظم کو حیران کر دیا

ایک روز حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مسجد میں سو رہے تھے اچانک ایک آدمی آپ کے سرہانے کے قریب کھڑا ہو کر کلمہ شہادت پڑھنے لگا۔ اس کی آواز سے آپ کی آنکھ کھل گئی۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو۔ اس نے کہا میں روم کے پادریوں کا سردار ہوں۔ میں نے ایک روز ایک مسلمان جنگی قیدی کو آپ کی آسمانی کتاب کی یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا۔

مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○

(سورۃ النور آیت نمبر ۵۲)

''جو شخص اطاعت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول کی اور ڈرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ سے اور بچتا رہتا ہے اس کی نافرمانی سے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔''

میں عربی زبان اچھی طرح جانتا ہوں۔ میں نے جب یہ آیت سنی اور اس میں غور وفکر

کیا تو میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے جو کتاب نازل کی۔ دنیا و آخرت کے بارے میں جو ہدایات اس میں بیان کی گئی ہیں ان تمام امور کا خلاصہ اس آیت میں موجود ہے۔ یہ آیت سن کر، اس کی فصاحت و بلاغت اور جامعیت سے متاثر ہو کر میں حلقہ بگوش اسلام ہو گیا ہوں اور آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا ہوں۔

(السیرۃ النبویہ ج ۳ ص ۹۹)

مسیلمہ کذاب کی ناکام کوشش

عرب کے بعض فصحاء جن کو اپنی فصاحت و بلاغت پر بڑا ناز تھا انہوں نے کوششیں بھی کیں کہ قرآن کریم کے چیلنج کو قبول کریں اور اس کے مقابلے میں ایک سورۃ پیش کر دیں لیکن ان سب کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا اور وہ از خود اس ارادہ سے باز آ گئے۔

ان لوگوں کے بارے میں دو تین مثالیں سن لیں تا کہ آپ خود فیصلہ کر سکیں ”چہ نسبت خاک راہ بہ عالم پاک“ کہ خاک کے ان ذروں کو عالم بالا کی رفعتوں سے کوئی نسبت نہیں۔

انہیں سے ایک مسیلمہ کذاب ہے۔ جس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا اور اپنی چرب زبانی اور ملمع سازی سے اپنی قوم کے بے شمار لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ اس نے بھی کوشش کی کہ وہ چند آیات لکھ کر قرآن کریم سے ان کا موازنہ کرے لیکن اس نے بڑی سوچ بچار اور محنت و جانکاہی سے جو فقرے مرتب کئے انہیں لغت عرب کا ایک ابتدائی طالب علم بھی سنتا ہے تو اسے ہنسی آ جاتی ہے۔

آپ قرآنی آیات کو پیش نظر رکھیں پھر اس کذاب اور عیار کی وضع کی ہوئی عبارت کا مطالعہ کریں حقیقت خود بخود آشکارا ہو جائے گی۔ وہ کہتا ہے۔

یَا ضِفْدَعُ کَمْ تَنْقِیْنَ اَعْلَاکِ فِی الْمَاءِ وَ اَسْفَلُکِ فِی الطِّیْنِ لَا الْمَاءَ تُکَدِّرِیْنَ وَلَا الشُّرْبَ تَمْنَعِیْنَ۔

”اے مینڈک! تو کب تک ٹرّاتا رہے گا۔ تیرا اوپر والا حصہ پانی میں ہے اور نچلا حصہ کیچڑ میں نہ تو پانی گدلا کر سکتا ہے اور نہ پانی پینے سے تو منع کر سکتا ہے۔“

مسیلمہ کذاب کی یہ عبارت آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ معلوم نہیں ان بے جوڑ، بے مغز

اور مہمل فقرات کو یکجا کرنے کے لئے اس نے کتنی راتیں جاگ کر گزاری ہوں گی اور نہ جانے اس نے اپنے کتنے دن ایسے الفاظ کی تلاش میں گزارے ہوں گے جن سے وہ ایسے چند فقرے بنائے اور قرآن کریم کا مقابلہ کرنے کا دعویٰ کرے، لیکن آپ ان الفاظ کو دیکھیں، ان کے معانی پر غور کریں وہاں انسان کی روحانیت اور کلام الٰہی کی افادیت کا نام و نشان تک نہیں، تو پھر اس کی یہ یاوہ گوئیاں قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کا کیونکر مقابلہ کر سکتی ہیں بلکہ ان بے جوڑ جملوں اور لغو الفاظ کو قرآن کریم سے مقابلہ کرنے کے لئے پیش کرنا فصاحت و بلاغت کی توہین ہے۔ ایک بار مسیلمہ نے قرآن کریم کی سورہ النازعات سنی تو پھر اس کی باسی کڑھی میں ابال آیا اور اس سورۂ پاک کا مقابلہ کرنے کے لئے اس نے اپنا زور قلم آزمانے کی دوبارہ حماقت کی۔

بارِ دیگر

سورہ النازعات کی پہلی چند آیات اور اس کا ترجمہ آپ ذہن نشین کرلیں پھر مسیلمہ کذاب کی اس ہرزہ سرائی کا مطالعہ کریں تو آپ کو ابکائیاں آنے لگیں گی۔

رب العرش العظیم کا کلام ہے۔

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۝ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۝ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۝ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝ یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝ قُلُوْبٌ یَّوْمَىٕذٍ وَّاجِفَةٌ ۝ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝

"قسم ہے فرشتوں کی جو غوطہ لگا کر جان کھینچنے والے ہیں اور بند آسانی سے کھولنے والے ہیں اور تیزی سے تیرنے والے ہیں۔ پھر تعمیل ارشاد میں دوڑ کر سبقت لے جانے والے ہیں پھر حسب حکم ہر کام کا انتظام کرنے والے ہیں۔ جس روز تھرتھرائے گی تھرتھرانے والی۔ اس کے پیچھے ایک اور جھٹکا ہوگا۔ کتنے دل اس روز خوف سے کانپ رہے ہوں گے اور ان کی آنکھیں ڈر سے جھکی ہوں گی۔"

کلام الٰہی کی ان آیات میں آپ نے آیات کی شان اعجاز اور ان میں جلال و جمال خداوندی کی جھلک کا مشاہدہ کیا۔

اب اس کذاب و دجال مسیلمہ کا کلام سنیں جو اس نے قرآن کریم کی اس سورت کا مقابلہ کرنے کے لئے پیش کیا وہ کہتا ہے۔

وَالزَّارِعَاتِ زَرْعًا ۔ وَالْحَاصِدَاتِ حَصْدًا ۔ وَالزَّارِيَاتِ قَمْعًا ۔ وَالطَّاحِنَاتِ طَحْنًا ۔ وَالْحَافِرَاتِ حَفْرًا ۔ وَالثَّارِدَاتِ ثَرْدًا ۔ وَاللَّاقِمَاتِ لَقْمًا ۔ لَقَدْ فُضِّلْتُمْ عَلٰى اَهْلِ الْوَبَرِ وَمَا سَبَقَكُمْ اَهْلُ الْمَدَرِ ۔ اِلٰی غَيْرِ ذٰلِكَ مِنَ الْهَذَيَانِ ۔

ازارہ انصاف خود ہی فیصلہ کیجئے کہ یہاں فصاحت و بلاغت نام کی کوئی چیز ہے۔
دیوانے کی اس بڑ کو کلام الٰہی کی سراپا دانش و حکمت آیات سے کوئی دور کی نسبت بھی نہیں

سورۂ فیل کا مقابلہ

اسی زمرہ کے ایک اور احمق نے سورۃ الفیل کا مقابلہ کرنے کے لئے بڑی مغز ماری کے بعد چند جملے لکھے جن میں معنویت کا شائبہ تک نہیں۔ وہ بھی پیش ہیں۔

اس نے سورۃ الفیل کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے اپنی طرف سے جھک ماری ہے۔
اس پر بھی ایک نظر ڈالیں۔ وہ کہتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِالْحُبْلٰى ۔ خَرَجَ مِنْ بَطْنِهَا نَسَمَةٌ تَسْعٰى ۔ مِنْ بَيْنِ شَرَاسِيْفَ وَاَحْشَاءٍ۔

اسی طرح اس کے ایک دوسرے بھائی نے سورۃ فیل کے مقابلہ کے لئے یہ کلام لغو پیش کیا۔
اَلْفِيْلُ مَا الْفِيْلُ ۝ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْفِيْلُ ۝ لَهٗ ذَنَبٌ وَثِيْلٌ ۝ وَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ خَلْقِ رَبِّنَا لَقَلِيْلٌ ۝ (السیرۃ النبویہ ج ۳ ص ۹۸-۹۹)

قرآن کریم کی دوسری امتیازی شان جس نے اس کو بے نظیر اور بے مثال بنا دیا ہے اور میدان فصاحت کے شہسواروں کو اس کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا ہے وہ یہ ہے کہ قرآن کریم اگرچہ اسی عربی زبان میں ہے جس زبان کے یہ لوگ ماہر شمار کئے جاتے تھے لیکن ان کی تمام اصناف کلام میں سے کسی کے ساتھ اس کی دور کی بھی مماثلت نہ تھی۔ ان کا کلام نثر میں بھی تھا اور نظم میں بھی تھا۔ لیکن قرآن کریم کی سورتوں کو نہ نظم کہا جا سکتا ہے نہ نثر۔

انہیں چیزوں کو دیکھ کر اہل عرب کی عقلیں حیران و ششدر ہو گئی تھیں اور ان پر قرآن کریم کی ایک ہیبت و دہشت طاری ہو گئی تھی۔ انہیں یہ ہمت نہ رہی کہ وہ اس کلام بلاغت نظام کا مقابلہ کرنے کا خیال تک بھی دل میں لے آئیں۔ سو جن بدنصیبوں نے اس اکھاڑہ میں اترنے کی سعی مذموم کی ان کو قرآن کریم کی فصاحت نے یوں زمین پر پٹخا کہ پھر اٹھنے کی ان میں سکت نہ رہی۔

عربی کا ماہر بچے سے قرآن سن کر دہشت زدہ ہو گیا

جن لوگوں نے قرآن کریم کا مقابلہ کرنے کا عزم کیا ان میں سے اندلس کا ایک مشہور حکیم اور ادیب تھا، جس کا نام یحییٰ بن حکیم تھا جو اپنے زمانے میں سارے اندلس میں اپنا کوئی مثل نہیں پاتا تھا۔ ایک سو تیس سال کی عمر پائی اور اس کی وفات دو صد پچپن ہجری میں ہوئی۔ اس نے سورہ اخلاص جیسی ایک سورت لکھنے کا ارادہ کیا لیکن اس پر کلام الٰہی کی ایسی ہیبت اور ایسا رعب طاری ہوا کہ اس نے اس مقابلہ کے میدان سے ہٹ جانے میں ہی اپنی سلامتی سمجھی آخر کار اس کو یہ اعتراف کرنا پڑا کہ یہ وہ کلام ہے کہ کوئی شخص اس جیسا کلام پیش کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اپنے اس گناہ عظیم سے صدق دل سے توبہ کی اور ساری عمر قرآن کریم کی رفعتوں اور عظمتوں کے سامنے سر افگندہ رہا۔

المقفع، نامی ایک شخص جو اپنے زمانے میں عربی زبان کے فصحاء و بلغاء کا سرتاج تصور کیا جاتا تھا، اس کا زمانہ تابعین کا زمانہ تھا، اس نے ارادہ کیا کہ قرآن کریم کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک سورت لکھے گا۔ چنانچہ اس نے کئی ماہ اس مقصد کے لئے شبانہ روز محنت کی اور جب اس نے اپنے خیال کے مطابق ایک سورت کا مسودہ مرتب کر لیا تو اتفاق سے اس کا گزر ایک مکتب سے ہوا جہاں بچے قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے اور تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ جب وہ اس مکتب کے پاس سے گزرا تو اس نے سنا ایک معصوم بچہ یہ آیت تلاوت کر رہا ہے۔

وَقِيلَ يَٰأَرْضُ ٱبْلَعِى مَآءَكِ وَيَٰسَمَآءُ أَقْلِعِى وَغِيضَ ٱلْمَآءُ وَقُضِىَ ٱلْأَمْرُ وَٱسْتَوَتْ عَلَى ٱلْجُودِىِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ ٱلظَّٰلِمِينَ ○

(سورہ ھود: ۴۴)۔

''حکم دیا گیا اے زمین نگل لے اپنے پانی کو، اے آسمان تھم جا اور اتر گیا پانی اور حکم الٰہی نافذ ہو گیا اور ٹھہر گئی کشتی جودی پہاڑ پر اور کہا گیا ہلاکت و بربادی ہو ظالم قوم کے لئے۔''

مقفع نے اچانک جب یہ آیت سنی تو دہشت کے باعث اس پر لرزہ طاری ہو گیا اور کہنے لگا۔

اَشْهَدُ اَنَّ هٰذَا مَاهُوَ مِنْ كَلَامِ الْبَشَرِ وَ اَنَّ هٰذَا لَا يُعَارَضُ اَبَدًا۔

(السیرۃ النبویہ ج ۳ ص ۱۰۰)

''میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کلام کا مقابلہ کرنا ناممکن ہے۔'' (ضیاء النبی)

وہیں سے وہ اپنے گھر لوٹ آیا جو کچھ اس نے لکھا تھا اسے مٹا دیا اور جس کاغذ پر لکھا تھا اس کو پرزہ پرزہ کر دیا۔

حاصل کلام

قرآن مقدس جس زمانہ میں نازل ہوا اس وقت فصاحت و بلاغت کا بڑا چرچا تھا اشعار کے ترنم اور قصائد کے وجد آفریں نغموں سے سارے عرب کی فضا گونجا کرتی تھی ملک کے مرکزی مقامات پر مشاعرے منعقد ہوتے اور اس سلسلہ میں بڑے بڑے میلے لگا کرتے تھے یہاں تک کہ عرب کے عوام و خواص بہترین کلام کے سامنے جھک جاتے اور سجدے کیا کرتے تھے چنانچہ مورخین کا بیان ہے کہ فصاحت و بلاغت کے جو بے مثل سات قصیدے خانہ کعبہ میں آویزاں تھے ڈیڑھ سو برس تک عرب ان پر جھکتے رہے تھے فصاحت و بلاغت کے اس دور میں ظاہر تھا کہ حضور کو ایسا ہی معجزہ دیا جاتا جو عرب کو اس فن میں عاجز بنا دیتا اور وہ اس معجزے کے سامنے سر جھکا دیتے اور اس کے اعجاز سے متاثر ہو کر آخری نبی کی نبوت اور خدا کی وحدانیت پر ایمان لے آتے چنانچہ حضور ﷺ کو قرآن مجید کا معجزہ عطا کیا گیا۔ اور جب حضور نے قرآن حکیم پڑھا تو وہ مبہوت گئے اور ایک اُمی شخص کی زبان سے فصاحت و بلاغت کی اس بے مثل اور معجز کلام کو سن کر گویا اوندھے منہ گر پڑے اور آخر اپنے عجز و

درماندگی کو چھپانے اور اپنے دلوں کو تسکین دینے کے لئے ان کو یہ کہنا پڑا، ان ھٰذا الا سحر یؤثر ۔"یہ کلام تو بس ایک قسم کا جادو ہے" جس کا واضح مطلب یہ تھا کہ حضور ﷺ (معاذ اللہ) جادوگر ہیں اور کلام الٰہی جادو ہے یا حضور شاعر ہیں اور کلام الٰہی بے مثل شعر ہیں یا حضور معاذ اللہ دیوانے ہیں اور یہ کلام دیوانگی ہے یا حضور کاہن ہیں اور کلام الٰہی کہانت کی باتیں ہیں چند روز گزرنے کے بعد جب قرآن مجید کے نزول کا سلسلہ شروع ہو گیا اور فصحاء و شعرائے عرب نے کلام الٰہی کی فصاحت و بلاغت، اسلوب بیان اور الفاظ کی بندش پر غور کیا تو ان کی دو جماعتیں بن گئیں۔ ایک نے تو اعلانیہ اس کا اعتراف کر لیا کہ محمد (ﷺ) نے جو کلام کلام الٰہی کے نام سے پیش کیا ہے وہ نہ تو سحر ہے نہ شعر ہے اور نہ دیوانگی ہے۔

یقیناً یہ کلام بہت بڑی شے ہے اس جماعت میں سے اس فیصلہ کے بعد چند لوگ تو اس پر ایمان لائے اور زیادہ تعداد پھر بھی ایمان سے محروم رہی۔

دوسری جماعت وہ تھی جو کلام الٰہی کی فصاحت و بلاغت کی قائل تھی لیکن کلام کے اعجاز کو تسلیم نہ کرتی تھی اور لو نشاء لقلنا مثل ھٰذا "اگر ہم چاہیں تو ایسا کلام کہہ سکتے ہیں" یہ کہہ کر بات کو ٹال دیتے۔

قرآن مجید برابر نازل ہوتا رہا اور فصحاء و شعرائے عرب ایک اُمی شخص حضور ﷺ کی زبان سے اس کو سن کر پیچ و تاب کھاتے رہے۔ خدائے قدوس نے تحدی فرمائی:

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا ۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: ان کنتم فی ریب مما نزلنا ۔ تیسری جگہ ارشاد ہے قل لئن اجتمعت الانس والجن علیٰ ان یاتوا بمثل ھٰذا القران لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا ٥ (علم القرآن)

مسائل واحکام

جب بہت سے لوگ اکٹھے قرآن پڑھیں جیسے قل شریف وغیرہ میں ہوتا ہے تو سب پر لازم ہے کہ آہستہ اور دل میں قرآن پڑھیں البتہ قرآن پڑھنے والے بچوں کی ساری کلاس بلند آواز سے قرآن پڑھ سکتی ہے ورنہ ان کی تعلیم میں حرج آئے گا۔

آج کل ہندو پاک میں رسم چل نکلی ہے کہ مسجدوں میں ساری رات بلند آواز سے

شبینہ قرآن پڑھا جاتا ہے اور سارے محلے میں آواز گونجتی رہتی ہے یہ بدعت سیئہ ہے ہر آدمی کے لئے اللہ نے رات سکون کے لئے بنائی ہے تاکہ صبح اٹھ کر وہ تلاش معاش کے لئے جائے اور سپیکر میں یوں اونچا قرآن پڑھنا کہ لوگ سو نہ سکیں یہ اذیت المسلمین ہے شبینہ قرآن برطانیہ میں آ کر دیکھئے، رمضان المبارک میں لیلۃ القدر پر رات بھر مسجدیں مسلمانوں سے بھری رہتی ہیں اور وہ بیٹھ کر نوافل میں سارا قرآن سنتے ہیں اور باہر آواز نہیں جاتی پاکستان کے شبینوں میں باہر اذیت دہ شور ہوتا ہے اور اندر کوئی سننے والا نہیں۔ (بینات القرآن)

☆ قرآن پاک کا چھوٹی تقطیع پر یا تعویذی طرح چھاپنا مکروہ ہے چاہیے یہ کہ بڑی تقطیع پر چھاپا جائے۔ حروف خوب کھلے ہوں اور اس کے رکوع اور آیتوں اور منزلوں کو دیدہ زیب بنانا مستحب ہے کیونکہ اس میں قرآن پاک کی عظمت کا اظہار ہے۔ قرآن پاک اتنی جلدی پڑھنا کہ جس سے بجز تعلمون اور یعلمون کچھ سمجھ میں نہ آئے، یعنی حروف کی ادائیگی پوری طرح نہ ہو، سخت برا ہے۔ حافظوں کو اس کا بہت لحاظ رکھنا چاہیے۔

☆ جس جگہ سب لوگ اپنے کاروبار میں مشغول ہوں وہاں قرآن پاک بلند آواز سے پڑھنا منع ہے۔ یا تو تنہائی میں بلند پڑھو یا وہاں جہاں کم سے کم ایک آدمی سننے والا ہو کیونکہ اس کا سننا فرض کفایہ ہے۔

☆ چند شخصوں کا بیک وقت بلند آواز سے تلاوت کرنا منع ہے۔ یا تو ایک پڑھے باقی سنیں یا سب آہستہ پڑھیں (تیجے اور ختم والوں کو اس کا خاص خیال رکھنا چاہیے) مکتبوں اور مدرسوں میں جو بچے مل کر پڑھتے ہیں، یہ مجبوری کی وجہ سے ہے۔

☆ قرآن پاک کو خلاف ترتیب الٹا پڑھنا ممنوع ہے۔ ہاں اگر خارج نماز درمیان میں ٹھیرتا جائے جس سے الگ الگ آیتیں معلوم ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں (شامی) اور ترتیب کے مطابق جگہ جگہ سے آیتوں کا پڑھنا جائز ہے۔ جیسا کہ فاتحہ اور ختم کے وقت کیا جاتا ہے۔ (تفسیر نعیمی)

☆ فتح القدیر میں خلاصہ سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص فقہ لکھ رہا ہو تو اس کے پاس اونچی آواز سے تلاوت کرنا ممنوع ہے جبکہ لکھنے والے کے لئے قرآن پاک کا سننا ممکن نہ ہو۔ اسی طرح اگر لوگ چھت پر سوئے ہوئے ہوں تو اونچی آواز سے قرآن پڑھنا ممنوع ہے

کہ سونے والوں کی نیند خراب ہوگی اور یہ تلاوت ان کی ایذاء کا سبب بنے گی لہٰذا پڑھنے والا گناہ گار ہوگا۔ اسی لئے شرح المنیہ میں قرآن کا سننا فرض کفایہ لکھا گیا ہے کہ بعض لوگوں کے سننے سے فاستمعوا وانصتوا کا فرض ادا ہو جائے گا۔ جس طرح زیادہ لوگ بیٹھے ہوں تو کسی نے آ کر سلام کہا تو ایک کے جواب دینے سے سب کا واجب بھی ادا ہو گیا اور سلام کہنے والے کا حق بھی ادا ہو گیا۔ (ردالمختار)

☆ بازاروں میں اونچی آواز سے قرآن پاک پڑھنا منع ہے ورنہ یہ شخص قرآن کے احترام کو ضائع کرنے والا ہوگا۔

☆ قرآن پاک اگر سامنے رکھ کر پڑھا جا رہا ہے تو نظر قرآن پاک پر ہی رہنی چاہیے تاکہ زیارت کا بھی ثواب ملے اور تلاوت کا بھی، ادھر ادھر دیکھتے رہنا بالخصوص اجنبی عورت اور بے ریش خوبصورت لڑکوں کی طرف نہ دیکھے (یہ بھی عورت ہی کے حکم میں ہیں بلکہ عورت کی بہ نسبت ان سے قضاء شہوت زیادہ آسان ہے) (ردالمختار ج ا ص ۲۷۳)

☆ امام طبرانی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان کو بتایا گیا کہ ایک شخص الٹی تلاوت کرتا ہے۔ فرمایا، اس کا دل الٹا ہے (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۶۸) ہاں البتہ بچوں کو حفظ کرانے کے لئے جو آخر سے شروع کرایا جاتا ہے اس کی اجازت ہے۔

☆ قرآن پاک کو دیکھ کر پڑھنا زبانی پڑھنے سے افضل ہے کیونکہ اس کو دیکھنے کا الگ ثواب ملے گا، قرآن کو دیکھنا بھی عبادت مقصودہ ہے۔ اور اگر دیکھ کر پورا خشوع و خضوع قائم نہ رہتا ہو تو زبانی پڑھنا افضل ہے (جس طرح نماز میں آنکھیں بند کرنا منع ہے لیکن اگر آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنے میں خشوع و خضوع قائم رہتا ہو تو بند کرنا بہتر ہے)

امام طبرانی نے حضرت عثمان بن عبداللہ بن اوس ثقفی سے روایت کیا ہے کہ بغیر دیکھے پڑھنے کے ہزار درجات ہیں اور دیکھ کر پڑھنے کے دو ہزار درجات ہیں۔

☆ ریا کا خطرہ ہو تو آہستہ پڑھنا افضل ہے ورنہ بلند آواز سے افضل ہے کہ اس میں عمل زیادہ ... پہنچے گا پڑھنے والے کا اپنا دل بیدار ہوگا، ذہن

پوری طرح تلاوت کی طرف متوجہ رہے گا اور خود اپنا پڑھا ہوا سننے کا بھی ثواب ملے گا مزید براں سستی اور نیند دور ہوگی، غافل متنبہ ہونگے مگر یہ ساری باتیں اس وقت ہیں جبکہ کسی کی عبادت، نیند یا آرام میں خلل پیدا نہ ہو۔

☆ قرآن مجید پڑھنا مطلقاً مستحب ہے لیکن بعض حالات میں مکروہ بھی ہے مثلاً نماز کے دوران رکوع اور سجدے میں پڑھنا، امام کے پیچھے قیام میں پڑھنا بھی مکروہ ہے، بیت الخلاء اور حمام میں پڑھنا، اونگھتے ہوئے پڑھنا۔ جمعہ کے خطبہ کے وقت نمازیوں کا پڑھنا۔ حالت طواف میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک جائز ہے۔ نماز کی دوسری رکعت میں پہلی رکعت سے تین آیات یا اس سے زیادہ پڑھنا بھی مکروہ ہے، امام کا اتنی لمبی قرات کرنا جو نمازیوں کو دشواری میں ڈالے مکروہ ہے۔ فرض نماز میں فاتحہ کے بعد ایک ہی سورۃ کو ہر رکعت میں پڑھنا۔

☆ تلاوت کے دوران کوئی بزرگ، عالم دین، والد یا استاذ آ جائے تو اس کی تعظیم کیلئے کھڑے ہونا جائز ہے۔ (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الھندیہ ج ۳ ص ۴۲۲)

(بشرطیکہ اس اکرام و تعظیم میں ریاکاری یا دنیوی غرض ملحوظ نہ ہو)

☆ چلتے ہوئے تلاوت کرنے والا کسی کے پاس سے گزرے تو تلاوت روک کر سلام کہے اور پھر تعوذ پڑھ کے قرات شروع کر دے۔

☆ بہتر ہے کہ تلاوت کرنے والے کو سلام نہ کہا جائے، اگر کہہ دیا ہے تو قاری اشارے سے جواب دے، زبان سے جواب دینے کی صورت میں استعاذہ دہرانا ہوگا۔

☆ دوران تلاوت چھینک آ جائے تو الحمد للہ کہہ لینا مستحب ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کو ایک ماہ میں ختم کیا جائے اور سات دن سے کم میں ختم نہ کرے (یعنی ایسا معمول نہ بنائے)

(بخاری شریف ج ۲ ص ۷۵۶)

☆ قرآن پاک نماز میں ختم کرنا مستحب ہے اور بہتر ہے کہ سنت فجر میں ختم کرے۔ اور اگر نماز کے علاوہ ختم کرے تو دن یا رات کے اول حصے میں ختم کرے۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جب قرآن پاک ختم کرتے تو اپنے گھر والوں کو جمع فرما کر دعا

کرتے۔ کیونکہ بعض صحیح احادیث میں آیا ہے کہ ختم قرآن کے وقت رحمت باری کا نزول ہوتا ہے بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ختم کرنے والی کی دعا پر چار سو فرشتوں کا آمین کہنا بھی منقول ہے۔ ختم کے وقت دعا کرنا مستحب ہے۔

☆ بغیر علم کے قرآن مجید کے معانی اور اس کی تفسیر بیان کرنا حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے جس نے اپنی رائے سے قرآن پاک میں کوئی بات کی اگرچہ صحیح بھی ہو پھر بھی اس نے خطا کی۔ (سنن ابی داؤد ج ٢ ص ١٥٨)

☆ قرآن پاک یاد کر کے اس کو بھلا دینا سخت گناہ ہے، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے قرآن پڑھ کر بھلا دیا وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے کوڑھ کی حالت میں ملاقات کرے گا۔ (ابوداؤد ج ٢ ص ٧٥٣)

ایک حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا میرے سامنے گناہوں کی فہرست پیش کی گئی تو مجھے اس سے بڑا کوئی گناہ نظر نہ آیا کہ کوئی شخص قرآن پاک کی کوئی ایک آیت پڑھ کر بھلا دے۔ اس وعید کی بنا پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی یہ نہ کہے کہ میں نے فلاں فلاں آیت بھلا دی بلکہ یہ کہے کہ فلاں فلاں آیت نے مجھے بھلا دیا۔ (بخاری ج ٢ ص ٧٥٣)

☆ قرآن پاک پڑھ کر دم کرنا جائز ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام ہر رات کو سورہ اخلاص، فلق اور الناس پڑھ کر اپنی ہتھیلیوں پر دم کرتے اور پھر ان ہتھیلیوں کو اپنے سر، چہرے اور جہاں جہاں تک ہاتھ پہنچتا جسم پر پھیر لیتے۔ (بخاری شریف ج ٢ ص ٩٣٥)

تفسیر نعیمی کے حوالے سے

اگر تلاوت کرنے والا کچھ آیتیں پڑھ کر بیمار پر دم کرے تو انشاء اللہ تعالیٰ صحت ہو گی۔ دیکھو! اگر تم کسی باغ کے پاس سے گزرو تو وہاں کے پھولوں کی مہک دور تک محسوس ہوتی ہے جس سے دماغ معطر اور دل خوش ہو جاتا ہے۔ آخر یہ کیوں؟ صرف اس لئے کہ ہوا پھولوں سے لگ کر ہر چہار طرف پھیلتی ہے۔ اس ہوا کی تاثیر یہ ہوتی ہے کہ گزرنے والوں کو خوش کر دیتی تو جس [illegible] نکلے وہ کیوں نہ دافع

ہر بلا ہو۔ صحابہ کرام نے سانپ کے کاٹے ہوئے کا سورۃ فاتحہ دم کر کے علاج کیا ہے۔ اسی طرح قرآن کریم کی آیتوں کو لکھ کر تعویذ کی شکل میں) بیمار اپنے پاس رکھے تو اس کو شفا ہوتی ہے۔ جس کی آنکھ دکھتی ہو، اس کی آنکھ کے سامنے ایک سبز کپڑا باندھ دیتے ہیں اور اس سے اس کو شفا ہوتی ہے۔ آنکھ میں سرمہ لگانے سے نظر قائم رہتی ہے۔ جب یہ معمولی دوائیں کچھ دیر ہمارے ساتھ رہ کر اپنا اثر دکھا دیں تو قرآن حکیم کی آیتیں اس سے کہیں زیادہ شفا بخش کیوں نہ ثابت ہوں گی؟ صحابہ کرام نے قرآن کریم سے، قرآن شریف کی آیتوں سے بیماروں کا علاج کیا ہے۔ جس تعویذ اور دم سے حدیث پاک میں منع فرمایا گیا ہے وہ زمانہ جاہلیت کے شرکیہ منتر تھے۔ جن میں بتوں سے مدد مانگنے کے الفاظ تھے، قرآن پاک کی آیتوں سے ان کو کیا نسبت؟ اسی طرح اگر قرآن پاک کی تلاوت کر کے کسی کو ثواب بخش دیا جائے تو وہ ضرور اس کو پہنچے گا۔ اگر میں اپنا کمایا ہوا روپیہ کسی کو دوں تو دے سکتا ہوں۔ اسی طرح اپنے کمائے ہوئے ثواب کو دینے کا اختیار بھی رکھتا ہوں۔ ہاں فرق یہ ہے کہ اگر مال چند اشخاص پر تقسیم کیا جائے تو وہ بٹ کر تھوڑا تھوڑا ملے گا اور دینے والے کے پاس نہ رہے گا۔ اور اگر ثواب صدہا آدمیوں کو بخش دیا جائے تو سب کو پورا پورا ملے گا اور بخشنے والے کو ان سب کے برابر جیسے کوئی عالم یا حافظ صدھا آدمیوں کو عالم یا حافظ بنائے تو وہ علم تقسیم ہو کر نہ ملے گا بلکہ سب کو برابر ملے گا اور پڑھانے والے کے علم میں اور ترقی ہو گی۔

آج ہم لوگوں نے اپنی بے علمی کی وجہ سے قرآن کریم کے فیوض و برکات کو محدود سمجھ رکھا ہے۔ بعض لوگوں نے تو اپنے عمل سے ثابت کر دیا ہے کہ قرآن کریم فقط اس لئے آیا ہے کہ بیماری میں اسے پڑھ کر دم کر لو اور گھر میں برکت کے واسطے رکھ لو۔ جب کوئی مرنے لگے تو اس پر یٰسین پڑھ دو اور بعد الموت اس کو پڑھوا کر ایصال ثواب کرو اور باقی رہا عمل، اس کیلئے قرآن کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس کے لئے فقط ہندوؤں یا عیسائیوں کے بنائے ہوئے قوانین ہیں۔ چنانچہ بعض جگہ کے مسلمانوں نے اپنی خوشی سے اسلامی قوانین کے مقابلہ میں ہندوؤں یا عیسائیوں کے قانونوں کو اپنے پر لازم کر لیا جیسے کہ پنجاب کے زمیندار کاٹھیاواڑ کے عام مسلمان کہ انہوں نے میراث سے اپنی لڑکیوں کو قانونی طور پر محروم کر دیا اور اپنی صورت سیرت طریق زندگانی، لباس وغیرہ میں یکدم غیروں سے مل گئے اور بعض نے یہ کہنا

شروع کیا کہ قرآن فقط عمل کے لئے ہے۔ اس کی تلاوت کرنا اس سے دم کرنا تعویذ کرنا یا اس سے ایصال ثواب کرنا اس کے نزول کی حکمت کے خلاف ہے۔ قرآن عمل کے لئے اترا ہے نہ کہ طبابت اور چھومنتر کے لیے۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن پاک ایک نسخہ ہے، نسخے کے فقط پڑھتے رہنے سے شفا نہیں ملتی بلکہ اس کو استعمال کرنا چاہیئے۔ یہ وہ خیال فاسد ہے کہ جو پڑھے لکھوں کے دماغ میں بھی گھوم رہا ہے۔ مسٹر عنایت اللہ مشرقی اور ابوالاعلےٰ مودودی اور عوام دیو بندی اسی چکر میں ہیں۔ مگر خیر سے عمل وہاں بھی غائب ہے عمل کا فقط نام ہی نام ہے یا اگر عمل ہے تو ایسا اندھا جیسا کہ مشرقی نے اپنے خاکساروں سے کرا کر صدہا کو موت کے گھاٹ اتروا دیا اور خود معافی مانگ کر خیریت سے گھر آ بیٹھے۔ لیکن دوستو! ان لوگوں میں افراط ہے اور پہلے لوگوں میں تفریط تھی۔ جس طرح سے کہ ہم اپنے مال اور بدن کے اعضا سے بہت سے کام لیتے ہیں کہ آنکھ سے دیکھتے بھی ہیں روتے بھی ہیں۔ اس میں سرمہ لگا کر زینت بھی حاصل کرتے ہیں۔ ہاتھ سے پکڑتے بھی ہیں' مارتے بھی ہیں اور مار کو روکتے بھی ہیں۔ زبان سے کھاتے بھی ہیں، بولتے بھی ہیں۔ کھانے کی لذت اور اس کی سردی گرمی بھی محسوس کرتے ہیں اور ایک ہی پھونک سے گرم چائے بھی ٹھنڈی کرتے ہیں۔ سردیوں میں انگلیاں بھی گرم کرتے ہیں۔ آگ جلاتے بھی ہیں اور چراغ بجھاتے بھی ہیں۔ اسی طرح عبادات میں صدہا ایسی مصلحتیں ہیں۔ روزہ عبادت بھی ہے قسم وغیرہ کا کفارہ بھی۔ جو غریب نکاح نہ کر سکے اس کے لئے شہوت توڑنے کا ذریعہ بھی۔ اسی طرح قرآن کریم صدہا دینی اور دنیوی فوائد لے کر اترا۔ نماز قرآن کے ذریعے سے ادا ہو، کھانا وغیرہ قرآن پڑھ کر شروع کرو۔ شاہی قوانین قرآن سے حاصل کرو۔ بیمار پر قرآن پڑھ کر دم کر دیا تعویذ لکھ کر گلے میں ڈالو۔ ثواب کے لئے اس کو پڑھو، عمل اس پر کرو۔ غرضیکہ یہ قرآن بادشاہ کے لئے قانون، غازی کے لئے تلوار، بیمار کے لئے شفاء، غریب کا سہارا، کمزور کا عصا۔ بچوں کا تعویذ، بے ایمان کے لئے ہدایت، قلب مردہ کی زندگی، قلب غافل کے لئے تنبیہ، گمراہوں کے لئے مشعل راہ، زنگ آلود قلب کی صیقل ہے۔ اگر قرآن کریم صرف احکام کے لئے ہوتا اور دیگر مقاصد اس سے حاصل نہ ہوتے تو اس میں فقط احکام کی آیتیں ہوتیں۔ ذات و صفات کی آیتیں۔ متشابہات، انبیائے کرام کے قصے، آیات منسوختہ الاحکام ہرگز نہ ہونی چاہئیں

تھیں۔ کیونکہ ان سے احکام حاصل نہیں کیے جاتے۔ اسی طرح سے ان احکام کی آیتیں بھی نہ ہوتیں جن پر عمل ناممکن ہے۔ جیسے کہ نبی کی آواز پر آواز بلند کرنے کی آیتیں یا بارگاہ نبوی میں دعوت کھانے کے آداب یا نبیوں کی بیبیوں سے حرمت نکاح کی آیتیں اور قرآن پاک یہ نہ فرماتا کہ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۔ اسی طرح اگر قرآن کریم فقط برکت لینے اور دم درود کے لئے ہوتا تو اس میں احکام کی آیتیں نہ ہونی چاہئیں تھیں۔

عقلی دلیل

یہ جو کہا گیا ہے کہ قرآن ایک نسخہ ہے اور نسخہ کا پڑھنا مفید نہیں ہوتا۔ یہ مثال غلط ہے۔ بعض چیزوں کے نام میں اور پڑھنے میں تاثیر ہوتی ہے۔ پردیسی آدمی کے پاس گھر سے خط آئے تو فقط پڑھ کر ہی اس کا دل خوش ہو جاتا ہے۔ بیماری ہلکی پڑ جاتی ہے۔ کسی شخص کو مصیبت کی خبر سناؤ فقط سن کر دل کا حال بدل جاتا ہے۔ کسی کو الو گدھا کہہ دو تو آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔ کسی کے سامنے کسی کھٹی چیز کا نام لے دو تو منہ میں پانی بھر آتا ہے اگر روزہ کی حالت میں کسی کا منہ خشک ہو جائے تو اس کو دکھا کر لیموں کاٹو تو اس کی خشکی دور ہو جاتی ہے۔ ہر دوا پلائی ہی نہیں جاتی بلکہ کبھی دکھائی سنائی اور سنگھائی بھی جاتی ہے تو جب مخلوق کے نامہ و پیام میں اور ناموں میں اتنا اثر ہے تو خالق کے پیام میں کس قدر اثر ہونا چاہیے۔ خود غور کر لو۔ (تفسیر نعیمی پارہ اوّل)

قرآن کی سخاوت

سخی دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو فقیر کو بلا کر دیں۔ دوسرے وہ جو فقیر کے گھر آ کر دیں۔ کنواں بلا کر دیتا ہے دریا آ کر دیتا ہے اور سمندر بادل بنا کر عالم پر پانی برسا دیتا ہے۔ کعبہ معظمہ بھی سخی اور قرآن کریم بھی۔ مگر فرق یہ ہے کہ کعبہ معظمہ کے پاس بھکاری جائیں اور جا کر فیض لے آئیں۔ قرآن کریم کی یہ شان ہے کہ مشرق و مغرب میں گھر گھر پہنچا اور اپنا فیض جا کر دیا۔ اور جو لوگ کہ بالکل ان پڑھ تھے ان کے لئے علماء مثل بادل کے بنا بنا کر اپنی رحمتوں کی بارش ان پر بھی برسا دی۔

رہے اس سے محروم آبی نہ خاکی ہری ہوگئی دم میں کھیتی خدا کی

قرآن کی نورانیت

آفتاب، وہ نور ہے جو ایک وقت میں آدھی زمین کو چمکاتا ہے اور پھر ظاہر کو چمکاتا ہے اور اپنے سامنے والے کو چمکاتا ہے اور پھر بادل کی وجہ سے اس کی روشنی پھیکی پڑ جاتی ہے۔ کبھی اس کو گرہن بھی لگتا ہے۔ دن بھر میں تین پلٹے کھاتا ہے۔ صبح اور شام کو ہلکا اور دوپہر کو تیز۔ لیکن قرآن کریم آسمان ہدایت کا وہ چمکتا دمکتا سورج ہے جو بیک وقت سارے عالم کو چمکا رہا ہے۔ فقط ظاہر کو نہیں بلکہ دل و دماغ کو بھی منور کر رہا ہے۔ نیز اس کی روشنی جیسے میدانوں پر پڑ رہی ہے اسی طرح پہاڑوں میں غاروں میں اور تہ خانوں میں غرض کہ ہر جگہ پہنچ رہی ہے نہ کبھی اس کو گرہن لگے نہ کوئی بادل اس کی روشنی کو ڈھک سکے۔ اس کی شعاعیں بڑی تاریک گھٹاؤں کو بھی پیر کر اپنا کام کرتی ہیں۔ اسی لئے رب تعالیٰ نے قرآن پاک کے بارے میں فرمایا۔ وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا۔ انسان میں یہ طاقت ہی کہاں ہے کہ رب العالمین کے کلام کے فضائل و فوائد کما حقہ بیان کر سکے۔

کلام کی عظمت

کلام کی عظمت کلام کرنے والے کی عظمت سے ہوتی ہے۔ ایک بات فقیر بے نوا کے منہ سے نکلتی ہے۔ اس کی طرف کوئی دھیان بھی نہیں دیتا۔ اور ایک بات کسی بادشاہ یا حکیم کے منہ سے نکلتی ہے تو اس کو دنیا میں شائع کیا جاتا ہے۔ اخباروں اور رسالوں میں اس کی اشاعت ہوتی ہے۔ غرض یہ ہے کہ کلام کی عظمت کا پتہ کلام والے کی عظمت سے لگتا ہے۔ اسی قاعدے کی بنا پر اندازہ لگا لو کہ قرآن پاک ایسا معظم کلام ہے کہ اس کے مثل کسی کا کلام نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ خالق کا کلام ہے۔ مثل مشہور ہے۔ كَلَامُ الْمَلِكِ مَلِكُ الْكَلَامِ۔ یعنی بادشاہ کا کلام کاموں کا بادشاہ ہے۔ اس کلام ربانی میں سارے علوم اور ساری حکمتیں موجود ہیں جس میں سے ہر شخص اپنی لیاقت کے موافق حاصل کرتا ہے اس کا پتہ عقل سے لگتا ہے اور تفسیریں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس مفسر میں جیسی قابلیت ہے اسی قسم کے وہ بیش بہا موتی اس قرآن سے نکالتا ہے۔ منطقی مفسر کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں از

اول تا آخر منطق ہی منطق ہے۔ نحوی اور صرفی مفسر کی تفسیر سے پتہ چلتا ہے کہ اس میں صرف اور نحو ہی ہے۔ فصیح اور بلیغ مفسر کی تفسیر سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں فصاحت و بلاغت کا دریا موجیں مار رہا ہے صوفیاء کرام کی تفسیروں سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن عظیم میں علوم باطنی کے بیش قیمت موتی بھرے ہوئے ہیں۔ اس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ قرآن میں سب کچھ ہے۔ لیکن جیسا اس کا شناور، ویسی اس کی تحصیل۔ پھر جہاں تک سمجھنے والے کی سمجھ کی پہنچ وہاں تک اس کی تحقیق۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ ایک جہاز سواریوں سے بھرا ہوا سمندر کے سفر سے آ کر کنارے لگا۔ اس جہاز میں کپتان سے لے کر مسافروں تک ہر قسم کے لوگوں نے سفر کیا۔ لیکن اگر کسی مسافر سے سمندر کے کچھ حالات دریافت کئے جائیں تو وہ کچھ نہ بتا سکے گا کیونکہ اس کی نظر فقط پانی کی ظاہری سطح پر تھی اور اگر خلاصی سے کچھ تحقیق کی جائے تو وہاں کے حالات کا کچھ پتہ دے گا۔ اور اگر کپتان سے معلومات حاصل کی جائیں تو وہ اول سے آخر تک سمندر کے تقریباً سارے اندرونی حالات بیان کر سکے گا کہ فلاں جگہ اس کی گہرائی اتنے میل تھی اور فلاں مقام پر پانی میں اس قسم کا پہاڑ تھا۔ وہ اپنے جہاز کو اس طرح سے بچا کر لایا وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح قرآن کریم ہم بھی پڑھتے ہیں اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ بھی پڑھتے تھے اور صحابہ کرام بھی اسی قرآن کی تلاوت کرتے تھے اور نبی کریم ﷺ نے بھی اسی قرآن پاک کو پڑھا۔ کتاب تو ایک ہی ہے لیکن پڑھنے والوں کے ذہن کی رسائی کی انتہائیں الگ الگ۔ ہماری نگاہ فقط ظاہری الفاظ تک ہی بمشکل پہنچتی ہے، اور یہ حضرات بقدر وسعت علمی اس کی تہہ تک پہنچ کر مسائل اور فوائد کو نکال لیتے ہیں۔ بیہقی شریف میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام سے بارہ سال میں سورۃ بقرہ پڑھی۔ اب بتاؤ! پڑھنے والے فاروق اعظم جیسے صاحب کمال، پڑھانے والے خود صاحب قرآن ﷺ اور بارہ سال کی مدت۔ بتاؤ کہ آقا نے کیا کیا نہ دیا ہوگا اور ان کے نیاز مند خادم عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کیا کیا نہ لیا ہوگا۔

جب سکھانے والا رحمٰن ہو

پھر ذرا اس پر بھی غور کرتے چلو کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے: الرحمٰن علم القرآن۔

اپنے محبوب علیہ السلام کو رحمٰن نے قرآن سکھایا ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام تو فقط پہنچانے والے ہیں۔ سوچو تو سکھانے والا الرحمٰن اور سیکھنے والا سید الانس و الجان۔ اور کیا سکھایا۔ ''قرآن'' نہ معلوم رب نے کیا دیا اور محبوب علیہ السلام نے کیا کیا لیا۔ اسی لئے صاحب تفسیر روح البیان شریف نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت جبریل قرآن کی آیت الٓمّٓ لے کر آئے۔ عرض کیا۔ الف۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ ''میں نے جان لیا۔'' عرض کیا: لام۔ فرمایا ''یقین کر لیا''۔ عرض کیا۔ میم۔ تو فرمایا: ''اس کا کرم ہے۔'' جبریل امین کہنے لگے کہ حضور آپ نے کیا سمجھا اور کیا جانا۔ میں تو کچھ بھی نہ سمجھا۔ فرمایا۔ یہ میرے اور رب کے درمیان راز ہیں۔

میان خالق و محبوب رمزے ست
کراماً کاتبین راھم خبر نیست

ہمارے اس عرض کرنے کا مدعا یہ ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا عالم اور بڑے سے بڑا زبان دان قرآن پاک کے متعلق یہ خیال نہ کرے کہ میں نے اس کی حقیقت کو پا لیا۔ قرآن پاک ایک سمندر ناپیدا کنار ہے۔ جتنا جس کا برتن، اتنا وہاں سے وہ پانی لے سکتا ہے لیکن کوئی نہیں کہہ سکتا کہ میرے کوزے میں سارا سمندر آ گیا۔ غرض کہ قرآن کریم حق تعالیٰ کی عظمت کا مظہر ہے۔ جیسے اس کی عظمت کی انتہا نہیں ویسے ہی اس کی عظمت بے انتہا ہے۔

کلام اللہ بھی نام خدا کیا راحت جاں ہے — عصائے پیر ہے تیغ جواں ہے حرز طفلاں ہے

خیال رہے کہ تمام انبیاء کرام کے معجزے قصے بن کے رہ گئے۔ کوئی معجزہ نہیں جو آج دیکھا جائے۔ مگر حضور علیہ السلام کے بہت سے معجزات تا قیامت رہیں گے جنہیں دنیا آنکھوں سے دیکھے گی۔ قرآن کریم میں چھ ہزار سے زائد آیات ہیں۔ ہر آیت حضور کا معجزہ ہے کہ جن کی مثل بن نہ سکا۔ ان کے پڑھنے سے دل نہیں اکتاتا۔ ایسے ہی حضور کی محبوبیت جو قریباً ہر دل میں آج بھی موجود ہے۔ ہم نے حضور کے نام پر سکھوں، ہندوؤں کو روتے دیکھا۔ ایسے ہی آپ کا بلند ذکر ہر مجلس ہر جگہ ہر زبان پر آپ کا چرچا ہے۔ یہ بھی زندہ جاوید معجزات ہیں جنہیں دنیا دیکھتی ہے اور دیکھتی رہے گی۔

فائدے ہی فائدے

قرآن کریم کے فوائد کا احاطہ کسی کی زبان، کسی کا قلم، کسی کا دل و دماغ نہیں کر سکتا۔ بس یوں سمجھو کہ یہ عالم کی تمام روحانی، جسمانی، ظاہری، باطنی ضرورتوں کو پورا فرمانے والا ہے۔ اگر ہم حدیث وفقہ کی روشنی میں قرآن کریم کے صحیح معنوں میں عامل بن جائیں تو ہم کو کبھی بھی کسی حاجت میں کسی قسم کی امداد نہ لینی پڑے۔ اگرچہ مسلمان کے لئے نقلی دلائل کے ہوتے ہوئے عقلی دلائل کی کوئی ضرورت نہیں لیکن زمانہ موجودہ میں نئی روشنی کے دلدادوں کا اعتماد اپنی لوہلی لنگڑی عقل پر زیادہ ہے یعنی گلاب کی خوشبو کے مقابلہ میں گندگی بدبو سے زیادہ مانوس ہو چکے ہیں۔ اس لئے ان کو عقلی فوائد بیان کر کے قرآن کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جس گھر میں روزانہ سورۃ بقر پڑھی جائے وہ گھر شیطان سے محفوظ رہے گا۔ اس طرح جنات جادو وغیرہ کی تمام لعنتوں سے جان چھوٹ جائے گی۔

قیامت کے دن سورۃ بقرہ اور آل عمران اپنے تلاوت کرنے والوں کے سروں پہ سایہ کریں گی اور ان کی شفاعت کریں گی۔ صبح و شام آیت الکرسی پڑھنے والا اپنے گھر کو آگ لگنے اور چوری سے محفوظ کر لیتا ہے۔

سورہ اخلاص کا ثواب تہائی قرآن کے برابر ہے اسی لئے اس کو ختم اور فاتحہ میں تین بار پڑھا جاتا ہے۔

تلاوت کرنے والے کی آواز جہاں تک جائے گی ہر چیز درخت، گھاس بیل بوٹے حتی کہ درو دیوار اس کے ایمان کی قیامت کے دن گواہی دینگے۔

بغیر سمجھ کے پڑھنے سے ثواب کیوں؟

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ جو شخص قرآن پاک کا ایک حرف پڑھے اس کو دس نیکیوں کے برابر ثواب ملتا ہے۔ خیال رہے کہ الٓمٓ ایک حرف نہیں بلکہ الف، لام، میم تین حروف ہیں۔ لہٰذا فقط اتنا پڑھنے سے تیس نیکیاں ملیں گی۔ خیال رہے کہ الٓمٓ متشابہات میں سے ہے جس کے معنی ہم تو کیا جبریل بھی نہیں جانتے مگر اس کے پڑھنے پر ثواب ہے۔

معلوم ہوا کہ تلاوت قرآن کا ثواب اس کے سمجھنے پر موقوف نہیں بغیر سمجھے تلاوت پر بھی ثواب ہے۔ ولایتی مرکب دوائیں مریض کو شفا دیتی ہیں۔ ان کے اجزاء معلوم ہوں یا نہ ہوں۔ یوں ہی قرآن کریم شفا اور ثواب ہے معانی معلوم ہوں یا نہ ہوں۔ دیکھو بھینس دودھ کے لئے بیل کھیتی باڑی کے لئے، گھوڑے، اونٹ سواری اور بوجھ اٹھانے کے لئے پالے جاتے ہیں۔ مگر طوطی مینا صرف اس لئے پالے جاتے ہیں کہ وہ ہماری سی بولی بولتے ہیں اگر چہ بغیر سمجھے سہی۔ مینا طوطی تمہاری بولی بولیں تو تمہیں پیاری لگے، اگر تم جناب مصطفیٰ کی بولی بولو تو رب کو پیارے۔ اس سے وہ لوگ عبریں پکڑیں جو کہتے ہیں کہ بغیر معنی سمجھے قرآن بیکار ہے اس کا کوئی ثواب نہیں۔ جو شخص قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے تو قیامت کے دن اس کے ماں باپ کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی چمک آفتاب سے کہیں بڑھ کر ہو گی۔ قرآن پاک دیکھ کر پڑھنے میں دوہرا ثواب ملتا ہے اور بغیر دیکھ کر پڑھنے میں ایک ثواب۔

نجات کا راستہ

چند چیزوں کا دیکھنا عبادت ہے۔ قرن پاک، کعبہ معظمہ، ماں باپ کا چہرہ محبت سے اور عالم دین کی شکل دیکھنا عقیدت سے وغیرہ وغیرہ۔ قرآن پاک کی تلاوت اور موت کی یاد دل کو اس طرح صاف کر دیتی ہے جیسے کہ زنگ آلود لوہے کو صیقل کر دیتی ہے۔ جو شخص ہر رات سورۂ واقعہ پڑھا کرے، انشاء اللہ اسے کبھی فاقہ نہ ہو گا۔ سورہ الٓـمّ تنزیل پڑھنے والا جب قبر میں پہنچتا ہے تو یہ سورۃ اس طرح اس کی شفاعت کرتی ہے کہ اے اللہ! اگر میں تیرا کلام ہوں تو اس کو بخش دے ورنہ تو مجھے اپنی کتاب سے نکال دے اور میت کو اس طرح ڈھک لیتی ہے جیسے چڑیا اپنے پروں سے اپنے بچوں کو، اور اسے عذاب سے بچاتی ہے۔ جو شخص اول دن میں (دوپہر سے پہلے) سورۃ یٰسین پڑھنے کا عادی ہو تو اس کی حاجات پوری ہوں گی اور اس کی تلاوت سے تمام گناہ معاف ہوتے ہیں، مشکلیں آسان ہوتی ہیں۔ اس لئے اس کو مردوں پہ پڑھنے کا حکم ہے، لہٰذا بیمار پر پڑھی جائے گی تو اس کی بیماری دور ہو گی۔

سوتے وقت سورۃ کافروں پڑھنے والا کفر سے محفوظ رہے گا اور اس کا خاتمہ بالخیر ہو گا۔

سورۃ فلق اور ناس پڑھنے سے آندھی اور اندھیری دور ہوتی ہے اور ان کو پابندی سے

پڑھنے والا انشاء اللہ جادو سے محفوظ رہے گا۔

سورۃ فاتحہ جسمانی و روحانی بیماریوں کی دوا ہے۔ ہر سورۃ بلکہ ہر آیت کے اپنے اپنے فضائل وفوائد ہیں جو انشاء اللہ آگے جا کر آپ پڑھیں گے۔ (تفسیر نعیمی)

☆ تفسیر کی کتب مصحف کی مثل ہیں یعنی قرآن پاک کی طرح ان کو بھی بغیر وضو کے چھونا جائز نہیں ہے۔ باقی دینی کتابوں کا یہ حکم نہیں (مجمع الفتاویٰ)

لیکن بہتر ہے کہ تمام دینی کتابوں کو وضو سے ہی چھوئے۔ تاہم اشباہ میں یہ قاعدہ ذکر کیا گیا ہے کہ جب حلال و حرام جمع ہو جائیں تو حرام کو ترجیح ہو گی اور ہمارے اصحاب (فقہاء) نے بے وضو تفسیر کی کتابوں کو چھونے کی اجازت دی ہے اور یہ فرق نہیں فرمایا کہ ان میں اکثر حصہ تفسیر کا ہو یا قرآن مجید کا اور اگر یہ فرق فرما لیتے تو بہتر تھا۔ تفصیل کیلئے دیکھیے

(درمختار علی حاشیہ ردالمحتار ج ۱ ص ۱۱۸، ۱۱۹)

قرآن پاک کے متعلق کفریہ کلمات

☆ جس شخص نے قرآن حکیم کی کسی آیت کا انکار کیا یا اس سے تمسخر اور مزاح کیا یا عیب لگایا تو وہ کافر ہو جائے گا۔

☆ جس شخص نے قرآن پاک پڑھنے کے ساتھ ساتھ دف یا بانسری بجائی تو وہ کافر ہو جائے گا۔

☆ جس شخص نے کہا کہ قرآن بہت پڑھا مگر قرآن نے ہم سے کسی جنایت اور گناہ کو دور نہیں کیا تو وہ کافر ہو جائے گا۔

☆ اگر ایک شخص نے داڑھی منڈے شخص کو کہا کہ تم داڑھی کیوں منڈواتے ہو؟ اس کے جواب میں اس نے یہ کہا کہ قرآن پاک میں کلا سوف تعلمون ۵ آیا ہے اور اس شخص نے اس کا معنی یہ کیا ہے کہ صاف کراتے رہو۔ لہٰذا میں داڑھی صاف کرواتا ہوں۔ تو ایسا کہنے والا کافر ہو جائے گا۔

☆ ایک شخص نے سخت بھوک لگنے پر یہ کہا (آج کل لوگ عام طور پر مزاحاً ایسا کہتے ہیں) کہ میری آنتیں قل ھو اللہ پڑھ رہی ہیں۔ ایسا آدمی ایمان سے خارج ہو جائے گا۔

(فتاویٰ تاتارخانیہ، خزانہ)

کلماتِ کفریہ کے متعلق حکم

علم ہونے کے باوجود کلمات کفریہ میں سے کسی ایک کلمہ کے بولنے کے بعد آدمی کافر ہو جاتا ہے اس کے بعد دوبارہ اسلام لائے اور دوبارہ نکاح کرے اور لاعلمی میں کوئی کلمہ کفریہ بولنے کی صورت میں احتیاطاً دوبارہ اسلام اور دوبارہ نکاح کرنا ضروری ہے اور جن کلمات کے کفریہ ہونے میں اختلاف ہے۔ ان کلمات میں ان کے مرتکب کو حکم کیا جائے کہ وہ احتیاطاً توبہ کرے اور اس کلمہ سے رجوع کرے اور تجدید نکاح کرے اور جن کلمات کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ خطا اور گناہ ہیں اور وہ کفریہ نہیں تو ان کے مرتکب کو تجدید نکاح اور اس سے رجوع کرنے کا حکم نہ کیا جائے البتہ اسے یہ کہا جائے کہ پھر ایسا کلمہ نہ بولے کیونکہ گنہگار ہوگا۔ (محیط)

جو کلمہ کفریہ بولا ہے اس کلمہ سے اس طرح توبہ کرے کہ جو میں نے کلمہ کفریہ بولا ہے اس سے توبہ کرتا ہوں اور اگر کلمہ کفریہ بھول گیا کہ کون سا بولا ہے تو اس صورت میں توبہ اس طرح کرے کہ جو بھی میں نے کلمہ کفریہ بولا ہے اس سے میں توبہ کرتا ہوں اس کے بعد اللہ اور اس کے رسولوں، اور اس کی کتابوں اور فرشتوں وغیرہ پر ایمان لا کر کلمہ شریف پڑھ کر مسلمان ہو جائے۔

لوگوں میں عام طور پر مشہور ہے کہ نکاح کے لئے کچھ چیزیں ضروری ہیں (۱) رشتہ داروں اور محلے والوں کو جمع کیا جائے (۲) امام مسجد کو نکاح کے لئے بلایا جائے اور امام مسجد کی کچھ خدمت کی جائے۔ (۳) دیگیں پکائی جائیں خلاصہ بحث عوام کے خیال میں یہ ہے کہ نکاح کے لئے کافی رقم خرچ کرنی پڑتی ہے۔ اس لئے وہ دوبارہ نکاح کرنا بوجھ اور شرم محسوس کرتے ہیں۔

دوبارہ نکاح کے لئے اوپر ذکر کی گئی چیزوں کی کوئی ضرورت نہیں البتہ صرف مندرجہ ذیل چیزوں کی ضرورت ہے۔ (۱) مہر دوبارہ مقرر کیا جائے البتہ اگر عورت اپنی خوشی سے معاف کر دے تو اس کی مرضی ہے۔ (۲) نکاح کے لئے گواہ شرط ہیں کم از کم دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے خواہ وہ گواہ ان کے بھائی یا کوئی رشتہ دار ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہ

ہوں۔البتہ گواہوں کے لئے عاقل بالغ ہونا ضروری ہے۔(۳) نکاح کے لئے ایجاب وقبول رکن ہیں۔ مثلاً ایک کہے میں نے اپنے آپ کو تیری زوجیت میں دیا۔ دوسرا کہے میں نے قبول کیا پہلے جو کہے (مرد کہے یا عورت) وہ ایجاب ہے اور اس کے جواب میں دوسرے الفاظ قبول کے ہیں یہ ضروری نہیں کہ عورت کی طرف سے ایجاب ہو اور مرد کی طرف سے قبول بلکہ اس کا الٹ بھی ہوسکتا ہے یعنی مرد کی طرف سے ایجاب اور عورت کی طرف سے قبول ہو۔ (ردالمحتار)

قول حق قرآن ہے قول پیمبر ہے حدیث

احادیث مبارکہ سے قرآن پاک کے فضائل بیان کرنے سے پہلے عام فہم الفاظ میں اختصار کے ساتھ قرآن وحدیث کا فرق بیان کیا جاتا ہے۔ دراصل قرآن اور حدیث دونوں ہی وحی الٰہی ہیں دونوں کی اطاعت ضروری ہے۔ فرق اتنا ہے کہ قرآن کریم کی عبارت خدا کی طرف سے ہے اور مضمون بھی۔ گویا جس طرح حضرت جبریل امین نے آکر سنایا۔ اسی طرح بلا کسی فرق کے حضور علیہ السلام نے بیان فرمادیا۔ حدیث میں یہ ہے کہ مضمون رب کی طرف سے ہوتا ہے اور الفاظ حضور علیہ السلام کے اپنے ہوتے ہیں۔ اب اس مضمون کا رب کی طرف سے آنا یا بطور الہام ہوتا ہے۔ یا فرشتہ ہی عرض کرتا ہے لیکن اس کی ادا حضور علیہ السلام کے اپنے الفاظ سے ہوتی ہے۔ اسی لئے اس کا ماننا اور اس پر عمل کرنا ضروری لیکن اس کی تلاوت نماز میں بجائے قرآن شریف کے نہیں ہوسکتی کیونکہ عمل مضمون پر ہوتا ہے اور تلاوت الفاظ کی ہوتی ہے اور اسی وجہ سے قرآن پاک کے احکام حدیث سے منسوخ ہوسکتے ہیں۔ دیکھو غیر اللہ کو سجدہ تعظیمی کرنا قرآن شریف سے ثابت ہے مگر حدیث نے اس کو منسوخ کیا وغیرہ وغیرہ۔ اسی لئے قرآن پاک فرماتا ہے۔ وَ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ یعنی ہمارے نبی ﷺ مسلمانوں کو قرآن شریف اور حکمت سکھاتے ہیں۔ اگر حدیث شریف ماننے کی ضرورت نہ ہوتی تو حکمت کا ذکر نہ فرمایا جاتا فقط کتاب کا ذکر ہی کافی تھا۔ حدیث ماننے کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن ناقص ہے۔ قرآن پاک بالکل مکمل کتاب ہے لیکن اس مکمل میں سے مضامین حاصل کرنے کے لئے مکمل ہی انسان کی ضرورت تھی اور وہ نبی ہیں ﷺ سمندر میں موتی ضرور ہیں لیکن ان کے حاصل کرنے کے لئے کسی غواص (غوطہ خور) کی ضرورت ہے

اگر قرآن پاک سے مسائل ہر شخص نکال لیا کرتا تو اس کے سکھانے کے لئے پیغمبر کیوں بھیجے جاتے۔ اور جس طرح کہ قرآن شریف ہوتے ہوئے حدیث پاک کے ماننے کی ضرورت ہے اور حدیث کے ماننے سے قرآن کا ناقص ہونا لازم نہیں آتا اسی طرح حدیث و قرآن کے ہوتے ہوئے ہم جیسوں کو فقہ کے ماننے کی بھی ضرورت ہے اور فقہ ماننے سے یہ لازم نہیں آتا کہ قرآن و حدیث ناقص ہوں۔ اسی لئے قرآن کریم نے عام حکم فرمادیا کہ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ۔ یعنی اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول علیہ السلام کی اور اپنے میں سے امر والوں (علماء مجتہدین) کی۔ یہ بھی خیال رہے کہ حضور ﷺ کا ہر قول و فعل جو منقول ہو جائے۔ وہ حدیث ہے خواہ ہمارے لائق عمل ہو یا نہ ہو۔ مگر سنت صرف ان اقوال و اعمال کو کہا جاتا ہے جو ہمارے لائق عمل ہوں۔ اسی لئے حضور علیہ السلام نے فرمایا: عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ ۔ تم پر میری سنت لازم ہے۔ یہ نہ فرمایا: عَلَیْکُمْ بِحَدِیْثِیْ ۔ لہٰذا دنیا میں کوئی شخص اہل حدیث نہیں ہوسکتا کیونکہ تمام حدیثوں پر عمل ناممکن۔ ہاں اہلسنّت ہو سکتا ہے یعنی تمام سنتوں پر عمل ہوسکتا ہے۔

اصل اصول بندگی اس تاجور کی ہے

بندوں کے لئے ضروری ہے کہ حق تعالیٰ کے احکام کو مانیں لیکن یہ ماننا جب ہی ضروری ہوگا جبکہ وہ احکام نبی کی پاک زبان سے ادا ہوں۔ حق تعالیٰ تو بلا واسطہ کسی غیر نبی سے کلام نہیں فرماتا۔ اگر جبریل انسانی شکل میں آکر لوگوں کو احکام سنا جاتے تو بھی ان پر عمل کرنا ضروری نہ ہوتا۔ اسی طرح کوئی غیر نبی خواب یا الہام یا غیبی آواز سے کسی حکم پر مطلع ہو جائے تو اس کا ماننا شرعاً لازم نہ ہوگا۔ مشکوٰۃ شریف کے شروع میں ہے کہ ایک بار حضرت جبریل امین شکل انسانی میں سائل بن کر حضور پاک کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور سے دریافت کیا کہ ایمان کیا ہے، اسلام کیا ہے احسان کیا ہے۔ حضور نے جواب دیئے۔ جب وہ دریافت کر کے چلے گئے تو سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جبریل امین تھے اور تم کو تمہاری دینی باتیں سکھانے آئے تھے۔ دیکھو! اس موقع پر حضرت جبریل امین نے خود ہی نہ کہہ دیا کہ اے صاحبو! میں جبریل ہوں اور تم کو فلاں فلاں بات کا حکم کرتا ہوں۔ کیوں کہ وہ

جانتے تھے کہ میری اطاعت ان حضرات پر واجب نہ ہو گی۔ اس لئے حضور علیہ السلام کی زبان پاک سے وہ کلمات لوگوں کو سنوائے۔ اماموں کا قیاس بھی حق تعالیٰ کے فرمان یا حضور کے ارشاد پر مبنی ہوتا ہے۔ ہمارے اس کلام سے نتیجہ یہ نکلا کہ

اصل اصول بندگی اس تاجور کی ہے

کہ نبی کی ہی اطاعت درحقیقت حق تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

(فائدہ) پیغمبر کا خواب اور ان کا الہام وغیرہ بھی وحی کی طرح قابل اطاعت ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا تھا کہ اپنے فرزند کو ذبح کر دو حالانکہ بے قصور آدمی کو قتل کرنا شریعت کے خلاف تھا۔ لیکن آپ کے اس خواب نے اس حکم شرعی کو آپ کے حق میں منسوخ کر دیا۔ آج اگر کوئی مسلمان یہ خواب دیکھے تو وہ محض اپنے خواب پر ایسے کام کی جرأت نہیں کر سکتا کیونکہ یہ خلاف شریعت ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نہ تو نبی ہیں نہ نبیوں کے استاد بلکہ رب تعالیٰ اور پیغمبروں کے درمیان پیغام پہنچانے والے قاصد ہیں اور انبیائے کرام کے خادم۔ نبی، حکومت الہیہ کے اختیارات والے حکام ہیں حضرت جبریل امین ایسے نہیں۔ بلاشبہ یوں سمجھو کہ ایک ضلع کا افسر ہے اور ایک محکمہ ڈاک کا قاصد۔ بادشاہ کے یہاں سے احکام ڈاک کے ذریعے سے حاکم کے پاس آتے ہیں تو ڈاک کا لانے والا حاکم نہیں۔ حاکم وہی ہے جس کے پاس یہ احکام آئے اور جوان پر رعایا سے عمل کرائے گا۔ (تفسیر نعیمی از حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ)

ایک وضاحت

مقدمہ مشکوۃ میں حدیث کی تعریف ان لفظوں سے کی گئی ہے اعلم ان الحدیث فی اصلاح جمہور المحدثین یطلق علی قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم و فعلہ و تقریرہ و کذلك یطلق علی قول الصحابی و فعلہ و تقریرہ و علی قول التابعی و فعلہ و تقریرہ۔

یعنی جمہور محدثین کی اصلاح میں قول رسول، فعل رسول، تقریر رسول۔ قول صحابی، فعل صحابی، تقریر صحابی۔ قول تابعی، فعل تابعی اور تقریر تابعی کو حدیث کہا جاتا ہے (تقریر کا مطلب

یہ ہے کہ کسی نے سامنے کام کیا ہو تو اس کو اس کام سے منع نہ فرمایا گیا ہو)

نواب صدیق حسین بھوپالی نے بھی اپنی کتاب "حطہ" میں ص ۲۴ پر حدیث کی یہی تعریف کی ہے اگرچہ بعض نے صرف قول و فعل و تقریر رسول کو ہی حدیث کہا ہے۔ (یاد رہے امام ذھبی کے مطابق امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تابعی ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے کیونکہ تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں رای انس بن مالك غير مرة لما قدم عليهم الكوفة کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو متعدد مرتبہ دیکھا ہے جب وہ کوفے میں تشریف لاتے تھے۔ خطیب بغدادی نے بھی اپنی تاریخ کے صفحہ ۹ پر یہی لکھا ہے)

روایت کے دو طریقے ہیں: (۱) بطور ظاہر، اسناد کے ساتھ (۲) بطریق دلالت مثلاً صحابی نے بغیر حضور علیہ السلام کی طرف نسبت کرنے کے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قول و فعل سے وجوب یا ندب سمجھ کر بیان کر دیا۔ اس بیان کے ضمن میں اس مضمون کی تمام احادیث دلالۃ بیان ہو جاتی ہیں مثلاً کسی عالم دین سے آپ نے وضو ٹوٹنے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا مذی بول وغیرہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو یہ جملہ اگر کسی حدیث میں نہ بھی ہو لیکن اس کے ضمن میں وہ تمام احادیث دلالۃً بیان ہو جائیں گی جن میں کسی بھی طریقے سے مذی و بول کے ذریعے وضو کا ٹوٹنا بیان ہوا ہے۔

روایتِ حدیث میں صحابہ کرام کی احتیاط

بہت سارے صحابہ کرام حدیث کو بیان کرتے ہوئے جھجکتے، ڈرتے بلکہ بعض محتاط طبیعت کے بعض دفعہ بعض کو منع بھی فرماتے کہ کہیں بیان کرنے میں خطا نہ ہو جائے اور حضور علیہ السلام کی طرف غلط الفاظ منسوب کر کے فليتوأ مقعده من النار کی زد میں نہ آ جائیں۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پانچ سو احادیث کا مجموعہ تھا جتنی دیر وہ آپ کے پاس رہا رات کو آپ سکون سے نہ سو سکے آخر کار وہ مجموعہ جلا دیا کیوں؟ صرف احتیاط کی وجہ سے اور حکم دیا انکم تحدثون تختلفون فيها و الناس بعدكم اشد اختلافا فلا تحدثوا۔ دوران خطبہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں میں گھوم پھر کر احادیث تو بیان کر دیتے ہو مگر یہ نہیں دیکھتے ہو کہ لوگ تمہارے بعد شدید اختلاف کا شکار ہو جاتے ہیں لہٰذا

(اس طرح) احادیث بیان نہ کیا کرو۔ (تذکرۃ الحفاظ للذھبی)

(ہر سال کی طرح اس سال بھی عید قربان کے موقع پر بہت بڑی سرخی کے ساتھ ایک اشتہار دیکھا گیا کہ "قربانی چار دن سنت ہے" اور ہر بات پہ صحاح ستہ کی احادیث کا مطالبہ کرنے والوں نے خود ایک حدیث بھی صحاح کی پیش نہیں کی۔ ان لوگوں پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مذکورہ فرمان کس طرح فٹ آتا ہے؟)

لما ولّی عمر قال اقلوا الروایة الا فیما یعمل به ۔ (مصنف عبدالرزاق)

جب حضرت عمر خلیفہ بنے تو آپ نے فرمایا صرف اعمال (میں ترغیب دینے) والی روایات ہی بیان کیا کرو بلکہ تذکرہ کے مطابق آپ نے اپنی وفات تک ابن مسعود، ابو درداء اور ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہم کو قید کئے رکھا کہ تم کثرت سے احادیث بیان کرتے ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ آپ حضرت عمر فاروق کے دور میں بھی یونہی کثرت سے احادیث بیان کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا لو کنت احدث فی زمان عمر مثل ما احدثکم لضر بنی بِمَخْفَقَتِهٖ ۔ اگر میں حضرت عمر کے دور میں اس طرح احادیث بیان کرتا جس طرح اس دور میں تمہارے سامنے بیان کر رہا ہوں تو وہ مجھے درّے کے ساتھ مارتے۔ (تذکرۃ الحفاظ للذھبی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب متصل حدیث بیان فرماتے تو پسینہ پسینہ ہو جاتے اور ساتھ یہ بھی فرماتے ان شاء اللّٰہ کذلك ۔ اگر اللہ نے چاہا تو یہ حدیث ایسے ہی ہوگی۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ سال بھر درس دیتے رہتے اور ایک بار بھی قال رسول اللہ نہ کہتے۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس طرح کے بے دھڑک اور فر فر حدیث بیان کرنے والے اہل حدیثوں کو دیکھ کر فرمایا لو ادرکنا و ایاکم عمر اوجعنا ضربا (شرف الخطیب) اگر حضرت عمر اس دور میں ہوتے تو ہمیں سخت سزا دیتے۔

اعمش فرماتے ہیں ما فی الدّنیا قوم شر من اصحاب الحدیث۔ (ایضا) دنیا کی کوئی قوم بھی (حدیث کے بارے میں احتیاط نہ کرنے والے نام نہاد) اہل حدیثوں سے بری نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہ حنفی میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے اجتہادات

بہت کم ہیں زیادہ تر ابن مسعود سے علقمہ اور ان سے امام نخعی اور ان سے جو حضرت حماد نے بیان کیا یہی فقہ حنفی کی بنیاد ہے (یہ مضمون علامہ ابو یوسف محمد شریف آف کوٹلی لوہاراں کے مضمون ''فقہ دراصل حدیث ہے'' سے کافی عرصہ پہلے میں نے اپنی ڈائری میں محفوظ کیا ہوا تھا جو دبوس المقلدین (مناظرہ مفتی اعظم پاکستان سید ابو البرکات رحمۃ اللہ علیہ مع عبدالمجید وھابی اہلحدیث) بمقام قلعہ پچھن سنگھ لاہور میں ہوا تھا جس میں اہل سنت کو عظیم الشان فتح حاصل ہوئی کے ساتھ چھپا تھا نایاب ہونے کی وجہ سے اس جگہ لکھ دیا گیا ہے۔

جن اہل علم کے سینے محبت رسول ﷺ سے جگمگا رہے ہیں اور ان کے دل میں احترام صحابہ و اہل بیت اور عقیدت اولیاء کرام ہے ان کو ان نفوس قدسیہ کی تائید روحانی حاصل ہے اور ہر میدان میں کامیابی ان کے قدم چومتی ہوئی نظر آتی ہے۔

بخلاف ان بدبختوں کے جو ہر وقت ان پاکبازان امت کی عداوت و دشمنی میں جلے بھنے رہتے ہیں ہر میدان میں مار کھاتے ہیں مگر ان کی اس عداوت کی نحوست نے ان کو حق قبول کرنے سے روک رکھا ہے لیکن ہم اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں ان کے لئے بھی ہدایت ہی کی دعا کرتے ہیں اور یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ صحابہ کرام، اھل بیت اطہار، اولیاء کرام، ائمہ مجتہدین کے بارے دل میں کدورت رکھ کر من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب کی وعید شدید سے بچ جائیں اور جن لوگوں نے دین کی خاطر اپنی زندگیاں وقف کر دیں ان پہ بدگمانی کی لعنت سے بچیں۔)

حبِ احمد ازل ہی سے سینے میں ہے
میں یہاں ہوں میرا دل مدینے میں ہے
ایسی خوشبو نہیں ہے کسی پھول میں
جیسی خوشبو نبی کے پسینے میں ہے
پھول تو پھول ہیں حسن کانٹوں میں ہے
لطف جنت سے بڑھ کر مدینے میں ہے
کیا مقدر ہیں صدیق و فاروق کے
جن کا گھر رحمتوں کے خزینے میں ہے

بے سہارا نہ سمجھے زمانہ ہمیں
ہم غریبوں کا آقا مدینے میں ہے
در احمد سے ہو کر جدا دوستو
لطف مرنے میں ہے اور نہ جینے میں ہے

قرآن مجید کی فضیلت پر احادیث مبارکہ کثرت کے ساتھ کتب احادیث میں موجود ہیں یہاں پر ان میں سے بعض لکھی جاتی ہیں اور یہ احادیث بمعہ ترجمہ اور ان میں سے بعض کی ترجمہ کے ساتھ تشریح بھی فضائل قرآن در فضائل اعمال سے لی گئی ہیں بعض جگہ جہاں مناسب سمجھا تشریح کے اندر کچھ ترمیم کی گئی۔ انہی احادیث میں سے کئی احادیث اس کتاب کے دوسرے حصے یعنی حافظ قرآن کے فضائل میں لکھی گئی ہیں تاہم وہاں ترجمہ اور تشریح دیگر کتب کی مدد سے لکھی گئی ہے۔ وما توفیقی الا باللّٰه علیه توکلت والیه انیب۔

حدیث کی تشریح کے بعد ماضی قریب میں ہونے والا کوئی نہ کوئی واقعہ جس نے قرآن مجید کی عظمت وشان کسی نہ کسی طرح سے واضح ہو رہی ہو بیان کیا جائے گا۔ جو سیارہ ڈائجسٹ کے قرآن نمبر سے لیا گیا ہے۔ اسی طرح پیغامات بھی مختلف کتب سے اور اسی قرآن نمبر سے حاصل کیے گئے۔

فضائل قرآن (احادیث سے)

حدیث نمبر ۱

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوْصِنِیْ قَالَ عَلَیْكَ بِتَقْوَی اللّٰهِ فَاِنَّهٗ رَأْسُ الْاَمْرِ كُلِّهٖ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ زِدْنِیْ قَالَ عَلَیْكَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ فَاِنَّهٗ نُوْرٌ لَّكَ فِی الْاَرْضِ وَ ذُخْرٌ لَّكَ فِی السَّمَاءِ۔

(رواہ ابن حبان فی صحیحہ فی حدیث طویل)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مجھے کچھ وصیت فرمائیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، تقویٰ کا اہتمام کرو کیونکہ یہ تمام امور کی جڑ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اس کے ساتھ کچھ اور بھی ارشاد فرما دیں تو حضور نے فرمایا کہ تلاوت

قرآن کا اہتمام کرو کہ دنیا میں یہ نور ہے اور آخرت میں ذخیرہ۔

تقویٰ
اس حدیث شریف میں تقویٰ کو لازم پکڑنے کی تلقین فرمائی گئی ہے جو درحقیقت تمام عبادات کی جان ہے۔ عبادت کا حکم دیا تو آخر میں فرمایا لعلکم تتقون ۔روزہ فرض کیا تو فرمایا لعلکم تتقون ۔قربانی کا بیان ہوا تو فرمایا جانوروں کا گوشت' خون وغیرہ اللہ کو نہیں پہنچتا ولکن یناله التقوىٰ منکم (الحج) اللہ کو تو صرف تقویٰ ہی پہنچتا ہے اور دلوں کا تقویٰ شعائر اللہ کی تعظیم میں ہے۔

حوالہ ؟
حضرت ابوذر غفاری ؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے کل کتابیں کس قدر نازل فرمائی ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ سو صحائف اور چار کتابیں۔ پچاس صحیفے حضرت شیث علیہ السلام پر اور تیس صحیفے حضرت ادریس علیہ السلام پر اور دس صحیفے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور دس صحیفے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات سے پہلے اور ان کے علاوہ چار کتابیں توراۃ، انجیل، زبور اور قرآن شریف نازل فرمائی ہیں۔ میں نے پوچھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا چیز تھی۔ ارشاد فرمایا کہ وہ سب ضرب المثلیں تھیں مثلاً او متسلط ومغرور بادشاہ! میں نے تجھ کو اس لئے نہیں بھیجا تھا کہ تو پیسہ پر پیسہ جمع کرتا رہے۔ میں نے تجھے اس لئے بھیجا تھا کہ مجھ تک مظلوم کی فریاد نہ پہنچنے دے تو پہلے ہی اس کا انتظام کر دے اس لئے کہ میں مظلوم کی فریاد کو رد نہیں کرتا اگرچہ فریادی کافر ہی کیوں نہ ہو۔ بندہ ناچیز کہتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب اپنے صحابہ کو امیر اور حاکم بنا کر بھیجا کرتے تھے تو منجملہ اور نصائح کے اس کو بھی اہتمام سے فرمایا کرتے تھے وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ۔ مظلوم کی بددعا سے بچنا اس لئے کہ اس کے اور اللہ جل شانہٗ کے درمیان میں حجاب اور واسطہ نہیں

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن — اجابت از در حق بہر استقبال می آید

تقسیم اوقات

نیز ان صحیفوں میں یہ بھی تھا کہ عاقل کے لئے ضروری ہے کہ جب تک وہ مغلوب العقل نہ ہو جائے اپنے تمام اوقات کو تین حصوں پر منقسم کرے۔ ایک حصہ میں اپنے رب کی

عبادت کرے اور ایک حصہ میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور سوچے کہ کتنے کام اچھے کئے اور کتنے برے، اور ایک حصہ کو کسب حلال میں خرچ کرے عاقل پر یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے اوقات کی نگہبانی کرے، اپنے حالات کی درستگی کے فکر میں رہے۔ اپنی زبان کی فضول گوئی اور بے نفع گفتگو سے حفاظت کرے۔ جو شخص اپنے کلام کا محاسبہ کرتا رہے گا اس کی زبان بے فائدہ کلام میں کم چلے گی۔ عاقل کے لئے ضروری ہے کہ تین چیزوں کے علاوہ سفر نہ کرے، یا آخرت کے لئے توشہ مقصود ہو یا کچھ فکر معاش ہو یا تفریح بشرطیکہ مباح ہو۔ میں نے پوچھا: یارسول اللہ! حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا چیز تھی۔ ارشاد فرمایا کہ سب کی سب عبرت کی باتیں تھیں مثلاً میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پہ کہ جس کو موت کا یقین ہو پھر کسی بات پر خوش ہو (اس لئے کہ جب کسی شخص کو مثلاً یہ یقین ہو جائے کہ مجھے پھانسی کا حکم ہو چکا، عنقریب سولی پر چڑھنا ہے پھر وہ کسی چیز سے خوش نہیں ہوسکتا) میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر کہ اس کو موت کا یقین ہے پھر وہ ہنستا ہے۔ میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر جو دنیا کے حوادث، تغیرات، انقلابات ہر وقت دیکھتا ہے پھر دنیا پر اطمینان کر لیتا ہے۔ میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر کہ جس کو تقدیر کا یقین ہے پھر نیک اعمال نہیں کرتا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے کچھ وصیت فرمائیں۔ حضور نے سب سے اول تقویٰ کی وصیت فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا کہ یہ تمام امور کی بنیاد اور جڑ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ اور بھی اضافہ فرما دیجئے۔ ارشاد ہوا کہ تلاوت قرآن اور ذکر اللہ کا اہتمام کر کہ یہ دنیا میں نور ہے اور آسمان میں ذخیرہ ہے۔ میں نے اور اضافہ چاہا تو ارشاد ہوا کہ زیادہ ہنسی سے احتراز کر، کہ اس سے دل مر جاتا ہے، چہرے کی رونق جاتی رہتی ہے (یعنی ظاہر و باطن دونوں کو نقصان پہنچانے والی چیز ہے) میں نے اور اضافہ کی درخواست کی تو ارشاد ہوا کہ جہاد کا اہتمام کر کہ میری امت کے لئے یہی رہبانیت ہے (راہب پہلی امتوں میں وہ لوگ کہلاتے تھے کہ جو دنیا کے سب تعلقات منقطع کر کے اللہ والے بن جاتے) میں نے اور اضافہ چاہا تو ارشاد فرمایا، کہ فقراء اور مساکین کے ساتھ میل جول رکھ، ان کو دوست بنا، ان کے پاس بیٹھا کر۔ میں نے اور اضافہ چاہا تو ارشاد ہوا کہ اپنے سے کم درجے والے پر نگاہ رکھا کر (تاکہ شکر کی عادت ہو) اپنے سے اوپر کے درجہ والوں کو مت دیکھ، مبادا اللہ کی نعمتوں کی جو تجھ پر ہیں تحقیر کرنے لگے۔ میں

نے اور اضافہ چاہا تو ارشاد ہوا کہ تجھے اپنے عیوب لوگوں پر حرف گیری سے روک دیں اور ان کے عیوب پر اطلاع کی کوشش مت کر، کہ تو ان میں خود مبتلا ہے۔ تجھے عیب لگانے کے لئے کافی ہے کہ تو لوگوں میں ایسے عیب پہچانے جو تجھ میں خود موجود ہیں اور تو ان سے بے خبر ہے اور ایسی باتیں ان میں پکڑے جن کو تو خود کرتا ہے۔ پھر حضور نے اپنا دست شفقت میرے سینہ پر مار کر ارشاد فرمایا کہ ابوذر تدبیر کے برابر کوئی عقل مندی نہیں اور ناجائز امور سے بچنے کی برابر تقویٰ نہیں اور خوش خلقی سے بڑھ کر کوئی شرافت نہیں۔ اس میں خلاصہ اور مطلب کا زیادہ لحاظ کیا گیا۔ تمام الفاظ کے ترجمہ کا لحاظ نہیں کیا گیا۔ حوالہ ؟

درس قرآن نہ گر ہم نے بھلایا ہوتا
یہ زمانہ نہ زمانے نے دکھایا ہوتا

قرآن ایک محافظ

(یہ ایک مہاجر عورت کی داستان غم ہے جو جالندھر کے ایک معزز گھرانے سے تعلق رکھتی تھی۔

یہ داستان غم خود اس کی زبانی ہے۔ ملاحظہ ہو:) واقعہ ا

"بھائی صاحب! میں تو اس بات پر پکا یقین رکھتی ہوں جو خدا نے اپنی پاک کتاب میں فرمائی ہے کہ

خدا جس کو چاہے عزت دے اور جس کو چاہے ذلت دے وہ بہت رحیم و کریم ہے۔"

پھر وہ یک دم اپنے بچپن کی طرف لوٹی اور کہنے لگی۔

بچپن میں ہمیں قرآن مجید کی تعلیم بڑی سختی سے دی جاتی تھی اگر کوئی بچہ کسی بہانے کی وجہ سے مسجد میں قرآن پاک پڑھنے نہ جاتا تو بزرگ اس کو پہلے سمجھاتے پھر نت نئے طریقوں سے اس کو سزا دی جاتی۔ حتیٰ کہ وہ بڑی خوشی سے قرآن پاک پڑھنے چلا جاتا۔

اسی طرح میں نے بھی ایک دفعہ سر درد کا بہانہ بنایا۔ سزا تو ملی نہیں تھی لیکن سمجھو یک دم سمجھ آ گئی کہ قرآن پاک پڑھے بغیر گزارا نہیں۔ چنانچہ میں نے آہستہ آہستہ قرآن پاک حفظ کرنا شروع کیا اور اس وقت تک نئے کپڑے نہیں پہنے لیکن دھلے ہوئے پہنے ہیں جب تک قرآن پاک حفظ نہیں کر لیا۔

زندگی کے دن گزر رہے تھے کہ اچانک ملک تقسیم ہو گیا اور ہم پاکستان آ رہے تھے کہ راستے میں ہندو غنڈوں اور سکھوں نے ہمارے قافلے پر حملہ کر دیا۔ پھر کیا ہوا اس کے بعد اس کی آواز مدھم پڑ گئی اور دو ننھے ننھے اشک آنکھوں سے گر پڑے۔

پھر میرے گھر کے تمام افراد شہید ہو گئے اور میں بے ہوش ہو گئی۔

ہوش آنے پر میں نے اپنے آپ کو ایک نرم و گداز بستر پر پڑے ہوئے پایا۔

یہ ایک خوبصورت کمرہ تھا جس میں کچھ عریاں فوٹو تھیں اور بعض تصویروں میں گرنتھ پڑھتے ہوئے دکھایا گیا تھا۔ یہ مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ یہ سکھوں کا گھر ہے۔

اچانک زور سے دروازہ کھلا اور ایک نوجوان سکھ اور ایک بوڑھی عورت کمرے میں داخل ہوئے اور آتے ہی اس نوجوان نے اس عورت سے کہا۔

"ماں یہ ہے تیری بہو۔ کیا آپ کو پسند ہے؟"

وہ عورت ہنس کر بولی "ہاں پسند ہے" پھر وہ باہر چلی گئی۔

اب اس نوجوان نے ایک الماری سے شراب کی بوتلیں نکالیں۔ پھر وہ بے تحاشا پینے لگا۔ اس کے بعد وہ بے ہوش ہو گیا۔

اس کے بعد میری آنکھوں سے نیند غائب ہو گئی اور میں وہاں سے بھاگنے کی تیاری کرنے لگی۔

رات کے تقریباً دو بجے ہوں گے کہ میں چارپائی سے اتر کر کمرے میں کوئی چیز تلاش کرنے لگی۔ اچانک مجھے ایک چمکتی ہوئی چیز دکھائی دی۔ یہ ایک کرپان تھی جو اس کی چارپائی کے نیچے پڑی ہوئی تھی۔ میں نے جلدی سے وہ چیز اٹھائی اور اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ معمولی چیخ سنائی دی۔ میں بے تحاشا باہر کو بھاگی۔

راستے کی مشکلات سے نمٹنے کے بعد دن کے تقریباً دو بجے واہگہ کی سرحد پر ہلالی پرچم کو دیکھ کر بے ہوش ہو گئی۔

اس کے بعد کیا ہوا۔ میں اپنے مسلمان بھائیوں کے درمیان رہنے لگی۔

"بھائی صاحب! میرا تو یہ بھائی بہت کام آیا ہے" جلدی سے اس نے قرآن پاک کا ایک نسخہ اپنی بغل سے نکالا۔ یہ نسخہ اس وقت بھی میری بغل میں تھا۔ جب میں نے اپنی عزت

کی حفاظت کے لئے زندگی میں پہلا قتل کیا۔

حدیث نمبر ۲:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ شَرَفًا يَتَبَاهَوْنَ بِهٖ وَاِنَّ بَهَاءَ اُمَّتِيْ وَشَرَفَهَا الْقُرْاٰنُ۔

(رواہ فی الحلیہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتی ہیں کہ ہر چیز کے لئے کوئی شرافت و افتخار ہوا کرتا ہے جس سے وہ تفاخر کیا کرتا ہے۔ میری امت کی رونق اور افتخار قرآن شریف ہے۔

اس حدیث شریف میں بڑائی کا معیار ذات پات کی بجائے قرآن مجید (پڑھنا پڑھانا اور اس پر عمل کرنے) کو قرار دیا گیا۔ یہی سب سے بڑا شرف ہے۔ ہر کمال کو زوال ہے (ہر کمالے راز والے) مگر قرآن مجید سے حاصل ہونے والا شرف دائمی اور کبھی نہ ختم ہونے والا ہے کوئی پچاس سال بھی افسری کرتا رہے تو آخر کار سابق ہو جائے گا مگر کبھی کوئی سابق حافظ، سابق قاری یا سابق عالم دین نہیں ہوا۔

قرآن مجید ایسی کتاب محبت ہے کہ کوئی کسی کو مجنون اور پاگل بنا دینے والا محبوب بھی خط لکھے تو زیادہ سے زیادہ کتنی بار پڑھے گا آخر اکتا جائے گا مگر قرآن پورا یاد نہ بھی ہو تو ایک رکوع کو ہی ساری زندگی پڑھتے رہو تو کبھی نہ اکتاؤ گے۔

حضور علیہ السلام نے قرآن کو فخر کی شئی قرار دیا ہے مگر افسوس کہ آج قرآن سے رہنمائی لینے والا مسلمان ذات پات اور اونچی ڈگریوں کو قابل فخر سمجھتا ہے، سچ کہا درویش لاہوری نے۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

واقعہ نمبر (۲) قرآن کی ہیبت کا واقعہ

۱۹۵۱ء کا زمانہ تھا۔ پاکستان کی اسلامی مملکت کو وجود میں آئے ابھی بمشکل، چار سال

ہوئے تھے۔صوبہ سندھ کی حکومت نے جیکب آباد کے ایک افسر کے خلاف متعدد الزامات کی تحقیقات کے لئے ایک افسر مقرر کیا۔تحقیقات شروع ہوئی تو متعلقہ افسر کو بتلایا گیا کہ بیس بائیس شکایتیں موصول ہوئی ہیں مگر فی الحال سب سے سنگین الزام پر تحقیق کی جائے گی۔یہ الزام برسراقتدار پارٹی کی قرارداد میں عائد کیا گیا تھا کہ افسر نے رشوت لے کر ایک درخواست گزار کا کام کیا ہے۔مزید یہ بھی بتلایا گیا کہ برسراقتدار پارٹی اس شخص کو بوقت تحقیقات حاضر بھی کرے گی جس سے رشوت لی گئی ہے۔افسر تحقیقات نے حکم دیا کہ شاکی کو طلب کیا جائے۔شاکی حاضر ہوا۔اس کی آمد پر افسر تحقیقات نے افسر متعلقہ سے بزبان انگریزی حسب ذیل گفتگو کی۔

افسر تحقیقات: آپ اس شخص کو جانتے ہیں؟

افسر متعلقہ: جی نہیں۔

افسر تحقیقات: یہ وہی شخص ہے جس سے رشوت لے کر آپ نے اس کے نام پر بلدیہ کی دکان کرائے پر منتقل کی ہے۔

افسر متعلقہ: میں نے اس کی صورت آج پہلی بار دیکھی ہے۔

افسر تحقیقات: اچھا تو میں اب کارروائی شروع کرتا ہوں۔

افسر متعلقہ: میں اس شخص پر کوئی جرح نہیں کروں گا اور نہ ہی اس کو قسم کا پابند دیکھنا چاہتا ہوں۔آپ اس کا بیان قلم بند کریں مگر اس سے حلف نہ لیں۔

افسر تحقیقات: یہ کیوں؟

افسر متعلقہ: یہ شخص ایک خاص بیان دینے کی نیت سے آیا ہے۔لہٰذا میں اس کو اخلاقی پابندی سے بھی آزاد کرنا چاہتا ہوں اور جرح بھی نہیں کروں گا۔

افسر تحقیقات: آپ خوانخواہ خطرہ مول لے رہے ہیں۔ہوسکتا ہے قسم کھانے پر یہ شخص سچ بول دے۔

افسر متعلقہ: میں اپنی بات پر قائم ہوں آپ بغیر قسم لئے اس کا بیان قلم بند کریں۔

افسر تحقیقات: آپ پھر غور کریں خواہ مخواہ ضد نہ کریں۔

افسر متعلقہ: میرا تصفیہ قطعی ہے۔اگر حلف لینے پر آپ اصرار کریں گے تو بیان میری

عدم موجودگی میں لیا جا سکتا ہے میں موجود نہیں رہوں گا۔

یہاں تک افسر تحقیقات اور افسر متعلقہ نے انگریزی زبان میں گفتگو کی تھی۔

افسر تحقیقات نے شاکی کو بتلایا کہ وہ بلا قسم اٹھائے اپنا بیان قلم بند کروائے اور افسر متعلقہ اس پر جرح بھی نہیں کرے گا۔

اس کے بعد بیان قلم بند کرنے کے لئے شاکی سے اس کا نام اور باپ کا نام دریافت کیا گیا۔ افسر تحقیقات اس کا نام اور باپ کا نام تحریر کر رہا تھا کہ شاکی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ افسر تحقیقات حیران تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ شاکی بڑی مشکل سے خود پر قابو پا سکا! آنسوؤں کے سیل رواں کے دوران حسب ذیل بیان دیا:

"اس افسر نے قسم سے منع کر کے ہمارے دل پر قرآن مجید کی ہیبت طاری کر دی ہے، ورنہ ہم تو اپنی پارٹی کے اصرار پر آج جھوٹا بیان دینے آئے تھے۔ نہ ہم نے اس افسر سے پہلے ملاقات کی ہے اور نہ ہی اس کو کوئی رشوت دی ہے۔ اللہ اس کا بھلا کرے۔ اس نے ہم کو غضب الٰہی سے بچا لیا۔"

افسر تحقیقات نے جذبات سے مغلوب ہو کر کارروائی کو ملتوی کر دیا۔

افسر متعلقہ اللہ تعالیٰ کی اس عنایت پر شکر کے آنسو بہاتے ہوئے اپنے کمرے میں چلا گیا۔

تینوں افراد بقید حیات ہیں۔ افسر تحقیقات حاجی علی محمد بلوچ پی۔ سی۔ ایس (وظیفہ یاب ڈپٹی کلکٹر) اور شاکی عبدالرحمٰن جیکب آباد میں مقیم ہیں اور افسر متعلقہ کا وہاں سے تبادلہ ہو چکا ہے اور وہ سابق سندھ کے کسی ضلع میں برسر کار ہیں۔ (بیگم مسعودہ بیگ)

حدیث نمبر ۳

عَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْرُکُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَ عَلَّمَهٗ۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن شریف کو سیکھے اور سکھائے۔

(رواہ البخاری و ابوداؤد و الترمذی والنسائی و ابن ماجۃ ھکذا فی الترغیب و عزاہ الی مسلم ایضا لکن حکی الحافظ فی الفتح عن

مندرجہ بالا حدیث واؤ کے ساتھ بھی آئی ہے اور اَوْ کے ساتھ بھی، پہلی صورت میں قرآن سیکھنے اور سکھانے والے کی فضیلت مراد ہوگی جبکہ دوسری ''او'' والی روایت میں یہ فضیلت عام ہو جائے گی یعنی خود سیکھنے والے کیلئے بھی اور دوسروں کو سکھانے والے کیلئے بھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید دین کی اصل ہے لہٰذا اس کی اشاعت کسی صورت میں بھی ہو کار ثواب اور سعادت کی بات ہے۔ لہٰذا فقط الف سیکھے تو بھی قابل تعریف وفضیلت کی بات ہے۔ اور اس کے رموز واسرار اور مطالب ومعانی کو جاننے والا ہو پھر بھی قابل تعریف ہے، ایک دوسری حدیث سے ملا علی قاری نے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے کلام پاک کو حاصل کرلیا اس نے علوم نبوت کو اپنی پیشانی میں جمع کرلیا۔ سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ سے محبت کی علامت یہ ہے کہ اس کے کلام پاک کی محبت قلوب میں ہو۔ شرح احیاء میں ان لوگوں کی فہرست میں جو قیامت کے ہولناک دن میں عرش کے سایہ کے نیچے رہیں گے، ان لوگوں کو بھی شمار کیا ہے جو مسلمانوں کے بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دیتے ہیں نیز ان لوگوں کو بھی شمار کیا ہے جو بچپن میں قرآن شریف سیکھتے ہیں اور بڑے ہوکر اس کی تلاوت کا اہتمام کرتے ہیں۔

واقعہ نمبر ۳

جاپانی فوجیں سنگاپور میں داخل ہونے کے لئے سر توڑ کوششیں کررہی تھی۔ فوجی حربے عمل میں لائے جارہے تھے۔ پانی کی ٹینکیوں میں زہریلا سفوف ملا جارہا تھا۔ جس سے ذائقے میں فرق نہ پڑنے کے باوجود پانی پیتے ہی پیٹ میں مروڑ اٹھنے شروع ہوتے تھے اور خونی پیچش لگ جاتے تھے۔ وہی سنگاپور جہاں دن میں دو تین دفعہ بارش ضرور ہوتی تھی۔ اب بارش سے ناامید ہو چکا تھا۔ دو مہینے آٹھ دن کے عرصے میں ایک بوند بھی بارش نہ برسی تھی۔ ہوائیں سمندری پانی سے لدی ہوئی سنگاپور سے اس طرح گزر جاتی تھیں۔ جس طرح روٹھا ہوا لاڈلا بیٹا گھر کے پاس سے گزر جاتا ہے۔ اس وقت ہر فوجی اور غیر فوجی کے دل میں یقین ہو چکا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی جس جگہ پر ہو وہاں بارش نہیں ہوسکتی۔ آگ کی بارش بمبارمنٹ کی شکل میں چوبیس گھنٹے جاری رہتی تھی۔ موجودہ ایٹمی دور کی لڑائی قیامت کا نمونہ

پیش کر رہی تھی۔ ادھر پینے کے لئے پانی نایاب تھا۔ کیپٹن تھامسن نے جو قرآن پاک کو ہر وقت گلے میں لٹکائے رکھتا تھا' مجھے بلایا اور قرآن مجید کی آیت پڑھ کر مجھے حکم دیا کہ کل سامنے والی پہاڑی کے دامن میں تم اپنی کمپنی کو لے جا کر نماز استسقاء پڑھو۔ اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے' وہ ضرور بارش کر دے گا۔ میں نے دوسرے دن کمپنی کے ساتھ اسی جگہ جا کر نماز استسقاء پڑھی۔ لیکن بارش نہ ہوئی شام کے بعد کیپٹن صاحب نے مجھے بلا بھیجا۔ میں جا کر ابھی کھڑا ہی ہوا تھا کہ کیپٹن صاحب کے چہرے پر خفگی کے آثار پیدا ہونے شروع ہو گئے اور اس نے اٹھ کر ٹہلنا شروع کر دیا۔ یہ اس کی از حد خفگی کی نشانی تھی پھر وہ بولا ''تم کل نماز پڑھنے کے لئے گئے تھے؟'' میں نے کہا: ''جی صاحب گئے تھے''۔ کمپنی ساری کی نفری لے گئے تھے یا صرف مسلمان گئے تھے۔'' میں نے کہا: ''صاحب! ساری کمپنی گئی تھی۔'' صاحب نے کہا: ''دیکھو ابھی آدھ گھنٹہ بعد صرف مسلمان نفری لے کر جاؤ اور سب کو حکم دو کہ صاف صاف ستھرے ہو کر اور صاف کپڑے پہن کر نہایت عاجزی سے نماز پڑھیں ضرور بارش ہو گی۔'' میں وقت مقررہ پر حسب الحکم کیپٹن صاحب مع نفری مسلمان کمپنی مقررہ جگہ پر پہنچا۔ امام صاحب نے نہایت خشوع و خضوع سے نماز پڑھائی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمارے بارکوں تک پہنچنے سے پہلے ہی بارش شروع ہو گئی اور اس بارش کے پانی کو ہم نے استعمال میں لانا شروع کیا اور وہی جگہ جو میدان کربلا بنی ہوئی تھی۔ خداوند کریم کے فضل و کرم سے پھر آباد ہو گئی۔ (غلام حیدر سابق حوالدار میجر)

حدیث نمبر۴

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْاٰنُ عَنْ ذِکْرِیْ وَ مَسْئَلَتِیْ اَعْطَیْتُهٗ اَفْضَلَ مَا اُعْطِیَ السَّائِلِیْنَ وَ فَضْلُ کَلَامِ اللّٰهِ عَلٰی سَائِرِ الْکَلَامِ کَفَضْلِ اللّٰهِ عَلٰی خَلْقِهٖ۔ (رواه الترمذی والدارمی والبیهقی فی الشعب)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ حق سبحانہ و تقدس کا یہ فرمان ہے کہ جس شخص کو قرآن شریف کی مشغولی کی وجہ سے ذکر کرنے اور دعائیں مانگنے کی فرصت نہیں ملتی میں اس کو سب مانگنے والوں سے زیادہ عطا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ

شانہٗ کے کلام کو سب کلاموں پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسی کہ خود حق تعالیٰ شانہٗ کو تمام مخلوق پر۔
یعنی جس شخص کو قرآن پاک کے یاد کرنے یا جاننے اور سمجھنے میں اس درجہ مشغولیت رہی کہ کسی دوسری دعا وغیرہ کے مانگنے کا وقت نہ ملتا تھا میں دعا مانگنے والوں کے مانگنے سے بھی افضل چیز اس کو عطا کروں گا۔ دنیا کا مشاہدہ ہے کہ جب کوئی شخص شیرینی وغیرہ تقسیم کر رہا ہو اور کوئی مٹھائی لینے والا اس کے ہی کام میں مشغول ہو اور اس کی وجہ سے نہ آسکتا ہو تو یقیناً اس کا حصہ پہلے ہی نکال لیا جاتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں اسی موقع پر مذکور ہے کہ میں اس کو شکر گزار بندوں کے ثواب سے افضل ثواب عطا کروں گا۔

واقعہ نمبر ۴

میں ضلع جالندھر کی ایک بستی شیخ درویش کے ایک متوسط راجپوت گھرانے میں ۱۹۱۹ء میں پیدا ہوئی۔ میرے والد صوفی اور درویش انسان تھے۔ بارہ سال جنگل میں اپنے پیر غلام جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ عبادت میں مشغول رہے۔ ہمارے اجداد کا گھرانہ حافظوں کا گھرانا مشہور تھا۔ میرے والد درویشانہ زندگی میں قدم رکھنے کی وجہ سے اس چیز کو نبھا نہ سکے مگر انہیں اس نعمت کے گھرانے سے ختم ہونے کا سخت قلق تھا۔ خود حفظ نہ کر سکے۔ اپنے اکلوتے لڑکے کو بہت چاہا کہ حفظ کرے مگر وہ بھی نہ کر سکے۔ ہر وقت والد صاحب کے دل میں اس چیز کا احساس رہتا بلکہ بعض اوقات رو دیتے۔

میں ابھی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ والد صاحب کے دل میں یہ اشتیاق پیدا ہوا کہ جو بچہ اب پیدا ہو گا اس کو انشاء اللہ ضرور حفظ کراؤں گا۔ اتفاق کی بات کہ میں لڑکی پیدا ہوئی تو ان کا شوق بجھ سا گیا۔ کیونکہ اس وقت تعلیم کا اتنا چرچا نہ تھا۔ اور یہ وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا تھا کہ لڑکی بھی قرآن حفظ کر سکتی ہے؟

میں جب گیارہ سال کی ہوئی اور چھٹی جماعت میں پڑھتی تھی۔ میری بڑی بہن اتفاق سے ایک جلسے میں گئیں وہاں حافظ خوشی محمد صاحب نے قرآن مجید کی تلاوت قراءت سے کی۔ وہ اتنی خوش الحانی سے پڑھتے تھے کہ سننے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ میری بہن نے گھر آ کر والد صاحب سے ذکر کیا۔ میرے والد انہیں تلاش کر کے گھر لائے

کہ میری لڑکی کو بھی قرأت سکھا دو۔ انہوں نے قبول کر لیا۔ پھر مجھے قرأت سکھانی شروع کر دی۔ میرے ذوق وشوق اور خوش الحانی کو دیکھ کر وہ بہت محنت سے پڑھانے لگے۔ جب میں پڑھتی' والد صاحب بہت خوش ہوتے۔ میرے والد صاحب کے شوق کو دیکھ کر حافظ جی صاحب نے بھی مجھے با قاعدہ قرأت شروع کرائی۔ چنانچہ زینت القاری، مفید القاری، سراج القاری ان کتابوں کی باریکیاں ذہن نشین کرائیں۔ میں دن بدن شوق اور دلچسپی سے پڑھتی تو حافظ جی صاحب بڑی توجہ اور پیار ومحبت سے پڑھاتے اور چند ایک سورتیں حفظ کرا کر ان میں خاص خاص پر خوش الحانی' مصری لہجے اور عربی لہجے کی مشق کرائی۔ بستی میں ایک نیا چرچا تھا۔ آواز بھی خداداد چیز ہے۔ اس سے اور بھی لذت پیدا ہو جاتی ہے۔ دور دور سے لوگ سننے کے لئے آتے اور میرے والد خوشی سے مجھے سنانے کی اجازت دے دیتے۔

اتفاق کی بات ہے، شعبان کا مہینہ تھا حافظ صاحب پڑھاتے پڑھاتے کہنے لگے۔ "بیٹی تم نے بہت سی سورتیں حفظ کر لیں۔ آؤ حساب لگائیں کہ کتنے پاروں کے قریب حفظ ہو گیا۔ انہوں نے حساب لگایا۔ تو سات پاروں کے قریب میں نے سورتیں حفظ کر لی تھیں۔ فرمانے لگے ہمت کرو، اس دفعہ رمضان شریف میں اپنے محلے کی عورتیں اکٹھی کر کے تراویح میں سنا دیا کرنا۔ میں حوصلہ نہیں کر سکتی تھی۔ لیکن انہوں نے میری ہمت بڑھائی ہمارے محلے کے قریباً سب ہی شریف لوگ تھے۔ سیدھے سادے اور سیدھی سادی زندگی گزارنے والے۔ چنانچہ رمضان شریف آیا تو سب محلے کی عورتیں خوشی سے نماز تراویح پڑھنے آنے لگیں۔ میرا شوق بڑھنے لگا۔ دن کو جتنا دور کرتی۔ رات کو تراویح میں سنا دیتی۔ عورتیں بہت خوش ہوتیں اور میں بھی بہت دلچسپی لینے لگی۔

جتنی سورتیں حفظ تھیں وہ تو آسانی سے سنا دیں۔ اب عورتیں پیچھا نہیں چھوڑتی تھیں اور خود بھی دل چاہتا کہ رمضان شریف ایسے ہی پورا ہو۔ عجیب لطف ولذت محسوس ہوتی۔ حافظہ کھل چکا تھا اور طبیعت ادھر مائل ہو چکی تھی۔ سچی بات ہے جو دل کو اس سچے کلام کی طرف راغب کرے خدا خود اس کے لئے ایسے ایسے وسائل مہیا کر دیتا ہے جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتے اور وسیع راستے کھلتے ہیں۔ پھر یہ حال تھا کہ دن کو جتنا یاد کرتی۔ [illegible] رمضان شریف میں بیس سیپارے میں نے

سنا دیئے۔ میری خوشی کی انتہا نہ رہی اور گھر والے خاص کر والد صاحب پھولے نہ سماتے خود دل میں ایک لگن اور ولولہ پیدا ہو گیا۔

یہ بتا دینا بھی ضروری سمجھتی ہوں کہ ان دنوں میں مدرسۃ البنات جالندھر میں پڑھ رہی تھی۔ اس میں دنیاوی تعلیم کے ساتھ مذہبی تعلیم ضروری بلکہ لازمی تھی۔ مدرسۃ البنات کے بانی مولانا آقا جی صاحب اور ان کی بیوی مجھے دل و جان سے چاہتے تھے۔ بلکہ جب تک زندہ رہے اپنی بیٹیوں سے کبھی کم خیال نہیں کیا۔ خدائے تعالیٰ دونوں کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ آمین۔ وہ مجھے سکول ٹائم کے بعد پڑھاتے رہے۔ چنانچہ میں نے قرآن مجید کا ترجمہ اور حدیث شریف صحیح بخاری ان نیک ہستیوں سے پڑھی۔ وہ بھی مجھے بہت محنت اور شوق سے پڑھاتے رہے۔

اگلے سال پھر رمضان کا مہینہ آیا۔ پھر میں نے تراویح میں قرآن مجید سنانا شروع کر دیا۔ اب کے سال خدا کی مہربانی سے میں نے پورا قرآن مجید سنا دیا۔ میں خود حیران تھی کہ یہ کیسے اتنا بڑا کام اور ہنستے کھیلتے خدا کی قدرت سے ممکن ہو گیا۔ اب کئی لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ آپ نے کتنے سال میں قرآن مجید حفظ کر لیا انہیں کیا بتاؤں میرا حفظ کرنا تو ایک کرشمہ سے کم نہیں۔

الحمد للہ اب تک قرآن مجید سناتی ہوں اور یہ سلسلہ چل رہا ہے خدائے تعالیٰ توفیق دے۔ آمین

(حافظ اسلام اختر بیگم مرزا نصیر الدین۔ قائد آباد کالونی پشاور)

؎ آں کتاب زندہ قرآن حکیم　　حکمت او لایزال است و قدیم

حدیث نمبر ۵

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ نَحْنُ فِي الصُّفَّةِ فَقَالَ اَيُّكُمْ يُحِبُّ اَنْ يَّغْدُوَ كُلَّ يَوْمٍ اِلٰى بُطْحَانَ اَوِ الْعَقِيْقِ فَيَاْتِيَ بِنَاقَتَيْنِ كَوْمَاوَيْنِ فِيْ غَيْرِ اِثْمٍ وَّلَا قَطِيْعَةِ رَحِمٍ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كُلُّنَا نُحِبُّ ذٰلِكَ قَالَ اَفَلَا يَغْدُوْ وَ اَحَدُكُمْ اِلَى الْمَسْجِدِ فَيَعْلَمُ اَوْ يَقْرَأُ اٰيَتَيْنِ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ نَاقَتَيْنِ وَثَلٰثٌ خَيْرٌ لَّهٗ

مِنْ ثَلٰثٍ وَّ اَرْبَعٌ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَرْبَعٍ وَمِنْ اَعْدَادِ هِنَّ مِنَ الْاِبِلِ۔

(رواہ مسلم وابوداؤد)

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ تشریف لائے۔ ہم لوگ صفہ میں بیٹھے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کون شخص اس کو پسند کرتا ہے کہ علی الصبح بازار بطحان یا عقیق میں جائے اور دو اونٹنیاں عمدہ سے عمدہ بلا کسی قسم کے گناہ اور قطع رحمی کے پکڑ لائے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ اس کو تو ہم میں سے ہر شخص پسند کرے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مسجد میں جا کر دو آیتوں کا پڑھنا یا پڑھا دینا دو اونٹنیوں سے اور تین آیات کا تین اونٹنیوں سے اسی طرح چار کا چار سے افضل ہے اور ان کے برابر اونٹوں سے افضل ہے۔

مسجد نبوی شریف میں فقراء مہاجرین (صحابہ کرام علیہم الرضوان جن کی تعداد امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمتہ کے بقول ایک سو ایک تھی) کیلئے بیٹھنے کی جگہ صفہ کہلاتی ہے جہاں آج بھی چبوترہ بنا ہوا ہے۔

بطحان اور عقیق مدینہ شریف کے قریب دو مقامات ہیں جہاں اونٹوں کی منڈیاں لگتی تھیں۔

اہل عرب کے نزدیک اونٹ بالخصوص بڑی کوہان والی اونٹنی ہی سب سے بڑی دولت ہوتی اس لئے حضور علیہ السلام نے قرآن مجید کی عظمت وفضیلت کو ان کے ذہن کے مطابق بیان فرمایا (کلموا الناس علی قدر عقولھم۔ لوگوں سے ان کے ذہن کے مطابق بات کرو) پھر اس طرح کی عظیم دولت بغیر کسی مشقت کے مل جائے تو اس کی کیوں نہ عید ہو جائے اور پھر ایک نہیں بلکہ جتنی آیات پڑھتے جاؤ اتنی اونٹنیاں ملتی جائیں لیکن اس کے باوجود دنیا کی ہر چیز فنا ہونے والی ہے مگر قرآن پاک کی تلاوت کا اجر وثواب تو نہ ختم ہونے والا ہے۔

دراصل اس حدیث مبارکہ میں فنا ہونے والی اور باقی رہنے والی شئی کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ اونٹنیاں اگرچہ ہزاروں بھی ہوں گی تو تمہارے پاس ہمیشہ نہ رہیں گی لیکن قرآن کا پڑھنا یا پڑھانا ایسی نعمت ہے کہ جو نہ ختم ہونے کے ساتھ ساتھ بڑھتی بھی رہے گی۔

قرآن پاک کی ایک آیت کا پڑھنا اس سے افضل جانے۔

کس قدر غافل اور خسارے میں ہیں وہ لوگ وہ اتنی عظیم دولت کی طرف تو توجہ نہیں کرتے اور انہوں نے اپنا مقصد حیات دنیا کو قرار دے رکھا ہے۔

غافلو! گر خواب میں یوں سوتے ہی رہو گے
جب نیند سے جاگو گے تو پھر روتے ہی رہو گے

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک بزرگ کے بعض تجارت پیشہ احباب نے ان سے درخواست کی کہ جہاز سے اترنے کے وقت حضرت جدہ تشریف فرما ہوں تاکہ جناب کی برکت سے ہمارے مال میں نفع ہو اور مقصود یہ تھا کہ تجارت کے منافع سے حضرت کے بعض خدام کو کچھ نفع حاصل ہو۔ اول تو حضرت نے عذر فرمایا مگر جب انہوں نے اصرار کیا تو حضرت نے دریافت فرمایا کہ تمہیں زیادہ سے زیادہ جو نفع مال تجارت میں ہوتا ہے وہ کیا مقدار ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ مختلف ہوتا ہے زائد سے زائد ایک کے دو ہو جاتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ''اس قلیل نفع کے لئے اس قدر مشقت اٹھاتے ہو۔ اتنی سی بات کے لئے ہم حرم محترم کی نماز کیسے چھوڑ دیں جہاں ایک کے لاکھ ملتے ہیں۔'' درحقیقت مسلمانوں کے غور کرنے کی جگہ ہے کہ وہ ذرا سی دنیوی متاع کی خاطر کس قدر دینی منافع کو قربان کر دیتے ہیں۔

واقعہ نمبر ۵

پانچ اکتوبر ۱۹۵۵ء بروز بدھ وار آج بھی دل پر اسی طرح نقش ہے جیسے یہ کل کی بات ہو حالانکہ اسے ساڑھے بارہ سال بیت چکے ہیں۔

میں ان دنوں بدوملہی لنک سب ڈویژن میں اوورسیر تھا اور مجھے وہاں چارج لئے تین ماہ بھی مکمل نہیں ہوئے تھے اور میری مدت ملازمت صرف آٹھ ماہ تھی۔ میرا ہیڈ کوارٹر بستی امین شاہ میں تھا۔ یہ بستی مرالہ راوی لنک کی بائیں طرف بر جی ۲۹۷ پر واقع ہے۔ اس کے ایک بازو سے لاہور نارروال ریلوے لائن پل کو پار کرتی ہوئی گزرتی ہے۔ گویا یہ بستی نہر اور ریلوے لائن کے سنگم پر واقع ہے۔ اس بستی کے مشرقی اور جنوبی حصے کی طرف دریائے راوی تقریباً پانچ میل کے فاصلے پر بہتا ہے۔ سیلاب کے دنوں میں اگر دریا کناروں سے باہر بہہ

نکلے تو اس علاقے کو بری طرح پامال کر دیتا ہے۔

۱۵ اکتوبر ۱۹۵۵ء ابھی صبح پوری طرح طلوع بھی نہیں ہوئی تھی کہ شور سے آنکھ کھل گئی اور معلوم ہوا کہ سیلاب آ گیا ہے۔ اس وقت میرے ملازم فیروز نے جو اس بستی کا رہنے والا تھا جانے کی اجازت چاہی۔ جب وہ چلا گیا تو میں سوچنے لگا کہ اب کیا کیا جائے۔ پانی دہلیزوں کے اندر آ رہا تھا۔ میں چارپائی پر بیٹھ گیا۔ لیکن پانی زور و شور سے اندر داخل ہو رہا تھا۔ اسی وقت فیروز واپس آ گیا پوچھنے پر بتانے لگا کہ پانی بہت زیادہ ہے اس لئے نہیں جا سکا۔ تنہائی دور ہو جانے کی وجہ سے خداوند کریم کا شکر ادا کیا اور پھر مکان کو بند کر کے چھت پر چلے گئے۔ پانی بارش کی صورت میں اوپر سے بھی برس رہا تھا۔ اور اس دن پانی رحمت کی بجائے زحمت بنا ہوا تھا۔ مکان کی چھت پر بیٹھے ہم بستی والوں کی طرف دیکھ رہے تھے اور بستی والے ہماری طرف۔ چونکہ میرا مکان بستی سے فاصلے پر شہر کی طرف نشیب میں واقع تھا۔ اس لئے بہ جانے کا ہر وقت خطرہ تھا۔ سیلاب کے زور سے دیواریں کانپ رہی تھیں۔ شام تک پانی دس فٹ اونچا ہو گیا۔ رات آئی بارش میں بیٹھ کر سردی سے کانپتے ہوئے گزار دی۔

صبح ہوئی تو انسانوں اور حیوانوں کے لاشے تیرتے ہوئے گزر رہے تھے اور ہر لحہ دنیا کی بے ثباتی کا یقین دلا رہا تھا۔ ہماری زبانوں پر صرف خدا کا نام تھا اور اسی کے سہارے چوبیس گھنٹے گزر چکے تھے۔ شام تک پانی کا زور کم ہوا تو بستی سے ایک تیراک ہماری لئے روٹی لے کر آیا۔ اگلی صبح تک پانی بہت ہی کم ہو چکا تھا۔ نیچے اترا تو مکان میں صرف ایک ایک فٹ پانی تھا۔ صحن کی چار دیواری گر چکی تھی۔ مکان کے اندر کی ہر چیز بکھری پڑی تھی۔ نہ کتابیں اپنی الماریوں میں اور نہ سامان اپنی جگہ پر' سب کتابیں پانی میں ڈوب کر گل چکی تھیں لیکن صرف ایک کتاب ''قرآن مجید'' پانی پر تیر رہی تھی۔ پانی اس مبارک کتاب کی جلد کے نچلے حصے کو چھوا تھا اور باقی کتاب بالکل صاف اور خشک تھی۔ یہ صرف خداوند قدوس کی طرف سے ایک کرشمہ ہی تھا کہ سب کتابوں میں سے صرف کلام پاک کو محفوظ رکھا اور اپنے اس فرمان کو بھی سچ ثابت کیا کہ ''ہم خود اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔''

مجھے یقین ہے کہ اسی مبارک کتاب کے طفیل ہم محفوظ رہے اور یہ قرآن مجید آج بھی

ہر صبح مجھے اس واقعہ کی یاد دلاتا ہے۔(سرور محمد۔اوورسیر کینال کالونی پپلاں۔ضلع میانوالی)

ھر چہ می بینی انوار حق است
حکمت اشیاء ز اسرار حق است
ھر کہ آیات خدا بیند حُراست
اصل ایں حکمت زحکم ''اُنْظُرْ'' است

حدیث نمبر ۶

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْاٰنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَالَّذِىْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَ يَتَتَعْتَعُ فِيْهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهٗ اَجْرَانِ۔

(رواہ البخاری و مسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ قرآن کا ماہر ان ملائکہ کے ساتھ ہے جو میر منشی ہیں (مقرب ترین) اور نیک کار ہیں اور جو شخص قرآن شریف کو اٹکتا ہوا پڑھتا ہے اور اس میں دقت اٹھاتا ہے اس کو دوہرا اجر ہے۔

قرآن شریف کا ماہر وہ کہلاتا ہے جس کو یاد بھی خوب ہو اور پڑھتا بھی خوب ہو اور اگر معانی و مراد پر قادر ہو تو پھر کیا کہنا۔ ملائکہ کے ساتھ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی قرآن شریف کے لوح محفوظ سے نقل کرنیوالے ہیں اور یہ بھی اس کا نقل کرنیوالا اور پہنچانے والا ہے تو گویا دونوں ایک ہی مسلک پر ہیں یا یہ کہ حشر میں ان کے ساتھ اجتماع ہوگا۔ اٹکنے والے کو دوہرا اجر ایک اس کی قرأت کا دوسرا اس کی اس مشقت کا جو اس بار بار اٹکنے کی وجہ سے برداشت کرتا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ اس ماہر سے بڑھ جائے۔ ماہر کیلئے جو فضیلت ارشاد فرمائی گئی ہے وہ اس سے بہت بڑھ کر رہے کہ مخصوص ملائکہ کے ساتھ اس کا اجتماع فرمایا ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ اس کے اٹکنے کی وجہ سے اس مشقت کا اجر مستقل ملے گا۔ لہٰذا اس عذر کی وجہ سے کسی کو چھوڑنا نہیں چاہئے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے طبرانی اور بیہقی کی روایت سے نقل کیا ہے کو جو شخص قرآن شریف پڑھتا ہے اور وہ یاد نہیں ہوتا تو اس کے لئے دوہرا اجر ہے اور جو اس کو یاد کرنے کی تمنا کرتا رہے لیکن یاد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا مگر وہ پڑھنا بھی نہیں چھوتا تو

حق تعالیٰ شانہٗ اس کا حفاظ ہی کے ساتھ حشر فرمائے گا۔

واقعہ نمبر ۶

میں ایک متوسط گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں لیکن جب میں میٹرک میں تھا تو والد صاحب ایک خانہ جنگی میں شدید زخمی ہو گئے۔ ہسپتال میں کافی عرصہ رہنے کے بعد جب واپس آئے تو پھر مقدمے میں اس طرح الجھ گئے کہ میرے میٹرک پاس کرنے تک وہ گھر کا تقریباً قیمتی اثاثہ بیچ چکے تھے۔ میٹرک میں نے بہت اچھے نمبروں سے پاس کیا اور خواہش تھی کہ تعلیم کو جاری رکھوں لیکن والد صاحب کی حالت ناگفتہ بہ ہو چکی تھی۔ ان کے پاس کالج میں داخلے کی رقم تک نہ تھی۔ آخر کافی ردوکد کے بعد انہوں نے مجھے ایبٹ آباد ایک دیرینہ دوست کے پاس بھیج دیا کہ وہ مجھے کالج میں داخل کرا دیں گے۔ بعد میں میرے اخراجات کا بندوبست کر لیا جائے گا۔ ایبٹ آباد جن کے پاس والد صاحب نے مجھے بھیجا تھا۔ انہوں نے ایسی طوطا چشمی سے کام لیا کہ میں انتہائی دل شکستہ ہو کر بہاول پور والد صاحب کے ایک اور دوست کے پاس چلا گیا کہ شاید وہ میری مدد کر سکیں۔ انہوں نے یوں تو میرے ساتھ بہت اچھا برتاؤ کیا لیکن بجائے کالج میں داخل کرانے کے مجھے ایک کمرشل انسٹی ٹیوٹ میں داخلے کا مشورہ دیا۔ میں سخت دل شکستہ اور مجبور ہو چکا تھا اسی لئے چاروناچار راضی ہو گیا۔ یہ ۱۹۶۰ء کا واقعہ ہے۔ ہاسٹل میں جگہ مل گئی۔ ابتدائی اخراجات بھی بہت کم آئے اور آئندہ بھی زیادہ اخراجات کی توقع نہ تھی لیکن دل جس میں آرزوؤں اور تمناؤں کا طوفان بھرا ہوا تھا ٹوٹ گیا۔ ابتدائی تربیت کچھ اس طرح ہوئی تھی کہ میں مذہبی تعلیم سے تقریباً بے گانہ ہی رہ گیا تھا لیکن چند ایک قرآن کی آیات زبانی یاد کرا دی گئی تھیں جو دیہات میں والدین اپنے بچوں کو یاد کرانا ضروری سمجھتے ہیں۔ مجھے نماز اور بعد از نماز دعاؤں کے ساتھ والدہ نے آیت الکرسی بھی یاد کرا دی تھی اور عموماً فرمایا کرتی تھیں کہ بیٹا جب سونے لگو تو آیت الکرسی ضرور پڑھ لیا کرو۔ اس پر میرا کبھی مستقل عمل نہ رہا لیکن آیت الکرسی یاد رہ گئی۔

جب انسان پر مصیبتیں پڑتی ہیں تو اسے خدا بہت یاد آتا ہے اور وہ کچھ مذہبی بھی بن جاتا ہے مجھے بھی ان ہچکولوں نے اس طرح جھنجھوڑا کہ نماز کی پابندی کرنے لگا اور عشاء کی نماز کے بعد آیت الکرسی ضرور پڑھ لیتا۔ ساتھ ہی ظفر کا یہ شعر بھی گنگناتا۔

مانگی دعائیں رات دن بگڑی نہ بن سکی مری
شاید میرے کریم نے میری سنی نہیں

وقت جوں توں کر کے گزرتا رہا لیکن ایک موقع ایسا آیا کہ میں رقم نہ ہونے کی وجہ سے انتہائی بے چین ہو گیا۔ رمضان قریب الاختتام تھا کہ میں نے گھر خط لکھا کہ میرے پاس پھوٹی کوڑی تک نہیں ہے اور عید قریب ہے مجھے کچھ نہ کچھ روپے ضرور روانہ کیے جائیں۔ رقم نہ آنی تھی نہ آئی اور عید الفطر میں صرف ایک ہی دن رہ گیا۔ ظہر کا وقت تھا میں انتہائی مایوسی اور بے چینی کے عالم میں الصادق مسجد میں داخل ہوا۔ نچلے حصے میں اِکا دُکا آدمی نماز پڑھ رہے تھے۔ میں بھی وہیں ایک کونے میں کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگ گیا لیکن مجھ پر کچھ ایسی بے چینی اور اضطراب کی کیفیت طاری ہو گئی کہ آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ بمشکل سنتیں پڑھیں اور پھر وہیں بیٹھ کر آیت الکرسی پڑھنی شروع کر دی اور ساتھ ہی سر دونوں زانوؤں میں لے کے چپکے چپکے رونا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہچکی بندھ گئی اور میں بے حال ہونا شروع ہو گیا اتنے میں کیا محسوس کرتا ہوں کوئی آدمی میرے کندھوں کو جھنجھوڑ رہا ہے۔ آنسوؤں کو پونچھتے ہوئے اوپر دیکھا تو ایک سفید ریش آدمی سر پر پگڑی رکھے ہوئے کھڑے ہیں۔ میرے اوپر دیکھتے ہی وہ وہیں بیٹھ گئے اور مجھ سے پوچھنے لگے کہ تم کیوں پریشان ہو اور اس طرح کیوں رو رہے ہو؟ میں نے انہیں مختصراً بتایا کہ میں طالب علم ہوں، گھر سے منی آرڈر نہیں آیا ہے۔ عید سر پر ہے سوچتا ہوں کہ عید کیسے گزرے گی۔ اور اپنی دیگر ضروریات کے ہاتھوں بھی سخت تنگ ہوں گھر سے دور ہوں، یہاں بھی کسی سے ایک کوڑی قرضہ کی امید نہیں اس لئے اس خیال سے پریشان ہو گیا ہوں کہ یہ میری پہلی عید گھر سے باہر کتنی مایوسی اور دکھوں میں گزرے گی۔ انہوں نے کہا کہ میں نماز پڑھ لوں تو میرے ساتھ چلیں۔ نماز پڑھ چکنے کے بعد وہ مجھے اپنے ساتھ نزدیک ہی ایک خلیل میڈیکل سٹور میں لے گئے اور بغیر کچھ کہے دس روپے میرے ہاتھ میں تھما دیئے میں نے انہیں کہا کہ میرا نام و پتہ نوٹ کر لیں میں آپ کا یہ قرضہ جلد ہی واپس کر دوں گا لیکن بغیر نام و پتہ نوٹ کئے انہوں نے مجھے رخصت کر دیا۔ اس سے قبل بھی چند بار آیت الکرسی پڑھنے سے میری مصیبتیں فوراً عجیب طریقے سے حل ہو گئی تھیں لیکن اس واقعہ نے میری زندگی میں ایک انقلاب پیدا کر دیا اور میں دینی تعلیم

کی طرف پوری طرح متوجہ ہو گیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں قرآن پڑھ لیا اور ایک اسلام پسند طلبہ کی تنظیم سے منسلک ہو گیا۔ اس کے بعد میری زندگی انتہائی پر جوش اور ولولہ انگیز ہو گئی۔ جدو جہد کو اپنا مسلک بنا لیا خدا پر بھروسہ کر لیا۔ خلیل صاحب کو ایک ہی ہفتے کے اندر رقم لوٹا دی لیکن اپنے اوپر رات کی نیند حرام کر لی اور ٹیوشن پڑھا کر تعلیمی اخراجات کو پورا کرنا شروع کر دیا۔ آیت الکرسی کو اپنا ورد جان بنا لیا۔ والدین سے جو امداد لیتا تھا وہ بھی ترک کر دی بلکہ ان کی امداد کرنی شروع کر دی۔ اسی جذبے اور ہمت کے تحت آج میں پشاور یونیورسٹی میں ایم اے فائنل میں پڑھتا ہوں اور اپنی امنگوں اور خواہشوں کی تکمیل پوری ہوتی دیکھ رہا ہوں۔ اس پورے تعلیمی عرصے میں میں نے بہت ہی کم گھر سے امداد لی ہے۔ اس لئے معاشی بدحالی ہمیشہ رہی لیکن جب کبھی اضطراب و بے چینی حد سے بڑھی تو رات کو سوتے وقت کئی کئی بار آیت الکرسی کو پڑھا اور خدا کی شان کہ صبح تک دل کو اطمینان نصیب ہو گیا اور مدد کا بس کوئی نہ کوئی سبب بن گیا۔ اتنے لمبے تعلیمی عرصہ میں اپنی مدد آپ کے تحت وقت گزارا لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ وقت محض اس آیت الکرسی کی برکت سے کٹا۔

(خادم حسین ایم اے سکھر تحصیل تلہ گنگ)

دوسروں سے کیوں کہیں قربان ہونے کو حفیظ
کیوں نہ اس رسم کہن کو پھر ہمیں تازہ کریں

حدیث نمبر ۷

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ اِلَّا عَلٰى اِثْنَيْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ يَقُوْمُ بِهٖ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَ اٰنَاءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَ اٰنَاءَ النَّهَارِ۔

(رواہ البخاری والترمذی والنسائی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ حسد دو شخصوں کے سوا کسی پر جائز نہیں۔ ایک وہ جس کو حق تعالیٰ شانہ نے قرآن شریف کی تلاوت عطا فرمائی اور وہ دن رات اس میں مشغول رہتا ہے دوسرے وہ جس کو حق سبحانہ نے مال کی کثرت عطا

فرمائی اور وہ دن رات اس کو خرچ کرتا ہے۔

قرآن شریف کی آیات اور احادیث کثیرہ کے عموم سے حسد کی برائی اور ناجائز ہونا مطلقاً معلوم ہوتا ہے۔ اس حدیث شریف سے دو آدمیوں کے بارے میں جواز معلوم ہوتا ہے چونکہ وہ روایات زیادہ مشہور و کثیر ہیں اس لئے علماء نے اس حدیث کے دو مطلب ارشاد فرمائے ہیں۔ اول یہ کہ حسد اس حدیث شریف میں رشک کے معنی میں ہے جس کو عربی میں غبطہ کہتے ہیں۔ حسد اور غبطہ میں یہ فرق ہے کہ حسد میں کسی کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر یہ آرزو ہوتی ہے کہ اس کے پاس یہ نعمت نہ رہے خواہ اپنے پاس حاصل ہو یا نہ ہو، اور رشک میں اپنے پاس اس کے حصول کی تمنا و آرزو ہوتی ہے عام اس سے کہ دوسرے سے زائل ہو یا نہ ہو۔ چونکہ حسد بالاجماع حرام ہے اس لئے علماء نے اس لفظ حسد کو مجازاً غبطہ کے معنی میں ارشاد فرمایا ہے جو دنیوی امور میں مباح ہے اور دینی امور میں مستحب۔ دوسرا مطلب یہ بھی ممکن ہے کہ بسا اوقات کلام عَلٰی سَبِیْلِ الْفَرضِ وَالتَّقْدِیر مستعمل ہوتا ہے یعنی اگر حسد جائز ہوتا تو یہ دو چیزیں ایسی تھیں کہ ان میں جائز ہوتا۔

واقعہ نمبر ۷

پاکستان بننے سے پہلے میرے ایک عزیز دہلی میں رہائش پذیر تھے آج کل وہ کراچی میں رہتے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب اکتوبر ۱۹۴۷ء میں سارے پنجاب میں فسادات ہو رہے تھے اور دہلی شہر بھی ان کی زد میں آچکا تھا وہ بھی اپنے گھر سے نکل کر پہلے پرانے قلعہ دہلی میں رہے پھر وہاں سے بڑی مشکلوں سے ریلوے اسٹیشن پر پہنچے اور لاہور جانے کے لئے دوسرے تارکین وطن کے ساتھ ریل گاڑی میں سوار ہو گئے۔ ان کے پاس کل سامان ایک بیگ تھا جس میں چند کپڑے تھے اور ساتھ ایک چھوٹے سائز کا قرآن مجید تھا جس کو انہوں نے اپنے سینے پر باندھ رکھا تھا۔

گاڑی آہستہ آہستہ چلتی ہوئی بلکہ رینگتی ہوئی تین دن میں امرتسر کے سٹیشن پر پہنچی، راستے میں کئی جگہ ہندو اور سکھ بلوائیوں نے حملے کئے اور مسافروں کے مال و جان کو نقصان پہنچایا مگر گاڑی کسی نہ کسی طرح آگے بڑھتی رہی لیکن امرتسر کے سٹیشن پر رات کے وقت پہنچ

کر ایسی رکی کہ دن کے نو بج گئے۔ ڈرائیور اور گارڈ کا کہیں پتہ تک نہ تھا آخر ہندو اور سکھ فوج اور مسلح بلوائیوں کے گروہ اسٹیشن پر پہنچ گئے جنہوں نے پہلے تو تمام مسلمانوں کو گاڑی سے پلیٹ فارم پر اتار لیا پھر رائفلوں مشین گنوں اور برین گنوں سے مسلمانوں پر فائر کھول دیا۔ کیا قیامت کا سماں تھا کہ چاروں طرف مسلح ہندو سکھ اور درمیان میں نہتے مسلمان مرد وعورت اور بچے جو اپنا کوئی دفاع نہیں کر سکتے تھے سوائے اس کے کہ جس سے ہو سکا وہ زمین پر لیٹ گیا تاکہ گولیوں کی سیدھی بوچھاڑ سے بچ سکے اور اس وقت اس کے سوا دفاع کا اور کوئی طریقہ ممکن بھی نہیں تھا لیکن میرے وہ عزیز کہتے ہیں کہ اس وقت مجھے خیال آیا کہ اگر میں بھی لیٹ گیا تو اس سے قرآن مجید کی جو میرے سینے سے بندھا ہوا ہے' بے حرمتی ہو گی اور خدا کے سامنے کیا منہ لے کر جاؤں گا۔ میں نے اپنی جان کو کچھ عرصہ تک بچانے کے لئے قرآن مجید کو زمین بوس کر دیا اور جیتے جی قرآن مجید کو سرنگوں ہونے دیا۔ خیال آتے ہی میں نے دل میں پختہ ارادہ کر لیا کہ چاہے میری جان کو کتنا ہی خطرہ کیوں نہ ہو میں جیتے جی قرآن مجید کو زمین پر نہیں لگنے دوں گا یہ ارادہ کر کے میں گاڑی کے ساتھ پشت لگا کر کھڑا ہو گیا دو گھنٹے لگاتار گولیاں چلتی رہیں اور میرے دائیں بائیں اور اوپر سے گزرتی رہیں گاڑی کے اس ڈبے کے شیشے چکنا چور ہو گئے جس کے ساتھ میں کھڑا تھا لیکن نہ تو میرا قدم ڈگمگایا اور نہ مجھے ہلکی سی خراش تک آئی اور جب فائرنگ بند ہوئی تو میں نے دیکھا کہ جس جگہ میں ٹیک لگا کر کھڑا تھا اس کے علاوہ گاڑی کے ڈبے کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا جو گولیوں سے چھلنی نہ ہو چکا ہو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کسی ماہر نشانہ باز نے اپنے معمول کو لکڑی کی دیوار کے ساتھ کھڑا کر کے اس کے گرد چاقوؤں کا حصار کھینچ دیا ہو۔ قرآن مجید کا یہ احسان مجھے کبھی نہیں بھول سکتا۔

افسوس آج ہم خدا کی یاد سے غافل ہیں ورنہ خدا تو ہر دم ہمارا محافظ اور مددگار ہے۔

(پروفیسر عبدالسلام فاروقی سیالکوٹ)

ایماں کی حفاظت تجھے مطلوب اگر ہے
قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلمان
ہر دور میں جو چیز محافظ ہے ہماری
قرآن ہے، قرآن ہے، قرآن ہے، قرآن

حدیث نمبر ۸

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ الْاُتْرُجَّةِ رِیْحُهَا طَیِّبٌ وَ طَعْمُهَا طَیِّبٌ وَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ لَا یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ التَّمْرَةِ لَا رِیْحَ لَهَا وَ طَعْمُهَا حُلْوٌ وَ مَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِیْ لَا یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ کَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ لَیْسَ لَهَا رِیْحٌ وَ طَعْمُهَا مُرٌّ وَ مَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ الرَّیْحَانَةِ رِیْحُهَا طَیِّبٌ وَ طَعْمُهَا مُرٌّ۔ (رواہ البخاری ومسلم والنسائی وابن ماجہ)

حضرت ابوموسیٰ ﷺ نے حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو مسلمان قرآن شریف پڑھتا ہے اس کی مثال ترنج کی سی ہے اس کی خوشبو بھی عمدہ ہوتی ہے اور مزہ بھی لذیذ اور جو مومن قرآن شریف نہ پڑھے اس کی مثال کھجور کی سی ہے کہ خوشبو کچھ نہیں مگر مزہ شیریں ہوتا ہے اور جو منافق قرآن شریف نہیں پڑھتا، اس کی مثال حنظل کے پھل کی سی ہے کہ مزہ کڑوا اور خوشبو کچھ نہیں اور جو منافق قرآن شریف پڑھتا ہے اس کی مثال خوشبودار پھول کی سی ہے کہ خوشبو عمدہ اور مزہ کڑوا۔

مقصود اس حدیث سے غیر محسوس شے کو محسوس کے ساتھ تشبیہ دینا ہے تاکہ ذہن میں فرق کلام پاک کے پڑھنے اور نہ پڑھنے میں سہولت سے آ جائے ورنہ ظاہر ہے کہ کلام پاک کی حلاوت و مہک سے کیا نسبت ترنج و کھجور کو، اگرچہ ان اشیاء کے ساتھ تشبیہ میں خاص نکات بھی ہیں جو علوم نبویہ سے تعلق رکھتے ہیں اور نبی کریم ﷺ کے علوم کی وسعت کی طرف مشیر ہیں۔ مثلاً تُرنج ہی کو لیجیے منہ میں خوشبو پیدا کرتا ہے، معدہ کو صاف کرتا ہے، ہضم میں قوت دیتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ منافع ایسے ہیں کہ قرأت قرآن شریف کے ساتھ خاص مناسبت رکھتے ہیں مثلاً منہ کا خوشبودار ہونا، باطن کا صاف کرنا، روحانیت میں قوت پیدا کرنا۔ یہ منافع تلاوت میں ہیں جو پہلے منافع کے ساتھ بہت ہی مشابہت رکھتے ہیں۔ ایک خاص اثر ترنج میں یہ بھی بتلایا جاتا ہے کہ جس گھر میں ترنج ہو وہاں جن نہیں جا سکتا۔ اگر یہ صحیح ہے تو پھر کلام پاک کے ساتھ خاص مشابہت ہے بعض اطبا سے میں نے سنا ہے کہ ترنج

سے حافظہ بھی قوی ہوتا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے احیاء میں نقل کیا ہے کہ تین چیزیں حافظہ کو بڑھاتی ہیں۔

۱۔مسواک ۲۔روزہ ۳۔تلاوت۔

ابو داؤد کی روایت میں اس حدیث کے ختم پر ایک مضمون نہایت ہی مفید ہے کہ بہتر ہمنشیں کی مثال مشک والے آدمی کی سی ہے اگر تجھے مشک نہ مل سکا تو اس کی خوشبو تو کہیں گئی نہیں اور بدتر ہمنشیں کی مثال آگ کی بھٹی والے کی طرح سے ہے کہ اگر سیاہی نہ پہنچے تب بھی دھواں تو کہیں گیا ہی نہیں، نہایت ہی اہم بات ہے۔ آدمی کو اپنے ہم نشینوں پر بھی نظر کرنا چاہئے کہ کس قسم کے لوگوں میں ہر وقت نشست و برخاست ہے۔

واقعہ نمبر ۸

ایک دفعہ راقم الحروف (حافظ لدھیانوی) اور عطاء اللہ شاہ بخاری گاڑی میں ہمسفر تھے۔ شعر و شاعری ہوتی رہی۔ شاعری سے بات حفظ قرآن پر شروع ہوئی۔ شاہ صاحب نے راقم الحروف سے دریافت فرمایا کہ آپ نے کلام پاک کس حافظ سے حفظ کیا تھا۔ عرض کیا کہ اپنے والد محترم سے اور انہوں نے شاہ صاحب نے فوراً دوسرا سوال کر دیا۔ عرض کیا حافظ محمد قاسم سے۔ حافظ محمد قاسم سے شاہ صاحب نے حافظ صاحب کا اسم گرامی دہرایا اور فرمایا ایسا جید حافظ تاریخ نے پیدا نہیں کیا۔ میں اپنے والد مرحوم سے حافظ صاحب کے بہت سے کمالات سن چکا تھا۔ والد مرحوم بتایا کرتے تھے کہ میرے استاد گرامی کو تمام عمر کلام پاک کی تلاوت میں کبھی غلطی نہیں لگی اور نہ ہی تمام عمر انہوں نے کلام پاک کے کسی لفظ کو لوٹا کر پڑھا۔ ابا جی مرحوم بتاتے تھے کہ حافظ صاحب امرتسر رمضان المبارک میں لدھیانہ سے تشریف لے جاتے اور وہیں تراویح پڑھاتے بیسیوں حفاظ مختلف شہروں سے ان کے کلام پاک کی سماعت کے لئے آتے مگر کبھی کسی حافظ نے حافظ محمد قاسم کو لقمہ نہیں دیا۔ اور یادداشت کا یہ عالم تھا کہ ایک گھنٹے میں ایک سیپارہ کی رفتار سے پڑھیں یا پانچ سیپاروں کی رفتار سے تلاوت کے حسن اور صحت الفاظ میں فرق نہیں آئے گا۔ یہ انتہائی یادداشت کا کمال ہے۔ حافظ صاحب جانتے ہیں کہ معمولی یادداشت کا حافظ کم رفتار سے نہیں پڑھ سکتا۔ اگر

پڑھے گا تو بے شمار غلطیاں ہوں گی۔

بات شاہ صاحب کی ہو رہی تھی۔ فرمانے لگے کہ لدھیانہ میں خواجہ احمد شاہ ملٹری کے بہت بڑے کنٹریکٹر تھے اور نہایت بزرگ اور خدا رسیدہ شخص تھے۔ انہوں نے قرآن پاک کی کتابت کرائی۔ جب کتابت مکمل ہو چکی۔ تو کتابت کی تصحیح کا مسئلہ درپیش تھا۔ خواجہ صاحب کتابت شدہ کلام پاک مولانا زکریا جو مولانا حبیب الرحمٰن کے والد محترم تھے، ان کے پاس لائے۔ مولانا زکریا نے چھ ماہ میں کلام پاک حفظ کیا تھا اور ان کا شمار جید حفاظ میں ہوتا تھا۔ خواجہ صاحب نے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا۔ مولانا فرمانے لگے کہ اس کام کے لئے سارے ہندوستان میں ایک ہی حافظ ہیں۔ وہ حافظ محمد قاسم ہیں۔ میں یہ کلام پاک ان کو سناؤں گا۔ اس کے بعد غلطی کا امکان نہیں رہے گا۔ مولانا زکریا حافظ صاحب کے پاس آئے اور عرض کیا کہ میں کلام پاک پڑھتا جاتا ہوں آپ سنتے جائیں تاکہ اشاعت سے پہلے کتابت کی کوئی غلطی نہ رہے۔ حافظ صاحب نے فرمایا کیا اس طرح کلام پاک درست ہو جائے گا۔ مولانا نے عرض کیا کہ آپ نابینا ہیں۔ اس کے علاوہ کوئی طریقہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ حافظ صاحب مسکرائے۔ فرمایا۔ اور طریقہ بھی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کلام پاک دیکھتے جائیں میں اعراب بولتا جاتا ہوں اور بسم اللہ سے شروع کر کے والناس تک صرف اعراب بولتے گئے۔ کوئی لفظ نہیں بولا۔ شاہ جی نے فرمایا کہ واقعہ سننے کے بعد مجھے یقین نہیں آیا۔ میں مولانا زکریا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے اس محیر العقول واقعہ کی حرف بہ حرف تصدیق کی اور شہادت دی کہ یہ واقعہ میرے ساتھ گزرا ہے۔ واقعی حافظ محمد قاسم کو ایسا ہی قرآن پاک یاد تھا۔ جس کی مثال تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔

شاہ جی کہنے لگے میں نے اسلامی تاریخ کا مطالعہ کیا مگر ایسا واقعہ نہ پڑھا نہ سنا۔ ایسے حافظ قرآن پاک کا کیا کہنا جس کی یادداشت اور قرآن مجید سے عشق کا یہ عالم ہو کہ قرآن مجید اس کی سانسوں کی مہک، اس کے دل کی روشنی اس کی زندگی کا جزو، اس کی روح کی غذا، اس کے ذہن کا نور اور جان کا سرور بن جائے اور جسم کے ریشے ریشے اور رگ رگ میں قرآن پاک کا نور جاری و ساری ہو۔

(حافظ لدھیانوی)

اس میں ہے بیان وتذکرہ ہر شئی کا
ہے یہ بنی آدم کیلئے نور و شفا
سر چشمۂ معرفت ہے قرآن حکیم
مَنْ یَّشْرَبْ مِنْہُ لَمْ یَظْمَأْ اَبَدًا

حدیث نمبر۹

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَ يَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ۔ (رواہ مسلم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس کتاب یعنی قرآن پاک کی وجہ سے کتنے ہی لوگوں کو بلند مرتبہ کرتا ہے اور کتنے ہی لوگوں کو پست و ذلیل کرتا ہے۔

یعنی جو لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں، عمل کرتے ہیں، حق تعالیٰ شانہٗ ان کو دنیا و آخرت میں رفعت و عزت عطا فرماتا ہے اور جو لوگ اس پر عمل نہیں کرتے حق سبحانہ وتقدس ان کو ذلیل کرتا ہے کلام اللہ شریف کی آیات سے بھی یہ مضمون ثابت ہوتا ہے ایک جگہ ارشاد ہے يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّ يَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا۔ (البقرہ:۲۰) حق تعالیٰ شانہٗ اس کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو ہدایت فرماتا ہے اور بہت سے لوگوں کو گمراہ۔ دوسری جگہ ارشاد ہے وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَ لَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ۝ (بنی اسرائیل) حضور اکرم ﷺ کا ارشاد منقول ہے کہ اس امت کے بہت سے منافق قاری ہوں گے۔ بعض مشائخ سے احیاء میں نقل کیا ہے کہ بندہ ایک سورت کلام پاک کی شروع کرتا ہے تو ملائکہ اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ فارغ ہو، اور دوسرا شخص ایک سورۃ شروع کرتا ہے تو ملائکہ اس کے ختم تک اس پر لعنت کرتے ہیں۔ بعض علماء سے منقول ہے کہ آدمی تلاوت کرتا ہے اور خود اپنے اوپر لعنت کرتا ہے اور اس کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ قرآن شریف میں پڑھتا ہے اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ (ھود) اور خود ظالم ہونے کی وجہ سے اس وعید میں داخل ہوتا ہے۔ اسی طرح پڑھتا ہے لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ اور خود جھوٹا ہونے کی وجہ سے اس کا مستحق ہوتا ہے۔

حضرت عامر بن عائلہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نافع بن عبدالحارث رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ کا حاکم بنا رکھا تھا۔ ان سے ایک دفعہ دریافت فرمایا کہ جنگل کا ناظم کس کو مقرر کر رکھا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ابن ابزیٰ رضی اللہ عنہ کو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ ابن ابزیٰ رضی اللہ عنہ کون شخص ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہمارا ایک غلام ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اعتراضاً فرمایا کہ غلام کو امیر کیوں بنا دیا۔ انہوں نے کہا کہ کتاب اللہ کا پڑھنے والا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس کلام کی بدولت بہت سے لوگوں کے رفع درجات فرماتا ہے ہیں اور بہت سوں کو پست کرتا ہے۔

واقعہ نمبر ۹

میں دیہات کے انتہائی پس ماندہ علاقے میں پیدا ہوا۔ جہاں نام نہاد علماء اور پیروں کی اجارہ داری قائم تھی۔ بچپن ہی میں میری پرورش اس نہج پر ہوئی کہ پہلے مسجد میں ابتدائی تعلیم پوری کی، پھر سکول میں داخل ہو گیا۔ گھریلو ماحول کی بنا پر اسلام سے ایک گونہ لگاؤ تھا۔ میں آئے دن ایسی مذہبی مجالس میں شریک ہوتا جہاں جاہل لوگوں کو فروعاتی مسائل میں الجھا کر کفر کے فتوے لگائے جاتے۔ سٹیج پر گرجنے برسنے والے لوگوں کے قول و فعل میں تضاد دیکھ کر یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا کہ حقیقی اسلام کیا ہے؟

ان حالات میں ایک عیسائی مشنری ادارے سے متعارف ہوا۔ ان کا لٹریچر پڑھنے کی وجہ سے میں اسلام کے متعلق شکوک و شبہات میں مبتلا ہو گیا۔ جب اپنے علمائے دین اور پیران طریقت سے ذکر کرتا وہ جواب دینے میں ناکام رہتے۔ ایک دن ٹرین میں سفر کرتے ہوئے جب مذہب پر بات چلی تو میں نے فخریہ انداز میں عیسائیت کے حق میں دلائل دیئے اور ثبوت کے طور پر اپنے آپ کو پیش کیا۔

جب میں ایک اسٹیشن پر اترنے لگا تو ایک معزز سے بزرگ سوٹ میں ملبوس مجھے ملے اور کہنے لگے کہ گاڑی میں تمہاری باتیں سن کر بہت متاثر ہوا ہوں۔ اس لئے تھوڑی دیر کے لئے تبادلہ خیالات کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ ویٹنگ روم میں بیٹھ کر ہم کافی دیر تک باتیں کرتے رہے جاتے وقت وہ میرا نام پتہ لے گئے۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے ایسا لٹریچر بھیجنا

شروع کر دیا جس میں عیسائیت کی خوب مٹی پلید کی گئی تھی۔ تھوڑے عرصہ کے بعد وہ صاحب دوبارہ مجھے ملنے آئے تو کہنے لگے کہ اصل میں مذہب کی سرے سے کوئی حقیقت نہیں ہے۔ یہ تو دنیا کے چند مفاد پرستوں نے اپنے مقاصد کی خاطر ڈھونگ رچا رکھا ہے۔ آپ خوامخواہ ان لوگوں کے ہاتھوں بیوقوف بنے ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنی مثال دیتے ہوئے کہا کہ میں سید ہوں۔ لیکن مجھے علم ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے صرف بنو ہاشم کی امارت قائم کرنے کے لئے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اسی طرح موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام نے بنی اسرائیل کی ترقی و سرفرازی کے لئے کوششیں کیں۔ (نعوذ باللہ)

اس کے بعد وہ صاحب مجھے بہت سا لٹریچر پڑھنے اور تقسیم کرنے کے لئے دے گئے اور ہر قسم کے تعاون کا یقین دلایا۔ اس کا اثر یوں ہوا کہ میں نے مذہب کے نام ہی سے دور بھاگنا شروع کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے وجود کا بھی منکر ہو گیا۔ ان ہی دنوں ایک دور کے رشتہ دار کی شادی تھی۔ میں نے موقعہ غنیمت سمجھا اور اپنا لٹریچر تقسیم کرنے کی غرض سے وہاں جا پہنچا۔ اس لٹریچر میں کچھ ایسی باتیں درج تھیں:

"محمد جو نظام لایا تھا وہ انسانیت کے مسائل حل کرنے میں ناکام ہو چکا ہے"

"مذہب سامراجیوں کی اختراع ہے۔"

"خدا نام کی کوئی شے اس دنیا میں موجود نہیں ہے۔"

"دنیا کے تمام مسائل کا واحد حل لینن اور کارل مارکس کے نظریات میں مضمر ہے۔"

لٹریچر کی تقسیم کے دوروں میں مجھ سے ایک صاحب الجھ پڑے۔ ان کا نام نثار احمد ہے۔ جو اب میرے بہترین دوست ہیں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ دلائل کے معاملہ میں انہوں نے مجھے شکست دے دی اور وہاں موجود تمام لوگ بھی ان کے حامی تھے۔ یہ صاحب بی۔ ایس۔ سی کے طالب علم تھے اور میں سکول کا طالب علم۔ انہوں نے جب مجھ سے اسلام کے مطالعہ کے بارے میں سوال کیا تو میں نے کہا! بس چند ایک تعویذوں اور وظائف کی کتب پڑھی ہیں۔ یا ان مولویوں کی فتویٰ بازی سنی ہے تو وہ کہنے لگے کہ پہلے قرآن پاک اچھی طرح سمجھ کر مطالعہ کرو پھر تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ حق و باطل میں کیا فرق ہے؟

اب میرے اندر ایک کشمکش برپا ہو گئی۔ پڑھائی سے دل اچاٹ ہو گیا۔ یہ سوچ سوچ

کر ذہن ماؤف ہو گیا کہ ہماری زندگی کا مقصد ہے کیا؟ اگر کوئی خدا ہے تو اسے کس نے پیدا کیا۔ یہ باتیں سوچ سوچ کر میں نیم پاگل ہو گیا۔ سکون نام کی چیز سے تو میں بالکل ہی تہی دامن ہو گیا۔ بات بات پر کاٹ کھانے کو دوڑتا تھا۔ آخر میں نے ایک رات خوب آہ و زاری کی اور جب دل ذرا ہلکا ہوا تو دعا مانگی کہ ''اے خدا! (اگر تو موجود ہے) تو راہ حق کی طرف میری رہنمائی فرما۔'' تھوڑی دیر بعد میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں کہیں سفر پر جا رہا ہوں اور کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بلڈنگ بہت سجی ہوئی ہے۔ لوگوں کا ایک جم غفیر موجود ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک بزرگ سٹیج پر آتے ہیں اور وہ بہت ہی موثر اور مدلل تقریر فرماتے ہیں۔ اس کے بعد وہ سامنے کھڑے ہوئے چند آدمیوں کو اپنی طرف بلاتے ہیں۔ ان میں میں بھی شامل ہوں۔ وہ مجھے اور دوسرے آدمیوں کو بہت ہی خوبصورت ایک ایک کتاب دیتے ہیں۔ میں وہیں اسے کھولتا ہوں اور سب سے پہلے میری نظر جن الفاظ پر پڑتی ہے وہ یہ ہیں:

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ۔

ترجمہ: ''کیا لوگ اللہ کے دین کے سوا کسی اور دین کی تلاش میں ہیں۔ حالانکہ جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے وہ چار و ناچار اسی کے مطیع ہیں اور اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔''

اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ موذن حی علی الصلوٰۃ پکار رہا تھا۔ اٹھ کر مسجد کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر با جماعت نماز ادا کی۔ آپ یقین کریں کہ مجھے اتنا سکون نصیب ہوا کہ جس کا بیان کرنا ممکن نہیں نماز سے فارغ ہو کر میں نے تلاوت کے لئے قرآن حکیم کھولا تو سب سے پہلے میری نظر ان ہی کلمات ربانی پر پڑی۔ جو میں عالم خواب میں پڑھ چکا تھا۔

اسی دن سے میں نے قرآن حکیم با ترجمہ اپنے محترم استاد سے پڑھنا شروع کر دیا اور روز بروز مجھ پر اس کے فیضان نمایاں ہوتے گئے۔ اسی دن مجھے نثار صاحب کی طرف سے کتابوں کا ایک سیٹ ملا۔ ڈاکیے سے پیکٹ وصول کر کے جب کھولا تو اس میں ''اسلام ایک

نظر میں'' اور ''اسلامی نظام زندگی'' جیسی معرکہ آراء کتب شامل تھیں۔ جنہوں نے مجھے اسلام کو سمجھنے میں بہت زیادہ امداد دی۔ آج خدا کے فضل و کرم سے مجھے امت محمدیہ کا ایک فرد ہونے کا فخر حاصل ہے الحمد للہ علٰی ذٰلك۔ (محمد سعید بیگ۔ ریلوے روڈ گجرات)

قرآں غزل گوئی پہ غالب آیا
دل اس کے طفیل از سرِ نو زندہ ہوا
قرآن کو ہم ذکر و دعا کہتے ہیں
ہر عالم و جاہل کا ہے یہ راہنما

حدیث نمبر ۱۰

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثٌ تَحْتَ الْعَرْشِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَلْقُرْاٰنُ يُحَاجُّ الْعِبَادَ لَهٗ ظَهْرٌ وَّ بَطْنٌ وَّ الْاَمَانَةُ وَالرَّحِمُ تُنَادِيْ اَلَا مَنْ وَّ صَلَنِيْ وَ صَلَهُ اللّٰهُ وَ مَنْ قَطَعَنِيْ قَطَعَهُ اللّٰهُ۔ (رواہ فی شرح السنۃ)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف حضور اقدس ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ تین چیزیں قیامت کے دن عرش کے نیچے ہونگی ایک کلام پاک کہ جھگڑے گا بندوں سے، قرآن پاک کیلئے ظاہر ہے اور باطن، دوسری چیز امانت ہے۔ اور تیسری رشتہ داری جو پکارے گی کہ جس شخص نے مجھ کو جوڑا اللہ اس کو اپنی رحمت سے ملا دے اور جس نے مجھ کو توڑا، اللہ اپنی رحمت سے اس کو جدا کر دے۔

ان چیزوں کے عرش کے نیچے ہونے سے مقصود ان کا کمال قرب ہے یعنی حق سبحانہ و تقدس کے عالی دربار میں بہت ہی قریب ہونگی۔ کلام اللہ شریف کے جھگڑنے کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس کی رعایت کی، اس کا حق ادا کیا، اس پر عمل کیا، ان کی طرف دربار حق سبحانہ میں جھگڑے گا اور شفاعت کرے گا، ان کے درجے بلند کرائے گا۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت ترمذی نقل کیا ہے کہ قرآن شریف بارگاہ الٰہی میں عرض کرے گا کہ اس کو جوڑا مرحمت فرمائے تو حق تعالیٰ شانہٗ کرامت کا تاج مرحمت فرما دے گا۔ پھر وہ زیادتی کی

درخواست کرے گا تو حق تعالیٰ شانہٗ اکرام کا پورا جوڑا مرحمت فرمائے گا۔ پھر وہ درخواست کرے گا کہ یا اللہ تو اس شخص سے راضی ہو جا تو حق سبحانہ وتقدس اس سے رضا کا اظہار فرمائے گا۔ اور جب کہ دنیا میں محبوب کی رضا سے بڑھ کر کوئی بھی بڑی سے بڑی نعمت نہیں ہوتی تو آخرت میں محبوب کی رضا کا مقابلہ کون سی نعمت کر سکتی ہے اور جن لوگوں نے اس کی حق تلفی کی ہے ان سے اس بارے میں مطالبہ کرے گا کہ میری کیا رعایت کی، میرا کیا حق ادا کیا۔ شرح احیاء میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ سال میں دو مرتبہ ختم کرنا قرآن شریف کا حق ہے۔ اب وہ حضرات جو کبھی بھول کر بھی تلاوت نہیں کرتے ذرا غور فرما لیں کہ اس قوی مقابل کے سامنے کیا جواب دہی کریں گے۔ موت بہرحال آنیوالی چیز ہے اس سے کسی طرح مفر نہیں۔ قرآن شریف کے ظاہر اور باطن ہونے کا مطلب ظاہر یہ ہے کہ ایک ظاہری معنی ہیں جن کو ہر شخص سمجھتا ہے اور ایک باطنی معنی ہیں جن کو ہر شخص نہیں سمجھتا جس کی طرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد نے اشارہ کیا ہے کہ جو شخص قرآن پاک میں اپنی رائے سے کچھ کہے اگر وہ صحیح بھی ہو تب بھی اس شخص نے خطا کی۔ بعض مشائخ نے ظاہر سے مراد اس کے الفاظ فرمائے ہیں کہ جن کی تلاوت میں ہر شخص برابر ہے اور باطن سے مراد اس کے معانی اور مطالب ہیں جو حسب استعداد مختلف ہوتے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر علم چاہتے ہو تو قرآن پاک کے معانی میں غور و فکر کرو کہ اس میں اولین و آخرین کا علم ہے مگر کلام پاک کے معنی کے لئے جو شرائط و آداب ہیں ان کی رعایت ضروری ہے۔ یہ نہیں کہ ہمارے زمانے کی طرح سے جو شخص عربی کے چند الفاظ کے معنی جان لے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر بغیر کسی لفظ کے معنی جانے اردو ترجمہ دیکھ کر اپنی رائے کو اس میں داخل کر دے۔

مفسر کے لیے پندرہ علوم کا جاننا ضروری ہے

اہل فن نے تفسیر کے لئے پندرہ علوم پر مہارت ضروری بتلائی ہے وقتی ضرورت کی وجہ سے مختصراً عرض کرتا ہوں جس سے معلوم ہو جائیگا کہ بطن کلام پاک تک رسائی ہر شخص کو نہیں ہو سکتی۔ اول لغت جس سے کلام پاک کے مفرد الفاظ کے معنی معلوم ہو جائیں۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو جائز نہیں کہ بغیر معرفت لغات

عرب کے کلام پاک میں کچھ لب کشائی کرے اور چند لغات کا معلوم ہو جانا کافی نہیں۔ اس لئے کہ بسا اوقات لفظ چند معانی میں مشترک ہوتا ہے اور وہ ان میں سے ایک دو معنی جانتا ہے اور فی الواقع اس جگہ کوئی اور معنی مراد ہوتے ہیں۔ دوسرے نحو کا جاننا ضروری ہے۔ اس لئے کہ اعراب کے تغیر و تبدل سے معنی بالکل بدل جاتے ہیں اور اعراب کی معرفت نحو پر موقوف ہے۔ تیسرے صرف کا جاننا ضروری ہے اس لئے کہ بنا اور صیغوں کے اختلاف سے معانی بالکل مختلف ہو جاتے ہیں۔ ابن فارس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جس شخص سے علم صرف فوت ہو گیا اس سے بہت کچھ فوت ہو گیا۔ علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ اعجوبات تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کلام پاک کی آیت یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ (جس دن کہ پکاریں گے ہم ہر شخص کو اس کے مقتدا اور پیش رو کے ساتھ) اس کی تفسیر صرف کی ناواقفیت کی وجہ سے یہ کی کہ جس دن پکاریں گے ہر شخص کو ان کی ماؤں کے ساتھ۔ امام کا لفظ جو مفرد تھا اس کو اُمّ کی جمع سمجھ گیا۔ اگر وہ صرف سے واقف ہوتا تو معلوم ہو جاتا کہ اُم کی جمع امام نہیں آتی۔ چوتھے اشتقاق کا جاننا ضروری ہے اس لئے کہ لفظ جبکہ دو مادوں سے مشتق ہو تو اس کے معنی مختلف ہوں گے جیسا کہ مسیح کا لفظ ہے کہ اس کا اشتقاق مسح سے بھی ہے جس کے معنی چھونے اور تر ہاتھ کسی چیز پر پھیرنے کے ہیں اور مساحت سے بھی ہیں جس کے معنی پیائش کے ہیں۔ پانچویں علم معانی کا جاننا ضروری ہے جس سے کلام کی ترکیبیں معنی کے اعتبار سے معلوم ہوتی ہیں۔ چھٹے علم بیان کا جاننا ضروری ہے جس سے کلام کا ظہور و خفا تشبیہ و کنایہ معلوم ہوتا ہے۔ ساتویں علم بدیع جس سے کلام کی خوبیاں تعبیر کے اعتبار سے معلوم ہوتی ہیں۔ یہ تینوں فن علم بلاغت کہلاتے ہیں اور مفسر کے اہم علوم میں سے ہیں، اس لئے کہ کلام پاک جو سراسر اعجاز ہے ان علوم سے اس کا اعجاز معلوم ہوتا ہے۔ آٹھویں علم قرأت کا جاننا بھی ضروری ہے اس لئے کہ مختلف قراٰتوں کی وجہ سے مختلف معنی معلوم ہوتے ہیں اور بعض معنی کی دوسرے معنی پر ترجیح معلوم ہو جاتی ہے۔ نویں علم عقائد کا جاننا بھی ضروری ہے اس لئے کہ کلام پاک میں بعض آیات ایسی بھی ہیں جن کے ظاہری معنی کا اطلاق حق سبحانہ و تقدس پر صحیح نہیں، اس لئے ان میں کسی تاویل کی ضرورت پڑے گی جیسے کہ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ۔ دسویں اصول فقہ کا معلوم ہونا ضروری ہے کہ جس سے وجوہ استدلال و استنباط معلوم ہو

سکیں۔ گیارہویں اسباب نزول کا معلوم ہونا ضروری ہے کہ شان نزول سے آیت کے معنی زیادہ واضح ہونگے اور بسا اوقات اصل معنی کا معلوم ہونا بھی شان نزول پر موقوف ہوتا ہے۔ بارہویں ناسخ ومنسوخ کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے تاکہ منسوخ شدہ احکام ''معمول بہا'' سے ممتاز ہوسکیں۔ تیرہویں علم فقہ کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے کہ جزئیات کے احاطہ سے کلیات پہچانے جاتے ہیں۔ چودھویں ان احادیث کا جاننا ضروری ہے جو قرآن پاک کی مجمل آیات کی تفسیر میں واقع ہوئی ہیں۔

ان سب کے بعد پندرھواں وہ علم وہبی ہے جو حق سبحانہ وتقدس کا عطیہ خاص ہے اور وہ صرف اپنے مخصوص بندوں کو عطا فرماتا ہے جس کی طرف اس حدیث شریف میں اشارہ ہے۔ مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ وَرَّثَهُ اللّٰهُ عِلْمَ مَالَمْ يَعْلَمْ ۔ (جب کہ بندہ اس چیز پر عمل کرتا ہے جس کو جانتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ ایسی چیزوں کا علم عطا فرماتے ہیں جن کو وہ نہیں جانتا)۔

قرآنی فہم

اسی کی طرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اشارہ فرمایا جب کہ ان سے لوگوں نے پوچھا کہ حضور اکرم ﷺ نے آپ کو کچھ خاص علوم عطا فرمائے ہیں یا خاص وصایا جو عام لوگوں کے علاوہ آپ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے جنت بنائی اور جان پیدا کی، اس فہم کے علاوہ کچھ نہیں ہے جس کو اللہ تعالیٰ شانہٗ نے اپنے کلام پاک کے سمجھنے کے لئے کسی کو عطا فرمائیں۔ ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ ہے کہ علوم قرآن اور جو اس سے حاصل ہو وہ ایسا سمندر ہے کہ جس کا کنارہ نہیں یہ علوم جو بیان کئے گئے مفسر کے لئے بطور آلہ کے ہیں۔ اگر کوئی شخص ان علوم کی واقفیت کے بغیر تفسیر کرے تو وہ تفسیر بالرائے میں داخل ہے جس کی ممانعت آئی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے علوم عربیہ طبعاً حاصل تھے اور بقیہ علوم مشکوٰۃ نبوت سے مستفاد تھے۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ شاید تجھے یہ خیال ہو کہ علم وہبی کا حاصل کرنا بندہ کی قدرت سے باہر ہے لیکن حقیقت ایسی نہیں بلکہ اس کے حاصل کرنے کا طریقہ ان اسباب کا حاصل کرنا ہے جس پر حق تعالیٰ شانہٗ اس کو مرتب فرماتا ہے مثلاً علم پر عمل اور دنیا سے بے رغبتی وغیرہ وغیرہ۔

کیمیائے سعادت میں لکھا ہے کہ قرآن شریف کی تفسیر تین شخصوں پر ظاہر نہیں ہوتی۔ اول وہ جو علوم عربیہ سے واقف نہ ہو۔ دوسرے وہ شخص جو کسی کبیرہ پر مصر ہو یا بدعتی ہو کہ اس گناہ اور بدعت کی وجہ سے اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے معرفت قرآن سے قاصر رہتا ہے۔ تیسرے وہ شخص کہ کسی اعتقادی مسئلہ میں ظاہر کا قائل ہو اور کلام اللہ شریف کی جو عبارت اس کے خلاف ہو اس سے طبیعت اچٹتی ہو، اس شخص کو بھی فہم قرآن سے حصہ نہیں ملتا۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْھُمْ۔

واقعہ نمبر ۱۰

میں نے میٹرک پاس کیا اور شہر کے کالج میں داخل ہو گیا تو ان لوگوں کے ہتھے چڑھ گیا جو کہتے ہیں اسلام سرمایہ داری کا دوسرا نام ہے۔ اسلام میں غریب کا کوئی مقام نہیں۔ ہم ان روحانی پیشواؤں اور دولت مندوں سے اسی طرح نجات حاصل کر سکتے ہیں کہ ملک میں کمیونزم کو فروغ دیں۔ چنانچہ میں کمیونزم کا حامی بن گیا اور دن رات اس کی تبلیغ میں گزرنے لگے۔

وقت گزرتا گیا اور میرے نظریات بدلتے گئے۔ ایک وقت آیا کہ مجھے کمیونزم میں فلاح کی کوئی راہ نظر نہ آئی۔ اب میں اسلام کی طرف بھی نہیں جا سکتا تھا کیونکہ اس وقت میرے نزدیک اسلام پیروں کی کاروباری ملکیت تھا۔ میرے سامنے کوئی نظریہ حیات نہیں تھا اور میں کفر اور غیر یقینی کی بھول بھلیوں میں بھٹک رہا تھا۔ چھٹیوں کے دن تھے۔ ایک رات میں اپنی زمینوں کی کھلی فضا میں لیٹا ہوا تھا۔ آسمان پر ستارے چمک رہے تھے ستاروں کی طرف دیکھا اور پھر فطرت کی رنگینیوں میں کھو گیا۔ میرے ضمیر نے مجھ سے کہا کہ دیکھ اس خوبصورت کائنات کا خالق کون ہے۔ یہ وہی ذات ہے جو رات کو کہکشاں کے نظارے بناتی ہے اور صبح سویرے سورج کے چہرے سے نقاب الٹ دیتی ہے۔ اپنے خالق کو پہچان۔ کہاں بھٹک رہا ہے۔ میرے منہ سے بے اختیار نکلا "اے خالق کائنات! مجھے راہ ہدایت نصیب فرما اور مجھے اس دنیا میں بھٹکنے کے لئے نہ چھوڑ دے۔" پھر میں نیند کی وادی میں چلا گیا۔ میں دیکھتا ہوں۔ ایک تاریک جنگل ہے۔ ہر طرف خاموشی ہے۔ ہر طرف لٹیرے ہی لٹیرے

ہیں۔کوئی جان و مال کا لٹیرا ہے تو کوئی عزت و عصمت کا لٹیرا۔ ان سے جان بچانا مشکل ہے۔اچانک مجھے ایک روشن رستہ نظر آیا۔اس طرف دوڑتا ہوں تو اوپر فضا میں ایک روشنی کا ہالہ دکھائی دیتا ہے۔غور سے دیکھا تو وہ قرآن پاک تھا، میں چونک پڑتا ہوں۔آنکھ کھلتی ہے۔ پچھلے پہر کا چاند نکل آیا ہے اور اس کی روشنی میں ستارے ماند پڑ چکے ہیں۔ میں اٹھ کر وضو کرتا ہوں اور قرآن پاک کھولتا ہوں۔کھولتے ہی سورۃ آل عمران کا رکوع نکلتا ہے۔

بیشک آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش میں
غور وفکر کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں

پھر پورا رکوع پڑھتا چلا گیا۔اور قرآن پاک کے معجزانہ انداز بیان کا قائل ہوتا چلا گیا۔جو لوگ رات کے پچھلے پہر اٹھ کر خدا کی یاد کرتے تھے۔انہیں کائنات کی ہر چیز سے خدا کی نشانیاں ملتی ہیں اور کوئی چیز بے فائدہ نظر نہیں آتی۔ میں سجدے میں گر جاتا ہوں اور پھر کتنے ہی آنسو بہہ نکلتے ہیں میرا سینہ نور ایمان سے منور ہو جاتا ہے۔اس دن سے میں نے قرآن پاک کا مطالعہ شروع کر دیا اور پھر واقعی قرآن پاک نے مجھے خواب والے اس روشن صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کر دی جو دنیا کے اس تاریک جنگل سے جنت الفردوس کی طرف جاتا ہے۔(نثار)

دے حوصلۂ ترکِ فضول دنیا
فانی کو بنائے محرم راز بقا
قرآن ہے عنصر المعارف خالد
یَشْفِیْكَ مِنْ كُلِّ دَاءٍ فِیْكَ

حدیث نمبر ۱۱

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ اِقْرَأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِی الدُّنْیَا فَاِنَّ مَنْزِلَكَ عِنْدَ اٰخِرِ اٰیَةٍ تَقْرَأُهَا۔

(رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ وابن حبان فی صحیحہ)

صاحب القرآن سے بظاہر حافظ مراد ہے اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی تفصیل سے اس کو واضح کیا ہے کہ یہ فضیلت حافظ ہی کے لئے ہے۔ ناظرہ خواں اس میں داخل نہیں۔ اول اس وجہ سے کہ صاحب قرآن کا لفظ بھی اسی طرف مشیر ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ مسند احمد کی روایت میں ہے۔ حَتّٰی یَقْرَأَ شَیْئًا مَّعَهُ (یہاں تک کہ پڑھے جو کچھ قرآن شریف اس کے ساتھ ہے) یہ لفظ اس امر میں زیادہ ظاہر ہے کہ اس سے حافظ مراد ہو۔ اگرچہ محتمل وہ ناظرہ خواں بھی ہے جو کہ قرآن شریف بہت کثرت کے ساتھ پڑھتا ہو۔ مرقاۃ میں لکھا ہے وہ پڑھنے والا مراد نہیں جس کو قرآن لعنت کرتا ہو۔ یہ اس حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ وہ قرآن کو پڑھتے ہیں اور قرآن ان پر لعنت کرتا ہے اس لئے اگر کسی شخص کے عقائد وغیرہ درست نہ ہوں تو قرآن شریف کے پڑھنے سے اس کی مقبولیت پر استدلال نہیں ہو سکتا۔ خوارج کے بارے میں بکثرت اس قسم کی احادیث وارد ہوئی ہیں۔

ترتیل کیا ہے؟

ترتیلؔ کے متعلق شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نور اللہ مرقدہٗ نے اپنی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے کہ ترتیل لغت میں صاف اور واضح طور سے پڑھنے کو کہتے ہیں۔ اور شرع شریف میں کئی چیزوں کی رعایت کے ساتھ تلاوت کرنے کو کہتے ہیں۔ اول حرفوں کو صحیح نکالنا یعنی اپنے مخرج سے پڑھنا تاکہ طا کی جگہ تا اور ضاد کی جگہ ظا نہ نکلے۔ دوسرے وقوف کی جگہ پر اچھی طرح سے ٹھہرنا تاکہ وصل اور قطع کلام کا بے محل نہ ہو جائے تیسرے حرکتوں میں اشباع کرنا یعنی زبر، زیر، پیش کو اچھی طرح سے ظاہر کرنا۔ چوتھے آواز کو تھوڑا سا بلند کرنا تاکہ کلام پاک کے الفاظ زبان سے نکل کر کانوں تک پہنچیں اور وہاں سے دل پر اثر کریں۔ پانچویں آواز کو ایسی طرح سے درست کرنا کہ اس میں درد پیدا ہو جائے اور دل پر جلدی اثر کرے، کہ درد والی آواز دل پر جلدی اثر کرتی ہے اور اس سے روح کو قوت اور تاثر زیادہ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اطباء نے کہا ہے کہ جس دوا کا اثر دل پر پہنچانا ہو اس کو خوشبو میں ملا کر دیا جائے کہ دل اس کو جلدی کھینچتا ہے اور جس دوا کا اثر جگر میں پہنچانا ہو اس کو شیرینی میں ملایا

جائے کہ جگر مٹھائی کا جاذب ہے اسی وجہ سے بندہ کے نزدیک اگر تلاوت کے وقت خوشبو کا خاص استعمال کیا جائے، تو دل پر تاثیر میں زیادہ تقویت ہوگی، چھٹے تشدید اور مد کو اچھی طرح ظاہر کیا جائے کہ اس کے اظہار سے کلام پاک میں عظمت ظاہر ہوتی ہے اور تاثیر میں اعانت ہوتی ہے۔ ساتویں آیات رحمت و عذاب کا حق ادا کرے۔ یہ سات چیزیں ہیں جن کی رعایت ترتیل کہلاتی ہے اور مقصود ان سب سے صرف ایک ہے یعنی کلام پاک کا فہم و تدبر۔ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کلام اللہ شریف کس طرح پڑھتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ سب حرکتوں کو بڑھاتے تھے۔ یعنی زیر، زبر وغیرہ کو پورا نکالتے تھے اور ایک ایک حرف الگ الگ ظاہر ہوتا تھا۔ ترتیل سے تلاوت مستحب ہے اگر چہ معنی نہ سمجھتا ہو۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں ترتیل سے اَلْقَارِعَةُ اور اِذَا زُلْزِلَتِ پڑھوں یہ بہتر ہے اس سے کہ بلا ترتیل سورہ بقرہ اور آل عمران پڑھوں۔

شراح اور مشائخ کے نزدیک حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پاک کی ایک ایک آیت پڑھتا جا اور ایک ایک درجہ اوپر چڑھتا جا۔ اس لئے کہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت کے درجات کلام اللہ شریف کی آیات کے برابر ہیں۔ لہٰذا جو شخص جتنی آیات کا ماہر ہوگا اتنے ہی درجے اوپر اس کا ٹھکانا ہوگا اور جو شخص تمام کلام پاک کا ماہر ہوگا وہ سب سے اوپر کے درجے میں ہوگا۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حدیث میں وارد ہے کہ قرآن پڑھنے والے سے اوپر کوئی درجہ نہیں پس قُرّاء آیات کی بقدر ترقی کریں گے۔

قرآن کی ہر آیت جنت کا ایک درجہ ہے

شرح احیاء میں لکھا ہے کہ ہر آیت ایک درجہ ہے جنت میں، پس قاری سے کہا جائے گا کہ جنت کے درجات پر اپنی تلاوت کے بقدر چڑھتے جاؤ۔ جو شخص قرآن پاک تمام پورا کر لے گا وہ جنت کے اعلیٰ درجے پر پہنچے گا اور جو شخص کچھ حصہ پڑھا ہوا ہوگا وہ اس کی بقدر درجات پر پہنچے گا۔ بالجملہ منتہائے ترقی منتہائے قرأت ہوگی۔ بندہ کے نزدیک حدیث بالا کا

مطلب کچھ اور معلوم ہوتا ہے فَإِنْ كَانَ صَوَابًا فَمِنَ اللّٰهِ وَإِنْ كَانَ خَطَأً فَمِنِّي وَمِنَ الشَّيْطٰنِ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ مِنْهُ بَرِيْئَانِ۔ اگر درست ہو تو حق تعالیٰ شانہٗ کی اعانت سے ہے، اور اگر غلط ہو تو میری اپنی تقصیر سے ہے۔

حاصل اس مطلب کا یہ ہے کہ حدیث بالا سے درجات کی وہ ترقی مرادنہیں جو آیات کے لحاظ سے فی آیت ایک درجہ ہے اس لئے کہ اس ترقی میں ترتیل سے پڑھنے نہ پڑھنے کو بظاہر کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ جب ایک آیت پڑھی جائے ایک درجہ کی ترقی ہوگی عام ہے کہ ترتیل سے ہو یا بلا ترتیل۔ بلکہ اس حدیث میں بظاہر دوسری ترقی باعتبار کیفیت مراد ہے جس میں ترتیل سے پڑھنے نہ پڑھنے کو دخل ہے لہٰذا جس ترتیل سے دنیا میں پڑھتا تھا اسی ترتیل سے آخرت میں پڑھ سکے گا اور اس کے موافق درجات میں ترقی ہوتی رہے گی۔ ملاعلی قاری رحمۃ اللہ نے ایک حدیث سے نقل کیا ہے کہ اگر دنیا میں بکثرت تلاوت کرتا رہا تب تو اس وقت بھی شاد ہوگا ورنہ بھول جائے گا۔ اللہ جل شانہٗ اپنا فضل فرمائے کہ ہم میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کو والدین نے دینی شوق میں یاد کرادیا تھا مگر وہ اپنی لاپرواہی اور بے توجہی سے دنیا ہی میں ضائع کر دیتے ہیں اور اس کے بالمقابل بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص قرآن پاک یاد کرتا ہوا اور اس میں محنت و مشقت برداشت کرتا ہوا مر جائے وہ حفاظ کی جماعت میں شمار ہوگا۔ حق تعالیٰ کے یہاں عطا میں کوئی کمی نہیں، کوئی لینے والا ہو۔

اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

واقعہ نمبر ۱۱

امرتسر شہر سے ایک مشہور قصبے ہوشیار نگر کو جاتے ہوئے راستہ میں سکھ زمینداروں کا ایک گاؤں کھاپڑکھیڑی پڑتا ہے۔ اس گاؤں میں ایک سکھ زمیندار کرم سنگھ کافی زرعی زمین کا مالک تھا۔ اس نے گاؤں کی آبادی سے باہر ہی مکان وغیرہ بنا کر رہائش اختیار کر رکھی تھی۔ اور تین چار گھر بسا کر اپنی بستی بنالی تھی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے میں، میرے والد بزرگوار مرحوم (جو حکیم تھے) اور میرا چھوٹا بھائی

ہم تینوں امرتسر سے بیساکھی کی منڈی کے بعد اپنے گاؤں راجہ تال کی طرف آ رہے تھے۔ ہماری اچھی خاصی زمینداری تھی۔ والد صاحب نے منڈی امرتسر سے ایک عمدہ بیل خریدا اور مشورہ ہوا کہ ہم تینوں بیل کو لے کر پیدل ہی گاؤں کو چلیں۔ چنانچہ تیسرے پہر ہم امرتسر سے روانہ ہوئے شام کے قریب ہم معہ بیل کے کرم سنگھ زمیندار کی بستی میں پہنچ گئے۔ والد صاحب اور کرم سنگھ کی کچھ پہلے ہی جان پہچان تھی۔ کہنے لگے کہ آؤ آج رات یہیں ٹھہریں اور تمہیں ایک سکھ مسلمان دکھلائیں۔

ہم کرم سنگھ کی حویلی میں پہنچ گئے دو تین جوڑی بیل۔ چند بھینسیں اور دو اونٹ بندھے ہوئے تھے۔ ہم نے بھی اپنا بیل وہیں باندھ دیا۔ اتنے میں کرم سنگھ بھی باہر سے آ گئے۔ صاحب سلامت کے بعد ہمارے بیل کو چارہ ڈال کر وہ ہمیں اپنے رہائشی مکان میں لے گئے۔ شام کی نماز کا وقت ہو رہا تھا۔ ہم نے نماز پڑھنے کی بات کی تو کرم سنگھ فوراً ایک پیتل کا نیا لوٹا پانی سے بھر کر لے آیا۔ کہنے لگا کہ لو وضو کرو اور یہیں نماز پڑھو۔ ہم ذرا ہچکچائے کہ سکھ کے گھر میں نماز، سکھ کرم سنگھ ہماری جھجک دیکھ کر کہنے لگا۔ کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ ہمیں بڑی خوشی ہے۔ میرے گھر میں بہت مسلمان نماز پڑھتے ہیں۔ اتنے میں اس کی بیوی بڑے بکس میں سے نئی دھلی ہوئی سفید چادر نکال لائی۔ اور کہنے لگی لو اس پاک پوتر کپڑے پر نماز پڑھو۔ پھر چادر ایک صاف ستھرے چبوترے پر بچھا دی۔ ہم نماز سے فارغ ہوئے تو سکھ کرم سنگھ اپنے مکان کے اندر سے قرآن شریف دو تین ریشمی رومالوں میں لپٹا ہوا نکال لایا۔ اور بڑے ادب سے ہمارے سامنے رکھ دیا۔ کہنے لگا کہ آپ جو کچھ میرے گھر میں دیکھ رہے ہیں یہ سب کچھ اس قرآن شریف کی بدولت ہے۔ جب سے یہ قرآن شریف ہمارے گھر میں آیا ہے تمام تنگیاں دور ہو گئی ہیں۔ باہر کھیتوں میں اناج کے ڈھیر لگتے ہیں۔ مال مویشی کی بہتات ہے۔ بھینسوں کا دودھ سنبھالے نہیں سنبھلتا۔ گھر میں اناج کی بوریاں بھری رہتی ہیں۔

جب والد صاحب نے اس سے پوچھا کہ یہ برکت والا نسخہ قرآن شریف آپ کے گھر میں کس طرح آیا تو کرم سنگھ کی بیوی نے بتایا کہ سردار جی نے اپنی بستی میں ایک جولاہا بھی بسایا ہوا تھا۔ اس کی لڑکی بیاہی گئی تو وہ اکیلا رہ گیا۔ آخر وہ تھوڑے ہی عرصے میں بیمار ہو کر مر گیا۔ اس کے گھر کا سامان ... [illegible]

لے گئے۔ اس کا کوٹھا جو ہم نے ہی اسے دیا ہوا تھا کافی عرصہ خالی پڑا رہا۔ عرصہ کے بعد ایک دن میں یونہی اس کوٹھے کے اندر پھر رہی تھی کہ کچی دیوار میں ایک آلے میں گرد وغبار سے اٹا ہوا ایک بوسیدہ سا رومال نظر آیا جس میں کچھ لپٹا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ میں وہ لپٹی ہوئی چیز اٹھا کر گھر لے آئی۔ گرد وغبار جھاڑ کر رومال کھولا۔ دیکھا کہ ایک کتاب ہے۔ سردار جی باہر سے آئے تو کتاب دیکھتے ہی کہنے لگے کہ یہ تو مسلمانوں کا قرآن ہے۔ پھر ہم دونوں کو قدرتاً ہی اس قرآن شریف کی طرف زیادہ خیال ہو گیا۔ ہم نے اسے کھول کر ایک ایک ورق گرد وغبار سے صاف کیا۔ دو نئے ریشمی رومال لا کر ان میں لپیٹا' خوشبو لگائی اور مکان میں اونچی جگہ پر بڑے ادب سے رکھ دیا۔

ہماری شیر دار بھینس بڑی کڑوی تھی۔ دودھ دھنے نہیں دیتی تھی۔ دوسرے تیسرے دن پکڑ کر باندھ کر دودھ نکالتے۔ مگر اس شام کو بھینس نے آرام سے دودھ دے دیا اور پہلے سے کافی زیادہ دیا۔ بھینس متواتر آرام سے باقاعدہ اور زیادہ دودھ دینے لگی۔ ہمارا قرآن شریف پر یقین ہو گیا۔ ہم ہر ہفتے قرآن شریف کو نیچے اتار کر رومال کھول کر صاف کرتے۔ خوشبو لگاتے اور پھر ادب کے ساتھ وہیں اونچی جگہ پر رکھ دیتے ہیں۔ اس وقت سے آج تک ہمارا یہی دستور ہے اب ہمارے گھر میں من برس رہا ہے۔ اس قدر برکت اور رونق ہوئی ہے کہ کسی چیز کی کمی نہیں رہی۔

یہ برکت والا قرآن شریف مرتے دم تک ہمارے ساتھ رہے گا۔ ہم ایک لاکھ روپے کے عوض بھی کسی کو یہ نعمت دینے کو تیار نہیں۔ (میاں غلام نبی)

بے وقر ہوئی یہ کشور پاکستان
میزان صداقت ہے فقط قران
عبدالدرہم کوئی ابو الحرص کوئی
بِئْسَ الاِسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانُ

حدیث نمبر ۱۲

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهٗ بِهٖ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا لَا اَقُوْلُ الٓمّٓ حَرْفٌ وَلٰكِنْ اَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيْمٌ حَرْفٌ۔ (رواہ الترمذی وقال ہذا حدیث حسن صحیح غریب اسنادا والدارمی)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص ایک حرف کتاب اللہ کا پڑھے اس کے لئے اس حرف کے عوض ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا اجر دس نیکی کے برابر ملتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف، لام ایک حرف، میم ایک حرف۔

مقصود یہ ہے کہ جیسے اور جملہ اعمال میں پورا عمل ایک شمار کیا جاتا ہے، کلام پاک میں ایسے نہیں بلکہ اجزاء عمل بھی پورے عمل شمار کئے جاتے ہیں اور اس لئے تلاوت کلام پاک میں ہر ہر حرف ایک ایک نیکی شمار کی جاتی ہے اور ہر نیکی پر حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا۔ (الانعام)

(جو شخص ایک نیکی لائے اس کو دس نیکی کے بقدر اجر ملتا ہے) دس حصہ اجر کا وعدہ ہے اور یہ اقل درجہ ہے وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ (حق تعالیٰ شانہٗ جس کے لئے چاہتے ہیں اجر زیادہ فرما دیتے ہیں) ہر حرف کو مستقل نیکی شمار کرنے کی مثال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرما دی کہ الٓمّٓ پورا ایک حرف شمار نہیں ہوگا، بلکہ الف، لام، میم علیحدہ علیحدہ حرف شمار کئے جائیں گے اور اس طرح پر الٓمّٓ کے مجموعہ پر تیس نیکیاں ہوگئیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ الٓمّٓ سے سورہ بقرہ کا شروع مراد ہے یا اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِيْلِ مراد ہے۔ اگر سورہ بقرہ کا شروع مراد ہے تو بظاہر مطلب یہ ہے کہ لکھے ہوئے حروف کا اعتبار ہے اور لکھنے میں چونکہ وہ بھی تین ہی حروف لکھے جاتے ہیں اس لئے تیس نیکیاں ہوئیں اور اگر اس سے سورہ فیل کا شروع مراد ہے تو پھر سورہ بقرہ کے شروع میں جو الٓمّٓ ہے وہ نو حروف ہیں اس لئے اس کا اجر نوے نیکیاں ہوگئیں۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ بسم اللہ ایک حرف ہے بلکہ ب س م یعنی علیحدہ علیحدہ حروف مراد ہیں۔

واقعہ نمبر ۱۲

یہ ۱۹۲۴ء ماہ فروری کے آخری ہفتے کا ذکر ہے میں ان دنوں گورنمنٹ ٹرانسپورٹ سروس

راولپنڈی میں بطور کنڈکٹر کام کیا کرتا تھا۔ اس وقت میری سروس ایک سال ہونے کو تھی۔ اس لئے پرانا ہونے کی وجہ سے لمبے اور مشکل روٹوں پر کام کر رہا تھا۔ اومنی بس سروس میں ٹریننگ کا کوئی معقول انتظام نہیں تھا بس دس پندرہ دن نئے بھرتی شدہ کنڈکٹر کو روٹ دکھائے جاتے تھے اور پھر اس کو کسی روٹ پر لگا دیا جاتا تھا۔ مگر نئے آئے ہوئے کنڈکٹر کو چھوٹے اور آسان قسم کے روٹ ملا کرتے تھے اسی طرح ایک کنڈکٹر جس کا نام یاد نہیں نیا بھرتی ہوا اور صرف دو ہفتے کی نامکمل ٹریننگ کے بعد اس کو روٹ دے دیا گیا۔ اس کا ڈیوٹی پر پہلا دن تھا اور صرف ایک ہی ٹرپ شٹل کا کرتا تھا جو راولپنڈی میں ویسٹریج سے صدر تک کا تھا اور اس روٹ (شٹل) کا کل ٹکٹ سات پیسے ہوا کرتا تھا۔ چونکہ ایک اور دو بجے کے درمیان کنڈکٹر تبدیل ہو جاتا کرتے تھے جن میں سے واپس آنے والے اپنی دن بھر کی سیل جمع کراتے تھے اور دوسرے اپنے اپنے روٹوں پر چلے جایا کرتے تھے اس دن میری ڈیوٹی میرہ خورد روٹ پر تھی اور ایک بجے واپس آ کر کیش جمع کرانا تھا جب میں صدر دفتر جی ٹی ایس کے باہر گیٹ پر پہنچا تو میں نے دو آدمیوں (چیف چیکر اور کنڈکٹر) کو تو تو میں میں کرتے سنا میں بھی وہاں رک گیا بات یہ تھی کہ اس نئے کنڈکٹر نے ایک ٹرپ شٹل کا لگایا تھا اور صدر آفس جی ٹی ایس گیٹ پر بس کو رکنا تھا اسی لمحہ چیف چیکر نے اچانک بس کو چیک کیا تو سوائے چند ایک کے تمام سواریاں بغیر ٹکٹ سفر کر رہی تھیں جب چیف چیکر نے سواریوں سے دریافت کیا تو جواب دیا گیا کہ ہم سے پیسے لے لئے گئے مگر ٹکٹ نہیں ملا اس پر چیف چیکر نے کنڈکٹر سے پوچھا تو اس کا جواب معقول نہ تھا بہر حال چیف چیکر نے وہاں کچھ نہ کہا اور اس کو لے کر ڈیوٹی کلرک کے کمرے میں آ گیا اور اس کا کیش گننا شروع کر دیا اس کنڈکٹر کے تھیلے سے پانچ روپے بتیس پیسے ایسی رقم نکلی جو اس کے سیل کیئے ہوئے ٹکٹوں کے علاوہ تھی چیف چیکر کے پوچھنے پر کنڈکٹر نے جواب دیا کہ یہ میری پرائیویٹ رقم تھی جو میں کسی سے جلدی میں لکھوا نہ سکا۔ چیف چیکر کے دوبارہ سہ بارہ پوچھنے پر بھی کنڈکٹر کا وہی جواب تھا چیف چیکر کو یقین تھا کہ یہ رقم فراڈ کی ہوئی ہے اس لئے چیف چیکر نے زور دے کر پوچھا کہ بھائی! سچ سچ بتا دو کہ رقم تمہاری اپنی تھی یا فراڈ کر کے کمائی ہے مگر اس کا ایک ہی جواب تھا اس پر چیف چیکر نے تنگ آ کر اس کو کہا کہ اگر پانچ روپے بتیس پیسے تمہاری پرائیویٹ رقم ہے اس کے لئے تم کو بغیر ثبوت کے میں نہیں چھوڑ سکتا میں تمہاری

رپورٹ لکھتا ہوں، ہاں ایک ثبوت دے دو تو تمہیں چھوڑ دیتا ہوں کہ تم قرآن کو حاضر ناظر جان کر قسم اٹھا لو کہ یہ تمہارا پرائیویٹ کیش ہے اس پر کنڈکٹر مذکورہ نے بلا سوچ سمجھے فوراً قرآن پاک کی اس طرح قسم اٹھائی "یہ میرے ذاتی پرائیویٹ پیسے ہیں اگر یہ میرے ذاتی پیسے نہیں تو قرآن پاک کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ قرآن کی مجھ پر مار ہو اور اگر میں نے جھوٹ بولا ہے تو قرآن مجھے ایک گھنٹے سے زیادہ جینے کی مہلت نہ دے اور مجھے اپنے گھر جانے کی طاقت سے محروم کر دے۔" ان الفاظ سے چیف چیکر نے اس کو چھوڑ دیا اور اس نے وہ کیش جو ٹکٹوں کے حساب سے تھا اکاؤنٹ کلرک کو جمع کرا دیا۔

حساب ختم ہونے پر ہم دونوں اکٹھے ہی گیٹ سے باہر صدر بس سٹاپ جہاں راجہ بازار جانے والی بسیں رکتی تھیں آ کر کھڑے ہوئے چونکہ میں چوبیں گھنٹے کام کرتے تھک چکا تھا اس لئے جلد اپنے مکان پر پہنچنا چاہتا تھا۔ مجھے راجہ بازار والی بس درکار تھی سٹاپ پر میرے پاس وہی کنڈکٹر کھڑا تھا کہ چند لمحوں بعد راجہ بازار والی بس آ گئی۔ چونکہ کافی دیر سے کوئی بس راجہ بازار جانے والی نہیں آئی تھی اس لئے سٹاپ پر کافی بھیڑ تھی اور بس کے کھڑا ہوتے ہی آدمی بے تحاشا اندر گھسنے شروع ہوئے اور ان لوگوں میں میں بھی اندر گھس گیا کچھ وقفہ بعد جب کنڈکٹر نے سیٹی دی تو دوسرے کنڈکٹر جس سے چیف چیکر کا جھگڑا ہوا تھا بس کے گیٹ پر پاؤں جمائے اور چھلانگ لگا کر لوہے کی سلاخ کو پکڑنے کی کوشش کی مگر اس کے ہاتھ سلاخ تک نہ پہنچ سکے اور نیچے آ رہا۔ جونہی اس کا سر زمین سے لگا بس کا پچھلا پہیہ اس کے سر کو کچلتا ہوا آگے گزر گیا بس کو رکوا دیا گیا اور تمام لوگ نیچے اتر آئے اور دیکھنے لگے کہ یہ بدقسمت کون تھا اس کی صورت مسخ ہو چکی تھی اور چہرے کا نشان تک نہ پہچانا جا سکتا تھا۔ اس کا چہرہ مسلا ہوا تھا۔ اس کی جیب سے جب شناختی کارڈ نکالا گیا اور نام پتہ چلا اور آفس میں آ کر اس کے مرنے کی اطلاع دی اس پر وہی چیف چیکر موقعہ واردات پر پہنچ گیا اور جاتے ہی کہنے لگا "بنارس خان یہ وہی آدمی تو نہیں جس کے ساتھ میرا ابھی ابھی جھگڑا ہوا تھا لیکن میرا دل اور دماغ ماؤف ہو چکے تھے، کچھ سوچنے اور سمجھنے کی طاقت سلب ہو چکی تھی میرے دل میں فوراً خیال آیا کہ یہ اس کی طبعی موت نہیں اور نہ ہی یہ حادثہ ہے بلکہ وہ ایک حقیقت تھی جو کھلی پڑی تھی، اس کو اس جھوٹی قسم نے مارا تھا۔ قرآن نے سچ کر دکھایا تھا اور اس کو موت آ گئی تھی مگر

سوائے میرے یا چیف چیکر کے جس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور کون سمجھ سکتا تھا کہ اس نے جھوٹ بولا تھا اور قرآن نے سچ کر دکھایا کہ تم جھوٹے ہو اور تمہیں گھنٹہ بھی زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔ (بنارس خان)

تو همی دانی کہ آئین تو چیست — زیر گردوں سر تمکین تو چیست
آں کتاب زندہ قرآن حکیم — حکمت اولا یزال است و قدیم

حدیث نمبر ۱۴۳

عَنْ مُعَاذِنِ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ وَ عَمِلَ بِمَا فِيْهِ اُلْبِسَ وَالِدَاهُ تَاجًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ضَوْئُهُ اَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِيْ بُيُوْتِ الدُّنْيَا لَوْ كَانَتْ فِيْكُمْ فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِيْ عَمِلَ بِهٰذَا۔ (رواہ احمد وابوداؤد وصححہ الحاکم)

حضرت معاذ جہنی ﷺ نے حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے اس کے والدین کو قیامت کے دن ایک تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی آفتاب کی روشنی سے بھی زیادہ ہوگی، اگر وہ آفتاب تمہارے گھروں میں ہو۔ پس کیا گمان ہے تمہارا اس شخص کے متعلق جو خود عامل ہے۔

یعنی قرآن پاک کے پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی برکت یہ ہے کہ اس پڑھنے والے کے والدین کو ایسا تاج پہنایا جائیگا جس کی روشنی آفتاب کی روشنی سے بہت زیادہ ہو اگر وہ آفتاب تمہارے گھروں میں ہو، یعنی آفتاب اتنی دور سے اس قدر روشنی پھیلاتا ہے اگر وہ گھر کے اندر آ جائے تو یقیناً بہت زیادہ روشنی اور چمک کا سبب ہوگا تو پڑھنے والے کے والدین کو جو تاج پہنایا جائے گا، اس کی روشنی اس روشنی سے زیادہ ہوگی جس کو گھر میں طلوع ہونے والا آفتاب پھیلا رہا ہے اور جب کہ والدین کے لئے یہ ذخیرہ ہے تو خود پڑھنے والے کے اجر کا خود اندازہ کر لیا جائے کہ کس قدر ہوگا کہ جب اس کے طفیلیوں کا یہ حال ہے تو خود اصل کا بدرجہا زیادہ ہوگا کہ والدین کو یہ اجر صرف اس وجہ سے ملا ہے کہ وہ اس کے وجود یا تعلیم کا

سبب ہوئے ہیں۔ آفتاب کے گھر میں ہونے سے جو تشبیہ دی گئی ہے اس میں علاوہ ازیں کہ قرب میں روشنی زیادہ محسوس ہوتی ہے ایک اور لطیف امر کی طرف بھی اشارہ ہے وہ یہ کہ جو چیز ہر وقت پاس رہتی ہے اس سے انس والفت زیادہ ہوتی ہے اس لئے آفتاب کی دوری کی وجہ سے جو اس سے بیگانگی ہے وہ ہر وقت کے قرب کی وجہ سے مبدل بہ انس ہو جائے گی تو اس صورت میں روشنی کے علاوہ اس کے ساتھ موانست کی طرف بھی اشارہ ہے اور اس طرف بھی کہ وہ اپنی ہوگی کہ آفتاب سے اگرچہ ہر شخص نفع اٹھاتا ہے لیکن اگر وہ کسی کو ہبہ کر دیا جائے تو اس کے لئے کس قدر افتخار کی چیز ہو۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے بریدہ رضی اللہ عنہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن شریف پڑھے اور اس پر عمل کرے اس کو ایک تاج پہنایا جائے گا جو نور سے بنا ہوا ہوگا اور اس کے والدین کو ایسے دو جوڑے پہنائے جائیں گے کہ تمام دنیا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ وہ عرض کریں گے کہ یا اللہ یہ جوڑے کس صلہ میں ہیں تو ارشاد ہوگا کہ تمہارے بچے کے قرآن شریف پڑھنے کے عوض میں۔

قرآن پاک ناظرہ پڑھنے کی فضیلت

جمع الفوائد میں طبرانی سے نقل کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص اپنے بیٹے کو ناظرہ قرآن شریف سکھلائے اس کے سب اگلے اور پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور جو شخص حفظ کرائے اس کو قیامت میں چودھویں رات کے چاند کے مشابہ اٹھایا جائے گا اور اس کے بیٹے سے کہا جائے گا کہ پڑھنا شروع کر۔ جب بیٹا ایک آیت پڑھے گا باپ کا ایک درجہ بلند کیا جائے گا حتیٰ کہ اسی طرح تمام قرآن شریف پورا ہو۔

بچوں کو پڑھانے سے باپ کو ثواب

بچے کے قرآن شریف پڑھنے پر باپ کے لئے یہ فضائل ہیں اور اسی پر بس نہیں، دوسری بات بھی سن لیجئے کہ اگر خدانخواستہ آپ نے اپنے بچے کو چار پیسے کے لالچ میں دین سے محروم رکھا تو یہ ہی نہیں کہ آپ اس لازوال ثواب سے محروم رہیں گے بلکہ اللہ کے یہاں

آپ کو جواب دہی بھی کرنی پڑے گی آپ اس ڈر سے کہ یہ مولوی و حافظ پڑھنے کے بعد صرف مسجد کے ملانے اور ٹکڑے کے محتاج بن جاتے ہیں اس وجہ سے آپ اپنے لاڈلے بچے کو اس سے بچاتے ہیں یاد رکھیں کہ اس سے آپ اس کو تو دائمی مصیبت میں گرفتار کر ہی رہے ہیں مگر ساتھ ہی اپنے اوپر بھی بڑی سخت جواب دہی لے رہے ہیں۔ حدیث میں ارشاد ہے كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ ۔ (الحدیث) ہر شخص سے اس کے ماتحتوں اور دست نگروں کا بھی سوال ہو گا کہ ان کو کس قدر دین سکھلایا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ان عیوب سے آپ بچنے اور بچانے کی کوشش کیجئے۔ مگر جوؤں کے ڈر سے کپڑا نہ پہننا کوئی عقل کی بات نہیں البتہ اس کے صاف رکھنے کی ضرور کوشش چاہیے۔ بالجملہ اگر آپ اپنے بچے کو دینداری کی صلاحیت سکھلائیں گے، اپنی جواب دہی سے سبک دوش ہوں گے اور اس وقت تک وہ زندہ رہے، جس قدر نیک اعمال کرے گا، دعا و استغفار آپ کے لئے کرے گا، آپ کے لئے رفع درجات کا سبب بنے گا۔ لیکن دنیا کی خاطر چار پیسے کے لالچ سے آپ نے اس کو دین سے بے بہرہ رکھا تو یہی نہیں کہ خود آپ کو اپنی حرکت کا وبال بھگتنا پڑے گا، جس قدر بد اطواریاں، فسق و فجور اس سے سرزد ہوں گے آپ کے نامہ اعمال بھی اس ذخیرہ سے خالی نہ رہیں گے۔ خدارا اپنے حال پر رحم کھائیں، دنیا بہر حال گزر جانے والی چیز ہے اور موت ہر بڑی سے بڑی تکلیف کا خاتمہ ہے۔ لیکن جس تکلیف کے بعد موت بھی نہیں اس کا کوئی منتہا نہیں۔

واقعہ نمبر ۱۳

چاروں طرف ہو کا عالم تھا۔ زمین و آسمان سے وحشت برس رہی تھی۔ مغرب سے کالی گھٹا اٹھی۔ بادل گرجا' رعد کڑکی کہ زمین کا سینہ دہل گیا۔ برق بار بار چمکتی تھی اور آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر رہی تھی۔ طوفان برق کا یہ عالم تھا کہ برق پر صاعقہ کا گمان ہوتا تھا۔

پیر کا دن اور ۲۳ ستمبر تھا غالباً پانچ بجنے میں ابھی پانچ منٹ باقی تھے کہ طوفان اور آندھی نے ہمیں آلیا۔

پاکستان کی سرحد یہاں سے صرف دو میل تھی۔ مگر یہ میل ہمارے لئے ہزار میل سے

زیادہ تھے۔ چاروں طرف ہزار ہا سکھ ہتھیاروں سے مسلح حملہ کرنے کے لئے پر تول رہے تھے قافلہ اور قافلے کے محافظ بہت دور آگے نکل گئے تھے۔ درماندگان، زخمی اور ضعیف قافلے کی لکیر پیٹ رہے تھے۔ اس زمرے میں ہم بھی شامل تھے۔

بارش دھواں دھار ہونے لگی۔ برق تجلی طور کو شرما رہی تھی۔ خوف و ہراس ہر طرف طاری سکھوں کا حلقہ تنگ تر ہوتا چلا جا رہا تھا۔ بارش ان کے راستے میں حائل نہ ہوتی تو وہ کبھی کا ہمارا تیا پانچا کر چکے ہوتے۔

یہ لوگ ہمارے اس لئے دشمن ہیں کہ ہمارا نظریہ حیات ان سے الگ تھلگ ہے قرآن ان کے سینے میں خار کی طرح کھٹکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ٹولہ مسلمانوں کے قتل پر ادھار کھائے بیٹھا تھا۔ ان کا پرن تھا کہ ایک سکھ چار مسلمانوں کو قتل کرے تاکہ مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کا صحیح طور پر صفایا ہو سکے۔

بارش تھم گئی۔ بادل چھٹ گیا۔ ہزار سکھ شمال کی طرف کماد کے کھیت میں جو ہم سے نصف فرلانگ کے فاصلہ پر تھا، چھپے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں برچھے اور تلواریں تھیں۔ وہ اس گھات میں تھے کہ موقعہ ملتے ہی پنجاب اور درماندہ مسلمانوں پر ٹوٹ پڑیں۔

میں اور میری مونس حیات موت کی گھڑیاں گن رہے تھے۔ ہم دونوں نہر ثلاثہ کی خستہ فصیل پر بیٹھ گئے۔ مجھے میری اہلیہ نے بصد یاس وحزن کہا کہ اب ہمارا آخری وقت ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم صدق دل سے توبہ کریں۔ اور کلمہ طیبہ کا ورد کریں۔ میری آنکھوں میں بے اختیار آنسو آگئے۔ میں نے ضبط کرتے ہوئے اس کو حوصلہ دیا اور کہا کہ خدا کا آسرا ہر حال میں کافی ہے۔ گھبرانے سے کچھ فائدہ نہیں۔ مسلمان کو چاہئے کہ وہ انتہائی نازک حالات میں بھی ثابت قدم رہے اور صبر کے دامن کو مضبوطی سے تھام رکھے۔

اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں وہ تاثیر رکھی ہے کہ اگر صحیح عقیدے سے ایمان کی روشنی میں زندگی کے انتہائی نازک حالات میں تلاوت کی جائے تو ہوا کا رخ یقیناً تبدیل ہو سکتا ہے۔

میں نے کہا کہ تمہارا اس سے کیا مطلب ہے۔ کہنے لگی کہ آپ سورۃ الفیل کی تلاوت

بجلی سی کوندگئی اور میں نے بے ساختہ سورۃ الفیل کی تلاوت کرنا شروع کی کہ افق مغرب سے پاکستان کا ایک ہوائی جہاز نمودار ہوا اور آن واحد میں اس نے فضا میں ایک روشنی کا بم چھوڑا۔ فضا بقعہ نور بن گئی۔ کماد میں سکھ ادھر ادھر پھرتے صاف نظر آ رہے تھے۔ ہوائی جہاز کے آتے ہی محافظ دستہ حرکت میں آ گیا۔ ٹینک، بکتر بند گاڑیاں، آرمڈ کاریں ادھر ادھر بھاگنے لگیں۔ ابھی چند منٹ نہ گزرنے پائے تھے کہ ٹینک کماد کے کھیت پر چڑھ دوڑے ایک بم پھٹا۔ دھوئیں سے فضا معمور ہو گئی۔ دیکھتے دیکھتے کماد کا کھیت صاف ہو گیا۔ نہ کماد باقی رہا نہ سکھوں کا وجود کہیں نظر آتا تھا۔ سینکڑوں مارے گئے۔ بیسیوں گرفتار ہو کر تہ تیغ ہوئے جو بھاگے وہ گولی کا نشانہ بنے۔

یہ تھا کلام پاک کا سچا واقعہ جو میں نے بچشم خود دیکھا۔ واقعی قرآن پاک زندہ کتاب ہے، اس کے جلوے آج بھی وہی اعجاز رکھتے ہیں جو قرون اولیٰ میں مسلمانوں نے ملاحظہ کئے ہیں۔

نسخہ اسرار تکوین حیات — بے ثبات از قوتش گیرد ثبات
حرف او لاریب نے تبدیل نے — آیہ اش شرمندۂ تاویل نے
پختہ تر سودائے خام از زور او — در فتد باسنگ جام از زور او
می برد پابند و آزاد آورد — صید بنداں را بفریاد آورد
نوع انساں را پیامِ آخریں — حامل او رحمۃ للعالمین

(علامہ اقبال)

حدیث نمبر ۱۴

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَوْ جُعِلَ الْقُرْاٰنُ فِيْ اِهَابٍ ثُمَّ اُلْقِيَ فِي النَّارِ مَا احْتَرَقَ۔ (رواہ الدارمی)

حضرت عقبہ بن عامر ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر رکھ دیا جائے قرآن شریف کو کسی چمڑے میں پھر وہ

آگ میں ڈال دیا جائے تو نہ جلے۔

مشائخ حدیث اس روایت کے مطلب میں دو طرف گئے ہیں۔ بعض کے نزدیک چمڑے سے عام مراد ہے جس جانور کا ہو اور آگ سے دنیوی آگ مراد ہے۔ اس صورت میں یہ مخصوص معجزہ ہے جو حضور اقدس ﷺ کے زمانے کے ساتھ خاص تھا جیسا کہ اور انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزے ان کے زمانے کے ساتھ خاص ہوئے ہیں۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ چمڑے سے مراد آدمی کا چمڑا ہے اور آگ سے جہنم۔ اس صورت میں یہ حکم عام ہوگا کسی زمانے کے ساتھ مخصوص نہ ہوگا یعنی جو شخص کہ حافظ قرآن ہو اگر وہ کسی جرم میں جہنم میں ڈالا بھی جائے گا تو آگ اس پر اثر نہ کرے گی۔ ایک روایت میں مَا مَسَّتْهُ النَّارُ کا لفظ بھی آیا ہے یعنی آگ اس کو چھوئے گی بھی نہیں۔ ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی روایت جس کو شرح السنۃ سے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے اس دوسرے معنی کی تائید کرتی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ قرآن شریف کو حفظ کیا کرو اس لئے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس قلب کو عذاب نہیں فرماتا جس میں کلام پاک محفوظ ہو۔ یہ حدیث اپنے مضمون میں صاف اور نص ہے۔ جو لوگ حفظ قرآن شریف کو فضول بتلاتے ہیں وہ خدارا ذرا ان فضائل پر بھی غور کریں کہ یہی ایک فضیلت ایسی ہے جس کی وجہ سے ہر شخص کو حفظ قرآن پر جان دے دینا چاہئے۔ اس لئے کون شخص ایسا ہوگا جس نے گناہ نہ کئے ہوں جس کی وجہ سے آگ کا مستحق نہ ہو۔

شرح احیاء میں ان لوگوں کی فہرست میں جو قیامت کے ہولناک اور وحشت اثر دن میں اللہ کے سائے کے نیچے رہیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بروایت دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نقل کیا ہے کہ حاملین قرآن یعنی حفاظ کرام اللہ کے (عرش کے) سائے کے نیچے انبیاء اور برگزیدہ لوگوں کے ساتھ ہونگے۔ واقعات تو اتنے کثیر ہیں کہ جن کا احاطہ ناممکن ہیں مگر میں نے صرف تیرہ واقعات پر ہی اکتفاء کیا ہے۔ مزید شوق ہو تو قرآن نمبر کا مطالعہ کیجئے اور پھر بھی طلب باقی رہے تو فضائل حفاظ القرآن دیکھیے جس میں تین سو بتیس واقعات نقل کیے گئے ہیں تاہم یہاں سے اب ہر حدیث کے ساتھ کوئی اور سلسلہ شروع کیا جاتا ہے)

کتاب پاک

دوستو! اس دور ظلمت کا تصور کیجئے ۔ جب شعور آدمیت تھا حجاب اندر حجاب
جب نجوم و کہکشاں کا رخ تھا کجلایا ہوا ۔ جب غبار آلودہ تھی پیشانی سرو وگلاب
زندگی کی چال پر ہنستے تھے جب لب ہائے برق ۔ آدمی کے حال پر روتی تھی جب چشم سحاب
عارض غنچہ پہ تھا سیلی باد خزاں ۔ گردن ہر موج پر تھا پنجۂ موج سراب
زندگی تھی نشہ خیز و نشہ بیز و نشہ ریز ۔ آدمی تھا محو عشرت، محو غفلت، محو خواب
کس قدر گم کردہ منزل تھا بشر کا قافلہ ۔ یا خم زلف صنم، یا نغمۂ تارِ رباب
اس قدر امڈا ہوا، ابھرا ہوا سیلاب نفس ۔ روح کی بستی اجاڑ اور قلب کا خانہ خراب
کیا تمنا، کیا تجسس، کیا نظر، کیا آگہی ۔ فطرت انساں کا اک اک جلوہ تھا زیر نقاب

آدمی توحید کے احساس سے بیگانہ تھا
اس کے سینے میں نہ تھی یہ آرزوئے سینہ تاب

دفعتاً ظاہر ہوا توحید باری کا جمال ۔ دست رحمت نے ہٹایا پردہ حسن غیاب
آدمی کو دیکھ کر جہل مرکب میں اسیر ۔ حق کی جانب سے اسے بخشی گئی اُمّ الکتاب
وہ چراغ راہ، وہ شمع ہدیٰ، وہ نجم نور ۔ ذات یزداں کی تجلی، روح انساں کا ثبات
جو نگاہوں میں اتر جائے وہ ٹھنڈی چاندنی ۔ جو دلوں میں تیر جائے وہ شعاع آفتاب
مردہ دل انسانیت کے واسطے پیغام "قُم" ۔ اور جمودستان عالم میں صدائے انقلاب
جس نے روشن کر دیئے راہِ صداقت کے خطوط ۔ جس نے آدم کو کیا اس کے خدا تک باریاب
آفریں ان پر جو اس کے نور سے ہیں مستنیر ۔ مرحبا ان پر جو اسکے فیض سے ہیں فیض یاب

یہ کتاب پاک اک آئینۂ کردار ہے
مومنوں کے ہاتھ میں اللہ کی تلوار ہے

(عاصی کرنالی)

حدیث نمبر ۱۵

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَظْهَرَهٗ فَاَحَلَّ حَلَالَهٗ وَ حَرَّمَ حَرَامَهٗ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ وَ شَفَّعَهٗ فِیْ عَشَرَةٍ مِّنْ اَهْلِ بَیْتِهٖ كُلِّهِمْ قَدْ وَ جَبَتْ لَهُ النَّارُ ۔

(رواہ احمد والترمذی وقال ھذا حدیث غریب وحفص بن سلیمان الراوی لیس ھو بالقوی یضعف فی الحدیث ۔ ورواہ ابن ماجۃ والدارمی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص نے قرآن پڑھا، پھر اس کو حفظ یاد کیا اور اس کے حلال کو حلال جانا اور حرام کو حرام، حق تعالیٰ شانہ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا اور اس کے گھرانے سے ایسے دس آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول فرمادے گا جن کیلئے جہنم واجب ہو چکی ہو۔

دخول جنت ویسے تو ہر مومن کے لئے انشاء اللہ ہے ہی، اگرچہ بداعمالیوں کی سزا بھگت کر ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن حفاظ کے لئے یہ فضیلت ابتداء دخول کے اعتبار سے ہے۔ وہ دس شخص جن کے بارے میں تو شفاعت ہے ہی نہیں۔ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰهُ النَّارُ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ٥ (مشرکین پر اللہ نے جنت کو حرام کر دیا اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ظالمین کا کوئی مددگار نہیں) دوسری جگہ ارشاد ہے، مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ ۔ الآیۃ (نبی اور مسلمانوں کیلئے اس کی گنجائش نہیں کہ وہ مشرکین کے لئے استغفار کریں اگرچہ وہ رشتہ دار ہوں) وغیرہ وغیرہ۔ نصوص اس مضمون میں صاف ہیں کہ مشرکین کی مغفرت نہیں ہے اس لئے حفاظ کی شفاعت سے ان مسلمانوں کی شفاعت مراد ہے جن کے معاصی کی وجہ سے ان کا جہنم میں داخل ہونا ضروری بن گیا تھا۔ جو لوگ جہنم سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ اگر وہ حافظ نہیں اور خود حفظ نہیں کر سکتے تو کم از کم اپنے کسی قریبی رشتہ دار ہی کو حافظ بنا دیں کہ اس کے طفیل یہ بھی اپنی بداعمالیوں کی سزا سے محفوظ رہ سکیں۔ اللہ کا کس قدر انعام ہے اس شخص پر جس کے باپ، چچا، تائے، دادا، نانا، ماموں سب ہی حافظ ہیں اَللّٰهُمَّ زِدْ فَزِدْ۔

(ان شاء اللہ حافظ قرآن کے فضائل تفصیل سے آگے آئیں گے۔ چند مشاہیر کے

پیغامات جو قرآن پاک سے متعلقہ ہیں یہاں ملاحظہ فرمائیں)

پیغام نمبر ۱

"دنیائے اسلام کے اطراف و جوانب کے جملہ مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ وہ نزول قرآن کے اس واقعے کی یادگار منانے کا اہتمام کریں بلاشبہ یہ ایک ایسا واقعہ ہے جو قیامت تک دوبارہ منعقد نہیں ہوگا۔ قرآن انسانوں کے لئے ہدایت اور فرقان و ہدیٰ کے واضح دلائل کا مجموعہ ہے اور انہیں تاریکیوں سے روشنی کی طرف لانے کا ذریعہ ہے۔ قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کے سابقہ پیغامات کی تصدیق و تاکید کے لئے آیا ہے۔

قرآن حکیم کی تعلیمات کا خلاصہ دو لفظوں میں بیان کیا جائے تو وہ لفظ عقیدہ اور شریعت ہیں۔ جہاں تک عقیدے کا تعلق ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کو پروردگار سمجھ کر اس پر ایمان لایا جائے۔ جس کے سوا اور کوئی عبادت کے قابل نہیں اور اللہ کے رسولوں پر ایمان لایا جائے جو انسانوں کے راہبر و ہادی تھے۔ اس میں اخروی زندگی پر ایمان بھی شامل ہے۔

اور جہاں تک شریعت کا تعلق ہے اس سے مراد وہ نظام ہے جس کے مطابق ایک مسلمان کو زندگی بسر کرنی چاہئے کیونکہ اس میں ہماری حیات اخروی کی فوز و سعادت پوشیدہ ہے۔ جو مسلمان دوسرے مسلمانوں اور عام انسانوں کو اس عقیدہ و شریعت کی طرف دعوت دیتا ہے، وہ نیک اعمال کی طرف اللہ کا قاصد ہے۔ (مفتی اعظم فلسطین السید محمد امین الحسینی)

حدیث نمبر ۱۶

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا الْقُرْاٰنَ فَاقْرَؤُوْهُ فَاِنَّ مَثَلَ الْقُرْاٰنِ لِمَنْ تَعَلَّمَ فَقَرَاَ وَ قَامَ بِهٖ کَمَثَلِ جِرَابٍ مَحْشُوٍّ مِسْکًا تَفُوْحُ رِیْحُهٗ کُلَّ مَکَانٍ وَ مَثَلُ مَنْ تَعَلَّمَهٗ فَرَقَدَ وَ هُوَ فِیْ جَوْفِهٖ کَمَثَلِ جِرَابٍ اُوْکِیَ عَلٰی مِسْكٍ۔

(رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ وابن حبان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ قرآن شریف کو

سیکھو، پھر اس کو پڑھو، اس لئے کہ جو شخص قرآن شریف سیکھتا ہے اور پڑھتا ہے اور تہجد میں اس کو پڑھتا رہتا ہے اس کی مثال اس تھیلی کی سی ہے جو مشک سے بھری ہوئی ہو کہ اس کی خوشبو تمام مکان میں پھیلتی ہے اور جس شخص نے سیکھا اور پھر سو گیا اس کی مثال اس مشک کی تھیلی کی سی ہے جس کا منہ بند کر دیا گیا ہو۔

یعنی جس شخص نے قرآن پاک پڑھا اور اس کی خبر گیری کی، راتوں کو نماز میں تلاوت کی، اس کی مثال اس مشک دان کی سی ہے کہ جو کھلا ہوا ہو اور اس کی خوشبو سے تمام مکان مہکتا ہے اسی طرح اس حافظ کی تلاوت سے تمام مکان انوار و برکات سے معمور رہتا ہے اور اگر وہ حافظ سو جائے یا غفلت کی وجہ سے نہ پڑھ سکے تب بھی اس کے قلب میں جو کلام پاک ہے وہ تو بہر حال مشک ہی ہے، اس کی غفلت سے اتنا نقصان ہوا کہ دوسرے لوگ اس کی برکات سے محروم رہے، لیکن اس کا قلب تو بہر حال اس مشک کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔

پیغام نمبر۲

”قرآن کریم وہ کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ پر جبریل علیہ السلام کے ذریعے سے نازل فرمائی تا کہ لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر نور ہدایت کی طرف لایا جائے اور انہیں بندوں کی عبادت سے ہٹا کر خدائے واحد کی عبادت کی طرف متوجہ کیا جائے اور بتوں کے ظلم سے بچا کر اسلام کے عدل کی طرف لایا جائے۔

موجودہ دور میں جبکہ دشمنوں نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے اور ہر طرف سے زمین کو ہمارے لئے تنگ کر دیا ہے۔ اللہ کی شریعت کے سوا ہمارا کوئی نجات دہندہ نہیں ہے۔

اس دور میں ہر قسم کے مرض کا علاج قرآن کی اتباع میں پوشیدہ ہے۔ ان حالات میں ہمیں چاہئے کہ ہم اس طرح کتاب اللہ کی معرفت حاصل کریں جیسا کہ اس کا حق ہے۔

قرآن وہ کتاب عظیم ہے جو مخلوقات کے حق میں ازلی نصب العین اور ابدی مبصر ہے، عالم غیب اور دنیائے شہادت کا مفسر ہے اور معنوی خزائن کا کشاف ہے۔

قرآن قول شارح، تفسیر واضح، برہان قاطع اور ترجمان ساطع ہے۔ قرآن ضیاء الاسلام ہے، مرشد حقیقی ہے اور ہادی انسانیت ہے۔ قرآن کتاب شریعت ہے، کتاب حکمت ہے، کتاب عبودیت ہے، کتاب دعا و رجاء ہے اور کتاب ذکر و فکر ہے۔

جب سے ہم نے قرآن حکیم کی تعلیمات پر عمل کرنا چھوڑ دیا اور اسے اپنے پس پشت ڈال دیا تو شکست اور مغلوبی ہمارا مقدر بن گئی۔ ہم مستقبل میں اللہ کی اسی کتاب پر عمل کر کے رفعت و بلندی حاصل کر سکتے ہیں۔ اللہ ہمیں اس کتاب کو سمجھنے، اس پر عمل کرنے اور اس سے ہدایت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بلاشبہ وہ سننے والا، قبول کرنے والا ہے۔"

(صالح اوزجان استنبول)

آں کتاب زندہ، برتر از گماں
حکمت او چشمۂ حرف و بیاں

حدیث نمبر ۱۷

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الَّذِیْ لَیْسَ فِیْ جَوْفِہٖ شَیْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ کَالْبَیْتِ الْخَرِبِ۔

(رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث صحیح ورواہ الدارمی والحاکم وصححہ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص کے قلب میں قرآن شریف کا کوئی حصہ بھی محفوظ نہیں وہ بمنزلہ ویران گھر کے ہے۔

ویران گھر کے ساتھ تشبیہ دینے میں ایک خاص لطیفہ بھی ہے وہ یہ کہ "خانہ خالی را دیو مے گیرد" (غیر آباد اور خالی گھر پر جن قبضہ کر لیتے ہیں) اسی طرح جو قلب کلام پاک سے خالی ہوتا ہے شیاطین کا اس پر تسلط زیادہ ہوتا ہے۔ اس حدیث میں حفظ کی کس قدر تاکید فرمائی ہے کہ اس دل کو ویران گھر ارشاد ہوا ہے جس میں کلام پاک محفوظ نہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس گھر میں کلام مجید پڑھا جاتا ہے اس کے اہل و عیال کثیر ہو جاتے ہیں۔ اس میں خیر و برکت بڑھ جاتی ہے۔ ملائکہ اس میں نازل ہوتے ہیں اور شیاطین اس گھر سے نکل جاتے ہیں اور جس گھر میں تلاوت نہیں ہوتی اس میں تنگی اور بے برکتی ہوتی ہے،

ملائکہ اس گھر سے چلے جاتے ہیں، شیاطین اس میں گھس جاتے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور بعض لوگ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ خالی گھر وہی ہے جس میں تلاوت قرآن شریف نہ ہوتی ہو۔

پیغام نمبر ۳

حضرت سید الانام ﷺ پر قرآن کا نزول وہ عظیم الشان ثقافتی انقلاب تھا جس کی نظیر چشم عالم نے آج تک نہیں دیکھی۔ خدائے عظیم و جلیل نے قرآن کریم اس لئے نازل فرمایا کہ وہ امت اسلامیہ کے لئے روشنی کا کام دے اور دنیا کی تاریکیوں میں ان کی راہنمائی کرے، نیز ان کی زندگیوں کے تمام امور و معاملات میں ہدایت و رہنمائی کا فریضہ سرانجام دے۔

ہمارے اسلاف قرآن حکیم کی تلاوت ہی پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ اپنی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر اس کی تطبیق بھی کرتے تھے۔ ان کی عبادت ان کے معاملات اور ان کے تصرفات قرآنی تعلیمات و ہدایات کے عین مطابق ہوتے تھے۔ وہ اس کتاب کو چھوڑ کر زندگی بسر کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ یہی ان کی عزت اور خلود کا سبب تھا، لیکن افسوس آج کے مسلمان قرآن سے بیگانہ ہو چکے ہیں اور اسی وجہ سے اس کی تعلیمات و ہدایات سے محروم ہیں۔ آج اگرچہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے لیکن وہ سیلاب کے خس و خاشاک کی مانند ہیں۔ مختلف اطراف سے دیگر اقوام ان کے خلاف برسرپیکار ہیں جن میں صیہونیت کا مکر، صلیبیت کا کینہ اور استعمار کے حربے پیش پیش ہیں۔ اب اگر مسلمان اپنی ذلت کو عزت، شکست کو فتح، بدحالی کو خوش حالی، انتشار کو وحدت اور کمزوری کو قوت میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں تو انہیں قرآن کی طرف لوٹنا چاہئے۔ (ابوبکر القادری رباط، مراکش)

حکم قرآں عقل را صد زندگی
جلوۂ او عشق را تابندگی
آں دلیل وحدت جود و وجود
آں سبیل فکر مشہود و شہود

(غلام مصطفیٰ مجددی)

حدیث نمبر ۱۸

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ فِي الصَّلٰوةِ وَقِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ فِيْ غَيْرِ الصَّلٰوةِ اَفْضَلُ مِنَ التَّسْبِيْحِ وَالتَّكْبِيْرِ وَالتَّسْبِيْحُ اَفْضَلُ مِنَ الصَّدَقَةِ وَالصَّدَقَةُ اَفْضَلُ مِنَ الصَّوْمِ وَالصَّوْمُ جُنَّةٌ مِّنَ النَّارِ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ نماز میں قرآن شریف کی تلاوت بغیر نماز کی تلاوت سے افضل ہے اور بغیر نماز کی تلاوت تسبیح و تکبیر سے افضل ہے اور تسبیح صدقہ سے افضل ہے اور صدقہ روزہ سے افضل ہے اور روزہ بچاؤ ہے آگ سے۔

تلاوت کا اذکار سے افضل ہونا ظاہر ہے اس لئے کہ یہ کلام الٰہی ہے اور پہلے معلوم ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو اوروں کے کلام پر وہی فضیلت ہے جو اللہ تعالیٰ کو فضیلت ہے مخلوق پر۔ ذکر اللہ کا افضل ہونا صدقہ سے اور روایات میں بھی وارد ہے اور صدقہ کا روزہ سے افضل ہونا جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے دوسری بعض روایات کے خلاف ہے جن سے روزہ کی فضیلت معلوم ہوتی ہے لیکن یہ احوال کے اعتبار سے مختلف ہے۔ بعض حالتوں میں روزہ افضل ہے اور بعض میں صدقہ۔ اسی طرح لوگوں کے اعتبار سے بھی مختلف ہے۔ بعض لوگوں کے لئے روزہ افضل ہے اور جبکہ روزہ آگ سے بچاؤ ہے جس کا درجہ اس روایت میں سب سے اخیر میں ہے تو پھر تلاوت کلام اللہ کا کیا کہنا جو سب سے اول ہے۔ صاحب احیاء نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے نماز میں کھڑے ہو کر کلام پاک پڑھا اس کو ہر حرف پر سو نیکیاں ملیں گی اور جس شخص نے نماز میں بیٹھ کر قرآن پڑھا اس کے لئے پچاس نیکیاں اور جس نے بغیر نماز کے وضو کے ساتھ پڑھا اس کے لئے پچیس نیکیاں، اور جس نے بلا وضو پڑھا اس کے لئے دس نیکیاں۔ اور جو شخص پڑھے نہیں بلکہ صرف پڑھنے والے کی طرف کان لگا کر سنے، اس کے لئے بھی ہر حرف کے بدلے ایک نیکی۔

پیغام نمبر۱۹

قرآن کریم بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب ہے جو اس نے اپنے آخری رسول اور ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل فرمائی تا کہ وہ انسانی زندگی کے دستور کا کام دے، دنیائے انسانیت اسی کی روشنی میں اپنی منزل متعین کرے اور اسی کے احکام کے تحت قانون سازی کا کام ہو۔

قرآن حکیم جس کے نزول کو چودہ صدیاں گزر چکی ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس لئے نہیں نازل فرمایا تھا کہ ہم غور و تدبر اور عمل کے بغیر ہی اس کی آیات کی تلاوت کرتے رہیں۔ قرآن حکیم اس لئے بھی نہیں کہ اس کے ذریعے سے محلات کی دیواروں کو مزین کیا جائے اور نہ ہی اس لئے ہے کہ صرف مردوں پر اس کی تلاوت کی جائے بلکہ اس کے نزول کا مقصد ان تمام باتوں سے کہیں زیادہ عظیم ہے اور وہ یہ ہے کہ ہمیشہ انسانوں کے لئے کتاب ہدایت کا کام دے، لوگ اس سے روشنی، ہدایت اور رہنمائی حاصل کریں اور اللہ کی زمین میں اللہ کا نظام قائم کریں۔ (عبداللہ العقیل، کویت)

؎ چیست قراں ؟ بالیقیں حسن ازل
بے سہیم و بے مثیل و بے بدل

حدیث نمبر۱۹

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اِذَا رَجَعَ اِلٰی اَهْلِهٖ اَنْ یَّجِدَ فِیْهِ ثَلَاثَ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ فَثَلَاثُ اٰیَاتٍ یَقْرَأُ بِهِنَّ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلَاتِهٖ خَیْرٌ لَهٗ مِنْ ثَلَاثِ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ۔ (رواہ مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ جب گھر واپس آئے تو تین اونٹنیاں حاملہ بڑی اور موٹی اس کو مل جائیں۔ ہم نے عرض کیا کہ بیشک (ضرور پسند کرتے ہیں) حضور ﷺ نے فرمایا کہ تین آیتیں جن کو تم میں سے کوئی نماز میں پڑھ لے۔ وہ تین حاملہ اور

موٹی اونٹنیوں سے افضل ہیں۔

اس سے ملتا جلتا مضمون ماقبل ایک حدیث میں گزر چکا ہے۔ اس حدیث شریف میں چونکہ نماز میں پڑھنے کا ذکر ہے اور وہ بغیر نماز کے پڑھنے سے افضل ہے اس لئے تشبیہ حاملہ اونٹنیوں سے دی گئی اس لئے کہ وہاں بھی دو عبادتیں ہیں، نماز اور تلاوت۔ ایسے ہی یہاں بھی دو چیزیں ہیں، اونٹنی اور اس کا حمل۔ اس قسم کی احادیث سے صرف تشبیہ مراد ہوتی ہے۔ ورنہ ایک آیت کا باقی اجر ہزار فانی اونٹنیوں سے افضل ہے۔

پیغام نمبر ۵

قرآن پاک کی تعلیم کو بھلا دینے کا تو نتیجہ ہے کہ آج ہمارے پاس نہ دنیا ہے، نہ آخرت۔ اگر اللہ کی کتاب کے بتائے ہوئے ایک اصول پر بھی ہم کاربند ہو جاتے تو آج ہماری ہیئت کچھ اور ہوتی۔ اول تو ہم قرآن پاک کو پڑھتے کم ہیں اور پڑھتے ہیں تو عمل کم کرتے ہیں۔ بہت ضرورت ہے ہمیں اسے بار بار پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی۔

مجھے اب تک وہ سماں نہیں بھولتا۔ میرے گھر کے ساتھ ایک چھوٹی سی مسجد تھی۔ میری عمر اس وقت دس گیارہ سال کی تھی۔ میں مسجد میں بیٹھا تھا اور کوئی اس جگہ سورہ بقر کی شروع کی آیات پڑھ رہا تھا۔ ان آیات کو سن کر میرے قلب پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوتی تھی جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ میرا جی چاہتا تھا کہ سنتا ہی جاؤں۔ میں گانا سننے کا اس وقت بھی بہت شوقین تھا۔ گو میری عمر تھوڑی تھی لیکن جو کچھ میں سن رہا تھا۔ اس سے کسی گانے کا کوئی مقابلہ نہ تھا۔ مجھے کسی ثبوت کی ضرورت نہ رہی تھی کہ قرآن پاک اللہ کا کلام ہے۔ میرا احساس ہی یہ تھا کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ (جسٹس بی، زیڈ کیکاؤس)

شوکت کسریٰ شد از وے نقش آب
سطوت قیصر از و تخییل و خواب

حدیث نمبر ۲۰

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَوْسِ نِ الثَّقَفِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ جَدِّہٖ

غَیْرِ الْمَصْحَفِ اَلْفُ دَرَجَةٍ وَ قِرَاءَ تُهٗ فِی الْمَصْحَفِ تَضَعَّفُ عَلٰی ذَالِكَ اِلٰی اَلْفَیْ دَرَجَةٍ۔ (رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

حضرت عثمان بن عبداللہ بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ کلام اللہ شریف کا حفظ پڑھنا ہزار درجہ ثواب رکھتا ہے اور قرآن پاک میں دیکھ کر پڑھنا دو ہزار تک بڑھ جاتا ہے۔

اس حدیث شریف میں جو دیکھ کر پڑھنے کی فضیلت ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ قرآن پاک کے دیکھ کر پڑھنے میں تدبر اور فکر کے زیادہ ہونے کے علاوہ وہ کئی عبادتوں کو متضمن ہے۔ قرآن پاک کو دیکھنا، اس کو چھونا وغیرہ وغیرہ، اسوجہ سے یہ افضل ہوا۔ چونکہ روایات کا مفہوم مختلف ہے اسی وجہ سے علماء نے اس میں اختلاف فرمایا ہے کہ کلام پاک کا حفظ پڑھنا افضل ہے یا دیکھ کر۔ ایک جماعت کی رائے ہے کہ حدیث بالا کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ اس میں غلط پڑھنے سے امن رہتا ہے، قرآن پاک پر نظر رہتی ہے، قرآن شریف کو دیکھ کر پڑھنا افضل ہے۔ دوسری جماعت دوسری روایت کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ حفظ پڑھنا زیادتی خشوع کا سبب ہوتا ہے ریا سے دور ہوتا ہے اور نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ حفظ پڑھنے کی تھی، حفظ کو ترجیح دیتی ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ فضیلت آدمیوں کے لحاظ سے مختلف ہے۔ بعض کیلئے دیکھ کر پڑھنا افضل ہے جس کو اس میں تدبر و تفکر زیادہ حاصل ہوتا ہو اور جس کو حفظ میں تدبر زیادہ حاصل ہوتا ہے اس کے لئے حفظ پڑھنا افضل ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فتح الباری میں اسی تفصیل کو پسند کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس کثرت تلاوت کی وجہ سے دو کلام مجید پھٹے تھے۔ عمرو بن میمون نے شرح احیاء میں نقل کیا ہے کہ جو شخص صبح کی نماز پڑھ کر قرآن مجید کھولے اور بقدر سو آیت کے پڑھ لے، تمام دنیا کی بقدر اس کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ قرآن شریف کا دیکھ کر پڑھنا نگاہ کے لئے مفید بتلایا جاتا ہے۔ ابو عبید رضی اللہ عنہ نے حدیث مسلسل نقل کی ہے جس میں ہر راوی نے کہا ہے کہ مجھے آنکھوں کی شکایت تھی تو استاد نے قرآن شریف دیکھ کر پڑھنے کو بتلایا۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بسا اوقات عشاء کے بعد قرآن شریف کھولتے تھے، اور صبح کی نماز کے وقت بند کر

دیتے تھے۔

پیغام نمبر ۶

ابتدائے اسلام میں قرآن و حدیث کی خدمت کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ مشہور ائمہ فقہ اور مشہور ائمہ حدیث ہی نے نہیں، بے شمار علماء نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے اور علم و عرفان کے دریا بہا دیئے۔ کئی سو سال یہی حال رہا۔ پھر ساری توجہ صرف فقہ، یعنی قوانین ماخوذ از قرآن و حدیث کی طرف کر لی گئی۔ خود قرآن و حدیث مہجور ہو گئے۔ شہنشاہ جلال الدین اکبر کے زمانے میں یہ حال تھا کہ شہنشاہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے مناظرے اور مباحثے کرایا کرتا تھا۔ عیسائی پادری قرآن مجید کا حوالہ دیتے تھے تو مسلمان علماء منہ تکنے لگتے تھے۔ اس وقت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے محسوس کیا اور احادیث پر زور دیا۔ پھر مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فارسی میں اور ان کے دو بیٹوں مولانا شاہ رفیع الدین اور مولانا شاہ عبدالقادر نے اردو میں قرآن مجید کے لفظی اور با محاورہ ترجمے شائع فرمائے۔ اوروں کے بھی ترجموں پر ترجمے شائع ہوئے۔

سیدی خواجہ حسن نظامی رحمۃ اللہ علیہ جب عام فہم تفسیر القرآن یا تشریح القرآن تیار کر رہے تھے تو روزانہ ان کا مسودہ میرے پاس آ جاتا تھا اور میں بعد نماز مغرب اسے چند مولوی صاحبان کو دکھاتا تھا۔ ایک شام مجلس علماء جمی ہوئی تھی کہ مولانا محمد علی جوہر اور مولانا عبدالماجد دریا آبادی پہنچ گئے۔ دونوں نے بہت دیر خاموشی سے کام کرتے دیکھا اور آخر میں مولانا محمد علی جوہر نے فرمایا: ”قرآن ہیرا ہے۔ اسے جتنا گھسا اور رگڑا جائے اتنا چمکتا ہے۔ اس پر غور و فکر تا قیامت ختم نہیں ہوگا۔“

قرآن مجید سے غفلت برت کر اور اس پر تدبر کرنا چھوڑ کر مسلمانوں نے اپنا یہ ہڈرا بنایا ہے۔ (ملا واحدی دہلوی)

حدیث نمبر ۲۱

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَأُ كَمَا يَصْدَأُ الْحَدِيْدُ اِذَا اَصَابَهُ الْمَاءُ

قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا جِلَائُهَا قَالَ كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةُ الْقُرْاٰنِ۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضور اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے کہ دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جیسا کہ لوہے کو پانی لگنے سے زنگ لگتا ہے پوچھا گیا کہ حضور ﷺ ان کی صفائی کی کیا صورت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ موت کو اکثر یاد کرنا اور قرآن پاک کی تلاوت کرنا۔

یعنی گناہوں کی کثرت اور اللہ جل شانہٗ کی یاد سے غفلت کی وجہ سے دلوں پر بھی زنگ لگ جاتا ہے جیسا کہ لوہے کو پانی لگ جانے سے زنگ لگ جاتا ہے اور کلام پاک کی تلاوت اور موت کی یاد ان کے لئے صیقل کا کام دیتا ہے۔ دل کی مثال ایک آئینہ کی سی ہے جس قدر وہ دھندلا ہوگا معرفت کا انعکاس اس میں کم ہوگا اور جس قدر صاف اور شفاف ہوگا اسی قدر اس میں معرفت کا انعکاس واضح ہوگا۔ اسی لئے آدمی جس قدر معاصی شہوانیہ یا شیطانیہ میں مبتلا ہوگا اسی قدر معرفت سے دور ہوگا اور اسی آئینہ کے صاف کرنے کے لئے مشائخ سلوک ریاضات و مجاہدات، اذکار و اشغال تلقین فرماتے ہیں۔ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نقطہ اس کے قلب میں پڑ جاتا ہے۔ اگر وہ سچی توبہ کر لیتا ہے تو وہ نقطہ زائل ہو جاتا ہے اور اگر دوسرا گناہ کر لیتا ہے تو دوسرا نقطہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سے اگر گناہوں میں بڑھتا رہتا ہے تو شدہ شدہ ان نقطوں کی کثرت سے دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے۔ پھر اس قلب میں خیر کی رغبت ہی نہیں رہتی بلکہ شر ہی کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ۔

دلوں کا زنگ

اسی کی طرف قرآن پاک کی اس آیت میں اشارہ ہے كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔ (المطففین)۔ (بیشک ان کے قلوب پر زنگ جما دیا ان کی بداعمالیوں نے) ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دو واعظ چھوڑتا ہوں۔ ایک بولنے والا دوسرا خاموش، بولنے والا قرآن شریف ہے اور خاموش، موت کی یاد۔ حضور ﷺ کا ارشاد سر آنکھوں پر۔ مگر واعظ تو اس کے لئے ہو جو نصیحت قبول کرے، نصیحت کا ضرورت

سمجھے۔ جہاں سرے سے دین ہی بیکار ہو، ترقی کی راہ میں مانع ہو، وہاں نصیحت کی ضرورت کسے اور نصیحت کرے گی کیا۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ پہلے لوگ قرآن شریف کو اللہ کا فرمان سمجھتے تھے۔ رات بھر اس میں غور و تدبر کرتے تھے اور دن کو اس پر عمل کرتے تھے اور تم لوگ اس کے حروف اور زیر و زبر تو بہت درست کرتے ہو مگر اس کو فرمان شاہی نہیں سمجھتے، اس میں غور و تدبر نہیں کرتے۔

پیغام نمبر ۷

جیسے اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے اپنا کوئی ہمسر و شریک نہیں رکھتا، اسی طرح کوئی کتاب صوری اور معنوی محاسن کے اعتبار سے قرآن مجید کا لگا (سے میل) نہیں کھاتی۔ قرآن مجید نے افراد اور اقوام کے لئے ایسے اصول اور ضوابط بیان کئے ہیں، جو ہر زمانے میں اور ہر مقام پر زندہ اور باقی رہنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب پر عمل پیرا ہونے کے صلہ میں بعض قوموں کو سربلند کرتا ہے اور اس کتاب کے اصولوں پر انحراف کی پاداش میں بعض کو گرا دیتا ہے۔

(ابوبکر غزنوی صدر شعبہ علوم اسلامیہ یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور)

نور او در دل محبت آفریں — کون و امکاں را پیام دل نشیں
من غلام زار او تقدیر من — عزت من سوز من تقدیر من

حدیث نمبر ۲۲

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِیْ بَیْتٍ مِّنْ بُیُوْتِ اللّٰهِ یَتْلُوْنَ کِتَابَ اللّٰهِ وَ یَتَدَارَسُوْنَهٗ بَیْنَهُمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَیْهِمُ السَّکِیْنَةُ وَ غَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَ حَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ وَ ذَکَرَهُمُ اللّٰهُ فِیْمَنْ عِنْدَهٗ۔ (رواہ مسلم وابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں مجتمع ہو کر تلاوت کلام پاک اور اس کا دور نہیں کرتی مگر ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور رحمت الٰہی ان کو ڈھانپ لیتی ہے۔ ملائکہ

رحمت ان کو گھیر لیتے ہیں اور حق تعالیٰ شانہٗ ان کا ذکر ملائکہ کی مجلس میں فرماتا ہے۔

اس حدیث شریف میں مکاتب اور مدرسوں کی خاص فضیلت ذکر فرمائی گئی، جو بہت سی انواع اکرام کو شامل ہے۔ان میں سے ہر ہر اکرام ایسا ہے کہ جس کے حاصل کرنے میں اگر کوئی شخص اپنی تمام عمر خرچ کر دے تب بھی ارزاں ہے پھر چہ جائیکہ ایسے ایسے متعدد انعامات فرمائے جائیں۔ بالخصوص آخری فضیلت، آقا کے دربار میں ذکر، محبوب کی مجلس میں یاد ایک ایسی نعمت ہے جس کا مقابلہ کوئی چیز بھی نہیں کر سکتی۔

سکینہ کیا ہے؟

سکینہ کا نازل ہونا متعدد روایات میں وارد ہوا ہے، اس کے مصداق میں مشائخ حدیث کے چند قول ہیں لیکن ان میں کوئی ایسا اختلاف نہیں کہ جس سے آپس میں کچھ تعارض ہو بلکہ سب کا مجموعہ بھی مراد ہو سکتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سکینہ کی تفسیر یہ نقل کی گئی کہ وہ ایک خاص ہوا ہے جس کا چہرہ انسان کے چہرے جیسا ہوتا ہے۔ علامہ سدّی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا کہ وہ جنت کے ایک طشت کا نام ہے جو سونے کا ہوتا ہے اس میں انبیاء علیہم السلام کے قلوب کو غسل دیا جاتا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ خاص رحمت ہے۔ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو پسند کیا ہے کہ اس سے سکون قلب مراد ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ طمانیت مراد ہے۔ بعض نے اس کی تفسیر وقار سے کی ہے، تو کسی نے ملائکہ سے۔ بعض نے اور بھی اقوال کہے ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی رائے فتح الباری میں یہ ہے کہ سکینہ کا اطلاق سب پر آتا ہے۔ نووی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہے کہ یہ کوئی ایسی چیز ہے جو جامع ہے طمانیت رحمت وغیرہ کو اور ملائکہ کے ساتھ نازل ہوتی ہے۔ کلام اللہ شریف میں ارشاد ہے فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ۔ (توبہ) دوسری جگہ ارشاد ہے هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (فتح) ایک جگہ ارشاد ہے فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ۔ (بقرہ) غرض متعدد آیات میں اس کا ذکر ہے اور احادیث میں متعدد روایات میں اس کی بشارت فرمائی گئی ہے۔ احیاء میں نقل کیا ہے کہ ابن ثوبان رضی اللہ عنہ نے اپنے کسی عزیز سے اس کے ساتھ افطار کا وعدہ کیا مگر دوسرے روز صبح کے وقت پہنچے۔ انہوں

نے شکایت کی تو کہا کہ اگر میرا تم سے وعدہ نہ ہوتا تو ہرگز نہ بتاتا کہ کیا مانع پیش آیا۔ مجھے اتفاقاً دیر ہوگئی تھی حتیٰ کہ عشاء کی نماز کا وقت آ گیا۔ خیال ہوا کہ وتر بھی ساتھ ہی پڑھ لوں کہ موت کا اطمینان نہیں، کہیں رات میں مر جاؤں اور وہ ذمہ پر باقی رہ جائیں میں دعائے قنوت پڑھ رہا تھا کہ مجھے جنت کا ایک سبز باغ نظر آیا جس میں ہر نوع کے پھول وغیرہ تھے اس کے دیکھنے میں ایسا مشغول ہوا کہ صبح ہوگئی۔ اس قسم کے سینکڑوں واقعات ہیں جو بزرگوں کے حالات میں درج ہیں۔ لیکن ان کا اظہار اس وقت ہوتا ہے جب ماسوا سے انقطاع ہو جائے اور اسی جانب توجہ کامل ہو جائے۔

ملائکہ کا ڈھانکنا بھی متعدد روایات میں وارد ہوا ہے۔ اسید بن حضیر ؓ کا مفصل قصہ کتب حدیث میں آتا ہے کہ انہوں نے تلاوت کرتے ہوئے اپنے اوپر ایک ابر سا چھایا ہوا محسوس کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ ملائکہ تھے جو قرآن شریف سننے کے لئے آئے تھے۔ ملائکہ کثرت کی وجہ سے ابر سا معلوم ہوتے تھے۔ ایک صحابی ؓ کو ایک مرتبہ ابر سا محسوس ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ سکینہ تھا۔ یعنی رحمت جو قرآن شریف کی وجہ سے نازل ہوئی تھی۔ مسلم شریف میں یہ حدیث زیادہ مفصل آئی جس میں اور بھی مضامین ہیں۔ اخیر میں ایک جملہ یہ بھی زیادہ ہے مَنْ بَطَّأَبِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ یُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ۔ (جس شخص کو اس کے برے اعمال رحمت سے دور کریں اس کا عالی نسب ہونا، اونچے خاندان کا ہونا رحمت سے قریب نہیں کرسکتا) ایک شخص جو پشتانی شریف النسب ہے مگر فسق و فجور میں مبتلا ہے وہ اللہ کے نزدیک اس رذیل اور کم ذات مسلمان کی برابری کسی طرح بھی نہیں کرسکتا جو متقی پرہیزگار ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقَاکُمْ۔

پیغام نمبر ۸

''اس پر آشوب دور میں عالم اسلام بشمول پاکستان جن گوناگوں مسائل سے دوچار ہے غالباً اسلامی تاریخ میں ایسی سنگینی حالات کی مثال نہیں ملتی۔ ایک طرف اینگلو امریکن بلاک کی سازشوں سے جنم لینے والا اسرائیل ہمارے مقامات مقدسہ اور فلسطینی بھائیوں کے لئے خطرہ عظیم اور باعث عذاب بنا ہوا ہے۔ اور دوسری طرف سوشلزم مختلف صورتوں میں کبھی

اسلام کے روپ میں اور کبھی مزدوروں کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کے بھیس میں ہماری اعتقادی اور فکری بنیادوں پر حملہ آور ہے۔ ان سازشوں سے پاکستان کے اندر اور دیگر اسلامی ممالک میں ایک شدید فکری اور ذہنی انتشار پیدا ہو چکا ہے۔ ایسے سنگین اور پر فتن حالات میں پاکستان کے دو حصوں کو جو ایک ہزار میل سے زیادہ دوری پر واقع ہیں جوڑنے والا واحد رشتہ قرآن پاک ہی کا رشتہ ہے۔ اور خدا کی اسی کتاب مقدس نے مختلف زبانیں بولنے والوں کو جمع کر دیا ہے۔ (جسٹس چودھری محمد افضل چیمہ)

زمیں کیا آسماں بھی تیری کج بینی پہ روتا ہے
غضب ہے سطر قرآں کو چلیپا کر دیا تو نے (علامہ اقبال)

حدیث نمبر ۲۳

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّکُمْ لَا تَرْجِعُوْنَ اِلَی اللّٰہِ بِشَیْءٍ اَفْضَلَ مِمَّا خَرَجَ مِنْہُ یَعْنِی الْقُرْاٰنَ۔ (رواہ الحاکم وصححہ ابوداؤد فی مراسیلہ عن جبیر بن نفیر والترمذی عن ابی امامۃ بمعناہ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ تم لوگ اللہ جل شانہٗ کی طرف رجوع اور اس کے یہاں تقرب اس چیز سے بڑھ کر کسی اور چیز سے حاصل نہیں کر سکتے جو خود حق سبحانہٗ سے نکلی ہے یعنی کلام پاک۔

متعدد روایات سے یہ مضمون ثابت ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے دربار میں کلام پاک سے بڑھ کر تقرب کسی چیز سے حاصل نہیں ہوتا۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حق تعالیٰ شانہٗ کی خواب میں زیارت کی تو پوچھا کہ سب سے بہتر چیز جس سے اے اللہ! تیرے دربار میں تقرب ہو کیا چیز ہے؟ ارشاد ہوا کہ اے احمد! میرا کلام ہے۔ میں نے عرض کیا کہ سمجھ کر یا بلا سمجھے۔ ارشاد ہوا کہ سمجھ کر پڑھے یا بلا سمجھے، دونوں طرح موجب تقرب ہے۔ اس حدیث شریف کی توضیح اور تلاوت کلام پاک کا سب سے بہتر طریقہ تقرب ہونے کی تشریح حضرت اقدس بقیۃ السلف حجۃ الخلف مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نور اللہ مرقدہ کی تفسیر سے مستنبط ہوتی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ سلوک الی اللہ یعنی مرتبہ احسان حق سبحانہ و

تقدس کی حضوری کا نام ہے جو تین طریقوں سے حاصل ہوسکتی ہے۔ اول تصور جس کو عرف شرع میں تفکر و تدبر سے تعبیر کرتے ہیں اور صوفیاء کے یہاں مراقبہ سے۔ دوسرا ذکر لسانی اور تیسرا تلاوت کلام پاک۔ سب سے اول طریقہ بھی چونکہ ذکر قلبی ہے اس لئے دراصل طریقے دو ہی ہیں۔ اول ذکر عام ہے کہ زبانی ہو یا قلبی۔ دوسرا تلاوت۔ سو جس لفظ کا اطلاق حق سبحانہ وتقدس پر ہوگا اور اس کو بار بار دہرایا جائے گا جو ذکر کا حاصل ہے تو مدرکہ کے اس ذات کی طرف توجہ اور التفات کا سبب ہوگا اور گویا وہ ذات مستحضر ہوگی۔

قرب نوافل یا معیت

استحضار کے دوام کا نام معیت ہے جس کو اس حدیث شریف میں ارشاد فرمایا ہے۔ لَا يَزَالُ عَبْدِیْ يَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اَحْبَبْتُهٗ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ يَسْمَعُ بِهٖ وَ بَصَرَهُ الَّذِیْ يُبْصِرُبِهٖ وَيَدَهُ الَّتِیْ يَبْطِشُ بِهَا ۔الحدیث (حق سبحانہٗ وتقدس کا ارشاد ہے کہ بندہ نفلی عبادتوں کے ساتھ میرے ساتھ تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں بھی اس کو محبوب بنالیتا ہوں حتیٰ کہ میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ جس سے وہ کسی چیز کو پکڑتا ہے اور پاؤں جس سے وہ چلتا ہے) یعنی جب کہ بندہ کثرت عبادت سے حق تعالیٰ شانہٗ کا مقرب بن جاتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کے اعضاء کا محافظ بن جاتا ہے اور آنکھ کان وغیرہ سب مرضی آقا کے تابع ہو جاتے ہیں اور نفلی عبادات کی کثرت اس لئے ارشاد فرمائی کہ فرائض متعین ہیں جن میں کثرت نہیں ہوتی اور اس کے لئے ضرورت ہے دوام استحضار کی، جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا۔ لیکن تقرب کا یہ طریقہ صرف اسی محبوب کی پاک ذات کے لئے ہے۔ اگر کوئی چاہے کہ کسی دوسرے کے نام کی تسبیح پڑھ کر اس سے تقرب حاصل کر لے تو یہ ممکن نہیں۔ اس وجہ سے کہ اس قسم کے تقرب میں جس کی طرف تقرب ہو اس میں دو بات کا پایا جانا ضروری ہے۔ اول یہ کہ اس کا علم محیط ہو ذاکرین کے قلبی اور زبانی اذکار کو، اگرچہ وہ مختلف زمانوں اور مختلف اوقات میں ذکر کریں دوسرے یہ کہ ذکر کرنے والے کے مدرکہ میں تجلی اور اس کے پر کر دینے کی قدرت ہو جس کو عرف میں دُنُو اور تَدَلِّی، نزول اور قرب سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ

دونوں باتیں چونکہ اسی مطلوب میں پائی جاتی ہیں اس لئے طریق بالا سے تقرب بھی اسی پاک ذات سے حاصل ہوسکتا ہے اور اسی کی طرف اس حدیث قدسی میں اشارہ ہے جس میں ارشاد ہے مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ ذِرَاعًا۔ الحدیث (جو شخص میری طرف ایک بالشت نزدیک ہوتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو شخص میری طرف ایک ہاتھ آتا ہے میں اس کی طرف ایک باع آتا ہوں، یعنی دونوں ہاتھوں کی لمبائی کے بقدر، اور جو شخص میری طرف معمولی رفتار سے آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر چلتا ہوں) یہ سب تشبیہات سمجھانے کے لئے ہیں ورنہ حق سبحانہٗ وتقدس چلنا پھرنا وغیرہ سب سے مبرا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ حق سبحانہٗ وتقدس اپنے یاد کرنے اور ڈھونڈنے والوں کی طرف ان کی طلب اور سعی سے زیادہ توجہ اور نزول فرماتا ہے۔ اور کیوں نہ فرمائے کہ کریم کے کرم کا مقتضاء یہی ہے پس جبکہ یاد کرنے والوں کی طرف یاد کرنے میں دوام ہوتا ہے تو پاک آقا کی طرف سے توجہ اور نزول میں دوام ہوتا ہے۔ کلامِ الٰہی چونکہ سراسر ذکر ہے اور اس کی کوئی آیت ذکر وتوجہ الی اللہ سے خالی نہیں اس لئے یہی بات اسمیں بھی پائی جاتی ہے۔ مگر اس میں ایک خصوصیت زیادہ ہے جو زیادتی تقرب کا سبب ہے وہ یہ کہ ہر کلام متکلم کی صفات و اثرات اپنے اندر لئے ہوئے ہوا کرتا ہے اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ فساق وفجار کے اشعار کا وردرکھنے سے اس کے اثرات پائے جاتے ہیں اور اتقیا کے اشعار سے ان کے ثمرات پیدا ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے منطق فلسفہ میں غلو سے نخوت وتکبر پیدا ہوتا ہے اور حدیث کی کثرت مزاولت سے تواضع پیدا ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فارسی اور انگریزی نفس زبان ہونے میں دونوں برابر ہیں لیکن مصنفین جن کی کتب پڑھائی جاتی ہیں، ان کے اختلاف اثرات سے ثمرات میں بھی اختلاف ہوتا ہے بالجملہ چونکہ کلام میں ہمیشہ متکلم کے تاثرات پائے جاتے ہیں اس لئے کلام الٰہی کے تکرار اور ورد سے اس کے متکلم کے اثرات کا پیدا ہونا اور ان سے طبعاً مناسبت پیدا ہو جانا یقینی ہے، نیز ہر مصنف کا قاعدہ ہے کہ جب کوئی شخص اس کی تالیف کا اہتمام کیا کرتا ہے تو فطرۃً اس کی طرف التفات اور توجہ ہوا کرتی ہے اس لئے حق تعالیٰ شانہٗ کے کلام کا ورد رکھنے والے کی طرف حق سبحانہٗ وتقدس کی زیادتی توجہ بھی بدیہی اور یقینی ہے جو زیادتیٔ قرب کا سبب ہوتی ہے۔ آقائے کریم اپنے کرم سے مجھے بھی اس لطف

سے نوازیں اور تمہیں بھی۔

پیغام نمبر ۹

میرے نزدیک اس وقت عالم اسلام میں فسق و فجور اور الحاد کی جو وبا پھیل رہی ہے۔ اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ مسلمان قرآن حکیم کی تعلیمات سے بہت حد تک بیگانہ ہو چکے ہیں اور ان کے ذہنوں کی پریشانی اور دلوں کی بے اطمینانی کی وجہ حقیقی بھی یہی ہے کہ وہ اس کتاب سماوی کی برکات سے محروم ہو گئے ہیں۔ ستم یہ ہے کہ وہ احساس زیاں سے بھی غافل ہیں۔ (ڈاکٹر سید عبدالقدیر)

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ جواب شکوہ میں لکھتے ہیں

صفحہ دہر سے باطل کو مٹایا کس نے؟
نوع انساں کو غلامی سے چھڑایا کس نے؟
میرے کعبے کو جبینوں سے بسایا کس نے؟
میرے قرآن کو سینوں سے لگایا کس نے؟
تھے تو آباء وہ تمہارے ہی، مگر تم کیا ہو؟
ہاتھ پہ ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو!

حدیث نمبر ۲۴

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰہِ اَھْلِیْنَ مِنَ النَّاسِ قَالُوْا مَنْ ھُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَھْلُ الْقُرْاٰنِ ھُمْ اَھْلُ اللّٰہِ وَ خَاصَّتُہٗ۔ (رواہ النسائی وابن ماجۃ والحاکم واحمد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے لئے لوگوں میں سے بعض لوگ خاص گھر کے لوگ ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ وہ کون لوگ ہیں فرمایا کہ قرآن شریف والے کہ وہ اللہ کے اہل ہیں اور خواص۔

قرآن والے وہ لوگ ہیں جو ہر وقت کلام پاک میں مشغول رہتے ہیں اس کے ساتھ

خصوصیت رکھتے ہوں، ان کا اللہ کے اہل اور خواص ہونا ظاہر ہے اور گزشتہ مضمون سے واضح ہو گیا کہ جب یہ ہر وقت کلام پاک میں مشغول رہتے ہیں تو الطاف باری بھی ہر وقت ان کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور جو لوگ ہر وقت کے پاس رہنے والے ہوتے ہیں وہ اہل اور خواص ہوتے ہیں۔ کس قدر بڑی فضیلت ہے کہ ذرا سی محنت و مشقت سے اللہ والے بنتے ہیں۔ اللہ کے اہل شمار کئے جاتے ہیں اور اس کے خواص ہونے کا شرف حاصل ہو جاتا ہے۔ دنیوی دربار میں صرف داخلہ کی اجازت کے لئے، ممبروں میں صرف شمول کے لئے کس قدر جانی اور مالی قربانی کی جاتی ہے، ووٹروں کے سامنے خوشامد کرنی پڑتی ہے۔ ذلتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں اور اس سب کو کام سمجھا جاتا ہے لیکن قرآن شریف کی محنت کو بے کار سمجھا جاتا ہے۔

ے ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بہ کجا

پیغام نمبر ۱۰

قرآن حکیم نہر چشمہ ہدایت ہے جس کی ضیاء باریاں چشم بصیرت کے لئے بغیر کسی رنگ و بو کے ان گنت اور لا محدود ہیں۔ ہم اپنے ہی وطن میں زندگی کی جدوجہد سے دوچار ہیں جہاں چاروں طرف بے دینی کے نعرے بلند ہو رہے ہیں ان حالات میں قرآن حکیم کی روشنی ہی ہماری صحیح رہنمائی کر سکتی ہے۔ (عبدالرحمٰن چغتائی)

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی، دین بھی، ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک؟
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں
(علامہ اقبال)

حدیث نمبر ۲۵

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِشَیْءٍ مَا اَذِنَ لِنَبِیٍّ یَّتَغَنّٰی بِالْقُرْاٰنِ۔ (رواہ البخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ حق سبحانہ اتنا کسی کی طرف توجہ نہیں فرماتا جتنا کہ اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کو توجہ سے سنتے ہیں، جو کلام الٰہی خوش الحانی سے پڑھتا ہو۔

پہلے معلوم ہو چکا کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے کلام کی طرف خصوصیت سے توجہ فرماتے ہیں۔ پڑھنے والوں میں انبیاء چونکہ آداب تلاوت کو بکمالہ ادا کرتے ہیں اس لئے ان کی طرف اور زیادہ توجہ ہونا بھی ظاہر ہے پھر جب کہ حسن آواز کے ساتھ مل جائے تو سونے پر سہاگہ ہے، جتنی بھی توجہ ہو ظاہر ہے اور انبیاء کے بعد اَلْاَفْضَل فَالْاَفْضَل حسب حیثیت پڑھنے والے کی طرف توجہ ہوتی ہے۔

پیغام نمبر ۱۱

قرآن ایک الہامی کتاب ہے، مقدس کتاب ہے، پاک اور بابرکت کتاب ہے۔ قرآن مسلمانوں کے لئے ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس میں کسی قسم کی تبدیلی ہونا ناممکن ہے۔ (ایم اسلم)

علامہ اقبال فرامین قرآن پر کاربند رہنے کی طرف اہل اسلام کو یوں متوجہ فرماتے ہیں۔

توھم از بار فرائض سر متاب ۔۔۔ برخوری از عندہ حسن المآب
در اطاعت کوش اے غفلت شعار ۔۔۔ می شود از جبر پیدا اختیار
ناکس از فرماں پذیری کس شود ۔۔۔ آتش ار باشد زطغیاں خس سود
شکوہ سنج سختی آئیں مشو ۔۔۔ از حدود مصطفیٰ بیروں مرو

(اسرار ورموز ص ۴۱)

حدیث نمبر ۲۶

عَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ اَشَدُّ اُذُنًا اِلٰى قَارِئِ الْقُرْاٰنِ مِنْ صَاحِبِ الْقَيْنَةِ اِلٰى قَيْنَتِهٖ ۔ (رواہ ابن ماجہ، ابن حبان والحاکم کذا فی شرح الاحیاء قلت وقال الحاکم صحیح علی شرطھما وقال الذھبی منقطع)

حضرت فضالہ بن عبید ؓ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ قاری کی آواز کی طرف اس شخص سے زیادہ شوق رکھتا ہے جو اپنی پسندیدہ گانے والی کا گانا کان لگا کر سنتا ہے۔

گانے کی آواز کی طرف فطرۃً اور طبعاً توجہ ہوتی ہے مگر شرعی روک کی وجہ سے دین دار لوگ ادھر متوجہ نہیں کرتے۔ لیکن گانے والی اپنی مملوکہ ہو تو اس کا گانا سننے میں کوئی شرعی نقص بھی نہیں اس لئے اس طرف کامل توجہ ہوتی ہے۔ البتہ کلام پاک میں یہ ضروری ہے کہ گانے کی آواز میں نہ پڑھا جائے۔ احادیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے اِیَّاکُمْ وَلُحُوْنَ اَھْلِ الْعِشْقِ۔ الحدیث۔ یعنی اس سے بچو کہ جس طرح عاشق غزلوں کو آواز بنا بنا کر موسیقی کے قوانین پر پڑھتے ہیں اس طرح مت پڑھو۔ مشائخ نے لکھا ہے کہ اس طرح کا پڑھنے والا فاسق اور سننے والا گناہگار ہے مگر گانے کے قواعد کی رعایت کئے بغیر خوش آواز مطلوب ہے۔ حدیث میں متعدد جگہ اس کی ترغیب آئی ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ اچھی آواز سے قرآن شریف کو مزین کرو۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ اچھی آواز سے کلام اللہ شریف کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے۔

گویے نے گانا چھوڑ کر قرآن پڑھنا شروع کر دیا

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں ارشاد فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود ؓ ایک مرتبہ کوفہ کے نواح میں جا رہے تھے کہ ایک جگہ فساق کا مجمع ایک گھر میں جمع تھا۔ ایک گویا جس کا نام زاذان تھا گا رہا تھا اور سارنگی بجا رہا تھا۔ ابن مسعود ؓ نے اس کی آواز سن کر ارشاد فرمایا۔ کیا ہی اچھی آواز تھی اگر قرآن شریف کی تلاوت میں ہوتی اور اپنے سر پر کپڑا ڈال کر گزرتے ہوئے چلے گئے۔ زاذان نے ان کو بولتے ہوئے دیکھا۔ لوگوں سے پوچھنے پر معلوم ہوا عبداللہ بن مسعود ؓ صحابی ہیں اور یہ ارشاد فرما گئے۔ اس پر اس مقولہ کی کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ حد نہیں اور قصہ مختصر کہ وہ اپنے سب آلات توڑ کر ابن مسعود ؓ کے پیچھے لگ لئے اور علامہ وقت ہوئے۔ غرض متعدد روایات میں اچھی آواز سے تلاوت کی مدح آئی ہے مگر اس کے ساتھ ہی گانے کی آواز میں پڑھنے کی ممانعت

آئی ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا۔ حذیفہ ﷺ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن شریف کو عرب کی آواز میں پڑھو، عشق بازوں اور یہود و نصاریٰ کی آواز میں مت پڑھو، عنقریب ایک قوم آنے والی ہے جو گانے اور نوحہ کرنے والوں کی طرح سے قرآن شریف کو بنا بنا کر پڑھے گی وہ تلاوت ذرا بھی ان کے لئے نافع نہ ہوگی خود بھی وہ لوگ فتنے میں پڑیں گے اور جن کو وہ پڑھنا اچھا معلوم ہوگا ان کو بھی فتنہ میں ڈالیں گے۔ طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کسی نے حضور اقدس ﷺ سے پوچھا کہ اچھی آواز سے پڑھنے والا کون شخص ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص کہ جب تو اس کو تلاوت کرتے دیکھے تو محسوس کرے کہ اس پر اللہ کا خوف ہے یعنی اس کی آواز سے مرعوب ہونا محسوس ہوتا ہو۔ اس سب کے ساتھ اللہ جل وعلا کا بڑا انعام یہ ہے کہ آدمی اپنی حیثیت و طاقت کے موافق اس کا مکلف ہے۔ حدیث میں ہے کہ حق سبحانہٗ و تقدس کی طرف سے فرشتہ اس کام پر مقرر ہے کہ جو شخص کلام اللہ پڑھے اور کماحقہ اس کو درست نہ پڑھ سکے تو وہ فرشتہ اس کو درست کرنے کے بعد اوپر لے جاتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ۔

پیغام نمبر ۱۲

ہمارے معاشرہ میں کاروباری طبقہ کے بارے میں یہ تاثر عام ہے کہ یہ لوگ مال و دولت کے حصول میں اس قدر وارفتہ ہوتے ہیں کہ حلال و حرام اور جائز و ناجائز کے درمیان تفریق ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتی وہ ہر اس طریقہ کو اپنانے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کرتے جس سے ان کی دولت میں اضافہ ہو اور ان کو صنعت و حرفت کو چار چاند لگنے کا امکان ہو خواہ وہ طریقہ بددیانتی اور احکام الٰہی سے انحراف کا ہی طریقہ کیوں نہ ہو۔

لیکن یہ نظریہ کلی طور پر درست نہیں اس مادیت گزیدہ دور میں بھی ایسی ہستیاں موجود ہیں جن کا کاروباری کردار بھی مشک و عنبر سے زیادہ خوشبودار ہے۔ اس افراتفری کے دور میں سیرت کی یہ پختگی اور اخلاق کی یہ بلندی فقط انہی نصیب والوں کو حاصل ہوتی ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہوتا ہے اور شاید اسی نیک نفسی کا یہ صلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں اپنی کتاب کے مطالعہ کا ذوق پیدا کیا، اسرار و معارف کے اس بحرِ بے پیدا کنار میں انہیں

غواصی کی ہمت عطا فرمائی اور ان کے دامن طلب کو حقائق کے چمک دار موتیوں سے بھر دیا۔

ہم سب کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ کتاب، کتاب ہدایت ہے۔اس کی کرنوں سے انسانی زندگی کا ہر گوشہ روشن ہو رہا ہے۔جو لوگ اس نور میں زندگی کا سفر طے کرتے ہیں منزل مراد تک رسائی کی سعادت انہیں ہی نصیب ہوتی ہے۔لیکن اس سے پوری طرح فائدہ اٹھانا اتنا آسان بھی نہیں ہے کہ بغیر محنت کے سب کچھ حاصل ہو جائے۔(پیر محمد کرم شاہ الازھری)

ایں ہمہ اسباب استحکام تست ۔۔۔ پختۂ محکم اگر اسلام تست
طاعتے سرمایۂ جمعیتے ۔۔۔ ربط اوراق کتاب ملتے

قرآنی احکامات اور ان کے فوائد کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے اقبال کہتے ہیں

لا الہ باشد صدف گوہر نماز ۔۔۔ قلب مسلم را حج اصغر نماز
در کف مسلم مثال خنجر است ۔۔۔ قاتل فحشاء و بغی و منکر است
روزہ برجوع و عطش شبخوں زند ۔۔۔ خیبر تن پروری را بشکند
مومناں را فطرت افروز است حج ۔۔۔ ہجرت آموز و وطن سوز است حج
حب دولت را فنا ساز د زکوٰۃ ۔۔۔ ہم مساوات آشنا ساز د زکوٰۃ
دل ز حَتّٰی تُنْفِقُوا محکم کند ۔۔۔ زر فزاید الفت زر کم کند

(اسرار و رموز ص ۴۲)

حدیث نمبر ۲۷

عَنْ عُبَیْدَةَ الْمُلَیْکِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا اَهْلَ الْقُرْاٰنِ لَا تَوَسَّدُوا الْقُرْاٰنَ وَاتْلُوْهُ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ مِنْ اٰنَاءِ اللَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ اَفْشُوْهُ وَ تَغَنَّوْهُ وَ تَدَبَّرُوْا مَا فِیْهِ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ وَ لَا تُعَجِّلُوْا ثَوَابَهٗ فَاِنَّ لَهٗ ثَوَابًا۔(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

حضرت عبیدہ ملیکی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے قرآن والو قرآن شریف سے تکیہ نہ لگاؤ اور اس کی تلاوت شب و روز ایسی کرو جیسا کہ اس کا حق ہے کلام پاک کی اشاعت کرو اور اس کو اچھی آواز سے پڑھو اور اس کے معانی

میں تدبر کرو تاکہ تم فلاح کو پہنچو اور اس کا بدلہ (دنیا میں) طلب نہ کرو کہ (آخرت میں) اس کے لئے بڑا اجر و بدلہ ہے۔

حدیث بالا میں چند امور ارشاد فرمائے گئے۔ (۱) قرآن شریف سے تکیہ نہ لگاؤ۔ قرآن شریف سے تکیہ نہ لگانے کے دو مفہوم ہیں۔ اول یہ کہ اس پر تکیہ نہ لگاؤ کہ یہ خلاف ادب ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ قرآن پاک پر تکیہ لگانا، اس کی طرف پاؤں پھیلانا، اس کی طرف پشت کرنا، اس کو روندنا وغیرہ حرام ہے۔ دوسرے یہ کہ کنایہ ہے غفلت سے کلام پاک برکت کے واسطے تکیہ ہی پر رکھا رہے۔ یہ کلام پاک کی حق تلفی ہے۔ اس کا حق یہ ہے کہ اس کی تلاوت کی جائے۔ (۲) اور اس کی تلاوت کرو جیسا کہ اس کا حق ہے یعنی کثرت سے آداب کی رعایت رکھتے ہوئے، خود کلام پاک میں بھی اس کی طرف متوجہ فرمایا گیا۔ ارشاد ہے اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ۔ (جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں جیسا کہ اس کی تلاوت کا حق ہے) یعنی جس عزت سے بادشاہ کا فرمان اور جس شوق سے محبوب کا کلام پڑھا جاتا ہے اسی طرح پڑھنا چاہئے۔ (۳) اور اس کی اشاعت کرو، یعنی تقریر سے تحریر سے ترغیب سے عملی شرکت سے جس طرح ہو سکے اس کی اشاعت جتنی ہو سکے کرو، نبی کریم ﷺ کلام پاک کی اشاعت اور اس کے پھیلانے کا حکم فرماتے ہیں۔ لیکن ہمارے روشن دماغ اس کے پڑھنے کو فضول بتلاتے ہیں اور ساتھ ہی حب رسول اور حب اسلام کے لمبے چوڑے دعوے بھی ہاتھ سے نہیں جاتے۔

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی　　　کیں رہ کہ تو می روی بترکستان است

ہمارا عمل

آقا کا حکم ہے کہ قرآن پاک کو پھیلاؤ۔ مگر ہمارا عمل ہے کہ جو کوشش اس کی رکاوٹ میں ہو سکے دریغ نہ کریں گے۔ جبریہ تعلیم کے قوانین بنوائیں گے تاکہ بچے بجائے قرآن پاک کے پرائمری پڑھیں۔ ہمیں اس پر غصہ ہے کہ مکتب کے میاں جی بچوں کی عمر ضائع کر دیتے ہیں اس لئے ہم وہاں نہیں پڑھانا چاہتے۔ ٹھیک ہے: مگر وہ یقیناً کوتاہی کرتے ہیں مگر ان کی کوتاہی سے آپ سبک دوش ہو جاتے ہیں یا آپ پر سے قرآن پاک کی اشاعت کا

فریضہ ہٹ جاتا ہے؟ اس صورت میں تو یہ فریضہ آپ پر عائد ہوتا ہے۔ وہ اپنی کوتاہیوں کے جواب دہ ہیں۔ مگران کی کوتاہی سے آپ بچوں کو جبراً قرآن پاک کے مکاتب سے ہٹا دیں اوران کے والدین پر نوٹس جاری کرائیں کہ وہ قرآن پاک حفظ یا ناظرہ پڑھانے سے مجبور ہوں اوراس کا وبال آپ کی گردن پر رہے، یہ بیماری کا علاج سنکھیا سے نہیں تو اور کیا ہے۔ عدالت عالیہ میں اپنے اس جواب کو اس لئے جبراً تعلیم قرآن سے ہٹا دیا کہ مکتب کے میاں جی بہت بری طرح سے پڑھاتے تھے آپ خود ہی سوچ لیجئے کہ کتنا وزن رکھتا ہے۔ بنئے کی دکان پر جانے کے واسطے یا انگریزوں کی چاکری کے واسطے ۳/۴ کی تعلیم اہمیت رکھتی ہو مگر اللہ کے یہاں تعلیم قرآن سب سے اہم ہے۔ (۴) خوش آوازی سے پڑھو جیسا کہ اس سے پہلے حدیث میں گزر چکا۔ (۵) اوراس کے معنی میں غور کرو۔ تورات سے احیاء میں نقل کیا ہے۔ حق سبحانہٗ وتقدس ارشاد فرماتا ہے: اے میرے بندے! تجھے مجھ سے شرم نہیں آتی؟ تیرے پاس راستے میں کسی دوست کا خط آجاتا ہے تو چلتے چلتے راستے میں ٹھہر جاتا ہے، الگ بیٹھ کر غور سے پڑھتا ہے، ایک ایک لفظ پر غور کرتا ہے۔ میری کتاب تجھ پر گزرتی ہے میں نے اس میں سب کچھ واضح کر دیا ہے۔ بعض اہم امور کا بار بار تکرار کیا ہے تاکہ تو ان پر غور کرے مگر تو بے پرواہی سے اڑا دیتا ہے۔ کیا میں تیرے نزدیک تیرے دوستوں سے بھی گیا گزرا ہوں۔ اے میرے بندے تیرے بعض دوست تیرے پاس بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں تو ہمہ تن ادھر متوجہ ہو جاتا ہے، کان لگاتا ہے غور کرتا ہے کوئی بیچ میں تجھ سے بات کرنے لگتا ہے تو تو اشارہ سے اس کو روکتا ہے منع کرتا ہے۔ میں تجھ سے اپنے کلام کے ذریعے سے باتیں کرتا ہوں اور تو ذرا بھی متوجہ نہیں ہوتا۔ (۶) اوراس کا بدلہ دنیا میں نہ چاہو۔ یعنی تلاوت پر کوئی معاوضہ نہ لو، کہ آخرت میں اس کا بہت بڑا معاوضہ ملنے والا ہے۔ دنیا میں اگر اس کا معاوضہ لے لیا جائے گا تو ایسا ہے جیسا کہ روپیوں کے بدلے کوئی شخص کوڑیوں پر راضی ہو جائے۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب میری امت دینار و درہم کو بڑی چیز سمجھنے لگے گی، اسلام کی ہیبت اس سے جاتی رہے گی اور جب امر بالمعروف ونہی عن المنکر چھوڑ دے گی تو برکت وحی سے یعنی فہم قرآن سے محروم ہو جائے گی کَذَا فِي الْإِحْيَاء اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ

پیغام نمبر ۱۳

گر تو می خواہی مسلماں زیستن   نیست ممکن جز بقرآں زیستن

قرآن کریم کے الفاظ میں برکت ہے، اس کی تلاوت میں سکون قلب ہے، اس کے معانی میں ہدایت ہے اور اس پر عمل کرنے میں انسان کی سعادت ہے۔ قرآن حکیم نے انسان کے ذہنوں کو جلا بخشی، انسانیت کو شرف کرامت سے نوازا ہے، اور عاملین قرآن کو دین و دنیا کی قوتیں عطا کیں۔

اور ایسی قوم کو اقوام عالم کی قیادت و امامت کا منصب عنایت فرمایا جو پوری دنیا میں اخلاقی اور سماجی بدحالی کا شکار تھی۔ عرب کا معاشرہ افتراق و انتشار کی وادی میں بھٹک رہا تھا۔ ظلم وعدوان کا پیکر تھا' جنگ وجدال کا خوگر تھا۔ قرآن کریم کی درخشاں تعلیمات نے اس معاشرے کی کایا پلٹ دی' پوری قوم کو قعر مذلت سے نکال کر بام عروج پر پہنچایا۔ یہ قرآن حکیم کی تاثیر ہے اور یہ تاثیر قیامت تک موجود رہے گی۔ آج دنیا جن مسائل ومصائب سے دو چار ہے اس کا یقینی علاج قرآن کی تعلیمات پر عمل کرنے پر موقوف ہے۔ آج پھر انسان بے چین اور پریشان ہے' اخلاقی اور سماجی گراوٹ میں مبتلا ہے' بدامنی و بدنظمی کا شکار ہے۔ وقت کا اہم تقاضا ہے کہ قرآن حکیم کو سمجھا جائے اور اس کی تعلیمات کو عام کیا جائے اور اس کی بتلائی ہوئی ہدایات کو بروئے کار لایا جائے۔ بالخصوص پاکستان جو ایک نظریاتی مملکت ہے جس کے آئین کا دیباچہ قرارداد مقاصد پر مشتمل ہے جس میں کتاب وسنت کے احکام پر عمل پیرا ہونے کا اعلان کیا گیا ہے بایں ہمہ قرآن وسنت کی تعلیمات کی اشاعت کا خاطر خواہ اہتمام نہیں۔ احکام الٰہی کو فروغ دینے کا کوئی جذبہ موجود نہیں جس کی اس وقت از حد ضرورت ہے تاہم بعض ادارے اپنے وسائل کی گنجائش کے مطابق کتاب وسنت کی تعلیم وتدریس کی گراں قدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ملک کے بیشتر حضرات دینی تعلیم کی خواہش رکھنے کے باوجود اس کے حصول سے قاصر ہیں یعنی ہر طبقے تک قرآنی احکام پہنچنے کے مواقع اور اس کے ذرائع ناکافی ہیں۔

مسلمانوں کے معاشرے کی بدحالی کا ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ اکثر مسلمان قرآن

کریم کے احکامات سے یکسر ناواقف ہیں اور انہیں قرآن کی ہدایات اور تعلیمات سے آگاہی کے مواقع شاذونادر ہی میسر آتے ہیں اگر عوام کو قرآن کریم کے احکامات سے روشناس کرالیا جائے تو اصلاح معاشرہ کی توقع ہوسکتی ہے۔

(مفتی محمد حسین نعیمی ۶ رجب ۱۴۰۳ھ احکام القرآن ج اوّل مرتبہ چودھری نذر محمد)

محمد بھی تیرا' جبریل بھی قرآں بھی تیرا
مگر یہ حرف شیریں ترجماں تیرا ہے یا میرا (اقبال)

حدیث نمبر ۲۸:

عَنْ وَّاثِلَةَ رَفَعَهُ اُعْطِیْتُ مَکَانَ التَّوْرٰۃِ السَّبْعَ وَاُعْطِیْتُ مَکَانَ الزَّبُوْرِ الْمِئِیْنَ وَاُعْطِیْتُ مَکَانَ الْاِنْجِیْلِ الْمَثَانِیْ وَفُضِّلْتُ بِالْمُفَصَّلِ۔

(کذافی جمع الفوائد)

واثلہ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ مجھے تورات کے بدلہ میں سبع طول ملی ہیں اور زبور کے بدلہ میں مئین اور انجیل کے بدلہ میں مثانی اور مفصل مخصوص ہیں میرے ساتھ۔

کلام پاک کی اول سات سورتیں طول کہلاتی ہیں۔ اس کے بعد کی گیارہ سورتیں مئین کہلاتی ہیں۔ اس کے بعد کی بیس سورتیں مثانی۔ اس کے بعد ختم قرآن تک مفصل' یہ مشہور قول ہے بعض سورتوں میں اختلاف بھی ہے کہ یہ طول میں داخل ہیں یا مئین میں' اسی طرح مثانی میں داخل ہیں یا مفصل میں۔ مگر حدیث شریف کے مطلب و مقصود میں اس اختلاف سے کوئی فرق نہیں آتا۔ مقصد یہ ہے کہ جس قدر کتب مشہورہ سماویہ پہلے نازل ہوئی ہیں ان سب کی نظیر قرآن شریف میں موجود ہے اور ان کے علاوہ مفصل اس کلام پاک میں مخصوص ہے جس کی مثال پہلی کتابوں میں نہیں ملتی۔

پہلا اعتراف

ریورنڈ جی ایم راڈویل نے اپنے ترجمہ قرآن میں لکھا ہے کہ قرآن مقدس کی تعلیم نے عرب کے خانہ بدوش قبائل کی حالت کو اس قدر بدل دیا جیسے کسی نے ان پر جادو کر دیا ہو

قرآن بے شک عربوں کے لئے باعث برکت تھا۔ (منقول از شہادۃ الاقوام)

احکام تیرے حق ہیں مگر اپنے مفسر
تاویل سے قرآن کو بنا سکتے ہیں پا زند

حدیث نمبر ۲۹: عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ جَلَسْتُ فِیْ عِصَابَۃٍ مِّنْ ضُعَفَآءِ الْمُھَاجِرِیْنَ وَاِنَّ بَعْضَھُمْ لَیَسْتَتِرُ بِبَعْضٍ مِّنَ الْعُرْیِ وَقَارِیٌ یَّقْرَأُ عَلَیْنَا اِذْ جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عَلَیْنَا فَلَمَّا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَکَتَ الْقَارِیُٔ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مَا کُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ قُلْنَا نَسْتَمِعُ اِلٰی کِتَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ اُمِرْتُ اَنْ اَصْبِرَ نَفْسِیْ مَعَھُمْ قَالَ فَجَلَسَ وَسْطَنَا لِیَعْدِلَ بِنَفْسِہٖ فِیْنَا ثُمَّ قَالَ بِیَدِہٖ ھٰکَذَا فَتَحَلَّقُوْا وَبَرَزَتْ وُجُوْھُھُمْ لَہٗ فَقَالَ اَبْشِرُوْا یَا مَعْشَرَ صَعَالِیْکِ الْمُھَاجِرِیْنَ بِالنُّوْرِ التَّآمِّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ قَبْلَ اَغْنِیَآءِ النَّاسِ بِنِصْفِ یَوْمٍ وَّذٰلِکَ خَمْسُ مِأَۃِ سَنَۃٍ ۔ (رواہ ابوداؤد)

حضرت ابوسعید خدری ﷛ کہتے ہیں کہ میں ضعفاء مہاجرین کی جماعت میں ایک مرتبہ بیٹھا ہوا تھا ان لوگوں کے پاس کپڑا بھی اتنا نہ تھا کہ جس سے پورا بدن ڈھانپ لیں۔ بعض لوگ بعض کی اوٹ کرتے تھے اور ایک شخص قرآن شریف پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں حضور اقدس ﷺ تشریف فرما ہوئے اور بالکل ہمارے قریب کھڑے ہو گئے۔ حضور ﷺ کے آنے پر قاری چپ ہو گیا تو حضور ﷺ نے سلام کیا اور پھر دریافت فرمایا کہ تم لوگ کیا کر رہے تھے ہم نے عرض کیا کہ کلام اللہ سن رہے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمام تعریف اس اللہ کیلئے ہے جس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ مجھے ان میں ٹھہرنے کا حکم کیا گیا۔ اس کے بعد حضور ﷺ ہمارے بیچ میں بیٹھ گئے تا کہ سب کے برابر رہیں کسی کے قریب کسی سے دور نہ ہوں۔ اس کے بعد سب کو

حلقہ کر کے بیٹھنے کا حکم فرمایا۔ سب حضور ﷺ کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے فقراء مہاجرین تمہیں مژدہ ہو' قیامت کے دن نور کامل کا اور اس بات کا کہ تم اغنیاء سے آدھا دن پہلے جنت میں داخل ہو گے اور یہ آدھا دن پانچ سو برس کے برابر ہوگا۔

ننگے بدن سے بظاہر محل ستر کے علاوہ مراد ہے۔ مجمع میں ستر کے علاوہ اور بدن کے کھلنے سے بھی حجاب معلوم ہوا کرتا ہے اس لئے ایک دوسرے کے پیچھے بیٹھ گئے تھے کہ بدن نظر نہ آئے۔ حضور ﷺ کے تشریف لانے کی اول تو ان لوگوں کو اپنی مشغولی کی وجہ سے خبر نہ ہوئی لیکن جب حضور ﷺ بالکل سر پر تشریف لے آئے تو معلوم ہوا' اور قاری ادب کی وجہ سے خاموش ہو گئے۔

پوچھنے کا مقصد؟

حضور ﷺ کا دریافت فرمانا بظاہر اظہار مسرت کے لئے تھا ورنہ حضور ﷺ قاری کو پڑھتے ہوئے دیکھ ہی چکے تھے۔ آخرت کا ایک دن دنیا کے ہزار برس کے برابر ہوتا ہے۔ وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ اور اسی وجہ سے بظاہر جہاں قیامت کا ذکر آتا ہے غداً کے ساتھ آتا ہے جس کے معنی کل آئندہ کے ہیں لیکن یہ سب باعتبار اغلب اور عام مومنین کے ہے ورنہ کافرین کے لئے وارد ہوا ہے' فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ایسا دن جو پچاس ہزار برس کا ہوگا اور خواص مومنین کے لئے حسب حیثیت کم معلوم ہوگا۔ چنانچہ وارد ہوا ہے کہ بعض مومنین کے لئے بمنزلہ دو رکعت فجر کے ہوگا۔ قرآن شریف کے پڑھنے کے فضائل جیسا کہ بہت سی روایات میں وارد ہوئے ہیں بیحد ہیں۔ اس کے سننے کے فضائل بھی متعدد روایات میں آئے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی کہ سید المرسلین ﷺ کو ایسی مجلس میں شرکت کا حکم ہوا ہے جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوا' بعض علماء کا فتویٰ ہے کہ قرآن پاک کا سننا پڑھنے سے بھی زیادہ افضل ہے اس لئے کہ قرآن پاک کا پڑھنا نفل ہے اور سننا فرض' اور فرض کا درجہ نفل سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ اس حدیث سے ایک اور مسئلہ بھی مستنبط ہوتا ہے جس میں علماء کا اختلاف ہے کہ وہ نادار جو صبر

کرنے والا ہو۔ اپنے فقروفاقہ کو کسی پر ظاہر نہ کرتا ہو وہ افضل ہے یا وہ مالدار جو شکر کرنے والا ہو حقوق ادا کرنے والا ہو۔ اس حدیث سے صابر حاجت مند کی افضلیت پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔

دوسرا اعتراف

ڈاکٹر سموئیل جانسن نے لکھا ہے کہ:

''قرآن مقدس کے علوم ومطالب اس قدر ہمہ گیر ہیں اور ہر زمانہ کے لئے اس قدر موزوں ہیں کہ زمانہ کی تمام صداقتیں خواہ مخواہ اس کو قبول کرتی ہیں اور وہ محلوں، ریگستانوں شہروں اور سلطنتوں میں گونجتا پھرتا ہے۔ (منقول از رسالہ شہادۃ الاقوام)

گرچہ رفت از دست ما تاج و نگیں   ما گدایاں را بچشم کم مبیں
حرف اقرا حق بما تعلیم کرد   رزق خویش از دست ما تقسیم کرد

حدیث نمبر ۳۰: عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَمَعَ اِلٰى اٰيَةٍ مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ كُتِبَتْ لَهٗ حَسَنَةٌ مُّضَاعَفَةٌ وَمَنْ تَلَاهَا كَانَتْ لَهٗ نُوْرًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔(رواہ احمد عن عبادة بن ميسرة واختلف فى توثيقه عن الحسن عن ابى هريرة والجمهور على ان الحسن لم يسمع عن ابى هريرة)

حضرت ابو ہریرۃ ؓ نے حضور اقدس ﷺ سے نقل کیا ہے کہ جو شخص ایک آیت کلام اللہ کی سنے اس کیلئے دو چند نیکی لکھی جاتی ہے اور جو تلاوت کرے اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا۔

محدثین نے سند کے اعتبار سے اگرچہ اس میں کلام کیا ہے مگر یہ مضمون بہت سی روایات سے موید ہے کہ کلام پاک کا سننا بھی بہت اجر رکھتا ہے۔ ابن مسعود ؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے۔ ارشاد فرمایا کہ مجھے قرآن شریف سنا۔ میں نے عرض کیا کہ حضور ﷺ پر تو خود نازل ہوا ہے۔ حضور ﷺ کو کیا سناؤں۔ ارشاد ہوا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ سنوں۔ اس کے بعد انہوں نے سنایا تو حضور ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری

ہو گئے۔ ایک مرتبہ سالم مولیٰ حذیفہ رضی اللہ عنہ کلام مجید پڑھ رہے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک کھڑے ہوئے سنتے رہے۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا قرآن شریف سنا تو تعریف فرمائی۔

تیسرا اعتراف

ایک جرمن فاضل مسٹر گرتی نے کہا ہے کہ:

تعلیمات وعلوم قرآن بہت جلد انسان کو اپنی طرف متوجہ کر لیتے ہیں اور متحیر کر دیتے ہیں اور آخر ہم اس کی عزت کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اسی طرح یہ کتاب تمام زبانوں میں نہایت قوی اثر کرتی رہے گی۔ (منقول از رسالہ شہادت الاقوام)

؎ وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا
نگاہ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

حدیث نمبر ۳۱: عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْجَاهِرُ بِالْقُرْاٰنِ كَالْجَاهِرِ بِالصَّدَقَةِ وَالْمُسِرُّ بِالْقُرْاٰنِ كَالْمُسِرِّ بِالصَّدَقَةِ (رواه الترمذی و ابوداؤد والنسائی والحاکم وقال علی شرط البخاری)

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ کلام اللہ کا آواز سے پڑھنے والا علانیہ صدقہ کرنیوالے کے مشابہ ہے اور آہستہ پڑھنے والا خفیہ صدقہ کرنے والے کی مانند ہے۔

صدقہ بعض اوقات اعلانیہ افضل ہوتا ہے جس وقت دوسروں کی ترغیب کا سبب ہو یا اور کوئی مصلحت ہو اور بعض اوقات مخفی افضل ہوتا ہے جہاں ریا کا شبہ ہو یا دوسرے کی تذلیل ہوتی ہو وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح کلام اللہ شریف کا بعض اوقات میں آواز سے پڑھنا افضل ہے جہاں دوسروں کی ترغیب کا سبب ہو اور اس میں دوسرے کے سننے کا ثواب بھی ہوتا ہے اور بعض اوقات آہستہ پڑھنا افضل ہوتا ہے جہاں دوسروں کو تکلیف ہو یا ریا کا احتمال ہو

وغیرہ وغیرہ۔ اسی وجہ سے زور سے اور آہستہ دونوں طرح پڑھنے کی مستقل فضیلتیں بھی آئی ہیں کہ بعض اوقات یہ مناسب تھا اور بعض وقت وہ افضل تھا۔ آہستہ پڑھنے کی فضیلت پر بہت سے لوگوں نے خود اس صدقہ والی حدیث سے بھی استدلال کیا ہے۔ بیہقیؒ نے کتاب الشعب میں (اگرچہ یہ روایت بقواعد محدثین ضعیف ہے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ آہستہ کا عمل اعلانیہ کے عمل سے ستر حصہ زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ پکار کر اس طرح مت پڑھو کہ ایک کی آواز دوسرے کے ساتھ خلط ہو جائے۔ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد نبوی میں ایک شخص کو آواز سے تلاوت کرتے سنا تو اس کو منع کرا دیا۔ پڑھنے والے نے کچھ حجت کی تو عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر اللہ کے واسطے پڑھتا ہے تو آہستہ پڑھ اور لوگوں کی خاطر پڑھتا ہے تو پڑھنا بیکار ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پکار کر پڑھنے کا ارشاد بھی نقل کیا گیا۔ شرح احیاء میں دونوں طرح کی روایات و آثار ذکر کیے گئے۔

چوتھا اعتراف

ڈاکٹر گبن لکھتے ہیں:

قرآن مقدس کی مختلف نقلوں اور طباعتوں سے اس کی یگانگت اور نا قابل قبول تحریف کا اعجاز ثابت ہوتا ہے۔ (شہادۃ الاقوام)

؎ آیتے بما ز آیات مبیں — تا شود اعناق اعداء خاضعین

(ان نشاء ننزل علیهم من السماء فضلت اعناقهم لها خاضعين)

حدیث نمبر۳۲: عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْقُرْاٰنُ شَافِعٌ مُّشَفَّعٌ وَّمَاحِلٌ مُّصَدَّقٌ مَنْ جَعَلَهٗ اَمَامَهٗ قَادَهٗ اِلَى الْجَنَّةِ وَمَنْ جَعَلَهٗ خَلْفَ ظَهْرِهٖ سَاقَهٗ اِلَى النَّارِ ۔

(رواه ابن حبان والحاكم مطولا وصححه)

جابر رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ قرآن پاک ایسا شفیع ہے جس کی شفاعت قبول کی گئی اور ایسا جھگڑا کرنے والا ہے کہ جس کا جھگڑا تسلیم کر لیا گیا

جو شخص اس کو اپنے آگے رکھے اس کو یہ جنت کی طرف کھینچتا ہے اور جو اس کو پس پشت ڈال دے اس کو جہنم میں گرا دیتا ہے۔

یعنی جس کی یہ شفاعت کرتا ہے اس کی شفاعت حق تعالیٰ شانہ کے یہاں مقبول ہے اور جس کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے کہ اپنی رعایت رکھنے والوں کے لئے درجات کے بڑھانے میں اللہ کے دربار میں جھگڑتا ہے اور اپنی حق تلفی کرنیوالوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ میرا حق کیوں نہیں ادا کیا۔ جو شخص اس کو اپنے پاس رکھ لے یعنی اس کا اتباع اور اس کی پیروی اپنا دستور العمل بنا لے اس کو جنت میں پہنچا دیتا ہے اور جو اس کو پشت کے پیچھے ڈال دے یعنی اس کا اتباع نہ کرے' اس کا جہنم میں گرنا ظاہر ہے۔ بندہ کے نزدیک کلام پاک کے ساتھ لاپرواہی برتنا بھی اس کے مفہوم میں داخل ہو سکتا ہے۔ متعدد احادیث میں کلام اللہ شریف کے ساتھ بے پرواہی پر وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ بخاری شریف کی اس طویل حدیث میں جس میں نبی کریم ﷺ کو بعض سزاؤں کی سیر کرائی گئی۔ ایک شخص کا حال دکھلایا گیا جس کے سر پر ایک پتھر اس زور سے مارا جاتا تھا کہ اس کا سر کچل جاتا تھا۔ حضور ﷺ کے دریافت فرمانے پر بتلایا گیا کہ اس شخص کو حق تعالیٰ شانہ نے اپنا کلام پاک سکھلایا تھا مگر اس نے نہ شب کو اس کی تلاوت کی نہ دن میں اس پر عمل کیا لہٰذا قیامت تک اس کے ساتھ یہی معاملہ رہے گا۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف کے ساتھ اپنے عذاب سے محفوظ رکھے کہ درحقیقت کلام اللہ شریف اتنی بڑی نعمت ہے کہ اس کے ساتھ بے توجہی پر جو سزا دی جائے مناسب ہے۔

پانچواں اعتراف

مسٹر کارلائل نے کہا ہے کہ:

"قرآن مقدس کے احکام اس قدر عقل و حکمت کے مطابق واقع ہوتے ہیں کہ اگر انسان انہیں چشم بصیرت سے دیکھے تو وہ پاک اور پاکیزہ زندگی بسر کر سکتا ہے قرآنی تعلیمات اعلیٰ درجہ کے عقلی احکام کا مجموعہ ہیں"۔ (شہادت الاقوام)

؎ ہر کہ کاہ و جو خورد قرباں شود ہر کہ نور حق خورد قرآں شود

حدیث نمبر ۳۳: عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ

رَسُوْلُ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلصِّيَامُ وَالْقُرْاٰنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَقُوْلُ الصِّيَامُ رَبِّ اِنِّىْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ فِي النَّهَارِ فَشَفِّعْنِىْ فِيْهِ وَيَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ رَبِّ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِىْ فِيْهِ فَيُشَفَّعَانِ ۔

(رواہ احمد وابن ابی الدنیا والطبرانی فی الکبیر والحاکم وقال صحیح علی ماشرط مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ روزہ اور قرآن شریف دونوں بندہ کیلئے شفاعت کرتے ہیں روزہ عرض کرتا ہے کہ یا اللہ میں نے اس کو دن میں کھانے پینے سے روکے رکھا میری شفاعت قبول فرما اور قرآن شریف کہتا ہے کہ یا اللہ میں نے رات کو اس کو سونے سے روکا میری شفاعت قبول فرما پس دونوں کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔

ترغیب میں الطعام والشراب کا لفظ ہے جس کا ترجمہ کیا گیا۔ حاکم میں شراب کی جگہ شہوات کا لفظ ہے یعنی میں نے روزہ دار کو دن میں کھانے اور خواہشات نفسانیہ سے روکا۔ اس میں اشارہ ہے کہ روزہ دار کو خواہشات نفسانیہ سے جدا رہنا چاہیے اگرچہ وہ جائز ہوں۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ قرآن مجید جوانمرد کی شکل میں آئے گا اور کہے گا کہ میں ہی ہوں جس نے تجھے راتوں کو جگایا اور دن کو پیاسا رکھا۔ نیز اس حدیث شریف میں اشارہ ہے اس طرف کہ کلام اللہ شریف کے حفظ کا مقتضیٰ یہ ہے کہ رات کو نوافل میں اس کی تلاوت بھی کرے۔ خود کلام پاک میں متعدد جگہ اس کی ترغیب نازل ہوئی ایک جگہ ارشاد ہے: وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلاً طَوِيْلاً ایک جگہ ارشاد ہے: يَتْلُوْنَ اٰيَاتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ۔ ایک جگہ ارشاد ہے: وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا

تلاوت قرآن کریم اور سلف صالحین

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بعض مرتبہ تلاوت کرتے ہوئے تمام تمام رات گزر جاتی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بعض مرتبہ وتر کی ایک رکعت میں وہ تمام قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ اسی طرح عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بھی ایک

رات میں تمام قرآن شریف پورا فرمالیا کرتے تھے۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے دو رکعت میں کعبہ کے اندر تمام قرآن شریف پڑھا۔ ثابت بنانی دن رات میں ایک قرآن شریف ختم کرتے تھے اور اسی طرح ابوحرہ بھی۔ ابو شیخ ہنائی کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات میں دو قرآن مجید پورے اور تیسرے میں سے دس پارے پڑھے، اگر چاہتا تو تیسرا بھی پورا کر لیتا۔ صالح بن کیسان رضی اللہ عنہ جب حج کو گئے تو راستے میں اکثر ایک رات میں دو کلام مجید پورے کرتے تھے۔ منصور بن زاذان صلوٰۃ الضحیٰ میں ایک کلام مجید اور دوسرا ظہر سے عصر تک پورا کرتے تھے اور تمام رات نوافل میں گزارتے تھے اور اتنا روتے تھے کہ عمامہ کا شملہ تر ہو جاتا تھا۔ اسی طرح اور حضرات بھی جیسا کہ محمد بن نصر نے قیام اللیل میں تخریج کیا ہے۔ شرح احیاء میں لکھا ہے کہ سلف کی عادات ختم قرآن میں مختلف رہی ہیں۔ بعض حضرات ایک ختم روزانہ کرتے تھے جیسا کہ امام شافعی غیر رمضان المبارک میں، اور بعض دو ختم روزانہ کرتے تھے۔ جیسا کہ خود امام شافعی صاحب کا معمول رمضان المبارک میں تھا اور یہی معمول اسود اور صالح بن کیسان سعید بن جبیر اور ایک جماعت کا تھا۔ بعض کا معمول تین ختم روزانہ کا تھا چنانچہ سلیم بن عتر جو بڑے تابعین میں شمار کئے جاتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فتح مصر میں شریک تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قصص کا امیر ان کو بنایا تھا۔ ان کا معمول تھا کہ ہر شب میں تین ختم قرآن شریف کے کرتے تھے۔ نووی کتاب الاذکار میں نقل کرتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ مقدار جو تلاوت کے باب میں ہم کو پہنچی ہے وہ ابن الکاتب کا معمول تھا کہ دن رات میں آٹھ قرآن شریف روزانہ پڑھتے تھے۔ ابن قدامہ نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ اس کی کوئی تحدید نہیں، پڑھنے والے کے نشاط پر موقوف ہے۔ اہل تاریخ نے امام اعظم سے نقل کیا ہے کہ رمضان شریف میں اکسٹھ قرآن شریف پڑھتے تھے ایک دن کا اور ایک رات کا اور ایک تمام رمضان شریف میں تراویح کا۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین دن سے کم میں ختم کرنے والا تدبر نہیں کر سکتا۔ اسی وجہ سے ابن حزم وغیرہ نے تین دن سے کم میں ختم کو حرام بتلایا ہے۔ مگر علماء کے نزدیک یہ حدیث شریف باعتبار اکثر افراد کے ہے اس لئے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے اس سے کم میں پڑھنا بھی ثابت ہے۔ اسی طرح

زیادتی میں بھی جمہور کے نزدیک تحدید نہیں جتنے ایام میں بسہولت ہو سکے کلام مجید ختم کرے۔ کم از کم روزانہ کتنی تلاوت کی جائے بعض علماء کا مذہب ہے کہ چالیس دن سے زائد ایک قرآن شریف میں خرچ نہ ہوں جس کا حاصل یہ ہے کہ کم از کم تین پاؤ روزانہ پڑھنا ضروری ہے اگر کسی وجہ سے کسی دن نہ پڑھ سکے تو دوسرے دن اس کی قضا کر لے۔ غرض چالیس دن کے اندر اندر ایک مرتبہ کلام مجید پورا ہو جائے جمہور کے نزدیک اگرچہ یہ ضروری نہیں مگر جب بعض علماء کا مذہب ہے تو احتیاط اس میں ہے کہ اس سے کم نہ ہو۔ نیز بعض احادیث سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے۔ صاحب مجمع نے ایک حدیث نقل کی ہے۔ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فِیْ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً فَقَدْ عَزَّبَ جس شخص نے قرآن شریف چالیس رات میں ختم کیا اس نے بہت دیر کی بعض علماء کا فتویٰ ہے کہ ہر مہینہ میں ایک ختم کرنا چاہیے اور بہتر یہ ہے کہ سات روز میں ایک کلام مجید ختم کر لے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا معمول عموماً یہی نقل کیا جاتا ہے۔ جمعہ کے روز شروع کرے اور سات روز میں ایک منزل روزانہ کر کے پنجشنبہ کے روز ختم کر لے۔ امام صاحب کا مقولہ پہلے گزر چکا کہ سال میں دو مرتبہ ختم کرنا قرآن شریف کا حق ہے لہٰذا اس سے کم کسی طرح نہ ہونا چاہیے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ کلام پاک کا ختم اگر دن کے شروع میں ہو تو تمام دن' اور رات کے شروع میں ہو تو تمام رات ملائکہ اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ اس سے بعض مشائخ نے استنباط فرمایا ہے کہ گرمی کے ایام میں دن کے ابتداء میں ختم کرے اور موسم سرما میں ابتدائی شب میں تاکہ بہت سا وقت ملائکہ کی دعا کا میسر ہو۔

چھٹا اعتراف

ایک جرمن شاعر گوئٹے نے لکھا ہے کہ:

''قرآن کے کلام میں جو برق کی طرح تیز اور طرار ہے اس کی ایک بڑی دلفریبی یہ ہے کہ جس قدر ہم اس کے قریب پہنچتے ہیں زیادہ حقیقی معلوم ہوتا ہے اور بتدریج یہ کلام فریفتہ بنا لیتا ہے پھر تعجب و تحیر میں ڈال دیتا ہے''۔

لیکن ہائے افسوس اے مسلمان! اس میدان میں تو سب سے پیچھے کیوں رہ گیا کیا

تیرے دین اور اللہ کے کلام نے تجھے یہی تعلیم دی ہے یا تو خود ہی بذ حرام ہو گیا ہے اور بہانہ تقدیر کا بنا بیٹھا ہے۔ کیونکہ تیرے ذہن وضمیر میں غلامی رچ بس گئی ہے ورنہ قرآن نے تو پہلا سبق ہی پڑھنے کا دیا ہے۔ (اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ) اقبال کہتے ہیں۔

اسی قرآں میں ہے اب ترک جہاں کی تعلیم
جس نے مومن کو بنایا مہ و پرویں کا امیر
تن بہ تقدیر ہے آج ان کے عمل کا انداز
تھی نہاں جن کے ارادوں میں خدا کی تقدیر
تھا جو نا خوب بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

(ضرب کلیم ص۱۶)

حدیث نمبر ۳۵: عَنْ سَعِیْدِ بْنِ سُلَیْمٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مُرْسَلاً قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ شَفِیْعٍ اَفْضَلُ مَنْزِلَۃً عِنْدَاللّٰہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مِنَ الْقُرْاٰنِ لَا نَبِیٌّ وَّلَا مَلَكٌ وَلَا غَیْرُہٗ (قال العراقی رواہ عبدالمالك بن حبیب کذافی شرح الاحیاء)

سعید بن سلیم حضور اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک کلام پاک سے بڑھ کر کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا نہ کوئی نبی ﷺ نہ فرشتہ وغیرہ۔

کلام اللہ شریف کا شفیع اور اس درجہ کا شفیع ہونا جس کی شفاعت مقبول ہے اور بھی متعدد روایات سے معلوم ہو چکا۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل سے میرے اور تمہارے لئے اس کو شفیع بنا دے نہ کہ فریق مخالف اور مدعی۔ لالی مصنوعہ (نام کتاب) میں بزار کی روایت سے نقل کیا ہے اور وضع کا حکم بھی اس پر نہیں لگایا کہ جب آدمی مرتا ہے تو اس کے گھر کے لوگ تجہیز و تکفین میں مشغول ہوتے ہیں اور اس کے سرہانے نہایت حسین وجمیل صورت میں ایک شخص ہوتا ہے۔ جب کفن دیا جاتا ہے تو وہ شخص کفن کے اور سینہ کے درمیان ہوتا ہے۔

جب دفن کرنے کے بعد لوگ لوٹتے ہیں اور منکر نکیر آتے ہیں تو وہ اس شخص کو علیحدہ کرنا چاہتے ہیں کہ سوال یکسوئی میں کریں مگر یہ کہتا ہے کہ یہ میرا ساتھی ہے' میرا دوست ہے میں کسی حال بھی اس کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔ تم سوالات کے اگر مامور ہو تو اپنا کام کرو۔ میں اس وقت سے اس سے جدا نہیں ہو سکتا کہ جنت میں داخل کراؤں۔ اس کے بعد وہ اپنے ساتھی کی طرف متوجہ ہو کر کہتا ہے کہ میں ہی وہ قرآن ہوں جس کو تو کبھی بلند پڑھتا تھا اور کبھی آہستہ' تو بے فکر رہ۔ منکر نکیر کے سوالات کے بعد تجھے کوئی غم نہیں ہے۔ اس کے بعد جب وہ اپنے سوالات سے فارغ ہو جاتے ہیں تو یہ ملاءِ اعلیٰ سے بستر وغیرہ کا انتظام کرتا ہے جو ریشم کا ہوتا ہے اور اس کے درمیان مشک بھرا ہوا ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ اپنے فضل سے مجھے بھی نصیب فرمائے اور تمہیں بھی۔ یہ حدیث بڑے فضائل پر شامل ہے جس کو طوالت کے خوف سے مختصر کر دیا ہے۔

ساتواں اعتراف

ڈاکٹر موریس نے جو فرانس کے اہل قلم مستشرق اور ماہر علوم عربیہ ہیں انہوں نے فرانس گورنمنٹ کے حکم سے قرآن حکیم کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں کیا تھا اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے:

"قرآن ایسی کوئی منقبت ہو سکتی ہے جس میں کسی طرح کا نقص نہ نکل سکتا ہو تو وہ اس کی فصاحت و بلاغت ہے وہ عظیم الشان فضیلت جس پر تقریباً چالیس کروڑ انسان فخر کر رہے ہیں وہ یہی ہے کہ مقاصد کی خوبی اور مطالب کی خوش اسلوبی کے اعتبار سے یہ کتاب تمام آسمانی کتابوں پر فائق ہے بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قدرت کی ازلی عنایت نے انسان کے لئے جو کتابیں تیار کیں ان سب میں یہ بہترین کتاب ہے اس کے نغمے انسان کی خیر و فلاح کے متعلق فلاسفہ یونان کے نغموں سے کہیں اچھے ہیں اس میں آسمان و زمین کے بنانے والے کی حمد و ثناء بھری ہوئی اور خدا کی عظمت سے اس کا حرف حرف لبریز ہے"۔

(منقول از شہادت الاقوام)

مگر افسوس کہ کئی مسلمانوں کی حالت بقول اقبال قرآن کے متعلق یہ ہو چکی ہے کہ

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق
ان غلاموں کا یہ مسلک ہے کہ ناقص ہے کتاب
کہ سکھاتی نہیں مومن کو غلامی کے طریق

حدیث نمبر۳۶: عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَقَدِ اسْتَدْرَجَ النُّبُوَّةَ بَیْنَ جَنْبَیْهِ غَیْرَ اَنَّهٗ لَا یُوْحٰی اِلَیْهِ لَا یَنْبَغِیْ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ اَنْ یَّجِدَ مَعَ مَنْ وَّجَدَ وَلَا یَجْهَلَ مَعَ مَنْ جَهِلَ وَفِیْ جَوْفِهٖ کَلَامُ اللّٰهِ ۔

(رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد)

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص نے کلام اللہ شریف پڑھا اس نے علوم نبوت کو اپنی پسلیوں کے درمیان لے لیا۔ گو اس کی طرف وحی نہیں بھیجی جاتی۔ حامل قرآن کے لئے مناسب نہیں کہ غصہ والوں کے ساتھ غصہ کرے یا جاہلوں کے ساتھ جہالت کرے حالانکہ اس کے پیٹ میں اللہ کا کلام ہے۔

چونکہ وحی کا سلسلہ نبی کریم ﷺ کے بعد ختم ہو گیا۔ اس لئے وحی تو اب آ نہیں سکتی لیکن چونکہ یہ حق سبحانہ وتقدس کا پاک کلام ہے اس لئے علم نبوت ہونے میں کیا تامل ہے، اور جب کوئی شخص علوم نبوت سے نوازا جائے تو نہایت ہی ضروری ہے کہ اس کے مناسب بہترین اخلاق پیدا کرے اور برے اخلاق سے احتراز کرے۔ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حافظ قرآن اسلام کا جھنڈا اُٹھانے والا ہے اس کے لئے مناسب نہیں کہ لہو ولعب میں لگنے والوں میں لگ جائے یا غافلین میں شریک ہو جائے یا بے کار لوگوں میں داخل ہو جائے۔

آٹھواں اعتراف

مسٹر کونت ہنری دی کاسٹری نے اپنی کتاب الاسلام میں لکھا ہے:

"قرآن کی وحی کا مسئلہ اور بھی زیادہ پیچیدہ اور مشکل ہے کیونکہ ارباب بحث اس کو

مفصل طور پر حل نہیں کر سکے' عقل حیران ہے کہ اس قسم کا کلام ایسے شخص کی زبان سے کیونکر ادا ہوا جو بالکل امی تھا اور تمام مشرق نے یہ اقرار کیا ہے کہ وہ کلام ہے کہ نوع انسانی لفظاً و معناً ہر لحاظ سے اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے یہ وہی کلام ہے جس کی انشاء پردازی نے عمر بن الخطاب کو مطمئن کر دیا ان کو خدا کا معترف ہونا پڑا' یہ وہی کلام ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے متعلق اس کے جملے جعفر بن ابی طالب نے نجاشی بادشاہ کے سامنے پڑھے تو اس کی آنکھوں سے بیساختہ آنسو جاری ہو گئے اور بشپ چلا اٹھا کہ یہ کلام اسی سرچشمہ سے نکلا ہے جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام نکلا تھا"۔ (شہادت الاقوام)

کسے خبر کہ ہزاروں مقام رکھتا ہے
وہ فقر جس میں ہے بے پردہ روح قرآنی
مثال ماہ چمکتا تھا جس کا داغ سجود
خرید لی ہے فرنگی نے وہ مسلمانی

(علامہ اقبال)

حدیث نمبر ۳۷: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَۃٌ لَا یَھُوْلُھُمُ الْفَزَعُ الْاَکْبَرُ وَلَا یَنَالُھُمُ الْحِسَابُ ھُمْ عَلٰی کَثِیْبٍ مِّنْ مِّسْکٍ حَتّٰی یُفْرَغَ مِنْ حِسَابِ الْخَلَائِقِ رَجُلٌ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ اِبْتِغَاءَ وَجْہِ اللّٰہِ وَاَمَّ بِہٖ قَوْمًا وَھُمْ بِہٖ رَاضُوْنَ وَدَاعٍ یَّدْعُوْ اِلَی الصَّلٰوتِ اِبْتِغَاءَ وَجْہِ اللّٰہِ وَرَجُلٌ اَحْسَنَ فِیْمَا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ رَبِّہٖ وَفِیْمَا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ مَوَالِیْہِ۔

(رواہ الطبرانی فی المعاجم الثلاثۃ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ تین آدمی ایسے ہیں جن کو قیامت کا خوف دامن گیر نہ ہوگا' نہ ان کو حساب کتاب دینا پڑے گا یہاں تک کہ مخلوق اپنے حساب کتاب سے فارغ ہو۔ وہ مشک کے ٹیلوں پر تفریح کریں گے ایک وہ شخص جس نے اللہ کے واسطے قرآن شریف پڑھا اور

امامت کی اس طرح پر کہ مقتدی اس سے راضی رہے دوسرا وہ شخص جو لوگوں کو نماز کے لئے بلاتا ہو صرف اللہ کے واسطے۔ تیسرا وہ شخص جو اپنے مالک سے بھی اچھا معاملہ رکھے اور اپنے ماتحتوں سے بھی۔

قیامت کی سختی' اس کی دہشت' اس کا خوف' اس کی مصیبتیں اور تکالیف ایسی نہیں کہ کسی مسلمان کا دل اس سے خالی ہو یا بے خبر ہو۔ اس دن میں کسی بات کی وجہ سے بے فکری نصیب ہو جائے یہ بھی لاکھوں نعمتوں سے بڑھ کر اور کروڑوں راحتوں سے مغتنم ہے پھر اس کے ساتھ اگر تفریح و تنعم بھی نصیب ہو جائے تو خوشا نصیب اس شخص کے جس کو یہ میسر ہو اور بربادی و خسران ہے ان بے حسوں کے لئے جو اس کو لغو بیکار اور اضاعت وقت سمجھتے ہیں۔ معجم کبیر میں اس حدیث شریف کے شروع میں روایت کرنے والے صحابی عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اگر میں نے اس حدیث کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ اور ایک مرتبہ اور ایک مرتبہ غرض سات دفعہ یہ لفظ کہا یعنی اگر سات مرتبہ نہ سنا ہوتا تو کبھی نقل نہ کرتا۔

نواں اعتراف

انگلستان کے نامور مؤرخ ڈاکٹر گبن اپنی مشہور تصنیف ''سلطنت روما کا انحطاط'' میں لکھتے ہیں:

''قرآن کی نسبت بحر اطلانتک سے لے کر دریائے گنگا تک نے مان لیا ہے کہ یہ پارلیمنٹ کی روح ہے قانون اساسی ہے اور صرف اصول مذہب ہی کے لئے نہیں بلکہ احکام تعزیرات کے لئے اور ان قوانین کے لئے بھی ہے جن پر نظام کا مدار ہے جن سے نوع انسانی کی زندگی وابستہ ہے جن کو حیات انسانی کی ترتیب سے گہرا تعلق ہے حقیقت یہ ہے کہ شریعت سب پر حاوی ہے وہ اپنے تمام احکام میں بڑے بڑے شہنشاہوں سے لے کر چھوٹے چھوٹے فقیر و گداگر تک کے لئے مسائل و معانی رکھتی ہے یہ وہ شریعت ہے اور ایسے دانشمندانہ اصول پر مرتب ہے کہ سارے جہان میں اس کی مثال نہیں''۔

اب میری امامت کے تصدق میں ہیں آزاد
محبوس تھے اعراب میں قرآن کے آیات (اقبال)

حدیث نمبر ۳۸: عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اَبَا ذَرٍّ لَاَنْ تَغْدُوَ فَتَعَلَّمَ اٰیَۃً مِّنْ کِتَابِ اللّٰہِ خَیْرٌ لَّکَ مِنْ اَنْ تُصَلِّیَ مِائَۃَ رَکْعَۃٍ وَلَاَنْ تَغْدُوَ فَتَعَلَّمَ بَابًا مِّنَ الْعِلْمِ عُمِلَ بِہٖ اَوْلَمْ یُعْمَلْ بِہٖ خَیْرٌ مِّنْ اَنْ تُصَلِّیَ اَلْفَ رَکْعَۃٍ (رواہ ابن ماجۃ باسناد حسن)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذر! اگر تو صبح کو جا کر ایک آیت کلام اللہ شریف کی سیکھ لے تو نوافل کی سو رکعات سے افضل ہے اور اگر ایک باب علم کا سیکھ لے خواہ اس وقت وہ معمول بہ ہو یا نہ ہو تو ہزار رکعات نفل پڑھنے سے بہتر ہے۔

بہت سی احادیث اس مضمون میں وارد ہیں کہ علم کا سیکھنا عبادت سے افضل ہے۔ فضائل علم میں جس قدر روایات وارد ہوئی ہیں ان کا احاطہ بالخصوص اس مختصر میں دشوار ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہے جیسا کہ میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ شخص پر۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ شیطان پر ایک فقیہہ ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہے۔

حقائق سبعہ

(۱) چودہ سو سال بڑا لمبا عرصہ ہے۔ اس عرصے میں کتنی ہی سلطنتیں ابھریں اور ختم ہو گئیں کتنی ہی عظیم شخصیتوں کے ستارے چمک کر بجھ بجھا گئے۔ کتنے ہی تمدنوں کے آفتاب طلوع ہو کر ایسے ڈوبے کہ دوبارہ نہ ابھر سکے۔ بے شمار نظریات اور فلسفوں نے تاریخ کے سٹیج پر رقص کیا اور پھر جیسے فلم کا تماشا ختم ہو جاتا ہے اسی طرح چمکتے ہوئے سکرین کی جگہ تاریکی باقی رہ گئی۔

مگر تاریخ کی اس ساری رست و خیز کے درمیان تہذیب کے اس مدوجزر کے درمیان، حوادث کی آندھیوں کے درمیان قرآن باقی ہے حد یہ کہ اس کی علمبردار ملت انحطاط اور زوال اور دور غلامی جیسے مصائب سے گزری اور عزت و عظمت کی بلندیوں سے بار بار گری مگر اس کے زوال سے بھی قرآن کی عظمت و شباب میں کوئی فرق نہیں آیا۔ قرآن کا پیغام آج

بھی اسی طرح تہذیبی فضاؤں میں گونج رہا ہے۔ قرآن کی روشنی ہدایت اسی طرح جگمگا رہی ہے اور قرآن کی تمام صداقتیں ایسی ہیں کہ زمانے کی گردشوں کے ہزاروں الٹ پھیر بھی اس کے ایک گوشے تک کی تغلیط و تردید نہیں کر سکے۔

(۲) قرآن انسان کی دو قسم کی گمراہیوں کے تجربات اور ان کے تلخ نتائج اس کے سامنے رکھ کر افراط و تفریط کے درمیان جس راہ عدل یا صراط مستقیم یا سواء السبیل کو اجاگر کرتا ہے۔ چودہ صدیوں کے حالات و واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ حق و صداقت اور سلامتی و فلاح کی راہ وہی ہے جسے قرآن پیش کرتا ہے۔

انسانی زندگی کے عدم توازن کی ایک صورت یہ ہے کہ مادی کائنات سے اپنا رشتہ توڑ لیتا ہے۔ اپنی حیات جسمانی کے فطری تقاضوں کو نظرانداز کر دیتا ہے اور معاش کی جدوجہد سے منہ موڑ لیتا ہے۔ یہ راستہ رہبانیت کی کسی نہ کسی شکل کی طرف جاتا ہے۔ رہبانیت ایک ایسا مسلک ہے جسے اپنی فطرت سے لڑنے والے بہت تھوڑے لوگ اختیار کر سکتے ہیں اور اس سے بھی کم لوگ زیادہ دیر اس پر قائم رہ سکتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ انتظام دنیا سارے کا سارا ان لوگوں کے ہاتھوں میں چلا جاتا ہے جو رہبانی زاویہ نگاہ یا نیم رہبانی مذاہب کے اصولوں کے لحاظ سے گھٹیا لوگ ہوتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ جہاں رہبانیت کو نیکی کی راہ قرار دیا گیا ہو وہاں جو اسے اختیار نہ کر سکے وہ مایوس ہو کر اپنے آپ کو سیدھا دنیا پرستی کے حوالے کر دیتا ہے۔

انسانی زندگی کے بگاڑ کی دوسری صورت وہ ہے جس کے مظاہر اور ادوار تاریخ میں بہت زیادہ ملیں گے یعنی مادہ پرستی، خواہش پرستی اور اقتدار پرستی! زیادہ تر بادشاہوں تہذیبوں اور معاشروں اور افرادِ انسانی نے یہی راستہ اختیار کیا۔ آدمی کو حواس سے نظر آنے اور محسوس ہونے والی دنیا بجائے خود اس کے مقابلے میں اتنی بڑی ہے، اس کے گرد محسوس قوتوں کا اتنا طوفان اُمڈ رہا ہے۔ مادی ضروریات و خواہشات ہجوم در ہجوم اس کو اس طرح گھیرے میں لے لیتی ہیں اور پھر وہ جمع کردہ روپے پیسے اور ساز و سامان (یا ان کے حصول کی مساعی) کے نرغے میں ایک شکار کی طرح یوں بے بس ہو جاتا ہے کہ وہ نہ خدا کی ہستی کا ادراک کر سکتا

ہے، نہ ٹھنڈے دل سے اپنے لئے دین حق یا صحیح مسلک حیات کی تلاش کرسکتا ہے، نہ اخلاقی اصول و حدود کا کوئی لحاظ کرسکتا ہے، اور نہ عدالت آخرت کا کوئی تصور اس کے ذہن میں راسخ ہوسکتا ہے۔

انسانی افراد اور معاشروں کی کثیر تعداد ایسی ہے جو مادیت کے اس زندان میں گرفتار ہو کے رہ گئے، اور اسی میں تڑپ تڑپ کر ختم ہو گئے۔

(۳) قرآن فی الحقیقت مادہ پرستی کے اسی روگ پر حملہ آور ہوتا ہے جس میں مبتلا ہونے کے بعد انسان کے سامنے دولت، جنس اور قوت و اقتدار کے سوا کوئی اور مقصد باقی نہیں رہتا جس کے لئے وہ اپنے مفاد اور آرام کی قربانیاں دے کر دوسروں کو آرام پہنچائے۔

قرآن کی سورۂ تمجید (فاتحہ) ہو یا سورۂ بقرہ کی پہلی آیات، اس کا آغاز کلام ہی اس حقیقت کے بیان سے ہوتا ہے جسے ماننے کے بعد مادہ پرستی کا رویہ باقی نہیں رہ سکتا۔ اس کا پہلا سبق ''رب العالمین'' کی حمد کا سبق ہے اور اس کی رحمیت و رحمانیت کی صفات کو سامنے رکھ کر اس کی عبادت اور اس سے استعانت کرنے کا سبق ہے وہ خدا کے مالک یوم الدین ہونے کا مشورہ دلا کر دنیوی زندگی میں نادیدہ اخروی نتائج کو ملحوظ رکھنے کا پیغام دیتا ہے۔ وہ یہ طلب پیدا کرتا ہے کہ آدمی زندگی کے تمام معاملات کو انجام دیتے ہوئے صراط مستقیم کا جو یاں رہے اور گمراہی اور مغضوبیت کی جو مثالیں قرآن اسے تاریخ کے پردے پر دکھاتا ہے ان سے بچنے کے لئے کوشاں ہو۔ پھر وہ اپنا دروازہ ہدایت ایسے لوگوں پر نہیں کھولتا جو ظاہر پرست ہوں بلکہ وہ انہیں باریاب کرتا ہے جو ایمان بالغیب کے اصول پر کاربند ہوسکیں۔ پھر وہ نماز اور انفاق کا درس دیتا ہے اور یہ دونوں چیزیں مسلک مادہ پرستی کی نقیض ہیں۔

(۴) قرآن کا مخصوص پیغام یہ ہے کہ خدا پرستی اور آخرت اندیشی اور پابندئ حدود اخلاق کے ساتھ مادی ضروریات کے حصول اور ان کے استعمال کو ہم آہنگ رکھا جائے۔ وہ میزان کے دونوں پلڑے برابر رکھتا ہے یعنی ایک طرف انسان مادے میں تصرف کرے مادی قوتوں سے فائدہ اٹھائے اور دوسری طرف اس ساری سعی میں خدا کی عبادت و اطاعت

پرکاربند رہے۔ خلافت کا نازک مقام یہی ہے کہ ایک طرف مادّے پر زیادہ سے زیادہ اختیار حاصل کرنا اور مادی قوتوں پر حکمرانی کرنا، دوسری طرف اپنے اس مقام کا شکر ادا کرنے کے لئے اپنی ساری ہستی کو خدا کے سامنے جھکا دینا اور اس کے احکام و حدود کو قدم قدم پر ملحوظ رکھنا۔

زندگی اور تہذیب میں اس طرح کا توازن پیدا کرنے کے لئے سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذریعے قرآن پاک کا پیغام ہم تک پہنچایا گیا۔

آج قافلہ تہذیب جس بری طرح بھٹک چکا ہے اور تاریخ نت نئی ظلمتوں میں جس دردناک طریق سے ٹھوکریں کھا رہی ہے اس کو دیکھ کر ایک مسلمان کا دل گواہی دیتا ہے کہ بھٹکی ہوئی زندگی کو اگر روبراہ لانے کا کوئی ذریعہ ہے تو وہ صرف قرآن کا پیغام ہے۔

(۵) قرآن محض ایک فلسفیانہ یا ادبی کتاب نہیں۔

یہ ایک عملی تحریک فلاح کی روئیداد بھی ہے جس کی سربراہی سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ نے کی۔

یہ کتاب انسانی زندگی کی کوئی ایسی خوبصورت تصویر بنا کر نہیں رہ جاتی جس کی نوعیت ایک تخیل آرائی UTOPIA کی ہو، بلکہ یہ کتاب اپنے پیش کرنیوالے کو اپنے پیغام کے مطابق نمونے کا انسان بنا کر سامنے لاتی ہے اور اس کی زندگی کو اپنی تشریح و توضیح قرار دیتی ہے پھر یہ کتاب اپنے ہزار علمبرداروں کی زندگیوں کو اپنے سانچے میں ڈھال کر دکھاتی ہے کہ کیسے انسان تہذیب کی فلاح کے ضامن ہو سکتے ہیں۔ پھر یہ کتاب ایک مکمل معاشرہ اور نظام حیات اپنے ماننے والوں کے ہاتھوں قائم کرا کے دکھا دیتی ہے کہ کیسا نظام اجتماعی انسانیت کی سعادت و بہبود کا وسیلہ ہو سکتا ہے۔

گویا اس کتاب کے وسیع معنی دیکھنے کے لئے عملی زندگی کے جس لغت کے ہم ضرورت مند ہیں، وہ اولاً حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی ہے جسے واجب التقلید نمونہ و اسوۂ قرار دیا گیا ہے پھر بہ حیثیت مجموعی وہ مقدس معاشرہ ہے جسے حضور ﷺ نے اپنے تربیت دادہ رفقا کو منظم کر کے قائم کیا۔

حضور ﷺ کی ذات گرامی اور حضور ﷺ کے قائم کردہ معاشرے نے قرآن کے بیان کردہ سارے حقائق اور ساری بشارتوں کو سچ کر دکھایا۔ قرآن کی صداقت پر سب سے بڑی شہادت ہمارے سامنے نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ اور آپ کے ہاتھوں سے پاکیزہ معاشرے کا قیام ہے۔

حضور ﷺ کی ذات گرامی اور حضور ﷺ کا قائم کردہ معاشرہ اس توازن کا آئینہ دار ہے جسے قرآن خدا پرستانہ روحانیت و اخلاقیت اور انسان کی حیات جسمانی کے مادّی تقاضوں کے درمیان قائم کرنا چاہتا ہے۔

جو معاشرہ یا نظام یا نظریہ اس قرآنی توازن سے ہٹ گیا وہ فلاح و سعادت سے محروم ہو کے رہا اور تہذیب حاضر کے نظریات اور معاشرے اس دعوے پر ایک روشن دلیل ہیں۔

(۶) قرآن کا یہی وہ پیغام توازن اور رہبانیت و مادہ پرستی کے خلاف اعلان جنگ ہے جس کے لئے اسی طرح قرآن کا طالب علم جب اس وسیع جلوہ زار ہدایت سے گزرتا ہے تو قدم قدم پر اس کی آیات کے ایسے نشان ثبت ہیں جو تباہ شدہ اقوام اور تہذیبوں کے مزاروں کی نشاندہی کرنے کے ساتھ اسے بتاتے ہیں کہ وہ لوگ جو صرف طلب دنیا میں لگ جائیں ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا اور کتنی ہی ایسی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے اس حالت میں تباہ کر دیا کہ وہ اپنی معاشی خوشحالی پر اتراتی تھیں۔ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ان شواہد کو سامنے لا کر قرآن پاک یک طرفہ قسم کی حیات دنیا کو لہو و لعب قرار دیتا ہے اور دنیا پرست مبذرین، مسرفین، مترفین اور تارکین انفاق اور مانعین انفاق کو معاشرے کے نہایت مکروہ کرداروں میں شمار کرتا ہے۔

(۷) لیکن غلط فہمی نہ ہو کہ قرآن مادہ پرستانہ ذہنیت کے خلاف جو زور صرف کرتا ہے اس کا مقصد انسان کو تارک مادیت بنانا نہیں ہے بلکہ اس کی نگاہ میں کسب معاش ایک نیکی ہے، محنت مزدوری کرنے والا (ایماندار اور دیانتدار آدمی) خدا کا حبیب ہے جسم کے بھی کچھ واجب الادا حقوق ہیں، ازدواج سنت کی تعریف میں داخل ہے اور خلال دائرے میں

ازدواجی تعلقات صدقہ اور نیکی کے درجے میں ہیں۔ وہ محض ضرورت ہی کی حد تک آدمی کی مساعی کو محدود نہیں رکھتا۔ اس کے لئے اسباب زینت کو بھی جائز ٹھہراتا ہے۔ یعنی ضروریات خوبصورتی سے پوری کرنے کے لئے کوشش کرنا ممنوع نہیں ہے۔ اسی طرح دفاع کے لئے بہترین اسباب وآلات کا مہیا کرنا اوران میں مشاق ہونا عین مطلوب ہے۔

اہل حق را رمز توحید از براست ۔ در اتی الرحمٰن عبداً مضمراست
تاز اسرار تو بنماید ترا ۔ امتحانش از عمل باید ترا
دین ازو، حکمت ازو، آئین ازو ۔ زور ازو، قوت ازو، تمکین ازو

حدیث نمبر ۳۹: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ عَشْرَ اٰیَاتٍ فِیْ لَیْلَةٍ لَمْ یُکْتَبْ مِنَ الْغَافِلِیْنَ (رواہ الحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ جو شخص دس آیتوں کی تلاوت کسی رات میں کرے وہ اس رات میں غافلین سے شمار نہیں ہوگا۔

دس آیات کی تلاوت سے جس کے پڑھنے میں چند منٹ صرف ہوتے ہیں تمام رات کی غفلت سے نکل جاتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی۔

غیر فانی کلام

یادرہے دیگر آسمانی کتابیں صرف کتاب الٰہی ہیں اور قرآن مجید کتاب الٰہی بھی ہے کلام الٰہی بھی ہے لہٰذا اس کے ساتھ باطل کبھی جمع نہ ہو سکے گا، اس میں تغیر وتبدل نہ ہو سکے گا، مخلوق ہونا تو عدم کی طرف لے جاتا ہے اسی لئے قرآن کو مخلوق کہنا بھی جائز نہیں ہے کہ یہ کل من علیھا فان کے زمرے میں نہیں آتا بلکہ وَیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ کا جلوہ ہے یہ کل شیء ھالك میں شامل نہیں ہے بلکہ الا وجھه کا فیض اور اس کی صفت ہے لہٰذا اس ظلمت کدۂ دنیا میں اگر کوئی تبرک ہے تو وہ قرآن حکیم ہے ویسے تو سب چیزیں آسمان، زمین، چاند، تارے، سورج، عرش، کرسی سب تبرکات اور عطیات ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی حق تعالیٰ سے نکل کر نہیں آیا ان کو حق تعالیٰ نے پیدا کیا ہے جو

نیست سے ہست میں اور عدم سے وجود میں آئی ہیں لیکن قرآن مقدس پردۂ عدم میں نہیں تھا اگر ایسا مانا جائے تو قرآن کو مخلوق ماننا پڑے گا (معاذاللہ) بلکہ حق تعالیٰ ہی کے وجود سے قائم تھا وہاں عدم کا نشان نہیں تھا' کلام صفت الٰہی اور صفت ذات کے ساتھ ہوتی ہے جب کوئی کلام کسی سے صادر ہو تو یہ نہیں کہا جاتا کہ فلاں کلام فلاں نے پیدا کیا بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں کلام فلاں سے صادر ہوا۔

قرآن پاک کے بارے میں ایک روایت کے اندر ہے فانه کلام الله وخرج منه ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اسی ذات مطلق سے صادر ہوا ہے مگر سبحان اللہ! اللہ نے اس کیلئے کس ذات کو منتخب کیا۔

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

(اقبال)

حدیث نمبر ۴۰: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَافَظَ عَلٰی هٰٓؤُلَآءِ الصَّلَوٰتِ الْمَكْتُوْبَاتِ لَمْ یُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِیْنَ وَمَنْ قَرَأَ فِیْ لَیْلَةٍ مِائَةَ اٰیَةٍ كُتِبَ مِنَ الْقَانِتِیْنَ ۔

(رواه ابن خزيمة في صحيحه و الحاكم وقال صحيح على شرطهما)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص ان پانچوں فرض نمازوں پر مداومت کرے وہ غافلین سے نہیں لکھا جائے گا جو شخص سو آیات کی تلاوت کسی رات میں کرے وہ اس رات میں قانتین سے لکھا جائے گا۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ جو شخص سو آیتیں رات کو پڑھے کلام اللہ شریف کے مطالبے سے بچ جائے گا جو دو سو پڑھ لے تو اس کو رات بھر کی عبادت کا ثواب ملے گا اور جو پانچ سو سے ہزار تک پڑھ لے ان کے لئے ایک قنطار ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ قنطار کیا ہوتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بارہ ہزار کے برابر (درہم مراد

ہوں یا دینار)

تقویٰ اور قرآن

(الف) پارسائی کو برباد کرنے والی سب سے بڑھ کر شراب ہے مگر لو پوس تمطاؤس ۲۲/۵ میں حکم دیا ہے کہ آگے کو تو صرف پانی پیا کر بلکہ اکثر کمزوریوں اور ہاضمہ کے لئے تھوڑی سی شراب پینے کا حکم اور سادہ پانی پینے کا بھی ہے۔ یورپ پر کیا اثر پڑا کہ لفظ تھوڑی کی قید کلیتہً ختم ہو گئی اور شراب تمام خرابیوں کی جڑ ثابت ہوئی جسے قرآن مقدس نے صراحت کے ساتھ بیان فرما دیا تھا۔

(ب) محکمہ حفظان صحت نے پولوس کی وجہ حلت کا بھی غلط استعمال کیا اور ثابت کر دیا اس کا باطل ہونا اور بتلا دیا ہے کہ شراب کا برا اثر معدہ، جگر، دل و دماغ پر بدترین نتائج پیدا کرتا ہے، اعصابی طاقت زائل ہو جاتی ہے۔

جنگ عظیم ۱۴ تا ۱۹۱۸ء میں فوجیوں کی جسمانی طاقت بڑھانے کے لئے شراب کی قطعاً ممانعت کی گئی تھی، اپنی فوج کے لئے کنگ جارج کا نمونہ بننا پسند کیا اور زارِ روس نے ان کی پیروی کی۔ امریکہ نے شراب کی ساخت ملک میں بند کر دی، علم اخلاق کے ماہرین کہتے ہیں کہ شراب کے استعمال سے اخلاق تباہ ہو جاتے ہیں، علماء اقتصادیات کہتے ہیں، فقر و فاقہ اور تباہی کا باعث ہی شراب ہے، عدالتوں کے ججوں کا کہنا ہے کہ سنگین جرائم قتل، زنا، رہزنی کا ارتکاب بدمستی شراب کی حالت میں ہوتا ہے۔

ہندوؤں میں بھی دیوی کو خوش کرنے کے لئے شراب کا چڑھاوا دیا جاتا ہے بعض ہندو اسے برکت کے لئے گنگا جل کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

قرآن مقدس ہی وہ کتاب ہے جس نے شراب کو رجس، عمل الشیطن اور ام الخبائث کے نام سے یاد کیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ پارسائی اور پرہیزگاری کا صحیح داعی قرآن مقدس ہی ہے، قرآن مقدس نے زنا حرام فرمایا اور اسے مستحکم اور مضبوط کرنے کے لئے جو حکم دیا وہ یہ ہے کہ لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا اس حکم سے ان وسائل کو بھی حرام قرار دے دیا جو زنا تک پہنچاتے ہیں مزید مستحکم کرنے کے لئے ارشاد فرمایا وَسَاءَ سَبِيلًا اور بتایا گیا کہ جو کوئی

زنا کرتا ہے وہ اپنے گھر تک سڑک بناتا ہے وہ جس سڑک پر چل کر دوسروں کے پاس پہنچتا ہے اسی سڑک پر چل کر دوسروں اس کے گھر آ جاتے ہیں۔ (علم القرآن)

افسوس کہ اس دور کا نام نہاد مسلمان ان گناہوں کا کس قدر دلدادہ ہو چکا ہے کہ پیچھے آپ پڑھ چکے ہیں کہ "نیوایئر نائٹ" کے موقع پر عیسائیوں نے اس قدر عیاشی نہیں کی جتنی کہ نام نہاد مسلمانوں نے کیا یہ سب امریکی طرز کی جمہوریت کا کیا دھرا تو نہیں؟

ہے کس کی یہ جرات کہ مسلمان کو ٹوکے
حریت افکار کی نعمت ہے "خداداد"
چاہے تو کرے کعبے کو آتش کدہ پارس
چاہے تو کرے اس میں فرنگی صنم آباد
قرآن کو بازیچہ تاویل بنا کر
چاہے تو خود اک تازہ شریعت کرے ایجاد
ہے مملکت ہند میں ایک طرفہ تماشا
اسلام ہے محبوس مسلمان ہے آزاد

(اقبال)

حدیث نمبر ۴۱: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَزَلَ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَتَكُوْنُ فِتَنٌ قَالَ فَمَا الْمَخْرَجُ مِنْهَا يَا جِبْرَئِيْلُ قَالَ كِتَابُ اللّٰهِ

(رواه رزین کذافی الرحمة المهداة)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ بہت سے فتنے ظاہر ہوں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ ان سے خلاصی کی کیا صورت ہے؟ انہوں نے کہا کہ قرآن شریف۔ کتاب اللہ پر عمل بھی فتنوں سے بچنے کا کفیل ہے اور اس کی تلاوت کی برکت بھی فتنوں سے خلاصی کا سبب ہے۔ پہلے گزر چکا کہ جس گھر میں کلام پاک کی تلاوت کی جاتی

ہے سکینہ اور رحمت اس گھر میں نازل ہوتی ہے اور شیاطین اس گھر سے نکل جاتے ہیں۔
فتنوں سے مراد خروج دجال، فتنہ تاتار وغیرہ علماء نے بتلائے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی ایک طویل روایت میں حدیث بالا کا مضمون وارد ہوا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا کہ حق تعالیٰ شانہ تم کو اپنے کلام کے پڑھنے کا حکم فرماتا ہے اور اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی قوم اپنے قلعہ میں محفوظ ہو اور اس کی طرف کوئی دشمن متوجہ ہو کر جس طرف سے بھی وہ حملہ کرنا چاہے اسی جانب میں اللہ کے کلام کو محافظ پائے گا اور وہ اس دشمن کو دفع کر دے گا کیونکہ قرآن ایک بہت بڑی سچائی ہے اور سچائی کے بارے میں فرمایا گیا: الصدق ینجی والکذب یھلک۔ سچائی نجات دلاتی ہے اور جھوٹ ہلاک کر دیتا ہے لہٰذا قرآن کا دامن تھامنے والا یہاں بھی نجات والا ہے وہاں بھی نجات والا ہے، اب رہا یہ کہ قرآن سچائی کیسے ہے؟ تو اس کا جواب پانے کیلئے تھوڑی سی تفصیل میں جانے کی ضرورت ہے۔

سچائی اور قرآن

صدق کی تعریف

۱۔ عمل اور علم کی موافقت باہمی کا نام صدق ہے۔
۲۔ دل اور زبان کی مطابقت کا نام صدق ہے۔
۳۔ سرّ اور علانیہ کے مساوی ہونے کا نام صدق ہے۔
۴۔ اس راست بازی کو صدق کہتے ہیں جس میں تباہی کا اندیشہ ہے۔
۵۔ اس کذب سے بہتر سمجھنا جس میں رہائی کا گمان ہے۔

گر راست سخن گوئی در بند بمانی   بہ ازاں کہ دروغت دہداز بند رہائی

ا۔ صدق، اللہ تعالیٰ کی صفات سے ہے، ارشاد ہوتا ہے۔
قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ (آل عمران) کہہ دیں "اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا۔"
ب۔ صدق، اللہ تعالیٰ اور رسول پاک ﷺ کے اوصاف سے ہے۔

صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (احزاب) ''اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا۔''

ج۔ مریم صدیقہ رضی اللہ عنہا کا درجہ بوجہ صدق برتر و بلند تھا۔

وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا ۔ ''اس نے اللہ کے فرمودہ کو سچ سمجھا۔''

د۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا درجہ صدق کے باعث بلند ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ

''یہ جوان مرد ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے جو عہد کئے تھے پورے کر دکھائے۔''

ہ۔ نبی کریم ﷺ کی بزرگی صدق کی تعلیم اور صدق کی تصدیق میں ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖ

''نبی وہ ہے جو صدق لے کر آیا اور اس کی تصدیق بھی کی''

و۔ صدق کے متعلق نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد بروایت ابن مسعود، موطا، بخاری اور مسلم میں موجود ہے:

إن الصدق يهدى الى البر و ان البر يهدى الى الجنة وان الرجل ليصدق و يتحرى الصدق حتى يكتب عندالله صديقا و ان الكذب يهدى الى الفجوروان الفجور يهدى الى النار وان الرجل ليكذب حتىٰ يكتب عند الله كذابا ۔

''صدق نیکی کی راہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت کی راہ دکھاتی ہے۔ انسان سچ بولنے لگتا ہے اور سچ کو عادت بناتا ہے حتیٰ کہ اللہ کے ہاں بھی صدیق لکھ دیا جاتا ہے۔ جھوٹ گناہ کی راہ دکھاتا ہے اور گناہ دوزخ کی راہ دکھاتا ہے۔ انسان جھوٹ بولنے لگ جاتا ہے اور جھوٹ کو عادت بنا لیتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔''

ز۔ سنن نسائی میں ہے کہ ابو الحورا نے امام حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے نبی کریم ﷺ سے کون سی بات سیکھی؟ آپ نے فرمایا میں نے صدق سیکھا اور یاد رکھا فان الصدق

طمانية ۔

ح۔ اللہ جل مجدہٗ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے:

كُونُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ "اہل صدق کا ساتھ دو۔"

ط۔ عربی زبان میں صدق کے علیاء مدارج کے مطابق اس مصدر سے فاعل کے تین صیغے ہوتے ہیں: صادق، صدوق اور صدیق۔ صدیق وہ برترین درجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو بھی اس خطاب میں لایا گیا ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے: انه كان صديقا نبيا مریم اور یوسف علیہما السلام کو بھی صدیق کے لفظ سے روشناس کرایا گیا ہے، سیدہ بتول مریم کو بھی سورۂ مائدہ شریف میں وامہ صدیقہ سے یاد فرمایا گیا ہے۔

سورۃ حدید شریف میں امت محمدیہ کے ممتاز افراد کے لئے صدیقیت کا درجہ تجویز فرمایا گیا۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ۔

"یہ لوگ تو صدیق اور شہید ہیں اپنے رب کے پاس ہیں ان کے لئے اجر بھی ہے اور نور بھی۔"

ان حوالہ جات سے ثابت ہو گیا کہ صدق کی بلند شان کے اظہار میں قرآنِ مقدس نے کیسے اچھے انداز میں ذکر فرمایا ہے۔

قرآن مقدس کے اس بیان سے عہد حاضر کے فلاسفروں کا وہ مطالبہ پورا ہو جاتا ہے کہ دین طبعی کے لئے صدق کا ہونا شرط ہے۔ الحمد للہ! کہ قرآنِ مقدس چودہ صدیوں سے اپنی خصوصیت کا اظہار کر رہا ہے۔

؎ از تلاوت بر تو حق دارد کتاب
تو ازو کامے کہ می خواہی بیاب

(علامہ اقبال)

تو قرآن پڑھنے کا حق ادا کر، قرآن کی تلاوت سے تیرا ہر مقصد پورا ہو جائے گا۔

دیگر اعترافات

قرآن مجید علوم و معارف کا بحرِ بے پیدا کنار ہے جو اپنی لہروں سے قلب و نظر اور فکر و

دانش کی خشک زمین کو سیراب کر رہا ہے۔ اس کے اس فیضان عام کی بدولت اپنے تو اپنے غیروں نے بھی جب بہ نظر انصاف قرآن پاک کا مطالعہ کیا تو اس کی تعریف کیے بغیر نہ رہ سکے۔ چنانچہ چند غیر مسلم ارباب فکر و دانش کے اعترافات متفرق طور پر آپ اس سے پہلے پڑھ چکے ہیں اب چند دوسروں کے اکٹھے پڑھ لیں۔ چنانچہ

☆...... مسٹر کونت ہنری نے لکھا ہے "تمام مشرق نے یہ اقرار کیا ہے کہ یہ وہ کلام ہے کہ نوع انسانی لفظاً معناً ہر لحاظ سے اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے، یہ وہی کلام ہے جس کی انشاء پردازی نے عمر بن خطاب کو مطمئن کر دیا کہ ان کو خدا کا معترف ہونا پڑا،

(علم القرآن ص ۳۳۹ بحوالہ کتاب الاسلام)

☆...... مسٹر موسیو اوجین نے لکھا ہے قرآن مجید مذہبی قواعد اور احکام ہی کا مجموعہ نہیں بلکہ اس میں اجتماعی احکام بھی انسانی زندگی کے لئے ہر حالت میں مفید ہیں،

(قرآن نمبر عزم نوص ۹۳۰)

☆...... مسٹر ڈیون پورٹ نے لکھا ہے "قرآن مجید مسلمانوں کا مشترکہ قانون ہے، معاشرتی، ملکی تجارتی، فوجی، عدالتی اور تعزیری سب معاملات اس میں موجود ہیں، پھر بھی یہ ایک مذہبی کتاب ہے، اس نے ہر چیز کو باقاعدہ بنا دیا ہے۔ (محمد اور قرآن)

☆...... مسٹر ایف ایف آربتھ ناٹ نے لکھا ہے، یہ کہ قرآن بالکل اصلی حالت میں رہا ہے، اس میں آج تک کوئی مترجم یا محرف کسی قسم کی تبدیلی یا ترمیم نہیں کر سکا"۔

(بائبل اور قرآن کا موازنہ)

☆...... مسٹر ہارٹ وگ نے لکھا ہے "قرآن کو تمام سائنسوں کا سرچشمہ پا کر ہمیں حیران نہیں ہونا چاہیے"۔

☆...... مسٹر ہیری گیلارڈ نے لکھا ہے "قرآن خدا کی لفظی وحی ہے جو جبریل علیہ السلام کے ذریعے حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی۔ اس کا حرف حرف کمال و تکمیل کا آئینہ دار ہے، یہ ابدی معجزہ ہے جو اپنی صداقت اور حضرت محمد ﷺ کی حقانیت پر گواہ ہے۔

☆...... مسٹر ولیم میور نے لکھا ہے "قرآن پاک کا کوئی جزو، کوئی فقرہ اور کوئی لفظ ایسا نہیں سنا گیا جس کو جمع کرنے والوں نے چھوڑ دیا ہو یا کوئی لفظ اور فقرہ ایسا نہیں پایا جاتا جس

سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ داخل کیا گیا ہے" اگر ایسی بات ہوتی تو ان احادیث میں جن میں محمد ﷺ کی چھوٹی چھوٹی باتیں محفوظ رکھی گئی ہیں، ان کا پتہ ضرور چلتا۔

☆......مسٹر جارج سیل نے لکھا ہے" قرآن بلاشبہ عربی زبان کی سب سے بہتر اور دنیا کی سب سے زیادہ مستند کتاب ہے، کسی انسان کا علم ایسی معجزانہ کتاب لکھنے سے عاجز ہے۔ یہ مردوں کو زندہ کرنے سے بڑا معجزہ ہے۔

☆......مسٹر باڈلے نے لکھا" کہ قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جس میں تیرہ سو سال سے کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ یہودی اور عیسائی مذہب میں کوئی ایسی چیز نہیں جو معمولی طور سے بھی قرآن کے مقابلے میں پیش کی جائے۔

☆......مسٹر جان فاش نے لکھا ہے" قدیم عربی زبان میں قرآن حسن اور دلکشی کا مرقع ہے۔" (دی وزڈم آف دی قرآن)

☆......مسٹر چارلس فرانس پوٹرے نے لکھا ہے" دنیا میں کوئی کتاب اتنی نہیں پڑھی جاتی جتنا قرآن پڑھا جاتا ہے۔" (دی فیتھس مین)

☆......ڈاکٹر آرنلڈ نے لکھا ہے" جو احکام قرآن میں موجود ہیں وہ اپنی جگہ مکمل ہیں۔ (پریچنگ آف اسلام)

☆......پروفیسر ہربرٹ نے لکھا ہے" قرآن اخلاقی ہدایتوں اور دانائی کی باتوں سے بھرا ہوا ہے اور قرآن نے عالم انسانیت کی زبردست اصلاح کی ہے۔" (لیکچران اسلام)

☆......ڈاکٹر بندرناتھ ٹیگور نے لکھا ہے" وہ دن دور نہیں جب قرآن اپنی مسلمہ صداقتوں اور روحانی کرشموں سے سب کو اپنے اندر جذب کرلے گا۔"

☆......بابا گرونانک نے کہا ہے" اگر کوئی ایمان کی کتاب ہے تو وہ قرآن شریف ہے۔"

☆......مسٹر کارڈفر نے لکھا ہے، قرآن غریبوں کا دوست اور غمخوار ہے۔"

الفضل ما شهدت به الاعداء خوبی وہ ہے جو دشمن بھی مانے اور جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے اس کے بعد کم از کم ہم ایک عام مسلمان سے یہ سوال کرنے میں تو حق بجانب ہیں کہ

کیا آپ کے گھر میں قرآن پڑھا جاتا ہے؟

بالغ افراد میں سے کتنے ہیں جو قرآن پڑھتے ہیں؟

بچوں میں سے کتنے قرآن پڑھتے ہیں؟
کیا بچوں کو قرآنی قصص و واقعات سنائے جاتے ہیں؟
کیا گھر میں قرآن کی آیات اور احکام پر باتیں ہوتی ہیں؟
بڑوں اور بچوں کو قرآن میں سے کیا کچھ یاد ہے؟
بڑوں یا بچوں میں سے قرآن کا مفہوم سمجھنے یا ترجمہ جاننے والا بھی کوئی ہے؟
کیا گھر میں قرآن کو سمجھنے کے لئے کچھ کتابیں موجود ہیں؟
(مثلاً ترجمے، تفسیریں، قرآنی مضامین و مقالات)
کیا قرآنی آیات یا ان کے تراجم کے کتبے دیواروں پر آویزاں ہیں؟
کیا گھر کے مرد یا خواتین کسی حلقۂ درسِ قرآن میں حصہ لیتی ہیں؟
اور اگر جواب نفی میں ہے تو شاعرِ مشرق کے الفاظ میں نصیحت تو کر سکتے ہیں کہ

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلمان
اللہ کرے تجھ کو عطا جدتِ کردار
انساں کی ہوس نے جنہیں رکھا تھا چھپا کر
کھلتے نظر آتے ہیں بتدریج وہ اسرار

(سیاسیات مشرق و مغرب)

قرآن پاک کے بارے اپنوں کے فیصلے

☆......حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "اگر میں چاہوں تو فاتحہ کی تفسیر ستر اونٹ کے بوجھ اٹھانے کے برابر لکھ دوں۔" (الاتقان)

☆......حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں "ہر چیز قرآن میں ہے، اگر کوئی چیز قرآن سے فوت ہو جائے تو ابد تک نہ مل سکے گی۔" (ایضاً) نیز فرماتے ہیں، اگر میرے اونٹ کی رسی بھی گم ہو جائے تو میں اس کا حال قرآن میں پا سکتا ہوں۔
(تفسیر صاوی)

☆......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص حصول علم کا ارادہ رکھتا ہو وہ قرآن

☆......امام خازن علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ”بے شک قرآن پاک جمیع احوال پر مشتمل ہے۔
(تفسیر خازن)

☆......حضرت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ”قرآن مجید میں ستر ہزار چار سو پچاس علوم وفنون کا ذکر ہے اور یہ تعداد کلمات قرآن کے عدد کو چار سے ضرب دینے سے معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے کہ ہر علم کا ایک ظاہر، ایک باطن، ایک حد اور ایک مطلع پایا جاتا۔“ (الاتقان)

☆......حضرت امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ”اگر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کے قفل کھول دے تو تم ان علموں پر مطلع ہو جاؤ جو قرآن میں ہیں اور تم قرآن کے سوا دوسری چیزوں سے لاپرواہ ہو جاؤ کیونکہ قرآن میں وہ چیزیں ہیں جو وجود کے صفحات میں مرقوم ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے اس کتاب میں کوئی شے نہیں چھوڑی“۔
(طبقات کبریٰ)

☆......حضرت امام سلیمان جمل علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ نے اس میں تمام ”ما کان و ما یکون“ (کا علم) تحریر فرما دیا، دوسرا یہ کہ (لوح محفوظ) سے مراد قرآن پاک ہے، آیا اب بھی عموم رہا؟ ائمہ میں سے ایک فریق فرماتا ہے ہاں، اب بھی عموم ہے اور فرماتا ہے کہ جمیع موجودات قرآن مجید میں مذکور ہیں، خواہ صاف وصریح ہوں خواہ، بہ اشارہ اور دوسرا فریق خصوص لیتا ہے کہ جتنی چیزوں کی مکلفین کو حاجت ہے۔
(فتوحات الٰہیہ)

اس کے باوجود بھی اگر آج کا مسلمان قرآن کی دولت کو بھول جائے اور دنیا کی حقیر دولت کو اپنا مطمح نظر اور مقصود حیات بنائے پھرتا ہے تو اقبال نے پھر ایسوں کے بارے میں ٹھیک ہی تو کہا ہے۔

جانتا ہوں میں یہ امت حامل قرآں نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مومن کا دیں
جانتا ہوں میں کہ مشرق کی اندھیری رات میں
بے ید بیضا ہے پیرانِ حرم کی آستیں

عصر حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرع پیغمبر کہیں
الحذر! آئین پیغمبر سے سو بار الحذر
حافظ ناموس زن، مرد آزما، مرد آفریں
اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب
بادشاہوں کی نہیں، اللہ کی ہے یہ زمیں
ہے یہی بہتر الٰہیات میں الجھا رہے
یہ کتاب اللہ کی تاویلات میں الجھا رہے

حقانیت قرآن پر غیر مسلموں کے مزید اعترافات

جس طرح ذوات میں صاحب قرآن علیہ السلام آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری، کے مصداق کامل ہیں۔ اسی طرح کلام الٰہی (قرآن پاک) وہ سرچشمۂ علم و حکمت ہے جو ہر قسم کی تحریف سے منزہ اور تمام کتب سماویہ کا مجموعہ ہے۔ اس میں زبور شریف کی طرح مناجات بھی ہیں، انجیل کی طرح ذخیرہ امثال بھی ہے اور تورات کی طرح گنجینۂ شریعت بھی ہے بلکہ کتب ہائے دانیال کی طرح یہ قرآن خزینۂ اخبار مستقبل بھی ہے، قرآن پاک، صاحب قرآن علیہ السلام کا وہ معجزہ ہے کہ جس نے پہلی دفعہ عقل و مذہب میں مطابقت پیدا کی ہے جس نے منطقی دلائل، سریع الفہم امثلہ اور قصص سے بہت سارے پیچیدہ مسائل کو حل کر کے رکھ دیا ہے جو نہ صرف مذہبی مسائل کا مجموعہ ہے بلکہ سیاسی زندگی کا رہنما اور ایک مکمل ضابطہ حیات بھی ہے۔ یہ شان اور کسی بھی کتاب میں نظر نہیں آتی شاید یہی وجہ ہے کہ انسانیت کی بہتری اور فلاح و بہبود کے لئے مختلف ادوار میں اللہ تعالیٰ نے جو مختلف کتابیں اور صحائف نازل فرمائے ہیں وہ امتدادِ زمانہ سے یا تو باقی ہی نہ رہ سکے یا ان میں تحریف کر دی گئی۔

انصاف پسند غیر مسلم مفکرین نے بھی قرآن مجید کی اس عظمت کا اعتراف کرنے سے ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی۔ یہاں صرف حرف آخر کے طور پر مشرق و مغرب کے غیر مسلم اہل علم اور مفکرین نے قرآن حکیم کی خدمت میں جو گلہائے عقیدت پیش کیے ہیں ان کی چند مثالیں

پیش کی جارہی ہیں۔

۱۔ حفظانِ صحت کا سرچشمہ

"قرآن نے صفائی، طہارت اور پاکیزگی کی وہ تعلیم دی ہے کہ اگر اس پر عمل کیا جائے تو جراثیم امراض سب کے سب ہلاک ہو جائیں۔" (جرمن فاضل ایکم کی بولف)

۲۔ کھلی اور سچی حقیقت

"میرے نزدیک قرآن میں خلوص اور سچائی کا وصف ہر پہلو سے موجود ہے اور یہ بالکل کھلی اور سچی حقیقت ہے کہ اگر کوئی خوبی پیدا ہو سکتی ہے تو اسی سے ہو سکتی ہے۔"

(پروفیسر کارلائل)

۳۔ مادیات کے شرک کی نفی

"قرآن کی تعلیم نے بت پرستی مٹائی۔ جنات و مادیات کا شرک مٹایا۔ اللہ کی عبادت قائم کی۔ بچوں کے قتل کی رسم نیست و نابود کی۔ ام الخبائث شراب کو حرامِ مطلق ٹھہرایا۔ چوری، جواء، زنا کاری اور قتل وغیرہ کی ایسی سزائیں مقرر کیں کہ کوئی شخص ارتکاب جرم کی جرأت ہی نہ کر سکے۔" پادری "ریورینڈ جی۔ ایم۔ ایڈویل"

۴۔ تمام عیوب سے پاک

"من جملہ ان بہت سی خوبیوں کے جن پر قرآن فخر کرتا ہے دو نہایت ہی عیاں ہیں۔ ایک تو وہ مؤدبانہ انداز اور عظمت جس کو قرآن اللہ کا ذکر یا اشارہ کرتے ہوئے ہمیشہ مدنظر رکھتا ہے کہ وہ اس کی طرف خواہشاتِ رذیلہ اور انسانی جذبات کو منسوب نہیں کرتا۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ وہ تمام نامہذب اور ناشائستہ خیالات، حکایات اور بیانات سے بالکل مبرا ہے۔ جو بدقسمتی سے یہود کے صحائف میں عام ہیں۔ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ قرآن ان تمام عیوب سے مبرا ہے۔ اس پر خفیف سی حرف گیری بھی نہیں ہو سکتی۔ اس کو شروع سے آخر تک پڑھ جائیے مگر تہذیب کے رخساروں پر ذرا بھی جھینپ کے آثار نہیں پائے جائیں گے۔" (ایک عیسائی ڈیون پورٹ)

۵-علم وآگہی کا مخزن

''اسے تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ خدا کی وحدانیت، طاقت، علم اور حقانیت کا جو تصور اور خدا، جنت اور زمین کے متعلق جس تلقین کا بار بار قرآن میں اظہار کیا گیا ہے اس کی وجہ سے ہم اس کتاب کی جتنی بھی تعریف کریں کم ہے۔ یہ اعلیٰ وارفع اخلاقی تعلیم سے پر ہے اور اس میں علم وآگہی کے جو نکات بیان کئے گئے ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی بنیاد پر بڑے بڑے طاقتور ملک اور جلیل القدر سلطنتیں قائم کی جا سکتی ہیں۔''

(دی قرآن صفحہ ۱۵ از ''ریورینڈ جے ایم راڈویل'')

۶-لاثانی نظام مسرت

''مجھے امید ہے کہ میں دنیا کے تمام دانا اور باشعور لوگوں کو یکجا کر کے قرآنی تعلیمات کی روشنی میں ایک لاثانی نظام قائم کروں گا کیونکہ صرف یہی تعلیمات ہی انسان کو مسرتوں سے روشناس کر سکتی ہیں۔''

(اقتباس تقریر نپولین۔ از کتاب بوناپارٹ اور اسلام صفحہ ۱۰۵ مصنفہ شیر فلس)

۷-مسخر کرنے والی طاقت

''قدیم عربی میں نازل شدہ قرآن خوبصورتی اور دلکشی کا حسین مرقع ہے۔ اس کا سٹائل بڑا جامع اور دل پذیر ہے۔ اس کے چھوٹے چھوٹے جملوں میں جو کہیں کہیں شاعری کے نادر نمونے ہیں۔ غضب کا استدلال اور مسخر کرنے والی طاقت ہے۔ اس کے مفہوم کو کسی زبان کے سانچے میں ڈھالنا کٹھن کام ہے۔''

(دی وزڈم آف دی قرآن دیباچہ صفحہ viii از ''جان فاش'')

۸-سب سے زیادہ زیر مطالعہ کتاب

''دنیا کی کوئی کتاب اتنی پڑھی نہیں جاتی جتنا قرآن پڑھا جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بائبل کی جلدیں زیادہ فروخت ہوتی ہوں لیکن پیغمبر اسلام کے کروڑوں پیرو قرآن کی لمبی لمبی آیات ... میں ... پڑھنا اس وقت سے شروع کرتے ہیں جب وہ باتیں کرنا

سیکھتے ہیں۔" (دی فیتھس مین لیوبائے صفحہ ۱۸از "چارلس فرانس پوٹر")

۹-تمام آسمانی کتب پر فائق

"یہ کتاب قرآن عظیم تمام آسمانی کتب پر فوقیت رکھتی ہے۔ہم کہہ سکتے ہیں کہ قدرت کی ازلی عنایت نے انسان کے لئے جو کتابیں تیار کی ہیں ان میں بہترین کتاب ہے۔اس کے نغمے انسان کی خیر وفلاح کے لئے فلاسفۂ یونان کے نغموں سے کہیں بہتر ہیں۔اس کا ہر حرف خداوند عالم کی عظمت کے ذکر سے لبریز ہے۔قرآن علماء کے لئے ذخیرۂ لغات،شعرا کے لئے عروض کا مجموعہ اور حکمرانوں کے لئے دائرۃ المعارف کی حیثیت رکھتا ہے۔"

(ڈاکٹر مورنس فرانسیسی)

۱۰-دین ودنیا کا راہنما

"مسلمان جب قرآن و حدیث میں غور وفکر کریں گے تو اپنی دینی اور دنیاوی ضروریات کا علاج اس میں تلاش کرلیں گے۔" (اخبار الوطن مصر "ایک مسیحی نامہ نگار")

۱۱-عالم انسانیت کا مصلح

"قرآن اخلاقی ہدایتوں اور دانائی کی باتوں سے بھرا ہوا ہے اور قرآن نے عالم انسانیت کی زبردست اصلاح کی ہے جن اشخاص نے اس کے مضامین پر غور کیا ہے وہ اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ وہ ایک مکمل قانونِ ہدایت ہے۔انسانی زندگی کی کوئی سی شاخ لے لیجئے ناممکن ہے کہ اس شعبہ میں اس کی تعلیم رہنمائی نہ کرتی ہو۔میرا خیال یہ ہے کہ اگر اس کی تعلیمات پر عمل کیا جائے تو ایک سمجھدار آدمی بیک وقت دنیوی اور روحانی ترقی حاصل کرسکتا ہے۔" (لیکچر ان اسلام از پروفیسر ہربرٹ وائل)

۱۲-انتہائی لطیف پاکیزہ اور بے مثل معجزہ

"قرآن انتہائی لطیف اور پاکیزہ زبان میں ہے۔اس کتاب سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی انسان اس کی مثل نہیں بنا سکتا۔یہ لازوال معجزہ،مردہ زندہ کرنے سے کہیں زندہ ہے۔" (ڈاکٹر سیل)

۱۳- جامع اور روح افزا پیغام زندگی

"قرآن ایسا جامع اور روح افزا پیغام زندگی ہے کہ ہندو دھرم اور مسیحیت کی کتابیں اس کے مقابلے میں کوئی بیان پیش نہیں کرسکتیں۔" (پروفیسر دو یجاداس)

۱۴- اعلیٰ اخلاق کا معلم

"قرآن نے دنیا کو اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی اور اصولِ جہانبانی سکھائے۔"
(گائیڈنس آف ہولی قرآن۔ از ڈاکٹر سٹینلے لین پول

۱۵- اجتماعی اور معاشرتی احکام

"قرآن پاک مذہبی قواعد وضوابط کا مجموعہ ہی نہیں بلکہ اس میں اجتماعی اور معاشرتی احکام بھی موجود ہیں جو تمام دنیا کے انسانوں کے لئے بہرحال مفید ہیں۔"
(ڈاکٹر موسیوجین)

۱۶- وسیع جمہوری سلطنت کا قانون

"قرآن میں عقائد' اخلاق اور ان کی بناء پر قانون کا مکمل مجموعہ موجود ہے۔ اس میں ایک وسیع جمہوری سلطنت کے ہر شعبہ کی بنیادیں بھی رکھ دی گئی ہیں۔ تعلیم، عدالت، حربی انتظامات، مالیات اور نہایت محتاط قانون ہے۔" (ڈاکٹر لڈر ہف کربل)

۱۷- عملی قوتوں کا سرچشمہ

"اس کتاب کی تعلیم میں ایسے عناصر موجود ہیں جن کے ذریعہ زبردست اقوام اور فتوحات کرنے والی سلطنتیں بن سکتی ہیں۔ اس کی تعلیم میں وہ اصول موجود ہیں جو عملی قوتوں کا سرچشمہ ہیں۔" (ڈاکٹر راوڈیل)

۱۸- روحانی نجات وحقوق رعایا

"قرآن میں دیوانی فوجداری اور باہمی سلوک کے قواعد پائے جاتے ہیں۔ مسائل نجاتِ روح، حقوقِ شخصی اور نفع رسانی خلائق وغیرہ وغیرہ موجود ہیں۔"
(از مصنف اپالوجی فار محمد اینڈ قرآن

۱۹-فطرتِ انسانی کے عین مطابق

"میں نے تعلیمات قرآنی کا مطالعہ کیا ہے۔ مجھے قرآن کو الہامی کتاب تسلیم کرنے میں ذرہ برابر بھی تامل نہیں ہے۔ مجھے اس کی سب سے بڑی خوبی یہ نظر آئی کہ یہ فطرت انسانی کے عین مطابق ہے۔" (ینگ انڈیا، گاندھی)

۲۰-مسلمہ صداقتوں کا پرتو

"وہ وقت دور نہیں جب کہ قرآن کریم اپنی مسلمہ صداقتوں اور روحانی کرشموں سے سب کو اپنے اندر جذب کر لے گا۔ وہ زمانہ بھی دور نہیں جب کہ اسلام ہندو مذہب پر غالب آ جائے گا اور ہندوستان میں ایک ہی مذہب اساسی ہے اور حقوق کی دستاویز ہے۔" (مسٹر۔ڈی۔ماریل)

۲۱-تاثیر سے لبریز

"جب قرآن کو منکرین پیغمبر ﷺ کی زبان سے سنتے تھے تو بے تاب ہو کر سجدے میں گر پڑتے تھے اور مسلمان ہو جاتے تھے۔" (مشہور جرمن فلسفی "جان جاک رلپک")

۲۲-کشش توحید

"قرآن لوگوں کو ترغیب و تحریک کے ذریعے معبودانِ باطل سے پھیر کر ایک خدا کی طرف لاتا ہے۔" (تھیوڈور نون لڈیکے)

۲۳-امن و امان کا ضامن

"زمین سے اگر قرآن کی حکومت جاتی رہے تو دنیا کا امن و امان کبھی قائم نہیں رہ سکے گا۔" (اخبار نگاروں میں "موسیو کاسٹن کارنے")

۲۴-سب سے بڑا مذہب

"قرآن میں سب کچھ موجود ہے جو ایک بڑے مذہب میں ہونا چاہیے۔"
(مسٹر سٹینلی لین پول)

۲۵-اخوت کا روشن مینار

’’قرآن نے مسلمانوں کو مواخات کے بندھن میں باندھ رکھا ہے۔ جو نسل رنگ اور زبان کے پابند نہیں ہیں۔‘‘ (مشہور افسانہ نگار ’’ایچ جی ویلز‘‘)

۲۶-امن وسلامتی کا پیامبر

’’قرآن کا مذہب امن وسلامتی کا مذہب ہے۔‘‘ (پادری ’’وال ریمس ڈلی‘‘)

۲۷-مستقل اور دائمی معجزہ

’’محمد (ﷺ) کا دعویٰ ہے کہ قرآن ان کا مستقل اور دائمی معجزہ ہے اور میں مانتا ہوں کہ یہ واقعی ایک معجزہ ہے۔‘‘ (مسٹر بورتھ سمتھ)

۲۸-غریبوں کا دوست

’’قرآن غریبوں کا دوست اور غم خوار ہے اور سرمایہ داروں کی زیادتیوں کی ہر جگہ مذمت کرتا ہے۔‘‘ (گارڈ فرے ہیگنس)

۲۹-بہترین معلم

’’قرآن کی تعلیم بہترین ہے اور انسانی دماغوں پر نقش ہے۔‘‘ (میجر لیونارڈ)

۳۰-عقل وحکمت کے مطابق

’’قرآن کے احکام اس قدر عقل وحکمت کے مطابق واقع ہوئے ہیں کہ اگر انسان انہیں چشم بصیرت سے دیکھے تو وہ ایک پاکیزہ زندگی بسر کر سکتا ہے۔ شریعت اسلام اعلیٰ درجہ کے عقلی احکام کا مجموعہ ہے۔ میرے نزدیک قرآن کے تمام معانی میں سچائی کا جوہر موجود ہے یہ کتاب سب سے اوّل اور سب سے آخر جو خوبیاں ہوسکتی ہیں اپنے اندر رکھتی ہے بلکہ دراصل ہر قسم کی توصیف صرف اسی سے ہوسکتی ہے۔‘‘ (نامور انگریز کارلائل)

۳۱-مستقبل کی دنیا کا مذہب

’’قرآن شریف غیر مسلموں سے بے تعصبی اور رواداری سکھاتا ہے۔ اس

کے اصول کی پیروی سے دنیا خوشحال ہوسکتی ہے اور دنیا کا آئندہ مذہب اسلام ہو گا۔"

(لندن میں تقریر" از مسز سروجنی نائیڈو")

۳۲- اعلیٰ زبان کی کتاب

"آنحضرت (ﷺ) خود لکھے پڑھے نہ تھے اور علم کا مفہوم جو دنیا سمجھتی ہے اس اعتبار سے وہ عالم نہ تھے آپ ﷺ نے خود کو بار بار امی کہا ہے اور آپ ﷺ کے متبعین قرآن کریم کو ہمیشہ باقی رہنے والا معجزہ تسلیم کرتے ہیں۔ جن سے آپ ﷺ کا دعویٰ رسالت بھی صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ کتاب نہایت اعلیٰ زبان میں ہے۔"

(مشہور لیکچرار "مسز اینی بیسنٹ")

۳۳- فلسفہ و حکمت کا علم

"قرآنی تعلیم سے فلسفہ و حکمت کا ظہور ہوا اور ایسی ترقی کی کہ اپنے عہد کی توحید و رسالت کا یقین اور خدا و آخرت پر ایمان۔ یہ ہی دونوں اصول اسلامی عقیدہ کی بنیاد ہیں۔" (مسٹر ایس۔ ایچ۔ لیڈر)

۳۴- الہامات کا مجموعہ

"قرآن الہامات کا مجموعہ ہے۔ اس میں اسلام کے اصول و قوانین اور اخلاق کی تعلیم اور روزمرہ زندگی کی نسبت ہدایات ہیں۔ اس لحاظ سے اسلام کو عیسائیت پر فوقیت ہے کہ اس کی مذہبی تعلیم اور قانون علیحدہ چیز نہیں۔" (ریورنڈ۔ آر۔ میکسوئیل کنگ)

۳۵- مضامین لطیف و عالی

"قرآن مجید کی عبارت نہایت فصیح و بلیغ اور مضامین لطیف و عالی ہیں۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی امین ناصح نصیحت کر رہا ہے۔" (ڈاکٹر فرک۔ جرمنی)

۳۶- مسیحائے عقل و علم

"قرآن مجید مردہ عقل اور علم کو زندہ کرتا ہے۔" (عمانوئیل ڈی اش)

۳۷- برائیوں کا انسداد

''قرآن نے ظلم، غیبت، طمع، فضول خرچی، حرامکاری خیانت اور بدگمانی کی بہت سخت برائی کی ہے اور یہی اس کی بڑی خوبی ہے۔'' (محمڈن ازم'' چیمبرز انسائیکلو پیڈیا'')

۳۸- شک وشبہ سے بالاتر

''قرآن دلوں میں ایسا زندہ اور پر جوش ایمان پیدا کرتا ہے کہ پھر کسی شک کی گنجائش نہیں رہتی۔'' (ڈاکٹر گناولی بان فرانسیسی)

۳۹- عام فہم قابل قبول

''قرآن کے مطالب ایسے مناسب وقت اور عام فہم ہیں کہ دنیا ان کو آسانی سے قبول کر سکتی ہے۔'' (ڈاکٹر جانسن)

۴۰- متبرک زبان

''قرآن کے اثر سے عربی زبان تمام اسلامی ممالک کی متبرک زبان بن گئی اور بڑی سے بڑی یورپین سلطنت کی تعلیم وحکمت سے بڑھ گیا۔'' (پروفیسر آر۔ اے نکلسن)

۴۱- اخوت ومساوات کا علمبردار

''قرآن کی تعلیم میں ہندوؤں کی طرح ذات پات کا امتیاز نہیں ہے اور نہ ہی کسی کو محض خاندانی اور عالی عظمت کی بناء پر بڑا سمجھا جاتا ہے۔'' (مشہور بنگالی۔'' بابو چندر پال'')

۴۲- احیائے تہذیب وتمدن

''قرآن مجید نے ایک عظیم الشان نظامِ تہذیب وتمدن پیدا کیا۔''
(جان جاک رلیک)

۴۳- دلآویز طرزِ تحریر

''قرآن کا طرز تحریر دل آویز اور رواں ہے۔ مختصر اور جامع ہے اور خدا کا ذکر بڑے شاندار طریق پر کرتا ہے۔'' (ڈاکٹر جارٹن)

۴۴- عظیم اور حسین

"اگر ہم قرآن کی عظمت و فضیلت اور حسن و خوبی سے انکار کریں تو گویا ہم عقل و دانش سے بیگانہ ہوں گے۔"

(نیئر ایسٹ لندن اخبار کا خاص نمبر)

۴۵- یورپ کے لئے نور

"قرآن شریف اس بات کا مستحق ہے کہ یورپ کے گوشہ گوشہ میں اسے پھیلایا جائے۔" (سرایڈورڈ ڈینی راس "سی۔آئی۔ای")

۴۶- معلم جہاد و ہمدردی

"قرآن نے مسلمانوں کو جنگ (جہاد) بھی سکھایا اور ہمدردی فیاضی اور خیرات کرنا بھی سکھایا۔" (مسٹر آرنلڈ وہائٹ)

۴۷- غلامی کی رسم کو مٹانے والا

"یہ ضروری ہے کہ غلامی کی مکروہ رسم کو دنیا سے مٹانے کے لئے ہندو شاستر کو قرآن سے بدل لیا جائے۔" (مسٹر رچرڈسن)

۴۸- فلسفۂ توحید میں بے نظیر

"قرآن وحدانیت کا سب سے بڑا گواہ ہے۔ ایک موحد فلسفی اگر کوئی مذہب قبول کرسکتا ہے تو وہ اسلام ہی ہے غرض سارے جہان میں قرآن کی نظیر نہیں ملتی۔"

(نامور مؤرخ۔ ڈاکٹر گبن)

۴۹- بائبل سے مؤثر قانون

"قرآن کا قانون بلاشبہ بائبل کے قانون سے زیادہ مؤثر ہے۔" (ڈین اسٹینلی)

۵۰- الہامی کتاب

"بے شک قرآن مجید الہامی کتاب ہے۔" (پادری آر میکونئل کنگ)

۵۱- کتب سماوی میں ممتاز

''قرآن مجید احکامِ حفظ صحت کے لحاظ سے بھی تمام کتب سماوی میں ممتاز ہے۔''
(جوانگم بولف)

۵۲- زندہ جاوید تعلیمات

''تیرہ سو برس کے بعد بھی قرآن کی تعلیمات کا اثر یہ ہے کہ ایک خاکروب بھی مسلمان ہونے کے بعد بڑے بڑے خاندانی مسلمان کی برابری کا دعویٰ کرسکتا ہے۔''
(مسٹر بھوپندر ناتھ باسو)

۵۳- روشن اور پرحکمت کتاب

''قرآن روشن اور پرحکمت کتاب ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ ایسے شخص پر نازل ہوا جو سچا نبی تھا اور جسے اللہ نے بھیجا تھا۔'' (فرانسیسی فلسفی۔ ایک لیورزون)

۵۴- مہذب مذہب

''اسلام کو جو لوگ وحشیانہ مذہب کہتے ہیں، انہوں نے قرآن مجید کی تعلیم کو نہیں سمجھا کہ جس کے اثر سے عربوں کی کایا پلٹ گئی۔'' (فرانسیسی مصنف۔ ''موسیو میر'')

۵۵- ہدایت کامل کا مجموعہ

''توریت، زبور، انجیل ترے سُن ڈِٹھے دید
رہے قرآن کتاب کل جگ میں پروار''
(حوالہ جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۴۷ سطر ۴)

مطلب:- توریت، زبور، انجیل کو ہم نے بغور دیکھا اور ویدوں کو بھی۔ مگر دنیا کے لئے جو کتاب ہدایت کامل کا مجموعہ ہوسکتی ہے وہ قرآن شریف ہی ہے۔

''تیہیئے حرف قرآن دے تیہے سپارے کین
تس وچہ پند نصیحتاں سن سن کر یقین''
(حوالہ جنم ساکھی کلاں بھائی بالا نوشتہ گورو انگدجی صفحہ ۲۲۲)

مطلب:- عربی کے حروف تہجی تیس ہیں اور قرآن شریف کے بھی تیس پارے ہیں۔

قرآن کریم لاانتہا نصیحتوں کا مجموعہ ہے۔ سنو اور یقین کرو یعنی ایمان لے آؤ۔

"رب ہے کتاب ایمان دی سچ کتاب قرآن"

(حوالہ جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۴۹)

ایک جگہ بابا گرو نانک کہتے ہیں "اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ ہاویہ دوزخ میں وہ لوگ عذاب بھگتیں گے جو کلمہ نہیں پڑھتے ہوں گے۔ تیسوں روزے نہ رکھتے ہوں گے۔ پانچوں نمازوں کو طلاق دے رکھی ہوگی۔" اور رسول پاک ﷺ کی عظمت و شان کا اس طرح اعتراف کرتے ہیں۔

"ڈٹھا نور محمدی ڈٹھا نبی رسول۔ نانک قدرت دیکھ کے خودی گیا سب بھول۔"......

یعنی جب سے نور محمدی کا جلوہ دیکھا ہے نانک اپنی خودی بھول گیا۔

۵۶- معاشرتی سیاسی اور روحانی معلم

"میں مذہب اسلام سے محبت کرتا ہوں اور اسلام کے پیغمبر ﷺ کو دنیا کے مہا پرش سمجھتا ہوں میں قرآن کی معاشرتی، سیاسی، اخلاقی اور روحانی تعلیم کا دل سے مداح ہوں اور اس رنگ کو اسلام کا بہترین رنگ سمجھتا ہوں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تھا۔"

(لالہ لاجپت رائے)

قرآن پاک کے بارے میں معلوماتی چارٹ

قرآن مجید کے پاروں کے نام

نمبر شمار	نام پارہ
۱	الٓمّٓ
۲	سیقول
۳	تلك الرسل
۴	لن تنالوا
۵	والمحصنات

قرآن مجید کی سورتیں اوران کے متعلقات

نمبر شمار	ترتیب نزول نمبر	نام سورت	آیات	رکوعات	مقام نزول
1	5	سورۃ الفاتحۃ	7	1	مکہ
2	87	سورۃ البقرہ	286	40	مدینہ
3	89	سورۃ آل عمران	200	20	مدینہ
4	92	سورۃ النساء	176	24	مدینہ
5	112	سورۃ المائدہ	120	16	مدینہ
6	55	سورۃ الانعام	166	20	مکہ
7	39	سورۃ الاعراف	206	24	مکہ
8	88	سورۃ انفال	75	10	مدینہ
9	113	سورۃ التوبۃ	129	16	مدینہ
10	51	سورۃ یونس	109	11	مکہ
11	52	سورۃ ھود	123	10	مکہ
12	53	سورۃ یوسف	111	12	مکہ
13	96	سورۃ الرّعد	43	6	مدینہ
14	72	سورۃ ابراھیم	52	7	مکہ
15	54	سورۃ الحجر	99	6	مکہ
16	70	سورۃ النحل	128	16	مکہ
17	50	سورۃ بنی اسرائیل	111	12	مکہ
18	69	سورۃ الکھف	110	12	مکہ
19	44	سورۃ مریم	98	6	مکہ
20	45	سورۃ طٰہٰ	135	8	مکہ
21	73	سورۃ انبیاء	112	7	مکہ

مدینہ	10	78	سورة الحج	103	22
مکہ	6	118	سورة المومنون	74	23
مدینہ	9	64	سورة النور	102	24
مکہ	6	77	سورة الفرقان	42	25
مکہ	11	227	سورة الشعراء	47	26
مکہ	7	93	سورة النمل	48	27
مکہ	9	88	سورة القصص	49	28
مکہ	7	69	سورة العنكبوت	85	29
مکہ	6	60	سورة الرّوم	84	30
مکہ	4	37	سورة لقمان	57	31
مکہ	3	30	سورة السجدة	75	32
مدینہ	9	73	سورة الاحزاب	90	33
مکہ	6	54	سورة سبا	58	34
مکہ	5	45	سورة فاطر	43	35
مکہ	5	83	سورة ياسين	41	36
مکہ	5	182	سورة الصّافّات	56	37
مکہ	5	88	سورة صٓ	38	38
مکہ	8	75	سورة الزمر	56	39
مکہ	9	85	سورة المومن	60	40
مکہ	6	54	سورة حٰمٓ السجدة	61	41
مکہ	5	53	سورة الشوریٰ	62	42
مکہ	7	89	سورة الزّخرف	63	43
مکہ	3	59	سورة الدّخان	64	44
مکہ	4	37	سورة الجاثية	65	45

46	66	سورة الاحقاف	35	4	مکہ
47	95	سورة محمد (ﷺ)	38	4	مدینہ
48	111	سورة الفتح	29	4	مدینہ
49	106	سورة الحجرات	18	2	مدینہ
50	34	سورة قٓ	45	3	مکہ
51	67	سورة الذّاريات	60	3	مکہ
52	76	سورة الطّور	49	2	مکہ
53	23	سورة النجم	62	3	مکہ
54	37	سورة القمر	55	3	مکہ
55	97	سورة الرّحمان	78	3	مدینہ
56	46	سورة الواقعة	96	3	مکہ
57	94	سورة الحديد	29	4	مدینہ
58	105	سورة المجادلة	22	3	مدینہ
59	101	سورة الحشر	24	3	مدینہ
60	91	سورة الممتحنة	13	2	مدینہ
61	109	سورة الصّف	14	2	مدینہ
62	110	سورة الجمعة	11	2	مدینہ
63	104	سورة المنافقون	11	2	مدینہ
64	108	سورة التّغابن	18	2	مدینہ
65	99	سورة الطّلاق	12	2	مدینہ
66	107	سورة التحريم	12	2	مدینہ
67	77	سورة الملك	30	2	مکہ
68	2	سورة القلم	52	2	مکہ
69	87	سورة الحاقّة	52	2	مکہ

70	79	سورة المعارج	44	2	مکیہ
71	71	سورة نوح	28	2	مکیہ
72	40	سورة الجنّ	28	2	مکیہ
73	3	سورة المزمّل	20	2	مکیہ
74	4	سورة المدّثر	56	2	مکیہ
75	31	سورة القيامة	40	2	مکیہ
76	98	سورة الدّهر	31	2	مکیہ
77	33	سورة المرسلات	50	2	مکیہ
78	80	سورة النّبا	40	2	مکیہ
79	81	سورة النّازعات	46	2	مکیہ
80	24	سورة عبس	42	1	مکیہ
81	7	سورة التّكوير	29	1	مکیہ
82	82	سورة الانفطار	19	1	مکیہ
83	86	سورة المطفّفين	36	1	مکیہ
84	83	سورة انشقاق	25	1	مکیہ
85	27	سورة البروج	22	1	مکیہ
86	36	سورة الطّارق	17	1	مکیہ
87	8	سورة الاعلىٰ	19	1	مکیہ
88	68	سورة الغاشية	26	1	مکیہ
89	10	سورة الفجر	30	1	مکیہ
90	35	سورة البلد	20	1	مکیہ
91	26	سورة الشّمس	15	1	مکیہ
92	9	سورة اللّيل	21	1	مکیہ
93	11	سورة الضّحىٰ	11	1	مکیہ
94	12	سورة الانشراح	8	1	مکیہ

95	28	سورة التين	8	1	مکہ
96	1	سورة العلق	19	1	مکہ
97	25	سورة القدر	5	1	مکہ
98	100	سورة البيّنة	8	1	مدینہ
99	93	سورة الزلزال	8	1	مدینہ
100	14	سورة العاديات	11	1	مکہ
101	30	سورة القارعة	11	1	مکہ
102	16	سورة التكاثر	8	1	مکہ
103	13	سورة العصر	3	1	مکہ
104	32	سورة الهمزة	9	1	مکہ
105	19	سورة الفيل	5	1	مکہ
106	29	سورة القريش	4	1	مکہ
107	17	سورة الماعون	7	1	مکہ
108	15	سورة الكوثر	3	1	مکہ
109	18	سورة الكافرون	6	1	مکہ
110	114	سورة النّصر	3	1	مدینہ
111	6	سورة اللّهب	5	1	مکہ
112	22	سورة الاخلاص	4	1	مکہ
113	20	سورة الفلق	5	1	مکہ
114	21	سورة النّاس	6	1	مکہ

مکی سورتیں (متفق علیہ) 65

مدنی سورتیں (متفق علیہ) 18

جن سورتوں کے مقام نزول میں اختلاف ہے (کہ مکہ میں نازل ہوئیں یا مدینہ میں) 31

کل سورتیں: 114

4- قرآن مجید کے کل رکوعات

قرآن مجید کے کل پانچ سو سینتیس (537) رکوعات ہیں۔

5- قرآن مجید کے سجدے

قرآن مجید میں چودہ (14) سجدے ہیں۔

نمبر شمار	پارہ نمبر	نام سورت	آیت نمبر
1	9	سورة الاعراف	206
2	13	سورة الرّعد	15
3	14	سورة النحل	50
4	15	سورة بنی اسرائیل	109
5	16	سورة مریم	58
6	17	سورة الحج	18
7	19	سورة الفرقان	60
8	19	سورة النمل	26
9	21	سورة السّجدة	15
10	23	سورة صٓ	24
11	24	سورة حٰمٓ السجدة	38
12	27	سورة النّجم	62
13	30	سورة الانشقاق	21
14	30	سورة العلق	19

قرآن مجید میں پارہ 17، سورۃ الحج، آیت 77 میں امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سجدہ کرنا لازم ہے۔

6- قرآن مجید کے سکتے

روایت حفص کے مطابق قرآن مجید میں چار جگہ سکتہ کرنا واجب ہے۔

نمبر شمار	پارہ نمبر	نام سورت	آیت نمبر
1	15	سورة الكهف	1
2	23	سورة ياسين	52
3	29	سورة القيامة	27
4	30	سورة المطفّفين	14

7- قرآن مجید کی منازل کی تقسیم

قرآن مجید میں کل سات منازل ہیں۔

(1) سورۃ الفاتحہ تا سورۃ النساء

(2) سورۃ المائدہ تا سورۃ التوبۃ

(3) سورۃ یونس تا سورۃ النحل

(4) سورۃ بنی اسرائیل تا سورۃ الفرقان

(5) سورۃ الشعراء تا سورۃ یاسین

(6) سورۃ الصافات تا سورۃ الحجرات

(7) سورۃ ق تا سورۃ الناس

8- قرآن مجید کے کلمات کی تعداد

(1) قرآن مجید کے کلمات کی تعداد تقریباً چھیاسی ہزار چار سو تیس (86430) ہے۔

(2) حمید اعرج کے نزدیک کلمات قرآن کی تعداد چھہتر ہزار چار سو تیس (76430) ہے۔

(3) عبدالعزیز بن عبداللہ کے نزدیک کلمات قرآن ستر ہزار چار سو انتالیس (70439) ہیں۔

9- قرآن پاک میں مستعمل حروف کی تفصیل

قرآن مجید میں حروف تہجی (الف سے لے کر یا تک حروف) درج ذیل بار استعمال ہوئے ہیں۔

ا-48472　　　　ب-11428

ت-10199	ث-1276
ج-3273	ح-3973
خ-2416	د-5642
ذ-4697	ر-11793
ز-1590	س-5891
ش-2253	ص-2013
ض-1207	ط-1277
ظ-842	ع-9220
غ-2208	ف-8499
ق-6813	ک-9520
ل-33432	م-26535
ن-26560	و-25536
ہ-19072	لا-4720
ء-4115	ی-25919
مجموعی میزان حروف قرآن	387079

10۔ قرآن مجید کے حروف کی تعداد

(1) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق قرآن پاک کے حروف کی تعداد تین لاکھ تیئیس ہزار چھ سو اکہتر (323671) ہے۔

(2) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک قرآن پاک کے حروف کی تعداد تین لاکھ بائیس ہزار چھ سو ستر (322670) ہے۔

(3) حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قرآنی حروف کی تعداد تین لاکھ اکیس ہزار ایک سو اکیس (321121) ہے۔

قرآن مجید کے حروف وکلمات کی تعداد میں وجہ اختلاف یہ ہے کہ بعض علماء مشدد

حروف کو دو حرف مانتے ہیں اور بعض ایک حرف قرار دیتے ہیں۔ بعض ایک لفظ کو دو کلمات قرار دیتے ہیں اور بعض ایک کلمہ کہتے ہیں۔

اسی طرح قرآن پاک کی آیات، کلمات اور حروف میں جو اختلاف پایا جاتا ہے اس میں کمی یا زیادتی کی وجہ سے قرآن مجید کے حروف' آیات یا کلماتِ میں کوئی زیادتی یا کمی نہیں ہوتی بلکہ یہ حسابی مسئلہ ہے۔

11- قرآن مجید میں استعمال شدہ حرکات کی تفصیل

حرکت	تعداد
فتحات (ـَــ)	53223
کسرات (ـِــ)	39582
ضمات (ـُــ)	8804
مدات (ـٓــ)	1771
شدات (ـّــ)	1274
نقاط (ـ.ــ)	105684

(سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر، نومبر 1969ء، نقص الحسنین، تاریخ قرآن وغیرہ)

12- قرآن مجید کے حروف مقطعات

۱ صٓ (صَآدْ)	۲ قٓ (قَآفْ)	۳ نٓ (نُوْنْ)	۴ طٰهٰ (طَاهَا)
۵ یٰسٓ (یَاسِیْنْ)	۶ طٰسٓ (طَاسِیْنْ)	۷ حٰمٓ (حَامِیْمْ)	۸ الٓمٓ (اَلِفْ لَآمْ مِیْمْ)
۹ الٓرٰ (اَلِفْ لَآمْ رَا)	۱۰ طٰسٓمٓ (طَاسِیْمْ مِیْمْ)	۱۱ عٓسٓقٓ (عَیْنْ سِیْنْ قَآفْ)	۱۲ الٓمٓصٓ (اَلِفْ لَآمْ مِیْمْ صَآدْ)
۱۳ الٓمٓرٰ (اَلِفْ لَآمْ مِیْمْ رَا)	۱۴ کٓھٰیٰعٓصٓ (کَآفْ هَایَا عَیْنْ صَآدْ)		

13- قرآنی آیات کی اقسام

قرآن پاک میں تین قسم کی آیات ہیں:-

(1) محکمات (2) مقطعات (3) متشابہات

(1) محکمات:-

وہ آیات جن کا معنی، مفہوم ومطلب وغیرہ سب کچھ واضح ہے جیسے

الحمد لله رب العالمين٥ الرحمٰن الرحيم٥ مالك يوم الدين ٥

(2) مقطعات:-

قرآن مجید کی بعض سورتوں کے شروع میں چند حرفوں سے مرکب ایک کلمہ لایا گیا ہے جیسے الٓمّٓ، ن، حٰمٓ وغیرہ جو اوپر مذکور ہوئے ہیں۔ ان کو حروف مقطعات کہا جاتا ہے۔ یہ کل چودہ حروف ہیں۔

ا، ح، ر، س، ص، ط، ع، ق، ک، ل، م، ن، ہ، ی۔ ان کا مجموعہ یہ ہے۔

نَصٌّ حَكِيْمٌ قَاطِعٌ لَّهُ سِرٌّ

خدائے دانا کی نص قطعی ہے اور اس میں بڑا راز ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ، قاضی عبداللہ بن عمرو بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سید محمود آلوسی بغدادی علیہ الرحمۃ، علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ، ملا جیون علیہ الرحمۃ وغیرہ مفسرین نے حروف مقطعات کی تصریح فرمائی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ متشابہات سے ہیں۔ الغرض بقول اولیاء اللہ حروف مقطعات اللہ ورسول کے درمیان ایک راز ہے۔

(3) متشابہات:-

وہ آیات یا حروف ہیں جن کے الفاظ کے معانی تو ہم جانتے ہیں مگر ان میں کیا حقیقت پوشیدہ ہے؟ یہ ہم نہیں جانتے جیسے

اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى (ترجمہ: رحمان عرش پر جلوہ گر ہے)

يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (ترجمہ: اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے)

اب اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے یا رحمان عرش پر جلوہ گر ہے اس کا ظاہری معنی تو ہم سمجھتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے ہاتھ اور عرش پر جلوہ گری کی کیفیت کو سمجھنا انسانی ذہن کے بس کی بات نہیں ہے۔ ایسی آیات متشابہات کہلاتی ہیں۔ بعض مفسرین کے قول کے مطابق حروف مقطعات نص حکیم قاطع سر لهٗ، خدائے دانا کی نص قطعی ہے اور اس میں بڑا راز ہے) بھی متشابہات میں سے ہیں۔

(تفسیر بینات القرآن، تفسیر تبیان القرآن، تفسیر ضیاء القرآن، تفسیر نعیمی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں)

قرآن مجید کے چند اہم نشانات

o......وقف تام اور آیت کی علامت، اس پر ٹھہرنا چاہیے۔

م......وقف لازم کی علامت ہے، اس پر ضرور ٹھہرنا چاہیے ورنہ معانی میں ابہام پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔

ط......وقف مطلق کی علامت، اس پر ٹھہرنا چاہیے، البتہ یہ بات پیش نظر رہے کہ اس علامت کے بعد موضوع گفتگو جاری رہتا ہے اور ابھی اس سلسلہ کی کچھ بات باقی رہتی ہے۔

ج......اختیاری وقف کی علامت ہے، یہاں ٹھہرنا بہتر ہے اور آگے تلاوت رکھنا جائز ہے۔

ز......ایسے مقامات پر نہ ٹھہرنا مناسب ہے۔ یہ وقف مجوز کی علامت ہے۔

ق......یہ "قِيْلَ عَلَيْهِ الْوَقْفُ" کا خلاصہ ہے یہاں ٹھہرنا نہیں چاہیے۔

ص......یہ وقف مرخص کی علامت ہے، یہاں ملا کر پڑھنا چاہیے لیکن اگر کسی وجہ سے پڑھنے والا ٹھہر جائے تو رخصت ہے۔

صلے......یہ علامت "اَلْوَصْلُ اَوْلٰی" کا اختصار ہے یعنی عبارت اگلے ٹکڑے کے ساتھ ملا کر پڑھی جائے۔

وقف......اس کے معنی ہیں ٹھہر جاؤ۔ یہ علامت ان مقامات پر استعمال ہوتی ہے جہاں ملا کر پڑھنے کا احتمال ہو۔ اس لئے متوجہ کیا جاتا ہے کہ یہاں ٹھہرو۔

س......یہ علامت سکتہ کا اختصار ہے یعنی ایسا مختصر وقفہ کہ سانس نہ ٹوٹے۔

ہ......اس علامت کا مطلب یہ ہے کہ اگر آیت کے اوپر یہ علامت درج ہو تو ٹھہرنے کے

باب میں اختلاف ہے۔ٹھہرنے اور نہ ٹھہرنے کی دونوں صورتوں میں معنی متاثر نہیں ہوتے۔ کچھ علماء ٹھہرنے کو بہتر سمجھتے ہیں اور کچھ نہ ٹھہرنے کو۔ البتہ جب یہ عبارت کے اندر لکھی ہو تو اس مقام پر نہیں ٹھہرنا چاہیے۔

۱	سورۃ الفاتحہ	اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ	اَنْعَمْتُ عَلَیْهِمْ
۲	سورۃ الفاتحہ	اِیَّاكَ نَعْبُدُ	اِیَّاكَ نَعْبُدُ
۳	سورۃ البقرہ ۱۵	وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ	اِبْرٰهِمُ رَبَّهٗ
۴	سورۃ البقرہ ع ۳۳	قَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ	قَتَلَ دَاوٗدَ جَالُوْتُ
۵	آیۃ الکرسی ۳۴	اللہ لآ الٰہ الا ھو ط	اَللّٰہُ (بِالْمَلِّ)
۶	آیۃ الکرسی ۳۶	وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ	وَاللّٰهُ یُضَاعَفُ
۷	نسآء ع ۲۳	رُسُلًا مُّبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ	مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذَرِیْنَ
۸	سوبۃ ع ۱	مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ وَرَسُوْلُهٗ	وَرَسُوْلِهٖ
۹	بنی اسرائیل ع ۲	وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِیْنَ	مُعَذَّبِیْنَ
۱۰	طٰہٰ ع ۷	وَعَصٰٓی اٰدَمُ رَبَّهٗ	اٰدَمَ رَبُّهٗ
۱۱	الانبیاء ع ۶	اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ	اِنِّیْ كُنْتَ
۱۲	الشعرآء ع ۱۱	لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ	مِنَ الْمُنْذَرِیْنَ
۱۳	فاطر ع ۴	یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا	یَخْشَی اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤَا
۱۴	صافات ع ۲	فِیْهِمْ مُّنْذِرِیْنَ	مُنْذَرِیْنَ
۱۵	فتح ع ۴	صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ	صَدَقَ اللّٰهَ رَسُوْلُهٗ
۱۶	حشر ع ۳	مُصَوِّرُ	مُصَوَّرُ
۱۷	حآقۃ ع ۱	اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ	اِلَّا الْخَاطَئُوْنَ
۱۸	مزمل ع ۱	فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ	فِرْعَوْنَ الرَّسُوْلُ
۱۹	مرسلٰت ع ۲	فِیْ ظِلٰلٍ	فِیْ ظَلٰلٍ
۲۰	النازعات ع ۲	اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ	اَنْتَ مُنْذَرُ

مزید قرآنی معلومات

۱-پہلی وحی

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ (۶۱۰)(سورۂ علق آیت ۱ تا ۵)

۲-آخری وحی

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ(البقرہ:۲۸۱)

یا: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا(المائدہ:۳)

۳-کاتبانِ وحی

کم وبیش ۴۰ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

۴-قرآن کی مدت نزول

تقریباً ۲۲ سال، پانچ ماہ، چودہ دن۔

۵-مضامین

علم عقائد، علم احکام، تذکیر بآلاءِ اللہ، تذکیر بایام اللہ، تذکیر بالموت ومابعدہ

۶-اقسام آیات

آیاتِ وعدہ	۱۰۰۰
آیاتِ وعید	۱۰۰۰
آیاتِ نہی	۱۰۰۰
آیاتِ امر	۱۰۰۰
آیاتِ اَمثال	۱۰۰۰
آیاتِ قصص	۱۰۰۰
آیاتِ تحلیل	۲۵۰

آیاتِ تحریم	۲۵۰
آیاتِ تسبیح	۱۰۰
آیاتِ متفرقہ	٦٦

(جملہ آیات ٦٦٦٦ باعتبارِ مضمون)

۷-آیۃُ الرِّبٰوا

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُو اتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا۔

۸-آیۃ الدَّیْن یا آیۃ المُدَایَنَۃ

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَایَنْتُمْ۔

۹-آیۃ العز

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا۔

۱۰-آیۃ النور

اَوْ کَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰہُ

۱۱-آیۃ القراء

اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ کِتٰبَ اللّٰہِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ۔

۱۲-قرآن کا معنی اور قرآن میں لفظ قرآن کی کل تعداد

کتاب عزیز میں لفظ ''القرآن'' معرف باللام اٹھاون مرتبہ اور ''قرآن'' بغیر الف لام دس مرتبہ آیا ہے۔ (الفوائد الحسان ص ۱۱)

۱۳-جبریل امین نے نزولِ قرآن کیلئے نبی علیہ السلام پر چھبیس ہزار مرتبہ نزول کیا ہے

بعض کتب تاریخ میں درج ہے کہ جبریل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ پر چھبیس ہزار بار نزول کیا اور انبیاء علیہم السلام میں سے کوئی نبی بھی اس عدد کو نہیں پہنچے ہیں، قمری سال کے

ایام تقریباً تین سو چپن ہوتے ہیں اور نبوت کے تئیس سالوں کے کل ایام نو ہزار ایک سو پینسٹھ بنتے ہیں' دِنوں کے اِس عدد پر چھبیس ہزار کو تقسیم کرنے سے روزانہ تقریباً تین مرتبہ نزولِ جبریل علیہ السلام ثابت ہوتا ہے۔(اثمار التکمیل ج ۲ ص ۲۲۰)

۱۴-قرآن کا نصف باعتبارِ حروف

وَلْيَتَلَطَّفْ کی فا تک۔

قرآن کا نصف۲ باعتبارِ کلمات

سورۃ الحج کی آیت نمبر ۲۰ کے وَالْجُلُوْدُ تک اور اس کے بعد آیت نمبر ۲۱ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ نصف ثانی میں ہے۔

قرآن کا نصف۳ باعتبارِ آیات

سورۃ الشعراء کی آیت نمبر ۴۵ کے اخیر مَا يَاْفِكُوْنَ تک (اور اس کے بعد آیت نمبر ۴۶ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ نصف ثانی میں ہے۔)

قرآن کا نصف۴ باعتبارِ سور

سورۃ الحدید تک (اور سورۃ المجادیہ سے دوسرا نصف شروع ہوتا ہے)

(البرہان ج ۱ ص ۳۵۳ بحوالہ فضائل حفظ القرآن ص ۱۸۸)

۱۵-قرآن کے تین تہائی حصے

اوّل	ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ	سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۱۰۰ تک
دوم	وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ	سورۂ شعراء کی آیت نمبر ۱۰۱ تک
سوم	آخر قرآن تک	

۱۶-قرآن کے چار چوتھائی حصے

اوّل: وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ آخرِ سورہ انعام تک۔

دوم: وَلْيَتَلَطَّفْ تک

سوم: وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ آخرِ غافر تک۔

چہارم: آخر قرآن تک

۱۷-شہر بارہ مرتبہ

لفظ شہر بمعنی مہینہ قرآن پاک میں بارہ مرتبہ آیا ہے (اور سال میں ۱۲ ہی ماہ ہوتے ہیں)

۱۸-یوم ۳۶۵ مرتبہ

یوم بمعنی دِن ۳۶۵ مرتبہ آیا ہے (اور سال میں ۳۶۵ دِن ہوتے ہیں) سبحان اللہ

۱۹-نماز کا ذکر

قرآن مجید میں بیسیوں مقامات پر نماز کی تاکید کی گئی ہے' جس سے اِس رُکن کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔

۲۰-ستر سے زائد مقامات پر دُعا کا ذِکر

قرآن مجید میں ۷۰ سے زائد مقامات پر دُعا مانگنے کی تاکید کی گئی ہے۔

۲۱-ایک سو پچاس جگہ صدقہ وخیرات کا ذِکر

قرآن مجید میں ڈیڑھ سو جگہ خیرات وصدقہ کی تاکید کی گئی ہے۔

۲۲-تحتھا الانہر صرف ایک مرتبہ

قرآن مجید میں مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ تو بہت جگہ آیا ہے لیکن تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ صرف ایک مرتبہ آیا ہے' سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۱۰۰ میں۔

۲۳-روایتِ حفص رحمۃ اللہ علیہ میں صرف ایک جگہ امالہ

قرآن مجید میں یائے معروف خالص بہت جگہ ہے مگر امالہ محضہ والی یائے مجہول صرف ایک جگہ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۴۱ کے لفظ مجرھا میں ہے' روایت حفص رحمۃ اللہ علیہ میں اس کی را کو اس طرح پڑھیں گے' جس طرح اُردو میں ستارے قطرے کی را بولتے ہیں۔

۲۴-فیہٖ صرف ایک جگہ

قرآن مجید میں فیـہِ کا لفظ بہت جگہ آیا ہے لیکن فیـہٖ کا لفظ صرف ایک بار مرتبہ سورۂ فرقان کی آیت نمبر ۶۹ میں آیا ہے۔

۲۵-وَلَا یَصُدُّنَّكَ صرف ایک مرتبہ

طٰہٰ نمبر ۱۶ میں فَلَا یَصُدَّنَّكَ، زخرف نمبر ۶۲ میں وَلَا یَصُدَّنَّكُمْ اور وَلَا یَصُدُّنَّكَ دال کے پیش سے صرف ایک مرتبہ سورۂ قصص کی آیت نمبر ۸۷ میں آیا ہے

۲۶-یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ هَادُوْا صرف ایک مرتبہ

قرآن مجید میں یـٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ هَادُوْا صرف ایک مرتبہ سورۂ جمعہ کی آیت نمبر ۶ میں ہے۔

۲۷-سب سے طویل ذِکر

قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ طویل ذکر کسی کا نہیں ہے۔

۲۸-سب سے بڑی آیت

قرآن مجید کی سب سے بڑی آیت یـٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَایَنْتُمْ الخ ہے۔ یہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸۲ ہے جس کا نام "آیۃُ المـداینۃ" ہے۔ اِس کے کل حروف مکتوبی ۵۴۴، اور ملفوظی ۵۵۸ ہیں ملفوظی میں مشدد کو دو بار گنا گیا ہے اور صلہ کے واؤ اور یا کو نیز تنوین کو بھی حروف میں شمار کیا گیا ہے اور اس کے تمام کلمات رسم کے لحاظ سے ۱۲۸ ہیں۔

۲۹-سب سے چھوٹی آیت

سب سے چھوٹی آیت کوفی شمار کے لحاظ سے طٰہٰ ہے کہ اس کے رسمی حروف دو اور ملفوظی چار ہیں۔ اور حسن رحمۃ اللہ علیہ کی شاذ قراۃ کی رو سے ملفوظی بھی دو ہیں یعنی طٰہٰ اور اجماعی وَالضُّحٰی نیز وَالْفَجْرِ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے ملفوظی حروف پانچ پانچ ہیں نہ کہ ثم نظر کیونکہ اِس کے دو کلمات ہیں نیز اس کے کل ملفوظی حروف چھ ہیں۔

۳۰-قرآن کی سب سے بڑی سورت

سورۃ البقرہ ہے۔

۳۱-قرآن مجید کی سب سے چھوٹی سورت

سورۃ الکوثر ہے۔

۳۲-قرآن کریم کی سب سے پہلی نازل شدہ سورت

سورۂ علق (اقرأ سے مَا لَمْ يَعْلَمْ تک)

۳۳-قرآن کریم کی وہ ایک خاص سورت جس کے شروع میں بسم اللہ نہیں

سورۃ التوبہ ہے۔

۳۴-سب سے بڑا کلمہ

فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ اِس کے گیارہ حروف ہیں۔ پھر اقْتَـرَفْـتُمُوْهَـا ، اَنُلْزِمُكُمُوْهَا

وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ ، لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ ان کے دس دس حروف ہیں۔

۳۵-سب سے چھوٹا کلمہ

جو رسماً علیحدہ ہو ما، لا لك وغیرہ جس میں دو حروف ہیں۔

۳۶-کتابی شکل میں قرآنِ کریم کو جمع کرنے کا سب سے پہلے کس خلیفہ نے امر فرمایا؟

خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے۔

۳۷-وہ کون سی خاتون ہیں جن کے پاس مسلمانوں نے ''مصحف اوّل'' کو امانت رکھوایا تھا؟

اُم المؤمنین حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما

۳۸-ذوالنون جن کا تذکرہ قرآن پاک میں آیا ہے کون ہیں؟

حضرت یونس علیہ السلام۔

۳۹-صرف ایک وہ مملکت جن کا نام قرآنِ کریم میں آیا ہے؟

مصر چار جگہ یونس آیت نمبر ۸۷ یوسف آیت نمبر ۲۱ وآیت نمبر ۹۹ زخرف آیت ۶۱

۴۰-صرف ایک وہ خاتون جن کا نام قرآن کریم میں آیا ہے؟

مریم اُم مسیح'

فائدہ: قرآنِ مجید میں حضرت مریم علیہا السلام کے علاوہ کسی خاتون کا نام نہیں آیا' حضرت مریم کا نام چونتیس مرتبہ آیا ہے۔

۴۱-ذباب کا ذِکر قرآنِ کریم کی کس سورت میں آیا ہے؟

سورۃ الحج کی آیت نمبر ۷۳ میں

۴۲-بعوضہ (مچھر) کا ذِکر قرآن کریم کی کس سورت میں آیا ہے؟

سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۶ میں

۴۳-مختلف ممالک میں مختلف قرأتوں کا رواج وتعامل

مغرب اور موریتانیا جزائر اور تیونس میں اکثر لوگ قرأۃ امام نافع رحمۃ اللہ علیہ بروایتِ قالون و بروایتِ ورش رحمۃ اللہ علیہ زیادہ پڑھتے ہیں۔ لیبیا میں اکثریت روایت قالون پر کاربند ہے۔ سوڈان کے بعض علاقوں میں روایت دوری ابی عمرو زیادہ رائج ہے۔ اکثر مشرقی ممالک میں لوگوں میں عام طور پر قرأۃ عاصم متداول ومعمول بہا ہے اور اس زمانہ میں ہندو پاک اور مصر و سعودیہ میں عامۃ الناس کا قرأۃ عاصم رحمۃ اللہ علیہ پر زیادہ عمل ہے۔ نیز قراء کی سیر وتواریخ اور طبقات وتالیفات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ مصر کی قرأت فتحِ اسلامی کے زمانہ سے لے کر پانچویں صدی ہجری کے اواخر تک اہلِ مدینہ منورہ کے موافق روایتِ ورش رحمۃ اللہ علیہ تھی پھر قرأۃ ابی عمرو بصری رحمۃ اللہ علیہ کا زیادہ رواج ہوا بارہویں صدی ہجری کے نصف تک برابر

قراءۃ اور مصاحف میں کتابۃً اسی قرأت پر اُن کا عمل رہا پھر قراءۃ عاصم رحمۃ اللہ علیہ نے قراءۃ ابی عمرو رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ لے لی۔ (الفوائد الحسان بتغیر قلیل ص ۱۲۸/۱۲۹)

۴۴۔قرآن پہلی صدی ہجری میں برصغیر پاک و ہند میں

قرآن خطہ عرب کو اپنی ضیا پاشیوں کی یمن و برکات سے نوازتا ہوا برصغیر پاک و ہند میں پہلی صدی ہجری میں ہی سندھ کے راستہ پہنچ چکا تھا۔ (قرآن نمبر ج۲ ص ۸۵۸)

۴۵۔قرآن مجید کا پہلا فارسی ترجمہ

فارسی زبان میں قرآن مجید کا سب سے پہلا ترجمہ شیخ سعدی شیرازی متوفی ۶۹۱ھ نے کیا ہے۔ (ج۲ ص ۶۰۶)

۴۶۔دعائے سجدۂ تلاوت

اَللّٰھُمَّ لَکَ سَجَدْتُّ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَلَکَ اَسْلَمْتُ سَجَدَ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ خَلَقَہٗ وَصَوَّرَہٗ وَشَقَّ سَمْعَہٗ وَبَصَرَہٗ بِحَوْلِہٖ وَقُوَّتِہٖ تَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ، سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَائِکَۃِ وَالرُّوْحِ، اَللّٰھُمَّ اکْتُبْ لِیْ بِھَا عِنْدَکَ اَجْرًا، وَاجْعَلْھَا لِیْ عِنْدَکَ ذُخْرًا، وَضَعْ عَنِّیْ بِھَا وِزْرًا، وَاقْبَلْھَا مِنِّیْ کَمَا قَبِلْتَھَا مِنْ عَبْدِکَ دَاوٗدَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

(اے اللہ! میں نے تیرے ہی لیے سجدہ کیا تجھی پر میں ایمان لایا، تیرے ہی سامنے سر تسلیم خم کیا، میرے چہرے نے سجدہ کیا اُس ذات کو جس نے اس کو پیدا کیا صورت بخشی، اپنے کرشمۂ قدرت سے اس میں کان اور آنکھ بنائی، کتنی با برکت ذات ہے اُس اللہ کی جو تمام کاریگروں سے بڑھ کر کاریگر ہے، پاک اور بزرگ ہے جو فرشتوں اور روح کا ربّ ہے، اے اللہ! میرے لیے اِس سجدہ کے بدلہ میں اپنے یہاں ثواب لکھ دے، اس کو میرے لیے اپنے پاس ذخیرہ بنا دے، اس کے ذریعہ میرے گناہ کا بوجھ ہلکا فرما دے، اور میری طرف سے یہ سجدہ اُسی طرح قبول فرما لے جس طرح تو نے اس کو اپنے بندے داؤد علیہ

السلام سے قبول فرمایا)۔ (تلاوۃ القرآن المجید ص ۱۲۳)

۴۷-دُعائے مسواک برائے تلاوت ونماز وغیرہ

بعض علماء کا قول ہے کہ مسواک کرتے وقت یہ دُعا پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ فِيْهِ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔ (مسک الختام)

۴۸-صرف ایک صحابی کا نام قرآن میں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے صرف ایک صحابی کا نام نامی قرآن مجید میں آیا ہے:

زید: الاحزاب آیت نمبر ۳۷ فائدہ: یہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنی (منہ بولے بیٹے) تھے:

۴۹-ایک سو چودہ سورتیں اور ایک سو چودہ مرتبہ بسم اللہ

قرآن مجید کی کل سورتیں ایک سو چودہ ہیں لیکن ان میں سے ایک سو تیرہ سورتوں میں تو بسم اللہ شروع سورت میں موجود ہے البتہ سورۂ برأت کے شروع میں بسم اللہ کا ذکر موجود نہیں مگر اس کمی کی تلافی سورۂ نمل کی ایک آیت اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ میں ذکرِ بِسْمِ اللّٰہِ سے کردی۔ لہٰذا ایک سو چودہ کا عدد پورا ہوگیا۔

۵۰-سوائے فقد صغت کے ہر کلمہ میں بِسْمِ اللّٰہِ کا کوئی نہ کوئی حرف ضرور ہے

خلاصۃ القرآن میں ہے کہ قرآن مجید میں سوائے فقد صغت کے کوئی ایسا کلمہ نہیں ہے جس میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کا کوئی نہ کوئی حرف نہ ہو۔ (جلیس الناصحین ص ۱۰)

۵۱-قرآن مجید میں لفظ اللہ رحمٰن، رحیم اور اسم کی تعداد

قرآن مجید میں لفظ اللہ چھبیس سو اٹھانوے بار آیا ہے۔ رحمٰن ستاون دفعہ اور رحیم ایک سو چودہ دفعہ اور لفظ اسم انیس دفعہ آیا ہے۔ یہ تعداد بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے علاوہ ہے۔

۵۲-مسلسل سات آیات میں اسم ذات اللہ کیساتھ دو دو صفاتی نام

سورۂ حج کی آیت نمبر ۵۹ سے آیت نمبر ۶۵ تک مسلسل سات آیات میں اسم ذات اللہ

کے ساتھ دو دو صفاتی نام مذکور ہیں۔ وَاِنَّ اللّٰہَ لَعَلِیْمٌ حَلِیْمٌ۔ اِنَّ اللّٰہَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ۔ وَاَنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ۔ وَاَنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ۔ اِنَّ اللّٰہَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ۔ وَاِنَّ اللّٰہَ لَھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ۔ اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔

۵۳۔نصف پارہ کی مسلسل تین سورتوں میں لفظ اللہ مذکور نہیں

سورۂ قمر، سورۂ رحمٰن، سورۂ واقعہ، مسلسل تقریباً آدھے پارہ کی اِن تین سورتوں میں لفظ (اللہ) کا کہیں ذِکر نہیں۔

۵۴۔تین رکوع کی ایک سورت کی ہر آیت میں لفظ اللہ مذکور ہے

اور اُس کے برعکس سورۂ مجادلہ کی ہر ہر آیت میں لفظ اللہ کا ذِکر موجود ہے۔(تفسیر مدارک)

فائدہ: سورۃ المجادلہ کی بائیس آیات ہیں اور ہر آیت میں خدا تعالیٰ کا اسم ذات اللہ مذکور ہے جو کل چالیس مرتبہ بنتا ہے۔

۵۵۔قرآنی سورتوں کی چار اقسام

(۱) سبع طوال: سات بڑی سورتیں، بقرہ سے انفال مع براۃ تک جن کی آیات دو سو یا اس سے زیادہ یا ایک سو سے کافی زیادہ ہیں۔ (۲) مئین: جن کی آیتیں سو کے قریب ہیں یونس سے قصص تک ان میں اکثر سورتوں کی آیتیں ایک سو یا اس سے کچھ کم و بیش ہیں۔ (۳) مثانی: عنکبوت سے فتح تک چونکہ ان میں قصے مکرر ہیں اسی لیے اِس نام کے ساتھ موسوم ہوئیں۔ ان میں سے اکثر سورتوں کی آیتیں سو سے کافی کم ہیں۔ (۴) مفصل یا محکم: یعنی چھوٹی چھوٹی سورتیں حجرات سے والناس تک (جن کے اندر درمیان میں کثرت سے بِسْمِ اللّٰہِ آئی ہے)۔

فائدہ: مفصل سورتوں کو محکم اس لیے کہتے ہیں کہ ان میں کوئی سورت منسوخ نہیں بلکہ سب غیر منسوخ ہیں۔

۵۶۔مفصل کی تین قسمیں

حجرات سے انشقاق تک، طوال مفصل (۲) بروج سے قدر تک اوساطِ مفصل (۳) بینہ

سے ناس تک قصار مفصل۔

۵۷-ایک سورت میں یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سولہ جگہ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے الفاظ سب سے زیادہ یعنی کل سولہ مرتبہ سورۂ مائدہ میں آئے ہیں۔

۵۸-ایک سو سے بھی زائد آیات والی سورت میں جنت وجہنم کا کہیں ذکر نہیں

ایک سو گیارہ آیتوں والی سورۂ یوسف ایک ایسی سورت ہے جس میں جنت اور جہنم کا ذکر نہیں ہے۔

۵۹-ایک سورت میں سولہ مرتبہ اَمْ کا لفظ ہے

قرآن مجید کی سورۂ طور میں اَمْ کا لفظ سولہ مرتبہ آیا ہے جو کسی بھی دوسری سورت میں اتنی بار نہیں آیا ہے۔

۶۰-قرآنی سورتوں کے پانچ شماریات اور ان کی توجیہات

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور مبارک میں جو مختلف مصاحف متعدد شہروں میں روانہ کیے گئے تھے ان کے لحاظ سے قرآن مجید کی سورتوں کی مجموعی تعداد بالاجماع اور بلا خلاف ایک سو چودہ ہے او بروایت عطا جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک سو تیرہ کا شمار منقول ہے وہ بایں طور مؤول ہے کہ انہوں نے انفال اور برأت دونوں کو ایک ہی سورت شمار کیا ہے اور اسی بناء پر بقرہ آل عمران نساء مائدہ انعام اعراف انفال مع برأت کو سبع طوال سے تعبیر کیا گیا ہے رہی یہ روایت کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف میں معوذتین کو حذف کر کے صرف ایک سو بارہ سورتیں یا موذتین اور فاتحہ تینوں کو حذف کر کے صرف ایک سو گیارہ سورتیں درج تھیں سو اس کی توجیہ یہ ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ حضرات حسنین رضی اللہ عنہ وغیرہما کو ان دو سورتوں کے ذریعہ برابر تعویذ اور دم فرمایا کرتے تھے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی برابر اس کی تلقین فرمایا کرتے تھے کہ ان دو سورتوں کے ذریعہ دم کیا کریں پھر بعد کے لوگوں نے بھی بدستور [illegible]

سورتوں کے ذریعہ تعویذ اور دم کرنے پر اتفاق ہو گیا اور سب لوگوں میں یہ بات درجہ شہرت وتعامل تک پہنچ گئی جس کی بناء پر ابن مسعود کو ان دو سورتوں کے ضائع ہونے کا خوف دامنگیر نہ تھا اس لیے انہوں نے اپنے قرآنی نسخہ میں ان دونوں سورتوں کو درج نہ فرمایا کیونکہ جمع اور تدوین سے ان کی غرض یہی تھی کہ جن چیزوں کے ضائع ہو جانے کا خطرہ تھا ان کو مدون کر دیا جائے اسی طرح سورۂ فاتحہ بھی چونکہ خوب مشہور و متداول تھی اور نمازوں میں نیز نمازوں کے علاوہ دیگر احوال میں اس کی خوب تلاوت ہوا کرتی تھی جس کی بناء پر اس کے ضیاع کا بھی اندیشہ نہ تھا اس لیے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فاتحہ کو بھی لکھنے کی چنداں ضرورت محسوس نہ فرمائی لیکن جب عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے باقاعدہ مصاحف کی کتابت کا فریضہ سرانجام دیا تو معوذتین اور فاتحہ ان تینوں سورتوں کو بھی مصاحف میں درج فرما دیا باقی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مصحف کے بارے میں جو یہ منقول ہے کہ اس میں ایک سو سولہ سورتیں درج تھیں کیونکہ انہوں نے اس کے اخیر میں سورۃ الحفد اور سورۃ الخلع نامی دو سورتیں بھی لکھی ہوئی تھیں جن میں سے سورۃ الحفد یہ تھی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ كُلَّهٗ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ اور سورۃ الخلع یہ تھی۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْا رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ ۔ سو اس کی توجیہ یہ ہے کہ اب اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ یہ دونوں سورتیں قرآن میں سے نہیں ہیں اور حضرت ابی کے متعلق بھی ہرگز یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ وہ ان دونوں سورتوں کو منجملہ قرآن کے قرار دیتے تھے بلکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے ان دونوں سورتوں کو اسی طرح درج فرمایا ہوا تھا جس طرح بعض اوقات بعض دعائیہ کلمات کو بغرضِ تحفظ درج کر لیا کرتے ہیں کیونکہ روایات میں وارد ہوا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام ان دونوں دعاؤں کو لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ والی آیت کے ساتھ اس وقت لے کر نازل ہوئے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی حالت میں تھے اور قبیلہ مضر پر قنوت نازلہ پڑھ رہے تھے جیسا کہ امام سیوطی نے اتقان میں بیہقی سے روایت کیا ہے نیز یہ واقعہ ابو داؤد نے مراسیل

میں خالد بن ابی عمران سے نقل کیا ہے اور اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں قبیلہ مضر پر بددعا فرما رہے تھے کہ اتنے میں جبرئیل امین علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا کہ خاموش ہو جایئے اس پر آپ ﷺ خاموش ہو گئے جبرائیل علیہ السلام نے کہا اے محمد! اللہ نے آپ کو سباب اور لعان (بہت برا بھلا کہنے والا) بنا کر مبعوث نہیں فرمایا بلکہ آپ کو رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ عذاب بنا کر نہیں بھیجا لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ (آپ کو کوئی دخل نہیں یہاں تک کہ خدا تعالیٰ اُن پر یا تو متوجہ ہو جائے اور یا ان کو کوئی سزا دے کیونکہ وہ ظلم بھی بڑا کر رہے ہیں) پھر قنوت کے یہ الفاظ آپ کو تلقین فرمائے اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ الخ (مراسیل ابی داؤد ص ۱۰۴ سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۲۱۰ بحوالہ مقدمہ شرح مخلاتی علی فاطمۃ الزہر مع حاشیہ ص ۱۱۱، ۱۱۲)

۶۱۔ دو آیتوں میں الف سے لیکر یا تک انتیس کے انتیس حروف موجود ہیں

قرآن مجید میں دو آیات ایسی ہیں جن میں سب حروف تہجی (ا سے ی تک) جمع ہیں پہلی آیت نعاس، ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا (آل عمران آیت نمبر ۱۵۴)

دوسری آیت: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ۔

(سورۃ الفتح آیت نمبر ۲۹)

۶۲۔ شین سے شروع ہونے والی چار آیتیں

امام کسائی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ قرآن میں کتنی آیات ایسی ہیں جن کے شروع میں شین آتا ہے؟ تو فرمایا چار آیات (۱) شَهْرُ رَمَضَانَ (۲) شَهِدَ اللّٰهُ (۳) شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ (۴) شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ

۶۳۔ سورہ انعام آیت نمبر ۱۲۴ وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ ع ۱۵ پڑھتے وقت اللہ کے دو لفظوں کے درمیان جو دعا بھی کی جائے قبول ہوتی ہے دعاء الجلالتین

رُسُلُ اللّٰهِ کے بعد یہ دعا کی جائے۔ (پھر آگے اللہ اعلم پڑھا جائے)

اللھم من الذی دعاك فلم تجبه ومن الذی استجارك فلم تجره

ومن الذي سألك فلم تعطه ومن الذي استعان بك فلم تعنه ومن الذي توكل عليك فلم تكفه يا غوثا ہ یا غوثا ہ یا غوثا ہ بك نستغيث اغثنا يا مغيث واهدنا هداية من عندك واقض حوائجنا واشف مرضانا واقض ديوننا واغفرلنا ولا بائنا ولا مهاتنا بحق القرآن العظيم والرسول الكريم برحمتك يا ارحم الراحمين۔

(ابواب الفرج ص ۱۲۶)

ترجمہ: اے اللہ! وہ کون ہے جس نے تجھ کو پکارا ہو اور تو نے اس کو لبیک نہ فرمایا ہو؟ وہ کون ہے جس نے تجھ سے پناہ مانگی ہو اور تو نے اس کو پناہ نہ دے دی ہو؟ وہ کون ہے جس نے تجھ سے کوئی چیز مانگی ہو اور تو نے اس کی مدد نہ کی ہو؟ وہ کون ہے جس نے تجھ سے مدد مانگی ہو اور تو نے وہ چیز اس کو عطا نہ فرمادی ہو؟ وہ کون ہے جس نے تیری ذات پر بھروسہ کیا ہو اور تو اس کو کافی نہ ہو گیا ہو؟ (ایسا کوئی بھی تو نہیں ہے) اے فریاد رس! اے فریاد رس! اے فریاد رس! تجھ ہی سے فریاد چاہتا ہوں اے فریاد رسی کرنے والی ذات ہماری فریاد رسی فرما اور اپنی طرف سے ہمیں خاص ہدایت عطا فرما ہماری ضرورتوں کو پورا فرما دے ہمارے بیماروں کو صحت دے دے' ہمارے قرضوں کو ادا فرما دے ہمیں اور ہمارے باپوں کو اور ہماری ماؤں کو بطفیل قرآن معظم و رسول مکرم بخش دے اپنی رحمت کے صدقہ میں اے رحم کرنے والوں میں سے سب سے بڑے اور زیادہ رحم فرمانے والے مولا!

۶۴- آٹھ قسم کی آیات

۱- اِنَّ اَعْظَمَ اٰيَةٍ فِى الْقُرْاٰنِ (اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَىُّ الْقَيُّوْمُ)

۲- وَاَعْدَلَ اٰيَةٍ فِى الْقُرْاٰنِ (اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى) الآية

۳- واخوف اية فى القراٰن (فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ)

۴۔ وارجى اٰية فى القراٰن (قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ) الاية......(رواه الشيرازى فى الألقاب وابن مردويه والهروى فى فضائل القراٰن عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ كنز العمال ج ١ ص ٣٧٤) وقيل: (وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى)

۵۔ واحزن اٰية فى القراٰن (مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ)

۶۔ واشد اية فى القرآن اى على اهل النار (فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا)

۷۔ وعن على كرم الله وجهه احب اٰية الى فى القرآن (اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ)

۸۔ وافضل اٰية فى القرآن (وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ) (الاتقان،۲/۲۰۵)

ترجمہ:

۱۔ قرآن میں سب سے عظیم الشان آیت آیۃ الکرسی ہے۔

۲۔ قرآن میں سب سے زیادہ عدل و انصاف سکھانے والی آیت اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ (نحل ۱۴،ع ۱۹) والی آیت ہے۔

۳۔ قرآن میں سب سے زیادہ خوف والی آیات فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ (زلزال) والی دو آیتیں ہیں۔

۴۔ قرآن میں سب سے زیادہ اُمیدِ نجات دلانے والی آیت قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ الآية۔ (الزمر ع ۶) اور بقول بعض وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ہے۔

۵۔ قرآن میں سب سے زیادہ حزن وغم یاد دلانے والی آیت مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ (نساء ۱۸،ع ۱۵) ہے۔

۶۔ قرآن میں دوزخیوں کے حق میں سب سے زیادہ سخت آیت فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ

اِلَّا عَذَابًا (النباء) ہے۔ (ابن مردویہ وغیرہ از ابن مسعود رضی اللہ عنہ)

۷۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ مجھے قرآن میں محبوب ترین آیت اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ (نساء ۷ع ۴ پارہ ۵ ع ۱۸) ہے۔

۸۔ اور میرے نزدیک قرآن میں افضل آیت وَمَا اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ (الشوریٰ ۴ ع ۵) ہے۔ (حاشیہ تبیان ص ۲۲۹)

۶۵۔ دفعِ وسوسہ کی آیت

جب دِل میں کسی وسوسہ کا اِحساس ہو تو یہ آیت پڑھو: ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔ (حاشیہ تبیان ص ۲۳۶)

۶۶۔ صرف ایک آیت والا مکمل رکوع

قرآن مجید میں ایک مکمل رکوع ایسا ہے جو صرف ایک آیت پر مشتمل ہے اور وہ ہے سورۂ مزمل کا دوسرا (آخری) رکوع۔

۶۷۔ سب سے زیادہ آیات والا رکوع سورۂ عبس کا ہے (۴۲ آیات)

قرآن مجید میں سب سے زیادہ آیات پر مشتمل رکوع سورۂ عبس کا ہے جس کی بیالیس آیتیں ہیں۔

۶۸۔ شین پر ختم ہونے والی دو آیتیں

اِمام کسائی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ کتنی آیات کے آخر میں شین ہے؟ تو جواب دیا دو میں

(۱) کَالْعِھْنِ الْمَنْفُوْشِ۔ (۲) لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ۔

۶۹۔ چار قسم کی آیات

قرآن مجید کی آیات بھی چار طرح کی ہیں۔

۱۔ طویلہ جن کے کلمات دس سے زیادہ ہوں۔

۲۔ متوسطہ جن کے کلمات تین سے دس تک ہوں

۳۔ مختصرہ دو کلموں کی آیات ہوتی ہیں

۴- قصیرہ جو ایک کلمہ کی ہوں

۷۰- بڑی سورتوں میں بڑی اور چھوٹی سورتوں میں چھوٹی آیات

ناظمہ میں ہے کہ بڑی بڑی سورتوں کی آیتیں طویل ہوتی ہیں اور ان کی کوئی آیت قصیرہ نہیں ہوتی۔ اور چھوٹی سورتوں میں چھوٹی چھوٹی آیتیں ہوتی ہیں اور ان کی مناسبت سے ان میں ایک کلمہ والی آیات بھی ہوتی ہے جیسے وَالضُّحٰی وغیرہ۔

۷۱- ایک کلمہ والی آیات

ایک کلمہ والی آیات زیادہ نہیں ہیں۔ صرف الرحمٰن اور اِسی سورت میں مدھا متن نیز پہلا الحاقۃ اور پہلا القارعۃ یہ چار مواقع ہیں جن میں ایک ایک کلمہ والی آیت ہے نیز وہ قسمیں ہیں جو سورتوں کے شروع میں ہیں اور ان کے مقسم بہ اپنے مابعد والی آیات کے سروں کے مناسب ہیں۔ ان موقعوں میں بھی ہر جگہ ایک ہی کلمہ کی آیت ہے جیسے وَالطُّوْرِ۔ وَالْفَجْرِ۔ وَالضُّحٰی۔ وغیرہ لیکن والتین اس سے مستثنیٰ ہے کہ یہ ایک کلمہ کی ایک آیت نہیں ہے اور وَالنَّجْمِ وَالْمُرْسَلٰتِ اور وَالنّٰزِعٰتِ وغیرہ چونکہ اپنے مابعد والی آیات کے موافق نہیں ہیں اس لیے یہ رؤسِ آیات بھی نہیں ہیں اور ان میں آیت ہونے کا شبہ بھی نہیں ہے۔

۷۲- قرآنی آیات کے سات اعداد و شماریات:

کوفی (۶۲۳۶) بصری عاصم جحدری کے شمار کے موافق (۶۲۰۴) اور ایوب بن متوکل کے شمار کے موافق (۶۲۰۵) ہیں۔ مدنی اوّل- یہ دو ہیں (i) شیبی کوفی (جو اکثر اہل مدینہ کی روایت ہے) اس کی رو سے (۶۲۱۷) یا (۶۲۱۸) یا (۶۲۱۹) ہیں۔ (ii) یزیدی بصری (جس کو نافع نے اپنے دونوں شیوخ (یزید و شیبہ) سے روایت کیا ہے اس کی رو سے (۶۲۱۳) یا (۶۲۱۴) یا (۶۲۱۵) مدنی آخر (۶۲۱۴) ہیں۔ مکی ایک قول پر (۶۲۱۹ اور دوسرے پر (۶۲۲۱) ہیں۔ شامی یہ دو ہیں۔ (i) دمشقی (۶۲۲۶) یا (۶۲۲۵) ہیں (ii) حمصی (۶۲۳۲) ہیں۔ فاحفظ ھذا

۷۳-سببِ اختلافِ آیات

آیات میں اختلاف کا سبب یہ ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ تلاوت فرماتے وقت توقیف کی بناء پر اوّل اوّل تمام آیات کے سروں پر وقف فرماتے تھے پھر جب سننے والوں کو ان مواقع کا علم ہوجاتا تھا تو بعد میں معنی کی رعایت کی بناء پر ان میں سے بعض مواقع میں وصل بھی فرمالیتے تھے جس کی وجہ سے نیا سننے والا یہ خیال کرلیتا تھا کہ یہاں آیت کا سرا نہیں ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

۷۴-آیات کی دس قسمیں اور شمارِ عائشہ میں کُل آیات

چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ کی تفصیل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے شمار میں قرآنی آیات کی کل تعداد ۶۶۶۶ ہیں، جن کی تفصیل یہ ہے۔
وعد کی ایک ہزار، وعید کی ایک ہزار، اوامر ایک ہزار، نواہی ایک ہزار، امثال ایک ہزار، قصص ایک ہزار، حلال دو سو پچاس، حرام دو سو پچاس، تسبیح ایک سو، نسخ چھیاسٹھ

ف: کوفی شمار میں ۶۲۳۶ ہیں، پھر شمارِ عائشہ رضی اللہ عنہا میں غیر کوفی ۱۲۷ منسوخ التلاوۃ ۶۶ آیاتِ بسملہ ۱۱۲، نیز مضامین مکررہ (اوامر ونواہی وغیرہ) کی ۱۲۵ آیات بھی شامل ہیں اِس طرح ان کا شمار ۶۶۶۶ پورا ہوگیا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

عجائباتِ حروف

۷۶-دو حائیں بلا فاصلہ دو جگہ

ایک ''ح'' کے بعد دوسری ''ح'' بلا فاصلہ قرآن میں صرف دو مقام پر آئی ہے۔ (۱) عقدة النكاح حتى سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۳۵ (۲) لا ابرح حتى سورہ کہف آیت نمبر ۶۰۔ (البرہان ج۱ ص ۲۵۵ بحوالہ فضائل حفظ قرآن ص ۱۹۰)

۷۶-دو غین بلا فاصلہ صرف ایک جگہ

قرآن مجید میں دو غین اکٹھے صرف ایک مقام پر آئے ہیں۔ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ

دِیۡنًا (آل عمران ۸۵ میں)

۷۷-ایک لفظ میں اکٹھے دو کاف صرف دو جگہ

دو کاف قرآن مجید میں اکٹھے ایک ہی کلمہ میں صرف دو جگہ آئے ہیں

(۱) مَنَاسِکَکُمۡ۔ (۲) مَا سَلَکَکُمۡ۔

۷۸-ایک آیت میں تئیس کاف

آیۃ الدین یعنی سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۸۲ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا تَدَایَنۡتُمۡ میں ۳۲ کاف آئے ہیں۔

۷۹-ایک آیت میں تینتیس مرتبہ میم

قرآن کریم میں ایک آیت ایسی ہے جس میں ۳۳ مرتبہ میم آیا ہے اور وہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸۲ اٰیۃ المداینۃ۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا تَدَایَنۡتُمۡ بِدَیۡنٍ ہے۔

۸۰-ایک آیت میں سولہ مرتبہ میم کا حرف

قرآن مجید کی سورۂ ہود کی آیت نمبر ۴۸ میں میم کا حرف سولہ مرتبہ آیا ہے جو قرآن مجید کی کسی بھی دوسری آیت میں اتنی مرتبہ نہیں آیا۔

۸۱-اکٹھی چار اور چھ میمات

قرآن مجید کی ایک سورت کی ایک آیت میں ایک ہی جگہ چار میم اور تشدید سمیت چھ میم اکٹھی آئی ہیں جو کسی دوسری جگہ نہیں۔ سورۂ ہود آیت نمبر ۴۸ میں اُمَمٍ مِّمَّنۡ مَّعَكَ۔

۸۲-صرف تین آیتوں والی پوری سورت میں دس واو

سورۂ والعصر میں تین آیات میں دس واو آئے ہیں۔

۸۳-سات سات حروف سیدھے اُلٹے برابر برابر

قرآن مجید میں دو جملے ایسے ہیں جن میں سات سات حروف سیدھے اُلٹے برابر ہیں انہیں سیدھا پڑھا جائے یا اُلٹا پڑھا جائے اُن میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ ایک رَبَّكَ

سورۂ ملک ۵ (معترک الاقرآن ج ا ص ۶۴۳، بحوالہ فضائل حفظ القرآن) لیکن آخری مقام میں چار شدات صرف ابو عمرو ہشام حمزہ کسائی امام خلف نیز ابن ذکوان کی قرأت پر ہیں جو ولقد کی دال کا زینا کی زا میں ادغام کرتے ہیں اُن کے علاوہ دوسرے قراء کے یہاں چار شدات کی بجائے تین شدات ہیں کیونکہ یہ حضرات ادغام کی بجائے اظہار کرتے ہیں۔

۸۷-سورۂ اخلاص میں صرف ایک زیر

قرآن مجید میں ایک سورت ایسی ہے جس میں زیر صرف ایک مرتبہ آئی ہے اور وہ ہے سورۂ اخلاص (لَمْ یَلِدْ میں)

۸۸-بعض دیگر عجائبات حرکات و سکنات قرآنیہ

چودہ اکٹھی دو دو زیریں سورۃ الوقعہ آیت نمبر ۲۸ سے آیت نمبر ۳۴ تک میں آئی ہیں ایک "پیش" سورۂ کوثر میں ہے، اکیس زبر اور ایک زیر والی سورت اخلاص میں ہے۔ اکٹھے دو ہمزے پیش والے سورۂ احقاف کے آخری رکوع کی آیت نمبر ۳۲ اولیاء اولئك میں آئے ہیں اکٹھی بائیس زبریں سورۃ الضحیٰ فَاٰوٰی وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی وَوَجَدَكَ عَآئِلًا میں آئی ہیں۔ اسی طرح آٹھ جزم میں ایک ایک حرکت کے فاصلے پر سورۂ حج آیت ۱۵ میں آئی ہے۔ (مفتاح القرآن ص ۱۹۴)

عجائب کتابت قرآن

قرآن کریم اپنے خط و رسم کے لحاظ سے بھی معجزہ ہے مسلمان خطاطوں نے قرآن مجید کو وقتاً فوقتاً اعلیٰ سے اعلیٰ اور نادر سے نادر صورت خطی و طریق کتابت میں لکھ کر اپنی عقیدت مندی کا ثبوت دیا ہے چنانچہ ذیل میں بطور نمونہ کے معجزانہ شانِ کتابت کے حامل بعض قرآنوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۸۹- قاری کرامت علی جونپوری ایک چاول پر پوری قُلْ هُوَ اللّٰهُ لکھ لیتے تھے۔ (تذکرہ قاریان ہند ج ا ص ۲۱۳)

۹۰- اِس قسم کے قرآنی نسخے تو بہت ہیں جن میں ہر صفحہ گول آیت پر ختم ہوتا ہے یا ہر

صفحہ کے شروع میں حرف واو ہے۔

۹۱-اعجاز الصنعت لاہور میں ایک حمائل شریف ہے جس کے ہر صفحہ کی گیارہ سطریں ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ صفحہ کی پہلی اور آخری سطر کا حرف ایک ہے علیٰ ہذا سطر نمبر ۲ و ۱۰ اور ۳ و ۹ اور ۴ و ۸ اور ۵ و ۷ ہم حرف ہیں۔

۹۲-سنہری قرآنِ مجید

یہ سبز رنگ کی نائیلون پر سونے کے تاروں سے تیار کیا گیا ہے ایک ایک پارہ کی جلد بندی کی گئی ہے زری قرآن کے کل صفحات بارہ صد چودہ ہیں اور اُن کا وزن تقریباً ساڑھے چار من ہے اندازہ یہ ہے کہ زری قرآن پاک کی تکمیل میں تین لاکھ روپے لاگت آئی ہے اور یہ تقریباً ایک ہزار سال تک اپنی اصلی حالت میں رہے گا یہ نسخہ اِسلامی یادگار کے طور پر پاکستان کے قومی عجائب گھر میں رکھا گیا ہے۔

۹۳-بڑی اور چھوٹی لکھائی

قرآن مجید لوح محفوظ میں تو بڑے بڑے حروف میں لکھا ہوا ہے جیسے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایک حرف ''کوہِ قاف'' کے برابر ہے (اور ہر حرف کے نیچے اتنے معانی ہیں کہ سوائے ذاتِ خداوندی کے اور کوئی ان کا احاطہ نہیں کر سکتا' یہی معنی ہیں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے اِس قول کے کہ ''اِنَّ ھٰذِهِ الْاَحْرُفَ سُتْرَةٌ لِّمَعَانِیْهِ''۔ یعنی یہ حروف اُس کے معانی کے لیے آڑ اور پردہ ہیں (از البرہان للزرکشی ج ۱ ص ۳۲۳) تو جیسا کلام کرنے والا اور جیسا کاتب ہوگا ویسی کتابت بھی ہوگی اللہ کی ذات لامحدود تو قلم بھی اس کا اعلیٰ ہوگا حروف بھی اس کے اتنے لمبے چوڑے ہوں گے کہ ہم تصور بھی نہیں کر سکتے تو بڑے بڑے موٹے حرفوں میں لوح محفوظ پر لکھا گیا اور احادیث میں فرمایا گیا کہ باریک حرفوں میں اِس کو حضرت اسرافیل علیہ السلام کی پیشانی پر لکھا گیا ہے حقیقت یہ ہے کہ آپ کلام کو موٹے حرفوں میں چھاپیں تو بھی آپ حق تعالیٰ شانہ کا اتباع کر رہے ہیں کہ اس نے بھی بڑے موٹے حرفوں میں لوح محفوظ میں لکھ دیا اور اگر آپ نے قرآن کو چھوٹے حرفوں میں چھاپا تو

حمائل بن گئی' اس کی نظیر بھی ہے کہ اسرافیل علیہ السلام کی پیشانی پر اس طرح لکھا گیا ہے وہ حمائل ہی تھی باریک باریک حرفوں سے اور آپ نے اس کو عکسی قرآن میں اور زیادہ باریک کر دیا وہ اتنی سی ڈبیا میں آ جاتا ہے کہ جیب میں رکھ لو بہت ہی چھوٹی قسم کی حمائل' تو مسلمانوں نے کلام خداوندی کے جتنے نقشے تیار ہو سکتے ہیں وہ سارے تیار کر دیئے' موٹے حرفوں میں بھی باریک حرفوں میں بھی۔

۹۴- ایک عجیب نمونہ قرآن

ایک صاحب کا بیان ہے کہ بڑودتہ میں ہم نے ایک قرآن شریف دیکھا ہے جو وہاں کی جامع مسجد میں محفوظ ہے اس کے اوراق کی لمبائی تقریباً ساڑھے تین گز ہے اور چوڑائی دو گز ہے ایک بڑی میز پر پندرہ سپارے رکھے ہوئے ہیں جو چھت تک پہنچ گئے دوسری میز پر پندرہ سپارے دوسرے رکھے ہوئے ہیں خدا جانے کاتب کو کیا سوجھی ہوگی؟ کون سا قلم لیا ہو گا؟ یعنی تقریباً چار چار انگشت چوڑے اس کے حروف ہیں تو چھت تک وہ قرآن شریف آ گیا تو مسلمانوں نے کوئی نمونہ نہیں چھوڑا قرآن کریم کے لکھنے میں' چوڑے حروف' باریک حروف' پتلے حروف' عکسی حروف ہر قسم کے نمونے مہیا کر دیئے۔

۹۵- پہلی سطر کے علاوہ باقی سطور کے شروع میں الف اور واو والے صرف تیس تیس ورقی دو نسخے

حافظ محمد حسین لاہوری (المتوفی بعد از ۱۰۸۰ ہجری) نے تیس ورق پر مشتمل ایک نسخہ قرآن اس صنعت سے تحریر کیا تھا کہ ہر صفحہ کی پہلی سطر کے علاوہ باقی تمام سطور حرف الف سے شروع ہوئی تھیں اسی طرح انہوں نے قرآنِ کریم کا ایک نسخہ اور لکھا یہ بھی تیس ورق پر ہی مشتمل تھا اور اس میں یہ صنعت ملحوظ رکھی گئی تھی کہ ہر صفحہ کی پہلی سطر کے علاوہ باقی تمام سطور "واؤ" سے شروع ہوئی تھیں محمد طاہر بن عبدالقادر کردی نے اپنی تالیف "تاریخ الخط العربی وآدابہ" میں مذکورہ دونوں نسخوں کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ دونوں نسخے آج سے چالیس پچاس سال پہلے تک مدینہ منورہ میں روضہ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں موجود تھے

حافظ محمد حسین ۱۰۸۰ تک زندہ تھے ان کے فرزند محمد روح اللہ لاہوری بھی کاتب قرآن تھے۔

(سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر ج ۲ ص ۷۶۷)

۹۶۔محمد روح اللہ لاہوری بن حافظ محمد حسین لاہوری نے ۱۱۰۹ھ میں ایک نسخہ قرآن پاک کا صرف پچاس دن میں تحریر کیا، (حوالہ بالا)

۹۷۔کئی مسلمان علماء اور صوفیاء نے خطاطی کا پیشہ اختیار کیا اور اسے درجۂ کمال تک پہنچایا چنانچہ مولانا علی متقی نے صرف ایک ورق پر قرآن مجید لکھا جو بخوبی پڑھا جاسکتا تھا۔

(سیارہ ڈائجسٹ ج ۱ ص ۲۷)

۹۸۔تین دِن میں پورے قرآن حکیم کی کتابت مع اعراب

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے ایک بزرگ شیخ جنید حصاری رحمۃ اللہ علیہ ہوئے ہیں آپ کا زمانہ سلاطین لودھی کا زمانہ ہے آپ جید عالم اور صاحبِ دل بزرگ تھے حافظِ قرآن بھی تھے آپ نے تحصیلِ علم سے فراغت حاصل کر کے حصار کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا وہاں سے اِسلام' علومِ اسلامیہ اور خاص طور پر قرآن پاک کی تعلیمات کی اشاعت شروع کی آپ نے ساری عمر درس و تدریس کا مشغلہ جاری رکھا کبھی کسی امیر یا صاحبِ ثروت کے آستانے پر نہیں گئے' خطاطی سے روزی پیدا کرتے تھے زود نویسی میں اس قدر کمال حاصل تھا کہ بعض لوگ اسے آپ کی کرامت پر محمول کرتے تھے چنانچہ صاحبِ اخبار الاخیار فرماتے ہیں کہ آپ تین دن میں پورا قرآن حکیم مع اعراب لکھ لیا کرتے تھے اس سے یہ مغالطہ نہیں ہونا چاہیے کہ آپ درس و تدریس کا مشغلہ ترک کر کے کتابت کیا کرتے تھے بلکہ درس و تدریس کے بعد فرصت کے وقت آپ یہ فریضہ سرانجام دیتے تھے۔

(جلد اوّل ص ۲۸)

۹۹۔القرآن الحکیم الفی: پندرھویں صدی ہجری کے شروع میں القرآن پرنٹرز پرائیوٹ لمیٹڈ بمبئی نمبر ۳ نے یہ قرآن پاک شائع کیا ہے جس کی ہر سطر بشکل الف شروع ہوتی ہے ۲۳ برس میں قرآن مجید نازل ہوا اس کا عام صفحہ تئیس سطری ہے نو طرح کے قدیم و جدید طرز کے حاشیوں کو نو طرح کے جواہرات کے رنگوں سے مزین کر کے تین ورق میں ایک پارہ اور جلی

قلم ہونے کے باوجود ایک سو پچاس صفحات میں مکمل قرآن مجید شائع کیا گیا ہے۔ قرآن مجید کی سات منزلیں ہیں' القرآن الحکیم الفی کی ۲۳×۳۶ سائز میں سات برس میں کتابت مکمل ہوئی نو طرح کے قدیم و جدید نقش و نگار حاشیوں کو جواہرات کے نو رنگوں سے سجایا ہے۔ فَلِلّٰهِ دَرُّهُمْ وَعَلَى اللّٰهِ اَجْرُهُمْ۔

۱۰۰۔ ہر سطر "الف" سے شروع ہر سطر "ک" پر ختم: منشی محمد الدین بن مولوی نظام الدین کا تحریر کردہ ایک قرآن مجید امرتسر سے شائع ہوا جس کی ہر سطر "الف" سے شروع ہوتی ہے ایک اور قرآن مجید ایسا تحریر کیا جس کی ہر سطح "ک" پر ختم ہوتی ہے۔

(سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر ج ۲ ص ۷۷۹، ۷۸۰)

۱۰۱۔ قرآن کریم میں ۲۶/انبیاء کا ذکر

قرآن مجید میں حضرت محمد ﷺ کا اسم مبارک چار مرتبہ اور احمد ﷺ ایک مرتبہ آیا ہے آپ ﷺ کے علاوہ مکمل قرآن میں پچیس انبیاء اور مرسلین کے اسماء گرامی درج ذیل تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں: حضرت آدم علیہ السلام کا اسم گرامی پچیس بار' حضرت ادریس علیہ السلام کا دو بار' حضرت نوح علیہ السلام کا انچاس بار' حضرت ہود علیہ السلام کا آٹھ بار' حضرت صالح علیہ السلام کا نو بار' حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام اکتہر بار' حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا بارہ مرتبہ' حضرت اسحٰق علیہ السلام کا سترہ بار' حضرت یعقوب علیہ السلام کا سولہ مرتبہ' حضرت یوسف علیہ السلام کا ستائیس بار' حضرت لوط علیہ السلام کا ستائیس بار' حضرت ایوب علیہ السلام کا چار مرتبہ' حضرت شعیب علیہ السلام کا گیارہ مرتبہ' حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک سو تینتیس بار' حضرت ہارون علیہ السلام کا انیس بار' حضرت داؤد علیہ السلام کا سولہ بار' حضرت سلیمان علیہ السلام کا سترہ بار' حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سات بار' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا چھتیس بار' حضرت عزیر علیہ السلام کا ایک بار' حضرت الیسع علیہ السلام کا دو بار' حضرت ذوالکفل علیہ السلام کا دو بار حضرت یونس علیہ السلام کا چھ بار' حضرت الیاس علیہ السلام کا تین بار' حضرت زکریا علیہ السلام کا سات بار۔

۱۰۲۔ بعض الفاظ اپنے بالمقابل الفاظ کی تعداد کے برابر

قرآن کریم میں بعض الفاظ اپنے بالمقابل الفاظ کی تعداد کے برابر مذکور ہیں مثلاً لفظِ

حیات اپنے مشتقات سمیت ۱۴۵ مرتبہ آیا ہے تو لفظ موت بھی اپنے مشتقات سمیت ۱۴۵ مرتبہ ہی آیا ہے اسی طرح کلمہ دنیا ۱۱۵ مرتبہ آیا ہے تو کلمہ آخرت بھی ۱۱۵ مرتبہ آیا ہے۔ ملائکہ کا لفظ ۸۸ مرتبہ آیا ہے تو شیاطین کا لفظ بھی ۸۸ مرتبہ آیا ہے اگر زکوٰۃ کا لفظ ۳۲ مرتبہ آیا ہے تو برکات کا بھی ۳۲ مرتبہ آیا ہے' عقل اور اس کے مشتقات کا ذکر ۴۹ مرتبہ آیا ہے تو نور اور اس کے مشتقات کا بھی ۴۹ مرتبہ آیا ہے (من اسرار القرآن-دکتور مصطفیٰ محمود) محمد کا لفظ چار دفعہ آیا ہے تو حور کا لفظ بھی چار دفعہ آیا ہے حضرت اسمٰعیل کا ذکر ۱۲ دفعہ آیا ہے تو انجیل کا لفظ بھی ۱۲ دفعہ ہی آیا ہے۔ (فضائل حفظ القرآن ص ۱۹۲)

۱۰۳- کلا، بلیٰ، نعَمْ کا عدد وقوع

قرآن مجید میں کلا کا لفظ ۳۳ مرتبہ' بلیٰ کا لفظ ۲۲ مرتبہ اور نعم کا لفظ ۴ مرتبہ آیا ہے

۱۰۴- اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ چھ مقامات پر

قرآن میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ درج ذیل چھ مقامات پر آیا ہے (۱) سورہ فاتحہ آیت نمبر ۱ (۲) سورہ انعام آیت نمبر ۴۵ (۳) سورۂ یونس آیت نمبر ۱۰ (۴) سورۃ الصافات آیت نمبر ۱۸۲ (۵) سورۃ الزمر آیت نمبر ۷۵ (۶) سورۂ غافر آیت نمبر ۶۵۔

۱۰۵- لفظ اِمام سات جگہ

تمام قرآن میں سات مقامات پر اِمام کا لفظ آیا ہے بقرہ ۱۲۴ / ہود ۱۷ / حجر ۷۹ / اسراء ۷۱ / فرقان ۷۴ / یٰسین ۱۲ / احقاف ۱۲۔

۱۰۶- یَاْلَمُوْنَ ایک جگہ اور تَاْلَمُوْنَ دو جگہ

قرآن مجید میں یَعْلَمُوْنَ اور تَعْلَمُوْنَ بہت جگہ آیا ہے لیکن یَاْلَمُوْنَ صرف ایک مرتبہ اور تَاْلَمُوْنَ صرف دو مرتبہ آیا ہے' سورۃ النساء آیت نمبر ۱۰۴ میں۔

۱۰۷- اِلَّا غُرُوْرًا چار مرتبہ

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ قرآن میں الا غـــرور کتنی بار آیا ہے؟ تو فرمایا چار مرتبہ' سورۂ نساء آیت نمبر ۱۲۰' سورہ اسراء آیت نمبر ۶۴' سورۂ احزاب آیت نمبر ۱۲' اور

فاطر آیت نمبر ۴۰۔

۱۰۸۔ یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ صرف دو مرتبہ

قرآن مجید یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ صرف دو مرتبہ آیا ہے اور یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ تیرہ جگہ آیا ہے۔

۱۰۹۔ حَکِیْمٌ عَلِیْمٌ پانچ مرتبہ

اِمام کسائی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ قرآن میں حَکِیْمٌ عَلِیْمٌ کتنی بار آیا ہے؟ تو فرمایا پانچ مرتبہ تین بار سورۂ اِنعام میں (آیت نمبر ۸۳ آیت نمبر ۱۳۹) ایک بار سورہ حجر آیت نمبر ۲۵ میں اور ایک بار سورۂ نمل آیت نمبر ۶ میں (لیکن یہ حَکِیْمٍ عَلِیْمٍ زیروں سے ہے نہ کہ پیشوں سے) نوٹ: زخرف آیت نمبر ۸۴ اور ذاریات نمبر ۳۰ میں اَلْحَکِیْمُ الْعَلِیْمُ ہے۔

۱۱۰۔ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ تیرہ جگہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تیرہ جگہ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ کہہ کر خطاب کیا گیا ہے وہ یہ ہیں۔ (۱ تا ۳) انفال آیت نمبر ۶۴، ۶۵، ۷۰ (۴) توبہ آیت نمبر ۷۳ (۵ تا ۹) احزاب نمبر ۱، ۲۸، ۴۵، ۵۹ (۱۰) ممتحنہ نمبر ۱۲ (۱۱) طلاق نمبر ۱ (۱۲، ۱۳) التحریم نمبر ۱، ۹

۱۱۱۔ چار جگہ قُلْ یٰٓاَیُّھَا

پورے قرآن میں چار جگہ قُلْ یٰٓاَیُّھَا آیا ہے۔ (۱) قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنْ کُنْتُمْ فِیْ شَکٍّ مِّنْ دِیْنِیْ سورہ یونس آیت نمبر ۱۰۴ (۲) قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَ کُمُ الْحَقُّ سورہ یونس آیت نمبر ۱۰۸ (۳) قُلْ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ ھَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ سورۂ جمعہ آیت نمبر ۶ (۴) قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ سورۂ کفرون آیت نمبر ۱۔

۱۱۲۔ لَا تَكُ صرف تین جگہ

قرآن مجید میں لا تکن بہت جگہ آیا ہے لیکن لا تك صرف تین مرتبہ آیا ہے۔
(۱) سورۂ ہود آیت نمبر ۱۷ (۲) سورۂ ہود آیت نمبر ۱۰۹ (۳) سورۂ نحل آیت نمبر ۱۲۷ میں۔

۱۱۳- مُشْرِقَیْنَ صرف دو مرتبہ

قرآن مجید میں مشرکین کا لفظ بہت مرتبہ آیا ہے لیکن مشرقین کا لفظ صرف دو مرتبہ آیا ہے پہلا سورۃ الحجر آیت نمبر ۷۳ میں اور دوسرا سورۃ الشعراء آیت نمبر ۶۰ میں۔

۱۱۴- اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ایک ساتھ دو مرتبہ

ایک آیت ایسی ہے جس میں جنت کا لفظ ایک ساتھ دو مرتبہ آیا ہے اور سورہ حشر کی آیت نمبر ۲۰ لَا یَسْتَوِیْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ہے۔

۱۱۵- دو جگہ یٰٓاَیُّهَا الْاِنْسَانُ

انفطار آیت نمبر ۶/ انشقاق آیت نمبر ۹

۱۱۶- قرآن کے حروف کے شماریات

۱- ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شمار پر تین لاکھ تیئیس ہزار چھ سو اکہتر (ابن جریج اور سعید بن جبیر سے بھی یہی منقول ہے)۔

۲- عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شمار میں تین لاکھ اکیس ہزار دو سو پچاس (یہی اہلِ کوفہ کا قول ہے نیز ہشام بن عمار کا شمار بھی یہی ہے۔)

۳- مجاہد کے قول پر تین لاکھ اکیس ہزار ایک سو اڑتیس۔

۴- عطاء بن یسار کے قول پر تین لاکھ تیئیس ہزار پندرہ۔

۵- یحییٰ بن حارث ذماری کے شمار میں تین لاکھ اکیس ہزار پانچ سو تیس حروف ہیں۔

بقول ابن مہران اختلافِ شمار حروف کا سبب یہ ہے کہ بعض حضرات نے ہر مشدد حرف کو دو حروف اور بعض نے صرف ایک حرف شمار کیا ہے علاوہ ازیں یہ اختلاف عثمانی مصاحف کی رسم کے اختلاف پر مبنی ہے۔ (مقدمہ شرح الخلاقی ص ۱۱۵، ۱۱۶) نیز بعض حروف مکتوبی ہیں اور بعض ملفوظی پس کسی نے ایک اعتبار سے شمار کیا اور کسی نے دوسرے لحاظ سے لہٰذا اس اختلاف سے قرآن مجید کے حروف کے شمار میں کمی و بیشی لازم نہیں آتی و نیز عدد آیات و کلمات وحروف میں اختلافِ علماء کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ بعض احرف سبعہ میں

سورت کے ساتھ نازل ہوئی ہے۔ تو جن حضرات نے اُن احرف سبعہ کے موافق قرأت کی ہے انہوں نے بِسۡمِ اللّٰہِ کو بھی شمار میں شامل کر لیا ہے بخلاف دوسرے حضرات کے جنہوں نے ان احرف سبعہ کے ماسوا کے موافق قرأت کی ہے انہوں نے بسم اللہ کو تعداد میں شامل نہیں کیا۔

۱۱۷۔ قرآن کے کلمات کے شماریات

۱۔ عطاء بن یسار کے شمار میں ستر ہزار چار سو انتالیس (اور یہ اہل مدینہ کی روایت ہے)

۲۔ اہل مکہ سے ابو ربیعہ کی روایت کے حساب سے سترہ ہزار چار سو ساٹھ ہیں۔

۳۔ یحییٰ بن حارث ذماری کے شمار کے مطابق اناسی ہزار دس کلمات ہیں۔

۴۔ عبداللہ بن عدی کا شمار اناسی ہزار انتالیس کلمات کا ہے۔

اختلاف کا سبب یہ ہے کہ الارض، الاخرۃ، الانھر اور الابرار جیسے کلمات کو بعض حضرات نے بمذہب کوفیین دو دو کلمات شمار کیا ہے کیونکہ اہل کوفہ الف ولام کو ایک مستقل کلمہ شمار کرتے ہیں جو تعریف کے معنیٰ کے لیے مقرر ہے لیکن اس کے برخلاف بعض دوسرے حضرات نے اِن کلمات کو بمذہب بصریین ایک ایک ہی کلمہ شمار کیا ہے کیونکہ اہل بصرہ صرف لام کو تعریفی قرار دیتے ہیں اور ہمزہ وصلی صرف ابتداء کیلئے ہے لہٰذا لام تعریفی کو مستقل کلمہ شمار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (از کتاب العدد ابوالقاسم عمر بن محمد بن عبدالکافی بحوالہ مقدمہ شرح العلامۃ المخلاتی علیٰ ناظمۃ الزہراز شیخ عبدالرزاق بن علی) دوسرا سبب اختلاف کا یہ ہے کہ بعض کلمات رسم قرآنی میں ایک اور عربیت کے لحاظ سے دو اور تین ہوتے ہیں نیز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو آٹھ مصاحف مختلف شہروں مین روانہ فرماتے تھے ان کے رسم بھی مختلف تھے اس بناء پر شمار میں اختلاف ہو جاتا ہے پس اس سے قرآن مجید مین کمی و زیادتی لازم نہیں آتی۔

فائدہ: امام ابوبکر احمد بن حسین بن مہران المقری فرماتے ہیں کہ حجاج بن یوسف نے بصرہ کے قراء کے پاس قاصد بھیج کر انہیں جمع کیا اور ان میں سے حسن بصری ابوالعالیہ، نصر بن عاصم، عاصم جحدری اور مالک بن دینار کو منتخب کر کے انہیں مکلّف کیا کہ قرآن کے کلمات و

حروف کو شمار کرو۔ یہ حضرات مسلسل چار مہینے شمار کے کام میں مشغول رہے اور بالآخر یہ سب حضرات اس پر متفق الرائے ہو گئے کہ کلمات ستر ہزار چار سو انتالیس اور کل حروف تین لاکھ تیئیس ہزار پندرہ ہیں۔ (البرہان فی علوم القرآن ج ۱ ص ۲۴۷)

۱۱۸- بعض مکرر کلمات کے چار چار مقامات کا تذکرہ

شنید میں آیا ہے کہ بعض عرب علاقوں میں حفظ کے امتحانات میں حضرات ممتحنین کچھ سوالات اس قسم کے بھی کرتے ہیں کہ پورے قرآن مجید میں مثلاً (جُنُكٌ ، حَبْلٌ) عربی کے یا عربی کے چار مقامات پیش کرو۔ یہ فصل ایسے ہی امتحانات کے شرکاء حفاظ کی سہولت کیلئے شامل کتاب کی گئی ہے۔ (شاذ و نادر بعض جگہ چار سے زائد مقامات کا ذکر بھی آ گیا ہے)۔

(ہمزہ) ۱- اَخٌ: ولہ اخ' وبنت الاخ' وبنت الاخ (نساء) باخ لکم' فقد سرق اخ (یوسف)

۲- اُختٌ: اواخت وبنت الاخت ولہ اخت (نساء) یاخت ھرون (مریم)

۳- اِفْكٌ: بالافك' ھذا افك (نور) الا افك (فرقان وسبا) و غیر ذلك

۴- اَمْس: بالامس (یونس) استنصرہ بالامس' نفسا بالامس' مکانہ بالامس (قصص)

۵- اِمَام: اماما (بقرہ) کتب موسیٰ' اماما (ہود واحقاف) لبامام (حجر) وغیرہ ذلک

۶- اُنَاس: کل اناس (بقرہ واعراف) انھم اناس (اعراف ونمل) وغیرہ ذلک

۷- اَیْکَۃ: حجر' شعراء' ص' ق

(ب)

۸- بَاس: وحین الباس (بقرہ) باس الذین (نساء) باس بعض (انعام) اولی باس (اسراء) وغیرہ ذلک

۹- اَلْبَحْرَیْن: مجمع البحرین (کہف) مرج البحرین (فرقان ورحمٰن) بین البحرین (نمل)

۱۰- بَرْق: وبرق' یکاد البرق (بقرہ) یریکم البرق (رعد وروم)

سورت کے ساتھ نازل ہوئی ہے۔ تو جن حضرات نے اُن احرف سبعہ کے موافق قرأت کی ہے انہوں نے بِسْمِ اللّٰہِ کو بھی شمار میں شامل کر لیا ہے بخلاف دوسرے حضرات کے جنہوں نے ان احرف سبعہ کے ماسوا کے موافق قرأت کی ہے انہوں نے بسم اللہ کو تعداد میں شامل نہیں کیا۔

۱۱۷۔ قرآن کے کلمات کے شماریات

۱۔ عطاء بن یسار کے شمار میں ستر ہزار چار سو انتالیس (اور یہ اہل مدینہ کی روایت ہے)

۲۔ اہل مکہ سے ابو ربیعہ کی روایت کے حساب سے سترہ ہزار چار سو ساٹھ ہیں۔

۳۔ یحییٰ بن حارث ذماری کے شمار کے مطابق اناسی ہزار دس کلمات ہیں۔

۴۔ عبداللہ بن عدی کا شمار اناسی ہزار انتالیس کلمات کا ہے۔

اختلاف کا سبب یہ ہے کہ الارض، الاخرۃ، الانھر اور الابرار جیسے کلمات کو بعض حضرات نے بمذہب کوفیین دو دو کلمات شمار کیا ہے کیونکہ اہل کوفہ الف ولام کو ایک مستقل کلمہ شمار کرتے ہیں جو تعریف کے معنی کے لیے مقرر ہے لیکن اس کے برخلاف بعض دوسرے حضرات نے اِن کلمات کو بمذہب بصریین ایک ایک ہی کلمہ شمار کیا ہے کیونکہ اہل بصرہ صرف لام کو تعریفی قرار دیتے ہیں اور ہمزہ وصلی صرف ابتداء کیلئے ہے لہٰذا لام تعریفی کو مستقل کلمہ شمار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (از کتاب العدد ابو القاسم عمر بن محمد بن عبد الکافی بحوالہ مقدمہ شرح العلامۃ المخلاتی علیٰ ناظمۃ الزہراز شیخ عبدالرزاق بن علی) دوسرا سبب اختلاف کا یہ ہے کہ بعض کلمات رسم قرآنی میں ایک اور عربیت کے لحاظ سے دو اور تین ہوتے ہیں نیز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو آٹھ مصاحف مختلف شہروں مین روانہ فرماتے تھے ان کے رسم بھی مختلف تھے اس بناء پر شمار میں اختلاف ہو جاتا ہے پس اس سے قرآن مجید مین کمی و زیادتی لازم نہیں آتی۔

فائدہ: امام ابو بکر احمد بن حسین بن مہران المقری فرماتے ہیں کہ حجاج بن یوسف نے بصرہ کے قراء کے پاس قاصد بھیج کر انہیں جمع کیا اور ان میں سے حسن بصری ابو العالیہ نصر بن عاصم، عاصم جحدری اور مالک بن دینار کو منتخب کر کے انہیں مکلّف کیا کہ قرآن کے کلمات و

حروف کو شمار کرو۔ یہ حضرات مسلسل چار مہینے شمار کے کام میں مشغول رہے اور بالآخر یہ سب حضرات اس پر متفق الرائے ہو گئے کہ کلمات ستر ہزار چار سو انتالیس اور کل حروف تین لاکھ تیئیس ہزار پندرہ ہیں۔ (البرہان فی علوم القرآن ج ا ص ۲۴۷)

۱۱۸- بعض مکرر کلمات کے چار چار مقامات کا تذکرہ

شنید میں آیا ہے کہ بعض عرب علاقوں میں حفظ کے امتحانات میں حضرات ممتحنین کچھ سوالات اس قسم کے بھی کرتے ہیں کہ پورے قرآن مجید میں مثلاً (جُنكٌ ' حَبْلٌ) عربی کے یا عربی کے چار مقامات پیش کرو، یہ فصل ایسے ہی امتحانات کے شرکاء حفاظ کی سہولت کیلئے شاملِ کتاب کی گئی ہے۔ (شاذ و نادر بعض جگہ چار سے زائد مقامات کا ذکر بھی آ گیا ہے)۔

(ہمزہ) ۱- اَخٌ: وله اخ' وبنت الاخ' (نساء) باخ لكم' فقد سرق اخ (یوسف)

۲- اُختٌ: او اخت وبنت الاخت وله اخت (نساء) یاخت هرون (مریم)

۳- اِفْكٌ: بالافك' هذا افك (نور) الا افك (فرقان وسبا) و غیر ذلك

۴- اَمْس: بالامس (یونس) استنصره بالامس' نفسا بالامس' مكانه بالامس (قصص)

۵- اِمَام: اماما (بقرہ) كتب موسىٰ اماما (ہود و احقاف) لبامام (حجر) وغیرہ ذلک

۶- اُنَاس: كل اناس (بقرہ و اعراف) انهم اناس (اعراف و نمل) وغیرہ ذلک

۷- اَیْكَة: حجر' شعراء' ص' ق

(ب)

۸- بَاس: وحين الباس (بقرہ) باس الذين (نساء) باس بعض (انعام) اولی باس (اسراء) وغیرہ ذلک

۹- اَلْبَحْرَیْن: مجمع البحرين (کہف) مرج البحرين (فرقان و رحمٰن) بين البحرين (نمل)

۱۰- بَرْق: وبرق' يكاد البرق (بقرہ) يريكم البرق (رعد و روم)

۱۱- بُكْرَة: بكرة وعشيا (مريم) بكرة واصيلا (فرقان واحزاب) وغير ذٰلك۔

۱۲-بَلْدَة: بلدة ميتا (فرقان، زخرف، ق) بلدة طيبة (سبا) وغیرذٰلک۔

۱۳-بَنُوْن: المال والبنون (کہف) ولا بنون (شعراء) ولهم البنون (صفت) ولكم البنون (طور)

۱۴-بَيْضَآء: هي بيضاء (اعراف وشعراء) تخرج بيضاء (طٰہٰ و نمل) وغیرذٰلک۔

(ت)

۱۵-تِجَارَة: بقره، نساء، تجارة تخشون (توبہ) لا تلهيهم تجارة (نور) وغير ذٰلك۔

۱۶- تُرَاب: عليه تراب (بقره) من تراب (آلِ عمران، کہف، حج) وغير ذٰلك۔

(ث)

۱۷-ثُبُوْرًا: تین جگہ (فرقان) ایک جگہ (انشقاق)

۱۸-ثَمَانِيَة: انعام، زمر، حاقه۔

(ج)

۱۹-جَبَل: علٰى كل جبل (بقره) الى الجبل، للجبل، نتقنا الجبل (اعراف) وغير ذٰلك۔

۲۰-جَدِيْد: رعد، ابراہیم، سجدہ، سباوغیرذٰلک۔

۲۱-جَسَدًا: عجلا جسدا (اعراف وطٰہٰ) وما جعلنهم جسدا (انبياء) علٰى كرسيه جسدا (ص)

۲۲-جَمِيْلاً: سراحا جميلا (احزاب۲) صبرا جميلاً (معارج) هجرا جميلاً (مزمل)۔

۲۳-جُنْد: من جند، لهم جند (یٰسین) جند ما هنا لك (ص) انهم جند (دخان) وغیرذٰلک۔

۲۴-جُوْع: والجوع (بقرہ) لباس الجوع (نحل) من جوع (غاشیہ وقریش)

(ح)

۲۵-حُبّ: کحب اللہ (بقرہ) حب الشہوت (آل عمران) حب الخیر (ص) لحب الخیر (عادیت)۔

۲۶-حَبًّا: انعام' یٰسین' نباء' عبس۔

۲۷-حَبَّة: کمثل حبة' مائة حبة (بقرہ) ولا حبة (انام) مثقال حبة (انبیاء و لقمن)

۲۸-حَبْل: بحبل اللہ' الا بحبل من اللہ و حبل (آل عمران) من حبل الورید (ق) وغیر ذٰلک۔

۲۹-حِجَاب: وبینھما حجاب (اعراف) من ورآء حجاب (احزاب وشوریٰ) توارت بالحجاب (ص)

۳۰-حُجَّة: عَلَیْکُمْ حجة (بقرہ) علی اللہ حجة (نساء) الحجة البالغة (انعام) لا حجة (شوریٰ)

۳۱-حَدِیْد: زبر الحدید (کہف) من حدید (حج) لہ الحدید (سبا) حدید (ق) وغیر ذٰلک۔

۳۲-حَرْب: بحرب (بقرہ) للحرب (مائدہ) فی الحرب (انفال) حتیٰ تضع الحرب (محمد)

۳۳-حُرُم: وانتم حرم (مائدہ۲) الا شھر الحرم' اربعة حرم (توبہ)

۳۴-حزب: حزب اللہ (مائدہ ومجادلہ) کل حزب (مؤمنون وروم) وغیر ذٰلک۔

۳۵-حَسْرَة: ذٰلک حسرة (آل عمران) علیھم حسرة (انفال) یوم الحسرة (مریم) یحسرة (یٰسین) وغیر ذٰلک۔

۳۶-حِلْیَة: رعد' نحل' فاطر' زخرف۔

۳۷-حَنِیْفًا: بقرہ' آل عمران۲' نساء وغیر ذٰلک۔

۳۸-حُوْر: دخان' طور' رحمٰن' واقعہ۔

(خ)

۳۹-خَزَائِنِ اللہ (انعام وہود) علیٰ خزائن الارض (یوسف) خزائن رحمۃ ربی (اسراء) وغیر ذلك۔

۴۰-خُضْر: یوسف ۲، رحمٰن، دھر۔

۴۱-خَالِصَۃ: بقرہ، انعام، اعراف، احزاب، وغیرذٰلک۔

۴۲-خَلَآئِف: خلٰئف الارض (انعام) خلٰئف فی الارض (یونس وفاطر) وجعلنھم خلٰئف (یونس) وغیرذٰلک۔

۴۳-خِیْفَۃ: اعراف، ہود، طٰہٰ، ذٰریٰت۔

۴۴-خَیْل: والخیل (آل عمران ونحل) ومن رباط الخیل (انفال) من خیل (حشر)

(د)

۴۵-دَاْب: آل عمران، انفال ۲، مثل داب (غافر)

۴۶-دَوَآبّ: انفال ۲، والدوآب (حج وفاطر)

۴۷-دَرَجَۃ: بقرہ، نساء، توبہ، حدید

۴۸-دَم: والدم (بقرہ، اعراف، نحل) والدم (مائدہ) وغیرذٰلک۔

۴۹-دَیْن: بدین (بقرہ) او دین ۴ (نساء)

۵۰-دِیْنًا: آل عمران، نساء، مائدہ، انعام

(ذ)

۵۱-ذَرَّۃ: مثقال ذرۃ (نساء، سبا، زلزال ۳) وغیرذٰلک۔

۵۲-ذَھَب: آل عمران، توبہ، کہف، حج، وغیرذٰلک۔

۵۳-رُءْیَا: للرء یا (یوسف) الرء یا (اسراء، صفت، فتح)

۵۴-رِجْز: علیھم الرجز، عنا الرجز، عنھم الرجز (اعراف) رجز الشیطٰن (انفال) وغیرذٰلک۔

۵۵-رِجْس: رجس (مائدہ'انعام'اعراف'توبہ)وغیرذٰلک۔

۵۶-رَجْفَۃ'فاخذتھم الرجفۃ(اعراف وعنکبوت)فلما اخذتھم الرجفۃ(اعراف)

۵۷-رَجِیْم: آل عمران'حجر'نحل'وغیرذٰلک۔

۵۸-رِسٰلٰت:اعراف'رِسٰلٰتِ اللہِ(احزاب)وغیرذٰلک۔

۵۹-رُعْب: آل عمران'انفال'احزاب'حشر

(ز)

۶۰-زُرْع:والزرع(انعام)وزرع (رعد)غیر ذی زرع(ابراہیم)بہ الزرع (نحل) وغیرذٰلک۔

۶۱-زَوْج:نساء'حج'شعراء'وغیرذٰلک۔

۶۲-زَیْتُوْن:انعام'نحل'والزیتون(تین)

(س)

۶۳-سَآئِل:ذریت'معارج'ضحٰی۔

۶۴-سَبْت:فی السبت (بقرہ نساء'اعراف)اصحب السبت (نساء)وغیرذٰلک۔

۶۵-سَبْعَۃ:وسبعۃ(بقرہ)سبعۃ ابواب(حجر)سبعۃ(کہف)سبعۃ ابحر(لقمان)

۶۶-سُبُلًا:نحل'طٰہٰ'انبیاء'زخرف'وغیرذٰلک۔

۶۷-سَقَر:قمر'مدثر۳(سا صلیہ'وما ادرك'ماسلکم)

۶۸-سَلٰمًا:قالوا سلما(ہود'فرقان)فقالو سلما (حجر)الا سلما (مریم)وغیر ذٰلک۔

۶۹-سَنَۃ:الف سنۃ(بقرہ'عنکبوت'معارج)اربعین سنۃ(مائدہ'احقاف)وغیرذٰلک۔

(ش)

۷۰-شَعَآئِر:من شعائر اللہ (بقرہ وحج) شعائر اللہ(مائدہ وحج)

۷۱-شِقَاق:فی شقاق(بقرہ وفصلت)لفی شقاق (بقرہ وحج)وغیرذٰلک۔

۷۲-شِمَال: ذات الشمال (کہف۲) عن یمین و شمال (سبا) وعن الشمال (ق) وغیر ذٰلک۔

۷۳-شِیَعاً: انعام، قصص، روم

(ص)

۷۴-صُبْح: ہود، مدثر، تکویر۔

۷۵-صَبَّار: ابراہیم، لقمان، سبا، شوریٰ۔

۷۶-صُحُف: مافی الصحف (طٰہٰ) صحف موسیٰ (نجم) فی صحف (عبس) واذا الصحف (تکویر) وغیرذٰلک۔

۷۷-صَدَقَة: او صدقة، من صدقة (بقرہ) بصدقة (نساء) صدقة تطهرهم (توبہ) وغیرذٰلک۔

۷۸-صَعِیدًا: نساء، مائدہ، کہف۲

۷۹-صَفًّا: علٰی ربك صفا (کہف) ثم ائتوا صفا (طٰہٰ) صفا (صٰفّٰت وصف) وغیر ذٰلک۔

۸۰-صَلَوات: صلوات، علی الصلوات (بقرہ) وصلوات الرسول (توبہ) وصلوات (حج)

۸۱-صَیْد: محلی الصید، من الصید، لا تقتلوا الصید، صید البحر (مائدہ) وغیر ذٰلك۔

(ض)

۸۲-ضِعْف: لکل ضعف (اعراف) ضعف الحیاة وضعف الممات (اسراء) جزاء الضعف (سباء)

۸۳-ضَعِیفًا: بقرہ، نساء۲، ہود۔

۸۴-ضُعَفَآء: بقرہ، توبہ، ابراہیم، غافر۔

(ط)

۸۵-طُغْیَانًا: مائدہ' اسراء' کہف۔

۸۶-طَوْعًا: آل عمران' توبہ' رعد' فصلت۔

(ظ)

۸۷-ظُلَل: فی ظلل (بقرہ) کالظلل (لقمان) ظلل (زمر)

۸۸-ظَهِيْرًا: اسراء' فرقان' قصص ۲۔

۸۹-عَبْدًا: عبد اللہ (نساء) عبدا مملوکا (نحل) عبد اشکور (اسراء) فوجدا عبدا (کہف) وغیر ذلک۔

۹۰-عِبْرَۃً: آل عمران' یوسف' نحل' مؤمنون' وغیر ذلک۔

۹۱-عُدْوَان: والعدوان (بقرہ ومائدہ وغیرہما) فلا عدوان (بقرہ وقصص)

۹۲-عَشِيًّا: مریم' روم' غافر۔

۹۳-عُصْبَۃٌ: یوسف ۲' نور' بالعصبۃ (قصص)

۹۴-عَطَآء: ہود' اسراء ۲' نباء۔

۹۵-عِلِيِّيْنَ: یوسف' انبیاء ۲' روم۔

۹۶-عَلَّام: مائدہ ۲' توبہ' سبا۔

۹۷-عَلَانِيَۃً: بقرہ' رعد' ابراہیم' فاطر۔

۹۸-عُلُوًّا: اسراء ۲' نمل' قصص۔

۹۹-عَهْدًا: عند اللہ عہدا' عاھدوا عہدا (بقرہ) عند الرحمن عہدا (مریم)

(غ)

۱۰۰-غَدًا: یوسف' کہف' لقمان' قمر

۱۰۱-غُرُوْر: متاع الغرور (آل عمران وحدید) بغرور (اعراف) فی غرور (ملک)

۱۰۲-غُرُوْرًا: نساء' انعام ع ۱۴' اسراء' احزاب وغیر ذلک۔

۱۰۳-غَلِيْظ: غليظ القلب 'آل عمران)من عذابٍ غليظٍ (ہود وفصلت)عذابٌ غليظ (ابراہیم)وغیرذٰلک۔

۱۰۴-غَمَام:علیکم الغمام (بقرہ) من الغمام (بقرہ) علیهم الغمام (اعراف) بالغمام (فرقان)۔

(ف)

۱۰۵-فَرِيْضَة:فريضة (بقرہ۲'نساء۲'۲ع'۱۳ع'۴ع'۱ع)وغیرذٰلک۔

(ق)

۱۰۶-قُبُوْر: فی القبور (حج'فاطر'عٰدیٰت)من اصحب القبور (ممتحنہ)وغیرذٰلک۔

۱۰۷-قِبْلَة: وما جعلنا القبلة'قبلة ترضها 'قبلة بعض (بقرہ)بیوتکم قبلة (یونس)

۱۰۸-قَرْنٍ:انعام'مریم۲'ص'وغیرذٰلک۔

۱۰۹-قَارُوْن: ان قارون'ما اوتی قارون (قصص)وقارون (عنکبوت وغافر)۔

۱۱۰-قَصَص:لهو القصص (آل عمران)فاقصص القصص (اعراف)احسن القصص (یوسف)علیه القصص (قصص)

۱۱۱-قِصَاص:علیکم القصاص' فی القصاص'قصاص' (بقرہ)والجروح قصاص (مائدہ)

۱۱۲-قَلْب:القلب (آل عمران)بقلب (شعراء'صفّٰت'ق)وغیرذٰلک۔

۱۱۳-قَيِّم'القيم (توبہ'یوسف'روم) للدين القيم (روم)

۱۱۴-قِيَامًا:قيما وقعودا (آل عمران ونساء)لكم قيما (نساء)مائدہ وغیرذٰلک

(ک)

۱۱۵-كِبَر: واصابه الكبر (بقرہ)وقد بلغنی الكبر (آل عمران) علی الكبر (ابراہیم)مسنی الكبر (حجر)وغیرذٰلک۔

۱۱۶-كَذَّابٌ:سحر كذاب (ص وغافر)مسرف كذاب (غافر)كذاب اشر (قمر)

۱۱۷-کَرْب: ومن کل کرب (انعام) من الکرب العظیم (انبیاء وصفت)

۱۱۸-کَرِیْمًا: مدخلا کریما (نساء) قولا کریما (اسراء) رزقا کریما، اجرا کریما (احزاب)

۱۱۹-کِسَفًا: اسراء، شعراء، روم، سبا۔

۱۲۰-کَافِر: اوّل کافر، وھو کافر (بقرہ) وکان الکافر (فرقان) فمنکم کافر (تغابن) (وغیرذٰلک)

۱۲۱-کَلِم: الکلم (نساء، مائدہ) الکلم الطیب (فاطر)

۱۲۲-کَیْدًا: یوسف، انبیاء، صفّت، طور وغیرذٰلک

(ل)

۱۲۳-لِبَاسٌ: بقرہ، ولباس التقوی (اعراف) لباس الجوع (نحل)

۱۲۴-لَعِبٌ: انعام، عنکبوت، محمد ﷺ، حدید

(م)

۱۲۵-مَجِیْدٌ: ہود، ق، بروج ۲

۱۲۶-مِرْیَةٍ: ہود ۲، حج، سجدہ، وغیرذٰلک

۱۲۷-مِصْرَ: یونس، یوسف ۲، زخرف

۱۲۸-مَعِیْنٍ: مؤمنون، صفّت، واقعہ، ملک

۱۲۹-مَکِیْن: مکین امین، (یوسف) فی قرار مکین (مؤمنون ومرسلت) مکین (تکویر)

۱۳۰-مَلَکُوْت: ملکوت السمٰوٰت (انعام) فی ملکوت السمٰوٰت (اعراف) ملکوت کل شیءٍ (مؤمنون ویٰسین)

۱۳۱-مَمْنُوْنٍ: فصلت، قلم، انشقاق، تین

۱۳۲-مَھِیْن: من ماء مھین (سجدہ ومرسلت) ھو مھین (زخرف) کل حلاف مھین

(قلم)

۱۳۳-مَیْتًا: انعام' فرقان' زخرف' حجرات' وغیرذٰلک

۱۳۴-مَوْج: الموج (یونس ہود) فی موج (ہود) موج (نور) وغیرذٰلک

(ن)

۱۳۵-نَبَات: به نباتَ (انعام) به نباتُ (یونس کہف) من نباتٍ (طٰہ)

۱۳۶-نَجْم: نحل' نجم' رحمٰن' طارق

۱۳۷-نُزُلاً: آل عمران' کہف۲: ۳ع ۱۲' سجدہ

۱۳۸-نِصْف: فنصف ما (بقرہ) فلها النصف' نصف ما ترك' فعيلهن نصف (نساء) نصب ما ترك (نساء)

۱۳۹-نُفُوْرًا: اسراء' فرقان' فاطر

(و)

۱۴۰-وَبَال: وبال امرہٖ (مائدہ) وبال امرهم (حشر وتغابن) وبال امرها (طلاق)

۱۴۱-وِزْرَ: انعام' اسراء' فاطر' زمر' وغیرذٰلک

۱۴۲-وَقْرًا: انعام' اسراء' کہف' لقمان

۱۴۳-وِلْدَان: والولدان (نساء۳) ولدان (واقعہ) وغیرذٰلک

(ھ)

۱۴۴-ھَاتُوْا: بقرہ' انبیاء' نمل' قصص

۱۴۵-ھَدْی' من الهدى (بقرہ) يبلغ الهدى (بقرہ) ولا الهدى (مائدہ) غیر ذلك

۱۴۶-هُنَالِكَ: هنالك دعا (آل عمران) فغلبوا هنالك (اعراف) هنالك تبلوا (یونس) هنالك الولاية (کہف) وغیرذٰلک۔

۱۴۷-هَنِيْئًا: نساء' طور' حاقہ' مرسلت۔

۱۴۸-هُوْن: عذاب الهون (انعام واحقاف) علٰی هونٍ (نحل) العذاب الهون (فصلت)

(ی)

۱۴۹-یَد: بید اللہ (آل عمران وحدید) ید اللہ (مائدہ وفتح) وغیر ذلک۔

۱۵۰-یَقِیْن: الیقین (حجر ومدثر) یقین (نمل) حق الیقین (واقعہ) وغیر ذلک۔

۱۵۱-یُوْنُس: نساء، انعام، یونس، صٰفّٰت

(ملخص از المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم، بحوالہ فضائل حفاظ القرآن)

علم تجوید وقرأت کی ضرورت

کائنات کی لامحدود وسعتیں، آسمان کے ستارے، چاند کی چمک، سورج کی روشنی، ستاروں کی چشمک خالق وقادر کی عظمت ورفعت پر شاہد وگواہ ہیں۔ قرآن اسی عظیم ورفیع ہستی کے کلام کا نام ہے۔ کلام کی عظمت کا اندازہ متکلم کی بزرگی ومنزلت سے لگایا جاسکتا ہے۔ آقائے کائناتِ نے اس تجزیے کو یوں بیان فرمایا ہے جس طرح خالق تمام مخلوق سے بلند وبرتر ہے۔ اسی طرح کلام خالق مخلوق کے کلام سے ممتاز وبالا ہے یعنی کلام الاعلٰی، اعلی الکلام۔ خود خداوند قدوس نے قرآن مجید کے متعلق بیان فرمایا:

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ (۲۱:۵۹)

"اگر ہم قرآن کو پہاڑ کے سینے پر اتارتے تو اس کا سینہ پارہ پارہ ہوجاتا۔"

اس کے دل کے ٹکڑے اڑ جاتے، نظر انتخاب حضرت انسان پر پڑی اور یہ چشمہ ہدایت اسے تفویض ہوا اور جب اسے سب سے عظیم مجوّد قاری نے پڑھا تو زمین وآسمان وجد میں آگئے۔ ملائکہ دم بخود رہ گئے جنوں کے لبوں پر سکوت کی مہریں لگ گئیں انسان جھک پڑے۔

دریا کا جوش رک گیا طوفان تھم گیا
جو تھا جہاں لرز کے اسی جا پہ جم گیا

یہاں تک کہ خود رب العالمین نے کان لگا لئے۔ (جیسا اس کی شان کے لائق ہے)

بخاری و مسلم میں مروی ہے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا:

ما اذن اللّٰہ ما اذن لنبی حسن الصوت بالقرآن یجھر بہ۔

اور پھر اس وقت اگر بڑے سے بڑا دشمن بھی آیا تو اس کا دل بے قابو ہو گیا اور جب اٹھا تو اپنا سب کچھ نثار کر چکا تھا اور اس میں اتنی جاذبیت تھی کہ جس نے ایک دفعہ سن لیا۔ خواہ وہ ابو جہل، عتبہ اور شیبہ جیسے معارض و منافقین ہی کیوں نہ ہوں۔ دوبارہ سننے پر مجبور ہو گئے اور جب آپس میں نظریں ملیں تو بے اختیار کہہ اٹھے معلوم نہیں محمد کی زبان میں کون سا جادو ہے کہ باوجود عناد کے کھنچے چلے آتے ہیں۔" اب دیکھنا یہ ہے کہ اس مجودِ اعظم، صاحب قرآن ﷺ کے پڑھنے کا انداز کیا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقرء القرآن بالقطع و یمدّ مدًا۔

آپ قرآن مجید کی آہستہ آہستہ اور الفاظ کو علیحدہ علیحدہ کر کے تلاوت فرماتے تھے۔

اسی تحدید و تمدید کا نام تجوید ہے (جسے عرف عام میں قرأت کہا جاتا ہے اور یہی تعدیل جس کے متعلق اللہ سبحانہٗ نے بصیغۂ امر ارشاد فرمایا ورتل القرآن ترتیلا ؕ قرآن حکیم کو ترتیل سے پڑھو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ترتیل کی تفسیر یوں فرماتے ہیں۔ الترتیل ھو تجوید الحروف و معرفۃ الوقوف ۔ ترتیل جودت الفاظ اور معرفت وقوف کا نام ہے۔ اور تجوید کہتے ہیں اداء الحروف من مخارجھا ۔ حروف کا ان کے مخارج سے ادا کرنا یا یوں سمجھ لیجئے کہ ادائیگی حروف اسی انداز اور طریقے سے ہو جس کو اہل زبان نے وضع کیا تھا اور جس سے یہ معرفت حاصل ہوتی ہے اس کو فن قرأت سے پکارا جاتا ہے۔ اس فن کا سیکھنا عجمیوں کے لئے خصوصاً بہت اہم ہے۔ کیونکہ عربی سے عدم واقفیت کی بنا پر حروف میں فرق و تمیز نہیں ہو سکتی۔ پھر عربی زبان بھی ایسی ہے جس میں صورت حروف بدلنے سے معنی بھی بدل جاتا ہے جیسے "ضلال" بالضاد اس کے معنی گمراہی اور ہلاکت کے ہیں۔ اگر یہی ضلال ظاؔ کے ساتھ ہو "ظلال" بالکسر، سایہ دار چیزوں کو کہتے ہیں۔ "ضرب" اگر ضاد کے ساتھ ہو تو چلنا بیان کرنا اور مارنا اور اگر زاؔ کے ساتھ ہو تو "زرب" تیزی اور مویشیوں کے باڑے میں بند کرنے کے معنے میں استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح "وثق" اگر ثاؔ کے ساتھ ہو تو بھروسہ کرنا اور

اگر ''وسق'' سین کے ساتھ ہوتو ایک معروف پیمانے کے معنی ہو جاتے ہیں۔ یہ اور اس قسم کے سینکڑوں الفاظ ایسے ہیں جن کی صرف آواز بدلنے سے معنی میں تبدیلی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ''مَلِک'' بکسر لام ہو تو بادشاہ، اگر یہی لفظ بسکون لام وبضم المیم کے ''مُلْک'' ہو تو بمعنی مملکت بن جاتا ہے مثلاً اَنْعَمْتَ۔ بفتح التاَ مخاطب کے لئے ہے اگر انعمت بضم التاَ ہو جائے تو واحد متکلم کے معنی دے گا اور اگر انعمت بکسر التاَ ہو تو ضمیر واحد مونث مخاطب کے لئے ہے۔ غور کیجئے لفظ سب جگہ ایک ہی ہے لیکن زیر و زبر کے بدلنے سے معنی بھی بالکل زیر و زبر ہو کر رہ گئے۔ اسی لئے علماء کہتے ہیں قرآن میں انعمت کے بجائے اگر کسی نے انعمتُ یا انعمتِ پڑھ لیا تو کافر ہو جائے گا ان تمام چیزوں سے محفوظ رہنے کے لئے فن قرأت کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے قرآن کو صحیح عظمت وشان سے پڑھا جا سکے اور ایسی غلطیوں سے بچا جائے جن پر کسی قسم کی گرفت ہو سکتی ہے کیونکہ یہ خدائے عظیم کا کلام ہے۔ اسی لئے امام محمد بن الجزری نے مقدمہ جزری میں فرمایا:

والاخذ بالتجوید حتم لازم   من لم یجود القراٰن آثم
لانہ بہ الالہ انزلا   وھکذا منہ الینا وصلا

''علم تجوید کو حاصل کرنا اور سیکھنا ضروری ہے جو شخص قرآن کو تجوید سے نہ پڑھے گا۔ گنہگار ہوگا۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے تجوید کے ساتھ ہی نازل فرمایا اور ہمارے پاس ایسے ہی پہنچا''

یہ علم کیوں ضروری ہے؟

ہم آپس میں مشاہدہ کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ یا کسی بڑے شاعر کا شعر یا انشاء پرداز کی نثر کو بگاڑ کر پڑھے تو تیوریوں پر بل اور پیشانیوں پر شکنیں پڑ جاتی ہیں اور اگر مصنف بھی سامنے ہو تو؟ جب ہمارا یہ حال ہے تو رب العزت اس آدمی پر کس قدر غیظ وغضب فرماتا ہوگا جو اس کا کلام غلط پڑھتا ہو۔ حضور اکرم ﷺ نے اسی لئے ارشاد فرمایا اقرء وا القراٰن بلحون العرب ۔ (ابن ماجہ) قرآن حکیم اس انداز سے پڑھو جس طرح عرب پڑھتے ہیں کہ وہ نزاکت الفاظ کو سمجھتے ہیں تم بھی ان کا اتباع کرو یہ صرف اسی وقت

ہوسکتا ہے جب ہم اصول قرأت سے واقفیت پیدا کریں ساتھ ہی ایسے شخص کے لئے خوشخبری بھی سنادی۔

الماهر بالقرآن مع السفرة الكرام البررة۔(بخاری ومسلم)

ماہر قرآن ملائکہ اور انبیاء کے ساتھ ہوگا۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہاں مہارت سے مراد جودۃ اللفظ یعنی تلاوت مع التجوید ہے(مرقاۃ) پھر خود ہی تجوید کے معنی بیان کردیئے۔تجويد القرآن هو تحسين الفاظه باخراج الحروف من مخارجها، تجوید قرآن سے مراد الفاظ کو خوبصورتی کے ساتھ ادا کرتے ہوئے مخارج کا لحاظ رکھنا ہے۔(منحۃ الفکریہ)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ بھی فن قرأت جاننا واجب اور فرض سمجھتے ہیں۔فرماتے ہیں:

ثم هذا العلم لا خلاف فى انه فرض كفاية والعمل به فرض عين۔ (شرح مقدمہ جزریہ)

یعنی اس بات پر اتفاق ہے کہ فن قرأت کا حصول فرض کفایہ اور اس کے مطابق تلاوت قرآن فرض عین ہے۔

علامہ محمد نصر مکی فرماتے ہیں:

قد اجتمعت الامة المعصومة عن الخطاء على وجوب التجويد من زمن النبى صلى الله عليه وسلم الى زماننا ولم يختلف فيه احد منهم وهذا من اقوى الحجج، امت، حضور ﷺ سے لے کر آج تک وجوب تجوید پر متفق ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور اختلاف کا نہ ہونا ہی اس کی فرضیت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

فقہاء کی نظر میں علم تجوید کی اہمیت

فقہائے کرام نے بھی قرآن درست پڑھنے کی بہت تاکید کی ہے۔فرماتے ہیں۔ قرآن غلط پڑھنے والا گناہگار ہے کیونکہ غلط پڑھنے سے معنی بدل جاتے ہیں اور معنی میں فرق پڑنے سے نماز بھی ٹوٹ جاتی ہے۔اس لئے ایسے شخص کو امام بھی مقرر نہیں کرنا چاہئے۔اسی طرح کے بہت سے اقوال علمائے سلف وخلف سے منقول ہیں۔یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ قرأت

وتجوید آج سے نہیں بلکہ سلفا بعد سلف منقولہ چلی آرہی ہے امام ابن خلدون اس کے تواتر کے قائل ہیں اور انہوں نے اپنے مقدمہ کی فصل سادس فی العلوم میں ایک مستقل باب قرأت کے متعلق باندھا ہے۔ اس میں فرماتے ہیں جو لوگ توارث قرأت کو نہیں مانتے وہ غلطی پر ہیں۔ کیونکہ جیسے قرآن متواتر ہے۔ ایسے ہی قرأت بھی متواتر ہے اور اسی طرح چلتی ہوئی ہم تک پہنچتی۔ پھر قرأتیں فرمان رسول کے مطابق انزل القرآن علی سبعة احرف۔ (ترمذی) قرآن سات قرأتوں پر نازل ہوا جو سات مختلف قاریوں کی طرف منسوب ہوئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جہاں صحت قرآن کے متعلق تاکید فرمائی وہاں حسن قرأت کی طرف بھی ان الفاظ سے توجہ دلائی:

زینوا القرآن باصواتکم ۔ (مسند احمد) قرآن کو اپنی خوش آوازی سے مزین کرو۔

ایک موقع پر فرمایا من لم یتغن بالقرآن فلیس منّا ۔ (بخاری) جس نے قرآن خوش الحانی سے نہیں پڑھا وہ ملت بیضا سے خارج ہے۔

شارحین اس حدیث پر لکھتے ہیں۔ یہاں غنائیت سے مراد ایسا غنا ہے جو اصول قرأت کے مطابق ہی نہیں بلکہ جزو فن قرأت وتجوید ہو۔ آپ نے خود ہی اس کی توضیح وتشریح فرمادی کہ قرآن کو ان تمام چیزوں سے مرصع کرنے کی اس لئے ضرورت ہے کہ

ان اللّٰہ تعالٰی یحب ان یقرء القرآن کما انزل۔

"باری تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ قرآن اس طرح پڑھا جائے جس طرح اتارا گیا ہے۔"

اللہ نے خود بیان فرمایا ورتلناہ ترتیلا۔ (سورہ فرقان)

"ہم نے قرآن مجید کو ترتیل سے نازل کیا۔" اور گزر چکا ہے کہ ترتیل تجوید کو کہتے ہیں۔ اسی لئے تو امام جزری فرماتے ہیں۔ "فن قرأت خدا نے قرآن کے ساتھ اتارا۔" پھر علامہ فرماتے ہیں "چونکہ قرآن بالتجوید اترا ہے اس لئے ضروری ہے کہ تلاوت قرآن سے پہلے قواعد قرأت معلوم کئے جائیں۔"

اذ واجب علیھم محتم	قبل الشروع اولا ان یعلموا
مخارج الحروف والصفات	لیلفظوا با فصح اللغات

علم تجوید قیاسی علم نہیں

دنیائے قرأت کی سب سے مشہور اور اہم کتاب شاطبی ہے۔ جسے ابن خلدون نے بھرپور خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ اس میں صراحۃً موجود ہے وما للقیاس فی القراۃ مدخل فدونك مافیه الوضّا متکلفلا ، قرأت میں قیاس کو کوئی دخل نہیں جو کچھ بھی ہے سماعی ہے۔ اگر تتبع اور کاوش سے کام لیا جائے تو یہ حضرت عمر، حضرت علی اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کے اس فرمان کی تشریح ہے امرکم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ان تقرؤا القرآن کما علمتم ، قرآن اس طرح پڑھو جس طرح تمہیں سکھایا گیا ہے۔ یہ وہی تعلیم ہے جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے کیونکہ ایک دن آنے والا ہے جب دربار خداوندی ہوگا اور قاری کو آواز دی جائے گی اقرُ القرآن ورتق ورتله کما کنت ترتل فی الدنیا ۔ (ابوداؤد) جس طرح دنیا میں قرآن پڑھتے تھے اسی طرح پڑھتے ہوئے مدارج عالیہ طے کرتے جاؤ۔"

پھر جب آقا علیہ السلام کے اپنے تربیت یافتہ قرّا فیض یاب ہو کر نکلے تو کسی کو ارشاد فرمایا تمہاری آواز نے فرشتوں کو مسحور کر دیا اور تمہاری زبان سے قرأت سننے کے لئے وہ آسمان سے نیچے اتر آئے۔ رات کو جو تم نے ایک بادل کے ٹکڑے میں ٹمٹماتے ہوئے چراغ دیکھے تھے وہی فرشتے تھے اور اگر تم صبح تک تلاوت میں مشغول رہتے تو لینظر الناس الیها لا تتواریٰ منهم۔ "لوگ ان کو ظاہراً دیکھ لیتے۔"

اور کسی کو فرمایا ابوموسیٰ میں نے چھپ کر تیرا قرآن سنا لقد اوتیت مزماراً امن مزامیر آل داؤد (ترمذی) تیرے پڑھنے سے لحن داؤدی کی یاد تازہ ہوگئی۔

اور جسے یہ کہہ کر تربیت دی ان اللّٰہ امرنی ان اقرء علیك القرآن ۔ مجھے خدا نے تمہیں قرآن سکھانے کا حکم دیا تھا۔ جب وہ فارغ ہوئے تو انہیں خطاب دیا: اقرؤکم ابی بن کعب، تم میں سب سے بڑا قاری ابی بن کعب ہے۔"

کیوں نہ ہو خدا نے جو ان کا نام لے کر تربیت کا حکم دیا تھا۔

ان احادیث واقوال سے یہی مقصود تھا کہ فن قرأت کی اہمیت کو جانا جائے اور آخر میں

اس حدیث پر اپنا مقالہ ختم کرتا ہوں رُبَّ قـاریٔ یقرؤ القرآن والقراٰن یلعنہ ۔ بہت سے قاری ہیں جب قرآن پڑھتے ہیں تو قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔علماء نے اس کے دو معنے بیان کئے ہیں۔ بے عمل قاری اور دوسرا غلط پڑھنے والا۔خداوند تعالیٰ ہمیں ان دونوں خرابیوں سے محفوظ و مصون رکھے۔آمین

روایت حفص کی مقبولیت کا سبب

قرآن کریم کی سات قراءت متواترہ ہیں اور اس امر کی اجازت ہے کہ قرآن کریم کو کسی بھی قرأت کے مطابق لکھا جائے اور اس قرأت کے مطابق اعراب اور نقطے لگا لئے جائیں مگر یہ خداداد مقبولیت ہے کہ اس وقت پوری دنیا میں قرآن کریم امام عاصم کوفی علیہ الرحمۃ کی اس قرأت کے مطابق جو امام حفص علیہ الرحمۃ کی روایت کے ساتھ منقول ہے پڑھا جاتا ہے اور اسی کے مطابق قرآنی حروف پر اعراب اور نقطے لگائے جاتے ہیں شاید اس قبولیت کی وجہ یہ ہے کہ اول جب اعراب و نقاط لگائے گئے تب روایت حفص کو پیش نظر رکھا گیا جس کے سبب یہ روایت چار دانگ عالم میں مشہور ہوگئی اور باقی قرأت و روایات کا ذکر صرف کتابوں میں رہ گیا جنہیں قرأت سبعہ پڑھنے پڑھانیوالے قراء علماء ہی جانتے ہیں۔ اس سے یہ نظریہ تائید پکڑتا ہے کہ سب سے اول امام ابن سیرین نے اعراب اور نقطے لگوائے ہوں گے کیونکہ امام حفص رضی اللہ عنہ انہی کے زمانہ میں تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں نہیں۔

(بینات القرآن)

مختلف آیات وسُوَر کے فضائل (احادیث کی روشنی میں)

حدیث نمبر ۴۲: عَنْ عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ مُرْسَلاً قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ شِفَآءٌ مِّنْ كُلِّ دَآءٍ

(رواہ الدارمی والبیہقی فی شعب الایمان)

عبدالملک بن عمیر رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ سورہ فاتحہ میں ہر بیماری سے شفاء ہے۔

سورہ فاتحہ کے فضائل بہت سی روایات میں وارد ہوئے ہیں ایک حدیث میں آیا ہے کہ

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے تھے حضور ﷺ نے ان کو بلایا وہ نماز کی وجہ سے جواب نہ دے سکے۔ جب فارغ ہو کر حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے پکارنے پر جواب کیوں نہیں دیا۔ انہوں نے نماز کا عذر کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قرآن شریف کی آیت میں نہیں پڑھا

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ۔

(اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کی پکار کا جواب دو جب بھی وہ تمہیں بلائیں)

پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تجھے قرآن شریف کی سب سے بڑی سورت یعنی سب سے افضل سورت بتلاؤں گا۔ پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ اَلْحَمْدُ کی سات آیتیں ہیں۔ یہ سَبْعَ مَثَانِی ہیں اور قرآن عظیم۔ بعض صوفیاء سے منقول ہے کہ جو کچھ پہلی کتابوں میں تھا وہ سب کلام پاک میں آ گیا اور جو کلام پاک میں ہے وہ سب سورہ فاتحہ میں آ گیا اور جو کچھ فاتحہ میں ہے وہ بسم اللہ میں آ گیا اور جو بسم اللہ میں ہے وہ اس کی ب میں آ گیا۔ اس کی شرح بتلاتے ہیں کہ ب کے معنی اس جگہ ملانے کے ہیں اور مقصود سب چیز سے بندہ کا اللہ جل شانہ کے ساتھ ملا دینا ہے۔ بعض نے اس کے آگے اضافہ کیا ہے کہ ب میں جو کچھ ہے وہ اس کے نقطہ میں آ گیا یعنی وحدانیت کہ نقطہ اصطلاح میں کہتے ہیں اس چیز کو جس کی تقسیم نہ ہو سکتی ہو۔ بعض مشائخ سے منقول ہے کہ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ میں تمام مقاصد دینی و دنیوی آ گئے۔ ایک دوسری روایت میں حضور ﷺ کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس جیسی سورت نازل نہیں ہوئی۔ نہ توراۃ میں نہ انجیل میں، نہ زبور میں، نہ بقیہ قرآن پاک میں۔ مشائخ نے لکھا ہے کہ اگر سورۃ فاتحہ کو ایمان و یقین کے ساتھ پڑھے تو ہر بیماری سے شفاء ہوتی ہے دینی ہو یا دنیوی، ظاہری ہو یا باطنی، لکھ کر لٹکانا اور چاٹنا بھی امراض کے لئے نافع ہے۔ صحاح کی کتابوں میں وارد ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے سانپ بچھو کے کاٹے ہوؤں پر اور مرگی والوں پر اور دیوانوں پر سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا اور حضور ﷺ نے اس کو جائز بھی رکھا۔ نیز ایک روایت میں آیا ہے کہ سائب رضی اللہ عنہ بن یزید پر حضور ﷺ نے اس سورت کا دم فرمایا اور یہ سورت پڑھ کر لعاب دہن درد کی جگہ لگایا۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص سونے کے ارادہ سے لیٹے اور سورہ فاتحہ اور قل ہو

اللہ احد پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لے، موت کے سوا ہر بلا سے امن پائے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ سورہ فاتحہ ثواب میں دو تہائی قرآن کے برابر ہے۔

عرش کے خزانۂ خاص سے ملنے والا حصۂ قرآن

ایک روایت میں آیا ہے کہ عرش کے خاص خزانہ سے مجھ کو چار چیزیں ملی ہیں کہ اور کوئی چیز اس خزانہ سے کسی کو نہیں ملی۔ (۱) سورہ فاتحہ (۲) آیت الکرسی (۳) سورہ بقرہ کی آخری آیات (۴) سورہ کوثر۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ جس نے سورہ فاتحہ کو پڑھا اس نے گویا توراۃ، انجیل، زبور اور قرآن شریف کو پڑھا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ ابلیس کو اپنے اوپر نوحہ اور زاری اور سر پر خاک ڈالنے کی چار مرتبہ نوبت آئی۔ ایک جب اس پر لعنت ہوئی، دوسرے جب اس کو آسمان سے زمین پر ڈالا گیا۔ تیسرے جب حضور اکرم ﷺ کو نبوت ملی۔ چوتھے جب سورہ فاتحہ نازل ہوئی۔ شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور درد گردہ کی شکایت کی۔ شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اساس القرآن پڑھ کر درد کی جگہ دم کر۔ اس نے پوچھا کہ اساس القرآن کیا ہے۔ شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا سورہ فاتحہ۔ مشائخ کے اعمال مجرب میں لکھا ہے کہ سورہ فاتحہ اسم اعظم ہے ہر مطلب کے لئے پڑھنی چاہئے اور اس کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ صبح کی سنت اور فرض کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے میم کے ساتھ الحمد للہ کا لام ملا کر اکتالیس بار چالیس دن تک پڑھے جو مطلب ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ حاصل ہوگا اور اگر کسی مریض یا جادو کیے ہوئے کے لئے ضرورت ہو تو پانی پر دم کر کے اس کو پلائے۔ دوسرے یہ کہ نوچندی اتوار کو صبح کی سنت اور فرض کے درمیان بلا قید میم ملانے کے ستر بار پڑھے اور اس کے بعد ہر روز اسی وقت پڑھے اور دس دس بار کم کرتا جائے یہاں تک کہ ہفتہ ختم ہو جائے۔ اول مہینے میں اگر مطلب پورا ہو جائے فبہا ورنہ دوسرے تیسرے مہینے میں اسی طرح کرے نیز اس سورت کا چینی کے برتن پر گلاب اور مشک و زعفران سے لکھ کر اور دھو کر پلانا چالیس روز تک، امراض مزمنہ کیلئے مجرب ہے نیز دانتوں کے درد سر کے درد اور پیٹ کے درد کے لئے سات بار پڑھ کر دم کرنا مجرب ہے۔

مسلم شریف کی ایک حدیث میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ ایک مرتبہ تشریف فرما تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ آسمان کا ایک دروازہ آج کھلا ہے جو آج سے قبل کبھی نہیں کھلا تھا۔ پھر اس میں سے ایک فرشتہ نازل ہوا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایک فرشتہ نازل ہوا جو آج سے قبل کبھی نازل نہیں ہوا تھا۔ پھر اس فرشتہ نے عرض کیا کہ دو نوروں کی بشارت لیجئے جو آپ سے قبل کسی کو نہیں دیئے گئے۔ ایک سورہ فاتحہ، دوسرا خاتمہ سورہ بقرہ کا اخیر رکوع۔ ان کو نور اس لئے فرمایا کہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کے آگے آگے چلیں گے۔

حدیث نمبر ۴۳: عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ رحمة الله عليه قَالَ بَلَغَنِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ يٰسٓ فِیْ صَدْرِ النَّهَارِ قُضِيَتْ حَوَائِجُهٗ (رواه الدارمی)

عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد پہنچا ہے کہ جو شخص سورہ یٰسٓ کو شروع دن میں پڑھے اس کی تمام دن کی حوائج پوری ہو جائیں۔

احادیث میں سورہ یٰسٓ کے بھی بہت سے فضائل وارد ہوئے ہیں۔ ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ ہر چیز کے لئے ایک دل ہوا کرتا ہے۔ قرآن شریف کا دل سورہ یٰسٓ ہے جو شخص سورہ یٰسٓ پڑھتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اس کے لئے دس قرآن پڑھنے کا ثواب لکھتا ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے سورہ طٰہٰ اور سورہ یٰسٓ کو آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے ہزار برس پہلے پڑھا۔ جب فرشتوں نے سنا تو کہنے لگے کہ خوشحالی ہے اس امت کیلئے جن پر یہ قرآن اتارا جائے گا اور خوشحالی ہے ان دلوں کے لئے جو اس کو اٹھائیں گے یعنی یاد کریں گے اور خوشحالی ہے ان زبانوں کیلئے جو اس کو تلاوت کریں گی۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص سورہ یٰسٓ کو صرف اللہ کی رضا کے واسطے پڑھے اس کے پہلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ پس اس سورۃ کو اپنے مردوں پر پڑھا کرو۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ سورہ یٰسٓ کا نام تورات میں مُنعِمہ ہے کہ اپنے پڑھنے والوں کے لئے دنیا و آخرت کی بھلائیوں پر مشتمل ہے اور یہ دنیا و آخرت کی مصیبت کو دور کرتی ہے اور آخرت کی ہول کو دور

کرتی ہے۔اس سورۃ کا نام رافعہ خافضہ بھی ہے یعنی مومنوں کے رتبے بلند کرنے والی اور کافروں کو پست کرنے والی۔ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ سورہ یٰسٓ میرے ہر امتی کے دل میں ہو،ایک روایت میں ہے کہ جس نے سورہ یٰسٓ کو ہر رات میں پڑھا پھر مر گیا تو شہید مرا۔ایک روایت میں ہے کہ جو یٰسٓ کو پڑھتا ہے اس کی مغفرت کی جاتی ہے اور جو بھوک کی حالت میں پڑھتا ہے وہ سیر ہو جاتا ہے اور جو راستہ گم ہو جانے کی وجہ سے پڑھتا ہے وہ راستہ پالیتا ہے اور جو شخص جانور کے گم ہو جانے کی وجہ سے پڑھے وہ پالیتا ہے اور جو ایسی حالت میں پڑھے کہ کھانا کم ہو جانے کا خوف ہو تو وہ کھانا کافی ہو جاتا ہے اور جو ایسے شخص کے پاس پڑھے جو نزع میں ہو تو اس پر نزع میں آسانی ہو جاتی ہے اور جو ایسی عورت پر پڑھے جس کے بچہ ہونے میں دشواری ہو رہی ہو، اس کیلئے بچہ جننے میں سہولت ہوتی ہے۔مقری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب بادشاہ یا دشمن کا خوف ہو اور اس کے لئے سورہ یٰسٓ پڑھے تو وہ خوف جاتا رہتا ہے۔ایک روایت میں آتا ہے کہ جس نے سورہ یٰسٓ اور وَالصّٰٓفّٰتِ جمعہ کے دن پڑھی اور پھر اللہ سے دعا کی تو اس کی دعا پوری ہوتی ہے (اس کا بھی اکثر مظاہر حق سے منقول ہے مگر مشائخ حدیث کو بعض روایات کی صحت میں کلام ہے)

حدیث نمبر۴۴: عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْوَاقِعَهِ فِیْ کُلِّ لَیْلَةٍ لَمْ تُصِبْهُ فَاقَةٌ اَبَدًا وَکَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ یَاْمُرُ بَنَاتِهٖ یَقْرَأْنَ بِهَا کُلَّ لَیْلَةٍ (رواہ البیہقی فی الشعب)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص ہر رات کو سورہ واقعہ پڑھے اس کو کبھی فاقہ نہیں ہوگا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنی بیٹیوں کو حکم فرمایا کرتے تھے کہ ہر شب میں اس سورۃ کو پڑھیں۔

سورہ واقعہ کے فضائل بھی متعدد روایات میں وارد ہوئے ہیں ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص سورہ حدید اور سورہ واقعہ اور سورہ رحمٰن پڑھتا ہے وہ جنت الفردوس کے رہنے والوں میں پکارا جاتا ہے۔ایک روایت میں ہے کہ سورہ واقعہ سورۃ الغنی ہے اس کو پڑھو اور اپنی اولاد کو سکھاؤ۔ایک روایت میں ہے کہ اس کو اپنی بیبیوں کو سکھاؤ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

سے بھی اس کے پڑھنے کی تاکید منقول ہے مگر بہت ہی پست خیالی ہے کہ چار پیسے کے لیے اس کو پڑھا جائے البتہ اگر غنائے قلب اور آخرت کی نیت سے پڑھے تو دنیا خود بخود ہاتھ جوڑ کر حاضر ہوگی۔

واقعہ

ایک واقعہ بعض دوستوں نے بیان کیا اور کہا یہ اخبارات میں بھی شائع ہو گیا ہے کہ ایک دفعہ اے کے فضل الحق مرحوم (جو کسی زمانہ میں مسلم لیگ کی وزارت بنگال، کلکتہ میں وزیراعظم تھے) دہلی سے کلکتہ جانے کے لئے فرسٹ کلاس میں سوار ہوئے اور ملازم سے پوچھا ہمارا قرآن شریف بھی آ گیا ہے۔ ملازم نے کہا ابھی پورا سامان ڈبے میں نہیں آیا قرآن جس بکس میں ہے وہ بھی نہیں آیا ابھی لاتا ہوں۔ یہ سن کر وہ فوراً ڈبے سے یہ کہہ کر اتر گئے کہ تم کو ہم نے بار بار کہا ہے کہ قرآن کریم سب سے پہلے آنا چاہئے، سامان اتار لو ہم اس گاڑی سے نہ جائیں گے دوسری گاڑی سے جائیں گے۔ چنانچہ سامان اتار لیا گیا۔ بعض ہندو جو اس ڈبے میں سوار تھے۔ اے کے فضل الحق کی اس بات پر ہنسنے لگے کہ عجب مذہبی دیوانہ ہے کہ قرآن پہلے نہ آیا تو گاڑی ہی چھوڑ دی جب یہ گاڑی کلکتہ کے قریب پہنچی تو فرسٹ کلاس کے اس ڈبے کے نیچے سے بم پھٹا اور ڈبے کے پرخچے اڑ گئے جتنے سوار تھے اکثر ہلاک ہو گئے۔ بعض زخمی ہوئے۔ معلوم ہوا کہ بعض ہندوؤں نے جو اے کے فضل الحق کے دشمن تھے یہ سن کر کہ فضل الحق اس گاڑی سے آ رہے ہیں فسٹ کلاس کے ڈبے کے نیچے بم رکھ دیا تھا وہ تو قرآن کی برکت سے بچ گئے کہ اس گاڑی کو چھوڑ چکے تھے دوسری کی شامت آ گئی۔ دوسری گاڑی سے جب اے کے فضل الحق کلکتہ پہنچے انہیں اس واقعہ کا علم ہوا تو تقریر میں فرمایا ہندو مجھے مار ڈالنا چاہتے ہیں۔ وہ یاد رکھیں کہ میرے پاس قرآن ہر وقت رہتا ہے میرا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا جو ہندو اس ڈبے میں سوار تھے اور زخمی ہو گئے تھے انہوں نے اخبار میں یہ واقعہ دیکھ کر کہا کہ جب فضل الحق اس ڈبے سے اترے تھے تو ہم ہنس رہے تھے مگر اب معلوم ہوا کہ ان کا اتر جانا اچھا ہوا قرآن نے ان کو بچا لیا۔

پختہ از قَالُوْا بَلٰی پیمان او   ہیچو سرو آزاد فرزندان او

ہم اگر قرآن مجید پر پختہ ایمان رکھنے والے بن جائیں تو قرآن ہماری دنیوی اور آخروی نجات کے لئے کافی ووافی ہے۔

علامہ اقبال اور قرآن

علامہ اقبال کے بارے میں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ صرف ایک شاعر ہی تھے جبکہ علامہ کی شاعری میں بھی جابجا قرآن کا پیغام چھلکتا ہوا نظر آتا ہے اگر ان کی شاعری کو بنظر عمیق پڑھا جائے تو وہ بلاشبہ صرف مفکر پاکستان ہی نہیں مفکر قرآن بھی ہیں اور جس طرح ان کی شاعری کا بیشتر حصہ قرآنی تعلیمات سے تعلق رکھتا ہے اسی طرح وہ جب اپنے دوستوں کو خطوط لکھتے تو بھی قرآن پاک کے مطالعے کی ترغیب دیتے اور قرآنی مسائل سے اپنے خطوں کو مزین کرتے چنانچہ چند حوالے ملاحظہ ہوں۔

علامہ اقبال مرحوم نے ۱۹ مارچ ۱۹۳۵ء کو لاہور سے حکیم عرشی کو جو خط لکھا اس کا متعلقہ حصہ منقول ہے:

"آپ اسلام اور اس کے حقائق کے لذت آشنا ہیں۔مثنوی رومی کے پڑھنے سے اگر قلب میں گرمی شوق پیدا ہو جائے تو اور کیا چاہئے۔شوق خود مرشد ہے۔میں ایک مدت سے مطالعہ کتب ترک کر چکا ہوں اگر کبھی کچھ پڑھتا ہوں تو صرف قرآن یا مثنوی۔

اس خط میں علامہ نے مکتوب الیہ کو قرآن حکیم کا مطالعہ جاری رکھنے کا مشورہ دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"بہر حال قرآن اور مثنوی کا مطالعہ جاری رکھئے مجھ سے بھی کبھی کبھی ملتے رہئے اس واسطے کہ ایک ہی قسم کا شوق رکھنے والوں کی محبت بعض ایسے نتائج پیدا کر جاتی ہے جو کسی کے خواب وخیال میں بھی نہیں ہوتے۔" (ملفوظات اقبال: صفحہ ۳۴، ۳۵)

علامہ اقبال نے ایک موقعے پر سید سلیمان ندوی کو لکھا:

"اگر چہ یورپ نے مجھے بدعت کا چسکا ڈال دیا ہے تاہم میرا مسلک وہی ہے جو قرآن کا ہے۔" (سید سلیمان ندوی کے نام خط ۱۹۲۲)

اکبر الہ آبادی کے نام ایک خط میں اقبال نے لکھا تھا:

"واعظ قرآن بننے کی اہلیت تو مجھ میں نہیں ہے۔ ہاں اس مطالعے سے اپنا اطمینان خاطر روز بروز ترقی کرتا جاتا ہے۔" (مکاتیب اقبال)

قرآن پڑھو چاہے سمجھ آئے یا نہ آئے

بعض لوگوں میں اس بات پر اختلاف ہے کہ قرآن مجید کو سمجھ کر ہی پڑھنا ضروری ہے یا سمجھے بغیر بھی اس کی تلاوت باعث ثواب و طمانیت قلب ہے۔ سر سید احمد خاں اور ڈپٹی نذیر احمد شروع شروع میں اس بات کے قائل تھے کہ قرآن کو سمجھ کر ہی پڑھنا چاہئے اور بلا فہم پڑھنا چنداں فائدہ مند نہیں لیکن بعد میں وہ دونوں "بزرگ" اس بات کے قائل ہو گئے تھے کہ قرآن کو فہم سے پڑھنا یعنی سوچ سمجھ کر پڑھنا بلاشبہ افضل ہے لیکن اگر کوئی شخص سمجھ کر پڑھنے کی اہلیت و صلاحیت نہ رکھتا ہو تو اس کے لئے محض قرآن کی تلاوت بھی ایزادِ ایمان اور سکون و روحانیت کا باعث ہوتی ہے۔

علامہ اقبال کی بھی یہی رائے تھے۔ انہوں نے مشہور اسلام دوست بزرگ نیاز الدین خان کو ایک خط میں لکھا ہے:

"قرآن کثرت سے پڑھنا چاہئے تا کہ قلب محمدی نسبت پیدا کرے۔ اس نسبت محمدیہ کی تولید کے لئے یہ ضروری نہیں کہ قرآن کے معنے بھی آتے ہوں، خلوص دل کے ساتھ محض قرأت کافی ہے۔" (مکاتیب اقبال)

اقبال کی محبت قرآن کے ثبوت ہمیں دیگر مختلف موقعوں پر بھی ملتے ہیں۔

دوسری گول میز کانفرنس کا موقعہ تھا۔ اقبال اس میں شرکت کرنے والے تھے۔ اس موقعے پر ہندوستان ٹائمز کا ایک نمائندہ ان سے ملا اور اس نے سوال کیا:

"راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں آپ کیا خاص بات لے کر شریک ہو رہے ہیں۔"

علامہ نے جواب دیا:

"میرے پاس اور کچھ نہیں لیکن قرآن ہے میں اسی کو پیش کروں گا۔"

علامہ باآواز بلند تلاوت کرتے

اقبال قرآن مجید کی تلاوت بلند آواز سے کرتے تھے جس سے ان کے دلی جوش کا

اظہار ہوتا تھا۔ اقبال راتوں کو جاگتے تھے اور سحر خیزی ان کی عادت تھی۔ قرآن کی تلاوت کو ان اوقات سے جو خاص نسبت ہے وہ ظاہر ہے جب ان اوقات میں قرآن کے نورانی صفحات ان کی آنکھوں کے سامنے ہوتے تو وہ نہایت خوش الحانی کے ساتھ قرآن کی تلاوت میں مصروف ہو جاتے تھے۔

آخری عمر میں ان کی آواز خراب ہو گئی تھی۔ مختلف عوارض میں سے اگر انہیں کسی بات کا غم تھا تو وہ اپنی آواز کے بیٹھ جانے کا غم تھا کیونکہ اس حالت میں وہ بلند آواز سے قرآن کی تلاوت نہیں کر سکتے تھے۔ تاہم ایسے دنوں میں بھی اگر وہ کسی کو خوش الحانی کے ساتھ قرآن پڑھتے سنتے تو ان پر ایک خاص کیفیت طاری ہو جاتی تھی اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔

اقبال قرآن کو ایک عملی چیز خیال کرتے تھے۔ ان کی نگاہ میں یہ فرمان خداوندی صرف غلاف اور طاق کی زینت کے لئے نہیں تھا۔ مشہور واقعہ ہے کہ (سابق) پنجاب کے ایک پیر صاحب نے اقبال سے ایک درخواست لکھ دینے کی فرمائش کی۔ ان دنوں سرکار کی طرف سے لوگوں میں زمین تقسیم ہو رہی تھی اور پیر موصوف چاہتے تھے کہ اس تقسیم سے انہیں بھی کچھ حصہ مل جائے۔ اقبال نے ان کی خواہش پر کہا کہ درخواست تو میں لکھ دیتا ہوں لیکن آپ کو معلوم ہے یہ کس کے سامنے پیش کرنا ہوگی؟ پیر صاحب کچھ نہ سمجھے اور خاموش ہو رہے۔ کچھ توقف کے بعد اقبال نے خود ہی کہنا شروع کیا۔ ''پیر صاحب! ایک مشہور کتاب ہے جس کا نام قرآن ہے۔ اس کتاب کو خدا نے اپنے آخری نبی پر اتارا، جن کا نام محمد ﷺ تھا۔ یہ نبی عرب کے رہنے والے تھے، ان کی وفات کو تیرہ سو سال ہو چکے ہیں۔ اس کتاب میں لکھا ہے کہ زمین خدا کی ملکیت ہے۔ اب اگر آپ چاہیں تو میں درخواست خدا کے نام پر لکھ دوں؟''

مرزا جلال الدین صاحب بیرسٹر نے اپنے ایک مضمون میں علامہ مرحوم کے بارے میں لکھا ہے:

قرآنی مطالب پر نظر

''مطالب قرآنی پر ان کی نظر ہمیشہ رہتی۔ کلام پاک کو پڑھتے تو اس کے ایک ایک لفظ

پر غور کرتے بلکہ نماز کے دوران میں جب باآواز بلند پڑھتے تو سننے والوں کا دل پگھل جاتا۔"
علامہ اقبال مرحوم کے اشعار میں ایسی ان گنت مثالیں موجود ہیں جن میں انہوں نے قرآن کے معارف وحقائق بیان کیے ہیں اوراس پر متعدد بار لکھا جا چکا ہے زیر نظر مضمون میں زیادہ تر کوشش اس پہلو پر ملحوظ رکھی جا رہی ہے کہ ان کی نثر میں سے ایسے اقتباسات پیش کیے جائیں جن سے قرآن کے ساتھ ان کے شغف اور دل بستگی کی مثالیں سامنے آتی ہیں۔

تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ۔ علامہ اقبال کی ایک معرکہ آراء تصنیف ہے۔ اس کتاب کا تعلق اسلام، مذہب اور فلسفے سے ہے۔ غالباً یہ پہلا نظام ہے جو قرآن پاک کے فلسفہ الٰہیات کے مطابق ہے۔ یہ بات اس ثبوت پر مبنی ہے کہ اس کتاب میں اقبال نے جہاں انسانی محسوسات اور مدرکات کی تصریح کی ہے۔ اس میں قرآن کی پاکیزہ تعلیم کا پرتو موجود ہے۔ علامہ نے ایک مقام پر لکھا ہے:

"ہمارے ذہن اور خارجی محسوسات مسلسل ایک ہی حقیقت کے مختلف آیات ہیں جو اول و آخر بھی ہے اور ظاہر و باطن بھی:

ظاہر ہے کہ یہ الفاظ قرآن کے الفاظ

هو الاوّل والآخر والظاهر والباطن کا واضح اقتباس ہیں:

ایک اور مقام پر الٰہیات اسلامیہ پر تنقیدی نظر ڈالتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

مطالعہ قرآن اور فلسفہ یونان

"علمائے اسلام نے قرآن پاک کا مطالعہ بھی فلسفہ یونان ہی کی روشنی میں کیا۔ مگر یہ بات کہ تعلیمات قرآن کی روح یونانیت کے سرتاپا خلاف ہے۔ ان کو کہیں دوسو سال کے بعد معلوم ہوئی۔ وہ بھی پورے طور پر نہیں۔ الغرض اس انکشاف کا نتیجہ تھا کہ فلسفہ یونان کے خلاف ردعمل شروع ہوا جس کی اہمیت کا اندازہ آج تک نہ ہو سکا۔ یہ کچھ اس بغاوت اور کچھ غزالی کے ذاتی حالات کا تقاضا تھا کہ امام موصوف نے مذہب کی بنا فلسفیانہ تشکیل پر رکھی حالانکہ ان کا یہ خیال کلیۃً قرآن پاک کی تعلیمات کے نہ تو مطابق ہے اور نہ اس کو مذہب کی کوئی مضبوط اور پائیدار اساس قرار دینا ممکن ہے۔"

''اسرار خودی'' فلسفہ اقبال کی معروف کتب میں منفرد ہے۔ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ مشہور مستشرق ڈاکٹر نکلسن نے کیا ہے۔ علامہ اقبال نے اپنے ایک خط میں ڈاکٹر نکلسن کو لکھا ہے:

''میرا دعویٰ ہے کہ ''اسرار'' کا فلسفہ مسلمان صوفیاء اور حکما کے افکار و مشاہدات سے ماخوذ ہے اور تو اور وقت کے متعلق برگسان کا عقیدہ بھی ہمارے صوفیوں کے لئے کوئی نئی چیز نہیں۔ قرآن الٰہیات کی کتاب نہیں بلکہ اس میں انسان کے معاش و معاد کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے، پوری قطعیت سے کہا گیا ہے، یہ اور بات ہے کہ ان کا تعلق الٰہیات ہی کے مسائل سے ہے۔

''عصر نو کا ایک مسلمان اہل علم جب ان مسائل کو جن کا مبداء اور سرچشمہ قرآن ہے، مذہبی تجربات اور افکار کی روشنی میں بیان کرتا ہے تو اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ جدید افکار کو قدیم لباس میں پیش کیا جا رہا ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ قدیم حقائق کو جدید افکار کی روشنی میں بیان کیا جا رہا ہے۔'' (خالد بزمی)

پروفیسر مولوی ظفر اقبال صاحب سے جب سوال کیا گیا کہ

''علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ سے تو آپ کئی بار ملے ہوں گے؟''

''بے شمار مرتبہ۔''

''ماضی کی ان ملاقاتوں کا حال سنا دیجئے۔''

فرمایا:

عربی سے محبت

''میرے ایک ہم جماعت ایران سے واپس آئے، تو علامہ اقبال کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے۔ گفتگو کے دوران فارسی زبان کی تعریف کرتے ہوئے ان کے منہ سے نکل گیا ''عربی تو اونٹوں کی زبان ہے۔'' ان کے منہ سے یہ جملہ نکلنا تھا کہ علامہ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ نہایت غصے کے عالم میں فرمایا۔ ''نکل جاؤ میرے مکان سے۔''

''وہ اٹھ کر چلے گئے۔ بعد میں علامہ کی طبیعت سنبھلی تو حاضرین میں سے کسی نے

عرض کیا کہ آپ کو آج تک اس قدر ناراض ہوتے نہ دیکھا تھا۔ اس پر علامہ نے فرمایا:

''عربی میرے آقا و مولا ﷺ کی پیاری زبان ہے، میں اس کے خلاف ایسی بیہودہ بات برداشت کیسے کر سکتا ہوں۔''

یہ آخری جملے پروفیسر صاحب نے بڑی مشکل سے ادا کیے، میں نے ان کی طرف دیکھا، ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا ذکر آنے پر پروفیسر صاحب کی یہی حالت ہو جاتی ہے۔

تھوڑی دیر بعد پروفیسر صاحب کی حالت سنبھلی تو فرمایا:

''علامہ اقبال ایک دفعہ ایک مجلس عزا میں تشریف لے گئے۔ انیس و دبیر کے مرثیے پڑھے گئے مگر علامہ خاموش بیٹھے سنتے رہے۔ مرثیہ خوانی ختم ہوئی تو علامہ نے ایک نعت پڑھنے کی فرمائش کی۔ نعت کا شروع ہونا تھا کہ علامہ کی حالت غیر ہو گئی۔ آنسو تھے کہ تھمنے کا نام نہ لیتے تھے۔''

پھر فرمایا:

''ایک دفعہ میں مولوی نواب الدین سیالکوٹی کے مقبول عام پریس میں بیٹھا تھا۔ وہاں چھوٹی تقطیع پر علامہ کی مثنوی اسرار خودی پہلی بار طبع ہو رہی تھی۔ میں نے شوقاً ایک پلیٹ پڑھنی شروع کر دی، تو اس میں ایک جگہ کوئی لفظ درج ہونے سے رہ گیا تھا۔ میں نے علامہ کو رقعہ بھیجا۔ ان کا جواب آیا کہ واقعی اس مصرعے میں ایک لفظ کاتب سے رہ گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی علامہ مرحوم نے پریس والوں کو ہدایت کی کہ جب تک ظفر اقبال تمام پروف چیک نہ کر لے، کتاب نہ چھاپی جائے۔'' (قرآن نمبر)

حدیث نمبر ۴۵: عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ سُوْرَةً فِی الْقُرْاٰنِ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتّٰى غُفِرَلَهٗ وَهِیَ تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ

(رواہ ابوداؤد واحمد والنسائی وابن ماجۃ والحاکم وصححہ وابن حبان فی صحیحہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ قرآن شریف میں ایک سورت تیس آیات کی ایسی ہے کہ وہ اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرتی رہتی ہے یہاں تک

کہ اس کی مغفرت کرادے گی وہ سورت تبارک الذی ہے۔

سورہ تبارک الذی کے متعلق یہ بھی ایک روایت میں حضور ﷺ کا ارشاد آیا ہے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ یہ سورۃ ہر مومن کے دل میں ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ جس نے تبارک الذی اور الم سجدہ کو مغرب اور عشاء کے درمیان پڑھا گویا اس نے لیلۃ القدر میں قیام کیا۔ ایک روایت میں ہے، کہ جس نے ان دونوں سورتوں کو پڑھا اس کے لئے ستر نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ستر برائیاں دور کی جاتی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جس نے ان دونوں سورتوں کو پڑھا اس کے لئے عبادت لیلۃ القدر کے برابر ثواب لکھا جاتا ہے۔ (کذافی المظاہر)

ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک جگہ خیمہ لگایا۔ ان کو علم نہ تھا کہ وہاں قبر ہے۔ اچانک ان خیمہ لگانے والوں نے اس جگہ کسی کو سورہ تبارک الذی پڑھتے ہوئے سنا تو حضور ﷺ سے آکر عرض کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ سورۃ اللہ کے عذاب سے روکنے والی ہے اور نجات دینے والی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ اس وقت تک نہ سوتے تھے جب تک الم سجدہ اور سورہ تبارک الذی نہ پڑھ لیتے تھے۔ خالد رضی اللہ عنہ بن معدان کہتے ہیں مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک شخص بڑا گنہگار تھا اور سورہ سجدہ پڑھا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہ پڑھتا تھا۔ اس سورت نے اپنے پر اس شخص پر پھیلا دیئے کہ اے رب یہ شخص میری بہت تلاوت کرتا تھا۔ اس کی شفاعت قبول کی گئی اور حکم ہو گیا کہ ہر خطا کے بدلے ایک نیکی دی جائے۔ خالد رضی اللہ عنہ بن معدان یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ سورت اپنے پڑھنے والے کی طرف سے قبر میں جھگڑتی ہے اور کہتی ہے کہ اگر میں تیری کتاب میں سے ہوں تو میری شفاعت قبول کرو ورنہ مجھے اپنی کتاب سے مٹا دے اور بمنزلہ پرندہ کے بن جاتی ہے اور اپنے پر میت پر پھیلا دیتی ہے اور اس پر عذاب قبر ہونے سے مانع ہوتی ہے اور یہی سارا مضمون وہ تبارک الذی کے بارے میں بھی کہتے ہیں۔ خالد رضی اللہ عنہ بن معدان اس وقت تک نہ سوتے تھے جب تک دونوں سورتیں نہ پڑھ لیتے۔ طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں سورتیں تمام قرآن کی ہر سورۃ پر ساٹھ نیکیاں زیادہ رکھتی ہیں۔ عذاب قبر کوئی معمولی چیز نہیں۔ ہر شخص کو مرنے کے بعد سب سے پہلے قبر سے سابقہ پڑتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ ریش مبارک تر ہو جاتی۔ کسی نے

پوچھا کہ آپ جنت وجہنم کے تذکرہ سے بھی اتنا نہیں روتے جتنا کہ قبر سے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ قبر منازل آخرت میں سب سے پہلی منزل ہے جو شخص اس کے عذاب سے نجات پالے آئندہ کے واقعات اس کے لئے سہل ہوتے ہیں اور اگر اس سے نجات نہ پائے تو آنے والے حوادث اس سے سخت ہوتے ہیں۔ نیز میں نے یہ بھی سنا ہے کہ قبر سے زیادہ متوحش کوئی منظر نہیں (جمع الفوائد) اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ بِفَضْلِكَ وَ مَنِّكَ۔

قرآن پاک کے مطالعہ سے کس قسم کے گمراہوں کو راہ ہدایت نصیب ہوئی اس طرح کے بے شمار واقعات آپ اس سے پہلے ملاحظہ کر چکے ہیں چند اور بھی پڑھ لیں اور قرآن سے رہنمائی حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

تاریکی سے روشنی تک

(محمود بے مصری کے قلم سے)

''میں کئی سال تک فرانس میں رہا اور اپنے ملنے والوں سے ایک فرنچ ڈاکٹر کی تعریف وتوصیف سنتے سنتے اکتا گیا۔ کوئی کہتا تھا، ڈاکٹر فرشتہ ہے، کوئی کہتا ڈاکٹر سچائی کی مورت ہے، کوئی کہتا تھا ڈاکٹر کی انسانیت اپنا جواب نہیں رکھتی۔ شرافت، راست بازی اور روشن خیالی، عالی ظرفی، اخلاص مندی، کریم النفسی، مہمان نوازی غرضیکہ کوئی بھی انسانی وصف ایسا نہ تھا جس سے میرے ملاقاتی اسے نسبت نہ دیتے ہوں۔ میں سمجھا کہ مہمانوں پر اس کی رحمت عام ہوگی، بلکہ تعجب یہ ہے کہ بیماروں سے بڑھ کر تندرست اس کی مداحی کے مرض کا شکار تھے۔

ڈاکٹر کا نام غریبیہ تھا۔ یہ فرانسیسی پارلیمنٹ کا ممبر بھی تھا اور یہ اس کی ہر دلعزیزی کا دوسرا ثبوت ہے۔ اس لئے کہ آزاد ممالک میں پارلیمنٹ کی ممبری اور قوم کی ترجمانی ایک ایسا اعزاز ہے جو وہاں ممتاز اور منتخب اشخاص کو ہی حاصل ہوسکتا ہے۔ لیکن اس کے متعلق لوگوں نے بیان کیا کہ ڈاکٹر کی نیک دلی اور صاف باطنی اس اعزاز سے اس قدر زیادہ بلند ہے، جس قدر زمین سے آسمان۔ وہ حمایت حق اور خدمت خلق کے خیال سے پارلیمنٹ میں داخل ہوا

تھا، لیکن اس نے وہاں دیکھا کہ تمام لوگ عدل وانصاف کی بے حرمتی کے درپے ہیں۔ حق و صدق ذبح کیا جارہا ہے۔ غریب کا گوشت بک رہا ہے۔ مظلوموں کا خون ارزاں ہے۔ امن وآزادی کے نام سے غلامی اور فساد کے کھیت بوئے جارہے ہیں، انسانیت پارلیمنٹ ہال میں حق وعدل کی موت پر ماتم کررہی ہے لیکن کوئی نہیں جو اس کی فریادوزاری پر رحم کھائے۔ نیک دل ڈاکٹر یہ بات دیکھ کر مبہوت ہوگیا۔ وہ پارلیمنٹ کو ترقی، عقل اور آزادی فکر کی بہشت سمجھ کر داخل ہوا تھا، لیکن یہ دیکھ کر یہ یہاں خوشگوار اور دلفریب تقریروں کے پردوں میں جنگ وجدل، نفرت وفساد اور حرص وہوا کے دوزخ بھڑک رہے ہیں۔ وہ نہایت ہی بے صبری کے ساتھ اپنی کرسی سے اٹھا۔ اس نے پارلیمنٹ کی عظمت کی پروانہ کی۔ اس نے ان تمام چیزوں کو اور ساتھ ہی اپنے مال وعزت اور مستقبل کی شہرت وترقی کو بے پروائی سے الگ پھینک دیا۔ وہ پارلیمنٹ سے کنارہ کش ہوگیا اور رونق وعزت کے اس جہنم سے کنارہ کش ہوکر فرانس کے ایک چھوٹے سے پرسکون گاؤں میں اقامت اختیار کرلی اور خلق خدا کی خدمت میں مصروف ہوگیا۔"

"جب مجھے ان حالات کا علم ہوا اور ساتھ ہی یہ معلوم ہوا کہ فرانس کا یہ عظیم الشان انسان اسلام قبول کرچکا ہے تو میں نے آرزو کی کہ اس یگانۂ روزگار ڈاکٹر سے ضرور ملنا چاہئے۔ اور کم سے کم قبول اسلام کا سبب دریافت کرنا چاہئے۔

جونہی ملاقات نے میرے قدموں کو حرکت دی، میں پیرس سے نکلا اور اس بستی کا رخ کیا جہاں یہ ممتاز ترین انسان عزلت گزیں تھا۔ میں بستی میں داخل ہوا اور ڈاکٹر غرینیہ کے متعلق لوگوں سے دریافت کرنے لگا۔ میں جس شخص سے ڈاکٹر کے متعلق پوچھتا وہ ادب سے جھک جاتا اور نہایت ہی مسرت اور گرمجوشی سے میرے سوالات کا جواب دیتا۔ شہر کے تمام باشندے ڈاکٹر کے مداح تھے۔ مجھے معلوم ہوا کہ شہر کی تمام آبادی کو ڈاکٹر کی احسان مندیوں نے جھکا دیا ہے۔ شہر میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جس سے ڈاکٹر نے عزت، شرافت اور مروت کا سلوک نہ کیا ہو۔ وہ بچوں کے لئے سربسر محبت وشفقت، فقیروں اور غریبوں کے لئے عزت ومسرت کا پیغام تھا۔ یتیم بچوں اور بیوہ عورتوں کے لئے حفاظت کا سرمایہ تھا۔ اگرچہ شہر کی دیواروں پر اس کے نام کے اشتہار چسپاں تھے، لیکن میں نے دیکھا کہ ہر ہر

پیشانی پر اس کی عزت کا سائن بورڈ آویزاں ہے اور خلق خدا کے قلوب اس کے خلوص و احسان کی گراں باریوں نے کمان کی طرح جھکا رکھے ہیں۔

میں بہت جلد ڈاکٹر کے پاس پہنچا۔ اس کی پیشانی پر محبت اور خوش اخلاقی کے معصوم ستارے کھیل رہے تھے۔ وہ مجھے بڑی گرمجوشی سے ملا۔ ایسی گرمجوشی سے جس سے اخوت اسلامیہ کا نام زندہ ہے۔ وہ اپنے کام سے فارغ ہو چکا تو میں نے پوچھا:

''ڈاکٹر صاحب! آپ کے مشرف بہ اسلام ہونے کے اسباب کیا ہیں؟''

ڈاکٹر غرینیہ نے جواب دیا:

''قرآن پاک کی صرف ایک آیت۔''

''تو کیا آپ نے کسی مسلمان عالم سے قرآن پڑھا اور اس کی ایک آیت نے آپ پر اثر کیا؟'' محمود بے نے پوچھا۔

''نہیں میں نے کسی مسلمان سے اب تک ملاقات نہیں کی۔'' ڈاکٹر نے جواب دیا۔

''پھر قرآن کی کوئی تفسیر پڑھی؟'' محمود بے نے پوچھا۔

''تفسیر بھی نہیں پڑھی۔'' ڈاکٹر نے جواب دیا۔

''تو پھر یہ واقعہ کیونکر گزرا؟''

ڈاکٹر نے جواب دیا:

''میری جوانی سمندری سفروں میں گزری ہے۔ سمندر کے نظاروں اور بحری سفروں کا شوق اس قدر دامن گیر تھا کہ گویا میں ایک آبی مخلوق ہوں۔ میں اپنے رات اور دن پانی اور آسمان کے درمیان بسر کرتا تھا اور اس قدر مسرور تھا کہ گویا میری زندگی کا مقصد ہی یہی ہے۔ انہی ایام میں قرآن پاک کے فرانسیسی ترجمہ کا ایک نسخہ جو موسیو سا قاری کے قلم سے تھا، مجھے دستیاب ہوا۔ میں نے اسے کھولا تو سورہ نور کی ایک آیت میرے سامنے تھی۔ جس میں ایک سمندری نظارے کی کیفیت بیان کی گئی تھی۔ میں نے اس آیت کو نہایت دلچسپی سے پڑھا۔ اس آیت میں کسی گمراہ شخص کی حالت کے متعلق ایک نہایت ہی عجیب تمثیل بیان کی گئی تھی۔ آیت میں لکھا تھا کہ گمراہ شخص حالت انکار میں اس طرح دیوانہ وار ہاتھ پاؤں مارتا ہے جیسے ایک شخص اندھیری رات میں جبکہ بادل بھی چھائے ہوئے ہوں۔ سمندر کی لہروں کے نیچے

ہاتھ پاؤں مارتا ہو۔“

ڈاکٹر غرینیہ نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا کہ اس کا دل تمثیل کی عزت سے لبریز تھا، اور اس کے انداز بیان سے ظاہر تھا کہ اس کے نزدیک اس تمثیل کی عمدگی اور دل نشینی، صداقت اسلام کی ایک بہت ہی کافی دلیل ہے۔ لیکن ڈاکٹر کے بیان سے میرا دل مطمئن نہ تھا۔ میں نے پوچھا ڈاکٹر صاحب! ”اس کے بعد کیا واقعہ پیش آیا؟“

ڈاکٹر نے جواب دیا، آیت یہ تھی:

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَاۤ اَخْرَجَ یَدَهٗ لَمْ یَكَدْ یَرٰىهَا وَ مَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝

ان کی مثال بڑے گہرے سمندر کے اندرونی اندھیروں کی سی ہے۔ اس طرح کہ سمندر کو لہر نے ڈھانپا ہے، لہر کے اوپر لہر ہے، اس کے اوپر بادل ہے یعنی اندھیرے پر اندھیرا۔ اس حال میں ایک شخص تہہ دریا میں اپنا ہاتھ باہر نکالے تو توقع نہیں کہ اس کو دیکھ سکے۔ جس کو خدا نور نہ دے اس کے لئے کوئی روشنی نہیں۔“

جب میں نے آیت پڑھی تو میرا دل تمثیل کی عمدگی اور انداز بیان کی واقعیت سے بہت متاثر ہوا اور میں نے خیال کیا کہ حضرت محمد ﷺ ضرور ایسے شخص ہوں گے جن کے رات دن میری طرح سمندر میں گزرے ہوں گے لیکن اس خیال کے باوجود بھی مجھے حیرت تھی اور رسول اللہ کے اس کمال کا اعتراف تھا کہ انہوں نے گمراہوں کی آوارگی اور ان کی جدوجہد کی بے حاصلی کو کیسے مختصر الفاظ میں بیان کیا ہے، گویا کہ وہ خود رات کی سیاہی، بادلوں کی تاریکی اور موجوں کے طوفان میں ایک جہاز پر کھڑے ہیں اور ایک ڈوبتے ہوئے شخص کی بے حواسی کو دیکھ رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ سمندری خطرات کا کوئی بڑے سے بڑا ماہر بھی اس قدر گنتی کے لفظوں میں ایسی جامعیت سے خطرات بحر کی صحیح کیفیت بیان نہیں کر سکتا۔“

”لیکن اس کے تھوڑے ہی عرصے بعد مجھے معلوم ہوا کہ محمد ﷺ عربی محض امی تھے اور انہوں نے زندگی بھر کبھی سمندر کا سفر نہیں کیا۔ اس انکشاف کے بعد میرا دل روشن ہو گیا۔ میں نے سمجھا کہ یہ محمد ﷺ کی آواز نہیں بلکہ اس خدا کی آواز ہے۔ جو رات کی تاریکی میں ہر

ڈوبنے والے کی بے حاصلی کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔ میں نے قرآن کو اپنے ہاتھ میں پکڑا اور اس کی آیتوں پر بڑی احتیاط سے غور کرنے لگا۔ اور چند دنوں میں مسلمان ہو گیا۔

(ماخوذ اسلام زندہ باد۔ ترجمہ عبدالمجید قریشی)

واقعہ نمبر ۲

بچپن سے اللہ تعالیٰ نے دو باتوں کا شوق عطا فرمایا ہے۔ ایک علم کا اور دوسرے عمل کا، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں جس زمانے میں ایک ناسمجھ بچہ تھا، پڑھنے پڑھانے میں مصروف رہتا اور جو بھی کوئی اچھی بات پڑھتا، اسے گرہ میں باندھ لیتا اور اس پر عمل کرتا، یہی وجہ تھی کہ میں اپنے خاندان میں سب سے زیادہ نیک لڑکا شمار کیا جاتا تھا، مجھے خوب یاد ہے کہ جس دن میں نے کتاب میں یہ مسئلہ پڑھا کہ وضو کرنے کے بعد دوسری نماز کے وضو کے لئے لوٹا بھر کر رکھنا مستحب ہے تو میں نے اسی دن سے اس پر عمل شروع کر دیا ہے۔ غرض، میں ہر چھوٹی بڑی بات پر عمل کرنے کی کوشش کیا کرتا تھا۔

مطالعۂ کتب کا بچپن سے شوق تھا۔ جب میں بڑا ہو گیا تو یہ شوق اس قدر بڑھ گیا کہ طبیعت کسی طرح سیر نہ ہوتی تھی، سوائے کتابوں کے مجھے کسی چیز سے دلچسپی نہ رہی تھی جو کتاب بھی کسی فن، کسی مذہب، کسی علم کی ہاتھ لگ جاتی میں اسے ختم کر کے دم لیتا تھا۔

مطالعۂ کتب کے اس شوق نے ایک دن سر سید احمد خاں کے رسالہ تہذیب الاخلاق تک پہنچا دیا، ان کے مضامین پڑھ کر میری آنکھیں کھل گئیں اور مجھے ہر قدیم چیز سے نفرت ہو گئی، رفتہ رفتہ ہر بات میں مجھے سر سید احمد خاں سے اتفاق رائے ہونے لگا، ان کے وہ مضامین جو معجزات کے انکار کے بارے میں تھے مجھے بہت پسند آئے اور شدہ شدہ مجھے مذہب کی ہر بات میں شک ہونے لگا۔

بالآخر میں رفتہ رفتہ نیچری بن گیا اور پھر دہریہ ہو گیا۔ اب مجھے مذہب اور مذہب کی ہر بات سے سخت نفرت ہو گئی تھی اور یہ سب فرسودہ باتیں معلوم ہوتی تھیں۔ اسی لئے قرآن سے مجھے سخت نفرت (نعوذ باللہ) ہو گئی تھی کہ اس کتاب نے کیا فضول باتیں دنیا میں پھیلا رکھی ہیں، ہر چیز حرام، کفر اور شرک، کیا واہیات (استغفراللہ) ہے۔ شراب اتنی اچھی چیز ہے جسے

ساری مہذب دنیا پیتی ہے تن درست رکھتی ہے، حرام۔ زنا جسے انگریز اور یورپین اقوام سب جائز قرار دیتے ہیں، حرام۔ جوا جو موجودہ تمام ترقی یافتہ ملکوں میں رائج ہے اور بڑی نفع اندوز چیز ہے، حرام۔ یہ سب کچھ کیا ہے، اسلام میں ہر چیز حرام، ڈاڑھی منڈانا بھی حرام، ٹخنوں سے نیچا پاجامہ پہننا بھی حرام، ذرا ذرا سی باتیں حرام، کچھ حلال بھی ہے یا نہیں۔ ان تمام باتوں کی ذمہ دار یہ کتاب ہے۔ اگر یہ کتاب نہ ہوتی تو دنیا میں اس قدر تاریکی اور فرسودہ خیالی نہ ہوتی۔ (معاذ اللہ)

لہٰذا میں نے ایک دن قرآن کو زمین پر پھینک کر ایک ٹھوکر لگائی (العیاذ باللہ) ٹھوکر مارنی تھی کہ میرے پاؤں میں بجلی کا سا کرنٹ لگا اور اسی وقت سے پاؤں میں درد رہنے لگا، میرا مطالعہ کافی وسیع تھا، میں نے طرح طرح سے فلسفیانہ توجیہات کر کے دل کو مطمئن کر لیا کہ یہ نفس، تحت الشعور، یا قدیم خیالات کا اثر ہے یا محض اتفاق ہے۔ اس طرح میرے عقائد جوں کے توں رہے۔

ایک عرصۂ دراز چوٹی کے حکیموں اور ڈاکٹروں کا علاج کرتے گزر گیا، پرہیز کا اور اصول صحت کا میں بڑا سخت پابند تھا مگر مرض میں کمی نہ آئی۔ اس عرصۂ دراز میں خیالات میں کچھ اور انقلاب آ چکا تھا اور میں نے قرآن سے بہت کچھ سیکھ لیا تھا لہٰذا مجھے اس کتاب سے بڑی محبت ہو گئی تھی، ایک دن میں نے قرآن کو اپنے سامنے رکھا اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا کی کہ اگر مجھے صحت نصیب ہو جائے گی تو میں تمام عمر قرآن کی بے لوث خدمت کروں گا۔ اور کبھی جاہ و مال کی پروا نہیں کروں گا، درد اسی وقت کافور ہو گیا اور بغیر کسی دوا پرہیز کے مجھے ایک بڑی مصیبت سے نجات مل گئی، پھر جن جن مضر چیزوں سے مجھے حکیموں اور ڈاکٹروں نے روک دیا تھا وہ سب مضر چیزیں میں نے خوب کھائیں اور دوا بھی چھوڑ دی مگر مرض نہ لوٹا۔

تاریخ القرآن میں نے اسی جذبہ کے تحت بڑی کاوش سے لکھی تھی اور اس کے لئے مصر کے تمام کتب خانے چھان مارے تھے۔ جس کا اب بفضل خدا چوتھا ایڈیشن چھپنے والا ہے اور جسے خدائے تعالیٰ نے اتنی مقبولیت عطا کی ہے کہ مصر، شام، عراق اور یورپ کے مصنفین نے اپنی کتابوں میں اس کے حوالے دیئے ہیں۔ عموماً ایک مسلمان رفتہ رفتہ ہی کافر

بنتا ہے اور اگر کافر ہو کر پھر اسلام کی طرف لوٹتا ہے تو وہ بھی آہستہ آہستہ ہی لوٹتا ہے، اک دم تو کوئی کوئی ہی بدلتا ہے۔ ایک عرصہ تک اپنا یہ خیال رہا کہ قرآنی تصوف اتنا بلند نہیں ہے جتنا کہ ویدوں کا تصوف بلند ہے یعنی خدا تک پہنچنے کا جو راستہ قرآن نے بتایا ہے۔ وہ بڑا پیچیدہ ہے اور ویدوں کی بتائی ہوئی راہ بڑی مختصر ہے لہٰذا میں اس دور میں اکثر و بیشتر ویدوں کا مطالعہ کیا کرتا، بھگوت گیتا اور جوگ کی کتابیں پڑھا کرتا اور بڑے بڑے سخت مجاہدات کیا کرتا تھا۔

ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ قرآن اور وید میں بحث ہو رہی ہے، دونوں اپنی اپنی فضیلت ثابت کرنا چاہتے ہیں، آخر قرآن نے کہا، میرا بتایا ہوا راستہ ایسا ہے جس پر ہر شخص آسانی سے عمل کر سکتا ہے اور تیرا بتایا ہوا راستہ ایسا ہے جس پر دنیا کے بہت کم لوگ عمل کر سکتے ہیں، اس کے علاوہ مجھے ہر شخص سمجھ سکتا ہے اور تجھے کوئی کوئی۔

صبح صبح کا وقت تھا، اس خواب کے بعد میری آنکھ کھل گئی، مگر میں نے خواب کو کوئی اہمیت نہیں دی اور میں بدستور ویدوں وغیرہ کو پڑھتا رہا مگر لاشعوری طور پر اس خواب کے بعد مجھے ہندوانی کتابوں سے، انسانیت کو ناکارہ بنا دینے والی رہبانیت کی بو آنے لگی اور مجھے قرآن سے دلچسپی ہوگئی، پھر میں نے ان کتابوں کو چھوا تک نہیں اور قرآن کے پڑھنے پڑھانے میں لگ گیا۔ (قرآن نمبر عبدالصمد صارم الازہری)

واقعہ نمبر ۳

ایک واقعہ میں نے پانی پت میں ثقات سے سنا ہے کہ وہاں ایک قاری صاحب تھے جنکو قاری ''لالا'' کہتے تھے۔ (غالباً اصلی نام لعل محمد ہوگا) ان کی یہ کرامت مشہور تھی کہ جب وہ رمضان میں تراویح کی نماز پڑھاتے تو ان کا قرآن سن کر کسی کی مجال نہ تھی کہ آگے قدم بڑھائے۔ سننے کے لئے کھڑا ہو جاتا خواہ مسلمان ہوتا یا ہندو جب تک وہ رکوع میں نہ جاتے سڑک والے قرآن سنتے رہتے جب رکوع کرتے اس وقت لوگ اپنے کام کو جاتے۔

ان کی دوسری کرامت یہ بھی سنی کہ وہ ایک بار سفر میں چلے جا رہے تھے۔ چند شاگرد بھی ساتھ تھے ایک جگہ مغرب کا وقت ہو گیا۔ وضو کے لئے پانی کی فکر ہوئی۔ وہاں ایک

کنویں پر رہٹ لگا ہوا تھا قاری لالا نے قرآن شریف پڑھنا شروع کیا تھوڑی دیر میں رہٹ خودبخود چلنے لگا سب نے وضو کیا نماز پڑھی، پانی پیا، پھر آگے چل دیئے اور رہٹ برابر چلتا رہا۔

جب غدر ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے پانی پت والوں کی معافی ضبط کر لی تو قاری لالا صاحب قسطنطنیہ چلے گئے۔ ماہ شعبان کا اخیر تھا، سلطان عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ الاسلام سے فرمایا کہ جامع مسجد تک جانے کی میری ہمت نہیں (شاید بڑھاپے کی وجہ سے ضعف زیادہ ہو گیا تھا) کسی قاری کو تجویز کرو جو شاہی محل میں ہم کو تراویح میں قرآن سنا دے۔ شیخ الاسلام نے اعلان کر دیا کہ سلطان اپنے محل میں قرآن تراویح میں سننا چاہتے ہیں جو قاری حافظ اس کے لئے آمادہ ہو اپنا نام پیش کرے۔ کسی حافظ کی ہمت نہ ہوئی تو قاری لالا صاحب نے شیخ الاسلام سے کہا میں سلطان کو قرآن سناؤں گا۔ آپ میرا نام بھیج دیں۔ شیخ الاسلام نے کہا سلطان خود بھی حافظ ہیں۔ ان کے آگے وہی قرآن پڑھ سکتا ہے جو پکا حافظ ہو۔ کہا آپ میرا نام بھیج دیں، میں اس کے لئے تیار ہوں چنانچہ نام بھیج دیا گیا اور سلطان کا حکم صادر ہوا کہ ان قاری صاحب کو ہمارے پاس بھیج دو۔ پہلے ہم ان کا امتحان لیں گے ان کو پیش کر دیا گیا اور سلطان نے کسی خاص مقام سے (جو حفاظ کے یہاں دشوار ہے) قرآن پڑھنے کی فرمائش کی۔ قاری لالا صاحب نے پڑھنا شروع کیا۔ جب کئی رکوع پڑھ گئے، سلطان پر بڑا اثر ہوا اور فرمایا بس ہم آپ کا قرآن ضرور سنیں گے۔ جب تراویح میں قرآن ختم ہو گیا تو سلطان نے شیخ الاسلام سے فرمایا قاری صاحب کو اتنی اشرفیاں اور خلعت فاخرہ دے دیا جائے۔ قاری صاحب نے کہا حضور میں اس کے واسطے ہندوستان سے نہیں آیا اور قرآن سنا کر روپیہ لینا مجھے گوارا بھی نہیں۔ میں تو دوسرے کام سے آیا ہوں فرمایا وہ کیا؟ کہا انگریزوں نے میری بستی کے مسلمانوں کی معافی ضبط کر لی ہے کیونکہ وہ بھی غدر میں شریک تھے۔ آپ بادشاہ ہیں۔ آپ سفارش کر دیں کہ پانی پت کے مسلمانوں کی معافی بحال کی جائے۔ سلطان نے کہا میں یہ بھی کرا دوں گا آپ میرا ہدیہ قبول فرمائیں یہ قرآن کا معاوضہ نہیں ہے۔ سلطان نے ملکہ وکٹوریہ کو خط لکھ دیا اور اس کی نقل قاری لالا صاحب کو دے دی تا کہ وائسرائے ہند کو دکھلا دیں اس طرح پانی پت کے مسلمانوں کی معافی ضبط ہونے کے بعد بحال ہو گئی۔

واقعہ نمبر۴

ایک واقعہ مجھ سے ایک نو مسلم نے اس وقت بیان کیا جب میں موضع گڑی پختہ ضلع مظفر نگر میں مدرسہ ارشاد العلوم کا مدرس اول تھا۔ اس موضع کے رئیس سرکار کی طرف سے مجسٹریٹ بھی تھے۔ ان کے یہاں دیہات کے مقدمات آیا کرتے تھے۔ یہ نو مسلم بھی ایک مقدمہ کے سلسلہ میں وہاں آیا تھا کیونکہ خان صاحب کی عدالت میں اس نے مقدمہ دائر کیا تھا۔ میرے پاس سفارش کے لئے آیا کہ خان صاحب سے سفارش کر دوں اس کو کسی نے کہہ دیا تھا کہ خان صاحب میری بات کو رد نہیں کرتے۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ تم نے اسلام کیوں قبول کیا؟ کہنے لگا مجھے میری بیوی نے مسلمان کیا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ شادی کے بعد مجھے بخار ہو گیا اور اس نے اتنا طول پکڑا کہ مجھے دق ہو گئی میرا بڑا بھائی ڈاکٹر تھا اور اچھا ڈاکٹر تھا۔ بڑی محنت و شفقت سے علاج کر رہا تھا مگر میری حالت بگڑتی گئی یہاں تک کہ ایک دن اس نے میرے منہ پر کہہ دیا کہ اب علاج بیکار ہے اور تمہاری حالت خطرہ کی حد تک پہنچ گئی ہے اب جو چاہو کھاؤ پیو دوا یا پرہیز کی کچھ ضرورت نہیں وہ تو یہ کہہ کر چلا گیا اب بیوی میرے پاس آئی اور پوچھا کیا حال ہے؟ میں نے رو کر کہا حال کیا ہوتا بھائی صاحب کہہ گئے ہیں کہ میرے بچنے کی امید نہیں اب دوا و پرہیز کی کچھ ضرورت نہیں۔ بیوی نے کہا اگر میں تم کو اچھا کر دوں تو جو میں کہوں گی اس پر عمل کرو گے؟ میں نے کہا جان سے زیادہ پیاری کوئی چیز نہیں اگر تو نے مجھے اچھا کر دیا تو جو کہے گی وہی کروں گا اس نے کہا اب تم بے فکر رہو میں تم کو اچھا کر دوں گی یہ کہہ کر اس نے میرے پلنگ کے پاس کرسی ڈالی اور کچھ پڑھنا اور مجھ پر دم کرنا شروع کیا پانی پر بھی دم کر کے مجھے پلاتی۔ اس لڑکی (میری بیوی) کا باپ آریہ تھا اس نے اس کو وید بھی پڑھایا تھا اور کچھ انگریزی بھی، میں نے سمجھا کہ شاید یہ وید کا کوئی منتر پڑھتی ہے۔ ایک ہفتہ کے بعد میں اس قابل ہو گیا کہ اپنے گھر میں بے تکلف چلنے پھرنے لگا حالانکہ اب تک میں کروٹ بھی خود نہیں لے سکتا تھا۔ دوسرے ہفتہ گھر سے باہر بھی آنے لگا۔ تیسرے ہفتہ دکان پر بھی جانے لگا۔ چوتھے ہفتے میں بالکل تندرست تھا۔ رنگ و روپ بھی تندرستوں جیسا ہو گیا۔ کھانا پینا بھی حسب معمول ہو گیا۔ جب ایک

مہینہ گزر گیا۔ بیوی نے کہا اپنا وعدہ یاد ہے؟ میں نے کہا ہاں یاد ہے اب جو تو کہے گی ویسا ہی کروں گا۔ بیوی نے کہا میں مسلمان ہوں، تم بھی مسلمان ہو جاؤ۔ میں نے کہا تو مسلمان کیسے ہوگی تیرا باپ بڑا پکا آریہ ہے اور مسلمانوں کا دشمن ہے۔ کہنے لگی ہمارے پڑوس میں ایک ملا جی تھے جو مسلمانوں کی مسجد کے امام تھے اور بچوں کو بھی قرآن اور دینی کتابیں پڑھاتے تھے۔ گھر میں ملاّنی جی بچوں کو پڑھاتی تھی۔ پڑوس کی وجہ سے میں اکثر ان کے یہاں جاتی تھی اور مذہبی بحث کرتی تھی ایک دن ملاّنی نے کہا بیٹی تم نے وید تو پڑھا ہے میں نے کہا ہاں خوب پڑھا ہے۔ ملاّنی نے کہا اب میری رائے یہ ہے کہ تم مجھ سے قرآن کا ترجمہ بھی پڑھ لو جب قرآن پورا کر لو گی پھر بحث کرنا۔ میں نے ترجمہ قرآن پڑھنا شروع کر دیا۔ ملاّنی پہلے مجھے وضو کراتیں پھر ترجمہ پڑھاتیں ایک پارہ کا ترجمہ پڑھ کر میں نے کہا یوں مزہ نہیں آتا مجھے قرآن بھی پڑھاؤ اور ترجمہ بھی، ملاّنی نے کہا بہت اچھا۔ اردو پڑھنے والے کو قرآن پڑھنا مشکل نہیں اب میں نے قرآن مع ترجمہ کے پڑھنا شروع کیا اور سال بھر میں ختم کر لیا۔ جب قرآن پورا ہو گیا تو ملاّنی نے پوچھا ہاں بیٹی اب کہو اسلام پر تم کو کیا اعتراض ہے؟ مجھے رونا آ گیا۔ میں نے کہا ملاّنی جی! سچی بات تو یہ ہے کہ قرآن کے برابر کیا اس کے پاسنگ بھی کوئی کتاب نہیں۔ وید کی اس کے سامنے کوئی حقیقت نہیں۔ اب تم مجھے مسلمان کر لو۔ ملاّنی نے مجھے غسل کرایا، پاک کپڑے دیئے اور نماز پڑھائی اور کہا بیٹی ابھی اسلام کو ظاہر نہ کرنا تیرا باپ بڑا ظالم ہے ہمیں پریشان کر دے گا، ابھی اپنے اسلام کو مخفی رکھو۔ موقعہ پر ظاہر کرنا جب خطرہ نہ رہے اور میرے گھر آ کر نمازیں پڑھتی رہو۔ چنانچہ سال بھر تک میں اسی طرح مخفی مسلمان رہی جب تم سے شادی ہوئی تو میں نے ملاّنی سے کہا میرا قرآن میرے ڈولے میں رکھ دینا۔ ملاّنی نے میری ماں سے کہا کہ اس لڑکی کا ہمارے یہاں آنا جانا تھا ہم اس کو اپنی اولاد کی طرح سمجھتے تھے میں چاہتی ہوں رخصتی کے وقت دو چار جوڑے میں بھی اس کو دے دوں میری ماں نے کہا یہ آپ کی محبت ہے، مجھے اس سے انکار نہیں چنانچہ ملاّنی نے رخصتی کے وقت دو چار جوڑے میرے واسطے بنائے اور ان کے بیچ میں قرآن شریف رکھ کر ڈولے میں رکھ دیئے۔ یہ کہہ کر اس نے اپنا بکس کھولا اور قرآن مجھے دکھلایا اور کہا میں نے اس قرآن کی سورہ الم نشرح پڑھ کر تم کو جھاڑا ہے۔ اسی کو پانی پر دم کر کے پلایا ہے میں نے کہا

اگر میں قرآن سے اچھا ہوا ہوں تو مجھے اسلام لانے میں کوئی عذر نہیں۔ بیوی نے مجھے غسل کرایا پاک کپڑے پہنائے اور کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا کر مجھے مسلمان کیا اور نماز بھی سکھلائی۔ میں نے کہا ابھی اس بات کو مخفی رکھو موقعہ پر اعلان کرینگے۔ اس وقت تک میں اپنے باپ کی دکان پر کام کرتا تھا اور وہ مجھے معقول تنخواہ دیتا تھا میں نے روپیہ جمع کر کے اپنی دکان علیحدہ کھول لی۔ باپ نے بھی اس میں میری امداد کی جب میری دکان خوب چل گئی تو میں نے اپنے اسلام کا اور بیوی کے اسلام کا اعلان کر دیا۔ اس پر میرے باپ کو اور بیوی کے باپ کو بڑا غصہ آیا۔ میرے باپ نے اپنی جائیداد سے مجھے محروم کر دیا۔ مگر میری ماں نے اپنی جائیداد میرے نام کر دی۔ ہندوؤں نے یہ کوشش کی کہ میری ماں کی جائیداد بھی مجھے نہ ملے۔ اس کا مقدمہ آپ کے خان صاحب کی عدالت میں میں نے دائر کیا ہے آپ سفارش کر دیں۔ چنانچہ میں نے سفارش کر دی اور خان صاحب نے اس کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ نو مسلم نے کہا میری بیوی کے باپ نے اپنے بیٹے کو میری بیوی کے پاس بھیجا کہ اس کو سمجھاؤ وہ وید بھی پڑھا ہوا تھا اور انگریزی بھی۔ وہ ہمارے گھر آیا اور اپنی بہن کو سمجھانے لگا کہ اسلام میں کیا خوبی ہے مسلمان تو گئو ہتیا (گائے ذبح) کرتے ہیں۔ میری بیوی نے کہا بھائی صاحب آپ تو وید پڑھے ہوئے ہیں کیا اس میں آپ نے نہیں پڑھا کہ ایک راجہ کے زمانہ میں بڑی وبا پھیلی تو پنڈتوں نے کہا سو گائیں ذبح کر کے جنگل میں ڈال دو کہ درندے پرندے اُن کا گوشت کھائیں تو وبا دور ہو جائے گی، راجہ نے ایسا ہی کیا تو وبا دور ہو گئی۔ تو جس گئو کا گوشت درندوں پرندوں کے کھانے سے وبا دور ہوتی ہے اگر خود انسان کھائے تو کیا ہوگا؟ اس پر وہ لاجواب ہوا تو دوسرا سوال کیا کہ مسلمان کے یہاں یہ بھی مسئلہ ہے کہ کنویں میں چوہا مر جائے تو بیس بیس ڈول نکال دو، مرغی مر جائے تو چالیس پچاس ڈول نکال دو، بلی مر جائے تو ستر اسی ڈول نکال دو، یہ تو عقل کے خلاف ہے اگر کنواں ان چیزوں کے مرنے سے ناپاک ہو جاتا ہے تو بیس بیس تیس چالیس پچاس ڈول نکالنے سے کیا ہوگا سارا پانی نکالنا چاہئے۔ بیوی نے کہا آپ تو ڈاکٹر ہیں کیا آپ کو معلوم نہیں کہ جس آدمی کا خون خراب ہو جاتا ہے تو ڈاکٹر حکیم فصد کے ذریعے سے تھوڑا سا خون نکال لیتے ہیں جس

سے پانی خراب ہوتا ہے مگر سارا پانی نکالنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ تھوڑا سا نکالنا سارے پانی کو اچھا کر دیتا ہے۔ اس پر بھی وہ لاجواب ہوا تو میری بیوی نے کہا آپ نے وید میں پڑھا ہوگا کہ بیکنٹھ (جنت) کے دروازہ پر ایک کلمہ لکھا ہوا ہے جب تک آدمی وہ کلمہ نہ پڑھے بیکنٹھ میں نہیں جا سکتا۔ پنڈت ہر ایک کو نہیں بتلاتے کہ وہ کلمہ کیا ہے؟ مگر میرے استاد نے مجھے بتلایا ہے کہ وہ کلمہ وہی ہے جس کو ''ان کہنی'' کہا جاتا ہے جب کسی ہندو کی جان کئی دن تک نہیں نکلتی تو اسے کہا جاتا ہے ''ان کہنی کہہ دے وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتا ہے تو جان آسانی سے نکل جاتی ہے۔ اس پر میری بیوی کا بھائی خاموش ہو کر چلا گیا اور باپ سے کہہ دیا کہ اس کے ہندو بننے کی کوئی امید نہیں، وہ خوب سمجھ بوجھ کر مسلمان ہوئی ہے۔

یہ دونوں واقعات ظفر احمد عثمانی صاحب نے بیان کئے ہیں۔ (قرآن نمبر)

قرآن پاک کی اعجاز آفرینیاں

ضبط، عفو، احسان

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ہاں معززین مکہ مدعو تھے۔ ایک لونڈی دسترخوان پر کھانا چننے میں مصروف تھی۔ جب وہ شوربے کا پیالہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھنے لگی تو اچانک اس کا پاؤں پھسلا جس سے تمام شوربا حضرت امام رضی اللہ عنہ کے اوپر گر گیا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے قہر آلود نظروں سے لونڈی کی طرف دیکھا۔ لونڈی تھر تھر کانپنے لگی، اس خوف کی حالت میں اس کے منہ سے قرآن کے یہ الفاظ نکلے:

وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ۔ (جو لوگ غصے کو پی جاتے ہیں)

حضرت امام رضی اللہ عنہ نے لونڈی سے فرمایا:

''میں نے اپنے غصے کو روک لیا۔''

پھر لونڈی نے کہا:

وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ (اور جو لوگوں کی خطائیں معاف کر دیتے ہیں)

حضرت امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا

''میں نے تمہاری خطا معاف کر دی۔''

اس کے بعد لونڈی نے آیت کا آخری حصہ پڑھا:

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے)

یہ سن کر حضرت نے فرمایا:

"جاؤ، میں نے تمہیں آزاد کر دیا۔"

روزن سے آواز

ایک وقت تھا جب فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ ڈاکہ زنی کرتے تھے۔ ڈاکو بھی اس درجہ کے تھے کہ پہلے سے اعلان کر کے ڈاکہ ڈالا کرتے تھے۔ ایک رات وہ اسی نیت سے مکانوں کی چھتوں سے گزر رہے تھے کہ کسی روزن سے ان کو کچھ آواز سنائی دی۔ انہوں نے رک کر روزن سے کان لگا دیئے۔ کوئی شخص اپنے گھر میں قرآن پاک کی تلاوت کر رہا تھا۔

فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ کے لمحہ سماعت کے وقت یہ آیت پڑھی گئی۔

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ۔

ترجمہ: کیا ابھی تک ایمان لانے والوں کے لئے وہ گھڑی نہیں آئی کہ ان کے دل ذکر الٰہی کے لئے گداز ہو کر جھک جائیں؟

ان کلمات مبارکہ نے کیا عجیب تاثیر دکھائی، تیر کی طرح فضیل کے دل میں اتر گئے۔ ایک دم نعرہ مارا۔ "ہائے میرے اللہ! اور پھر اسی لمحے چوری سے توبہ کر لی بلکہ اپنی ایسی اخلاقی اصلاح کی کہ روحانی منازل طے کئے کہ آج ان کا شمار ذی مرتبہ علمائے امت میں ہوتا ہے۔

نقشہ بدل گیا

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ مشہور بزرگان دین میں سے ہیں۔ جوانی کے دنوں میں ایک عیش پرست عرب کے ہاں ملازم تھے جہاں دور جام چلتا رہتا۔ ایک دن انہوں نے کسی شخص کی زبان سے ایک آیت (متذکرہ بالا واقعہ کی آیت) سنی، اور اسے سنتے ہی نہ صرف تمام مناہی سے توبہ کر لی، بلکہ زندگی کا رخ ہی بدل دیا اور خدا کے پسندیدہ بندوں میں درجہ پایا۔

حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ کا اثر دربار بغداد پر بہت تھا۔ خلیفہ متوکل آپ کی

تشریف آوری پر تعظیم کے لئے خود اٹھ کھڑا ہوتا اور وزراء اور درباری سبھی حد درجہ احترام کرتے۔ ایسی صورت حالات میں بالعموم حاسد بھی ابھر آتے ہیں۔ چنانچہ کچھ لوگوں نے حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں بدگوئی کی اور خلیفہ کے کان بھرے۔ باتیں ایسی تھیں کہ خلیفہ نے حضرت کو مصر سے بلوایا۔ آپ دربار میں داخل ہوئے تو سر مجلس اس مختصر سی آیت کی تفسیر نہایت ہی پرسوز انداز میں بیان کی:

اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ ۔

ترجمہ: بعض بدگمانیاں گناہ ہوتی ہیں۔

انداز کلام ایسا پرسوز تھا کہ جس کے اثر سے خلیفہ کا دل پگھل گیا اور وہ بے اختیار سر دربار رونے لگا۔ ظاہر بات ہے کہ سیل گریہ میں وہ تمام چغلیاں بہہ گئیں جو بعض لوگوں نے کان میں ڈالی تھیں۔

قیامت کے دن

سلیمان بن عبدالملک شام سے حج کے لئے مدینہ منورہ گیا تو حضرت ابو حازم رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ اس ملاقات میں جو گفتگو ہوئی اس کا خلاصہ یہ ہے:

سلیمان: روز قیامت بندوں کی ملاقات پروردگار سے کس صورت میں ہوگی؟

ابو حازم: اگر بندہ دنیا میں نیکی کر کے گیا تو اس طرح ہوگی جیسے کوئی شخص مدت کے بعد سفر کر کے اپنے گھر واپس پہنچے، اور بہت سا مال واسباب ساتھ لائے۔ اہل خانہ اس کی آمد سے خوش ہوں اور خوب خاطر داری کریں۔ اور اگر وہ بدی کر کے گیا تو اس کا سامنا ایسے ہوگا جیسے کسی کا غلام چوری کر کے بھاگ گیا ہو اور آقا نے اس کی تلاش اور گرفتاری کے لئے سوار اور پیادے دوڑائے ہوں اور وہ اس کو ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں جکڑ کر اور گلے میں طوق ڈال کر آقا کے حضور لائیں وہ اس وقت آقا کے سامنے کتنا شرمسار اور قابل لعنت ونفرین ہو گا۔

سلیمان: (آنکھوں میں آنسو لئے ہوئے) کیا ہی اچھا ہوتا کہ میں اپنا حال جان لیتا کہ ان دونوں صورتوں میں سے کس صورت میں مالک کے سامنے میری پیشی ہوگی؟

ابو حازم: یہ معلوم کرنا تو بالکل آسان ہے۔ قرآن نے اس حقیقت سے پردہ اٹھا دیا ہے۔

سلیمان: کس آیت میں؟

ابو حازم: اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَّ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ۔

ترجمہ: بے شک نیک لوگ (جنت کی) نعمتوں میں ہونگے اور بدکار جہنم میں۔

اب تم خود ہی اپنے اعمال کا جائزہ لے لو کہ آیا تم ابرار میں سے ہو یا فجار میں سے؟

سلیمان: اگر انجام کار اعمال پر منحصر ہے تو پھر رحمت کیا ہوئی؟

ابو حازم: یہ بات بھی قرآن مجید سے پوچھ لو۔

سلیمان: کس آیت سے؟

ابو حازم: اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ۔

ترجمہ: یقیناً اللہ کی رحمت احسان کیش لوگوں سے قریب ہے۔

عدالت جھک گئی

ایک عالی مرتبہ بزرگ خاتون کو عدالت میں ایک مرد اور ایک عورت کے ہمراہ گواہی دینے کے لئے جانا پڑا۔ قاضی نے دونوں عورتوں کے بیانات جدا جدا لینے چاہے۔ بزرگ خاتون نے الگ گواہی دینے سے قرآن کی آیت اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰی ۔ (البقرہ:۲۸۲) کی بنا پر انکار کر دیا اور عدالت سے کہا کہ خدا نے دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر اس غرض سے قرار دی ہے کہ اگر ایک کوئی بات بھول جائے تو دوسری یاد دلا دے۔ ظاہر ہے کہ جدا جدا گواہی سے یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔

قاضی نے اس قرآنی استدلال کو قبول کر لیا اور دونوں خواتین کی گواہی ایک ہی ساتھ لی۔

یہ بزرگ خاتون حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ تھیں۔

اللہ کا حکم آ گیا

مامون الرشید نے وزیر سلطنت فضل برمکی کی بیٹی سے نکاح کیا جو دولت حسن و جمال سے مالا مال تھی۔ دھوم دھام سے شادی ہوئی۔ تنہائی کی اولیں ملاقات کے وقت مامون کا

اضطراب شوق حد سے فزوں تھا۔ دوسری طرف وہ پیکر وقار تھی جس نے شرم وحیا سے نظریں نیچی کیے ہوئے یہ آیت پڑھی:

اَتٰۤی اَمْرُاللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ۔

ترجمہ: اللہ کا امر آپہنچا، پس اب جلدی نہ مچاؤ!

ماموں یہ انتہائی برمحل اور معنی خیز آیت سنتے ہی ٹھٹک گیا اور اس پر غشی کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔ واضح رہے کہ فی الاصل یہ آیت انتباہ تھی مخالفین حق کے لئے کہ دیکھو اب خدا کا فیصلہ صادر ہونے والا ہے۔ اب بہت زیادہ عجلت پسندی نہ دکھاؤ۔

میرے لئے یہ آیت آج ہی نازل ہوئی ہے

تقریباً ستر اسی برس پہلے کا واقعہ ہے کہ خواجہ احمد دین امرتسری، مولوی ثناء اللہ امرتسری اور مولینا غلام اللہ ابن مولینا غلام علی قصوری (ثم امرتسری) ایک مجلس میں اکٹھے ہوئے۔ دوران گفتگو میں مولوی ثناء اللہ نے خواجہ صاحب سے پوچھا کہ جن لوگوں کی زبان میں کوئی کتاب نازل ہوئی ہو، ان کا فہم سند ہے یا غیر اہل زبان کا؟ خواجہ صاحب نے کہا، کہ اہل زبان کی زبان ولغت تو سند ہے، لیکن ان کا فہم سند نہیں۔ مولینا نے اس کی دلیل طلب کی۔ خواجہ صاحب نے یہ آیت پڑھی:

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ کُفْرًا وَّ نِفَاقًا وَّ اَجْدَرُ اَلَّا یَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ۔

ترجمہ: بدوی عرب کفر ونفاق میں بہت سخت ہیں اور یہ صلاحیت نہیں رکھتے کہ ان احکام کو سمجھ سکیں جو رسول پر نازل ہوئے ہیں۔

مولوی ثناء اللہ نے فرط حیرت میں کہا:

''میرے لئے یہ آیت آج ہی نازل ہوئی ہے۔''

مسجد بچ گئی

قاضی سید علی محمد (متوفی ۱۰۷۰ ہجری، مدفون بمزار بیجاپور) اہل اللہ کی صف میں مقام رکھتے تھے۔ ان کو اطلاع ملی کہ بیجاپور کے ایک دولت مند نے اپنے مکان میں متصلہ مسجد کو بھی

شامل کر لیا ہے۔ عام مسلمان بیچارے اس کی دولت وقوت کی وجہ سے دم بخود ہیں۔ قاضی صاحب نے اس کو ایک خط لکھا جس میں یہ آیت درج کی:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا

ترجمہ: اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جس نے اللہ کی مساجد میں رکاوٹ ڈالی کہ ان میں خدا کے نام کا ذکر کیا جائے اور ان کو اجاڑنے کے درپے ہوا۔

اس آیت کا اثر یہ ہوا کہ اس دولت مند نے مسجد کو اپنے مکان سے الگ کر دیا۔

اللہ کا ہاتھ

حکیم زاہد علی اکبر آبادی کی روایت ہے کہ نادر شاہ کے عہد میں حضرت علی ﷛ کا روضہ نجف میں تعمیر کیا گیا تو اس کے اوپر سونے کا پنجہ نصب کرنے کی تجویز ہوئی۔ اس پنجے پر کوئی مناسب عبارت کندہ کرانے کا مسئلہ اٹھا۔ عمارت کا منتظم درّۂ نادرہ کے مصنف مرزا مہدی علی خاں کے پاس آیا اور ان سے دریافت کیا کہ کیا لکھا جائے؟ مرزا صاحب نے جواب دیا کہ بادشاہ (نادر شاہ) کی سخت مزاجی کا تمہیں علم ہے۔ لہٰذا پہلے ان کے پاس جاؤ وہ یہ کام میرے ذمے لگائیں تو غور کروں گا۔ منتظم بادشاہ کے حضور پہنچا اور عرض مدعا کیا کہ پنجے پر کیا لکھا جائے؟ بادشاہ کی زبان سے بے اختیار یہ آیت صادر ہوئی:

يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ۔

ترجمہ: ان کے ہاتھوں کے اوپر اللہ کا ہاتھ ہے۔

یہ آیت اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ۔ (الخ)

واقعہ حدیبیہ کے دوران بیعت رضوان کے متعلق وارد ہوئی تھی۔ نادر شاہ کی زبان سے اس کا اطلاق بے حد خوب صورت ہوا۔ یعنی ایک تو یَدُ اللہ حضرت علی ﷛ کے پنجہ خیبر کشا کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ دوسرے جس آیت کو لیا گیا اس کا تعلق حضرت عثمان ﷛ سے تھا۔ اس طرح ایک ایسی آیت سامنے آئی جو دو فرقوں کے لئے بیک وقت جاذب عقیدت تھی۔

منتظم عمارت نے یہ قصہ آ کر مرزا مہدی علی خاں کو سنایا تو وہ بالکل حیرت زدہ رہ گئے کہ غیر عالم بادشاہ کے منہ سے ایسی بہترین چیز کا فی البدیہہ ادا ہونا ضرور کسی غیبی اثر سے ہے۔ مرزا صاحب نے منتظم سے کہا کہ دیکھو تم چند دن کے بعد پھر اس بارے میں پوچھنا کہ آپ نے کیا فرمایا تھا تو وہ لاعلمی کا اظہار کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بعد میں پوچھنے پر بادشاہ کے ذہن میں وہ بات نہ آسکی اور حکم دیا کہ جاؤ جا کر مرزا مہدی سے دریافت کرلو۔

فیصلہ

حضرت شیخ مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان ''مکتوبات'' کے سلسلے میں کچھ نزاع چل رہی تھی۔ شیخ عبدالخالق سرہندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ میں ایک دن شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گیا اور گفتگو کے دوران میں نے یہ کہا کہ:

> ''بزرگان دین میں عداوت ٹھیک نہیں۔ ہمارا آپ کا منصف قرآن ہے۔ آیئے، وضو کریں اور قرآن پاک کو کھولیں۔ پھر جو آیت آغاز صفحہ میں نکل آئے۔ اس کو شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ کے حال کی فال سمجھ لیجئے۔''

مولینا نے یہ تجویز قبول کرلی اور ہم دونوں نے وضو کر کے دوگانہ ادا کیا، اور پھر نہایت ادب واحترام سے قرآن پاک کھولا۔ صفحے کی پہلی آیت یہ نکلی:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ

ترجمہ: وہ ایسے مرد ہیں کہ جنہیں کوئی کاروبار اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی۔

مولینا نے اس آیت کے پڑھتے ہی حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت سے توبہ کرلی اور آخر عمر تک اس پر قائم رہے۔

تاب ہے تو سنو!

ایک ملاقات میں محمود غزنوی نے حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے احوال واقوال میں سے کچھ فرمایئے۔

خرقانی رحمۃ اللہ علیہ: اچھا ہے، تاب ہے تو سنو! وہ فرماتے ہیں جس نے مجھے دیکھا وہ بدبختی سے بے خطر ہو گیا۔

محمود: لیکن آنحضور ﷺ کو ابو جہل، ابولہب اور کتنے ہی منکروں نے دیکھا ہے اور وہ بدبخت کے بدبخت ہی رہے۔ پھر کہا حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا درجہ پیغمبر سے بھی بڑھ گیا کہ ان کو دیکھتے ہی بدبختی کا اثر زائل ہو جاتا ہے؟

خرقانی: محمود! قطعی طور پر سمجھ لو کہ آنحضور ﷺ کو ان کے چار یار اور اصحاب کبار (یعنی ایمان لانے والی ہستیاں) کے سوا کسی نے حقیقی معنی میں دیکھا ہی نہیں۔ پھر خرقانی صاحب نے یہ آیت پڑھی:

وَتَرٰهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ

ترجمہ: اور تو ان کو دیکھتا ہے کہ وہ تیری جانب دیکھ رہے ہیں، حالانکہ وہ دیکھنے سے محروم ہیں۔

ابراہیمی انداز

ایک مرتبہ مغل اعظم شہنشاہ اکبر (موجد دین الٰہی) نے ارادہ ظاہر کیا کہ وہ اپنی مہر پر "اللہ اکبر" کا کلمہ کندہ کروانا چاہتا ہے۔ درباریوں سے پوچھا کہ اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟ خوشامد پیشہ امراء نے ہاں میں ہاں ملائی لیکن ایک بزرگ حاجی ابراہیم بھی موجود تھے۔ انہوں نے صاف صاف کہا کہ "اللہ اکبر" کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا بڑا ہے، دوسرا یہ کہ اکبر خدا ہے۔ پس بہتر یہ ہے کہ اس کے بجائے وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ نقش کرائیں۔ یہ قرآن کی آیت ہے جس کے معنی ہیں کہ اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے۔ بادشاہ نے اس صاف گوئی کو پسند کیا مگر حاجی صاحب سے یہ سوال کیا کہ تم اس کے معنی دوسری طرف کیوں لے گئے؟ حاجی ابراہیم نے عرض کیا کہ میں نے دونوں امکانی معنی بیان کر دیئے ہیں۔ بادشاہ نے معذرۃً کہا کہ صرف مناسبت لفظی ہے اور کوئی خاص بات نہیں۔ حاجی ابراہیم اس پر بھی یہ کہے بغیر نہ رہ سکے کہ:

"لیکن خدا کو ایسی مناسبت اور شرکت پسند نہیں۔"

آیت کی ہیبت

عبداللہ بن حنظلہ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ایک شخص نے آیت پڑھی:

لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ

ترجمہ: ان (یعنی کفار) کے لئے دوزخ ہی (کی آگ) کا بچھونا ہے اور اسی سے اوڑھنے کا سامان۔

حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ پر گریہ طاری ہو گیا۔ پھر یوں معلوم ہوا کہ ان کی روح پرواز کرنے کو ہے۔ پھر وہ یکا یک اٹھ کھڑے ہوئے۔ حاضرین نے کہا کہ آپ بیٹھ جائیں کہنے لگے کہ اس آیت کی ہیبت مجھے بیٹھنے سے روکے ہوئے ہے۔

جواب لکھنے کا ارادہ

یحییٰ بن حکم اندلس کا مشہور فصیح و بلیغ گزرا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے بطور امتحان سورہ اخلاص شریف کا جواب لکھنا چاہا میں نے ارادہ کیا ہی تھا کہ میرے دل پر یکا یک ہیبت طاری ہو گئی اور اچانک ایسا گداز پیدا ہو گیا کہ میری آنکھوں سے خود بخود آنسو بہنے شروع ہو گئے۔ میں نے اسی وقت توبہ کی۔ (قرآن نمبر)

حدیث نمبر ۴۶: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلاً قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ قَالَ الْحَالُّ الْمُرْتَحِلُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْحَالُّ الْمُرْتَحِلُ قَالَ صَاحِبُ الْقُرْاٰنِ يَضْرِبُ مِنْ اَوَّلِهٖ حَتّٰى يَبْلُغَ اٰخِرَهٗ وَمِنْ آخِرِهٖ حَتّٰى يَبْلُغَ اَوَّلَهٗ كُلَّمَا حَلَّ اِرْتَحَلَ

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ بہترین اعمال میں سے کونسا عمل ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حال مُرتحل، لوگوں نے پوچھا کہ حال مرتحل کیا چیز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ صاحب القرآن ہے جو اول سے چلے حتیٰ کہ اخیر تک پہنچے اور اخیر کے بعد پھر اول پر پہنچے جہاں ٹھہرے پھر آگے چل دے۔

(رواہ الترمذی کمافی الرحمۃ والحاکم وقال تفرد بہ صالح المری وھومن زھاد اھل البصرۃ الا ان الشیخین لم

یخرجاہ وقال الذھبی صالح متروک قلت ھومن رواۃ ابی داؤدوالترمذی)

حال کہتے ہیں منزل پر آنے والے کو اور مرتحل کوچ کرنے والے کو یعنی یہ کہ جب کلام پاک ختم ہو جائے تو پھر از سرنو شروع کر لے۔ یہ نہیں کہ بس اب ختم ہو گیا دوبارہ پھر دیکھا جائے گا۔ کنزل العمال کی ایک روایت میں اس کی شرح وارد ہوئی ''اَلْخَاتِمُ الْمُفَتِّحُ'' ختم کرنے والا اور ساتھ ہی شروع کرنیوالا۔ یعنی ایک قرآن ختم کرنے کے بعد ساتھ ہی دوسرا شروع کر لے۔ اسی سے غالبًا وہ عادت ماخوذ ہے جو ہمارے دیار میں متعارف ہے کہ ختم قرآن شریف کے بعد مُفْلِحُوْنَ تک پڑھا جاتا ہے مگر اب لوگ اسی کو مستقل ادب سمجھتے ہیں اور پھر پورا کرنے کا اہتمام نہیں کرتے۔ حالانکہ ایسا نہیں بلکہ دراصل معاً دوسرا قرآن شریف شروع کرنا بظاہر مقصود ہے جس کو پورا بھی کرنا چاہئے۔ شرح احیاء میں اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اتقان میں بروایت دارمی نقل کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھا کرتے تو سورہ بقرہ سے مُفْلِحُوْنَ تک ساتھ ہی پڑھتے اور اس کے بعد ختم قرآن کی دعا فرماتے تھے۔

قرآن مجید کو لکھنے والے

جب نبی اکرم ﷺ کی بعثت ہوئی تو قریش میں ''خط قیراموز'' رائج تھا چنانچہ مکہ معظمہ میں جس قدر قرآن پاک نازل ہوا تو اسی خط میں لکھا گیا اور مدینہ شریف میں اس وقت خط حسیری چلتا تھا لہٰذا ہجرت کے بعد جو قرآن مجید نازل ہوا وہ اس خط میں لکھا گیا۔

سب سے پہلی وحی بسم اللہ شریف حضرت خالد بن سعید بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے لکھی اور یہ ۴ ہجری ربیع الاول کا واقعہ ہے۔ لہٰذا سب سے پہلے کاتب وحی حضرت خالد بن سعید ہوئے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام پر جب وحی نازل ہوتی تو آپ مجھے طلب فرماتے، میں لوح وغیرہ لے کر حاضر خدمت ہوتا اس پر حضور مجھے لکھاتے پھر مجھ سے سنتے کہ کیا لکھا ہے۔ غلطی ہو جاتی تو تصحیح بھی فرماتے۔ (مجمع الزوائد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم حضور علیہ السلام کے اردگرد حلقہ بنا کر

بیٹھے رہتے جب وحی نازل ہوتی تو آپ کاتبوں سے لکھواتے جبکہ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اپنے واسطے علیحدہ لکھتے رہتے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سورہ نساء کی آیت لا یستوی القاعدون۔ نازل ہوئی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا فلاں لکھنے والے کو بلاؤ چنانچہ بلایا گیا۔ وہ تختی اور دوات لے کر حاضر ہوئے تو آپ نے ان کو حکم دیا کہ یہ آیت لکھو۔

آخری وحی ۳ ربیع الاول ۱۱ ہجری کو حضور علیہ السلام پر نازل ہوئی اور اس کو لکھنے کی سعادت حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حاصل کی۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبان وحی کی تعداد مختلف روایتوں کے مطابق کم و بیش چالیس تھی جن میں مشہور تر یہ ہیں:

۱: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
۲: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
۳: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
۴: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
۵: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
۶: حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ
۷: حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ
۸: حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ
۹: حضرت حنظلہ بن ربیع رضی اللہ عنہ
۱۰: حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ
۱۱: حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ
۱۲: حضرت عبداللہ بن سلول رضی اللہ عنہ
۱۳: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ
۱۴: حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ
۱۵: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

۱۶: حضرت جہم بن الصلت رضی اللہ عنہ

۱۷: حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ

۱۸: حضرت عبداللہ بن ارقم الزہری رضی اللہ عنہ

۱۹: حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ

۲۰: حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ

۲۱: حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ

۲۲: حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ

۲۳: حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ (صحاح ستہ، طبقات ابن سعد)

علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قرآن جمع کیا۔ ان کا کوئی شمار نہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآن پاک کے لکھے ہوئے نسخے عام طور پر صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس موجود تھے۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے خود لکھے اور اکثر نے لکھوائے۔

امہات المومنین حضرت ام سلمہ، حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہن نے قرآن پاک لکھوائے اور یہ سب دیکھ کر تلاوت کیا کرتی تھیں۔ (کنز العمال)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے آزاد کردہ غلام ابو یونس رضی اللہ عنہ سے قرآن پاک لکھوایا۔ (ترمذی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن رافع نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے لئے قرآن لکھا۔

عرب کے مشہور شاعر حضرت لبید رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہو گئے تو انہوں نے قرآن نویسی کا شغل اختیار کیا (جمہرۃ العرب)

حضرت ناجیۃ رضی اللہ عنہ الطفاوی عمر بھر قرآن پاک کی کتابت کرتے رہے۔ (استیعاب)

حضرت عبداللہ بن مسعود نے چار مرتبہ قرآن پاک لکھا۔ جن میں ایک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک میں تحریر کیا۔ دوسری بار مکمل قرآن بہ ترتیب نزول تیسری بار عہد صدیقی اور چوتھی مرتبہ عہد عثمانی میں لکھا۔

واقعہ

آ جاتا ہے۔ دنیا اس کی معجز نمائیوں سے بھری پڑی ہے لیکن ایک واقعہ جو میرے ساتھ پیش آیا۔ بتاتی ہوں حالانکہ آپ یقین تو نہیں کریں گی کیونکہ آج کی مادی دنیا اس کو تو ہم قرار دیتی ہے لیکن قرآن شریف کا حوالہ دے کر جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ ہے۔ قصہ دراصل یہ ہے کہ اب سے دس سال پہلے میرے والد امریکن ایمبیسی میں ملازم تھے۔ آمدنی ہماری ضروریات سے بھی زائد تو کیا یہ سمجھ لیجئے بہت زیادہ تھی۔ مارشل لاء کے زمانے میں امریکن ایمبیسی نے تمام مسلمانوں کو نکال دیا تھا لہٰذا میرے والد کی بھی سروس جاتی رہی اور ہم پر پریشانیوں کا دور آیا کیونکہ والد صاحب اسی معیار کی نوکری تلاش کرتے تھے جو انہوں نے چھوڑی تھی۔ اس سے کم وہ قبول نہیں کرتے تھے۔ بہر حال اپنی پریشانیوں کا ایک صاحبہ سے ذکر کیا۔ انہوں نے مجھ سے قرآن کریم کا سہارا لینے کو بتایا کہ صبح طلوع آفتاب سے پہلے سورہ مزمل چالیس مرتبہ آگے پیچھے گیارہ گیارہ دفعہ درود شریف لگا کر پڑھیں اور یہ عمل اکتالیس دن کرنا ہوگا۔ انشاء اللہ مشکلات آسان ہو جائیں گی۔ میں نے یہ وظیفہ شروع کر دیا۔ اس طرح اٹھائیس دن گزر گئے۔ ۲۹ ویں دن جب وضو کر کے جائے نماز بچھانے لگی تو اس کی تہہ سے تین چنبیلی کی تازہ کلیاں نکلیں۔ میں بہت پریشان ہوئی۔ آخر صبح ہی صبح یہ تازہ ادھ کھلی کلیاں جائے نماز میں کون رکھ سکتا ہے۔ گھر کے تمام افراد سو رہے تھے۔ میں نے حسب معمول وظیفہ پڑھ کر گھر والوں سے دریافت کیا مگر سب نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ میں نے ان محترمہ سے رابطہ قائم کیا جنہوں نے مجھے یہ وظیفہ بتایا تھا۔ تو انہوں نے کہا ان کلیوں کو حفاظت سے صندوق میں رکھ دو روزی میں برکت ہوگی۔ اللہ کا فضل و کرم ہے کہ کلام الٰہی کی برکت سے کسی پریشانی کا سامنا نہیں ہے۔ والد صاحب اب بھی بے کار ہیں۔ مکان کا کرایہ صرف ۱۵۰ روپیہ ماہوار آتا ہے اور میری تو چھوٹی سی تنخواہ ہے جو میری تعلیم پر ہی خرچ ہو جاتی ہے۔ ماشاء اللہ کافی بہن بھائی ہیں۔ سب تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ مگر اس مہنگائی کے زمانے میں قرآن شریف کی برکت ہے کہ آج تک قرض لینے کی نوبت نہیں آئی اور آپ یقین کیجئے کہ اگر بہترین نہیں تو اچھا خاصہ کھانا اور پہننا ہو جاتا ہے یہ میرے لئے انتہائی حیرت انگیز بات ہے۔

(ایک خاتون کا بیان۔ قرآن نمبر)

بزرگوں کے اقوال واحوال

☆ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ قرآنی وظائف پڑھنے چاہئیں۔ اس سے اگرچہ بعض اوقات نتائج دیر میں مترتب ہوتے ہیں لیکن وہ نہایت دیرپا ہوتے ہیں۔

☆ برصغیر میں سب سے پہلے مولانا عثمان خیر آبادی (ناصر الدین محمود کے عہد میں) فارسی میں تفسیر لکھی۔ وہ چقندر اور پالک بیچتے تھے اور لوگوں کو مفت قرآنی تعلیم دیتے تھے۔

☆ درس نظامی جدید علوم سے اس لیے عاری ہے۔ یہ مغلوں کے دور انحطاط کی یادگار ہے۔ بہادر شاہ کے زمانے میں مولوی نظام الدین سہالوی نے اسے مرتب کیا اور اسی زمانے میں یہ مدرسوں میں پڑھایا جانے لگا۔

☆ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسلام کتاب، سنت اور اجماع کا نام ہے۔

☆ ہندوستان میں سب سے زیادہ قرآن مجید کی خدمت چشتی سلسلے کے صوفیوں نے کی۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا جماعت خانہ ہر وقت تلاوت قرآن کی آوازوں سے گونجتا رہتا تھا۔ ان کے ہاں سماع تک میں قرآن خوانی ہوتی تھی اور اس پر لوگوں کو وجد و حال آتا تھا۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت عطا فرماتے وقت قرآن مجید کا ایک نسخہ عطا فرمایا اور کہا بادشاہوں کو تاجپوشی کے وقت تلوار پیش کی جاتی ہے۔ میں تمہیں سلطان الہند بناتا ہوں اور تلوار کی بجائے قرآن پاک دیتا ہوں۔

☆ بابر نے خط بابری ایجاد کیا اور اپنے ہاتھ سے قرآن مجید لکھ کر مکہ مکرمہ بھیجا۔

☆ ۴۳ ہجری میں جب داراشکوہ لاہور آیا تو اس وقت یہاں تیس ہزار حفاظ موجود تھے۔

☆ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں قرآن نے عظیم انقلاب پیدا کیا۔ اگر علامہ میں قرآنی اثر نہ ہوتا تو وہ جوش جیسے شاعر ہوتے۔

☆ ابن مقفع (صاحب کلیلہ ودمنہ) ایک خوش الحان مسلمان بچے سے قرآن مجید سن کر مسلمان ہوگیا تھا۔

☆ کئی مسلمان علماء اور صوفیاء نے خطاطی کا پیشہ اختیار کیا اور اسے درجہ کمال تک پہنچایا چنانچہ مولانا علی متقی نے صرف ایک ورق پر قرآن مجید لکھا جو بخوبی پڑھا جا سکتا تھا۔

☆ اگر کسی مسلمان نے یہ سوچا کہ میرے قرآن کے مقابلے میں فلاں کو کوئی اچھی چیز ملی ہے تو گویا اس نے قرآن کی تذلیل کی۔ (حدیث مندرجہ کیمیائے سعادت، امام غزالی، باب القرآن)

قرآن کو اپنا مخالف نہ بنالو

اے مسلمانو!

اس (قرآن) کی عزت کرو

اپنے آپ کو برے اعمال سے بچاؤ

ہر وقت ادب سے رہو

ورنہ

قرآن مجید تمہارا مخالف ہو جائے گا۔ (کیمیائے سعادت۔ امام غزالی۔ باب القرآن)

ایک بزرگ کا مقولہ

''میں قرآن شریف کی تلاوت تو کرتا تھا لیکن اس سے محظوظ نہ ہوتا تھا۔

اس کے بعد میں نے یوں محسوس کیا کہ میں حضرت جبریل سے قرآن سن رہا ہوں تو میری لذت بڑھ گئی۔

اور اب تو میں یہ سوچ کر پڑھتا ہوں کہ جیسے خداوند عالم سے اس کی باتیں سن رہا ہوں سو اب ایسا کیف ملتا ہے کہ جیسا پہلے کبھی نہ ملا تھا۔ (کیمیائے سعادت، باب القرآن)

سب سے قریب راستہ

''میں نے علم کلام کے سارے مباحث اور فلسفہ کے تمام ابواب پر پوری طرح غور کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس سے نہ بیمار تندرست ہوتا ہے، اور نہ پیاسا سیراب! میں نے پایا کہ منزل مقصود تک لے جانے والا سب سے قریب راستہ قرآن پاک کا ہے۔'' (امام رازی رحمۃ اللہ علیہ)

☆ حضرت سعد بن جبیر رضی اللہ عنہ نے پوری ایک رات اس آیت کو پڑھتے پڑھتے گزار دی۔
وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ۔ (کیمیائے سعادت، باب القرآن)

☆ حضرت مغیرہ بن جدلی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، نے فرمایا جو شخص رات کو قرآن کریم کی دس آیتیں پڑھے گا غافلوں میں نہیں لکھا جائے گا اور جو شخص سو آیتیں پڑھے گا عابدوں میں لکھا جائے گا اور جو شخص دو سو آیتیں پڑھے گا با مرادوں میں لکھا جائے گا۔ (داری شریف ص ۴۹۰)

قرآنی حکمت و ہدایت کے پھول

حضرت ام ھانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا

ليكن شعارك العلم و القران۔ (مسند احمد)

اے عائشہ! تیرا شعار علم اور قرآن ہونا چاہئے۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

من خرج فی طلب العلم فهو فی سبيل الله حتی يرجع۔ (ترمذی)

جو علم کی طلب میں نکلا وہ واپس آنے تک اللہ کی راہ میں ہی شمار ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا

تدارس العلم ساعة من اليل خير من احياء ها۔ (مشکوۃ)

رات کا تھوڑا سا حصہ علم کی باتیں کرنا ساری رات کی عبادت سے بہتر ہے۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

من سلك طريقا يطلب فيه علما سلك الله به طريقا من طرق الجنة۔ (ترمذی)

جو طلب علم کے لئے کسی راستہ پر چلا اللہ اس کو جنت کی راہ پر چلا دے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا

كفى بالمرء كذبا ان يحدث بكل ما سمع۔ (مشکوۃ)

بندے کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ ہر سنی سنائی بات (افواہ) کو آگے

بیان کرتا پھرے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

من کذب علی متعمد افلیتبوأ مقعده من النار۔ (بخاری)

جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا

خصلتان لا یجتمعان فی منافق حسن سمت ولا فقه فی الدین۔ (ترمذی)

خوش اخلاقی اور دین کی سمجھ جیسی پاکیزہ عادات منافق میں جمع ہو سکتیں۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: یسروا ولا تعسروا و بشروا ولا تنفروا۔ (بخاری) آسانیاں پیدا کرو، مشکلات پیدا نہ کرو، خوشخبریاں سناؤ، نفرتیں نہ پھیلاؤ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

المرٔ علی دین خلیله فلینظر احدکم من یخالل۔ (مشکوٰۃ)

بندہ اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے پس غور کرو! کس سے دوستی کر رہے ہو۔

حضرت معاویہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا

من یرد اللّٰه به خیرا یفقهه فی الدین۔ (بخاری)

اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا

لن یشبع المؤمن من خیر یسمعه حتی یکون منتهاه الجنة۔ (ترمذی)

مؤمن خیر کی بات سے کبھی سیر نہیں ہوتا، سنتا رہتا ہے یہاں تک کہ جنت میں پہنچ جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۴۷: عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَعَاهَدُوا الْقُرْاٰنَ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَهُوَ اَشَدُّ تَفَصِّیًا مِّنَ الْاِبِلِ فِیْ عُقُلِهَا (رواہ البخاری ومسلم)

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے کہ قرآن شریف کی خبر

گیری کیا کرو قسم ہے اس ذات پاک کی کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ قرآن پاک جلد نکل جانے والا ہے سینوں سے بہ نسبت اونٹ کے اپنی رسیوں سے۔

یعنی آدمی اگر جانور کی حفاظت سے غافل ہو جائے اور وہ رسی سے نکل جائے تو بھاگ جائے گا۔ اسی طرح کلام پاک کی اگر حفاظت نہ کی جائے تو وہ بھی یاد نہیں رہے گا اور بھول جائے گا۔ اور اصل بات یہ ہے کہ کلام اللہ شریف کا یاد ہو جانا درحقیقت یہ خود قرآن شریف کا ایک کھلا ہوا اعجاز ہے ورنہ اس سے آدھی تہائی مقدار کی کتاب بھی یاد ہونا مشکل ہی نہیں بلکہ قریب بہ محال ہے۔ اسی وجہ سے حق تعالیٰ شانہٗ نے اس کے یاد ہو جانے کو سورہ قمر میں بطور احسان کے ذکر فرمایا اور بار بار اس پر تنبیہ فرمائی۔ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ کہ ہم نے کلام پاک کو حفظ کرنے کے لئے سہل کر رکھا ہے کوئی ہے حفظ کرنے والا۔ جلالین میں لکھا ہے کہ استفہام اس آیت میں امر کے معنی میں ہے۔ تو جس چیز کو حق تعالیٰ شانہٗ بار بار تاکید سے فرما رہا ہو اس کو ہم مسلمان لغو اور حماقت اور بیکار اضاعت وقت سے تعبیر کرتے ہوں۔ اس حماقت کے بعد پھر بھی ہماری تباہی کے لئے کسی اور چیز کے انتظار کی ضرورت باقی ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام اگر اپنی یاد سے تورات لکھا دیں تو اس کی وجہ سے اللہ کے بیٹے پکارے جائیں اور مسلمانوں کے لئے اللہ جل شانہ نے اس لطف و احسان کو عام فرما رکھا ہے تو اس کی یہ قدردانی کی جائے وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔ بالجملہ یہ محض حق تعالیٰ شانہٗ کا لطف و انعام ہے کہ یہ یاد ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اگر کسی شخص کی طرف سے بے توجہی پائی جاتی ہے تو اس سے بھلا دیا جاتا ہے۔ قرآن شریف پڑھ کر بھلا دینے میں بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ مجھ پر امت کے گناہ پیش کیے گئے۔ میں نے اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں پایا کہ کوئی شخص قرآن شریف پڑھ کر بھلا دے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے کہ جو شخص قرآن شریف پڑھ کر بھلا دے تو قیامت کے دن اللہ کے دربار میں کوڑھی ہو کر حاضر ہوگا۔ جمع الفوائد میں رزین کی روایت سے آیت ذیل کو دلیل بنایا ہے اِقْرَأُوْا اِنْ شِئْتُمْ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا۔ جو شخص ہمارے ذکر سے اعراض کرتا ہے اس کی زندگی تنگ کر دیتے

ہیں اور قیامت کے روز اس کو اندھا اٹھائیں گے۔ وہ عرض کرے گا کہ یا اللہ! میں تو آنکھوں والا تھا مجھے اندھا کیوں کر دیا؟ ارشاد ہوگا۔ اس لئے کہ تیرے پاس ہماری آیتیں آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا۔ پس آج تو بھی اسی طرح بھلا دیا جائے گا یعنی تیری کوئی اعانت نہ کی جائے گی۔

قرآن پاک کے ساتھ ہم کیا سلوک کر رہے ہیں؟

افسوس کہ آج قرآن صرف الماریوں کی زینت بنا ہوا ہے۔ دس دس قرآن گھر میں ہیں مگر پڑھنے والا کوئی نہیں اور پڑھا بھی جاتا ہے تو صرف رمضان میں یا پھر کوئی فوت ہو جائے تو' علامہ اقبال نے اس موقع پر کہا تھا

بایاتش ترا کار جز ایں نیست　　　　که بایٰسین او آساں بمیری

کہ اے مسلمان! ربّ کا قرآن اس کے علاوہ اور تیرے کسی کام کا نہیں رہا کہ مرنے والے پر یٰسین پڑھ لی جائے تاکہ آسانی سے مر جائے؟

لطیفہ

کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ لوگ مدارس سے طلباء کو صرف اسی مقصد کے لئے لے جاتے ہیں کہ بابا جی کی جان نہیں نکل رہی۔ یٰسین پڑھ دو اور باقاعدہ ایک شخص نے تو دعا مانگنے والے سے پوچھ ہی لیا کہ مولوی صاحب! اب مر جائے گا۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

کوئی شخص نہ پڑھا ہوا ہو اور اس کا بیٹا باہر گیا ہوا ہو، چند ماہ کے بعد وہ خط بھیجے تو جب تک کسی سے پڑھوا نہ لے اس کو سکون نہیں آتا، کبھی اس کی منتیں کرے گا کہ خط پڑھ کر سنا میرے بیٹے نے کیا لکھا ہے کبھی اس کی۔ ہائے افسوس! کہ خدا کی چٹھی کو سو سال کی عمر میں بھی تو نہ پڑھ سکا مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے۔ کیا قرآن خون کے آنسو نہ روتا ہوگا کہ یہ کیسی قوم میرے پیش پڑ گئی ہے کہ اخبار، ڈائجسٹ تو روزانہ پڑھتی ہے مگر قرآن پڑھنے کی توفیق نہیں۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يَا رَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا۔

اللہ کے رسول کل بروز قیامت اپنے رب کی بارگاہ میں عرض کریں گے کہ اے

اللہ! میری قوم نے قرآن مجید کو چھوڑ دیا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ ۔ اے میرے بندو! یہ بڑی ہی برکت والی کتاب ہے (کبھی اس کو بھی پڑھ لیا کرو اور) اس پر عمل کیا کرو۔

کوئی شک نہیں، قرآن کریم ایک مقدس قانون اور متبرک دستور ہے جس پر عمل کرنا تو منصوص ہے ہی، اس کا پڑھنا اور سننا بھی ثواب ہے۔ جو اہل ایمان قرآن کے معنی جانے بغیر یا ناظرہ اسے پڑھتے اور سنتے ہیں وہ بھی ثواب کے مستحق ہیں، مگر قرآن کریم اللہ تعالیٰ نے سمجھ کر پڑھنے، غور کرنے اور عمل کرنے کے لئے نازل فرمایا ہے۔ علامہ اقبال نے دردمندی کے لہجہ میں فرمایا تھا کہ "دنیا میں سب سے زیادہ مظلوم کتاب "قرآن" ہے کہ مسلمان اسے بے سمجھے پڑھتے ہیں۔"

عظمت فرقان

قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے کلام کی تقدیس کا تصور ذہن وفکر میں جمانا چاہئے، قرآن مجید کی آیتیں ٹھہر ٹھہر کر پڑھنی چاہئیں۔ پورے قرآن کو ایک دن میں بغیر سمجھے ختم کر دینے کے مقابلہ میں ایک رکوع سمجھ کر اور عمل کرنے کی نیت سے پڑھنا زیادہ فائدہ مند ہے۔ جن آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مغفرت کی اور جنت کی بشارت دی ہے ان کو تلاوت کرتے ہوئے زبان سے یا دل ہی دل میں اللہ سے دعا مانگنی اور تمنا کرنی چاہئے کہ اس بشارت کی سعادت ہمیں بھی میسر آجائے۔ جن آیتوں میں عذاب آخرت سے ڈرایا گیا ہے اور عذاب جہنم کا ذکر آیا ہے ان کو پڑھتے وقت خوف واندیشہ کی کیفیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنی چاہیے دل میں تڑپ، گداز، خلوص، لگن سوز و درد اور خشیت الٰہی ہو تو قرآن کی تلاوت کے دوران آنکھیں ضرور اشکبار ہو جاتی ہیں۔ پھر انوار خداوندی کی بارش بھی ہوتی ہے، معرفت کے دریچے بھی کھلتے ہیں گناہ بھی معاف ہوتے ہیں، درجے بھی بلند ہوتے ہیں، نیکیاں بھی ملتی ہیں۔ دوزخ کے دروازے بند ہوتے ہیں اور جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

سرا بے کہ رخشد بہ ویرانہ خوشتر
ز چشمے کہ پیراۂ نم نہ دارد

اللہ تعالیٰ نے جن آیتوں میں اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے ان کی تلاوت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے اور رات کو سوتے وقت اپنی زندگی کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ قرآن کریم نے اخلاق و نیکوکاری کا جو معیار پیش کیا ہے اس معیار سے ہماری اپنی زندگی کس کس جزئیہ اور مرحلہ میں مطابقت نہیں کرتی، اس جائزے اور احتساب کے بعد اس کی پوری پوری جدوجہد کرنی چاہئے کہ ہماری زندگی میں قرآنی اخلاق زیادہ سے زیادہ جھلکنے لگیں۔ یہاں تک کہ ہم

؎ یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

کا مصداق بن جائیں۔

جب مسلمان چند تھے تو سمندر ان کو راستہ دیتے، پہاڑ ان کے سامنے موم ہو جاتے۔ اقبال نے خوب اشارہ کیا

؎ دشت تو دشت، دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

فیضان قرآن

مگر آج ہماری حالت کیا ہے کہ ایک ارب سے زیادہ ہونے کے باوجود ہر طرف مسلمان ہی پٹ رہا ہے۔ شاید وجہ اس کی یہی ہے کہ کافروں نے کافر ہو کر اپنے قانون کا احترام کیا اور ہم نے مسلمان ہو کر اپنے قانون (قرآن پاک) پر عمل نہ کیا۔ حالانکہ ان کا قانون اپنا بنایا ہوا ہے۔ انسانوں کا بنایا ہوا ہے اور ہمارا قانون خدا کا بنایا ہوا ہے۔ ہاں ہاں اگر امریکہ کا قانون نیویارک سے بنتا ہے، روس کا ماسکو سے، بھارت کا دہلی سے تو اسلام کا اور مسلمانوں کا قانون قرآن سے بنتا ہے۔ دوسری کتابوں کو پڑھ کر وکیل ڈاکٹر اور انجینئر بنتے ہیں قرآن کو پڑھنے والے غوث، قطب اور ابدال و اوتاد بنتے ہیں۔ یہ داتا علی، غوث جلی، مہر علی، ہندالولی سب قرآن ہی کے تو جلوے ہیں۔ یہ محی الدین، فرید الدین، قطب الدین، نظام الدین، بہاؤ الدین کو کس نے دائمی عزت و شہرت دی؟ صرف قرآن نے اور

صاحب قرآن کے احترام نے۔

ذرا قرآن کا فیضان تو دیکھو کہ جب اس کے چار ٹکڑے (فاتحه، آیت الکرسی، شهد الله ان لا الا هو والملائكة اور قل اللهم ملك الملك ، سورہ آل عمران کی آیتوں کو نازل ہونے کا حکم ہوا تو یہ چاروں حصے آسمان کے ساتھ چمٹ گئے اور اللہ سے عرض گزار ہوئے اے اللہ! تو ہمیں گناہ گاروں کے پاس بھیجنا چاہتا ہے فرمایا! ہاں مگر تمہیں گناہ گاروں کے لئے بھیج رہا ہوں، مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہے جو فرضی نماز کے بعد ایک بار تمہیں پڑھ لیا کرے گا میں اس کو چار انعام دوں گا۔

(۱) اس کے گناہوں کو بخش دوں گا۔

(۲) جنت الفردوس عطا فرماؤں گا۔

(۳) روزانہ اس کی ستر حاجات کو پورا کروں گا اور روزانہ اس کی طرف ستر بار نظر رحمت سے دیکھوں گا۔ (تفسیر نعیمی ج ۳ ص ۳۷۵)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ اے لوگو! یہ قرآن تمہاری طرف نازل ہوا ہے (مگر تم کسی اور طرف کو جا رہے ہو۔) اے مسلمانو! غور کرو کوئی عیسائی یہودی قرآن پڑھ کر ہدایت پا رہے ہیں تو تم مسلمان ہو کر قرآن سے دور بھاگ رہے ہو۔ کسی نے کیا خوب کہا کہ قرآن پاک ہم سے کس طرح مخاطب ہو رہا ہے کہ اے مسلمانو! تم نے میری یہ حالت بنا رکھی ہے کہ

قرآن کا مسلمانوں سے شکوہ

طاقوں میں سجایا جاتا ہوں، آنکھوں سے لگایا جاتا ہوں
تعویذ بنایا جاتا ہوں، دھو دھو کے پلایا جاتا ہوں
جزدان حریر و ریشم کے، اور پھول ستارے چاندی کے
پھر عطر کی بارش ہوتی ہے، خوشبو میں بسایا جاتا ہوں
جس طرح سے طوطا مینا کو کچھ بول سکھائے جاتے ہیں
اس طرح پڑھایا جاتا ہوں، اس طرح سکھایا جاتا ہوں

جب قول و قسم لینے کے لئے تکرار کی نوبت آتی ہے
پھر میری ضرورت پڑتی ہے ہاتھوں پہ اٹھایا جاتا ہوں
دل سوز سے خالی رہتے ہیں آنکھیں ہیں کہ نم ہوتی ہی نہیں
کہنے کو میں اک اک جلسہ میں پڑھ پڑھ کے سنایا جاتا ہوں
نیکی پہ بدی کا غلبہ ہے سچائی سے بڑھ کر دھوکا ہے
اک بار ہنسایا جاتا ہوں سو بار رلایا جاتا ہوں
یہ مجھ سے عقیدت کے دعوے، قانون پہ راضی غیروں کے
یوں بھی مجھے رسوا کرتے ہیں ایسے بھی ستایا جاتا ہوں
کس بزم میں مجھ کو بار نہیں کس عرس میں میری دھوم نہیں
پھر بھی میں اکیلا رہتا ہوں مجھ سا بھی کوئی مظلوم نہیں

(ماہر القادری)

جب کہ پہلے لوگ کس محبت سے قرآن پڑھتے تھے اس واقعہ کو غور سے پڑھئے۔

شیخ ابوالمعانی اور شاہ جہان

"شاہجہان کے زمانے میں ایک بزرگ شیخ ابوالمعانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ امن و سکون کا دور دورہ تھا۔ رعایا خوش حال تھی۔ گھر گھر علم و ادب کے چرچے تھے۔ بادشاہ قدردان اور امیر شوقین تھے۔ ان کی معارف نوازی اور ادب پروری کے افسانے ایران و عراق تک پھیلے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے اہل کمال قدردانی کے خیال سے کھنچے چلے آتے تھے۔ ان کی وجہ سے شاہجہان آباد رشک عالم بنا ہوا تھا۔ ہر مسجد ایک دارالعلوم اور ہر محلہ ایک دارالفنون تھا۔"

"شیخ ابوالمعانی رحمۃ اللہ علیہ شاہ جہان آباد پہنچے۔ ایک مسجد کے حجرے میں قیام کیا۔ کچھ عرصے تک گمنامی کی حالت میں پڑے رہے۔ حافظ قرآن ہونے کے علاوہ ہفت قرآت کے بھی ماہر تھے۔ آواز میں سوز و گداز تھا۔ خوش الحان اتنے تھے کہ جب قرآن کریم کی تلاوت ترتیل سے کرتے تو سنگ دل سے سنگ دل انسان کا دل بھی موم ہو جاتا۔ جب آپ کی شہرت شہر میں ہونے لگی تو ایک امیر نے موقع پا کر بادشاہ کی خدمت میں آپ کا ذکر کیا۔ بادشاہ نے اسی وقت فرمان بھیج کر آپ کو دربار میں طلب کر لیا۔"

رمضان کا مہینہ تھا۔ بادشاہ اور امیر روزے سے تھے۔ دربار کی فضا برکات اور روحانیت سے لبریز تھی۔ شاہجہاں نے خواہش ظاہر کی کہ شیخ رمضان المبارک کے متعلق آیات تلاوت فرمائیں .... شیخ نے شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ ...... الخ۔ والی آیات تلاوت کیں۔ بادشاہ پر رقت طاری ہو گئی۔ جب شیخ نے یہ آیات ختم کیں تو بادشاہ نے انہیں مکرر پڑھنے کو کہا۔ اب شیخ نے دوسری قرأت میں ان کی تلاوت کی۔ بادشاہ پہلے سے زیادہ متاثر ہوا۔ غرضیکہ شیخ نے ان آیات کو ہفت قرأت میں سنایا۔ بادشاہ ان کے کمالِ فن سے بہت مسرور ہوا۔ انہیں شمس القراء کا خطاب دیا اور بلگرام کے قریب مددِ معاش کے طور پر جاگیر بھی عطا کی۔

قرآن اور موجودہ دور کے مسلمان

ہندوؤں نے ایک بار ریڈیو پر وید کا درس دینا شروع کیا تو تمام ہندو کام چھوڑ کر وقت مقررہ پر بڑے ادب سے بیٹھ کر سنتے تھے حالانکہ وید جھوٹی کتاب ہے مگر ہماری حالت یہ ہے کہ تین گھنٹے سکون سے بیٹھ کر فلم دیکھ لیتے ہیں لیکن درس قرآن میں بیٹھنا ہمارے لئے موت سے کم نہیں ہے۔ جمعۃ المبارک کے خطبے کو چند منٹ اوپر ہو جائیں تو فوراً چہ مگوئیاں شروع ہو جاتی ہیں اور گھڑیاں دیکھنی شروع کر دیتے ہیں۔ ہم نے ڈراموں کیلئے روزانہ کئی کئی گھنٹے وقف کئے ہوئے ہیں اور قرآن کے لئے سال بعد صرف رمضان کا مہینہ۔

سنو! فلمیں اور ڈرامے تیرے ایمان کی موت ہیں اور قرآن تو شفاء للمؤمنین ہے۔

یہود کی تورات ہو یا عیسائیوں کی انجیل ہو سب کتابیں منسوخ ہو چکیں مگر وہ اس کے باوجود بھی ان کو پڑھتے ہیں۔ اے مسلمان! تیرا قرآن تو غیر منسوخ اور سچائی کا خزانہ ہے تو کیوں اس سے بدکتا ہے اس سے پیار کر محبت کے ساتھ اس کی تلاوت کر۔

سکھ اگرچہ بے وقوف قوم ہے مگر جب اس کی گرنتھ جاتی ہے تو چھڑکاؤ کرتے ہیں۔ خوشبو پھیلاتے ہیں، کپڑے میں لپیٹتے ہیں اور جلوس کی شکل میں اس کو لے کر جاتے ہیں۔ کچھ مکھیاں اڑا رہے ہیں کچھ پنکھا ہلا رہے ہیں، باقی ہاتھ باندھے جا رہے ہیں اور مسلمان ہے کہ خود قرآن کو اپنے ہاتھوں سے جلا رہا ہے۔ ایسے کتنے ہی واقعات پاکستان میں ہو چکے ہیں۔ ارے ظالم! بتا کبھی کسی سکھ نے اپنی گرنتھ، ہندو نے اپنی وید اور یہودی عیسائی نے

تورات وانجیل کو جلایا ہے؟

وہ تھے کس منزل میں اور تو کون سی منزل میں ہے
شرم سے گڑ جا اگر احساس تیرے دل میں ہے

یہ آگ قرآن کو نہیں لگی بلکہ دوزخ میں تیرے لئے ذخیرہ ہوگئی ہے۔ ہم غیروں کو کیا سمجھائیں ابھی ہمارے اپنے اندر بڑے بڑے یزید موجود ہیں۔ ان کو یزید کہوں یا دوزخ کا خنزیر کہوں جو مسلمان کہلا کر توہین کے ارادے سے قرآن جلا دیتے ہیں اور کبھی گندے نالوں میں پھینک دیتے ہیں۔

خبردار! یاد رکھو! قرآن کو جلانے والے یزید و ہلاکو بنتے ہیں اور قرآن کا احترام کرنے والے طارق بن زیاد اور محمد بن قاسم بنتے ہیں۔

پاکستان کا محافظ قرآن ہے

پاکستان کی حفاظت ناچنے گانے والے خنسے نہیں کریں گے بلکہ قرآن کی لوریوں اور شبینوں میں ۲۷ رمضان کو پاکستان بنا ہے اور اس کی حفاظت بھی قرآن پڑھنے والے ہی کریں گے۔ جب تک تلاوتیں ہوتی رہیں گی پاکستان محفوظ رہے گا۔ لاہور میں سوشلسٹوں کے ہاتھوں قرآن پاک جلائے جانے کے واقعہ پر اہل اسلام کے دل سینوں میں جل گئے اور حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے ہی درد دل کے ساتھ چند اشعار اس سانحہ پر لکھے۔

برپا ہوا جو شور کہ قرآن جل گیا — اللہ کی قسم مرا وجدان جل گیا
قرآن جل گیا، مرا ایمان جل گیا — روتا ہوں خوں کہ جینے کا سامان جل گیا
شاہِ امم! کتابِ مبیں پھونک دی گئی — اے ربِّ ذوالمنن! ترا فرمان جل گیا
اے عشق! رو کہ حسن کی تصویر جل گئی — اے شوق! نالہ کر ترا سامان جل گیا
دارالاماں میں کوچۂ دارالسلام میں — منشورِ حق صحیفۂ رحمان جل گیا
ہم کیوں نہ زندہ آتش غیرت میں جل گئے — کیسے ہجوم خلق میں قرآن جل گیا
رُوحِ رسول پاک ہے کس پیچ و تاب میں — جبریل مضطرب ہیں کہ قرآن جل گیا
کیا کوئی بھی نہ مونس جاں تھا غریب کا — تنہا، غریب بے سروسامان جل گیا

انساں کے لب پہ نالہ وفریاد کیوں نہ ہو آئینہ دارِ عظمت انسان جل گیا
ملت کے قافلے کی حمیت کو کیا ہوا ملت کے قافلے کا نگہبان جل گیا
یا رب ابوحنیفہ و حنبل کہاں گئے کیا ذوق و شوق بوذرسلمان جل گیا
جس نے خدا کے نور کو ڈالا ہے آگ میں
سن لو گے ایک دن کہ وہ شیطان جل گیا

آج ہماری حالت کیا ہے کیا مسلمانوں کا کوئی ایسا گھر ہے جہاں بلاناغہ ناچ گانا نہ ہوتا ہومگر کتنے گھر ہیں جہاں روزانہ تلاوت کیلئے قرآن کھولا جاتا ہے

؎ کعبے کے بت نکال دیئے تھے حضور نے
اللہ کو نکال رہے ہیں گھروں سے ہم

سنواے مسلمانو! قرآن پاک حضور علیہ السلام کے دل پر نازل ہوا ہے۔ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ ۔ اگر حضور کا دل خوش کرنا چاہتے ہوتو جتنا زیادہ قرآن پڑھو گے اتنا ہی زیادہ حضور کا دل خوش ہوگا۔ قرآن سچی کتاب ہے جو اس کو پڑھ کر عمل کرے گا اس کا نام سچوں میں لکھ دیا جائے گا۔

خدا توفیق دے تو ہلاکو نہ بنو، مصطفیٰ کمال پاشا نہ بنو، بننا ہے تو احمد شاہ ابدالی بنو، محمد بن قاسم بنو طارق بن زیاد بنو سلطان ٹیپو بنو صحابہ تو نہیں بن سکتے مگر صحابہ کے غلام بنو، اہل بیت کے نوکر بن جاؤ اور قرآن کو اپنے دل میں بسانے والے بن جاؤ۔

تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشانہ ہے رازی نہ صاحب کشاف
(اقبال)

اگر ہڑتال کرنی ہے تو قرآن پڑھنے کی نہ کرو بلکہ گناہوں کو چھوڑنے کی ہڑتال کرو۔ تمام کے تمام مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے۔

واقعہ

قرآن شریف کو ماننے والوں پر اس کا سایہ ہمیشہ رہا ہے۔ میرے ساتھ جو واقعہ پیش

آیا اس کو میں قرآن شریف کا اعجاز کہوں گی کیونکہ اس مادی دنیا نے میرے اس حادثہ کو لاعلاج قرار دیدیا تھا لیکن قرآن شریف نے اس لاعلاج کو چشم زدن میں اچھا کر دکھایا۔ میں حسب معمول قرآن شریف کی تلاوت کر رہی تھی کہ میرا بڑا لڑکا شفیع جس کی عمر اس وقت صرف چھ سال کی تھی۔ کھیلتے کھیلتے باہر نکل گیا۔ کار کا دروازہ خدا جانے کس طرح کھولا یا بند کیا کہ دائیں ہاتھ کی تیسری انگلی دروازے میں پھنس کر تقریباً علیحدہ ہو گئی۔ صرف ایک دھاگہ کی مانند ہاتھ سے جڑی رہ گئی۔ میرے شوہر اس قدر گھبرائے کہ مجھ کو اطلاع کئے بغیر ہی اسے گاڑی میں محلہ کے ایک ڈاکٹر کے پاس لے گئے جس نے سول ہسپتال جانے کا مشورہ دیا اور اس دوران میں دنیا و مافیہا سے بے خبر سورہ رحمٰن پڑھنے میں مشغول تھی۔ ابھی یہ سورۃ ختم ہونے کو تھی کہ چوکیدار نے پریشانی کے لہجے میں مجھے متوجہ کیا لیکن میں نے اس کو ہاتھ کے اشارے سے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ سورہ رحمٰن ختم ہونے کے بعد اس کی طرف متوجہ ہوئی اس نے سارا قصہ مجھ کو بتایا میں فوراً سول ہسپتال پہنچی۔ ڈاکٹروں نے اس وقت تک ٹانکے لگا دیئے تھے اور یہ کہہ دیا تھا کہ اس کی انگلی جڑ سے کاٹی جائے گی۔ میں اس پر راضی نہ ہوئی کہ میرے بچے کے ہاتھ میں صرف چار انگلیاں رہ جائیں یہ خیال بڑا ہی روح فرسا تھا۔ کراچی کے بڑے بڑے سرجنوں کو دکھایا۔ اس دوران دو دن اور گزر گئے۔ ہاتھ میں سے بدبو اٹھنے لگی اور زہر تمام جسم میں آہستہ آہستہ سرایت کر رہا تھا کہ اس زمانے مشہور سرجن پنتھو Pintho کو دکھایا۔ انہوں نے تمام ڈاکٹروں کے متعلقہ فیصلہ کی تائید کر دی کہ یہ لاعلاج ہو گیا ہے۔ ٹانکے کامیاب نہیں ہوئے ہیں۔ چونکہ زہر کلائی تک پہنچ گیا ہے لہٰذا اب کلائی تک کاٹنا پڑے گا۔ میں اپنی مامتا اور محبت سے مجبور تھی۔ امید کی نازک ڈوری ڈاکٹر پنتھو کے چند جملوں سے ٹوٹ گئی۔ پھر بھی میں نے اس سے علاج کی درخواست کی کہ شاید اس کی دوا سے فائدہ ہو جائے ڈاکٹر پنتھو جھلا گیا کہ تم اس وقت کلائی تک ہاتھ کاٹنے کی اجازت نہیں دے رہی ہو تو آئندہ چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر تمہارے بچے کا ہاتھ صرف کہنی تک رہ جائے گا۔ میں یہ سن کر تھرا اٹھی۔ شہر کا کوئی بھی مشہور سرجن ایسا نہ تھا جس کو میں نے چھوڑ دیا ہو۔ پھر میں نے اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے وہیں کھڑے کھڑے دعا مانگی۔ یاالٰہی! تیرا کلام پڑھنے کے دوران یہ حادثہ ہوا ہے تیرے ہاتھ میں کائنات ہے تو ہر چیز پر قادر ہے اپنی

رحمت سے مایوس نہ کر، میرے بچے پر رحم فرما۔ یاالٰہی میں ایک دن میں ایک قرآن شریف مکمل کروں گی۔ بس تو میرے بچے کو بچالے۔ پرنم آنکھوں سے ہاتھ پھیلائے ہوئے دل سے دعا مانگی...... ڈاکٹر نے میرے دل کو ڈھارس بندھاتے ہوئے دو کیپسول اور ایک ڈیٹول کی شیشی دی کہ ہاتھ دھلاتی رہنا۔ آئندہ چوبیس گھنٹے بعد تمہارے بچے کا آپریشن کروں گا۔ میں نے یہ چوبیس گھنٹے اللہ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے مانگ لئے اور ہسپتال میں ہی قرآن شریف کی تلاوت شروع کر دی۔ میں نے اور حاجی صاحب (والد شفیع) نے مل کر اٹھارہ گھنٹے کے اندر اندر قرآن شریف ختم کر ڈالا۔ ان اٹھارہ گھنٹوں کے دوران شفیع کے ہاتھ کا ناسور حیرت انگیز طور پر سوکھ گیا اور بدبو وغیرہ غائب ہوگئی جو کام بڑے بڑے سرجن نہ کر سکے اس کو کلامِ الٰہی نے چشم زدن میں کر دیا۔ سرجن حیران تھا اس کی اعلیٰ ڈگریاں اس کی سرجری اس مقدس کتاب کے آگے سرنگوں ہوگئی۔ یہ واقعہ چودہ سال پہلے کا ہے لیکن میرے لئے زندہ جاوید ہے۔ شفیع کا ہاتھ حیرت انگیز طور پر اس طرح ٹھیک ہوا کہ نشان تک باقی نہیں رہا۔

☆ دنیا کی وادیاں بڑی ہی کٹھن ہیں۔ ان وادیوں میں کسی سہارے بنا چلا نہیں جا سکتا اور یہ سہارے مادی بھی ہیں اور روحانی بھی، مادی سہارے چند روزہ ہوتے ہیں اور جبکہ روحانی سہارے دلوں کو تقویت بخشتے ہیں اور دلوں پر ایک ناقابل فراموش نقش چھوڑتے ہیں۔ ابھی جو میں آپ کو قرآن شریف کا اعجاز بتا چکی ہوں دوسرا واقعہ بھی ایسا ہی ہے اب اسے کٹھن کام کہہ لیجئے جو قرآن شریف کی مدد سے پورا ہوا ہے۔ یہ اب سے دس سال پہلے کی بات ہے کہ میرے دونوں پھیپھڑے جراثیم کی زد میں آگئے تھے اور میں ٹی بی سنٹر میں زندگی سے دور اور موت سے قریب ہوتی جا رہی تھی۔ میرا علاج ناممکن ہو گیا تھا کیونکہ دونوں پھیپھڑے ناکارہ ہو چکے تھے زخم سے چور چور تھے۔ ڈاکٹر شریف، ڈاکٹر قاسم نے متفقہ طور پر موت کا پروانہ لکھ کر دیدیا تھا لیکن چونکہ ہمارے خاندان میں مذہب کی بہت بڑی فضیلت ہے۔ قرآن شریف کی بچہ بچہ تلاوت کرتا ہے لہٰذا ہمارے ایک بزرگ حافظ امان اللہ نے تیس قرآن شریف صرف پندرہ دن کے اندر اندر میری صحت کے لئے پڑھے تھے اور میرے زخم آہستہ آہستہ بھرنے شروع ہو گئے اور اب میرے دونوں پھیپھڑوں میں زخم کا کوئی وجود نہیں

ہے۔ ماشاءاللہ تین بچوں کی ماں بھی ہوں۔ ہوسکتا ہے لوگ اسے سن کر یہ کہیں کہ پھر دوا اور علاج کی کیا ضرورت ہے ہر شخص صرف نماز اور قرآن شریف کو وسیلہ بنا کر کام نکال لے لیکن اس میں بھی خلوص کی ضرورت ہوتی ہے لگن کی ضرورت ہوتی ہے، ذوق وشوق کی ضرورت ہوتی ہے۔ حافظ امان اللہ شکار پور آتے تھے آپ ایک پہنچے ہوئے بزرگ ہیں جنھوں نے مجھ کو بیٹی بنایا اور میرے لئے ایک دن میں دو کلام پاک جس ذوق وشوق سے ختم کئے وہ میرا دل ہی جانتا ہے۔ یہ ہی ایک کٹھن کام تھا جس کو قرآن پاک کا سہارا لے کر پورا کیا۔

(ایک خاتون)

(خیال رہے کہ واقعات میں کئی جگہ قرآن مجید کا معجزہ کے الفاظ تھے جو بدل کر اعجاز یا کوئی اور مناسب لفظ اس لیے لکھ دیا گیا ہے کہ معجزہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے نبی کا ہوتا ہے۔ قرآن پاک خود حضور علیہ السلام کا معجزہ ہے مگر عوام الناس جب قرآن کے معجزے کی بات کرتے ہیں تو ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ قرآن پاک کی برکت سے اس طرح کا حیرت انگیز واقعہ ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم)

حضور علیہ السلام کو مبعوث فرما کر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر احسان فرمایا تھا۔ مَنَّ اللّٰہُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا اور حضور علیہ السلام کیا لے کر آئے فرمایا قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۔ آنے والا بھی نور جو لے کر آیا وہ بھی نور اور اس نور والے کی ڈیوٹی کیا لگی وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ قرآن وسنت کی تعلیم دینا۔

یہی ڈیوٹی حضور علیہ السلام نے اپنی امت کے حفاظ، قراء اور علماء کی لگا دی جو منصب نبی کو عطا ہوا نبی علیہ السلام نے ان کو عطا فرما دیا۔

؎ یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

نکتہ-۱

قرآن کا سفر لوح محفوظ سے شروع ہوتا ہے اور لوح قلب مصطفیٰ پر مکمل ہوتا ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ جب جبرئیل امین علیہ السلام وحی لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو وہ اپنی ملکی صورت سے بشری صورت کی طرف آجاتے جیسے کہ حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں آنا

اور مسافر کی شکل میں آنا حدیث سے ثابت ہے اور بعض نے یہ لکھا کہ حضور علیہ السلام بشری حالت سے ملکی شان کی طرف تشریف لے جاتے مگر محققین کے موقف کا نچوڑ یہ ہے کہ جبرائیل امین اگر قیامت کے بارے میں سوال کرنے اور ما الایمان، ما الاسلام اور ما الاحسان کا جواب لینے آئے یا حضرت مریم ﷺ کے پاس بشرًا سویًا بن کے آئے تو یہ ایک مصلحت کے زمرے میں آتا ہے ورنہ حالت بدلنے کی نہ جبرئیل کو ضرورت ہے اور نہ ہی حضور علیہ السلام کو، وہ حالتیں نہ بھی بدلیں تو وحی الٰہی لے بھی سکتے ہیں، دے بھی سکتے ہیں کیونکہ قرآن کانوں پر تو نازل ہوا ہی نہیں بلکہ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ ہمارے آقا علیہ السلام کا قلب انور تو بشری حالت میں رہ کر بھی عرش معلیٰ کی لطافتوں سے بلند و بالا ہے۔ پھر حالت بدلنے کی کیا ضرورت تھی جو بوجھ پہاڑ نہ اٹھا سکے لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ (الٰی آخرہ) قلب مصطفیٰ ﷺ نے اٹھالیا۔

نکتہ۔۲

قرآن پاک میں ہے یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا وَّ یَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا ۔ سوال یہ ہے کہ کیا قرآن گمراہ بھی کرتا ہے (نعوذ باللہ) تو اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ قرآن گمراہ نہیں کرتا بلکہ جب کئی گمراہ لوگ قرآن پڑھ کر مسلمانوں کو ورغلائیں گے تو نام قرآن کا لیں گے مگر گمراہی پھیلائیں گے تو مسلمانوں کو خبردار کیا جا رہا ہے کہ قرآن میں شک کرنے نہ لگ جانا قرآن تو ہدایت دیتا ہے لیکن یہ قرآن پڑھنے والے چونکہ گمراہ ہیں لہٰذا یہ قرآن کو بھی گمراہی کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ حکمت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ بادام روغن پینے سے یا مالش کرنے سے جسم میں تری اور شادابی پیدا ہوتی ہے اور خشکی دور ہوتی ہے مگر یہی بادام روغن اگر تپ دق یا ٹی بی کا مریض پیئے گا تو اس میں خشکی پیدا ہوگی چیز ایک ہی ہے کہیں تازگی پیدا کر رہی ہے کہیں خشکی تو جس کے عقیدے کا معدہ صاف ہوگا قرآن اس میں ایمان کی تازگی اور اسلام کا نور پیدا کرے گا اور جس کے عقیدے میں خرابی ہوگی وہ قرآن بھی پڑھے گا تو اس میں کفر کی خشکی پیدا ہوگی کیونکہ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ میں قرآن اور صاحب قرآن کا ذکر

ہے۔اس کلام الٰہی کے نور کو نور مصطفیٰ کے ذریعے سمجھو گے تو ہدایت ملے گی ورنہ اندھیرے میں قرآن کے الفاظ بھی نہیں پڑھے جاسکتے تو ان الفاظ سے ہدایت کہاں ملے گی۔

سیرت سرورِ کونین سمجھنے کے لئے
تمہیں قرآن مقدس کو سمجھنا ہوگا

نکتہ ۳

کافروں کا مطالبہ تھا ائت بقراٰن غیر ھذا او بدلہ کہ نیا قرآن لے کر آؤ یا اس کو ہی بدل دو۔ فرمایا مَا یَکُوْنُ لِیْ اَنْ اُبَدِّلَہٗ مِنْ تِلْقَآءِ نَفْسِیْ ۔ میں اپنی طرف سے قرآن کو نہیں بدل سکتا اور ادھر اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی ہے لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰہِ ۔ اللہ کے کلمات تبدیل نہیں ہو سکتے۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہ تبدیلی نہیں ہے کہ جو آیت سب سے پہلے نازل ہوئی اس کو تیسویں پارے میں رکھ دیا اور جو سب سے آخر میں نازل ہوئی اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ اس کو چھٹے پارے میں رکھ دیا۔ الحمد کو شروع میں لکھوا دیا حالانکہ یہ سب سے پہلے تو نازل نہ ہوئی تھی اور والناس کو آخر میں لکھوا دیا جبکہ یہ سب سے آخر تو نازل نہ ہوئی تھی۔ تو یہ کیا تبدیلی نہیں؟ تبدیلی تو تب نہ مانی جاتی کہ تیرہ سالہ مکی دور میں نازل ہونے والا قرآن سب سے پہلے ہوتا۔ مکی سورتیں ساری پہلے ہوتیں اور مدنی بعد میں حالانکہ ایک سورت اگر مکی ہے تو اگلی مدنی ہے پھر مکی آجاتی ہے اور پھر مدنی تو کیا یہ کافروں کا مطالبہ پورا ہو گیا (معاذ اللہ) جبکہ واضح طور پر فرما دیا لَا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْہِ وَلَا مِنْ خَلْفِہٖ کہ باطل کسی طرف سے اس میں آ ہی نہیں سکتا۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے ایک مرتبہ بھی نہیں عرض کیا کہ حضور! یہ آیت فلاں سورۃ کی ہے۔ اس میں لکھوا دیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ڈاکٹر، حکیم اپنی دوائیوں پر نمبر لکھ دیتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ جو مریض پہلے آئے اس کو پہلے نمبر کی دوائی دی جائے اور جو سب سے آخر میں آئے اس کو سب سے آخری نمبر کی دوائی دی جائے۔ یا جوتوں کی دکان پہ جاؤ تو کیا ضروری ہے کہ پہلے جانے والے کو ایک نمبر کا جوتا ہی پورا آئے اور آخر میں جانے والا اگرچہ بچہ ہی ہو وہ کہے مجھے آخر نمبر کا جوتا ہی چاہئے کیونکہ میں آخر میں آیا ہوں۔ پہلے آئے یا بعد میں جس کو جس دوائی کی ضرورت ہو گی ڈاکٹر حکیم وہی دوائی دے گا وہ کہے گا نمبر کو چھوڑو تکلیف

بتاؤ۔ دوائی کس نمبر کی دینی ہے یہ میرا کام ہے۔ اس طرح قرآن کا نزول زمین والوں کی ضرورت کے مطابق ہوا جس طرح کی بیماری تھی اللہ تعالیٰ نے اس طرح کی آیات بھیج دیں اور یہ کس نمبر کی آیت ہے تمہیں کیا لگے یہ حضور جانتے ہیں اور لوح محفوظ کی ترتیب کے مطابق اس کو لکھواتے جاتے ہیں۔

ان پر کتاب اتری بیانا لکل شیءٍ
تفصیل جس میں ماعبر ما غبر کی ہے
(اعلیٰ حضرت)

حدیث نمبر ۴۸: عَنْ بُرَیْدَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ یَتَاَکَّلُ بِهِ النَّاسَ جَاءَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَوَجْهُهٗ عَظْمٌ لَیْسَ عَلَیْهِ لَحْمٌ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن پڑھے تا کہ اس کی وجہ سے کھائے لوگوں سے۔ قیامت کے دن وہ ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کا چہرہ محض ہڈی ہوگا جس پر گوشت نہ ہوگا۔

دنیوی لالچ کیلئے قرآن پڑھنا

یعنی جو لوگ قرآن شریف کو طلب دنیا کی غرض سے پڑھتے ہیں ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہم قرآن شریف پڑھتے ہیں اور ہم میں عجمی و عربی ہر طرح کے لوگ ہیں جس طرح پڑھتے ہو پڑھتے رہو۔ عنقریب ایک جماعت آنے والی ہے جو قرآن شریف کے حروف کو اس طرح سیدھا کریں گے جس طرح تیر سیدھا کیا جاتا ہے یعنی خوب سنواریں گے۔ ایک ایک حرف کو گھنٹوں درست کریں گے اور مخارج کی رعایت میں خوب تکلف کریں گے اور یہ سب دنیا کے واسطے ہوگا۔ آخرت سے ان لوگوں کو کچھ بھی سروکار نہ ہوگا۔ مقصد یہ ہے کہ محض خوش آوازی بیکار ہے جبکہ اس میں اخلاص نہ ہو محض دنیا کمانے کے واسطے کیا جائے۔ چہرہ پر گوشت نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب اس نے اَشْرَفُ الْاَشْیَاء کو ذلیل چیز کمانے کا ذریعہ کیا تو اَشْرَفُ الْاَعْضَاء چہرہ کو رونق سے محروم کر دیا جائے گا۔ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا ایک واعظ پر گزر ہوا جو تلاوت کے بعد لوگوں سے

کچھ طلب کر رہا تھا۔ یہ دیکھ کر انہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ پڑھی اور فرمایا کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص تلاوت کرے اس کو جو مانگنا ہو اللہ سے مانگے۔ عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو پڑھنے کے بعد لوگوں سے بھیک مانگیں گے۔ مشائخ سے منقول ہے کہ جو شخص علم کے ذریعے سے دُنیا کمائے اس کی مثال ایسی ہے کہ جوتے کو اپنے رخسار سے صاف کرے۔ اس میں شک نہیں کہ جوتا تو صاف ہو جائے گا مگر چہرہ سے صاف کرنا حماقت کی انتہا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں نازل ہوا ہے۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۔ (الآیۃ) (یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلہ میں گمراہی خریدی ہے پس نہ ان کی تجارت کچھ نفع والی ہے اور نہ یہ لوگ ہدایت یافتہ ہیں) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو قرآن شریف کی ایک سورت پڑھائی تھی اس نے ایک کمان مجھے ہدیہ کے طور پر دی۔ میں نے حضور ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جہنم کی ایک کمان تو نے لے لی۔ اسی طرح کا واقعہ عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے اپنے متعلق نقل کیا اور حضور ﷺ کا جواب یہ نقل کیا کہ جہنم کی ایک چنگاری اپنے مونڈھوں کے درمیان لٹکا دی۔ دوسری روایت میں ہے کہ اگر تو چاہے کہ جہنم کا ایک طوق گلے میں ڈالے تو اس کو قبول کر لے۔

لالچ سے بچو

یہاں پہنچ کر میں ان حفاظ کی خدمت میں جن کا مقصود قرآن شریف کے مکتبوں سے فقط پیسہ ہی کمانا ہے بڑے ادب سے عرض کروں گا کہ للہ! اپنے منصب اور اپنی ذمہ داری کا لحاظ کیجئے۔ جو لوگ آپ کی بدنیتیون کے حملہ کی وجہ سے کلام مجید پڑھانا یا حفظ کرانا بند کرتے ہیں۔ اس کے وبال میں وہ تنہا گرفتار نہیں خود آپ لوگ بھی اس کے جواب دہ اور قرآن پاک کے بند کرنے والوں میں شریک ہیں۔ آپ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم اشاعت کرنے والے ہیں لیکن درحقیقت اس اشاعت کے روکنے والے ہم ہی لوگ ہیں۔ جن کی بداطواریاں اور بدنیتیاں دنیا کو مجبور کر رہی ہیں کہ وہ قرآن پاک ہی کو چھوڑ بیٹھیں۔ علماء نے تعلیم کی تنخواہ کو اس لئے جائز نہیں فرمایا کہ ہم لوگ اسی کو مقصود بنالیں بلکہ حقیقتاً مدرسین کی اصل غرض صرف تعلیم اور اشاعت علم و قرآن شریف ہونے کی ضرورت ہے اور تنخواہ اس کا معاوضہ نہیں بلکہ

رفع ضرورت کی ایک صورت ہے جس کو مجبوراً اور اضطرار کی وجہ سے اختیار کیا گیا۔
اس لئے کلام اللہ شریف کی محبت حق تعالیٰ شانہ کی محبت کے لئے لازم وملزوم ہے اور ایک کی محبت دوسرے کی محبت کا سبب ہوتی ہے۔ دنیا میں آدمی کی خلقت صرف اللہ جل شانہٗ کی معرفت کے لئے ہوئی ہے اور آدمی کے علاوہ سب چیز کی خلقت آدمی کے لئے ہے

ابروباد ومہ وخورشید و فلک درکارند　　تاتو نانے بکف آری و بغفلت نخوری
ہمہ ازبہر تو سرگشتہ و فرماں بردار　　شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نبری

سعدی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں بادل و ہوا، چاند، سورج، آسمان و زمین غرض ہر چیز تیری خاطر کام میں مشغول ہے تاکہ تو اپنی حوائج ان کے ذریعے سے پوری کرے اور عبرت کی نگاہ سے دیکھے کہ آدمی کی ضروریات کے لئے یہ سب چیزیں کس قدر فرمانبردار و مطیع اور وقت پر کام کرنے والی ہیں اور تنبیہ کے لئے کبھی کبھی ان میں تخلف بھی تھوڑی دیر کے لئے کردیا جاتا ہے۔ بارش کے وقت بارش نہ ہونا، ہوا کے وقت ہوا نہ چلنا، اسی طرح گرہن کے ذریعے سے چاند، سورج غرض ہر چیز میں کوئی تغیر بھی پیدا کیا جاتا ہے تاکہ ایک غافل کے لئے تنبیہ کا تازیانہ بھی لگے۔ اس سب کے بعد کس قدر حیرت کی بات ہے کہ تیری وجہ سے یہ سب چیزیں تیری ضروریات کے تابع کی جائیں اور ان کی فرمانبرداری بھی تیری اطاعت اور فرمانبرداری کا سبب نہ بنے اور اطاعت وفرمانبرداری کے لئے بہترین معین محبت ہے۔

عشق ومحبت سے قرآن سیکھو اور سکھاؤ

اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُّحِبُّ مُطِيْعٌ جب کسی شخص سے محبت ہو جاتی ہے، عشق وفریفتگی پیدا ہو جاتی ہے تو اس کی اطاعت وفرمانبرداری طبیعت اور عادت بن جاتی ہے اور اس کی نافرمانی ایسی ہی گراں اور شاق ہوتی ہے جیسے کہ بغیر محبت کے کسی کی اطاعت خلاف عادت و طبع ہونے کی وجہ سے بار ہوتی ہے۔ کسی چیز سے محبت پیدا کرنے کی صورت اس کے کمالات و جمال کا مشاہدہ ہے۔ حواس ظاہرہ سے ہو یا حواسِ باطنہ میں استحضار سے۔ اگر کسی کے چہرے کو دیکھ کر بے اختیار اس سے وابستگی ہو جاتی ہے تو کسی کی دل آویز آواز بھی بسا اوقات مقناطیس کا اثر رکھتی ہے

؎ نہ تنہا عشق از دیدار خیزد بسا کیں دولت از گفتار خیزد

عشق ہمیشہ صورت ہی سے پیدا نہیں ہوتا بسا اوقات یہ مبارک دولت بات سے بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ کان میں آواز پڑ جانا اگر کسی کی طرف بے اختیار کھینچتا ہے تو کسی کے کلام کی خوبیاں، اس کے جوہر اس کے ساتھ الفت کا سبب بن جاتی ہیں۔ کسی کے ساتھ عشق پیدا کرنے کی تدبیر اہل فن نے یہ بھی لکھی ہے کہ اس کی خوبیوں کا استحضار کیا جائے۔ اس کے غیر کو دل میں جگہ نہ دی جائے جیسا کہ عشق طبعی میں یہ سب باتیں بے اختیار ہوتی ہیں۔ کسی کا حسین چہرہ یا ہاتھ نظر پڑ جاتا ہے تو آدمی سعی کرتا ہے کوشش کرتا ہے کہ بقیہ اعضاء کو دیکھے تاکہ محبت میں اضافہ ہو، قلب کو تسکین ہو حالانکہ تسکین ہوتی نہیں۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ کسی کھیت میں بیج ڈالنے کے بعد اگر اس کی آبپاشی کی خبر نہ لی گئی تو پیداوار نہیں ہوتی اگر کسی کی محبت دل میں بے اختیار آ جانے کے بعد اس کی طرف توجہ نہ کی جائے، تو آج نہیں تو کل دل سے محو ہو جائے گی لیکن اس کے خدوخال، سراپا اور رفتار و گفتار کے تصور سے اس قلبی بیج کو سینچتا رہے تو اس میں ہر لحظہ اضافہ ہوگا

؎ مکتب عشق کے انداز نرالے دیکھے اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

اس سبق کو بھلا دو گے تو فوراً چھٹی مل جائے گی۔ جتنا جتنا یاد کرو گے اتنا ہی جکڑے جاؤ گے۔ اسی طرح کسی قابل عشق سے محبت پیدا کرنی ہو تو اس کے کمالات اور اس کی دل آویزیوں کا تتبع کرے، جوہروں کو تلاش کرے اور جس قدر معلوم ہو جائیں اس پر بس نہ کرے بلکہ اس سے زائد کا متلاشی ہو کہ فنا ہونے والے محبوب کے کسی ایک عضو کے دیکھنے پر قناعت نہیں کی جاتی۔ اس سے زیادہ کی ہوس جہاں تک کہ امکان میں ہو باقی رہتی ہے۔ حق سبحانہٗ وتقدس جو حقیقتاً ہر جمال وحسن کا منبع ہے اور حقیقتاً دنیا میں کوئی بھی جمال اس کے علاوہ نہیں ہے۔ یقیناً ایسا محبوب ہے کہ جس کے کسی جمال وکمال پر بس نہیں، نہ اس کی کوئی غایت، ان ہی بے نہایت کمالات میں سے اس کا کلام بھی ہے اس انتساب کے بعد پھر کسی کمال کی ضرورت نہیں، عشاق کے لئے اس انتساب کے برابر اور کون سی چیز ہوگی

؎ اے گل بتو خرسندم تو بوئے کسے داری

قطع نظر اس سے کہ اس انتساب کو اگر چھوڑ بھی دیا جائے کہ اس کا موجد کون ہے اور وہ

کس کی صفت ہے تو پھر حضور اقدس ﷺ کے ساتھ اس کو جو جو نسبتیں ہیں ایک مسلمان کی فریفتگی کے لئے وہ کیا کم ہیں اگر اس سے بھی قطع نظر کی جائے تو خود کلام پاک ہی میں غور کیجئے کہ کون سی خوبی دنیا میں ایسی ہے جو کسی چیز میں پائی جاتی ہے اور کلام پاک میں نہ ہو

دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار　　گل چیں بہار تو زداماں گلہ دارد

فدا ہو آپ کی کس کس ادا پر　　ادائیں لاکھ اور بیتاب دل ایک

(فضائل قرآن)

قرآن ہمیں کیسا انسان بنانا چاہتا ہے (ایک نظر)

۱- جو بن دیکھے ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے (مال) میں سے خرچ کرتے ہیں اور جو ایمان لاتے ہیں اس (کتاب) پر جو تیری طرف اتاری گئی اور اس (ہدایت) پر بھی جو تجھ سے پہلے اتاری گئی اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ (۲:۱)

۲- بلکہ (اصل) نیکی تو ان کی ہے جو اللہ اور روزِ آخرت اور فرشتوں اور کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لائے اور مال خرچ کرتے ہیں۔ اللہ کی محبت میں، رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں میں اور (قرض قید یا غلامی سے) گردنوں کے چھڑانے میں! (۲:۱۷۷)

۳- بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (۲:۲۱۸)

۴- وہ جو خدا کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔ پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان جتاتے نہ ایذا دیتے ہیں۔ (۲:۲۶۲)

۵- وہ ہیں صبر کرنے والے اور سچ بولنے والے اور فرمانبردار اور خرچ کرنے والے اور صبح کے وقتوں میں معافی مانگنے والے۔ (۳:۱۶)

۶- مومن مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو یہ کام کرے گا، وہ اللہ کے ہاں کسی شمار میں نہیں۔ ان سے (طرزِ معاملہ یہی ہوسکتا ہے کہ تم ان (کے شر سے) بچاؤ کرنے کا پورا اہتمام کرو۔ (۳:۲۷)

۷- اور جو ایمان لائے اور کام اچھے کیے۔ پس اللہ ان کو ان کا ثواب پورا پورا دے گا۔ (۳:۵۹)

۸- (مسلمان) اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نیکی کے کاموں کی طرف جلدی (سے اقدام) کرتے ہیں اور وہی خوش نصیبوں میں سے ہیں۔ (۳:۱۱۴)

۹- اور وہ لوگ (ایسے ہیں) کہ جب کبھی ان سے کوئی بے حیائی کی بات سرزد ہو جاتی ہے یا وہ (گناہ کر کے) اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں، پھر اپنے گناہوں کی معافی کے طلب گار ہوتے ہیں۔ (۳:۱۳۴)

۱۰- جو لوگ ایمان لائے وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں۔ (۴:۷۶)

۱۱- مگر جنہوں نے توبہ کر لی اور اصلاح پر آ گئے اور اللہ سے پکی وابستگی اختیار کی اور اپنا دین خالص اللہ کے لئے کیا (یعنی اس میں کسی اور دین کی آمیزش نہیں کی) تو یہی لوگ مومنوں کے ساتھ (شامل) ہیں۔ (۴:۱۴۶)

۱۲- اور جنہیں ہم نے پیدا کیا ہے ان میں کچھ لوگ ہیں جو حق کی طرف راہ دکھلاتے ہیں اور اسی کے مطابق انصاف کرتے ہیں۔ (۷:۱۸۱)

۱۳- مومن تو بس وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل کانپ جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ ان کا ایمان اور بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں جو لوگ نماز قائم رکھتے ہیں اور اس مال میں سے جو ہم نے انہیں دیا ہے، خرچ کرتے ہیں وہی سچے مومن ہیں۔ (۸:۲)

۱۴- بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنی جان و مال سے جہاد کیا اور جنہوں نے (نبی ﷺ) کو (ہجرت کے بعد) جگہ دی اور ان کی مدد کی۔ وہی ایک دوسرے کے وارث ہیں۔ (۸:۷۲)

۱۵- اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جنہوں نے رسول اور اس کے ہمراہیوں کو جگہ دی اور (اس کی) مدد کی۔ وہی سچے ایماندار ہیں۔ ان کے لئے مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔ (۸:۷۴)

۱۶- اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ وہ اچھی باتوں کی ہدایت کرتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے اور زکوٰۃ دیتے اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ (۹:۷۱)

۱۷- اور دیہاتیوں میں بھی بعض وہ ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو مال وہ خرچ کرتے ہیں اس کو اللہ کے نزدیک ہونے اور رسول کی دعاؤں (کے حصول) کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ سن لو کہ بے شک وہ ان کے لئے قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔ اللہ انہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (۹:۹۹)

۱۸- توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، تسبیح و تحمید کرنے والے (خدا کی راہ) میں سفر کرنے والے، رکوع کرنے والے، نیکی کی طرف رغبت دلانے والے، برائی سے باز رکھنے والے اور اللہ نے جو حدیں مقرر کی ہیں ان کی نگہداشت کرنے والے۔ (۹:۱۱۲)

۱۹- جو خوشی اور سختی کی حالت میں (اپنا مال راہِ خدا میں) خرچ کرتے ہیں اور غصے کو ضبط کرنے والے اور لوگوں کے قصور معاف کرنے والے ہیں اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے اور وہ کہ جب کوئی برا کام یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔ (۳:۱۳۳)

۲۰- جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور قول و قرار کو نہیں توڑتے اور جو اس رشتہ کو ملائے رکھتے ہیں جس کے ملانے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور اپنے پروردگار سے ڈرتے اور برے حساب سے ڈرتے ہیں اور وہ جو اپنے پروردگار کی خوشنودی چاہنے کے لئے صبر کرتے اور نماز پڑھتے اور جو مال ہم نے انہیں دیا ہے۔ اس میں سے چھپا کر بھی (صدقات نافلہ) اور اعلانیہ بھی (صدقات واجبہ) راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں اور نیکی کے ذریعے بدی کو دفع کرتے ہیں۔ یہی لوگ وہ ہیں جن کے لئے آخرت کا گھر ہے۔ (۱۱۳:۲۰)

۲۱- اور وہ لوگ (ایسے ہیں) کہ خدا نے جن رشتوں کو جوڑے رکھنے کا حکم دیا ہے۔ ان کو جوڑے رکھتے ہیں اور اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور حساب لئے جانے کا حد درجہ خوف رکھتے ہیں...... یہی لوگ ہیں جن کی دنیا کا انجام بخیر ہے۔ (۱۳:۲۱-۱۳:۲۲)

۲۲- اور جو اپنے رب کی رضا جوئی میں صبر کرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور جو ہم نے انہیں دیا اس میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کرتے اور برائیوں کو نیکیاں کر کے (دور) کرتے ہیں۔ دارِ آخرت انہی کے لئے ہے۔ (۱۳:۲۲)

۲۳- اور وہ لوگ کہ خدا نے جن تعلقات کے جوڑے رکھنے کا حکم دیا ہے ان کو جوڑے رکھتے اور اپنے پروردگار سے ڈرتے اور قیامت کو بری طرح حساب لئے جانے کا اندیشہ رکھتے ہیں۔ (۱۳:۱۹)

۲۴- اور جنہوں نے اپنے پروردگار کا لحاظ کر کے صبر کیا اور نمازیں پڑھیں اور ہم نے ان کو جو رزق دیا تھا۔ اس میں سے چھپے اور ظاہر خرچ کیا اور جنہوں نے برائی کے مقابلے میں نیکی کی، یہی لوگ ہیں جن کی زندگی کا انجام اچھا ہے۔ (۲۱:۲۲)

۲۵- اپنے اوپر اپنے ربّ کا خوف رکھتے ہیں اور جو حکم پاتے ہیں وہی کرتے ہیں۔ (۱۶:۵۰)

۲۶- اور جسے ہم نے اپنی طرف سے اچھی روزی دی پس وہ اس میں سے چھپا کر اور اعلانیہ خرچ کرتا ہے۔ (۱۶:۷۵)

۲۷- بے شک اللہ ان کے ساتھ ہے جو خدا سے ڈریں اور ان کے ساتھ جو نیوکار ہیں۔ (۱۶:۱۲۸)

۲۸- اور رشتہ دار کو اس کا حق دے اور محتاج اور مسافروں کو بھی اور فضول خرچ نہ ہو۔ (۱۷:۲۶)

۲۹- جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور وہ قیامت سے کانپتے ہیں۔ (۲۱:۴۹)

۳۰- یہ لوگ نیکیوں پر دوڑتے ہیں اور ہمیں امید و بیم کے ساتھ پکارتے ہیں۔ (۲۱:۹۰)

۳۱- جو اپنی نماز میں فروتنی کرتے ہیں۔ (۲۳:۲)

۳۲- اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی نگہداشت رکھتے ہیں اور وہ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ مستحق ہیں جو بہشت کے وارث ہوں گے۔ وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ (۲۳:۸-۲۳:۱۰)

۳۳- بے شک وہ لوگ جو اپنے پروردگار کے خوف سے لرزتے ہیں اور وہ جو اپنے پروردگار کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور وہ جو اپنے پروردگار کے ساتھ شریک نہیں ٹھہراتے اور

وہ جو دیتے ہیں جو کچھ بھی دیتے ہیں اور ان کے دل اس سے ڈرتے ہیں کہ وہ اپنے پروردگار کی طرف لوٹنے والے ہیں۔(۲۳:۵۷)

۳۴-اور وہ جو کہ (حقداروں کو حسب مقدور) دیتے ہیں اور ان کے دل ڈرتے ہیں کہ انہیں اپنے رب کی طرف جانا ہے...... یہ لوگ نیکیوں میں جلدی کرتے اور ان کے لئے آگے بڑھتے ہیں۔(۲۳:۶۰-۲۳:۶۱)

۳۵-یہ لوگ (ایسے ہیں جو) نیکیوں میں جلدی کرتے اور ان کے لئے آگے بڑھتے ہیں۔ (۲۳:۶۱)

۳۶-بے شک مومنوں نے فلاح پائی...... وہ جو اپنی نماز میں فروتنی کرتے ہیں اور جو بے ہودہ بات سے منہ موڑتے ہیں اور وہ جو زکوٰۃ دیتے رہتے ہیں اور وہ جو اپنی عصمتوں کی حفاظت کرتے ہیں۔(۲۳:۱-۲۳:۲)

وہ نیک بندے اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی (یعنی روز قیامت سے)(۲۴:۳۷)

۳۷-ایمان والوں کی بات تو یہ ہے کہ جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف اس لئے بلائے جائیں کہ ان کے درمیان فیصلہ کرے تو کہیں ہم نے سنا اور حکم مانا اور ایسے ہی لوگ نجات پائیں گے۔(۲۴:۵۱)

۳۸-(مسلمانو) جو تم میں سے ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ضرور انہیں زمین میں اپنا نائب (حاکم) مقرر کرے گا جیسا کہ ان لوگوں کو نائب مقرر کیا تھا جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں اور ان کے لئے ان کا وہ دین ضرور قائم کرکے رہے گا جو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے اور ان کو حالت خوف (میں مبتلا رہنے) کے بعد (نقشۂ احوال کو تبدیل کرکے) انہیں اس حالت سے بہرہ مند کرے گا۔وہ میری عبادت کریں گے۔کسی چیز کو میرا شریک نہیں کریں گے اور جس نے اس (عطاء و بخشش) کے بعد بھی ناشکری کی تو وہ لوگ بدکار ہیں۔(۲۴:۵۵)

۳۹-اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ سلام کہتے (گزر جاتے) ہیں......اور جب بے ہودہ لوگوں کے پاس

سے گزرتے ہیں تو شریفانہ طور سے (وقار کے ساتھ) گزر جاتے ہیں۔ (۲۵:۷۲)

وہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ہم ملک میں ان کے قدم جمادیں تو وہ نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور لوگوں کو اچھی باتوں کی ہدایت کریں اور بری باتوں سے روکیں اور سارے معاملات (اپنے نتائج کے لئے) اللہ ہی کی بارگاہ میں پہنچتے ہیں۔ (۲۲:۴۱)

۴۰-اور جو خرچ کرتے ہیں تو فضول خرچی نہیں کرتے اور نہ کنجوسی سے کام لیتے ہیں بلکہ میانہ روی اختیار کرتے ہیں اور جو خدا کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود (کی حیثیت دے کر) نہیں پکارتے اور کسی شخص کو ناحق (بغیر قانونی جواز کے) جان سے نہیں مارتے کیونکہ جان لینے کو خدا نے حرام کر رکھا ہے اور نہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں۔ (۲۵:۶۷)

۴۱-اور وہ جھوٹی گواہی بھی نہیں دیتے ہیں اور بے ہودہ کاموں کے پاس ہو کر گزرتے ہیں تو متانت سے گزرتے ہیں۔ (۲۵:۷۲)

۴۲-اور جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہم کو متقیوں کا پیشوا بنا۔ (۲۵:۷۴)

۴۳-ہدایت اور بشارت ہے ایمان والوں کے لئے جو نماز کو قائم رکھتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ (۲۷:۲)

۴۴-جنہوں نے صبر کیا اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ (۲۹:۵۸)

۴۵-وہ (نیکوکار) جو نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں، وہ ہی اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور وہی (آخرت میں) فلاح پانے والے ہیں۔ (۳۱:۴)

۴۶-ہماری آیتوں پر تو بس وہی ایمان لاتے ہیں کہ جب انہیں ان آیتوں سے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ (اس کی) پاکی بیان کرتے ہیں اور وہ غرور نہیں کرتے۔ (۳۲:۱۵)

۴۷-اور ان کے لئے جو کبیرہ گناہ اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں اور جب انہیں غصہ آتا ہے تو وہ معاف کر دیتے ہیں (اللہ کے ہاں اجر ہے)۔ (۴۲:۳۷)

۴۸-اور ان کے کام آپس کے مشورے سے ہوتے ہیں۔ (۴۲:۳۸)

۴۹- محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے لئے سخت (اور) آپس میں نرم خو ہیں۔ (اے مخاطب) تو انہیں رکوع (اور) سجدے میں دیکھے گا وہ اللہ کے فضل اور (اس کی) رضامندی کے جویا ہیں۔ سجدوں کے اثر سے ان کے چہروں پر نشان پڑ جاتے ہیں۔ (۴۸:۲۹)

۵۰- ایمان والے جو ہیں وہ سب آپس میں بھائی ہیں۔ (۴۹:۱۰)

۵۱- خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں جو لوگ بھی خدا کو خوش دلی سے قرض دیتے ہیں یقیناً ان کو دگنا ادا کر دیا جائے گا اور ان کو عزت کا اجر ملے گا۔ (۵۷:۱۸)

۵۲- (اے نبی) تو ان لوگوں کو جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں ایسا نہیں پائے گا کہ وہ ایسے لوگوں سے محبت رکھیں جو اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہوں اگرچہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے کنبے والے، یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان (کا نقش) ثبت کر دیا اور اپنی تائید سے ان کو قوت دی۔ (۵۸:۲۲)

۵۳- بے شک اللہ ان لوگوں سے محبت رکھتا ہے جو اس کی راہ میں صف بستہ ہو کر (منظم طریق سے) لڑتے ہیں گویا کہ وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔ (۶۱:۴)

۵۴- اور ان کے مال میں کچھ نہ کچھ مقرر شدہ حق ہے مانگنے والے اور محتاج کا اور وہ انصاف کے دن (قیامت) کو سچ مانتے ہیں اور وہ اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک ان کے پروردگار کا عذاب نڈر ہونے کی چیز نہیں اور وہ اپنی عصمتوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ (۷۰:۲۴)

۵۵- اور جو لوگ قیامت کے دن کی تصدیق کرتے ہیں اور جو لوگ اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ (۷۰:۲۶)

۵۶- اور جو لوگ اپنی عصمتوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ (۷۰:۲۹)

۵۷، ۵۸، ۵۹- اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی نگہداشت رکھتے ہیں ...... اور وہ جو اپنی گواہیوں پر قائم ہیں ...... اور وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔ (۷۰:۳۲-۷۰:۳۳-۷۰:۳۴)

۶۰- وہ نذر کو پورا کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی مصیبت عظیم و وسیع ہوگی ...... وہ خدا کی محبت کے تحت محتاج اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) ہم تو تم کو محض اللہ کی رضامندی کے لئے کھلاتے ہیں ہم نہ تم سے بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکر گزاری۔(۷۶:۷-۸:۷۶)

۶۱-تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو مگر صرف اس کی۔(۲۳:۱۷)

۶۲- والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہو کر رہیں تو انہیں اف تک نہ کہو۔ نہ انہیں جھڑک کر جواب دو بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو اور نرمی و رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو اور دعا کیا کرو کہ "پروردگاران پر رحم فرما، جس طرح انہوں نے رحمت و شفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا" (۲۳:۱۷-۲۴)

۶۳-رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق۔(۲۶:۱۷)

۶۴-فضول خرچی نہ کرو، فضول خرچ شیطان کے بھائی ہیں۔(۲۷:۱۷)

۶۵- اگر ان سے (یعنی حاجت مند رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں سے) تمہیں کترانا ہو اس بنا پر کہ ابھی تم اللہ کی اس رحمت کو جس کے تم امیدوار ہو تلاش کر رہے ہو تو انہیں نرم جواب دے دو۔(۲۸:۱۷)

۶۶-نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ رکھو اور نہ اسے بالکل ہی کھلا چھوڑ دو۔(۲۹:۱۷)

آج بھی اگر ہم ایسے انسان بن جائیں جس طرح کہ قرآن پاک ہم سے تقاضا کرتا ہے تو بقول علامہ اقبال

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

قرآن کے عاشقوں کی مجاہدانہ زندگی

ذرا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کی راتیں مصلوں پہ اور دن گھوڑوں کی پشتوں پہ گزرتے، جو دن کے روزے دار اور مجاہد تھے اور رات کے تہجد گزار تھے ان کی پاکیزہ زندگی کی ایک جھلک ملاحظہ کیجئے کہ کتنے ہی میدانوں میں ان کی کم تعداد اور نیم مسلح فوج نے کئی گنا زائد اور سامانِ

حرب سے لیس فوج کو فیصلہ کن شکست دے کر دنیا کی تاریخ کا رخ موڑ دیا۔ان جنگوں میں فتح کا بنیادی سبب مجاہدین کا جذبہ تھا۔

Will To Fight & High Morale

رسولِ اکرم کے پاس کوئی باقاعدہ فوج نہ تھی بلکہ ہر مسلمان فوج کا سپاہی تصور کیا جاتا تھا۔ جنگ میں شرکت لوگوں کی مرضی پر موقوف تھی یعنی فوجی خدمت لازمی نہ تھی بلکہ رضا کارانہ تھی ۔قرآن نے جہاد کو بہترین عبادت کا درجہ دیا ہے۔اگر زندہ ہے تو غازی اور مر گئے تو شہید یعنی آخرت کی زندگی میں جنت الفردوس میں بلند مقام حاصل کرنے کا ایک ذریعہ بتایا گیا ہے۔یہی وجہ تھی کہ مسلمان بصد شوق جنگوں میں حصہ لیتے تھے اور اللہ کی راہ پر زندگی قربان کردینے میں دریغ نہ کرتے تھے۔شہادت کا درجہ پانا اپنا مقصدِ حیات سمجھتے تھے۔ قرآن کریم اور حضور نے غزوات میں مجاہد کا کردار لڑائی کے دوران فاتح کی حیثیت سے قیدی، کی حیثیت سے، قیدیوں کے ساتھ برتاؤ کا، رفیقوں کے ساتھ اطاعت امیر کے بارے اور سپہ سالار کی حیثیت سے نہایت وضاحت سے دکھایا اور بتایا ہے۔یہی لوگ تھے جنہوں نے قیصر وکسریٰ کی عظیم سلطنتوں کو تھوڑے ہی عرصہ میں فنا کر دیا۔یہی لوگ تھے۔جنہوں نے تپتے ہوئے صحراؤں، فلک بوس، برفانی پہاڑوں، کئی سمندر پار یورپ کے کلیساؤں اور بھارت کے بت خانوں میں اذانیں دیں اور وہ یہی لوگ تھے جنہوں نے یورپ کو علم و ہنر، تصانیف و تعمیر، سائنس اور عسکری فتوحات کے راز سے آشنا کیا۔آج ان کی بہادری اور بے پناہ قربانی کی قابل عمل مثالیں محض جذبات سے بھرپور کہانیاں بن کر رہ گئی ہیں۔آج وہی عظیم عرب، وہی عظیم فاتح، وہی جنگ میں لڑ کر شہادت کا درجہ پانے کے لئے بے قرار عرب سب کو بھول چکے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آج مشرق وسطیٰ کے عرب ممالک میں اتحاد اور تنظیم کا فقدان ہے اسی لئے عرب اسرائیلی جارحیت اور بربریت کے طوفان کو فنا کرنا تو درکنار روک تک نہیں سکتے۔رسولِ اکرم ﷺ نے ہمیں اتحاد، تنظیم، یقین محکم، جذبۂ جہاد، بہادری، فرض شناسی اور بدترین دشمنوں کے ساتھ عفوورحم کا سبق دیا ہے۔ذیل میں چند مثالیں اسلامی مملکت کے مجاہد کے کردار کی عکاسی کرتی ہیں۔

قرآن پہ عمل کرنے والوں کے کارنامے

۱- مدینہ منورہ سے جنگ بدر کے لئے روانگی سے پیشتر حضور علیہ السلام نے مہاجرین اور انصار کے سرداروں سے ان کے ارادوں کے بارے میں دریافت فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے جہاد کے لئے دل وجان سے آمادگی کا یقین دلایا۔ حضرت عمر ؓ نے کہا "ہم سب آپ کے حکم پر جانیں قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔" حضرت سعد ؓ بن عبادہ اور حضرت مقداد ؓ (مدینہ کے انصار سردار) نے وعدہ کیا "خدا کی قسم آپ فرمائیں تو ہم سمندر میں کود پڑیں اور پروانے کی طرح اپنی جانیں راہِ حق میں قربان کردیں گے۔" مہاجرین اور انصار کا یہ عزم اور جوشِ جہاد دیکھ کر حضور بہت خوش ہوئے۔ مدینہ سے روانگی کے وقت لشکر کا جائزہ لیا گیا۔ کمسن مجاہدوں کو واپس کردیا گیا مگر ایک کمسن مجاہد جنگ میں شمولیت کے لئے بے قرار تھا جب اسے واپس جانے کے لئے کہا تو وہ رو پڑا آخر اسے حضور نے اجازت دیدی۔

۲- جنگِ اُحد میں بھی بچوں نے جہاد میں حصہ لینے کے لئے شوق کا اظہار کیا۔ جب حضور لشکر کا معائنہ کر رہے تھے رافع ؓ بن خدیج ایڑیاں اٹھا کر انگلیوں پر کھڑا ہو گیا تاکہ قد اونچا معلوم ہو اسے اجازت مل گئی اور سمرہ ؓ کو جو کہ قد میں رافع سے چھوٹا تھا اجازت نہ ملی۔ سمرہ ؓ نے درخواست کی وہ رافع کو کشتی میں پچھاڑ سکتا ہے اس لئے اسے بھی چنا جائے۔ حضور نے دونوں کی کشتی کروائی اور جب سمرہ ؓ نے رافع کو پچھاڑ لیا تو اسے بھی شامل کرلیا گیا۔

۳- جنگ بدر میں جب فوجیں بالمقابل ہوئیں تو بیشتر نے محسوس کیا کہ مقابلہ میں پرانے دوست و احباب کے علاوہ قریبی رشتہ دار بھی تھے۔ قریش کے سردار عتبہ کا بیٹا مسلمانوں کی صف میں باپ کے بالمقابل کھڑا تھا۔ حضور کے چچا عباس ؓ کفار کی فوج میں تھے۔ حضرت ابوبکر کا بیٹا بھی لشکر کفار میں تھا۔ حضرت عمر ؓ کے ماموں، بھتیجے اور بھانجے دشمن کی صف میں شامل تھے۔ حضرت علی ؓ کے بھائی عقیل بھی دوسری جانب تھے۔ غرضیکہ بیشتر طرفین کئی قسم کے خونی رشتوں سے جکڑے ہوئے

تھے مگر کفر اور اسلام، ظلمت اور نور، باطل اور حق کے اس مقابلے میں خونی رشتہ کی کسی نے پروانہ کی۔ مسلمانوں میں اسلام کی حفاظت کا جذبہ موجزن تھا۔ وہ دل جمی اور بہادری سے لڑے۔ حق و باطل کی اس جنگ میں وہ اللہ کی راہ میں شہادت کا رتبہ حاصل کرنے کے لئے بے قرار تھے۔

۴۔ جنگ احد میں حضرت انس ؓ جلیل القدر صحابی بھی شامل تھے۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ رسولِ اکرم ﷺ کی شہادت کی افواہ پھیل گئی۔ انس ؓ لڑتے ہوئے دور نکل گئے۔ انہوں نے حضرت عمر ؓ کو پریشان دیکھا تو وجہ پوچھی۔ عمر نے بتایا کہ جب رسول ﷺ ہی شہید ہو گئے تو لڑ کر کیا کریں گے۔ انس ؓ نے کہا ”مگر ان کے بعد زندہ رہ کر ہم کیا کریں گے۔“ یہ کہہ کر وہ دشمن کی صفوں پر ٹوٹ پڑے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ ان کے جسم پر تلوار نیزے اور تیر کے تقریباً ستر زخم تھے۔ اس جنگ میں حضور ﷺ بھی زخمی ہوئے تھے۔ کفار نے چاروں طرف سے بڑھ کر حضور ﷺ کو گھیرے میں لے لیا تھا مگر شمع رسالت کے پروانوں نے حضور کے گرد گھیرا بنا لیا۔ حضرت ابو دجانہ ؓ حضور ﷺ پر جھک کر ڈھال بن گئے کئی تیر ان کی پشت میں چھید کر گئے۔ ان کے جسم پر ۳۵ زخم آئے تھے اور جسم چھلنی ہو چکا تھا۔ حضرت ابوطلحہ ؓ نے کفار کی تلواروں کے وار کو ہاتھوں سے روکا اور ان کا ایک ہاتھ کٹ گیا۔ حضرت قتادہ ؓ بن النعمان کی پشت حضور ﷺ کی جانب تھی اور وہ بے جگری سے دشمن کے وار روک رہے تھے۔ اچانک تیر لگنے سے آنکھ کی پتلی باہر آ گئی۔ حضور ﷺ نے فوراً انگشت مبارک سے پتلی اپنی جگہ کر دی اور اس طرح بینائی قائم رہی۔

۵۔ جنگ یرموک میں شکست کھانے کے بعد بے شمار رومی بھاگ رہے تھے۔ مسلمانوں کا ایک دستہ ان کا تعاقب کر رہا تھا۔ ایک مجاہد حباش بن قیس بھی گھوڑے پر سوار تعاقب میں مشغول تھا۔ اچانک اس کے ایک ساتھی نے اسے بتایا کہ اس کا ایک پاؤں کٹا ہوا تھا۔ حباش دشمن سے لڑائی میں اس قدر محو تھا کہ اسے کٹے ہوئے پاؤں کا احساس ہی نہیں ہوا۔

عکرمہ بن ابو جہل جنگ یرموک میں ایک دستے کے سالار تھے۔ ان کا دستہ رومیوں

سے لڑتا ہوا تقریباً ختم ہو چکا تھا وہ بھی سخت زخمی ہوئے تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید ان کے پاس گئے۔ ان کے منہ میں پانی ڈالا مگر عکرمہ جانبر نہ ہو سکے۔ ان کے آخری الفاظ یہ تھے خلیفہ عمر کو میرے جذبۂ شہادت کے بارے میں شک تھا۔ مجھے خوشی ہے کہ میں اپنے خون سے اپنے ایمان کی گواہی دے رہا ہوں۔

۷- جنگ یرموک میں سلامہ رضی اللہ عنہ ایک دستہ کے سردار تھے۔ لڑائی میں سخت زخمی ہوئے۔ اپنے ماتحت ساتھی حذیفہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کے بارے میں دریافت کیا اور پانی کی آواز آئی۔ سلامہ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ادھر بھیج دیا۔ ہشام کے پاس پانی لے کر جب حذیفہ گئے تو کسی اور کو پانی پانی پکارتے سنا۔ ہشام رضی اللہ عنہ نے بھی حذیفہ رضی اللہ عنہ کو اس جانب بھیج دیا مگر حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پہنچنے تک وہ مجاہد جام شہادت پی چکا تھا اور جب حذیفہ رضی اللہ عنہ ہشام اور سلامہ رضی اللہ عنہ کے پاس پانی لے کر گئے تو وہ بھی خدا کو پیارے ہو چکے تھے۔

۸- جنگ قادسیہ میں ابو محجن رضی اللہ عنہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص کی قید میں تھے۔ قید کی وجہ یہ تھی کہ شراب کی تعریف میں اشعار کہتے تھے کیونکہ وہ شاعر تھا اور عہد جاہلیت میں شراب پیتا تھا۔ وہ جنگ میں حصہ لینے کے لئے بے تاب تھا۔ اس نے اجازت مانگی مگر انکار ہوا۔ ابو محجن رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص کی زوجہ سلمٰی رضی اللہ عنہا سے گڑگڑا کر اجازت طلب کی اور وعدہ کیا کہ وہ شام کو واپس آ کر بیڑیاں پہن لے گا۔ سلمٰی رضی اللہ عنہا نے بڑی مشکل سے اجازت دیدی۔ ابو محجن رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہتھیار سے مسلح دشمن کی صفوں میں گھس گیا اور کئی ایرانیوں کو قتل کیا۔ اس کی بہادری اور بار بار دشمن کی صفوں پر حملہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص کو بہت متاثر کیا مگر وہ اسے پہچان نہ سکے۔ رات کو ابو محجن رضی اللہ عنہ واپس قید خانہ میں آ گیا اور بیڑیاں پہن لیں۔ جب سلمٰی رضی اللہ عنہا نے سعد بن ابی وقاص کو یہ قصہ سنایا تو انہوں نے اسے آزاد کر دیا۔

۹- جنگ خندق میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی لڑائی میں نبض کٹ چکی تھی۔ خون بہت بہہ رہا تھا۔ مگر جوشِ جہاد میں وہ برابر لڑتے رہے اور چند دن بعد جامِ شہادت پی لیا۔

۱۰- جنگ موتہ میں لشکر کی سرکردگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلام زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ کے سپرد کی تھی جبکہ ان کے ماتحت بڑے بڑے اعلٰی مرتبہ صحابۂ اکرام تھے۔ زید بن حارثہ کی

شہادت کے بعد جعفر رضی اللہ عنہ بن طیار لشکر کے سردار بنے۔ وہ اس قدر بے جگری سے لڑے کہ نوے زخم کھا کر شہید ہو گئے۔

۱۱- جنگ بدر میں ہر صف کا ملاحظہ کرتے وقت حضور ﷺ نے سختی سے تاکید کی کہ جب تک دشمن زد میں نہ آ جائے مسلمان ہرگز تیر نہ برسائیں۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ مسلمان لوہے کی طرح جمے رہے اور جونہی دشمن زد میں آئے ان پر تیر برسا کر اور پتھروں کی بارش سے انہیں درہم برہم کر دیا گیا۔ اس کے برعکس جنگ احد میں حضور ﷺ نے عمرو رضی اللہ عنہ بن عوف اور عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو ۵۰ تیر اندازوں کے ہمراہ کوہ عنین (اب جبل رماۃ) پر پہاڑی درے کی حفاظت کے لئے بٹھا دیا اور حکم دیا جب تک حضور ﷺ دوبارہ حکم نہ دیں وہاں سے مت ہٹیں مگر جنگ کے دوران جب کفار کے اگلے دستے بھاگنے لگے اور چند مسلمان مال غنیمت سمیٹنے دوڑے تو تیر اندازوں کے دستے کے بیشتر لوگ بھی غنیمت کا مال لوٹنے نیچے اتر آئے۔ صرف عبداللہ رضی اللہ عنہ بن جبیر چند آدمیوں کے ساتھ باقی رہ گئے تھے جو خالد رضی اللہ عنہ بن ولید (ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) کے اچانک حملے سے سب کے سب مارے گئے اور اس طرح تھوڑی سی کوتاہی کی وجہ سے فتح اچانک شکست میں بدل گئی۔ یہی نہیں بلکہ کفار یورش کر کے حضور کے قریب پہنچ گئے اور حضور ﷺ کو زخمی کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ جنگی نقطہ نگاہ سے رسول اکرم ﷺ کا عقب میں تیر اندازوں کا دستہ متعین کرنا مشہور دفاعی اصول چاروں طرف کا دفاع All Round Defence کا استعمال تھا۔ دفاعی لائن کا یہی عقب ایک بلند مقام تھا اور اس لئے یہ دفاع کا اہم مقام Vital Ground تھا۔

۱۲- جنگی قیدیوں سے حضور ﷺ نے اچھے برتاؤ کی تلقین کی۔ قیدیوں کو وہی کھلایا جو خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کھاتے تھے۔ عرب کے دستور کے مطابق قیدی کو عموماً مار دیا جاتا تھا مگر حضور نے بدترین دشمن کے ساتھ عفو و رحم کا اظہار فرمایا۔ برعکس اس کے کفار نے مسلمان قیدیوں سے برا سلوک ہی نہیں کیا بلکہ انہیں بے رحمی سے قتل بھی کیا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ جنگ احد کے بعد کفار کے قیدی ہو گئے تھے۔ کفار نے ان پر مظالم کئے مگر انہیں حارث کے گھر قید رکھا ہوا تھا۔ ایک دن حارث کی بیٹی

سے حجامت بنانے کے لئے استرا لے لیا۔ اس کا چھوٹا لڑکا حضرت خبیب کی ران پر بیٹھا کھیل رہا جبکہ استرا ان کے ہاتھ میں تھا۔ عورت ڈری کہ قیدی ہو کر کہیں لڑکے کو مار نہ دیں۔ انہوں نے عورت کی پریشانی دیکھ کر کہا "اندیشہ نہ کرنا بدعہدی ہمارا شعار نہیں۔" اس کے بعد انہیں باہر لے جا کر قتل کر دیا گیا۔ یہی سلوک زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا گیا۔

۱۳- جنگ خندق میں حضور ﷺ نے دست مبارک سے دفاعی خندق کا اپنا حصہ کھودا تھا۔ ان کے ہمراہ سبھی جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے اور ہر ایک نے کدال اور ٹوکری لے کر مزدوروں کی طرح کام کیا۔ یہی وجہ تھی کہ ۸ سے ۱۵ فٹ چوڑی، ۱۵ فٹ گہری اور ۹ ہزار گز لمبی خندق ۳ ہزار مسلمانوں نے صرف ۶ روز (بیشتر مورخین کے مطابق) میں مکمل کر لی تھی۔

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

تازہ مثال

۱۹۶۵ء کی جنگ میں ایک شہید کا آنکھوں دیکھا حال ملاحظہ فرمائیں۔

سپاہی اشرف شہید کے آخری الفاظ (میں نے فلاں جوان کے چند روپے دینے ہیں اس کی ادائیگی میرے چھوڑے ہوئے اثاثے سے ضرور کر دی جائے) یاد کر کے اب بھی میری نگاہیں پرنم ہو جاتی ہیں۔ کئی دنوں کی لڑائی سے متواتر جاگنے والے زخمی غازیوں کے چہروں پر ہر وقت کھیلتی مسکراہٹ کو میں کبھی نہیں بھول سکتا۔ چھاؤنی میں چھوڑے جانے (جو لڑائی میں شامل نہیں ہو سکے) والے جوانوں کی لڑائی میں شامل ہونے کے لئے آہ وزاری اور منتیں مجھے اب تک یاد ہیں۔ ٹھاٹھیں مارتے ہوئے دریائے توی کو نعرۂ اللہ اکبر پکارتے، گولیوں اور توپ کے گولوں کی آڑ میں سیلاب کی طرح بڑھتے ہوئے جوان اب بھی میری نظروں کے سامنے گھوم رہے ہیں اور ان خوش قسمت شہیدوں کے چہروں پر جن کے جسموں پر کئی کئی زخم تھے اور جن کی لاشیں دشمن کے مورچوں سے صرف چند قدم دور تھیں عزم و استقلال کی جھلک میری زندگی کی بہترین یاد بن گئی ہے۔ میجر عزیز بھٹی کی جرأت بے باک

اور اسی طرح کی بے شمار ہمارے جوانوں اور افسروں کی سرفروشانہ مثالیں ہماری قوم کا قیمتی سرمایہ ہیں۔ ہمارے سامنے اپنے دین اور ملک کی حفاظت کا مقصد تھا۔ ہم میدانِ جنگ میں بصدق شوق آئے تھے بھارتی فوج کی طرح لائے نہیں گئے تھے۔

یہ حقیقت واضح ہے کہ جنگ جیتنے کے لئے بنیادی چیز سپاہی کا جذبہ ہے لیکن جذبہ کے ساتھ ساتھ مادی وسائل بھی اتنے ہی اہم ہیں۔ حضور ﷺ نے جہاں جذبۂ جہاد، اتحاد، تنظیم اور یقین محکم وغیرہ کی تعلیم دی ہے وہاں غزوات میں وہ سبھی جنگی اصول استعمال کئے جو دنیا کی مشہور فوجی شخصیتوں نے جنگ کے لئے بے شمار مطالعہ اور تجربہ کے بعد فوج کی سکھلائی کے لئے اس صدی میں مقرر کئے ہیں۔ غزوات میں حضور علیہ السلام کی جنگی حکمت عملی اور تدبیریں TACTICS ہمیشہ ایک سوچے سمجھے منصوبے PLAN کے تحت تمام حالات کے مکمل جائزہ APPRECIATION پر مبنی ہوتی تھیں۔ حضور نے کئی جنگوں میں حصہ لیا اور دشمنوں کے خلاف کئی مہمات روانہ بھی کیں۔

ایک حقیقت

اللہ تعالیٰ کا ہم مسلمانوں پر کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں قرآن پاک جیسی عظیم دولت عطا فرمائی جو تمام آسمانی کتابوں سے منفرد کتاب ہے۔ تغیر و تبدل سے پاک ہے۔ قیامت تک زندگی کے ہر موڑ پہ ہماری رہنمائی کا سامان اس میں موجود ہے۔ اس بابرکت کتاب کی پیشین گوئیاں تسلسل اور تواتر کے ساتھ پوری ہو رہی ہیں جس سے قرآن پاک کی صداقت دن بدن نکھرتی جا رہی ہے۔ پھر قرآن مجید کے علاوہ دنیا کی کوئی چھوٹی یا بڑی کتاب ایسی نہیں ہے جس کا پورا متن اس تسلسل کے ساتھ پڑھا جا رہا ہو جیسے کہ قرآن پاک کا دنیا میں سب سے زیادہ چھپنے والی کتاب قرآن ہے۔ سب سے زیادہ پڑھی اور سنی جانے والی کتاب قرآن ہے، اس گئے گزرے دور میں بھی اس پہ سب سے زیادہ عمل ہو رہا ہے۔ جس کا پیغام تمام انسانیت کے لئے ہے جو صرف ہر نبی ہی نہیں ہر انسان کی اس کے حال کے مطابق تعظیم و اکرام کرنے کا حکم دیتی ہے۔ اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے خود لیا ہے۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات ان کے ساتھ ہی رخصت ہو گئے لیکن قرآن پاک ہمارے حضور علیہ السلام کا سب سے بڑا معجزہ ہے جو قیامت تک قائم رہے گا۔

اگر ہم دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے پیروکاروں سے سوال کریں کہ تمہارے نبی کی نبوت پر تمہارے پاس کیا دلیل ہے تو وہ بھی ہمارے قرآن سے ہی دلیل دے گا جبکہ ہم اپنے نبی کی نبوت پہ ہزاروں دلائل دے سکتے ہیں، اسی طرح اگر دین اسلام کے علاوہ کسی اور دین کا پیروکار اپنے دین سے مطمئن نہ ہو تو اس کی تسلی کے لئے ان کے پاس کچھ نہیں جبکہ دین اسلام کے بارے اگر کوئی مشکوک ہو تو ہمارے پاس ہزاروں دلائل ہیں جن سے اس کی تسلی کرائی جا سکتی ہے۔ چند ایمان افروز واقعات ملاحظہ کیجئے اور اے اہل اسلام اپنی قسمت پر ناز کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کتنی بڑی نعمت سے نوازا ہے کہ ساری عمر قرآن کی دشمنی کرنے والے آخر کار قرآن ہی کی دہلیز پہ اپنے سر تسلیم کو خم کر رہے ہیں اور دین اسلام کی خیرات بھی ان کے خالی دامن میں قرآن ہی ڈال رہا ہے۔

ایک ماہر موسیقار قرآن سے متاثر ہو کر ایمان لاتا ہے

پیرس میں مقیم شہرہ آفاق مصنف، عالم دین اور مفکر ڈاکٹر حمید اللہ (جن کا حال ہی میں وصال ہو گیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون) لکھتے ہیں کہ چند برس قبل فرانس میں گلز گلبرٹ نامی ایک ایسا شخص رہتا تھا جو اپنے ذوق مزاج اور پیشے کے اعتبار سے مشہور ماہر موسیقار تھا۔ وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ بھی تھا اور موسیقی کے فن پر عبور رکھتا تھا۔ ہوا یوں کہ اس نے کسی مسلمان قاری کو قرآن پڑھتے ہوئے سن لیا اور پھر تو وہ قرآن کے سخن کا شیدائی بن گیا۔ اس کے نزدیک یہ موسیقی تھی اور اس کا وہ اس طرح غیر معمولی پرستار ہوا کہ اکثر و بیشتر وہ فرمائش کر کے قاری صاحبان سے قرآن سنا کرتا لیکن جب ایک مرتبہ اسے بتایا گیا کہ قرآن ایک نثر کتاب ہے اور اس کا شاعری سے دور کا بھی واسطہ نہیں تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی وہ سوچتا رہتا کہ شاعری خواہ کسی زبان کی ہو وہ بہرحال مترنم ہوتی ہے اور اس کے مصرعوں کی تقطیع کی جا سکتی ہے اور اسے خاص اوزان پر جانچا جا سکتا ہے، لیکن دنیا کی کسی زبان کی نثر میں یہ خصوصیات نہیں ہوتیں۔ اس میں نہ اوزان ہوتے ہیں نہ اسے کسی طرح گایا جا سکتا ہے۔ یہ منفرد اور یکتا صلاحیت صرف عربی زبان میں ہے کہ وہ نثر ہے مگر پھر بھی اسے گایا جا سکتا ہے آخر ایسا کیوں ہے؟ یہ عجیب اور منفرد خصوصیت اس میں کیسے پیدا ہو گئی؟

اس سوال کا جواب پانے کے لئے گلز گلبرٹ نے عربی زبان سیکھنی شروع کر دی اور تھوڑے عرصے بعد وہ روانی سے قرآن پاک پڑھنے لگا۔ اس نے جیبی سائز کا ایک قرآن پاک خرید لیا اسے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتا اور اکثر و بیشتر اس کا مطالعہ کرتا رہتا۔ اس نے قرآن کی متعدد چھوٹی سورتیں زبانی یاد کر لیں اور انہیں خوش الحانی سے پڑھتا حتیٰ کہ کچھ ہی عرصے بعد اس نے اسلام قبول کر لیا اور عبداللہ گلبرٹ نام اختیار کیا۔

میری موصوف سے ملاقات بیس سال پہلے استنبول میں ہوئی۔ اس نے اپنے اس نظریے یا انکشاف کی وضاحت کی کہ شاعری یا منظومات کو ریاضی کے کلیوں کی طرح مختلف اوزان پر جانچا اور پرکھا جا سکتا ہے لیکن دنیا کی کوئی نثر خواہ وہ کلاسیکل ہوں یا ماڈرن، اس معیار پر پوری نہیں اترتی یہ انفرادیت صرف عربی اور وہ بھی قرآنی عربی کو حاصل ہے کہ اس کی آیات کو شاعری کے اوزان کی طرح جانچا جا سکتا ہے اور ایک لفظ بھی اگر ادھر ادھر ہو جائے تو تجوید کا جاننے والا فوراً اس سے باخبر ہو جاتا ہے، ظاہر اس صورت میں یہ کلام کسی انسان کا نہیں ہو سکتا لازماً یہ وحی الٰہی ہے اور یہی سبب ہے کہ میں اس پر ایمان لے آیا ہوں

(از ترجمہ یقین انٹرنیشنل 7 مارچ 1984ء)

ڈاکٹر ہارون مصطفیٰ لیون (انگلستان)

پروفیسر ڈاکٹر ہارون مصطفیٰ لیون ایم اے (شیخ عبداللہ کوئیلم) ڈاکٹر آف فلاسفی، ڈاکٹر آف لٹریچر، ڈاکٹر آف سائنس، ڈاکٹر آف لاز، ایف ایس پی کا اصل نام ڈبلیو ایچ کوئیلم تھا۔ انہوں نے 1882ء میں اسلام قبول کیا۔ وہ غیر معمولی صلاحیتوں کے ماہر لسانیات اور ماہر ارضیات تھے اور یورپ اور امریکہ کی بہت سی اعلیٰ اور ثقہ ترین علمی انجمنوں اور یونیورسٹیوں کے فلیو و اعزازی ممبر تھے۔ وہ متعدد مشرقی زبانوں مثلاً عبرانی، عربی، فارسی، ترکی اور پشتو پر استادانہ مہارت رکھتے تھے۔ وہ ایک دقیع جریدے ISLE OF MAN EXAMINER میں لسانیت پر محققانہ مضامین لکھا کرتے۔ خصوصاً زبانوں کی گرامر اور ساخت پر انہوں نے بہت سی قسطوں میں نہایت قابل قدر محققانہ بحث کی علمی حلقوں سے اپنی محنت و ژرف نگاہی کا لوہا منوا لیا اور بہت سے اداروں اور یونیورسٹیوں نے انہیں

ڈاکٹر ہارون مصطفیٰ علم الارض پر بھی کامل عبور رکھتے اور یورپ امریکہ کے ثقہ علمی حلقوں میں ان کے لیکچر توجہ اور شوق سے سنے جاتے تھے۔ انہی غیر معمولی صلاحیتوں کی بناء پر انہیں لسانیات کے ایک بین الاقوامی ادارے کا سیکرٹری جنرل چنا گیا اور لندن سے چھپنے والے ایک مستند سائنسی رسالے ''فلومتھ'' کا ایڈیٹر بھی بنا لیا گیا۔ انہوں نے عربی اور ترکی لٹریچر پر بھی کئی کتابیں تصنیف کیں۔ ترکی کے سلطان عبدالحمید خان اور آسٹریا کے بادشاہ نے انہیں متعدد تمغوں اور تعریفی اسناد سے سرفراز کیا۔

وہ اسلام میں کیسے داخل ہوئے انہی کی زبانی سنیے

مجھے اسلام کی تعلیمات کے جس پہلو نے سب سے زیادہ متاثر کیا اور جو مجھے بالآخر اس مقدس حلقے میں کھینچ لایا، وہ انسانی عقل کا احترام ہے۔ اسلام زندگی کے اس شعبے یعنی عقل یا غور وفکر کو ضروری اہمیت دیتا ہے اور اپنے پیروکاروں سے اندھی عقیدت اور جاہلانہ پرستش کا ہرگز مطالبہ نہیں کرتا جبکہ اس کے برعکس عیسائیت سمیت دیگر سارے ادیان اپنے ماننے والوں سے توقع رکھتے ہیں کہ بلا سوچے سمجھے اور عقل کو درمیان میں لائے بغیر آنکھیں بند کرے ''چرچ'' کی اطاعت کی جائے۔ اسلام ہر شخص کو دعوت دیتا ہے کہ اس کے حلقے میں داخل ہونے سے پہلے وہ عقل کو پوری طرح بروئے کار لاکر تحقیقی تجسس اور جستجو کے سارے تقاضے پورے کرے۔ پیغمبر اسلام محمد (ﷺ) نے عقل کی اہمیت یوں واضح فرمائی ہے۔

''اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز عقل سے زیادہ قیمتی پیدا نہیں فرمائی۔ زندگی میں جتنے فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ عقل ہی کا نتیجہ ہیں۔ بصیرت اور حکمت اور سمجھ بوجھ جیسی نعمتیں بھی عقل ہی کی پیداوار ہیں۔''

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''لوگو! سن لو خواہ کوئی کتنی ہی نمازیں پڑھتا ہو، روزے رکھتا ہو، خیرات دیتا ہو، حج اکبر کرتا ہو اور اعمال صالحہ کا خوگر ہو لیکن ان کا اجر و ثواب تبھی ملے گا جب اس نے اپنی عقل یا ارادے کا استعمال ٹھیک کیا ہوگا۔''

''وہ لوگ جو اندھی تقلید کرتے ہیں اور اپنے ذہن وفکر سے کام نہیں لیتے،

قرآن انہیں ایسے گدھے سے تمثیل دیتا ہے جس پر کتابیں لدھی ہوئی ہوں"

(حوالہ سورۃ جمعہ)

"دنیا تاریکی ہے جبکہ علم روشنی ہے لیکن علم بغیر صداقت کے محض سایہ ہے۔"

مسلمانوں کا ایمان ہے کہ اسلام صداقت ہی کا دوسرا نام ہے، لیکن اس صداقت تک پہنچنے کے لئے فہم وادراک کی رہنمائی انتہائی ضروری ہے۔ اسلام میں عقل یا فہم کو اس قدر بنیادی اہمیت حاصل ہے کہ قرآن بار بار انسانوں کو اور مسلمانوں کو غور وفکر کی دعوت دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ بھی اس پر خاصا زور دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ حتیٰ کہ آپ نے اپنی رحلت سے چند روز پہلے بھی اس پہلو کو خاصا اجاگر کیا۔

حضور علیہ السلام کی ایک وصیت

رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں ان کے زانو پر سر رکھے سفر آخرت کی تیاری میں مصروف تھے۔ مدینہ کے مرد وزن، بچے بوڑھے، رنج والم کی تصویر بنے آپ کے بستر مبارک کے گرد بیٹھے تھے۔ آنسو تھمنے کا نام نہیں لیتے تھے اور بہت زیادہ غم سے ہچکیاں رکنے میں نہیں آتی تھیں۔ وہ ہستی جس نے انہیں کفر و جہالت اور گمنامی کے اندھیروں سے نکال کر حق وصداقت اور شہرت وعظمت کی روشن شاہراہ پر لا کھڑا کیا، خوف و ہراس کی بجائے امن وعافیت سے ہمکنار کیا اور جس کی رہنمائی میں دنیا وآخرت کی ساری بھلائیاں ان کے قدموں میں آپڑی تھیں اب وہ ہستی انہیں چھوڑ کر جارہی تھی۔

اس بوجھل اور غم زدہ فضا میں ایک آواز آئی "اے اللہ کے محبوب" شاید اللہ آپ کو اپنے پاس بلا لینا چاہتا ہے اس صورت میں ہمارا کیا بنے گا؟"

"اللہ کی کتاب تمہارے پاس ہے" رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا۔

"لیکن اس کے باوجود اگر ہمیں کسی وقت مزید رہنمائی کی ضرورت پڑی تو ہمیں کیا کرنا چاہئے"

سائل نے وضاحت چاہی!

"کتاب اللہ کے بعد میری سنت اور اقوال کو حرز جان بنائے رکھنا" اللہ کے حبیب

نے کمال اطمینان کے ساتھ جواب دیا۔

"لیکن میرے ماں باپ آپ پر قربان" سائل نے بڑے ادب سے تیسرا سوال کیا۔

"حالات میں تغیر آتا رہے گا، مسائل سر اٹھاتے رہیں گے، عین ممکن ہے ہمیں کسی سوال کا جواب قرآن اور سنت سے بھی نہ ملے، پھر ہمارے لئے کیا حکم ہے۔"

رسول ﷺ اللہ نے سر اقدس ہولے سے اٹھایا، نقاہت کے باوجود آپ کے مبارک چہرے سے نبوت کا نور کرنوں کی طرح پھوٹ رہا تھا۔ آپ نے غیر معمولی وقار اور تحمل سے فرمایا:

"اللہ نے ہر انسان کو ایک نگہبان عطا فرمایا ہے اور وہ اس کا ضمیر ہے۔ دوسرا ہر وقت کا رہنما ساتھ لگا دیا ہے اور وہ عقل ہے، ان دونوں کو حکمت اور سوجھ بوجھ کے ساتھ استعمال کرنا، اللہ اپنے فضل سے تمہیں صراط مستقیم پر گامزن رکھے گا۔"

ظاہر ہے یہ خصوصیات رکھنے والا دین اگر ایک سائنس دان کو اپیل نہ کرتا تو اور کسے کرتا؟

ڈاکٹر موصوف اسلام کے پر جوش اور ان تھک مبلغ بن گئے۔ ان کی تبلیغی مساعی کے نتیجے میں کم وبیش پانچ سو تعلیم یافتہ اور اعلیٰ حیثیت کے انگریزوں اور یورپیوں نے اسلام قبول کیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ چرچ کے حلقے بوکھلا گئے۔ انہوں نے ڈاکٹر صاحب کے خلاف نہایت اوچھا پراپیگنڈا شروع کر دیا اور برطانوی حکومت نے انہیں 1908ء میں جلاوطن کر دیا۔ 1912ء تک چار برس کا عرصہ انہوں نے دنیا کے مختلف ملکوں میں گزارا مگر تبلیغ کے دینی فریضے سے ایک لمحے کے لئے بھی غافل نہ رہے۔ 1912ء میں واپس انگلستان پہنچے اور اب لندن کے بجائے لیورپول میں رہائش اختیار کر لی اور وہیں 1936ء میں وفات پائی۔

ایک امریکن ادیب اور ماہر لسانیات کا اعتراف حقیقت!

طنطاوی جوہری لکھتے ہیں۔ "13 جون 1932ء کو میری ملاقات مصری ادیب استاد کامل گیلانی سے ہوئی۔ انہوں نے ایک عجیب واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے کہا، میں امریکی مستشرق فنکل کے ساتھ تھا۔ میرے اور ان کے درمیان ادبی رشتہ سے گہرے تعلقات

تھے۔ ایک دن انہوں نے میرے کان میں چپکے سے کہا "کیا تم بھی انہی لوگوں میں ہو جو قرآن کو ایک معجزہ مانتے ہیں" یہ کہہ کر وہ ایک معنی خیز ہنسی ہنسے جس کا مطلب یہ تھا کہ اس عقیدہ کی کوئی حقیقت نہیں۔ محض تقلیداً مسلمان اس کو مانتے چلے جا رہے ہیں۔ ان کا خیال تھا کہ انہوں نے ایسا تیر مارا ہے جس کا کوئی روک نہیں۔ ان کا یہ حال دیکھ کر مجھے بھی ہنسی آ گئی۔ میں نے کہا قرآن کی بلاغت کے بارے میں کوئی حکم لگانے کے لئے ضروری ہے کہ ہم تجربہ کر کے دیکھ لیں کہ کیا ہم اس جیسا کلام مرتب کر سکتے ہیں۔ تجربہ کر کے خود بخود اندازہ ہو جائے گا کہ ہم ویسا کلام تیار کرنے پر قادر ہیں یا نہیں۔ اس کے بعد میں نے استاذ فنکل سے کہا آیئے ہم ایک قرآنی تصور کو عربی الفاظ میں مرتب کریں۔ وہ تصور یہ ہے "جہنم بہت وسیع ہے" انہوں نے اس رائے سے اتفاق کیا اور ہم دونوں کاغذ لے کر بیٹھ گئے۔ ہم دونوں نے مل کر تقریباً بیس جملے عربی کے بنائے جس میں مذکورہ بالا مفہوم کو مختلف الفاظ میں ادا کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ ہم دونوں جب اپنی کوشش مکمل کر چکے اور ہمارے پاس مزید عبارت کے لئے الفاظ نہ رہے تو میں نے پروفیسر فنکل کی طرف فاتحانہ نظروں سے دیکھا۔ "اب آپ پر قرآن کی بلاغت کھل جائے گی۔" میں نے کہا۔ جب کہ ہم اپنی ساری کوشش صرف کر کے اس مفہوم کے لئے اپنی عبارتیں تیار کر چکے ہیں۔ پروفیسر فنکل نے کہا کیا قرآن نے اس مفہوم کو ہم سے زیادہ بلیغ اسلوب میں ادا کیا ہے۔ میں نے کہا ہم قرآن کے معاملے میں بچے ثابت ہوئے ہیں۔ انہوں نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا، قرآن میں کیا ہے؟ میں نے سورہ ق کی یہ آیت پڑھی:

يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَئْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ

(اس روز ہم جہنم سے پوچھیں گے کیا تو بھر گئی تو وہ کہے گی "کیا مزید بھی کچھ ہے؟")

یہ سن کر ان کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ وہ اس بلاغت کو دیکھ کر حیران ہو گئے انہوں نے کہا:

صدقت نعم صدقت وانا اقرر لك ذلك مغتبطا من كل قلبي (آپ نے سچ کہا بالکل سچ میں کھلے دل سے اس کا اقرار کرتا ہوں)

میں نے کہا یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ آپ نے حق کا اعتراف کر لیا کیونکہ آپ ادیب ہیں اور اسالیب کی اہمیت کا آپ کو پورا اندازہ ہے۔ یہ مستشرق انگریزی، جرمن،

عبرانی اور عربی زبانوں سے بخوبی واقف تھا۔لٹریچر کے مطالعہ میں اس نے اپنی عمر صرف کر دی تھی۔(الشیخ طنطاوی جوہری،الجواہر فی تفسیر القرآن الکریم،مصر ۱۳۵۱ھ، جز ۲۳)

ایک عیسائی عالم کی گواہی کہ محمد اللہ کے رسول (ﷺ) ہیں!

فخر الاسلام جو کتاب انیس الاعلام کے مؤلف ہیں علماء نصاریٰ میں سے تھے۔انہوں نے اپنی تعلیم بھی عیسائی پادریوں میں ہی مکمل کی تھی اوران کے ہاں ایک بلند مقام پیدا کیا تھا وہ اس کتاب کے مقدمے میں اپنے مسلمان ہونے کے عجیب وغریب واقعے کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

''بڑی جستجو، زحمتوں اور کئی ایک شہروں میں گردش کے بعد میں ایک عظیم پادری کے پاس پہنچا جو زہد وتقویٰ میں ممتاز تھا۔کیتھولک فرقے کے بادشاہ وغیرہ اپنے مسائل کے لئے اسی سے رجوع کرتے تھے۔ایک مدت تک میں اس کے پاس نصاریٰ کے مختلف مذاہب کی تعلیم حاصل کرتا رہا۔اس کے بہت سے شاگرد تھے لیکن مجھ سے اسے خاص لگاؤ تھا۔اس کے گھر کی چابیاں میرے ہاتھ میں تھیں صرف ایک صندوق خانے کی چابی اس کے اپنے پاس ہوا کرتی تھی۔اس دوران ایک دفعہ پادری بیمار ہوگیا تو مجھ سے کہا کہ شاگردوں سے جا کر کہہ دو کہ آج میں درس نہیں دے سکتا جب میں طالب علموں کے پاس آیا تو دیکھا کہ وہ بحث ومباحثے میں مصروف ہیں۔یہ بحث سریانی کے لفظ ''فارقلیطا'' اور یونانی کے لفظ ''هریکتوس'' کے معنی تک جا پہنچی اور وہ کافی دیر جھگڑتے رہے۔ہر کسی کی رائے الگ تھی۔واپس آنے پر استاد نے مجھ سے پوچھا آج کیا مباحثہ کرتے رہے ہو تو میں نے لفظ ''فارقلیط'' کا اختلاف اس کے سامنے بیان کیا وہ کہنے لگا: تو نے ان میں کس قول کا انتخاب کیا ہے۔میں نے کہاں فلاں مفسر کے قول کا جس نے اس کا معنی ''مختار'' بیان کیا ہے۔میں نے پسند کیا ہے۔استاد پادری کہنے لگا تو نے کوتاہی تو نہیں کی لیکن حق اور واقعہ ان تمام اقوال کے خلاف ہے کیونکہ اس کی حقیقت کو راسخون فی العلم (پختہ علم والے) کے علاوہ دوسرے لوگ نہیں جانتے اوران میں سے بھی بہت کم اس حقیقت سے آشنا ہیں۔میں نے اصرار کیا کہ اس کے معنی مجھے بتایئے۔وہ بہت رویا اور کہنے لگا: میں کوئی چیز تم سے نہیں چھپاتا

لیکن اس نام کے معنی معلوم ہو جانے کا نتیجہ بہت سخت ہوگا کیونکہ اس کے معلوم ہونے کے ساتھ ہی مجھے اور تمہیں قتل کر دیا جائے گا۔ اب اگر تم وعدہ کرو کہ کسی سے نہیں کہو گے تو میں اسے ظاہر کر دیتا ہوں۔ میں نے قسم کھائی کہ اسے فاش نہیں کروں گا تو اس نے کہا یہ مسلمانوں کے پیغمبر کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور اس کے معنی "احمد ﷺ" اور "محمد ﷺ" کے ہیں۔ اس کے بعد اس نے اس چھوٹے کمرے کی چابی مجھے دی اور کہا کہ فلاں صندوق کا دروازہ کھولو اور فلاں فلاں کتابیں لے آؤ۔ میں کتابیں اس کے پاس لے آیا۔ یہ دونوں کتابیں رسول اسلام کے ظہور سے پہلے کی تھیں اور چمڑے پر لکھی ہوئی تھیں دونوں کتب میں لفظ "فارقلیطا" کا ترجمہ "احمد صلی اللہ علیہ وسلم "اور "محمد صلی اللہ علیہ وسلم" کیا گیا تھا۔ اس کے بعد استاد نے مزید کہا کہ آنحضرت ﷺ کے ظہور سے پہلے علماء نصاریٰ میں کوئی اختلاف نہیں تھا کہ فارقلیطا کے معنی احمد ﷺ و محمد ﷺ ہیں۔ لیکن ظہور محمد ﷺ کے بعد اپنی سرداری اور مادی فوائد کی بقاء کے لئے اس کی تاویل کر دی اور اس کے لئے دوسرے معنی گھڑ لئے حالانکہ وہ معنی یقیناً صاحب انجیل کی مراد نہیں۔ میں نے سوال کیا کہ دین نصاریٰ کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں۔ اس نے کہا دین اسلام کے آنے سے منسوخ ہو گیا ہے اس جملے کا اس نے تین مرتبہ تکرار کیا۔ پس میں نے کہا کہ اس زمانے میں طریق نجات و صراط مستقیم کون سا ہے، اس نے کہا: منحصر ہے محمد ﷺ کی پیروی و اتباع میں۔ میں نے کہا کیا اس کی پیروی کرنے والے اہل نجات ہیں۔ اس نے کہا ہاں اللہ کی قسم (اور تین مرتبہ قسم کھائی) پھر استاد نے گریہ کیا اور میں بھی بہت رویا اور اس نے کہا اگر آخرت اور نجات چاہتے ہو تو ضرور دین حق قبول کر لو۔ میں ہمیشہ تمہارے لئے دعا کروں گا اس شرط کے ساتھ کہ قیامت کے دن گواہی دو میں باطن میں مسلمان اور آنحضرت (ﷺ) کا پیرو کار تھا۔" (تفسیر نمونہ جلد اول)

ایک نو مسلم عورت کے قرآن کے بارے میں سبق آموز خیالات

بیکی ہاپکس ایک امریکی خاتون ہیں، وہ عیسائی خاندان میں پیدا ہوئیں۔ اس کے بعد انہوں نے قرآن کا مطالعہ کیا اور اتنا متاثر ہوئیں کہ اسلام قبول کر لیا۔ ان کا مفصل خط ایک

امریکی میگزین میں چھپا ہے۔اس کا کچھ حصہ ہم یہاں نقل کر رہے ہیں۔وہ لکھتی ہیں۔

''جن سوالوں کا جواب میں اپنی زندگی میں تلاش کرتی رہی ہوں ان کا جواب پانا میرے لئے کتنا تسکین کا باعث ہے۔اس کو لفظوں میں بیان کرنا میرے لئے ممکن نہیں۔یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی اندھا ہو اور پھر اچانک وہ سچائی کو دیکھنے لگے اور ایسی روشنی پالے جس کو اس نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا ہو۔میں اس خوشی کو کیوں کر بیان کر سکتی ہوں جو صرف سچائی پانے سے حاصل ہوتی ہے۔

اور سب سے زیادہ بڑی بات اور سب سے زیادہ عجیب چیز جو مجھے دکھائی گئی وہ قرآن ہے۔کتنا زیادہ میں اپنے قرآن سے محبت کرتی ہوں۔جب بھی مجھے موقع ملتا ہے تو میں اسے پڑھتی ہوں۔میں اس کو اپنے آپ سے الگ نہیں کر سکتی حتیٰ کہ انگریزی ترجمہ میں بھی اس کے الفاظ میرے دل کو مسرت دیتے ہیں اور میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے ہیں۔

کتنی بار ایسا لمحہ آیا ہے جب کہ میں نے خدا کی کتاب کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے اور اس کے بارے سوچ کر روئی ہوں۔اس کے بغیر میری ساری زندگی کتنی احمقانہ ہوتی۔اسلام کے بغیر میری زندگی کیسی ہوتی،اس کو سوچ کر میں کانپ اٹھتی ہوں۔

اگر میں سب سے اونچے پہاڑ پر چڑھ سکتی اور میری آواز ہر اس آدمی تک پہنچ سکتی جو اسلام سے بے خبر ہے تو میں چلا کر ان کو بتاتی جو مجھے بتایا گیا ہے۔میرے سوالات کا جواب مجھے مل گیا۔اب میں جانتی ہوں کہ سچائی کیا ہے۔ہر آدمی جو دنیا میں ہے وہ مجھ کو سچائی ملنے پر اگر اللہ کا شکر ادا کرے اور ایک سو سال تک ہر روز ایک سو بار ایسا ہی کرتا رہے تب بھی اس احسان پر شکر کا حق ادا نہیں ہوگا۔'' (جیکی ہاپکس)

مشاہیر کے تاثرات و خیالات

(۱) فرانس کے مشہور مستشرق ڈاکٹر مارڈریس کو حکومت فرانس کی وزارت معارف نے قرآن مجید کی باسٹھ سورتوں کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں کرنے پر مامور کیا تھا۔اس نے اعتراف کیا ہے کہ''بیشک قرآن کا طرزِ بیان خالق جل جلالہٗ کا طرزِ بیان ہے بلاشبہ جن حقائق و معارف پر یہ کلام حاوی ہے وہ ایک کلام الٰہی ہی ہو سکتا ہے اور واقعہ یہ ہے کہ اس

میں شک وشبہ کرنے والے بھی جب اس کی تاثیر عظیم کو دیکھتے ہیں تو تسلیم واعتراف پر مجبور ہوتے ہیں کروڑوں (اب اربوں) مسلمان جو سطح زمین کے ہر حصے پر پھیلے ہوئے ہیں ان میں قرآن کی خاص تاثیر کو دیکھ کر مسیحی مشن میں کام کرنے والا بالا جماع اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ ایک واقعہ بھی ایسا پیش نہیں کیا جاسکتا کہ جس مسلمان نے اسلام اور قرآن کو سمجھ لیا وہ کبھی مرتد ہوا یا قرآن کا منکر ہو گیا ہو۔"

(۲) مسٹر وڈول جس نے قرآن مجید کا ترجمہ اپنی زبان میں کیا ہے لکھتا ہے کہ:

"جتنا بھی ہم اس کتاب (یعنی قرآن) کو الٹ پلٹ کر دیکھیں اسی قدر پہلے مطالعہ میں اس کی نامور غرابت نئے نئے پہلوؤں سے اپنا رنگ جماتی ہے لیکن فوراً ہمیں مسخر کر لیتی ہے اور پھر متحیر بنا دیتی ہے اور آخر میں ہم سے تعظیم کرا کر چھوڑتی ہے اس کا طرزِ بیان با اعتبار اس کے مضامین واغراض کے عفیف، عالی شان اور تہدید آمیز ہے اور جابجا اس کے مضامین سخن کی غایت رفعت تک پہنچ جاتے ہیں غرض یہ کتاب ہر زمانہ میں اپنا اثر دکھاتی رہے گی۔"

(شہادۃ الاقوام ص ۱۳)

(۳) مصر کے مشہور مصنف احمد فتحی بک زاغلول نے ۱۸۹۸ء میں مسٹر کونٹ ہنروی کی کتاب الاسلام کا ترجمہ عربی میں شائع کیا تھا اصل کتاب فرنچ زبان میں تھی اس میں مسٹر کونٹ نے قرآن کے متعلق اپنے تاثرات ان الفاظ میں ظاہر کیے ہیں:

"عقل حیران ہے کہ اس قسم کا کلام ایسے شخص کی زبان سے کیونکر ادا ہوا جو بالکل امی (لکھنے پڑھنے سے ناواقف) تھا، تمام مشرق نے اقرار کر لیا ہے کہ نوع انسانی لفظاً اور معناً ہر لحاظ سے اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے یہ وہی کلام ہے جس کی بلند انشاء پردازی نے عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کو مطمئن کر دیا۔ ان کو اللہ کا معترف ہونا پڑا، یہ وہی کلام ہے کہ یحیٰی کی ولادت کے متعلق اس کے جملے جعفر بن ابی طالب نے حبشہ کے بادشاہ کے دربار میں پڑھے تو اس کی آنکھوں میں بیساختہ آنسو جاری ہو گئے اور بشپ چلا اٹھا کہ یہ کلام اسی سرچشمہ سے نکلا ہے جس سے عیسیٰ کا کلام نکلا تھا۔" (شہادۃ الاقوام ۱۴)

(۴) انگلستان کے نامور مورخ ڈاکٹر گبن اپنی مشہور تصنیف (سلطنت روما کا انحطاط وزوال) کی جلد نمبر ۵ باب ۵۰ میں لکھتے ہیں:

"قرآن کی نسبت بحر اٹلانٹک سے لے کر دریائے گنگا تک نے مان لیا ہے کہ یہ پارلیمنٹ کی روح ہے۔ قانون اساسی ہے اور صرف اصول مذہب ہی کے لئے نہیں بلکہ احکام تعزیرات کے لئے اور قوانین کے لئے بھی ہے جن پر نظام کا مدار ہے جن سے نوع انسان کی زندگی وابستہ ہے جن کی حیات انسانی کی ترتیب و تنسیق سے گہرا تعلق ہے حقیقت یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی شریعت سب پر حاوی ہے یہ شریعت ایسے دانشمندانہ اصول اور اس قسم کے قانونی انداز پر مرتب ہوئی ہے کہ سارے جہان میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔"

جدید سائنسی ماہرین گواہی دیتے ہیں کہ قرآن اللہ کا کلام ہے

نامور سائنس دان ڈاکٹر موریس بوکائے کا اعتراف حقیقت

ڈاکٹر موریس بوکائے فرانس کے نامور سرجن، محقق اور متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ خصوصاً ان کی کتاب BIBLE QURAN AND SCIENCE نے عالمگیر شہرت حاصل کی ہے اور دنیا بھر کے علمی حلقوں میں اسے خاص وقعت دی جاتی ہے۔ ORIGIN OF MAN بھی انہی کی تصنیف ہے جس میں مصنف نے محکم دلائل سے ثابت کیا ہے کہ چودہ سو سال پہلے انسان کے آغاز کے بارے میں قرآن نے جو موقف اور نظریہ پیش کیا ہے، جدید ترین سائنسی تحقیقات اس کی ہو بہو تصدیق کرتی ہیں۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ چرچ نے بھی ڈاکٹر بوکائے کی ان تحقیقات کی تائید کی اور انسانی علوم میں اسے قابل قدر اضافہ قرار دیا۔

ڈاکٹر موصوف کے علمی مرتبہ کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ کیمبرج اور آکسفورڈ سمیت انگلینڈ، امریکہ اور دنیا بھر کی بڑی بڑی یونیورسٹیوں کے سیمناروں اور توسیعی لیکچروں میں انہیں مدعو کیا جاتا ہے اور قرآن پر ان کے خالص علمی، تحقیقی اور غیر جانبدارانہ مقالات کو خاص توجہ سے سنا جاتا ہے اور یورپ کے کتنے ہی نامور سکالر ان کے ہم خیال ہوگئے ہیں کہ قرآن حضرت محمد ﷺ کی تصنیف نہیں بلکہ الہامی کتاب ہے۔ اس کے برعکس وہ مسیحی سکالر اور متعصب مذہبی حلقے جو اسلام اور پیغمبر ﷺ اسلام کے خلاف یکطرفہ پروپیگنڈے میں مصروف رہتے ہیں ڈاکٹر بوکائے کی ان تحقیقات پر سخت برہم بھی ہیں اور خوفزدہ بھی جو موصوف نے بائبل، قرآن اور سائنس اور انسانی آغاز کے بارے میں

پیش کی ہیں۔

کچھ عرصہ قبل مکہ مکرمہ کے اخبار ''العالم الاسلامی'' کے ایک نمائندہ خصوصی نے پیرس میں ڈاکٹر موریس بوکائے سے تفصیلی انٹرویو کیا تھا جو انگریزی میں منتقل ہو کر ''یقین انٹرنیشنل'' میں شائع ہوا تھا اس کی اہمیت کے پیش نظر ذیل میں اس کے کچھ حصہ کا اردو ترجمہ دیا جا رہا ہے۔

سوال: آپ نے قرآن کا غیر معمولی تحقیقی مطالعہ کیا ہے اس کا خیال آپ کو کیسے سوجھا؟

جواب: عام اہل فرانس کی طرح ابتداء میں میری رائے بھی یہی تھی کہ قرآن حضرت محمد ﷺ کی تصنیف ہے اور بلاشبہ وہ زبردست صلاحیتوں کے حامل انسان تھے لیکن تعلیم سے فارغ ہو کر جب میں نے سرجن کی حیثیت سے باقاعدہ پریکٹس شروع کی اور اپنے مسلمان مریضوں اور واقف کار اہل اسلام سے گفتگوئیں ہوئیں تو انہوں نے مجھے احساس دلایا کہ قرآن اور پیغمبر اسلام کے بارے میں میری معلومات سطحی اور ناقص ہیں۔ ثبوت میں انہوں نے ایسے شواہد پیش کیے کہ مجھے اپنے بعض خیالات پر نظر ثانی کرنی پڑی اور میں اس نتیجے پر پہنچا کہ فرانس کے اساتذہ، مذہبی رہنما، مصنفین، صحافی اور ریڈیو، ٹی وی کے تجزیہ نگار سب اسلام اور پیغمبر ﷺ اسلام کے بارے میں جھوٹ، مغالطہ اور فریب کاری سے کام لیتے ہیں۔ اس صورت حال پر میں بہت پریشان ہوا اور بالآخر ایک ہی حل ذہن میں آیا کہ مجھے عربی زبان سیکھنی چاہیے اور اس کی مدد سے براہ راست قرآن کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے چنانچہ اس وقت جبکہ میری عمر پچاس برس سے تجاوز کر چکی تھی میں نے دو سال کا عرصہ عربی زبان و ادب پر عبور حاصل کرنے کے لئے وقف کر دیا اور پھر جب قرآن کو سمجھا اور اس کے مطالب پر غور و فکر کیا تو مجھے اس نتیجے پر پہنچنے میں کوئی وقت پیش نہ آئی کہ یہ کتاب واقعتاً اللہ کا کلام ہے اور محمد ﷺ اللہ کے سچے پیغمبر ہیں۔''

سائنسی حوالے سے ڈاکٹر موریس بوکائے نے قرآن کو کیسا پایا اس سوال کے جواب میں انہوں نے فرمایا:

''تمام باخبر علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے جو جبرائیل کے ذریعے محمد ﷺ پر نازل ہوا جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں نے قرآن کو خصوصی غور اور توجہ سے

پڑھا ہے اور سائنسی نقطہ نظر سے کسی خامی یا تضاد کی ایک مثال بھی میری نظر سے نہیں گزری لیکن جہاں تک ان اعلیٰ تر صداقتوں اور حقیقتوں کا تعلق ہے جو قرآن کے الفاظ میں مستور ہیں وہ چودہ سو سال کی تاریخ میں عام انسان کے فہم وشعور سے بالا رہی ہیں اور یہ بذات خود اس امر کا ثبوت ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور اس میں یقیناً ایسے مقامات بھی ہیں جو عام انسان تو کجا بہترین عقل وشعور اور اعلیٰ ترین ذہانت کے حامل افراد کی گرفت سے بھی باہر ہیں۔

سوال: آپ کے خیال میں یورپ کے تعلیم یافتہ لوگوں میں حق وصداقت کی اشاعت کیسے کی جاسکتی ہے؟

جواب: تبلیغ کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ لوگوں سے ان کی اپنی زبان میں رابطہ قائم کیا جائے اور ان کی نفسیات، مزاج اور روایات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے بات اس انداز میں کی جائے جو انہیں متاثر اور مطمئن کر سکے۔ مثال کے طور پر میں نے اپنی کتاب ''بائبل، قرآن اور سائنس'' میں قرآنی حقائق کو متعارف کرانے کا ایک نیا اسلوب اختیار کیا جس کے نتیجے میں اعلیٰ ترین مسیحی حلقوں نے نہ صرف اسے پسند کیا بلکہ قرآن کے بنیادی اور حتمی حقائق کو سمجھنے پر بھی آمادہ ہو گئے۔ میرے اس غیر جانبدارانہ اور غیر متعصبانہ نقطۂ نظر ہی کے نتیجے میں میری دونوں کتابوں کو یورپ بھر میں وسیع پذیرائی حاصل ہوئی اور بے شمار عالم فاضل حضرات اور عالم لوگوں نے خطوط کے ذریعے میرے حاصل مطالعہ کو قدر وتحسین سے نوازا انہوں نے اعتراف کیا کہ قرآن کسی انسان کی تصنیف نہیں اور یہ کہ بائبل میں واقعی وہ تضادات اور خامیاں موجود ہیں جن کی میں نے نشاندہی کی تھی چند ہی روز قبل ایک محفل میں بعض ذمہ دار مسیحی سکالروں نے میری ان معلومات پر تحیر (حیرانگی) اور مرعوبیت کا اظہار کیا جو میں نے بائبل اور قرآن کے حوالے سے پیش کی ہیں۔

جدید ماہر فلکیات کی گواہی کہ قرآن اللہ کا کلام ہے!

مندرجہ ذیل واقعہ کے راوی علامہ عنایت اللہ مشرقی ہیں اور اسے ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے تحریر کیا ہے۔ 1909ء کا ذکر ہے، اتوار کا دن تھا اور زور کی بارش ہو رہی تھی۔ میں

کسی کام سے باہر نکلا تو کیمبرج کے مشہور ماہر فلکیات سر جیمز جینس پر نظر پڑی جو بغل میں انجیل دبائے چرچ کی طرف جا رہے تھے۔ میں نے قریب ہو کر سلام کیا۔ انہوں نے جواب نہ دیا، دوبارہ سلام کیا تو متوجہ ہوئے اور کہنے لگے "تم کیا چاہتے ہو" میں نے کہا۔ دو باتیں، اول یہ کہ زور سے بارش ہو رہی ہے اور آپ نے چھاتا بغل میں داب رکھا ہے۔ سر جیمز اپنی بدحواسی پر مسکرائے اور چھاتا تان لیا۔ دوئم یہ کہ آپ جیسا شہرہ آفاق آدمی گرجا میں عبادت کے لئے جا رہا ہے یہ کیا؟ میرے اس سوال پر پروفیسر جیمز لمحہ بھر کے لئے رک گئے اور پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا "آج شام کو چائے میرے ساتھ پیو" چنانچہ شام کو میں ان کی رہائش گاہ پر پہنچا۔ ٹھیک چار بجے لیڈی جیمز باہر آ کر کہنے لگی "سر جیمز تمہارے منتظر ہیں" اندر گیا تو ایک چھوٹی سی میز پر چائے لگی ہوئی تھی۔ پروفیسر صاحب تصورات میں کھوئے ہوئے تھے۔ کہنے لگے "تمہارا سوال کیا تھا" اور میرے جواب کا انتظار کئے بغیر اجرام آسمانی کی تخلیق ان کے حیرت انگیز نظام بے انتہا پہنائیوں اور فاصلوں ان کی پیچیدہ راہوں اور مداروں نیز باہمی کشش اور طوفان ہائے نور پر وہ ایمان افروز تفصیلات پیش کیں کہ میرا دل اللہ کی اس داستان کبریائی و جبروت پر دہلنے لگا اور ان کی اپنی کیفیت یہ تھی کہ سر کے بال سیدھے اٹھے ہوئے تھے آنکھوں سے حیرت اور خشیت کی دوگونہ کیفیتیں عیاں تھیں اللہ کی حکمت و دانش کی ہیبت سے ان کے ہاتھ کانپ رہے تھے اور آواز لرز رہی تھی۔ فرمانے لگے، "عنایت اللہ خاں! جب میں اللہ کے تخلیقی کارناموں پر نظر ڈالتا ہوں تو میری تمام ہستی اللہ کے جلال سے لرزنے لگتی ہے اور جب میں کلیسا میں اللہ کے سامنے سرنگوں ہو کر کہتا ہوں "تو بہت بڑا ہے" تو میری ہستی کا ہر ذرہ میرا ہمنوا بن جاتا ہے، مجھے بے حد سکون اور خوشی نصیب ہوتی ہے، مجھے دوسروں کی نسبت عبادت میں ہزار گنا زیادہ کیف ملتا ہے۔ کہو عنایت اللہ خاں! تمہاری سمجھ میں آیا کہ میں گرجے کیوں جاتا ہوں؟"

علامہ مشرقی کہتے ہیں کہ پروفیسر جیمز کی اس تقریر نے میرے دماغ میں عجیب کہرام پیدا کر دیا میں نے کہا "جناب والا! میں آپ کی روح افروز تفصیلات سے بے حد متاثر ہوا ہوں۔ اس سلسلے میں قرآن کی دو آیتیں یاد آ گئی ہیں اگر اجازت ہو تو پیش کروں" فرمایا: "ضرور" چنانچہ سورۃ فاطر کی آیت نمبر 27 اور 28 پڑھ کر سنائی جن کا ترجمہ یوں ہے۔

”کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ آسمان سے پانی برساتا ہے اور پھر اس کے ذریعے سے ہم طرح طرح کے پھل نکال لاتے ہیں جن کے رنگ مختلف ہوتے ہیں۔ پہاڑوں میں بھی سفید، سرخ اور گہری سیاہ دھاریاں پائی جاتی ہیں جن کے رنگ مختلف ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے لوگ ہی اس سے ڈرتے ہیں۔ بے شک اللہ زبردست اور درگزر فرمانے والا ہے۔“

آیتوں کا ترجمہ سنتے ہی پروفیسر جیمز بولے۔ ”کیا کہا! اللہ سے صرف اہل علم ہی ڈرتے ہیں۔ حیرت انگیز بہت عجیب، یہ بات جو مجھے پچاس برس کے مسلسل مطالعہ و مشاہدہ کے بعد معلوم ہوئی محمد ﷺ کو کس نے بتائی؟ کیا قرآن میں واقعی یہ آیت موجود ہے اگر ہے تو میری شہادت لکھ لو کہ قرآن ایک الہامی کتاب ہے۔ محمد ﷺ ان پڑھ (اُمی) تھے انہیں یہ عظیم حقیقت خود بخود معلوم نہیں ہو سکتی، انہیں یقیناً اللہ نے بتائی تھی بہت خوب بہت خوب۔“

مجھے یقین ہے کہ اگر علامہ مشرقی سر جیمز کو قرآن میں بیان فلکیات کے بارے میں تفصیل بتاتے اور پھر قرآن کی یہ آیت پڑھ کر سناتے۔

ترجمہ: ”پس نہیں میں قسم کھاتا ہوں ستاروں کے مقامات کی (یعنی میں ستاروں کے مقامات کو بطور شہادت پیش کرتا ہوں) یقیناً اگر تم سمجھو تو یہ بہت بڑی شہادت ہے۔ بے شک یہ قرآن کریم ہے۔“ (واقعہ آیت 75 تا 77)

تو وہ اپنی پچاس سالہ محنت کے بعد حاصل ہونے والے علوم کو ہیچ جانتے (راقم)

(ناصر محمود غنی کی کتاب ”قرآن کی صداقت پر اہل علم کی گواہی“ سے)

قرآن مجید کی بیان فرمائی ہوئی حقیقت کتنی سچی ہے!

وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝ (السبا: ٦)

جن کو علم دیا گیا ہے (یہود و نصاریٰ مراد ہیں) وہ آپ پر نازل ہونے والی (کتاب) کا حق ہونا اچھی طرح جانتے ہیں اور وہ (قرآن) ٹھیک (سب خوبیوں والے رب جو ہر شے پر غالب ہے کی) راہ کی رہنمائی کرتا ہے۔

سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا ”بے شک جن کو اس سے پہلے علم دیا گیا جب یہ (قرآن) ان کو پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو وہ منہ کے بل سجدے میں گر جاتے ہیں۔“ (آیت نمبر 107)

سردارانِ قریش اور قرآن

یعنی ایک وقت تھا کہ ہم قرآن مجید کی صداقت پر اہل عرب میں سے لبید بن ربیعہ (جو کہ عربوں میں اپنی قوت کلام اور تیزی طبع کے بل بوتے پر بہت مقبول تھا) جب اس نے ایک قصیدہ لکھ کر دیوار کعبہ کے ساتھ آویزاں کیا کہ کوئی اس کے جوڑ کا کلام لا کر تو دکھائے ایک مسلمان نے ”سورۂ کوثر“ کو ساتھ لٹکا دیا۔ اس نے اگلے دن آ کر سورۂ کوثر کی تین آیات دیکھیں تو مبہوت ہو گیا اور متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور اعلان کیا کہ ”بے شک قرآن کسی انسان کا کلام نہیں اور میں اس پر ایمان لاتا ہوں۔ پھر اس کے بعد اس نے شاعری نہیں کی۔ ساری عمر قرآن ہی پڑھا ہے یہاں تک کہ ایک دن حضرت عمر نے فرمایا یار تو اتنا بڑا شاعر تھا اب تجھے کیا ہوا ہے کبھی کوئی شعر پڑھا ہی نہیں! آج کوئی شعر تو سنا! تو اس نے جواب دیا، اللہ نے جب مجھے سورۂ بقرہ اور آل عمران جیسا کلام عطا فرما دیا ہے تو اب شعر کہنا مجھے اچھا ہی نہیں لگتا۔ (الاستیعاب ابن عبدالبر ترجمہ لبید ص ۲۹۱)

قریش کے سردار نضر بن حارث (جس نے کافروں کا سردار ہونے کے باوجود قرآن پاک کو کلام الٰہی تسلیم کیا اور مجمع کفار میں اعلان کیا! میں آج جتنا مصیبت میں ہوں اتنا پہلے کبھی نہ تھا کہ تم جانتے ہو محمد (ﷺ) سب سے سچے، امانت دار، اچھی عادات و اخلاق والے ہیں۔ جب ان کے بارے میں بچپن سے ہی تمہارے یہ خیالات ہیں تو اب جب ان کے بالوں میں سفیدی آنے لگی ہے تو تم ان کے پیش کیے ہوئے کلام کو کبھی شعر اور ان کو شاعر کہتے ہو حالانکہ اللہ کی قسم وہ شاعر نہیں کیونکہ شعر کی ساری صنعتیں ہمیں معلوم ہیں۔ اس کلام کو شعر سے کوئی مناسبت نہیں۔ کبھی تم ان کو مجنون کہتے ہو حالانکہ اللہ کی قسم وہ مجنون نہیں ہیں۔ کیونکہ مجنون جس طرح کی فضولیات بکتے ہیں محمد (ﷺ) کا دامن اس سے پاک ہے، کبھی کاہن اور جادوگرد کہتے ہو حالانکہ خدا کی قسم ایسا بھی نہیں ہے ہم کوئی بچے نہیں کہ جادوگر اور کاہن کے بارے میں معلومات نہ رکھتے ہوں۔ (خصائص کبریٰ خلاصۃ) جیسے لوگوں کی گواہی پیش کرتے تھے۔

کفار علی الاعلان کہتے کہ ہم نے خواہ مخواہ محمد (ﷺ) کی مخالفت پہ کمر باندھ رکھی ہے اور تعلقات خراب کر لئے ہیں وہ ہرگز جھوٹے نہیں ہیں اور جو کلام وہ لے کر آئے ہیں کسی بشر کا کلام نہیں ہے۔ (خصائص ص ۱۱۶ ج ۱)

قبیلہ بنو سلیم کا ایک بوڑھا (قیس بن نسیبہ) بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا آپ سے چند سوالات کیے، آپ نے جواب دیئے اور قرآن پاک کی چند آیات سنائیں تو اسی وقت مسلمان ہو گیا اور اپنی قوم کے سامنے جا کر اعلان کرنے لگا!

''میں نے روم و فارس کے فصحاء و بلغاء کا کلام سنا ہے، بہت سے کاہنوں کو ملا ہوں ''خمیرہ'' کے مقالات بھی سنتا رہا ہوں مگر جان لو کہ محمد (ﷺ) کے کلام کی مثل میں نے آج تک نہیں سنی، تم سب میری بات مانو اور ان کی اتباع کرو چنانچہ اس کی قوم کا ایک ہزار آدمی حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ (خصائص ج ۱ ص ۱۱۶)

امام جلال الدین سیوطی بحوالہ بیہقی خصائص کبریٰ میں نقل فرماتے ہیں کہ ابوجہل، ابو سلیمان اور اخنس بن شریق نے ایک رات چھپ کر حضور علیہ السلام کی زبان اقدس سے کلام الٰہی سنا تو صبح کے وقت ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور پکا وعدہ کیا کہ آئندہ ایسا نہیں کریں گے مگر اگلی ہی رات ایک دوسرے سے چوری چوری پھر قرآن سننے چلے گئے اور جب راز کھلا تو سخت شرمندہ ہوئے اور پختہ وعدہ کیا کہ اب ایسی حرکت نہ کریں گے مگر تیسری رات پھر قرآن پاک کی لذت و حلاوت نے انہیں چلنے پر مجبور کر دیا اور تینوں علیحدہ علیحدہ چھپ کر جا نکلے۔

صبح کو اخنس بن شریق نے اپنی لاٹھی اٹھائی اور پہلے ابوسفیان کے پاس پہنچا کہ بتلاؤ اس کلام کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے دبے دبے لفظوں میں قرآن کی حقانیت کا اعتراف کیا تو اخنس نے کہا کہ اللہ کی قسم میری بھی یہی رائے ہے اس کے بعد وہ ابوجہل کے پاس پہنچا اور اس سے بھی یہی سوال کیا کہ تم نے محمد ﷺ کے کلام کو کیسا پایا؟

ابوجہل نے کہا کہ صاف بات یہ ہے ہمارے خاندان اور بنو عبد مناف کے خاندان میں ہمیشہ چشمک چلی آتی ہے قوم کی سیاست و قیادت میں وہ جس محاذ پر آگے بڑھنا چاہتے ہیں ہم ان کا مقابلہ کرتے ہیں۔ انہوں نے سخاوت و بخشش کے ذریعہ قوم پر اپنا اثر جمانا چاہا تو ہم نے

ان سے بڑھ کر یہ کام کر دکھایا۔ انہوں نے لوگوں کی ذمہ داریاں اپنے سر لیں تو ہم اس میدان میں بھی ان سے پیچھے نہیں رہے یہاں تک کہ پورا عرب جانتا ہے کہ ہم دونوں خاندان برابر حیثیت کے مالک ہیں۔ ان حالات میں ان کے خاندان سے یہ آواز اٹھی کہ ہمارے ہاں ایک نبی پیدا ہوا ہے جس پر آسمان سے وحی آتی ہے اب ظاہر ہے کہ اس کا مقابلہ ہم کیسے کریں اس لئے ہم نے تو یہ طے کر لیا ہے کہ ہم زور اور طاقت سے ان کا مقابلہ کریں گے اور ہرگز ان پر ایمان نہ لائیں گے'' (خصائص ص ۱۱۵ ج۱)

ایک غیر مسلم کی کتاب

''مسٹر کولسٹن ورجیل جورجیو'' جو اپنے ملک کا وزیر خارجہ بھی رہا اور اس نے حضور علیہ السلام کی سیرت پر ایک کتاب لکھی جس کتاب کے انگریزی نام کا ترجمہ یہ بنتا ہے ''محمد ایسے پیغمبر ہیں کہ جن کو پہچاننے کی از سر نو کوشش کرنی چاہیے''

وہ لکھتا ہے کہ رات کی خاموشی، تنہائی اور تاریکی میں حضرت ابو بکر صدیق ﷛ اپنی دلنواز آواز میں قرآن پاک کی تلاوت شروع کر دیتے۔ ابن ہشام (عرب مؤرخ) کے مطابق جو کوئی ابو بکر کے گھر کے پاس سے گزرتا تو رک کر قرآن سننے پر مجبور ہو جاتا اور کبھی رش اتنا زیادہ ہو جاتا کہ آمد و رفت معطل ہو جاتی۔ قریش نے یہ صورت دیکھ کر قبیلہ رفاعی (جزیرہ عرب کے جنوب میں واقع علاقہ میں ہے اور اس قبیلے کے سردار کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق کے ذاتی مراسم تھے اور صدیق اکبر کو اس نے سفر ہجرت میں اپنی حمایت میں اپنے پاس رکھا ہوا تھا) کے اس سردار کو تحائف بھیجے کہ جب تو نے ابو بکر کو اپنی حمایت میں رکھا ہوا ہے تو کم از کم اتنا تو کرا دے کہ یہ اونچی آواز سے قرآن نہ پڑھیں کیونکہ رش اس قدر زیادہ ہو جاتا ہے کہ امن و امان کا مسئلہ کھڑا ہو جاتا ہے تو اس سردار نے آپ (﷛) کو پیغام بھیجا کہ اونچی آواز میں قرآن پڑھنا چھوڑ دو ورنہ حق جوار کی رعایت واپس لے لوں گا۔ ابو بکر صدیق نے رعایت واپس کر دی مگر قرآن کی تلاوت اس طرح کرتے رہے اور اس پر واضح کر دیا۔

جے چھڈ دیواں دنیا ہو سکدا گزارا
محمد نوں چھڈیاں گزارا نہیں ہونا (ﷺ)

جب صدیق اکبر کی تلاوت میں یہ اثر ہے تو صدیق اکبر کے آقا کی تلاوت میں کتنا اثر ہوگا۔ چنانچہ ایک بار رمضان شریف میں نبی ﷺ حرم کعبہ میں تشریف لے گئے جہاں قریش کا بہت بڑا مجمع تھا ان کے سردار اور بڑے بڑے لوگ جمع تھے۔ آپ نے کھڑے ہو کر سورت نجم کی تلاوت شروع کر دی جب ان کے کانوں میں ایک نا قابل بیان رعنائی اور دلکشی اور عظمت لئے ہوئے کلامِ الٰہی کی آواز پڑی تو انہیں کچھ ہوش نہ رہا سب کے سب گوش برآواز ہو گئے کسی کے دل میں کوئی اور خیال ہی نہ آیا یہاں تک کہ جب آپ ﷺ نے سورۃ کے آخر میں یہ الفاظ ارشاد فرمائے کہ:

''اللہ کے لئے سجدہ کرو اور اس کی عبادت کرو'' تو تمام کے تمام قریش آپ کے ساتھ ہی سجدے میں گر پڑے۔

جب انہیں احساس ہوا اور مشرکین نے ملامت کی تو بہانے بنانے لگے کہ ہم نے اپنے بتوں کی تکریم میں سجدہ کیا۔

طفیل بن عمرو دوسی:

یہ شریف انسان شاعر، سوجھ بوجھ کے مالک اور قبیلہ دوس کے سردار تھے ان کے قبیلے کو بعض نواحِ یمن میں تقریباً امارت حاصل تھی۔ وہ نبوت کے گیارہویں سال مکہ تشریف لائے تو وہاں پہنچنے سے پہلے ہی اہل مکہ نے ان کا استقبال کیا اور نہایت عزت و احترام سے پیش آئے پھر ان سے عرض پرداز ہوئے کہ اے طفیل آپ ہمارے شہر تشریف لائے ہیں اور محمد ﷺ جو ہمارے درمیان ہے اس نے ہمیں سخت پیچیدگی میں پھنسا رکھا ہے۔ ہماری جمعیت بکھیر دی ہے اور ہمارا شیرازہ منتشر کر دیا ہے۔ اس کی بات جادو کا سا اثر رکھتی ہے کہ آدمی اور اس کے باپ کے درمیان، آدمی اور اس کے بھائی کے درمیان اور آدمی اور اس کی بیوی کے درمیان تفرقہ ڈال دیتی ہے۔ ہمیں ڈر لگتا ہے کہ جس افتاد سے ہم دوچار ہیں کہیں وہ آپ پر اور آپ کی قوم پر بھی نہ آ پڑے لہٰذا آپ اس سے ہرگز گفتگو نہ کریں اور اس کی کوئی چیز نہ سنیں۔''

حضرت طفیل کا ارشاد ہے کہ یہ لوگ مجھے برابر اسی طرح کی باتیں سمجھاتے رہے یہاں

تک کہ میں نے تہیہ کر لیا کہ نہ آپ ﷺ کی کوئی بات سنوں گا نہ آپ ﷺ سے بات چیت کروں گا حتیٰ کہ جب میں صبح کو مسجد حرام گیا تو کان میں روئی ٹھونس رکھی تھی کہ مبادا آپ ﷺ کی کوئی بات میرے کان میں پڑ جائے لیکن اللہ کو منظور تھا کہ آپ کی بعض باتیں مجھے سنائی دیں چنانچہ میں نے بڑا عمدہ کلام سنا پھر میں نے اپنے جی میں کہا! ہائے مجھ پر میری ماں کی آہ و فغاں! اللہ کی قسم میں تو ایک سوجھ بوجھ رکھنے والا شاعر آدمی ہوں مجھ پر بھلا برا چھپا نہیں رہ سکتا۔ پھر کیوں نہ میں اس شخص کی بات سنوں؟ اگر اچھی ہوئی تو قبول کر لوں گا بری ہوئی تو چھوڑ دوں گا۔ یہ سوچ کر میں رک گیا اور جب آپ گھر پلٹے تو میں بھی پیچھے ہو لیا۔ آپ اندر داخل ہوئے تو میں بھی داخل ہو گیا اور آپ ﷺ کو اپنی آمد کا واقعہ اور لوگوں کے خوف دلانے کی کیفیت پھر کان میں روئی ٹھونسنے اور اس کے باوجود آپ کی بعض باتیں سن لینے کی تفصیلات بتائیں۔ پھر عرض کیا کہ آپ اپنی بات پیش کیجئے۔ آپ ﷺ نے مجھ پر اسلام پیش کیا اور قرآن کی تلاوت فرمائی اللہ گواہ ہے کہ میں نے اس سے عمدہ قول اور اس سے زیادہ انصاف کی بات کبھی نہ سنی تھی چنانچہ میں نے وہیں اسلام قبول کر لیا اور حق کی شہادت دی۔

الغرض کون کون سا واقعہ لکھوں اور کون کون سا چھوڑوں ہزاروں واقعات میرے سامنے ہیں۔ بات یہاں سے چلی تھی کہ پہلے تو صرف اہل عرب میں سے منکرین قرآن کے مذکورہ قسم کے واقعات کو ہم قرآن پاک کی صداقت میں بیان کرتے تھے اور اب عالم مغرب میں ایسے ایسے واقعات رونما ہو رہے ہیں کہ لگتا ہے ایک دور ایسا عنقریب آنے والا ہے کہ جب ہر باشعور انسان درِ قرآن پہ جھک جائے گا اور قرآن مجید اس کے دامن کو دولت اسلام و ایمان سے مالا مال کر دے گا۔

ڈاکٹر کیتھ ایل مور نے اپنی 30 سالہ محنت اور کوشش سے جینیات (انسان کی تخلیق اور پیدائش) کا علم حاصل کیا اور اس موضوع پر ''دی ڈویلپنگ ہومین'' (انسان کی تخلیقی نشوونما) نامی کتاب لکھی یہ کتاب خاص طور پر ان طالب علموں کے لئے لکھی جو اس شعبہ میں سپیشلائز کرنا چاہتے ہیں۔

تیس سالہ محنت کا قرآن سے موازنہ

سعودی عرب کے مایہ ناز عالم دین اور ماہر ایمبر یالوجی عبدالحمید ازندانی صاحب نے پروفیسر کتھ ایل مور کو دعوت دی کہ وہ اپنی 30 سالہ محنت سے حاصل ہونے والے ایمبر یالوجی کے علوم کا قرآن سے موازنہ کرلیں۔ سو انہوں نے دو سال تک اسی حوالے سے کام کیا اور قرآنی علوم کو جدید ترین سائنسی علوم کے مطابق پا کر اپنی کتاب کے تیسرے ایڈیشن میں قرآن میں بیان اسی موضوع پر آیات کو شامل کر لیا وہ اپنی کتاب کے تیسرے ایڈیشن کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

میرے لئے یہ بات یقیناً بڑی خوشی کی رہی ہے کہ میں ایمبر یالوجی کے بارے میں اپنی کتاب کے متن کے ساتھ اسلامی ایڈیشن کی تیاری شیخ عبدالمجید ازندانی کی مدد سے کروں۔ کتاب کا متن بالکل وہی ہے جو پہلے تھا بجز واس میں انسانیت جینیات کے متعلق قرآن وسنت کے بیانات کے بہت سے حوالوں کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

پہلے پہل میں ان (قرآنی) بیانات کی درستگی اور حقانیت پر حیران رہ گیا جو ساتویں صدی عیسوی میں ایمبر یالوجی کی سائنس کے مستقل بنیادوں پر استوار ہونے سے پہلے محفوظ کئے گئے تھے۔ قرآنی آیات اور احادیث جن کا ترجمہ شیخ ازندانی نے کیا ہے میرے علم کے مطابق ان کی تشریح بالکل درست ہے (کتھ ایل مور)

عجیب ترین واقعہ

ایک عجیب ترین واقعہ ابن المقفع کا ہے۔ یہ واقعہ اس طرح کا ہے کہ منکرین مذہب کی ایک جماعت نے یہ دیکھ کر قرآن لوگوں کو بڑی شدت سے متاثر کر رہا ہے یہ طے کیا کہ اس کے جواب میں ایک کتاب تیار کی جائے۔ انہوں نے اس مقصد کے لئے ابن المقفع (المتوفی ۱۲۷ھ) سے رجوع کیا جو اس زمانے کا بہت بڑا عالم فاضل بے مثال ادیب اور غیر معمولی ذہین وطباع آدمی تھا۔ ابن المقفع کو اپنے اوپر اس قدر اعتماد تھا کہ وہ ایسی کتاب لکھنے پر راضی ہو گیا اس نے کہا کہ وہ ایک سال کی مدت میں کام کر دے گا البتہ اس نے یہ شرط رکھی کہ اس پوری مدت میں اس کی تمام ضروریات کا مکمل انتظام کر دیا جائے تا کہ وہ مکمل یکسوئی سے اپنے

ذہن کو اس مشکل ترین کام کی جانب مرکوز کر سکے۔

نصف مدت گزر گئی تو اس کے ساتھیوں نے یہ جاننے کے لئے کہ دیکھیں اب تک ابن المقفع نے کس قدر کام مکمل کر لیا ہے اس کے گھر گئے۔ جب انہوں نے ابن المقفع کو دیکھا تو وہ بالکل دیوانوں کی طرح اپنے کمرے میں اس طرح بیٹھا تھا کہ قلم اس کے ہاتھ میں تھا اور خود گہرے مطالعہ میں مستغرق تھا۔ سامنے کاغذ پڑے ہوئے تھے اس کی نشست کے قریب لکھ لکھ کر پھاڑے ہوئے کاغذوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ اس کی نظریں شکست کا اعتراف کر رہی تھیں کہ وہ ابھی تک قرآنی آیت جیسی ایک آیت بھی لکھنے میں ناکام رہا ہے۔ اس کے بعد ابن المقفع نے سب کے سامنے اعتراف کر لیا کہ قرآن انسانی تحریر نہیں ہو سکتی۔

حضرت عمر فاروق کے اسلام لانے کے اسباب میں بھی قرآن پاک کا سننا بنیادی حیثیت رکھتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور ان کا اپنا بیان ہے کہ میں نے اپنے جی میں کہا (جب حضور علیہ السلام صحن کعبہ میں مصروف تلاوت تھے) ''اللہ کی قسم یہ تو شاعر ہے جیسا کہ قریش کہتے ہیں'' لیکن اتنے میں آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ وَّ مَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۝

''یہ کسی کاہن کا قول بھی نہیں۔ تم لوگ کم ہی نصیحت قبول کرتے ہو۔ یہ اللہ رب العالمین کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔'' (اخیر سورۃ تک)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس وقت میرے دل میں اسلام جاگزیں ہو گیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں اسلام کا بیج پڑا لیکن ابھی ان کے اندر جاہلی جذبات، تقلیدی عصبیت اور آباؤ اجداد کے دین کی عظمت کے احساس کا چھلکا اتنا مضبوط تھا کہ نہاں خانہ دل کے اندر مچلنے والی حقیقت کے مغز پر غالب رہا اس لئے وہ اس چھلکے کی تہ میں چھپے ہوئے شعور کی پروا کئے بغیر اپنے اسلام دشمن عمل میں سرگرداں رہے۔

تا آنکہ ابوجہل کے بھڑکانے پر آپ (ﷺ) کو قتل کرنے کے ارادے سے چل نکلے پھر بھی سورۃ طٰہٰ کی آیات مبارکہ اپنی بہن کی زبان سے سنی تو حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں

حاضر ہوئے اور دعائے مصطفیٰ ﷺ نے اثر دکھایا اور عمر فاروق دولت ایمان سے مالا مال ہو گئے۔ (آپ کے اسلام لانے کے طویل واقعہ سے صرف ایک اقتباس پیش کیا گیا ہے سارا واقعہ ہی ایمان افروز اور لائق مطالعہ ہے اور مذکورہ واقعہ حرم کعبہ میں پیش آیا)

آمدم برسر مطلب (آیات وسور کے فضائل کی چند روایات)

الم السجدہ

حضرت ابوعبیدہ نے مسیّب بن رافع سے ارسالاً روایت فرمایا ہے:

یجئی الم السجدة یوم القیامة لها جنا حان تظل صاحبها تقول لا سبیل علیك لا سبیل علیك (الاتقان فی علوم القرآن)

قیامت کے دن سورۂ الم السجدہ دو پروں کے ساتھ آئے گی اور اپنے پڑھنے والے پر سایہ کرے گی اور کہے گی کہ تمہیں کوئی پریشانی اور غم نہ ہوگا۔

سورۂ یٰس

امام ابوداؤد، نسائی اور ابن حبان وغیرہم علیہم الرحمتہ نے اپنی اپنی اسناد کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا ہے (معقل بن یسار کی حدیث سے) **یٰس قلب القرآن لا یقرأها رجل یرید اللّٰه والدار الاخرة الاغفرله اقرء وها علی موتاکم**

(الاتقان فی علوم القرآن ج ۲ ص ۵۳ و ص ۵۴)

سورۂ یٰس قرآن پاک کا دل ہے جو شخص سورۂ یٰس کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کے (اجروثواب کے) لئے پڑھے اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا۔ اس سورۃ کو اپنے مردوں پہ پڑھا کرو۔

(ایک بار پڑھنے سے دس قرآن مجید کا ثواب حاصل ہوتا ہے)

سورۂ الرحمٰن

امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا ہے **لکل شیء عروسا وعروس القرآن الرحمٰن** ۔ ہر چیز کی ایک دلہن (خوبصورتی) ہوتی ہے

اور قرآن پاک کی دلہن سورۃ الرحمن ہے۔

سورۃ الملک

امام ترمذی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما والی حدیث کو اپنی سند کے ساتھ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ھی المانعة ھی المنجیة تنجی من عذاب القبر ۔ سورۃ تبارك الذی بیدہ (الملک) روکنے والی اور عذاب قبر سے نجات دلانے والی ہے۔

سورۃ البینۃ

امام ابو نعیم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت اسماعیل بن ابی حکیم مزنی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت فرمایا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: ان اللّٰہ یسمع قراتکم "لم یکن الذین کفروا" فیقول ابشر عبدی فوعزتی لامکنن لك فی الجنة حتی ترضی ۔ اللہ تعالیٰ تمہاری تلاوتوں کو سنتا ہے اور سورۃ البینہ کی تلاوت سن کر فرماتا ہے میرے بندوں کو خوشخبری سنا دو کہ مجھے اپنی عزت کی قسم ہے میں تمہیں ضرور بالضرور جنت عطا فرماؤں گا یہاں تک کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

سورۃ اخلاص

امام طبرانی نے اوسط میں حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا

من قرأقل ھو اللہ احد فی مرضہ الذی یموت فیہ لم یکن یفتن فی قبرہ وامن من ضغطة القبر وحملتہ الملائکة یوم القیٰمة باکفھا حتی تجیزہ الصراط الی الجنة (الاتقان) جس شخص نے مرتے وقت سورۃ اخلاص پڑھی اس سے نہ تو قبر میں حساب کتاب ہوگا نہ قبر اس کو دبائے گی اور قیامت کے دن فرشتے اس کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر پل صراط سے گزاریں گے اور جنت میں لے جائیں گے۔

سورۃ اخلاص کی محبت تجھے جنت میں لے جائے گی (ایک صحابی کو حضور علیہ السلام نے فرمایا: بخاری)

سورۃ اخلاص (ثواب کے لحاظ سے) قرآن پاک کا تہائی حصہ ہے یعنی تین بار پڑھو تو

پورے قرآن کا ثواب ملے گا۔ (صحاح ستہ)

آیۃ الکرسی

امام ابن حبان اور نسائی نے حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا ہے کہ من قرأ اية الكرسى دبر كل صلوة مكتوبة لم يمنعه من دخول الجنة الا ان يموت (الاتقان، مشکوۃ) جو شخص ہر فرضی نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے گا جنت اور اس کے درمیان صرف موت ہی رکاوٹ ہے (ادھر مرا ادھر جنت میں پہنچ گیا)

سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات

صحاح ستہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے من قرء الايتين من اخر سورة البقرة فى ليلة كفتا ۔ جس نے رات کو سورۂ بقر کی آخری دو آیات کی تلاوت کی تو یہ اس کو کافی ہوں گی۔ (نجات کے لئے)

سورۂ ال عمران کی آخری آیات

امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے من قرأ اخر ال عمران فى ليلة كتب له قيام ليلة جس نے رات کے آخری حصہ میں سورۂ ال عمران کی آخری آیات کی تلاوت کی اس کے لئے ساری رات کے قیام کا ثواب لکھ دیا گیا۔ (حضور علیہ السلام تہجد کے وقت اٹھتے تو آسمان کی طرف چہرۂ اقدس کر کے ان آیات کی تلاوت فرماتے)

بہت ساری سورتوں اور آیات کے فضائل صحیح احادیث میں آئے ہیں جن کو اختصار کی غرض سے چھوڑ دیا گیا ہے۔

حدیث نمبر ۴۹: عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنِّی سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّهَا سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ، قُلْتُ مَا الْمَخْرَجُ مِنْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ كِتَابُ اللّٰهِ، فِيْهِ نَبَأُ مَا قَبْلَكُمْ وَخَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ وَحُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ هُوَ الْفَصْلُ لَيْسَ بِالْهَزْلِ، مَنْ تَرَكَهُ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَهُ اللّٰهُ، وَمَنِ ابْتَغَى الْهُدٰى فِيْ غَيْرِهٖ اَضَلَّهُ اللّٰهُ، وَهُوَ حَبْلُ

اللّٰهِ الْمَتِيْن، وَهُوَ الذِّكْرُ الْحَكِيْم وَهُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيْم، هُوَ الَّذِىْ لَا تَزِيْغُ بِهِ الْاَهْوَآءُ وَلَا تَلْتَبِسُ بِهِ الْاَلْسِنَةُ وَلَا يَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَآءُ وَلَا يَخْلُقُ عَنْ كَثْرَةِ الرَّدِّ وَلَا يَنْقَضِىْ عَجَائِبُهُ، هُوَ الَّذِىْ لَمْ تَنْتَهِ الْجِنُّ اِذْ سَمِعَتْهُ حَتّٰى قَالُوْا "اِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَّهْدِىْ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ!" مَنْ قَالَ بِهٖ صَدَقَ وَمَنْ عَمِلَ بِهٖ اُجِرَ وَمَنْ حَكَمَ بِهٖ عَدَلَ وَمَنْ دَعَا اِلَيْهِ هُدِىَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ط …………

(رواہ الترمذی والدارمی)

"حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے ایک دن فرمایا: آگاہ ہو جاؤ ایک بڑا فتنہ آنے والا ہے! میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اس فتنہ کے شر سے بچنے اور نجات پانے کا ذریعہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کتاب اللہ، اس میں تم سے پہلی امتوں کے (سبق آموز) واقعات ہیں، اور تمہارے بعد کی اس میں اطلاعات ہیں (یعنی اعمال و اخلاق کے جو دنیوی و اخروی نتائج و ثمرات مستقبل میں سامنے آنے والے ہیں، قرآن مجید میں ان سب سے بھی آگاہی دے دی گئی ہے!) اور تمہارے درمیان جو مسائل پیدا ہوں قرآن میں ان کا حکم اور فیصلہ موجود ہے (حق و باطل اور صحیح و غلط کے بارے میں) وہ قولِ فیصل ہے، وہ فضول بات اور یا وہ گوئی نہیں ہے جو کوئی جابر و سرکش اس کو چھوڑے گا (یعنی غرور و سرکشی کی راہ سے قرآن سے منہ موڑے گا!) اللہ تعالیٰ اس کو توڑ کے رکھ دے گا اور جو کوئی ہدایت کو قرآن کے بغیر تلاش کرے گا اس کے حصہ میں اللہ کی طرف سے صرف گمراہی آئے گی (یعنی وہ ہدایت حق سے محروم رہے گا!) قرآن ہی حبل اللہ المتین یعنی اللہ سے تعلق کا مضبوط وسیلہ ہے اور محکم نصیحت نامہ ہے اور وہی صراطِ مستقیم ہے، وہی حق مبین ہے جس کے اتباع سے خیالات کجی سے محفوظ رہتے ہیں اور زبانیں اس کو گڑبڑ نہیں کر سکتیں (یعنی جس طرح اگلی کتابوں میں زبانوں کی راہ سے تحریف داخل ہو گئی اور محرفین نے کچھ کا کچھ پڑھ کے اس کو محرف کر دیا۔ اس طرح قرآن میں کوئی تحریف نہیں ہو سکے گی۔ اللہ تعالیٰ نے تا قیامت اس کے محفوظ رہنے کا انتظام فرما دیا ہے!) اور علم والے کبھی اس کے علم سے سیر نہیں ہوں گے (یعنی قرآن میں تدبر کا عمل اور اس کے حقائق و معارف کی

تلاش کا سلسلہ ہمیشہ ہمیشہ جاری رہے گا اور کبھی ایسا وقت نہیں آئے گا کہ قرآن کا علم حاصل کرنے والے محسوس کریں کہ ہم نے علم قرآن پر پورا عبور حاصل کرلیا اور اب ہمارے حاصل کرنے کے لئے کچھ باقی نہیں رہا بلکہ قرآن کے طالبین علم کا حال ہمیشہ یہ رہے گا کہ وہ علم قرآن میں جتنے آگے بڑھتے رہیں گے اتنی ہی ان کی طلب ترقی کرتی رہے گی اور ان کا احساس یہ ہوگا کہ جو کچھ ہم نے حاصل کیا ہے وہ اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے، جو ابھی ہم کو حاصل نہیں ہوا ہے) اور وہ (قرآن) کثرتِ مزاولت سے کبھی پرانا نہیں ہوگا (یعنی جس طرح دنیا کی دوسری کتابوں کا حال ہے کہ بار بار پڑھنے کے بعد ان کے پڑھنے میں آدمی کو لطف نہیں آتا، قرآن مجید کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے (وہ جتنا پڑھا جائے گا اور جتنا اس میں تفکر و تدبر کیا جائے گا اتنا ہی اس کے لطف ولذت میں اضافہ ہوگا!) اور اس کے عجائب (یعنی اس کے دقیق ولطیف۔ حقائق و معارف) کبھی ختم نہیں ہوں گے۔ قرآن کی یہ شان ہے کہ جب جنوں نے اس کو سنا تو بے اختیار بول اٹھے۔

إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ

ہم نے قرآن سنا جو عجیب ہے، رہنمائی کرتا ہے بھلائی کی، پس ہم اس پر ایمان لے آئے۔

جس نے قرآن کے موافق بات کہی اس نے سچی بات کہی، اور جس نے قرآن پر عمل کیا وہ مستحق اجر وثواب ہوا اور جس نے قرآن کے موافق فیصلہ کیا اس نے عدل وانصاف کیا اور جس نے قرآن کی طرف دعوت دی اس کو صراطِ مستقیم کی ہدایت نصیب ہوگئی۔

علوم القرآن

اس حدیث میں بڑی وسعت اور گہرائی ہے کہ تا قیامت رونما ہونے والے حالات و واقعات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس میں جدید سائنس بھی آتی ہے تو اس حوالے سے جو کچھ مواد میرے پاس موجود ہے قارئین کرام کی امانت ہے وہ میں لکھ دیتا ہوں میں چونکہ سائنس پڑھا ہوا نہیں ہوں ویسے اردو زبان میں سائنسی مضامین بالخصوص جن کا تعلق دین اسلام سے ہوتا ہے ان کو بڑے شوق سے پڑھتا ہوں اور اپنے ناقص ذہن اور کم علمی کے

باوجود اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ وہ دن دور نہیں ہے کہ جب سائنس مکمل طور پر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائے گی کیونکہ جب بڑے بڑے سائنس دان اسلام اور قرآن کی عظمت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں تو ان شاء اللہ چند سالوں کے بعد ہر طرف قرآن اور اسلام کا ہی راج ہو گا۔ بہتر ہو گا کہ قرآن اور سائنس کا مضمون شروع کرنے سے پہلے علوم القرآن پر مختصر بات کر لی جائے۔

علوم کا گنجینہ

قرآن حکیم علوم کا گنجینہ بلکہ بحر بے پیدا کنار ہے۔ اس میں کئی طرح کے علوم ہیں۔ ظاہری بھی ہیں باطنی بھی، کوئی غزالی بنا ہے تو قرآن سے کوئی رازی بنا ہے تو قرآن سے کوئی رومی بنا ہے تو قرآن سے ان بزرگوں نے تو اپنے اپنے ظرف کے مطابق قرآن سے ہی استفادہ کیا ہے اور ان میں سے کسی نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ قرآن میں جو کچھ تھا سارا کا سارا ہم نے حاصل کر لیا ہے بلکہ امام رازی کی تفسیر دیکھو تو منطق و فلسفہ کے دریا بہہ رہے ہیں۔ روح البیان امام اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ کی اور روح المعانی سید محمود احمد آلوسی کی پڑھو تو تصوف و روحانیت کا غلبہ اور زور نظر آئے گا کوئی صرف ونحو کا امام ہے تو اس کی تفسیر میں یہ رنگ نمایاں دکھائی دے گا۔ الغرض جس نے جس علم میں کمال حاصل کر کے قرآن میں غوطہ زنی کی ہے اس نے اسی علم و فن کے مطابق موتی نکالے ہیں اور بالآخر اپنی ہی تنگ دامانی کا شکوہ کیا ہے اور قرآن کی عظمت کو سلام کرتے ہوئے زبانِ حال سے یوں گویاں نظر آتے ہیں کہ اے قرآن!

جھولی ہماری ہی تنگ ہے تیرے یہاں کمی نہیں

تو میں عرض کر رہا تھا کہ اس قرآن میں سابقہ اقوام کی تاریخ ہے جس میں عبرتناک واقعات کا بیان ہے۔ اس میں کائنات کی تخلیق کے آغاز کا بیان ہے۔ اس میں کائنات کے آخری انجام کو تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔ اس میں انسان کی اول تخلیق کا مرحلہ کیسے انجام پذیر ہوا اس کا بیان ہے۔ اس میں انسان ماں کے پیٹ میں کن کن مراحل سے گزر کر مکمل انسان بنتا ہے اس کے علم کا بیان ہے۔ اس میں کائنات میں موجود مختلف جانداروں اور دیگر چیزوں

(سورج، چاند، ستارے، کہکشائیں، پہاڑوں، سمندروں وغیرہ) کے بارے میں ایسی معلومات ہیں جن کو کسی بھی علمی کسوٹی اور سائنسی تجربے پر پرکھا جائے تو وہ سچ ثابت ہوتی ہیں۔ اس میں انسانی اعمال کے اثرات اور ان کے انجام کا ذکر ہے۔ اس میں معاشیات کے بنیادی اور ایسے اٹل کلیے ہیں جن کی بناء پر کسی قوم کا معاش میں عروج سے ہمکنار ہونا لازمی ہے۔ اس میں معاشرتی اور تعزیراتی اور نظام ہائے حکومت کے عظیم قوانین کا بیان ہے۔ اس میں شرک اور ظلم کی حقیقت واضح کی گئی ہے اور اس میں اللہ کی ذات کا بالکل واضح تعارف ہے اور اللہ کی معرفت حاصل کرنے کا علم ہے۔ اس میں لوگوں کے غلط عقائد اور اعمال کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اس میں سابقہ کتب آسمانی میں جو اضافے اور کمیاں کی گئی ہیں اس کو بیان کیا گیا ہے اور ان کی اصلاح کی گئی ہے۔ اس میں بیان کیا گیا ہے کہ انسان کس طرح ہمیشہ پر عیش بادشاہت میں داخل ہو سکتا ہے۔ اس میں انسان کی ہمیشہ کی بادشاہت کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ اس میں انسان کے ساتھ مرنے کے بعد کیا ہونے والا ہے اسے تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور اچھے اور برے انجام کی خبر پیشگی دیدی گئی ہے۔ اس میں انسان کی نفسیات اور اس کی نفسیاتی بیماریوں ان کے علاج کو حکمت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اس میں عبادات کے وہ طریقے بیان ہوئے ہیں جن کو اختیار کر کے انسان دنیا میں صحت مند زندگی بسر کر سکتا ہے اور آخرت میں ان عبادات کی ادائیگی پر اپنے رب سے عظیم انعامات کا مستحق بن سکتا ہے۔ اس طرح قرآن کریم میں اور بہت سے علوم کو بیان کیا گیا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ ان سب علوم میں سے ہر علم کے بارے میں صرف وہ شخص گواہی دے سکتا ہے جو اس علم کا گہرا مطالعہ رکھتا ہے اور اس کے سچ جھوٹ سے خوب واقف ہے۔ مثلاً

فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو جادو ہی سمجھتا ہے اور اپنے جادوگروں کا مقابلہ موسیٰ علیہ السلام سے کرواتا ہے اور جادوگر موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو سمجھ جاتے ہیں اور فوراً ایمان کا اعلان کر دیتے ہیں اس سے ظاہر ہوا کہ جب تک کسی بھی چیز کے بارے میں انسان کو صحیح علم نہ ہو وہ اس کو پہچاننے میں غلطی کر جاتا ہے۔ لہٰذا ایسی صورتحال میں عام سطحی علم رکھنے والوں کو چاہئے اہل علم کی گواہی پر اس دعوے کو قبول کر لیں جس کی تصدیق اہل علم کرتے ہیں۔

اس کتاب میں قرآن کے مختلف علوم کے جاننے والوں کی ایسی عظیم گواہیاں بیان کی گئی ہیں جو اپنے اپنے شعبے میں اتھارٹی ہیں اور جن کی گواہی رد نہیں کی جا سکتی میں امید کرتا ہوں ایسے لوگ جو حق کی تلاش میں ہیں وہ ان لوگوں کی گواہیوں کو قبول کریں گے اور پھر قرآن کو براہ راست خود پڑھیں گے اور قرآن کے علوم کو ویسا ہی پائیں گے جیسا کہ اہل علم نے بیان کیا ہے اور اس کے حق ہونے کی گواہی دیں گے۔ اس پر ایمان لائیں گے اور اس کے مطابق اپنی زندگی بسر کریں گے اور اپنے لئے ہمیشہ کی بادشاہت حاصل کرنے کا سامان کریں گے۔

علوم پنجگانہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے الفوز الکبیر فی اصول التفسیر میں ایک بڑی الجھن کو حل فرمایا ہے اور وہ یہ کہ فہم قرآن کے سلسلہ میں بظاہر آیات قرآنی اور ان کے مضامین میں ربط و تعلق ایک مشکل امر تھا۔ میرے جیسے طالب علم کو اس کے سمجھنے میں بہت سارے مسائل کے اندر دشواری پیدا ہوتی تھی۔ شاہ صاحب نے قرآن پاک کے تمام مطالب کو پانچ حصوں یا پانچ علوم میں تقسیم فرما دیا ہے یعنی قرآن پاک میں لاکھوں علوم بھی ہوں تو وہ ان پانچ قسموں سے باہر نہیں ہوں گے اور ساتھ ہی انہوں نے الفوز الکبیر کے دیباچہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ ''مجھے امید ہے کہ طلبا کے سامنے صرف ان قواعد کو سمجھ لینے ہی سے کتاب اللہ کو سمجھنے کی وسیع شاہراہ کھل جائے گی چنانچہ آپ لکھتے ہیں۔

علم الاحکام

قرآن مجید کے تمام احکام ...... واجب، مستحب حرام، مکروہ اور مباح۔ خواہ عبادات سے متعلق ہوں یا معاملات سے، تدبیر منزل سے ہوں یا سیاست مدن سے۔ یہ تمام اس علم میں آ جاتے ہیں۔ ان احکام کو متن نویسوں کی طرح پیش نہیں کیا گیا بلکہ خدا تعالیٰ نے جس حکم کو بندوں کے لئے ضروری سمجھا اور جس انداز میں ضروری سمجھا بیان کر دیا۔ خواہ کوئی حکم مقدم ہو جائے یا موخر

علم احکام کا بنیادی اصول یہ ہے کہ...... چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملت ابراہیمی پر مبعوث

ہوئے۔اس لئے اس ملت کے طریقوں کا باقی رکھنا ضروری ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے عرب کو حضور ﷺ کے ہاتھ سے اور پھر باقی تمام عالم کو عربوں کے ہاتھ سے پاک کرنے کا ارادہ فرمایا ہے۔اس لئے یہ ضروری ہے کہ شریعت محمدیہ کا مواد عربوں ہی کی رسوم و عادات سے لیا جائے۔

ملت ابراہیم کی تمام عبادات میں فتورِ عظیم پیدا ہو گیا تھا۔اس کے احکام میں تساہل برتا جاتا۔اہل جاہلیت نے اس میں تحریف کر دی تھی۔قرآنِ مجید نے اس بدنظمی کو دور کر کے اصلاح و درستی کر دی۔اسی طرح معاملات خانگی میں بری رسوم اور ظلم نے دخل پا لیا تھا اور احکامِ سیاست مدن بھی بالکل قطع ہو چکے تھے۔اس لئے قرآن نے ان کے اصول بھی منضبط کر کے ان کی پوری حد بندی فرما دی۔

علم مناظرہ

قرآن مجید میں چار گمراہ فرقوں، یہود، نصاریٰ، مشرکین اور منافقین سے مباحثات ہوئے۔یہ مباحثے دو طرح پر کیے گئے ہیں:

اول یہ کہ فقط باطل عقیدے کو بیان کر کے اس کی قباحت بیان کر دی گئی اور اس طرح اس عقیدے سے نفرت دلائی گئی۔

دوم یہ کہ گمراہوں کے شبہات کو بیان کر کے ان کو حل کیا گیا۔

مشرکین سے مباحثہ

مشرکین مکہ اپنے کو ملت ابراہیمی کا پابند کہتے لیکن انہوں نے ملت ابراہیمی کی علامات کو ترک کر دیا تھا...... خدا تعالیٰ کے وجود کا عقیدہ۔اس کا خالق کائنات ہونے اور ر[illegible]وں کو بھیجنے پر قادر ہونے وغیرہ کے وہ قائل تھے لیکن انہوں نے ان عقائد میں شبہات پیدا کر دیئے تھے۔

اس طرح وہ شرک، تشبیہ اور تجسیم کے قائل تھے۔معاد کے منکر تھے۔نبی کریم ﷺ کی رسالت کو بعید از قیاس سمجھتے تھے۔برے اعمال علانیہ کرتے۔نئے نئے رسوم و عبادات ایجاد کرتے تھے۔قرآنِ کریم نے ان کے ایک ایک فسادِ عقیدہ اور عمل کی گمراہی کو علم مباحثہ کے

ذریعہ دور کیا۔

شرک کا جواب یہ دیا گیا کہ ان سے شرک کی دلیل طلب کی گئی۔ تقلید آباء کا استدلال کیا گیا ان کو بتایا گیا کہ وہ بندگان خدا جن کو وہ خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں خدا کے برابر نہیں ہو سکتے اور تمام انبیاء نے شرک کی اجتماعی طور پر مخالفت کی ہے۔

تشبیہ کا جواب یہ دیا گیا کہ اولاد کا اپنے باپ کے ہم جنس ہونا ضروری ہے۔ اس لئے کوئی انسان بھی خدا کی اولاد نہیں ہو سکتا۔

تحریف کا یہ جواب دیا گیا کہ تمہاری تحریف کردہ باتیں ملت ابراہیمی سے ثابت نہیں ہیں اور ایسے لوگوں کی اختراعات ہیں جو معصوم نہ تھے۔

انکارِ معاد اور حشر و نشر کے انکار کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس کو زمین کی حیات پر قیاس کر لیا جائے نیز ان امور کی خبر پر تمام اہل کتاب کا اتفاق ہے۔

یہود

یہود کی گمراہی یہ تھی کہ وہ توریت میں لفظی اور معنوی تحریف کرتے تھے۔ بعض آیات کو چھپاتے اور جو احکام اس میں نہ ہوتے وہ ملا دیتے۔ احکام کی پابندی میں تساہل برتتے۔ تعصب مذہبی میں شدت، رسول اللہ ﷺ کی رسالت میں تامل، بے ادبی، طعنہ زنی، بخل اور حرص میں مبتلا تھے۔ قرآن مجید تمام کتب سابقہ کا محافظ ان کے اشکالات کو کھولنے والا ہے۔ اس لئے اس نے ان کی تحریف، آیات کو چھپانا اور افترا پردازی کو پوری طرح کھول کر رکھ دیا ہے۔ رسالت نبی کریم ﷺ کو تسلیم کرنے میں ان کے تامل کی نشاندہی کر کے اس کے اسباب بیان کر دیے گئے ہیں۔

نصاریٰ

نصاریٰ کی گمراہی یہ تھی کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کو تین ایسے حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا جو بعض وجوہ سے الگ الگ اور بعض وجوہ سے متحد تھے۔ اس کو وہ اقانیم ثلاثہ کہتے ہیں۔ ایک اقنوم باپ، دوسرا ابن اور تیسرا روح القدس۔ ان کا عقیدہ تھا کہ اقنوم ابن نے حضرت مسیح علیہ السلام کی روح کا لباس اختیار کر لیا تھا اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا بھی ہیں ابن

اللہ اور بشر بھی ہیں وغیرہ وغیرہ۔

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ قدیم زمانہ میں لفظ ابن، مقرب اور محبوب کے ہم معنی تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بعض دفعہ اللہ کے افعال کو اپنی جانب منسوب کیا ہے۔ اس کا جواب دیا گیا کہ یہ نسبت بطریق نقل و حکایت ہے۔ جیسے کسی بادشاہ کا ایلچی یہ کہے کہ ہم نے فلاں ملک فتح کر لیا۔ خدا نے ان کے ان عقائد کو رد کر کے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بندے تھے۔ نیز نصاریٰ کی یہ گمراہی تھی کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مقتول سمجھتے تھے۔ اس شبہ کا قرآن سے ازالہ کیا۔ ان کی ایک گمراہی یہ تھی کہ وہ فارقلیط موعود سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام لیتے جو قتل کے بعد حواریوں کے پاس گئے تھے۔ قرآن نے بتایا کہ یہ بشارت ہمارے نبی کریم ﷺ کے لئے تھی۔

منافقین

منافقین دو طرح کے تھے۔ اول وہ جو زبان سے کلمہ ایمان کہتے مگر ان کا قلب کفر اور سرکشی پر پختہ تھا۔ ان لوگوں کے متعلق فرمایا گیا کہ "فی الدرک الاسفل من النار"

دوسرے وہ جنہوں نے اسلام قبول کر لیا مگر ایمان ضعیف تھا۔ دنیاوی لذتوں کی پیروی کرتے تھے۔ اس لئے خدا اور رسول کی محبت باقی نہ رہی تھی۔ حرصِ مال اور حسد و کینہ دلوں پر مسلط تھا۔ امورِ دنیا میں منہمک ہو گئے تھے اس لئے آخرت کی فکر نہ رہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی نسبت بے ہودہ خیالات و شبہات رکھتے تھے مگر اتنی جرأت نہ تھی کہ اسلام کے دائرہ سے نکل جاتے۔

قرآن نے ان دونوں قسم کے منافقین کے اخلاق و اعمال کو خوب آشکارا کیا اور ان دونوں کی نشانیاں اور حالات کثرت سے بیان کئے تاکہ امت ان سے بچ سکے۔

قرآن میں ان تمام گروہوں سے مباحثہ دیکھ کر یہ گمان نہ کرنا چاہئے کہ یہ مباحثات ایک خاص قوم سے تھے جو گزر گئی اور اب اس کی ضرورت نہیں رہی بلکہ ان کا نمونہ آج بھی موجود ہے۔ ان کا مقصود اصلی ان مقاصد کے لئے کلیات کا بیان ہے نہ کہ ان حکایات کی خصوصیات۔

تذکیر بآلاء اللہ

قرآن کریم کا نزول تمام نسل انسانی کی تہذیب کے لئے ہوا ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے تذکیر بآلاء اللہ کے سلسلہ میں عام افراد بنی آدم کی اکثریت کی معلومات سے زیادہ بیان نہیں کیا۔ اور نہ ہی زیادہ بحث سے کام لیا ہے۔ اسماء اور صفاتِ اعلیٰ کو ایسے آسان طریقے سے بیان کیا ہے کہ تمام نسل انسانی حکمت الٰہی اور علم کلام میں مہارت کے بغیر ہی اپنی فطرت کے ذریعہ ان کو سمجھ سکے۔ چنانچہ ذاتِ الٰہی کا ذکر اجمالی فرمایا کیونکہ اس کا علم تمام افراد کی فطرت میں موجود ہے اور چونکہ صفاتِ الٰہی کا فہم گہری نظر سے حاصل کرنا محال تھا اس لئے ان کو ان بشری صفاتِ کاملہ سے سمجھایا گیا جن کو ہم جانتے ہیں اور جو ہمارے نزدیک قابل تعریف سمجھے جاتے ہیں۔ اسی طرح جن نعمتوں کا ذکر مناسب تھا کیا گیا۔ یہ نعمتیں عام ہیں مثلاً زمین و آسمان کی پیدائش، بادلوں سے پانی برسانا، زمین سے پانی کے چشمے جاری کرنا، اس سے طرح طرح کے پھل پھول غلہ اگانا، ضروری صنعتوں کا الہام اور ان کے جاری کرنے کی قدرت بخشا۔ مصیبتوں کے ہجوم اور ان کے دور ہونے کے وقت لوگوں کا رویہ بدل جانے پر تنبیہ بھی کی گئی ہے۔

تذکیر بایام اللہ

اس میں وہ واقعات بیان کئے گئے ہیں جو ہدایت و ضلالت اور حق و باطل کی کشمکش کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں اور ترغیب یا ترہیب کا کام انجام دیتے ہیں مثلاً فرمانبرداروں کے لئے انعام اور نافرمانوں کے لئے عذاب۔ اس کے لئے ایسی جزئیات کو بیان کیا گیا ہے جو اس سے پہلے وہ سن چکے تھے۔ مثلاً قومِ عاد و ثمود کے قصے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور انبیائے بنی اسرائیل کی داستانیں وغیرہ۔ غیر مانوس قصے بیان نہیں کئے گئے۔ مشہور قصوں میں سے بھی صرف ان کو لیا گیا ہے جو تذکیر میں کارآمد ہوں اور تمام قصوں کو ان کی تمام خصوصیات کے ساتھ بیان نہیں کیا گیا۔ اس میں مصلحت یہ ہے کہ عوام جب کوئی عجیب و غریب داستان سنتے ہیں یا داستان اپنی تمام خصوصیات کے ساتھ ان کے سامنے بیان کی جاتی ہے تو ان کی طبیعت محض اس داستان کی طرف مائل ہو جاتی ہے اور

تذکیر کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔

ان قصص کا مقصد یہ نہیں ہے کہ ان واقعات سے آگاہی ہو جائے بلکہ مقصد یہ ہے کہ سننے والے کا ذہن شرک اور گناہ کی برائی سے نفرت کرے اور وہ کفار پر عذاب اور مخلصین پر خدا کی عنایت پر مطمئن ہو جائے۔

تذکیر بالموت وبما بعد الموت

اس سلسلے میں یہ امور بیان ہوئے ہیں۔ انسانی موت کی کیفیت، بے چارگی کا عالم، موت کے بعد جنت اور دوزخ کا سامنے آنا، عذاب کے فرشتوں کا آنا، علامات قیامت، حضرت عیسٰی علیہ السلام کا نزول، دجال اور یاجوج ماجوج کا ظہور، صور فنا، صور حشر ونشر، سوال و جواب، میزان اور نامۂ اعمال، مومنین کا دیدالٰہی، عذاب کی نوعیتیں، نعمہائے جنت کی تفصیلات وغیرہ۔ ان سب کے بیان کرنے کا مقصد بھی تذکیر ہے اور ان کو مختلف صورتوں میں ان کے حسب حال اجمالاً یا تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔ (الفوز الکبیر)

قرآن مجید نے نہ صرف عربی ادب بلکہ دنیا کی متعدد زبانوں کو بے حد متاثر کیا ہے۔ انہیں نئے تصورات نئی بندشیں، محاورے اور نئے الفاظ وتراکیب دی ہیں۔ اس طرح نئی تشبیہات اور نئے استعارے بھی۔ الغرض دنیائے ادب پہ قرآن پاک نے نہ صرف گہرے نقوش چھوڑے ہیں بلکہ اس پر بے شمار احسانات بھی فرمائے ہیں۔

علم ادب پہ قرآن پاک کے اثرات

۱ – اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ (الفاتحہ ۵)

بتلا ہم کو سیدھی راہ۔

دنیا کی اکثر زبانوں میں یہ استعارہ آتا ہے جس سے بھلائی اور خیر مراد ہے۔ راہِ راست (فارسی) Right Path Reshtewag Bon Cheminc (فرانسیسی) وغیرہ سب ایک ہی مفہوم اور معنی رکھتے ہیں۔

۲ – خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ (البقرہ ۷)

مہر کردی اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے۔

اردو میں ''دلوں پر مہر'' آتا ہے۔ محمد حسین آزاد نے مان سنگھ کے متعلق لکھا ہے کہ ''بنگال کے سفر میں ایک مقام پر شاہ دولت کے اوصاف وکمالات سنے، خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ اس کی پاکیزہ اور سنجیدہ گفتگو سے بہت خوش ہوئے اور کہا کہ مان سنگھ مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے۔ اس نے مسکرا کر کہا ''خدا کی مہر ہے۔ بندہ کیونکر اٹھا لے کہ گستاخی ہے۔''

(دربارِ اکبری)

''مہر لگ جانا'' بھی آتا ہے حالی کہتے ہیں

کروں تجھ سے بیاں کچھ دردِ غربت
مگر جوشِ سخن مہر دیں ہے

''مہر برلب'' بھی آتا ہے۔ شبلی کہتے ہیں

گرچہ وہ حد مناسب سے بڑھا جاتا تھا
سب کے سب مہر بہ لب تھے چہ اناث و چہ ذکور

۳۔ ''آنکھوں پر پردہ'' بھی آتا ہے

کیوں ادھر چشمِ عنایت سے نہیں پڑتی نظر
پردے کیا آنکھوں پہ رنجِ بے سبب میں پڑ گئے

(ظفر)

۴۔ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ (البقرہ ۱۸)

بہرے ہیں گونگے ہیں، اندھے ہیں، سو وہ نہیں لوٹیں گے۔

اردو میں صُمٌّ بُكْمٌ ہی محاورہ بن گیا ہے۔ یعنی خاموش اور دم بخود ہو جانا۔ محمد حسین آزاد نے ذوق کے ایک قصیدے کے متعلق (پیری میں پر ضرور ہے جامِ شرابِ ناب لکھا ہے) کہ ''صبح کو دربار میں حاضر ہوئے۔ وقت معین پر ایماء ہوا کہ استاد اپنا قصیدہ عرض کریں۔ انہوں نے پڑھنا شروع کیا مگر کیا دیکھتے ہیں کہ تمام دربار دم بخود، کئی شعر پڑھ گئے سب صُمٌّ بُكْمٌ

۵۔ يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِم مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ

(البقرہ ۱۹)

موت کے ڈر سے مارے کڑک کے انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونسے لیتے ہیں۔ خوف سے کانوں میں انگلیاں دینا اردو میں مستعمل ہے۔ اسیر لکھنوی کا شعر ہے

ڈر گئے مرے نالوں سے موذن ایسے
انگلیاں کانوں میں ہنگامِ اذاں رکھتے ہیں

۶- صِبْغَةَ اللّٰهِ (البقرة ۱۳۸)

اللہ کا رنگ...... صبغۃ مصدر ہے بمعنی رنگ دینا، رنگ چڑھانا، حالت بدل دینا وغیرہ ...... اردو میں بھی مستعمل ہے۔ بیان میرٹھی کا شعر ہے

گوا خوت صبغۃ اللہی سے تھی رنگی ہوئی
پرہوائے جاہ و ثروت نے اڑا دی یک قلم

۷- اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ (البقرة ۱۷۴)

یہ لوگ نہیں کھاتے ہیں اپنے پیٹوں میں مگر آگ، آگ کھانا، "حرام مال پیٹ میں ڈالنا" کے مترادف ہے۔ حرام مال چونکہ قیامت میں نارِ دوزخ کا سبب بنے گا۔ اس لئے اس کو دنیا کے لئے بھی آگ سے تشبیہ دی ہے۔ اردو میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ آگ کھائیں اور انگارے...... مشہور محاورہ ہے۔ اس سے مراد حرام کھانا ہی ہے۔ آگ پھانکنا بھی آتا ہے۔ ذوق کا شعر ہے

کہے یہ رند کہ او زہد فروش آگ نہ پھانک
مانگے گر بادۂ نو، زہد کہن کی قیمت

۸- وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى (البقرة ۱۹۷)

اور زادِ راہ لو۔ پس البتہ بہتر زادِ راہ تقویٰ اور پرہیز گاری ہے۔ یعنی آخرت کے سفر کے لئے توشہ۔

اردو میں بھی پاکبازی اور پرہیز گاری کے لئے توشۂ آخرت بولتے ہیں۔ ظفر کا شعر ہے

گر فکر میں ہو راہ کے توشہ کا کروفر
اے غافلو! نزدیک ہے روزِ سفر آیا

رند کے دو شعر ہیں

؎ چاہیے فکر زادِ راہ ضرور رنداک دن سفر مقرر ہے

توشۂ آخرت کی فکر رہے جی سے جانے کا ہے سفر نزدیک

۹ – وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ (ال عمران ۱۱۹)

اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو تم پر مارے غصے کے انگلیوں کی پوریں کاٹتے ہیں……

انامل، انملہ، کی جمع ہے یعنی انگلی کی پور

ناسخ کا شعر ہے

؎ یار کی شیریں ادائی کا جہاں میں شور ہے

پور جو انگلی کی ہے وہ نیشکر کا پور ہے

نسیم لکھنوی لکھتے ہیں

؎ اک عمر سے وظیفہ ہے صاحب کے نام کا

ناخن کے خط ہیں انگلیوں کی پور پور پر

اردو میں اس محاورے کے سلسلے میں تھوڑا سا فرق ہے۔ غصے میں بوٹیاں کاٹنا اور اپنا جسم دانتوں سے کاٹ کھانا مستعمل ہے…… انگلیاں کاٹنا (تاسف کے ساتھ) حیرت زدہ ہونے کی جگہ بولا جاتا ہے۔

آتش کہتے ہیں

؎ منہ آئینے میں جو دیکھے وہ غیرتِ یوسف

ادھر یہ اور ادھر عکس انگلیاں کاٹے

۱۰ – وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً (الانعام ۔ ۲۵)

اور ہم نے ان کے دلوں پر غلاف (پردے) ڈال دیئے۔ (پارہ ۱۵/۵ میں بھی ہے)

اردو میں دلوں پر پردہ آتا ہے۔ خلیل (شاگرد آتش) کا شعر ہے

؎ نہ سمجھا میں، کیا تجھ سے بت عیار سے خلطہ

خدا ہی جانے کیا غفلت کا پردہ پڑ گیا دل پر

”عقلوں پر پردے“ بھی مستعمل ہے۔ اکبر الٰہ آبادی کا مشہور قطعہ ہے۔

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا
میں نے کہا کہ آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

۱۱ — فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ (التوبة ۵)

پس چھوڑ دو ان کا راستہ۔

اردو میں بھی راستہ دیدینا، راستہ چھوڑنا، سروکار نہ رکھنا وغیرہ مستعمل ہیں۔ جرأت کا شعر ہے

اب جو ملنا نہیں قسمت میں وہاں جانے کو
استخارہ بھی ہمیں راہ نہیں دیتا ہے

۱۲ — وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ (التوبة ۶۷)

اور بند رکھیں اپنی مٹھی۔ (خرچ کرنے کے اصلی موقعوں پر)

اردو میں بھی جوڑ جوڑ کر رکھنے کے معنی میں آتا ہے۔ ظفر کے دو شعر ہیں

غنچے کی مٹھی میں زر ہے، پر نہیں دست کرم
تنگیِ دل اور ہے اور تنگ دستی اور ہے
برنگ غنچہ باغ دہر میں کیا فکر زر کیجئے
بندھی مٹھی ہے اپنی اور جانا ہاتھ خالی ہے

۱۳ — وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا (التوبة ۹۲)

اوران کی آنکھوں سے بہتے تھے آنسو اس غم میں کہ نہیں پاتے وہ چیز جو خرچ کریں۔

تفیض امنڈ کر نکلنا، پھوٹ بہنا مقصود ہے غم سے آنکھوں کا پھوٹ بہنا' اردو میں آتا ہے۔ درد کہتے ہیں

معلوم نہیں آنکھیں یہ کیوں پھوٹ بہی ہیں
روزے کی طرف کس لئے یہ ٹوٹ پڑی ہیں
اے درد سمجھ، سہج نہ آنکھوں کا بہنا
چھاتی کے تئیں دل کو مرے کوٹ بہی ہیں

آتش کا شعر ہے

؎ پھوٹ بہنے دو انہیں یار کے آگے آتش
دل کا احوال بھی آنکھوں کو بیاں کرنے دو

۱۴ ـ وَابْیَضَّتْ عَیْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ (یوسف ۸۴)

اورغم سے اُن کی (یعقوب علیہ السلام کی) آنکھیں سفید ہوگئیں۔اردو میں انتہائی گریہ سے آنکھیں سفید ہوجانا آتا ہے۔اسیر لکھنوی کا شعر ہے۔

؎ یہی گریہ تو پھر کیسی بصارت اے اسیر
ایک دن کردیں گے آنکھوں کو مری آنسو سفید

۱۵ ـ اَلَّذِیْنَ کَانَتْ اَعْیُنُهُمْ فِیْ غِطَآءٍ عَنْ ذِکْرِیْ (الکھف ۱۰۱)

(کافر) جن کی آنکھوں پر پردہ پڑا تھا۔میری یاد سے،ظفر کا شعر ہے

؎ اگر غفلت کا پردہ ہم اٹھاتے اپنی آنکھوں سے
تو جو واں دیکھتے یاں دیکھ جاتے اپنی آنکھوں سے

۱۶ ـ تَکَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا (مریم ۹۰)

(اللہ پاک کی شان میں کس قدر گستاخی ہے کہ لوگ اس کی شان میں اولاد کی احتیاج ثابت کرنے لگے۔) بعید نہیں کہ اس گستاخی پر ابھی آسمان پھٹ پڑیں، اس بات سے اور ٹکڑے ہو زمین اور گر پڑیں پہاڑ ڈھے کر۔اردو میں بھی یہ دعا کے طور پر کہتے ہیں کہ خدا کا غضب نازل ہو۔آسمان ٹوٹ پڑے،آسمان پھٹ پڑے وغیرہ۔

اسیر کا شعر ہے

گور پر ساقی نے توڑا آکے جب مینائے مے
ہم یہ سمجھے آسماں ٹوٹا ہماری خاک پر

رند کہتے ہیں

؎ اجاڑا موسم گل ہی میں "میرا آشیاں"
الٰہی ! ٹوٹ پڑے "صیاد پہ آسماں"

۱۷ – فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ (الحج۔ ۵۴)

پس نرم ہو جائیں اس کے آگے ان کے دل۔

اردو میں دل کا نرم ہونا، دل کا پگھلنا آتا ہے جس کے معنی ہیں دل میں اثر ہونا

ناسخ کا شعر ہے

کیونکر مرے رونے سے دل نرم ہو اس بت کا
پتھر یہ کبھی پانی تاثیر نہیں کرتا

علوم القرآن کی ایک اور تقسیم

تفسیر وہ علم ہے جس میں نظم قرآن کے معنی سے، عربی قواعد کے مطابق، آیات کے سبب نزول، ان کی کیفیت اور ان کی سند اور ان کے طرزِ استدلال وغیرہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے بحث کی جاتی ہے تاکہ احکامِ شرعیہ کے استنباط کرنے پر قدرت حاصل ہو، جن پر عمل کرنے ہی سے دنیا و آخرت کی فلاح و سعادت وابستہ ہے۔ اس سلسلے کے چند ضروری مباحث پیش کیے جاتے ہیں۔

تفسیر و تاویل

علم تفسیر کے اس تعارف کے بعد اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا تفسیر اور تاویل ایک ہی مفہوم و مدعا کے دو تعبیری الفاظ ہیں یا ان دونوں میں کوئی فرق ہے اور فرق ہے تو وہ کیا ہے؟ تو اس باب میں علمائے سلف کے درمیان اختلاف رائے رہا ہے۔ ابو عبیدہ اور ان کے ہم خیال حضرات کا موقف یہ ہے کہ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ اللہ نے اپنے رسول ﷺ سے خطاب فرماتے ہوئے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے کہ "جب کبھی یہ لوگ تمہارے سامنے کوئی نرالی بات لے کر آتے ہیں تو اس کا ٹھیک جواب ہم تمہیں بروقت دے دیتے ہیں۔ "وَاَحْسَنَ تَفْسِیْرًا" (اور بات کی بہترین طریقہ سے تشریح کر دیتے ہیں) اور قرآن کے مفہوم و مراد کو تاویل کے لفظ سے بھی اللہ نے تعبیر کیا ہے۔ "وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ۔" یعنی اس (متشابہ) کی تاویل اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ تفسیر و تاویل دونوں، مدعا و مفاد کے لحاظ سے ایک ہی ہیں۔

لیکن ان کے مقابلہ میں ابن حبیب نیشاپوری، امام راغب اصفہانی اور علامہ قشیری وغیرہم جیسے آئمۂ فن کا قول ہے کہ تفسیر و تاویل کے درمیان فرق ہے اور ابن حبیب تو اس موقف پر اس قدر سختی سے قائم ہیں کہ وہ ایسے لوگوں کو مفسر ماننے ہی کے لئے تیار نہیں جو تفسیر وتاویل کے درمیان کوئی فرق نہیں سمجھتے چنانچہ ان کا کہنا تھا کہ:-

''ہمارے زمانے میں ایسے مفسر پیدا ہو گئے ہیں کہ اگر ان سے تفسیر و تاویل کے درمیان جو فرق ہے، وہ پوچھا جائے تو انہیں اس کا کوئی جواب ہی نہ سوجھے''

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ جن آیتوں میں تفسیر اور تاویل کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہ اپنے لغوی معنی کے لحاظ سے استعمال ہوئے ہیں اور لغوی معنی کے اعتبار سے دونوں کا مفاد و مآل چاہے ایک ہو لیکن یہاں گفتگو اس امر میں ہے کہ علمی وفنی اصطلاح کی رو سے ان دونوں کے درمیان فرق ہے یا نہیں؟

ان دونوں کے درمیان کیا فرق ہے؟ تو اس سلسلہ میں مختلف علمائے نے اپنے اپنے نقطۂ نظر سے مختلف طریقہ پر فرق بیان کیا ہے۔ کسی نے یہ کہا کہ تفسیر کا انحصار سماع اور پیروی میں ہے اور تاویل کا تعلق احکام کے استنباط و استخراج سے ہے۔ کوئی یہ کہتا ہے کہ تاویل حقیقت مراد کی خبر دیتی ہے اور تفسیر دلیل مراد کا بیان کرنا ہے اور کسی کے نزدیک ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ تفسیر کا تعلق روایت سے ہے اور تاویل کا تعلق درایت سے ہے۔

تفسیر کی ضرورت اور اس کے لوازمات

بہر حال یہ تو ایک ضمنی سی بات تھی، کہنا یہ ہے کہ علم تفسیر کے مذکورہ بالا تعارف ہی سے ضرورتِ تفسیر پر روشنی پڑتی ہے جو مختصر طور پر یہ ہے کہ ہر گفتگو اسی لئے ہوتی ہے کہ وہ سمجھی جائے نہ کہ محض الفاظ سن لئے جائیں۔ لہٰذا قرآن کا معاملہ تو بدرجۂ اولیٰ فہم و تدبر کا طالب ہے۔ اسی طرح ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ لوگ کسی علم وفن کی کتاب پڑھیں اور اسے سمجھنے کی کوشش نہ کریں تو جب عام کتابوں کا یہ حال ہے تو کتاب اللہ کا فہم کس قدر ضروری ٹھہرتا ہے، وہ کتاب اللہ جو مسلمانوں کے لئے واحد دستورِ حیات ہے جس میں ان کی فوز و فلاح مضمر ہے اور جس سے ان کی دنیا و آخرت کا قیام وابستہ ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن کی متعدد آیات میں

تدبر قرآن کا مطالبہ کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ تدبر کا تعلق معانی و مطالب ہی سے ہے نہ کہ محض الفاظ کے سن لینے یا دیکھ لینے سے۔

اور دوسری بات جو انتہائی اہم ہے، علم تفسیر کے مذکورہ بالا تعارف سے یہ سامنے آتی ہے کہ تفسیر قرآن کی جرأت کرنے سے پیشتر عربیت میں مہارت تو ہونی ہی چاہئے، لیکن اسی کے ساتھ اسبابِ نزول، ناسخ و منسوخ، محکم و متشابہ اور اعجاز القرآن وغیرہ سے بھی اچھی طرح واقف ہونا لازمی ہے اور یہی وہ علوم ہیں جنہیں ''علوم القرآن'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

نیز واضح رہے کہ محض عربیت اور ''علوم القرآن'' سے اپنے آپ کو آراستہ کر لینا ہی تفسیر قرآن کے باب میں زبان کھولنے اور قلم چلانے کے لئے سند جواز فراہم نہیں کرتا بلکہ حدیث و سنت پر بھی وسیع اور گہری نظر ہونی چاہئے کیونکہ یہ بہرحال ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات وافعال ''تعلیم کتاب'' کے دائرے میں داخل ہیں جس کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مومنوں پر یہ احسان عظیم ہے کہ اس نے خود انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو ان (مومنین) کو قرآنی آیات سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے۔ ''وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ'' (سورۂ آل عمران) (اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے) نیز رسول کریم ﷺ کے ارشادات و اعمال وہ ''تبیین قرآن'' (قرآن کی تشریح و توضیح) ہے جس کی بابت اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ ''ہم نے قرآن تم پر نازل کیا'' لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ (سورۂ نمل) تاکہ لوگوں کے سامنے تم اس چیز کو وضاحت سے بیان کردو جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے۔ لہٰذا محض زبان دانی اور عربیت سے واقفیت کو تفسیر قرآن کے لئے کافی تصور کرنے کا نتیجہ قدم قدم پر ٹھوکر کھانے کے سوا اور کچھ نہیں نکل سکتا۔

اب ہم چند اہم علوم القرآن کا نہایت مختصر طور پر تعارف کراتے ہیں اور ان کی چند افادیتوں پر روشنی ڈالتے ہوئے ان سے متعلق چند ایسی مشہور ترین تالیفات کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں جو خاص ان علوم میں سے کسی علم پر لکھی گئی ہیں۔

اسبابِ نزول

اسبابِ نزول سے مراد وہ واقعہ یا وہ معاملہ ہے جس کے پیش آنے پر کوئی حکم نازل کیا

گیا۔ قرآن مجید کے احکام کم ہی ایسے ہیں جو کسی سوال یا واقعہ یا کسی پیش آمدہ معاملہ کے بغیر نازل ہوئے ہیں۔ اس واقعہ اور پیش آمدہ صورت حال کو "سبب نزول" کہا جاتا ہے اور سمجھنے کے لئے اسے "پس منظر" بھی کہا جا سکتا ہے۔

بعض اوقات قرآن کی ایسی آیات جن کا تعلق احکام سے نہیں ہے، مسلمانوں یا غیر مسلموں کے سوال کے جواب میں نازل ہوئی ہیں ان سوالات کو بھی "اسبابِ نزول" کہا جاتا ہے۔

یہ تو بالکل صحیح ہے کہ قرآن قیامت تک کے لئے اللہ تعالیٰ کا نازل کیا ہوا ضابطۂ حیات ہے اور رہتی دنیا تک کے انسانوں کے لئے ہدایت نامہ ہے، لہٰذا اس کے احکام اور اس کی تعلیمات کسی خاص موقع ومحل سے وابستہ نہیں اگرچہ کسی خاص موقع ومحل پر وہ آیات نازل ہوئی ہیں مگر ان کے الفاظ عام ہیں جو اس موقع ومحل جیسی نوعیت کے قبیل کی تمام نوعیتوں کو شامل ہوں گے لیکن یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ اسبابِ نزول کی معرفت کا کوئی خاص فائدہ نہیں اور اگر کچھ ہے تو بس اتنا کہ اس سے قرآن کی تاریخ معلوم ہو جاتی ہے کیونکہ اسبابِ نزول کا علم اپنے اندر بہت سی اہم اور دوررس افادیت رکھتا ہے مثلاً

اس کا سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ نہ صرف یہ کہ اسبابِ نزول کے علم سے آیتوں کے معنی واضح ہوتے ہیں اور ان کے سمجھنے میں الجھن نہیں ہوتی بلکہ بعض اوقات تو سبب نزول کی معرفت کے بغیر آیت کے اصل مفہوم ومدعا کا سمجھنا ناممکن ہوتا ہے۔

کہیں ایسا بھی ہوتا ہے کہ لفظ تو عام ہے مگر مفہوم میں بالاتفاق خصوصیت ہوتی ہے۔ اس خصوصیت کی وجہ کا علم سبب نزول جانے بغیر ممکن نہیں ہوتا۔

بعض مواقع پر بظاہر آیت سے تحدید وحصر کا گمان ہو جاتا ہے، ایسے موقع پر سبب نزول کے علم ہی سے حصر کا توہم دور ہوتا ہے۔

اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ سبب نزول ہی کے ذریعہ اس شخص کا نام معلوم ہوتا ہے جس کے بارے میں کوئی آیت نازل ہوئی ہے یا اس واقعہ کا علم حاصل ہوتا ہے جس کی طرف کسی آیت میں اشارہ موجود ہے، اور اس طرح اس ذریعہ سے آیت کے مبہم حصہ کی وضاحت ہوتی ہے۔

اسبابِ نزول پر اہم تالیفات

اسبابِ نزول سے متعلق متقدمین نے بھی اور متاخرین نے بھی بکثرت تالیفات کی ہیں، جن میں سے جامع اور مشہور ترین یہ ہیں:

۱۔اسباب النزول۔ مؤلفہ ابن مطرب اندلسی متوفی ۴۰۲ھ

۲۔اسباب النزول۔ مؤلفہ علامہ واحدی متوفی ۴۶۸ھ

۳۔لباب المنقول فی اسباب النزول۔ مؤلفہ علامہ سیوطی متوفی ۹۱۱ھ

ناسخ ومنسوخ

نسخ زائل کرنے اور ایک چیز کو ہٹا کر اس کی جگہ دوسری چیز کے لانے کو کہتے ہیں۔ اصطلاحی الفاظ وقیود میں پڑے بغیر اس کا سیدھا سادہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم کسی خاص زمانے اور مدت تک کے لئے تھا، پھر اس کی جگہ کوئی دوسرا حکم نازل کیا گیا۔ اول الذکر کو منسوخ اور دوسرے کو ناسخ کہتے ہیں۔

یہاں ایک تو یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ نسخ کا تعلق صرف امر وحکم سے ہے، اخبار و قصص سے نہیں اور امر وحکم بھی اس چیز سے متعلق ہو جو ممکن ہو، واجب یا ممتنع نہ ہو مثلاً اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا حکم اور شرک سے بچنے کا حکم کہ اللہ تعالیٰ کا وجود واجب ہے اور شریک محال وممتنع ہے، لہٰذا اللہ پر ایمان کے حکم میں یا شرک سے بچنے کے حکم میں نسخ جاری ہونے کا کوئی سوال نہیں اور دوسری بات یہ مدنظر رکھنے کی ہے کہ نسخ کے لئے چند شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ ان کے بغیر نسخ کا قول قبول نہیں کیا جاسکتا، جن میں سے اہم شرطیں یہ ہیں۔

(الف) منسوخ مقدم ہو اور ناسخ موخر اور ان کے درمیان زمانے کا فصل ہو۔ ایسا نہ ہو کہ ناسخ اگرچہ متاخر تو ہو مگر شرط یا قید وغیرہ کی صورت میں منسوخ سے متصل ہو۔

(ب) دونوں حکموں میں حقیقی تعارض اور تضاد ہو اور دونوں کے درمیان تطبیق نہ دی جاسکے۔

(ج) ناسخ دلیل شرعی ہو، عقلی دلیل نہ ہو۔

نسخ کی حقیقت نہ سمجھنے کی بناء پر بعض اذہان اس کشمکش میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ یہ تو "بدا" ہو گیا۔ "بدا" یہ ہے کہ کسی کے خیال میں ایک بات آئی، پھر اس کی نسبت اس نے

دوسری رائے قائم کر لی۔ گویا نسخ کا نام سن کر ہمارے ذہن میں دو باتیں ابھرتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ پہلا حکم غلط تھا۔ اس لئے اس کے خراب نتائج سامنے آئے تو اس جدید انکشاف کے بعد اس کو منسوخ کر دیا گیا۔ دوسری یہ کہ حکم دینے والا اپنی لاعلمی کی بناء پر پہلے حکم کی غلطی سے آگاہ نہ تھا۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسا ادنیٰ گمان باندھنا بھی گمراہی ہے۔

لیکن اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو اس طرح کا شبہہ پیدا نہیں ہوتا۔ نہ پہلا حکم غلط تھا اور نہ دوسرا حکم خراب نتائج کے سامنے آنے پر دیا گیا جس وقت تک کے لئے پہلا حکم تھا، وہی موزوں، برمحل اور صحیح تھا اور نسخ کوئی جدید انکشاف نہیں ہے، بلکہ کسی حکم کی مدت کا بیان ہے۔ انسان اپنی ناقص فہم و عقل کی بناء پر یہ سمجھے بیٹھا تھا کہ پہلا حکم مستقل اور دائمی ہے اور جب اس کی جگہ دوسرا حکم آیا تو وہ چونک پڑا کہ یہ کیا ہوا؟ کیا اللہ تعالیٰ کو پہلے سے یہ معلوم نہ تھا کہ اس حکم میں یہ غلطی یا ضعف یا خلا ہے؟ تو یہ سارا قصور فہم انسانی کا ہے، ورنہ علم الٰہی میں پہلے ہی سے یہ بات تھی کہ اس مدت تک کے لئے یہ حکم ہوگا اور پھر اس کی جگہ یہ حکم دیا جائے گا، گویا نسخ کا معاملہ ایک طرح کا خدائی منصوبہ ہے جو ازلی ہے اور اسی کے مطابق رفتہ رفتہ وقت کی مناسبت سے احکام نازل کئے جاتے رہے۔

اس کو اس زاویۂ نگاہ سے بآسانی سمجھا جا سکتا ہے کہ ہر شخص اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ شریعت محمدی سے پیشتر کی شریعتیں مکمل نہ تھیں، تکمیل دین کا مرحلہ بعثت محمدی پر موقوف تھا اور ان میں یہ صورت حال رہی کہ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں نماز کے جو اوقات اور اس کی جو ہیئت تھی اس کی جگہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں کوئی اور اوقات اور ہیئت مقرر ہوئی یا مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں زکوٰۃ کی جو نوعیت تھی، اس کی جگہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں دوسری نوعیت ہو گئی۔ (واضح رہے کہ نماز اور زکوٰۃ کا حکم ہر نبی کی شریعت میں تھا جس پر قرآن پاک صراحت کے ساتھ دلالت کرتا ہے) تو جب شریعت محمدی سے پیشتر کی شریعتوں میں ایک خاص ارتقائی تدریج کے ساتھ احکام آتے رہے، یہاں تک کہ تکمیل دین کا مرحلہ آیا اور شریعت محمدی نے اگلی تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا۔ تو یہی صورتِ حال اس ۲۳ برس کے اثناء میں اللہ تعالیٰ کیوں نہیں اختیار فرما سکتا تھا جو نزولِ قرآن کی مدت ہے، کہ معاشرہ کی ایک خاص حد تک اصلاح کے

لئے جس وقت جو حکم موزوں تھا، دیا گیا پھر جب اتنی اصلاح ہو گئی تو اس کی جگہ دوسرا حکم دیا گیا، یا کسی وقتی ضرورت و مصلحت کی بناء پر کوئی حکم دیا گیا پھر جو دائمی حکم تھا وہ دے دیا گیا لہٰذا جب شریعت محمدی سے پیشتر کی شریعتوں میں کوئی "بدا" لازم نہیں آتا اور اللہ تعالیٰ پر (نعوذ باللہ) لاعلمی اور غلط اندیشی کا الزام عائد نہیں ہوتا تو پھر اس ۲۳ سالہ مدت کے دوران کیوں "بدا" لازم آئے اور اس سے اللہ تعالیٰ کے علم و کمال پر کیوں کوئی حرف آئے؟

یہی وجہ ہے کہ جمہور علماء قرآن میں نسخ کے قائل ہیں۔ ان کے درمیان اگر اختلاف ہے تو تفصیلات میں ہے، ورنہ بجائے خود قرآن کے بعض احکام سے اس بات کی واضح شہادت ملتی ہے کہ ایک حکم ایک زمانے تک کے لئے تھا، پھر اس کی جگہ دوسرا حکم آیا۔ مثلاً قتال فی سبیل اللہ کے لئے پہلے ایک اور دس کی نسبت تھی پھر ایک اور دو کی نسبت قرار دی گئی یا مثلاً مکی دور میں اور مدنی دور کے ابتدائی ۱۶-۱۷ مہینوں تک بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنے کا حکم تھا، پھر اس کی جگہ کعبہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنے کا حکم آیا۔

اس طرح کی آیتوں کو دیکھ کر بعض مشہور اہل علم و فضل، جو نسخ کے قائل نہیں ہیں ایسی راہ نکالنے پر مجبور ہوئے ہیں جس سے نسخ کا اقرار بھی کرنا پڑے اور بات بھی بن جائے چنانچہ انہوں نے اس کے لئے ایک مستقل اصطلاح مقرر فرمائی ہے اور وہ ہے: "محکم موقت"، یعنی ایک حکم جو اپنی جگہ محکم تھا لیکن ایک وقت خاص تک کے لئے تھا۔ ظاہر ہے کہ نسخ کی حقیقت بھی یہی ہے لہٰذا یہ تو دراصل نزاع لفظی کی نوعیت ہوگی)

افادیت

رہی یہ بات کہ ناسخ و منسوخ کا علم اپنے اندر کون سی افادیتیں رکھتا ہے تو اس باب میں واضح طور پر دو باتیں سامنے آتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ ناسخ و منسوخ کے علم سے حکمت تشریح معلوم ہوتی ہے، یعنی یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ کون سی مصلحتیں اور حکمتیں تھیں جن کی بناء پر شریعت کے قوانین کے اجراء میں تدریج سے کام لیا گیا اور جب اللہ تعالیٰ کے اوامر و احکام کے اس طرح تدریجی طور پر مشروع ہونے کی حکمتوں پر نظر رہے گی تو پھر اسلامی نظام قائم کرنے کی توفیق پانے والے اشخاص و رجال کے لئے یہ مرحلہ آسان ہوگا کہ وہ اپنے زمانے

کے حالات واقتضاءات کو ملحوظ رکھ کر دیکھیں کہ ان نت نئے مسائل کو کس طرح تدریجاً حل کر سکتے ہیں جو اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور ان نئی قسم کی خرابیوں کی اصلاح کے لئے کب کون سا قدم اٹھائیں، جن کی اصلاحی تدبیروں کی صراحت۔ کتاب وسنت میں نہیں ملتی، کیونکہ اس زمانے میں یہ خرابیاں موجود نہ تھیں۔

دوسرا اہم فائدہ ناسخ ومنسوخ کے علم کا یہ ہے کہ اس سے اس تدریجی نظام تعلیم وتربیت پر روشنی پڑتی ہے جو نزولِ قرآن کے زمانے میں اختیار کیا گیا تھا اور جب اس نظام پر نظر رہے گی تو اسلام کو سربلند کرنے کی تحریک کے قائدین اپنی تنظیم سے منسلک افراد کے عمل پیرا ہونے کے لئے جو قواعد وضوابط مرتب کریں گے ان میں اس تدریجی نظام سے پوری طرح رہنمائی حاصل کریں گے۔

بحث نسخ پر تالیفات

اس موضوع پر بھی بکثرت علمائے سلف نے کتابیں لکھی ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

(۱) ابن واقد المروزی متوفی ۱۵۷ھ

(۲) امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ

(۳) ابوعبید قاسم بن سلام متوفی ۲۲۴ھ

(۴) ابوجعفر النحاس متوفی ۳۳۸ھ

(۵) ابن حزم متوفی ۴۵۶ھ

(۶) ابن ہلال النحوی متوفی ۵۲۰ھ

(۷) ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ

(۸) برھان الدین الناجی متوفی ۹۰۰ھ

اعجاز القرآن

قرآن مجید نے سورۂ بنی اسرائیل میں دعویٰ کیا ہے کہ اگر دنیا کے سارے انس وجن جمع ہو کر باہمی تعاون سے بھی قرآن کی طرح کا کلام بنانا چاہیں تو وہ کبھی اس جیسا نہیں بنا سکتے۔ اور سورۂ ہود میں ان لوگوں کو چیلنج کیا گیا ہے جو قرآن کو کلامِ الٰہی نہیں مانتے تھے بلکہ

کہتے تھے کہ یہ محمد (ﷺ) کا اپنا گھڑا ہوا کلام ہے۔ فرمایا کہ اگر یہ لوگ اپنے ادعا میں سچے ہیں تو اے رسول ﷺ، ان سے کہو کہ (تم بھی اہل زبان ہو) لہٰذا اپنے ادّعا کی سچائی ثابت کرنے کے لئے زیادہ نہیں، قرآن کی دس ہی سورتوں جیسی سورتیں بنا کر دکھا دو اور اس کام کے لئے جتنے مددگار فراہم کر سکتے ہو ان سب کو اپنی مدد کے لئے بلا لو۔ پھر سورۂ بقرہ میں قرآن کے کلامِ الٰہی ہونے میں شک وشبہ کرنے والوں کو یہ چیلنج دیا گیا کہ اگر تمہارے خیال کے مطابق یہ کتاب اللہ نہیں ہے تو چلو، قرآن کی سورتوں میں سے کسی ایک ہی سورہ جیسی سورہ بنا کر دکھا دو اور جو تمہارے حمایتی ہیں ان سب کو اپنی مدد کے لئے بلا لو۔

لیکن منکرین حق نے اسلام کو مٹانے کے لئے سارے جتن کئے یہاں تک کہ جنگیں کیں جن میں بہرحال خود ان کے بھی جان و مال کا نقصان تھا جو ہوا۔ قرآن اور نبوت محمدیہ کے خلاف ہر طرح کی سازشیں کیں۔ شرمناک سے شرمناک تر پروپیگنڈا کیا لیکن اپنی فصاحت و بلاغت پر نازاں اور اپنے مقابلہ پر ساری دنیا کو عجم (گونگے) کہنے والے ان منکرین حق سے اتنا نہ ہو سکا کہ قرآن کی سورتوں میں سے چھوٹی سے چھوٹی ایک سورہ جیسی بھی سورہ بنا کر دکھا دیتے حالانکہ وہ اگر ایسا کر سکتے تو ضرور کرتے، بالخصوص جب انہیں چیلنج دیا جا رہا تھا کیونکہ پھر نہایت آسانی سے قرآن کے خلاف ایک ایسا زبردست ثبوت ان کے ہاتھ آ جاتا جس کی موجودگی میں انہیں نہ سازش کرنے کی ضرورت پیش آتی نہ جنگیں کرنے کی اور نہ انہیں اپنی بے بسی اور بے چارگی پر پردہ ڈالنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کے حق میں کبھی ساحر اور کبھی مجنون اور کبھی شاعر کہنے کی گستاخی کا وبال مول لینا پڑتا۔ بس ایک سورہ بنا کر دیوارِ کعبہ پر آویزاں کر دینا ہی کافی تھا۔ پھر جو کسی نے اس پر سورۃ الکوثر لکھ کر آویزاں کر دیا تھا اسے لوگ نوچ کر پھینک دیتے اور کوئی نہ ہوتا جو اس کے نیچے یہ لکھ سکتا کہ "ماھذا قول البشر" (یہ کسی بشر کا کلام نہیں ہے) معلوم ہوا کہ قرآن مجید ایک معجزہ ہے، کیونکہ معجزہ نام ہی ہے اس چیز کا جس کے ساتھ چیلنج ہو اور جس کا مثل پیش کرنے سے لوگ قاصر ہوں اور جو نبی کی نبوت کے لئے دلیل کی حیثیت سے سامنے لایا جائے۔

افادیت وضرورت

لہٰذا ضروری ٹھہرتا ہے کہ ہم ان ساری جہات اور ان ساری وجوہ کو جانیں جن کا تعلق

اعجاز القرآن سے ہے تاکہ قرآن کا اعجاز پورے دلائل و براہین کے ساتھ واضح طور پر ہمارے سامنے آجائے کیونکہ قرآن جس طرح ایک دائمی ضابطۂ حیات ہے اسی طرح اس کا یہ چیلنج رہتی دنیا تک کے لئے ہے۔اس میں نہ کسی خطہ کی کوئی تخصیص ہے اور نہ کسی زمانے کی کوئی خصوصیت ہے۔عرب ہو یا عجم، شمال ہو یا جنوب، مشرق ہو یا مغرب۔آج بھی قرآن سب سے پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ اگر تمہیں قرآن کے کلامِ الٰہی ہونے میں کوئی شک وشبہ ہے تو "فاتوا بسورة من مثله" (اس کی ایک ہی سورہ جیسی سورہ بنالاؤ) نیز اعجازِ قرآن کی وجوہ سے واقف ہونے کے بعد ہم ایک بڑی حد تک ان امتیازات وخصوصیات کو بھی سمجھ سکتے ہیں جو قرآن کو اپنے سے پیشتر کی کتب آسمانی کے مقابلہ میں حاصل ہیں۔ساتھ ہی اس ضمن میں ہم ہر اس فرق کو جان سکتے ہیں جو معجزہ اور سحر کے درمیان ہے پھر ہم سمجھ سکتے ہیں کہ منکرین قرآن نے اپنی خوئے بد کی پردہ پوشی کے لئے قرآن کو سحر کہنے کا جو بہانہ تراشا تھا تو کیا وہ خود کسی غلط فہمی میں مبتلا تھے یا جانتے بوجھتے دوسروں کو فریب دینا چاہتے تھے؟

اعجاز القرآن پر تالیفات

اس موضوع پر بھی ہمارے علمائے سلف نے بہت سی چھوٹی بڑی ہر قسم کی تالیفات کی ہیں۔جن میں سے چند مشہور ترین یہ ہیں:-

(۱) اعجاز القرآن مولفہ ابن یزید الواسطی متوفی ۳۰۶ھ

(۲) النکت فی اعجاز القرآن مولفہ ابوالحسن رمانی متوفی ۳۸۴ھ

(۳) اعجاز القرآن مولفہ خطابی متوفی ۳۸۸ھ

(۴) اعجاز القرآن مولفہ ابوبکر باقلانی متوفی ۴۰۳ھ

(۵) اعجاز القرآن مولفہ عبدالقاہر جرجانی متوفی ۴۷۴ھ

(۶) اعجاز القرآن مولفہ زملکانی متوفی ۷۲۷ھ

امثال القرآن

قرآن مجید میں باطل اور باطل پرستوں کے عقیدے اور بہت سے اعمال اور ان کی چند سرگرمیوں اور حق اور حق کے خوشگوار نتائج وغیرہ سے متعلق بہت سی جگہوں پر تمثیلات بیان

کی گئی ہیں۔ مثلاً عقیدۂ شرک کے ضعف کو مکڑی کے جالے سے تشبیہ دی گئی ہے، یا مثلاً دل و دماغ اور آنکھ رکھتے ہوئے حق سے روگردانی کرنے والوں کو چوپایوں سے تشبیہ دی گئی ہے یا مثلاً انفاق فی سبیل اللہ کے خوشگوار نتائج کو ایک بیج سے پھوٹی ہوئی سات بالوں اور ہر بال سے نکلے ہوئے سو دانوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔

قرآنی تمثیلات میں سے بعض تمثیلات پر اعتراض کرنے والوں نے متعجبانہ لب ولہجہ میں کچھ اعتراض بھی کیا تھا اور قرآن نے اس کا جواب بھی دیا ہے۔

ظاہر ہے کہ قرآن کا مطالعہ کرنے والے کے سامنے جب یہ تمثیلات آتی ہیں تو وہ ہر اس مقام پر اس مدعا کو سمجھنا چاہتا ہے جو اس جگہ بیان کردہ تمثیل کا ہے۔

افادیت

قرآنی تمثیلات کی حقیقت و حکمت کے علم سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن نے اپنی تعلیمات اور اپنے پیغام کی تفہیم کے لئے جس طرح دوسرے بہت سے دلائل بیان کئے ہیں اسی طرح تمثیلات کے ذریعہ بھی لوگوں کے ذہنوں میں حق کو راسخ کرنے کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ پھر ہمیں اس بات سے واقفیت ہوتی ہے کہ یہ تمثیلات دلائل کس طرح بنتی ہیں اور یہ کہ کن مقاصد اور کن حکمتوں کی بناء پر اور کس سطح کے اذہان کی تفہیم کی خاطر اثبات مدعا کے لئے تمثیل کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے اور پھر ان معلومات سے ہم اسلام کی دعوت و تبلیغ میں بڑے مفید کام لے سکتے ہیں کیونکہ اولاً تو ہر زبان میں اظہارِ مافی الضمیر اور اثباتِ مدعا کے لئے تشبیہات و تمثیلات استعمال کرنے کا طریقہ رائج ہے، ثانیاً یہ کہ کیسے افراد کو سمجھانے کے لئے کس قسم کی تشبیہ سے کام لینا چاہئے، و ثالثاً یہ کہ تشبیہ و تمثیل سے کام لے کر تذکیر، وعظ و نصیحت، ترغیب و تحریض، زجر، عبرت دلانے، مراد کو فہم سے قریب لانے اور عقلی باتوں کو محسوس شکل میں سامنے رکھنے کا اصل موقع کب اور کہاں ہوتا ہے اور اس کے حدود و شرائط کیا ہیں۔

تمثیلات کے متعلق تالیفات

ہمارے علمائے سلف نے اس موضوع کو بھی نظر انداز نہیں کیا ہے۔ چنانچہ ایک خاص

تعداد ایسے علماء کی بھی ہے جس نے اس موضوع پر تالیفات کی ہیں جن میں ابو عبد الرحمان السلمی متوفی ۴۱۲ھ اور ابوالحسن ماوردی متوفی ۴۵۰ھ کی تالیفات بہت مشہور ہیں۔

محکم و متشابہ

قرآن مجید کی سورہ آل عمران کے پہلے رکوع سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب اللہ کی تعلیم دو قسموں پر مشتمل ہے۔ ایک محکم، دوسری متشابہ چنانچہ اپنے رسول کو مخاطب فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہی الحی القیوم ہے جس نے تم پر الکتاب نازل کی۔ "مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَات (جس میں ایک قسم تو محکم آیتوں کی ہے اور وہ کتاب کی اصل و بنیاد ہے۔ دوسری متشابہات کی ہے) محکم یعنی ایسی آیتیں جو اپنے ایک ہی معنی میں اٹل اور ظاہر ہیں اور متشابہ وہ آیتیں جن کا مفہوم و مدعا واضح اور قطعی نہیں۔

بات بالکل صاف ہے۔ اس لئے کہ قرآن کی ساری تعلیمات دو قسموں میں بٹی ہوئی ہیں۔ ایک وہ جس کا تعلق توحید و رسالت اوامر و نواہی اور حلال و حرام سے ہے۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن کو انسانی ذہن پورے طور پر سمجھ سکتا ہے اور دوسری وہ قسم جس کا تعلق ماورائے عقل حقائق سے ہے اور انسان اپنی ناقص عقل کے ذریعے ان کا صحیح ادراک کرنے سے قاصر ہے۔ مثلاً خدا کی ہستی، زندگی بعد موت، عالم آخرت کے احوال، عذاب و ثواب کی حقیقت۔ یہ چیزیں خلاف عقل نہیں مگر ماورائے عقل ضرور ہیں لہٰذا ضروری تھا کہ ایسی چیزوں کا بیان ایسے پیرائے میں کیا جاتا جو فہم انسانی کے لئے ناقابل برداشت نہ ہو، چنانچہ ان چیزوں کو فہم انسانی سے ممکن حد تک قریب لانے کے لئے تشبیہ و مجاز سے کام لیا گیا ہے اور ان کی اصل حقیقت کا علم اللہ کو ہے۔ اب اگر ایک شخص کج فہمی سے کاوش کرنی چاہے تو طرح طرح کے معانی و مباحث کے احتمالات پیدا کر سکتا ہے۔ چنانچہ آگے ارشاد ہوا ہے کہ

وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا ۔ (آل عمران ۔۷)

اس (کتاب اللہ کی قسم متشابہ) کی تاویل اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور علم میں جو لوگ راسخ ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں کیونکہ یہ سب کچھ

ہمارے رب کی طرف سے ہے۔

لیکن کچھ تو اس آیت کے مفہوم ومعنی میں فکری اختلاف کے سبب اور کچھ یونانی فلسفہ کے اثرات نے ذہنوں میں جو تشویش پیدا کر دی تھی اسے دور کرنے اور اس فلسفہ سے متاثر دماغوں کو مطمئن کرنے کے لئے محکم ومتشابہ کے باب میں دقیق اور وسیع بحثیں کی گئی ہیں اور یہ موضوع علوم قرآن کا ایک نہایت اہم نازک اور وسیع موضوع بن گیا چنانچہ مفسرین کی ایک جماعت کا اس باب میں موقف یہ ہے کہ محکم ومتشابہ کا معاملہ اس قدر آسان نہیں کہ اس طرح سرسری طور پر گزر جایا جائے کیونکہ مذکورہ آیت کریمہ کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ

"متشابہ کی تاویل اللہ تعالیٰ اور ایسے راسخین فی العلم کے سوا کوئی نہیں جانتا جن کی حالت یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور ہمارا یقین واذعان ہے کہ سب اللہ کی جانب سے ہے۔"

اس طرح ان حضرات کے نزدیک محکم تو وہ آیت قرار پاتی ہے جس کے سمجھنے کے لئے محض عربی زبان کا جاننا کافی ہے اور متشابہات کے فہم کے لئے محض عربیت سے واقفیت کافی نہیں بلکہ "رسوخ فی العلم" ہونا چاہئے اور ظاہر ہے کہ رسوخ فی العلم محض عربی جاننے کا نام نہیں ہے بلکہ اس کے لئے کچھ اور بھی شرائط کی تکمیل کرنی ہوتی ہے۔ تب کہیں جا کر چمن میں دیدہ دری کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ موقف رکھنے والے علماء کے نزدیک محکم وہ آیت ہے جو اس قدر واضح اور بین ہو اور اتنی صریح ہو جس کے لئے کسی تفسیر اور بیان کی حاجت نہ ہو اور جس کے مفہوم کے متعلق عربی زبان کے ماہر شخص کو کسی قسم کا تردد یا تذبذب نہ ہو اور متشابہ وہ آیت ہے جو محتاج بیان ہو، کیونکہ اس سے بیک وقت ایک سے زائد معنی مراد لئے جا سکتے ہیں پھر ان حضرات کے نزدیک متشابہات کی دو شاخیں ہیں۔ ایک تو وہ جن کا تعلق احکام سے ہے اور بندوں سے کسی عمل کا مطالبہ کیا گیا ہے اور دوسری وہ جن کا تعلق احکام وقوانین سے نہیں ہے بلکہ ایسی صفاتِ باری تعالیٰ سے ہے جو بظاہر اللہ کی تنزیہہ کے خلاف جاتی ہیں۔ مثلاً اللہ کے لئے ید (ہاتھ) اور "ساق" (پنڈلی) کے جو الفاظ استعمال کیے گئے ہیں اور متشابہات کی اس قسم ثانی میں حروف مقطعات بھی داخل ہیں۔ پھر ہر ایک سے متعلق مختلف مباحث ہیں۔ (تاریخ علوم وافکار اسلامی)

اس کے علاوہ محکم ومتشابہہ کی چند دوسری تعریفیں بھی کی گئی ہیں جن کی تعداد چودہ تک پہنچتی ہے۔ اس طرح محکمہ ومتشابہہ کی بحث نے پھیلتے پھیلتے گویا ایک مستقل علم کی نوعیت اختیار کرلی ہے۔ (تفصیل الاتقان میں دیکھیے)

افادیت وضرورت

ظاہر ہے کہ جب قرآن کا مطالعہ کیا جائے گا تو اس میں محکم ومتشابہہ کے الفاظ سامنے آئیں گے اور انسانی ذہن میں مختلف سوالات ابھریں گے۔ مثلاً یہ کہ اگر متشابہہ سے مقصود وہ مطالب ہیں جن کا علم اللہ کے سوا کسی اور کو نہیں اور نہ جن تک انسانی فہم وعقل کی دسترس ہو سکتی ہے تو پھر ایسی آیتوں کے نازل کیے جانے کا مقصد اور ان کی تنزیل میں حکمت کیا ہے جبکہ وہ ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں اور دوسری طرف قرآن میں تدبر کا مطالبہ بھی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ متشابہات بھی قرآن کا ایک حصہ ہیں۔ اور اگر متشابہہ سے مراد وہ آیت ہے جس میں ایک سے زائد معنی وتعبیر کا احتمال ہو اور جس کی مذکورہ دو شاخیں بیان کی جاتی ہیں تو پھر ہر ایک کی تنزیل میں حکمت کیا ہے۔ غرض یہ اور اسی قسم کی دوسری الجھنیں پیدا ہوتی ہیں۔ لہٰذا اس موضوع سے واقفیت بہم پہنچانے کے بعد انسان کو بہت سی فکری غذائیں حاصل ہوتی ہیں اور ذہن کو بہت سے سوالات کے جوابات ملتے ہیں اور اس صحیح روش کا پتہ ملتا ہے جسے اس باب میں اختیار کرنا چاہیے۔

اس سلسلے کی تالیفات

ویسے تو امام راغب نے اپنی ''مفردات القرآن'' میں اور امام رازی نے اپنی تفسیر میں اور دوسرے مفسرین نے بھی اپنی اپنی تالیفات میں اس موضوع پر خاص طور پر طویل بحثیں کی ہیں لیکن خاص اس موضوع پر بھی بکثرت علماء نے مستقل کتابیں تالیف کی ہیں مثلاً مشہور امام نحو وقرأت کسائی متوفی ۱۸۹ھ نے البرھان فی توجیہ متشابہۃ القرآن کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، اسی طرح ابن حبیب نیشاپوری متوفی ۲۳۸ھ نے اس موضوع پر ایک تالیف کی ہے۔ نیز علامہ ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ کی ایک کتاب ''الاکلیل فی المتشابھۃ والتاویل'' کے نام سے ہے اور ان کے شاگرد علامہ ابن قیم متوفی ۷۵۱ھ کی بھی ایک تالیف ہے۔

قرآن پاک میں قسموں کا بیان

قرآن مجید میں مختلف چیزوں کی قسمیں یاد فرمائی گئی ہیں کہیں انجیر اور زیتون کی، کہیں آسمان اور ستارے کی، کہیں بکھیر دینے والی ہواؤں کی، کہیں طور کی اور کہیں سرپٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی۔

ان قسموں کو دیکھ کر بہرحال ذہن میں سوالات گزرتے ہیں۔

ان قسموں سے مقصود کیا ہے؟

قسم فی نفسہٖ الٰہی شان اور عظمت الٰہی کے خلاف ہے، قسم وہ اُٹھاتا ہے جسے اپنی بات کے متعلق یقین نہ ہو کہ لوگ بھروسہ کریں گے۔

بنیادی عقیدوں (توحید- رسالت- آخرت) پر قسمیں کھائی گئی ہیں اور ان مسائل کا حل قسموں سے نہیں ہوسکتا کیونکہ مخالف طالب حجت ہوتا ہے تو کیا قسم کسی طرح کی دلیل ہے؟ اور جو ان عقیدوں کو مان رہا ہے اس کے لئے اس کی حاجت نہیں وہ تو ایمان لا ہی چکا ہے۔

عام طور پر قسم بلند مرتبہ چیز کی کھائی جاتی ہے۔ قرآن میں جو قسمیں ہیں ان میں انجیر و زیتون جیسی چیزیں بھی ہیں اور پھر کوئی قسم چاہے جس قدر بلند مرتبہ چیز کی ہو، وہ رہے گی تو مخلوق ہی اور قسم کھانے والا خالق ہے۔ لہٰذا اسے کس طرح زیبا ہے کہ اپنی مخلوق کی قسم کھائے؟ یہ اور اسی طرح کے بعض دوسرے شبہات کے ازالہ کے لئے ہمارے مفسرین نے اس موضوع پر سیر حاصل بحثیں کی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن میں جن چیزوں کی قسمیں کھائی گئی ہیں ان کو اصل میں شہادت کے طور پر سامنے لایا گیا ہے۔ یوں قسم کا مطلب جب شہادت پیش کرنا ٹھہرا تو یہی شہادت دوسرے لفظوں میں استدلال بن جاتی ہے۔ مثلاً قرآن میں ارشاد ہوا ہے کہ "والعصر ان الانسان لفی خسر ...... زمانے کی قسم کہ انسان گھاٹے میں ہے ......" مطلب یہ کہ زمانہ اس بات کی شہادت دے رہا ہے کہ انسان ہمیشہ گھاٹے ہی میں رہا ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کی زندگی بسر کی۔

افادیت وضرورت

ظاہر ہے کہ جب قرآنی قسموں کے باب میں قدرتاً متذکرہ بالا نوعیتوں کے سوالات ذہنوں میں پیدا ہوتے ہیں تو یہ ایک ایسا موضوع ٹھہرا جس پر گفتگو سے ان سارے شبہات کا حل سامنے آجاتا ہے جن سے ذہن کو واسطہ پڑتا ہے اور ذہن کے ایسے دریچے کھلتے ہیں جن سے قرآن کے طرزِ استدلال کی ایک عجیب اور نادر دنیا سامنے آتی ہے۔

قسموں کے متعلق تالیفات

ویسے تو امام رازی نے اپنی تفسیر میں اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے اور بڑی دقیق بحثیں کی ہیں، لیکن مستقل اس موضوع پر آج ہمارے سامنے جو کتابیں ہیں ان میں ایک تو علامہ ابن قیم کی ''التبیان فی اقسام القرآن'' ہے اور دوسری جو حرف آخر کی حیثیت رکھتی ہے وہ علامہ حمید الدین فراہی متوفی ۱۳۴۹ھ کی ''الامعان فی اقسام القرآن'' ہے جس کا اردو ترجمہ ان کے تلمیذ خاص مولانا امین احسن اصلاحی کے قلم سے شائع ہو چکا ہے۔

قصص القرآن

قرآن مجید میں انبیائے سابقین اور ان کی دعوت و تبلیغ سے متعلق متعدد مقامات پر واقعات بیان ہوئے ہیں نیز گزشتہ قوموں کے حالات و واردات بیان کئے گئے ہیں۔

ظاہر ہے کہ قرآن تاریخ کی یا قصوں اور کہانیوں کی کوئی کتاب نہیں ہے، بلکہ یہ ہدایت نامہ ہے، یہ ضابطۂ عمل ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے ذریعہ اپنے بندوں کے پاس بھیجا ہے۔ لہٰذا اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کن فوائد کے پیش نظر علوم القرآن میں ''قصص القرآن'' کا شمار بھی کیا گیا ہے۔ تو اس سلسلہ میں چار بنیادی باتیں ہیں جو قصص القرآن میں فکر و تدبر سے ہمیں حاصل ہوتی ہیں۔

۱۔ سورۂ فاتحہ میں بندے نے اپنے رب سے دعا کی تھی کہ:۔

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ ۔

اے اللہ ہمیں صراط مستقیم (سیدھے راستے) کی ہدایت دے...... ان لوگوں کا راستہ

جنہیں تو نے اپنے انعامات سے نوازا، نہ کہ ان لوگوں کا راستہ جن پر غضب نازل کیا گیا اور نہ ان لوگوں کا راستہ جو گمراہ ہوئے۔

گویا جواب میں اللہ تعالیٰ نے سامنے رکھ دیں وہ ساری راہیں جن کا تذکرہ اس دعا میں تھا۔ اور بتا دیا کہ یہ ہیں وہ لوگ جن پر انعامات الٰہی کی بارشیں ہوئیں اور ان کا راستہ یہ ہے اور یہ ہیں وہ لوگ جو غضب الٰہی میں گرفتار ہوئے اور ان کا راستہ یہ ہے اور یہ ہیں وہ لوگ جو گمراہ ہوئے اور ان کا راستہ یہ ہے۔

۲- دوسری تعلیم جو قصص القرآن سے ہمیں ملتی ہے وہ یہ کہ اسلام کوئی نیا دین نہیں جس کو لے کر محمد رسول اللہ ﷺ اٹھے بلکہ یہ اللہ کا وہ واحد دین ہے جس کی طرف دعوت دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے رسالت کا سلسلہ قائم فرمایا اور دنیا کی عمر کے ساتھ ساتھ تہذیب و تمدن اور علم و عقل کے لحاظ سے قومیں جیسے جیسے ترقی کرتی گئیں یہ دین مختلف رسولوں کے ذریعہ شریعت اور منہاج کے لحاظ سے تکمیل کو پہنچتا رہا یہاں تک کہ نبوت محمدیہ کے وقت وہ کمال کی آخری حد کو پہنچ کر تمام ہو گیا اور وحی و نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

۳- تیسری تعلیم یہ ملتی ہے کہ جس طرح سارے انبیاء کا اصل دین یہی اسلام تھا اسی طرح ان کی دعوت کے ساتھ لوگوں نے جو برتاؤ کئے ان میں بھی پوری یکسانیت پائی جاتی ہے۔ ماننے والوں کے سامنے آزمائشیں آئیں وہ ان میں پورے اترے اور بالآخر کامیاب رہے۔ نہ ماننے والوں کو مہلت دی گئی مگر آخرکار وہ نامرادی و بربادی سے دوچار ہوئے۔

۴- اور چوتھا سبق یہ ملتا ہے کہ جو لوگ دعوت حق کا انکار کرتے ہوئے خدا کی مرضی کے خلاف اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لئے راہیں تجویز کرتے اور ان پر عمل پیرا ہوتے ہیں انہیں آخرکار اس تباہی اور بربادی سے دوچار ہونا پڑے گا جو ہمیشہ سے گمراہی اور فساد پر اصرار کرنے والی قوموں کے حصہ میں آتی رہی ہے۔ اس میں کبھی تبدیلی نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ اللہ کی سنت اور فطرت کا اٹل قانون ہے۔

سُنَّةَ مَنْ قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا ۔ (بنی اسرائیل)

یہ ہماری سنت ہے جسے ہم نے ان سب رسولوں کے معاملہ میں برتا ہے جنہیں تم سے پہلے ہم نے بھیجا تھا اور ہماری سنت میں تم کبھی تغیر نہ پاؤ گے۔

ضمناً قرآن اپنے ماننے والوں کو بھی متنبہ اور خبردار کررہا ہے کہ اگر تم نے قرآن کے مطالبات اور ایمان و اسلام کے تقاضے پورے نہ کئے تو یہ نہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ سے تمہاری کوئی رشتہ داری ہے اس لئے تمہارے معاملہ میں وہ اپنی سنت کو بدل دے گا۔ انجام کار تمہیں بھی اس چکی میں پسنا پڑے گا جو اخلاقی گراوٹ کے نتیجہ میں چل پڑتی ہے۔

قصص پر تالیفات

اس موضوع پر زیادہ تر مفسرین نے اپنی کتب تفسیر میں گفتگوئیں کی ہیں اور "قصص القرآن" کے موضوع پر مستقل کتابیں کم تالیف کی گئی ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:-

(۱) ابوالقاسم عبدالرحمان السہیلی متوفی ۵۸۱ھ نے "التعریف والاعلام بما انبھم فی القرآن من الاسماء و الاعلام" کے نام سے ایک کتاب تالیف کی ہے۔

(۲) "ضبط اسماء الانبیاء علیھم السلام الذین ذکروا فی القرآن الکریم" مولفہ علامہ احمد العدوی۔

(۳) "فتح المنان فی بیان مشاھیر الرسل فی القرآن۔" مولفہ احمد السجاعی متوفی ۱۱۹۷ھ

(۴) "التقریر فی التکریر" مولفہ محمد ابوالخیر عابدین متوفی ۱۳۴۳ھ

تفسیر وتاویل (ایک اور پہلو سے)

قرآن مجید علوم کا سرچشمہ ہے اس کے جملہ علوم کا احاطہ انسانی بس سے باہر ہے۔ انہی میں سے ایک علم تفسیر و تاویل بھی ہے اصلاً یہاں علم تفسیر کو بیان کرنا مقصود ہے اور ضمناً "تاویل" کا بیان بھی ہو جائے گا علم تفسیر کا جاننا خاص طور پر مفسر کے لئے نہایت ہی ضروری ہے کیونکہ علم آیات متشابہات، سبب نزول، اسماء قرآن وسور، ضمار، محکم ومتشابہ، ناسخ ومنسوخ، امثال القرآن، اعلام القرآن وغیرہ اس علم کے متعلقات سے ہیں۔

تفسیر کا مادہ ف۔س۔ر (فسر) ہے اور اس مادہ سے جو الفاظ بنتے ہیں ان میں بالعموم شرح و ایضاح کے معنی شامل ہوتے ہیں۔ چنانچہ فسر (ماضی) کے مصدری معنی ہیں "واضح کرنا، تشریح کرنا، مراد بتانا، پردہ ہٹانا" جبکہ فَسْراً کے معنی بھی واضح کرنے اور کھولنے کے

آتے ہیں۔ فسر الامر کے معنی ہوں گے معاملہ کی وضاحت کرنا۔ مراد بتانا۔ اسی سے تفسیر ہے کیونکہ اس میں عبارت کو کھول کر معانی کی وضاحت کی جاتی ہے۔ اسی سے ایک اور لفظ تفسرۃ ہے۔ تفسرہ اس (قارورہ) کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ طبیب مرض کی شناخت کرتا ہے۔ اسی وجہ سے اس کے معنی میں ہر وہ چیز داخل ہے جس سے دوسری چیز پر استدلال کر سکیں۔

اسی طرح ایک اور قریبی (س۔ف۔ر) "سفر" کے معنی بھی پردہ ہٹانے اور متفرق کرنے کے ہیں۔ چنانچہ عربی کا محاورہ ہے۔ "سفرت المراۃ عن وجهها" یعنی عورت نے چہرہ کھولا "سفر الصبح"...... کے معنی میں روشن ہونا اور "سفر الشئ" کے معنی ہیں جدا جدا کرنا۔ پراگندہ و منتشر کرنا۔ "سفر الریح السحاب" کے معنی ہوں گے۔ ہوا نے بادل کو کھول دیا اور سفرۃ جھاڑو کو کہتے ہیں کیونکہ وہ مٹی کو جھاڑ کر زمین کو کھول دیتا ہے۔ اسی (سفر) سے سفر ہے یعنی راستہ طے کرنا۔ قطع مسافت کے لئے سفر کا نام اس لئے پڑا کہ وہ مسافروں کے رخ اور ان کے اخلاق کو ظاہر کرتا ہے اور جو بات ان میں چھپی ہوتی ہے اسے کھول دیتا ہے۔ (اس کے برعکس صورت بھی امکانی ہے، یعنی سفر، مسافر پر زمینوں اور راستوں اور منزلوں کے حقائق واضح کرتا ہے۔ مرتب)

اس بیان سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ سفر۔ ظاہری اور مادی اشیاء کو کھول کر سامنے لانے کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے اور فسر کا استعمال معنوی اور باطنی اشیاء کو کھول کر بیان کرنے کے لئے ہوتا ہے۔

تفسیر کی عام تعریف

تفسیر "فسر" سے باب تفعیل کا مصدر ہے اور اس کے معنی کسی عبارت کے مطلب کو واضح کرنے یا کلام کے معنی بیان کرنے کے ہیں۔

بہر حال تفسیر کی عام اور سیدھی تعریف یہ ہوگی کہ......

"وہ علم ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب (قرآن) سمجھی جاتی ہے جسے اس نے اپنے نبی (محمد ﷺ) پر نازل فرمایا ہے اور اس علم کے ذریعہ قرآن کے معانی کا بیان، اس کے احکام کا استخراج معلوم کیا جاتا ہے۔ اور اس سلسلے میں لغت، نحو، صرف معانی و بیان وغیرہ سے

بدل جاتی ہے۔ اس میں اسباب نزول اور ناسخ و منسوخ کی بھی حاجت پیش آتی ہے۔"

تفسیر سے ملتا جلتا ایک لفظ اور ہے جو کم و بیش یہی معنی رکھتا ہے اور وہ ہے لفظ "تاویل"

تاویل کا مادہ و مطلب

"تاویل" کا مادہ "اول" (آل یؤول) سے ہے۔ اس کے لغوی معنی ہیں تعبیر بتانا، کل بٹھانا، بیانِ حقیقت، اپنی اصل کی طرف لوٹنا۔ اس لئے مرجع اور جائے بازگشت کو موول کہتے ہیں۔ کسی شے کو خواہ وہ شے علم ہو یا فعل اس کی اصل مراد کی طرف لوٹانے کا نام تاویل ہے۔ تاویل چونکہ باب تفعیل سے مصدر ہے۔ اس لئے اس کے لغوی معنی ہوں گے "اصل کی طرف لوٹانا۔"

کلامِ عرب میں اور خصوصا قرآنِ مجید میں یہ لفظ بیانِ حقیقت، حقیقی معنوں کی طرف رجوع کرنا، توضیح معانی، یا تفسیر یا تبیین یا اس کے مترادف معنی میں استعمال ہوا ہے مثلاً سورۂ آل عمران میں ہے:-

فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ

(تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے) وہ متشابہات کا اتباع کرتے ہیں۔

وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ (آیت ۷)

تاکہ فتنہ برپا کریں اور مرادِ اصلی کا پتہ لگائیں حالانکہ مرادِ اصلی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ سورہ یوسف میں ہے:-

تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ (آیت ۶)

اور اسی طرح تمہارا رب تم کو منتخب کرے گا اور خوابوں کی تعبیر کا علم دے گا۔

وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ (آیت ۴۴)

اور ہم لوگ خوابوں کی تعبیر کا علم نہیں رکھتے۔

وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ (آیت ۱۰۰)

(یوسف علیہ السلام نے) کہا ابا جان یہ میرے خواب کی تعبیر ہے۔ پہلے والے کی (جو بچپن میں دیکھا تھا)

سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا (آیت ۷۸)

میں تمہیں ان کا بھید (اندرونی تفصیل) بتائے دیتا ہوں۔

اس بیان کی روشنی میں "تفسیر اور تاویل" مترادف الفاظ ہو جاتے ہیں۔ تاریخی اعتبار سے بھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غالباً تیسری چوتھی صدی ہجری تک لفظ "تاویل" تفسیر کے معنوں میں استعمال ہوتا رہا چنانچہ ابن قتیبہ (متوفی ۲۷۶ھ) کی کتاب "تاویل مشکل القرآن" اور ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ) کی "تاویلات القرآن" تفسیر کی معروف کتابیں ہیں جو سند کے طور پر پیش کی جا سکتی ہیں۔ اور علماء کا ایک گروہ تفسیر و تاویل کے فرق کے سلسلے میں اسی طرف گیا ہے۔ یعنی یہ کہ تفسیر و تاویل میں کوئی فرق نہیں ہے اور اپنی اس بات کی دلیل میں وہ قرآن کی دو آیات پیش کرتے ہیں۔ ایک آیت میں تفسیر کا لفظ اور دوسری آیت میں تاویل کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ پہلی آیت سورۂ فرقان کی ہے:۔

وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا (آیت ۳۳)

اور یہ لوگ تمہارے پاس جو اعتراض کی بات لاتے ہیں ہم تمہارے پاس اس کا معقول اور خوب مشرح جواب بھیجتے ہیں۔

اور دوسری آیت آل عمران کی ہے۔

وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ (آیت ۷)

اور اس کی مراد حقیقی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

ان دونوں آیات میں تاویل و تفسیر ایک ہی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اس بناء پر ایک جماعت نے کہا کہ دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

تفسیر و تاویل میں اصطلاحی فرق

جب تک لفظ "تاویل" تفسیر کے تقریباً مترادف رہا، عام طور پر علماء ان دونوں لفظوں کے مفہوم میں تھوڑا سا یہ فرق کرتے تھے کہ لفظ "تفسیر" کا استعمال مشکل الفاظ اور مفردات کی تشریح کے لئے اور "تاویل" کا استعمال جملوں اور معانی کی توضیح کے لئے ہوتا تھا لیکن یہ فرق تمام علماء کے نزدیک مسلم نہیں تھا۔

پھر جب بعد میں علوم کی باقاعدہ ترتیب و تدوین عام ہوگئی تو تفسیر و تاویل کے اصطلاحی معانی بھی مقرر ہوئے اور دونوں میں واضح فرق کیا جانے لگا اور فنی و اصطلاحی حیثیت سے تفسیر و تاویل دو الگ الگ چیزیں ہوگئیں۔

چنانچہ ابوحیان الاندلسی صاحب بحرالمحیط نے تفسیر کی یوں تعریف کی ہے:

"هُوَ عِلْمٌ يُبْحَثُ فِيهِ عَنْ كَيْفِيَّةِ النُّطْقِ بِأَلْفَاظِ الْقُرْآنِ وَمَدْلُوْلَاتِهَا وَ اَحْكَامِهَا الْاَفْرَادِيَّةِ وَالتَّرْكِيْبِيَّةِ، وَ مَعَانِيْهَا الَّتِيْ يَحْمِلُ عَلَيْهَا حَالَةَ التَّرْكِيْبِ ...."

غرض تفسیر و تاویل کے درمیان عام فرق یہ کر دیا گیا کہ تفسیر مشکل الفاظ اور مفردات کی تشریح سے خاص ہے جبکہ تاویل جملوں اور معانی کی توضیح کے لئے ہے چنانچہ المفردات میں امام راغب نے لکھا ہے "والتفسير قد يقال فيما يختص بمفردات الالفاظ وغريبها وفيما يختص بالتاويل ۔" مطلب یہ کہ تفسیر تاویل کے لحاظ سے عام ہے یعنی تفسیر کا اطلاق قرآن اور دوسری غیر کتب آسمانی پر بھی کیا جا سکتا ہے جبکہ تاویل کا بیان صرف کتب الٰہیہ پر ہوگا۔ تفسیر کا اطلاق مفرد الفاظ میں زیادہ ہوتا ہے کہ کسی مجمل کی تشریح کا نام تفسیر ہے اور تاویل نام ہے مرکب جملوں کے معانی کو بیان کرنے کا۔

بعض کہتے ہیں، "تفسیر اصطلاحِ علماء میں قرآنِ کریم کے معانی اور اس کی مراد کو واضح کرنے اور بیان کرنے کو کہتے ہیں۔ خواہ باعتبار حل الفاظ مشکلہ ہو یا باعتبار معنی ظاہر ہو یا باعتبار معنی خفی اور تاویل کلامِ تام اور جملوں کا مفہوم متعین کرنے کو کہتے ہیں۔"

امام ماتریدی کے نزدیک تفسیر اس یقین کا نام ہے کہ لفظ سے یہی مراد ہے اور اس قدر یقین ہو کہ خدا کو شاہد ٹھہرا کر کہا جائے کہ خدا نے یہی معنی مراد لیا ہے اور تاویل یہ ہے کہ چند احتمالات میں سے کسی ایک کو یقین اور شہادتِ الٰہی کے بغیر ترجیح دی جائے۔

امام ابونصر القشیری کہتے ہیں کہ تفسیر موقوف ہے سماع اور اتباع (نبی کریم ﷺ) پر اور تاویل اجتہاد و استنباط کا نام ہے کہ کتاب اللہ کا جو مفہوم سنت رسول اللہ اور احادیث صحیحہ و صریحہ کے ذریعہ متعین ہوگا وہ تفسیر ہوگا اور اس معین اور واضح مفہوم کو برقرار رکھتے ہوئے اس کے مطابق و موافق جو لطائف و معارف علوم الٰہیہ میں مہارت رکھنے والے علماء اور محققین

استنباط کریں اس کا نام تاویل ہوگا۔

علامہ ابو طالب الثعلبی کہتے ہیں:۔

''تفسیر کے معنی لفظ کی وضع کا بیان کر دینا ہے۔ خواہ وہ حقیقت ہو یا مجاز۔ اور تاویل باطن لفظ کی تفسیر کرنے کو، گویا تاویل کے معنی ہیں حقیقت مراد کی خبر دینا اور تفسیر کے معنی ہیں دلیل مراد کی خبر دینا کیونکہ لفظ کاشف مراد ہونے کے لحاظ سے دلیل مراد ہوتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ قرآن میں ہے۔ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ...... اس کی تفسیر تو یہ ہے کہ مرصاد ...... رصد سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں گھات میں رہنا اور نگرانی رکھنا۔ اس لئے مطلب یہ ہوا کہ تمہارا رب تمہارے اعمال کی دیکھ بھال رکھتا ہے۔ اس کی تاویل یہ ہے کہ ہم کو بد اعمال سے بچنا چاہئے اور احکامِ خداوندی کی تعمیل میں تکاسل و تہاون سے کام نہ لینا چاہئے۔''

بعض حضرات نے کہا:

''قرآن میں جو چیز بیان کی گئی ہے اور صحیح سنت میں اس کی تعین کی گئی ہے اس کو ظاہر کر دینا تفسیر ہے۔ (کسی شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے اجتہاد سے ان میں کوئی جدت پیدا کرے ورنہ تفسیر بالرائے ہو جائے گی۔ جس کی ممانعت کی گئی ہے) اور تاویل ان احکام کو کہتے ہیں جن کا استنباط وہ علماء کرتے ہیں جو خطاب کے نشیب و فراز سے پوری طرح باخبر ہیں اور جو علوم و فنون میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔

بعض آئمہ نے کہا: 1- ''تفسیر کا تعلق روایت سے ہے اور تاویل کا تعلق درایت سے۔''

بعض نے کہا:۔ ''جو بیان ظاہر کے مطابق اور قطعی ہو وہ تفسیر ہے، خواہ کلامِ معصوم سے ہو یا غیر معصوم سے اور جو بیان خلاف ظاہر ہو مگر قواعد اور قرائن، سیاق و سباق کے مطابق ہو تو وہ تاویل ہے اگر معصوم کی طرف سے ہے تو قطعی ہے ورنہ ظنی ہے۔''

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ تفسیر میں تین رعایتیں شرط ہیں:۔

(۱) ہر کلمہ کو معنیٔ حقیقی یا مجازِ متعارف پر محمول کرنا۔

(۲) سیاق و سباق کو ملحوظ رکھنا کہ کلام بے ربط نہ ہو جائے۔

(۳) شاہدانِ نزولِ وحی یا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی تفسیر اس کے خلاف نہ ہو۔

پس اگر شرطِ اوّل فوت ہو تو ”تاویل قریب“ ہے اور اگر دوسری یا تیسری فوت ہو تو ”تاویل بعید“ ہے اور اگر تینوں فوت ہو جائیں تو پھر تحریف ہے۔

ضرورتِ تفسیر

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ تمام اشخاص یکساں فہم و قابلیت کے نہیں ہوتے۔ ان کی استعداد اور صلاحیتوں میں بڑا تفاوت ہوتا ہے۔ کوئی کج فہم ہے تو کوئی زود فہم، کوئی زکی ہے تو کوئی بالکل غبی۔ اس وجہ سے کسی بات یا کلام کو سمجھنے میں ہر ایک یکساں نہیں ہوتا پھر عام لوگوں کا کلام تو الگ رہا جب معاملہ اللہ تعالیٰ کے اس کلام کا ہو جس کی جامعیت، ہمہ گیری، بسط اور وسعت کا کچھ ٹھکانا نہیں جس میں بے شمار مطالب، فصاحت و بلاغت اوصاف کلام اور معنی و بدیع کا ایک چمن کھلا ہوا ہے تو ظاہر ہے کہ ایسے کلام کی تشریح و تفسیر ایک ضروری چیز ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس کو سمجھ سکیں۔

پھر قرآن ایک پہلو سے اصول و کلیات کی کتاب ہے جس میں جزئیات اور فروعی باتیں کم بیان کی گئی ہیں۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ ان اصول و کلیات کی تشریح اور جزئیات کی تفصیل ضروری ہو جاتی ہے۔ پھر قوانین و احکام کی تفصیلی صورت، حدود و قیود اور ان کا اطلاق واضح طور پر متعین ہونا چاہیے۔ اس ضرورت کو تفسیر پورا کرتی ہے۔

قرآن کی تفسیر و تشریح بھی محمد رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داریوں میں سے ایک تھی۔ چنانچہ آپ کے فرائض کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا۔ ”وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ“ ایک دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے:- ”وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَيْهِمْ“ تیسری جگہ ہے۔ ”اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا اَرَاكَ اللّٰهُ۔“ (آل عمرن: ۱۶۴- نمل: ۴۴- النساء: ۱۰۵)

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے تفسیر کے سیکھنے کا حکم بھی دیا تھا چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ ”سورہ حدید اور اس کی تفسیر سیکھو۔“ ...... ایک موقع پر حضور ﷺ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ ”تو قرآن کا کیا اچھا ترجمان ہے“ آپ کے بعد پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں بھی تفسیر و تشریح کلامِ خداوندی کا فریضہ صحابہ کرام

ﷺ انجام دیا کرتے تھے۔ اور وہ شاگردوں کو قرآن و حدیث کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کوفہ میں مسند فضیلت پر جلوہ افروز تھے۔ صحابہ ؓ کے بعد تابعین اور تبع تابعین اور اس کے بعد پھر ہر دور میں تفسیر قرآن کا رواج برابر رہا جو آج تک قائم ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ تفسیر کرنا فی الحقیقت سنت بھی ہے کہ آپ ﷺ سے ثابت شدہ ہے اور آپ ﷺ نے اس بارے میں حکم دیا ہے اور اس فعل کی تحسین کی ہے۔ پھر تعامل صحابہ ؓ بھی ہے اور تابعین و تبع تابعین کے اس سلسلے میں کارنامے بھی روشن ہیں۔ یوں تفسیر کا علم ایک مقدس و متبرک علم ہے جو ہر شخص سے تمام احتیاطوں اور ذمہ داریوں کا مطالبہ کرتا ہے اور جس کا موضوع اللہ کی کتاب قرآن ہے اور اس کی غایت یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے احکام کا پورا علم حاصل کر کے اس کی اطاعت و فرمانبرداری کر سکے تا کہ نجات اخروی اور سعادت و کامیابی سے ہمکنار ہو سکے۔

قرآن اور جدید سائنس

تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ جوں جوں جدید سائنس ترقی کرتی جا رہی ہے قرآن میں اس کا ذکر پہلے سے موجود ملتا ہے۔ ہم اللہ کے فضل سے بہت خوش نصیب ہیں کہ ایک مسلمان کی حیثیت سے پیدا ہوئے ہیں اور ہمیں حق کی تلاش کی ضرورت نہیں لیکن یہی تو کافی نہیں ہے بلکہ ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہماری مقدس کتاب قرآن مجید میں کیا نازل کیا گیا ہے۔

قرآن کریم کی تلاوت عربی میں تو ہم کرتے ہیں لیکن اس کو معنی اور تفسیر کے ساتھ بڑے غور اور سمجھ کے پڑھ کر دیکھیں تو میرا دعویٰ ہے کہ اس کو پڑھنے کے بعد آپ کے سامنے اس کائنات کا بالکل ہی الگ، منفرد اور چونکا دینے والا نقشہ ہوگا جو آپ کی شخصیت کو مکمل کرنے میں مدد دے گا۔ اور اس پر عمل کرنے میں آپ کو سکون، خوشی اور پناہ کا احساس ہوگا۔

قرآن کریم کی درج ذیل آیات اس کی شاہد ہیں۔

☆ "تم پہاڑوں کو دیکھتے ہو اور سمجھتے ہو کہ یہ جامد ہیں لیکن یہ بھی بادلوں کی

طرح بڑھتے ہیں۔" (سورہ النمل:۸۸)

جدید سائنسی تحقیق:۔ بادلوں کے بڑھنے کی رفتار تقریباً اتنی ہی ہے جتنی زمین کے اپنے چکر لگانے کی ہوتی ہے اور پہاڑ زمین کے ساتھ ہیں اور یہ کہ ہمالیہ پہاڑ ہر سال تقریباً دو انچ اونچا ہوجاتا ہے۔

☆ "ہم نے پانی کے ذریعے ہر زندہ چیز پیدا کی کیا وہ نہیں مانتے۔"
(سورہ الانبیاء:21 آیت 30)

جدید سائنسی تحقیق:۔ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ انسان، حیوان، پودے اور حتیٰ کہ وائرس تک سب پانی سے پیدا ہوتے ہیں۔

☆ "وہی جس نے تمہارے لئے ہرے بھرے درخت سے آگ پیدا کر دی اور تم اس سے آگ روشن کرتے ہو۔" (سورہ یٰسین:۸۰)

جدید سائنسی: ہرے بھرے درختوں میں آکسیجن ہوتی ہے جو آگ پیدا کرنے میں مدد کرتی ہے اور ہم اس کی وجہ سے آگ روشن کرتے ہیں یا کر سکتے ہیں ذرا غور فرمایئے کتنی گہری بات بیان کی گئی ہے۔

☆ "وہ آسمانوں اور زمین تک دنیا کے معاملات کی تدبیر کرتا ہے۔ ایک ایسے دن میں جس کی مقدار تمہارے شمار سے ایک ہزار سال ہے۔"
(سورہ السجدہ 32 آیت 5)

جدید سائنسی تحقیق: ۔ یہ آیت کرہ ارض پر وقت کی سست رفتاری کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ اوپر کے ایک دن میں جو کام ہوتا ہے وہ ہمارے یہاں ایک ہزار سال میں ہوتا ہے۔ سائنس نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ کرہ ارض پر وقت کی رفتار بہت سست ہے اور جوں جوں اوپر جائیں اس میں اضافہ ہوتا جائے گا ایک جگہ پر قرآن میں فرمایا گیا ہے۔ "ہم نے زمین اور آسمان کو سات دن میں بنایا اور ہمارا ایک دن تمہارے ہزار سال کے برابر" اب ذرا غور کریں کہ اس سائنسی تحقیق نے کیا واقعہ معراج کو ثابت نہیں کر دیا کہ ہمارے پیارے اور آخری نبی ﷺ نے سات آسمانوں کی سیر کی اور جب واپس آئے تو بستر گرم تھا اور دروازے کی کنڈی ہل رہی تھی۔

☆ ”ملائکہ اور روح اس کے حضور چڑھ جاتے ہیں ایک ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے“۔ (المعارج آیت 4)

جدید سائنسی تحقیق: ۔یہ آیت فرشتوں اور روحوں کی رفتار کا اظہار کرتی ہے کہ وہ اپنا سفر اس ایک دن میں کرتے ہیں جن کا شمار دنیا کے پیمانے سے پچاس ہزار سالوں پر محیط ہے موجودہ سائنسی تحقیق کے مطابق اگر کسی چیز کی رفتار تین لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ سے بڑھ جائے تو وہ نظر سے اوجھل ہو جائے گی حالانکہ وہ سامنے سے گزرے گی اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ فرشتے اور روح کے متحرک ہونے کی رفتار اتنی زیادہ ہے کہ وہ موجود ہونے کے باوجود نظر نہیں آتے۔

☆ ”پس نہیں، قسم ہے ستاروں کے مواقع کی اور اگر تم سمجھ لو تو یہ بہت بڑی قسم ہے۔“ (الواقعہ: ۷۵-۷۶)

جدید سائنسی تحقیق:۔ مشہور نوبل انعام یافتہ سائنس دان آئن اسٹائن کے پیروکاروں نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ فضا میں اربوں اور کھربوں کی تعداد میں شہاب ثاقب، سفید شگافوں، کالے شگافوں کا جال ایک متوازن نظام پر قائم ہے۔

☆ اللہ وہ ذات ہے جس نے سات آسمان بنائے۔ (سورہ الطلاق۔65)

جدید سائنسی تحقیق:۔ موجودہ سائنس کہتی ہے کہ پہلی آسمانی تہہ اندازے کے مطابق ساڑھے ساٹھ کھرب کلومیٹر چوڑی ہے دوسرے آسمان کی تہہ کا قطر ایک لاکھ تیس ہزار نوری سال ہے تیسرا آسمان بیس لاکھ چوتھے آسمان کا قطر ایک کروڑ پانچویں آسمان کا محیط ایک ارب اور چھٹا آسمان بیس ارب نوری سالوں پر محیط ہے۔

☆ تمہارے رب نے شہد کی مکھی پر یہ بات وحی کر دی کہ پھولوں کا رس چوس اور اس مکھی کے اندر سے رنگ برنگ کا ایک شربت نکلتا ہے جس میں شفا ہے لوگوں کے لئے۔ (سورہ النحل 68)

جدید سائنسی تحقیق:۔موجودہ سائنس نے ثابت کر دیا ہے کہ واقعی شہد کی مکھی کے اندر سے ایک رنگ برنگ شربت شہد میں پھلوں کے رس کے علاوہ شامل ہوتا ہے جس میں شفاء ہے۔

قرآنی آیات اور سائنسی استدلالات

قرآن کریم کی آیات طیبات میں ایسے ایسے علوم و معارف جمع کر دیئے گئے ہیں کہ قرآن کریم کے نزول سے پہلے کسی عالم یا کسی حکیم، کسی سائنس دان اور کسی فلسفی کو ان کی خبر تک نہ تھی۔ سائنسی تحقیقات، ایجادات اور انکشافات کا کاروان چودہ صدیاں رواں دواں رہنے کے بعد آج بمشکل ان قرآنی علوم و معارف کو سمجھنے کے قابل ہوا ہے۔

ہم آپ کے سامنے قرآن کریم کی چند آیات پیش کریں گے اور کوشش کریں گے کہ جو سائنسی علوم ان آیات بینات میں ہیں ان سے آپ کو آگاہ کریں۔

☆ وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهٖ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ٥

”اور بیشک تمہارے لئے مویشیوں میں ایک عبرت ہے۔ دیکھو ہم تمہیں پلاتے ہیں، جو ان کے شکموں میں گوبر اور خون ہے، ان کے درمیان سے نکال کر خالص دودھ جو بہت خوش ذائقہ ہے پینے والوں کے لئے۔“

دودھ دینے والے مویشی، بھینس، گائیں، بکریاں وغیرہ جو خوراک کھاتے ہیں آخرکار انہی سے دودھ بنتا ہے لیکن وہ دودھ بنتا ہے تو اس میں نہ اس خوراک کی رنگت ہوتی ہے نہ ذائقہ ہوتا ہے اور نہ بو ہوتی ہے۔ یہ عمل کس طرح روپذیر ہوتا ہے قرآن کریم نے اس آیت میں بڑی وضاحت کے ساتھ اس کو بیان کیا ہے اور جس حقیقت سے قرآن کریم نے پردہ اٹھایا ہے نزول قرآن سے پہلے کوئی عالم، کوئی طبیب کوئی حکیم اس سے آگاہ نہ تھا۔ ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ قرآن کریم نے دودھ کو ان غذاؤں سے کس طرح نکال کر انسان کے لئے ایک لذیذ مشروب بنادیا ہے۔

اس آیت میں دودھ کو فلٹر کرنے کے سارے مرحلے بیان کئے گئے ہیں۔ ایک مرحلہ اس وقت شروع ہوتا ہے جب خوراک معدہ میں جاتی ہے۔ اس کے ہضم ہونے کے بعد اس کا مائع حصہ جس سے دودھ بنتا ہے وہ آنتوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ دوسرا مرحلہ، ان آنتوں میں حکمت الٰہی سے چھوٹے چھوٹے بال اگے ہوئے ہیں وہ اس غذائی مواد کو چوستے

ہیں اور چوس کر خون میں ملا دیتے ہیں۔فضلات کا حصہ آنتوں میں رہ جاتا ہے جسے وہ باہر پھینک دیتی ہیں۔تیسرا مرحلہ، جو مواد آنتوں نے چوس کر خون میں ملایا تھا اس کی صفائی کے لئے غدود لبینہ اپنا کام کرتی ہیں۔اس میں سے جو خون کے ذرات ہیں ان کو الگ کر دیا جاتا ہے۔اس میں سے کچھ مواد اس مویشی کے جسم کا حصہ بن جاتا ہے اور بقیہ مواد کو ان فلٹروں سے چھانا جاتا ہے۔اس کے بعد خالص دودھ بن کر اس مویشی کی کھیری میں چلا جاتا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کتاب اس فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ نے انسان کی رہنمائی کے لئے نازل کی ہے جو اس کائنات کی ہر چھوٹی بڑی چیز کا بنانے والا ہے اور اس کے تمام مختلف اعضاء اور غدودوں کی کارکردگیوں سے آگاہ ہے۔"

☆ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ

(سورۃ الانعام 125)

"اور جس (خوش نصیب) کے لئے ارادہ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کہ ہدایت دے اسے تو کشادہ کر دیتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے اور جس (بدنصیب) کے لئے ارادہ فرماتا ہے کہ اسے گمراہ کر دے تو بنا دیتا ہے اس کے سینہ کو تنگ، جس طرح وہ زبردستی چڑھ رہا ہے آسمان کی طرف۔"

اس آیت کریمہ میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ ہر شخص کے لئے ورثہ میں ملے ہوئے مشرکانہ عقائد کو ترک کر کے دین حق کی دعوت کو قبول کرنا آسان کام نہیں۔صرف وہ شخص حق کو خوشی سے قبول کرتا ہے جس کے سینہ کو حق تعالیٰ حق قبول کرنے کے لئے منشرح کر دیتا ہے اور جس کے سینے کو اللہ تعالیٰ منشرح نہ کرے جب اسے دعوت حق دی جاتی ہے تو وہ اپنے دل میں ایسی گھٹن اور انقباض محسوس کرتا ہے جیسے اسے آسمان کی بلندیوں کی طرف چڑھنے کے لئے مجبور کیا جا رہا ہو۔اس کا سانس پھول جاتا ہے وہ سانس لینے میں بڑی دقت محسوس کرتا ہے۔ اس وقت جس گھٹن اور انقباض سے وہ دوچار ہوتا ہے اس کی تشریح اس تمثیل سے کی گئی ہے۔ كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ یہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ تمثیل مناسب نہیں۔جب کوئی شخص آسمان کی بلندیوں کی طرف مصروف پرواز ہوتا ہے تو اس کو گھٹن نہیں ہونی چاہئے کیونکہ

وہاں کی فضا تو ایسی ہے کہ وہ ماحولیاتی آلودگیوں اور آسائشوں سے پاک اور منزہ ہوتی ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اس پاکیزہ فضا میں سانس لینا آسان ہی نہ ہو بلکہ نشاط آور بھی ہو۔

قرآن کریم نازل کرنے والا پروردگار قیامت تک آنے والے انکشافات، تحقیقات اور ایجادات کو اچھی طرح جانتا ہے۔ جس حقیقت کو انسانی علم آج سمجھ سکا ہے، اللہ تعالیٰ کو اس کا پہلے سے علم تھا۔ آج انسانی تحقیقات اس نتیجہ پر پہنچی ہیں کہ اگرچہ سانس ہوا میں لیا جاتا ہے لیکن وہی ہوا سانس لینے کے قابل ہے جس میں ایک مخصوص مقدار تک آکسیجن پائی جاتی ہو اور جس وقت انسان بلندیوں کی طرف پیش قدمی کرتا ہے تو جتنی بلندی زیادہ ہوتی جائے گی اتنی ہی آکسیجن کی مقدار ہوا میں کم ہوتی جاتی ہے اور جہاں ہوا میں آکسیجن بالکل ختم ہو جائے وہاں سانس لینا محال ہو جاتا ہے۔

جب یہ حقیقتیں منکشف ہو چکی ہیں تو اس وقت اس آیت کو سمجھنا آسان ہو گیا ہے اور اس تمثیل کی موزونیت واضح ہو گئی ہے جو انسان آسمان کی طرف عروج کرے گا بلندی جتنی بڑھتی جائے گی ہوا میں آکسیجن کی مقدار کم ہوتی جائے گی اور جس وقت وہ اس بلندی پر پہنچے گا جہاں ہوا میں آکسیجن برائے نام ہو اس وقت سانس پھولنے سے جس گھٹن اور انقباض سے وہ دوچار ہو گا اس کی شدت کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جو اس مصیبت سے دوچار ہوا ہو۔

کیونکہ اس موقع پر انسان کی حالت ناگفتہ بہ ہو جاتی ہے۔ سانس اکھڑ جاتی ہے اوسان خطا ہو جاتے ہیں اور اس پر بے بسی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ بس یہی حال اس بدنصیب کا ہو گا جسے اللہ تعالیٰ کی عنایات نے نظرانداز کر دیا ہو اور وہ اپنے موروثی عقائد سے چمٹے رہنے پر اس وقت مصر ہو جب کہ مخالف ہواؤں کے تھپیڑے اسے ان سے دستبردار ہونے کے لئے مجبور کر رہے ہوں۔

عقل انسانی کئی آیات کی تہہ تک آج بھی نہیں پہنچ سکی

قرآن کریم کی جس آیت کو چودہ صدیاں گزرنے پر اب صحیح طور پر سمجھا جا سکا ہے جس ذات اقدس نے اس کو نازل کیا وہ اس وقت بھی ان حقائق سے پوری طرح باخبر تھی۔ اگر کسی انسان کا یہ بنایا ہوا صحیفہ ہوتا تو وہ کبھی اس تمثیل کو ذکر نہ کر سکتا۔ یہ آیت بھی اس بات کی

شہادت دے رہی ہے کہ یہ کلام انسانی عقل وخرد کی کاوشوں کا ثمر نہیں بلکہ اس علیم وخبیر خداوند قدوس کا کلام ہے جس کے سامنے کوئی راز، راز نہیں، تمام حقیقتیں عیاں اور آشکارا ہیں۔

سورہ الذاریات کی یہ آیت ایک حقیقت کا انکشاف کر رہی ہے جس پر عقل انسانی اس وقت تک آگاہ نہیں ہوسکی تھی۔ فرمایا

مِنْ كُلِّ شَىْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ

"یعنی ہر ایک چیز کو ہم نے جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے۔"

اس انکشاف کو مزید واضح فرمانے کے لئے سورہ یٰسین کی یہ آیت نازل ہوئی۔

سُبْحٰنَ الَّذِىْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

"ہر عیب سے پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا پیدا فرمایا، جنہیں زمین اگاتی ہے اور خود ان کے نفسوں کو بھی اور ان چیزوں کو بھی جن کو وہ ابھی تک نہیں جانتے۔"

اس آیت میں اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ ہر چیز اس کا تعلق عالم نباتات سے ہو یا جمادات سے یا کسی دوسری نوع سے ہو جس کے بارے میں ہماری معلومات ناتمام ہیں ان مختلف انواع تخلیق کے بارے میں فیصلہ کن انداز میں فرمادیا کہ انہیں جوڑا جوڑا پیدا کیا گیا۔ چنانچہ آج سائنس دان اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اس کائنات کی ہر چیز جاندار ہو یا غیر جاندار جوڑا جوڑا پیدا کی گئی ہے۔ نیز سائنس دان اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس کائنات کا نقطہ آغاز ذرہ (Atom) ہے اور یہ ذرہ برقی لہروں سے عبارت ہے۔ ان میں سے ایک پازیٹو (مذکر) ہے اور ایک نیگیٹو (مؤنث) ہے۔ اور جب اس کائنات کی پہلی جزو زوجین سے مرکب ہے تو اس کائنات کی باقی اشیاء کا بھی جوڑا جوڑا ہونا آسانی سے سمجھ آسکتا ہے۔ جس کتاب مقدس نے اس حقیقت کو چودہ سو سال قبل منکشف کیا تھا جبکہ کسی کو اس پر آگاہی نہ تھی تو کیا یہ اس بات کی روشن دلیل نہیں ہے کہ اس قرآن کو نازل کرنے والی وہی ذات بے ہمتا ہے جو اس سارے عالم کی خالق ہے۔

تخلیق انسانی کے مراحل

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَیْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَیِّنَ لَكُمْ وَ نُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا

''اے لوگو! تمہیں کوئی شک ہو روزِ محشر جی اٹھنے میں، تو ذرا تم اس امر میں غور و فکر کرو کہ ہم نے ہی تم کو پیدا کیا تھا مٹی سے پھر نطفہ سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر گوشت کے ٹکڑے سے۔ بعض کی تخلیق مکمل ہوتی ہے اور بعض کی تخلیق نامکمل ...... تا کہ ہم ظاہر فرمائیں تمہارے لئے (اپنی قدرت کا کمال) اور ہم قرار بخشتے ہیں رحموں میں جسے ہم چاہتے ہیں ایک مقررہ معیاد تک پھر ہم نکالتے ہیں تمہیں بچہ بنا کر۔''

پھر سورۃ المرسلات میں اس مفہوم کو یوں بیان کیا ہے۔

اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ فَجَعَلْنٰهُ فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ○

''کیا ہم نے تمہیں حقیر پانی سے پیدا نہیں فرمایا پھر ہم نے رکھ دیا اسے ایک محفوظ جگہ (رحم مادر) میں ایک معین مدت تک پھر ہم نے ایک اندازہ ٹھہرایا پس ہم کتنے بہتر اندازہ ٹھہرانے والے ہیں۔''

تخلیق انسانی کے مختلف مدارج کو سمجھنے کے لئے قرآن کریم کی اس آیت طیبہ کا بدقت نظر مطالعہ فرمایئے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ○ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ○ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ○

''بیشک ہم نے پیدا کیا انسان کو مٹی کے جوہر سے پھر ہم نے رکھا اسے پانی کی

بوند بنا کر ایک محفوظ مقام میں پھر ہم نے بنا دیا نطفہ کو خون کا لوتھڑا پھر ہم نے بنا دیا اس لوتھڑے کو گوشت کی بوٹی ...... پھر ہم نے پیدا کر دیں اس بوٹی سے ہڈیاں۔ پھر ہم نے پہنا دیا ہڈیوں کو گوشت (کا لباس) پھر (روح پھونک کر) ہم نے اسے ایک دوسری مخلوق بنا دیا پس بڑا بابرکت ہے اللہ تعالیٰ جو سب سے بہتر بنانے والا ہے۔"

"مٹی کے خمیر سے جو جوہر نکلا اس سے آدم علیہ السلام کا جسم پاک تیار ہوا۔ پھر آپ سے جو انسانی نسل چلی اس کے لئے نطفہ اصل قرار پایا۔ جو ان غذاؤں سے پیدا ہوتا ہے جو زمین سے اگتی ہیں۔ اس لئے جنس انسانی کی تخلیق کے متعلق یہ فرمایا کہ اسے مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ یہ مختلف تبدیلیاں جو شکم مادر میں تدریجاً رونما ہوتی ہیں ان سے کسی حد تک عرب کے بادیہ نشیں بھی باخبر تھے لیکن علم و انکشاف کا سلسلہ جوں جوں بڑھ رہا ہے ان تطورات (تغیرات) کے پردوں میں قدرت کے موقلم کی اعجاز آفرینیاں اور نقش آرائیاں جو آج تک نگاہوں سے اوجھل تھیں نمایاں ہو کر اللہ تعالیٰ کے علم اور حکمت کی ناقابل تردید گواہی دے رہی ہیں۔ وہ پانی کی بوند رحم مادر میں قرار پکڑنے کے بعد مختلف تطورات اور تغیرات کے مرحلوں سے گزرتی ہے جن کا ذکر تفصیل سے ہوا ہے لیکن ابھی تک انسان اور دیگر حیوانات کے جنین یکساں قسم کے تھے جو تبدیلیاں یکے بعد دیگرے انسانی نطفہ میں یہاں وقوع پذیر ہوئی ہیں بعینہٖ یہی تبدیلیاں دیگر حیوانات کے نطفوں میں بھی ظاہر ہوتی ہیں لیکن ایک منزل پر پہنچ کر یکایک مصور فطرت نے اپنے موقلم سے کوئی ایسی رنگ آمیزی کر دی کہ اسے دیگر حیوانی جنینوں سے بالکل ممتاز کر کے رکھ دیا۔ پہلے وہ بے جان تھا، اب اس میں زندگی کی لہر دوڑ گئی ہے لیکن انسانی جنین میں روح حیوانی کی آفرینش سے حیات انسانی کا آغاز نہیں ہوا بلکہ نفس ناطقہ نے اسے بالکل ایک جدید قسم کی مخلوق کا روپ بخش دیا ہے۔ عقل و فہم کی قوتیں، غور و فکر کی صلاحیتیں، تسخیر کائنات کے حوصلے اور حکمرانی کی امنگیں سب کچھ اس عمدگی سے یہاں یکجا کر دیا گیا ہے جسے دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے اور یہ راز سمجھ نہیں سکتا کہ ابتدائی مرحلوں میں بالکل یکساں ہونے کے باوجود کس طرح ایک کا رخ ایک طرف اور دوسرے کا رخ ایک بالکل نئی منزل کی طرف موڑ دیا گیا ہے۔ پھر اس منزل کو پا لینے کے لئے

جن قابلیتوں، صلاحیتوں، اعضاء اور وسائل کی ضرورت تھی وہ سب مہیا کر دیئے گئے۔ ان حقائق کو دیکھ کر زبان بے ساختہ یہ کہنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ

امام رازی لکھتے ہیں اَیْ خَلْقًا مُبَايِنًا لِلْخَلْقِ الْاَوَّلِ مُبَايَنَةً مَا اَبْعَدَهَا یہ دوسری تخلیق پہلی تخلیق سے بالکل مختلف اور بہت مختلف ہوتی ہے پھر امام رازی آگے لکھتے ہیں۔

وَاَوْدَعَ بَاطِنَهٗ وَظَاهِرَهٗ بَلْ كُلَّ عُضْوٍ مِّنْ اَعْضَاءِهٖ عَجَائِبَ فِطْرَةٍ
وَغَرَائِبَ حِكْمَةٍ لَا يُحِيْطُ بِهَا وَصْفُ الْوَاصِفِيْنَ

"پھر انسانی جنین کے باطن اور ظاہر میں بلکہ اس کے اعضاء میں سے تمام اعضاء میں فطرت کے ایسے عجائبات اور حکمت کے ایسے نوادرات رکھ دیئے ہیں کہ کوئی وصف کرنے والا اس کے وصف کا احاطہ نہیں کر سکتا"

اس آیت کے آخر میں اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ کا لفظ توجہ طلب ہے۔

ظاہر الفاظ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ پیدا کرنے والے تو بہت سے ہیں البتہ سب سے بہتر پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے حالانکہ صرف وہی خالق ہے اور تخلیق کائنات میں کوئی اس کا حصہ دار نہیں اور کسی کو حصہ دار بنانا توحید کے قطعاً منافی ہے۔

علماء کرام نے اس شبہ کا ازالہ اس طرح فرمایا ہے کہ خلق کا لفظ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ کسی چیز کو کسی موجود مادے اور سابقہ نمونے کے بغیر پیدا کرنا، اِبْدَاعُ الشَّيْءِ مِنْ غَيْرِ اَصْلٍ وَّلَا اِحْتِذَاءٍ (مفردات) اس معنی کے لحاظ سے یہ صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جو کسی میں نہیں پائی جا سکتی۔

اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ سابقہ مادہ سے کسی چیز کو کسی موجود نمونہ کے مطابق بنا لینا یہ اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں میں بھی پایا جا سکتا ہے اس آیت میں یہ لفظ اپنے دوسرے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

یہاں ہم مصر کے ایک نابغہ روزگار عالم سعید حوی کی تصنیف "الرسول" سے ان کی تحقیقات ہدیہ ناظرین کرتے ہیں اور ان کی عبارت کا ترجمہ پیش کرتے ہیں۔ آپ اگر توجہ سے اس فاضل عالم کا یہ اقتباس پڑھیں گے تو آپ کے ایمان اور یقین میں مزید اضافہ ہو

موصوف سورہ العلق کی اس آیت خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

مرد کے مادہ تولید میں جو جرثومہ ہے اور عورت کے مادہ تولید میں جو بویضہ۔ ہے ان کا باہم ملاپ اس نالی میں ہوتا ہے جو رحم اور مبیض کو آپس میں ملاتی ہے۔ وہاں انسانی حمل کا پہلا خلیہ معرض وجود میں آتا ہے۔ یہ خلیہ اگرچہ مقدار میں بہت چھوٹا سا ہوتا ہے لیکن پورا انسان اپنے جملہ عناصر اور خصوصیات کے ساتھ اس ایک خلیہ میں سمویا ہوا ہوتا ہے پھر یہ خلیہ وہاں سے رحم کی طرف سفر شروع کرتا ہے اور تقریباً ایک ہفتہ میں وہ اپنی منزل (رحم) تک پہنچتا ہے۔ اس سفر میں بہت سے خلیات اس کے ساتھ مل جاتے ہیں اور وہ ایک گچھا کی شکل اختیار کر لیتا ہے یہ گچھا رحم کی دیوار کے ساتھ چمٹ جاتا ہے اور اس کو بعض جراثیم کھانا شروع کر دیتے ہیں یہاں تک کہ وہ ایک باریک سا نقطہ رہ جاتا ہے۔ ماں کا خون اسے خوراک پہنچاتا ہے اور قرآن کریم نے جنین کی اس حالت کو "علقہ" کہا ہے جس کا معنی ہے لٹکا ہوا، آویختہ اور اس سے بہتر اس کی اور کوئی تعبیر نہیں ہو سکتی۔

پھر یہ علقہ نمو پذیر ہوتا ہے (بڑھنے لگتا ہے) اور اس کے خلیات مختلف ہوتے ہیں۔ بغیر کسی ترتیب کے وہ گول شکل اختیار کر لیتا ہے۔ چند ہفتے اسی حالت میں رہتا ہے اس کے وسط میں ایک چھوٹا سا تالاب نما گڑھا ہوتا ہے اور وہ اس خون سے غذا حاصل کرتا ہے اور وہ گوشت کے ایک چبائے ہوئے ٹکڑے کی شکل اختیار کر لیتا ہے اگرچہ اس کی لمبائی صرف چند ملی میٹر سے زیادہ نہیں ہوتی۔ اس مرحلہ کے بعد اس میں نرم اور شفاف ہڈیاں ابھرنے لگتی ہیں۔ اس علقہ میں جتنے خلیات ہوتے ہیں وہ سرگرم عمل ہو جاتے ہیں اور ایک ایسا اعصاب کا جال بننے لگتے ہیں جو ہڈیوں کو ڈھانپ لیتا ہے اور پھر ان ہڈیوں کو گوشت کا لباس پہنا دیا جاتا ہے۔

انسان اس انکشاف کو دیکھ کر حیران و مبہوت ہو جاتا ہے کہ اس مضغہ میں سب سے پہلے ہڈیاں نمودار ہوتی ہیں اور اس کے بعد گوشت کی چادر ظاہر ہوتی ہے جس سے ان ہڈیوں کے ڈھانچے کو لباس پہنایا جاتا ہے۔ یہ حقیقت جس تک آج علم انسانی کی رسائی ہوئی ہے وہ چودہ صدیاں پیشتر اس آیت قرآنی نے منکشف کر دی تھی۔ اس حقیقت تک علم تشریح الابدان

کے علماء بصد مشکل اب پہنچے ہیں۔

ارشادِ ربانی ہے۔

فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا (سورۃ المومنون 14)

"مضغہ سے ہم ہڈیاں پیدا کرتے ہیں اور ہڈیوں کے اس ڈھانچے کو گوشت کا لباس پہناتے ہیں۔"

اب یہاں ہم آپ کی توجہ ایک خاص بات کی طرف مبذول کرنا چاہتے ہیں جسے قرآن کریم نے ان کلمات طیبات سے بیان کیا ہے۔

ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ

"پھر روح پھونک کر ہم نے اسے دوسری مخلوق بنا دیا ہے۔"

یہاں تک انسانی اور حیوانی جنین میں بالکل یکسانیت پائی جاتی ہے۔ وہی مادہ منویہ کا اختلاط وہی ان کا رحم کی طرف سفر، پھر رحم میں پہنچ کر ان کا رحم کی دیوار سے چمٹ جانا، پھر اس خلیہ کے ساتھ بہت سے خلیوں کا جمع ہو جانا، پھر ان خلیوں میں ہڈیوں کا نمودار ہونا اور اس ہڈیوں کے ڈھانچے کو گوشت کا لباس پہنانا، یہاں تک انسانی اور حیوانی جنین میں بالکل یکسانیت پائی جاتی ہے لیکن اس موقع پر ایک حیران کن تبدیلی رونما ہوتی ہے جب حمل کا دوسرا مہینہ اختتام پذیر ہونے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا خصوصی لطف و کرم اس جنین پر ہوتا ہے جس سے آگے چل کر انسانیت کی خلعت فاخرہ پہنی ہے۔ اس وقت اس انسانی جنین میں بالکل مختلف قسم کی خصوصیات نمودار ہونے لگتی ہیں۔ اس منزل پر یکایک مصور فطرت اپنے موقلم سے اس جنین میں ایسی رنگ آمیزی کرتا ہے جو اسے دیگر حیوانی جنینوں سے بالکل ممتاز کر دیتی ہے۔ پہلے وہ بے جان تھا اب زندگی کی لہر اس کے رگ و پے میں دوڑنے لگتی ہے۔ عقل و فہم کی قوتیں، غور و فکر کی صلاحیتیں، تسخیر کائنات کے حوصلے اور حکمرانی کی امنگیں سب کچھ اس میں اس عمدگی سے یکجا کر دیئے جاتے ہیں جسے دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے۔

یہ راز سمجھ نہیں آتا کہ ابتدائی مرحلوں میں بالکل یکساں ہونے کے باوجود کس طرح حیوانی جنین کا رخ ایک طرف اور انسانی جنین کا رخ دوسری طرف موڑ دیا جاتا ہے۔ پھر اس منصب کو نبھانے کے لیے جن قابلیتوں، صلاحیتوں اور اعضاء و وسائل کی ضرورت ہوتی ہے وہ

سب مہیا کردیے جاتے ہیں تو زبان بے ساختہ پکارنے لگتی ہے۔ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ

شکم مادر میں وہ تنہا خلیہ جو رحم کی دیوار کے ساتھ چمٹ جاتا ہے، جو حیران کن تغیرات اس میں رونپذیر ہوتے ہیں عام طور پر ہم اس کی طرف کم توجہ دیتے ہیں لیکن یہ خصوصیتیں آہستہ آہستہ نمو پذیر ہوتی رہتی ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہیں اور صاف نظر آنے لگتی ہیں۔ پس وہی باریک نقطہ ایک انسانی بچہ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور جو خوبیاں اور کمالات اللہ تعالیٰ نے اس میں ودیعت کئے تھے آہستہ آہستہ وہ ظہور پذیر ہونے لگتے ہیں۔

یہ حیران کن تغیرات بڑے اہم نتائج کے حامل ہوتے ہیں۔ یہ اس رحم میں وقوع پذیر ہوتے رہتے ہیں جس کو قرآن کریم نے فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ کے لفظ سے بیان کیا ہے۔ یعنی ایک ایسی قرارگاہ جو بڑی پختہ اور مضبوط ہوتی ہے۔ علم تشریح الابدان کے ماہر جب رحم کے بارے میں غور کرتے ہیں تو حیران ہو جاتے ہیں کہ کس طرح اسے پیٹ کے نچلے حصہ میں رکھا گیا ہے اور پھر اسے مختلف رگ وریشوں سے شکم کے مختلف حصوں کے ساتھ پیوستہ کر دیا ہے کہ وہ نہ الٹ جائے اور نہ کسی ایک طرف جھک جائے۔ جیسے جیسے جنین بڑھتا رہتا ہے اسی کے مطابق رحم پھیلتا جاتا ہے اور جب بچہ پیدا ہو جاتا ہے تو پھر وہ پھیلا ہوا رحم سکڑنے لگتا ہے یہاں تک کہ کچھ عرصہ بعد وہ اپنی اصل طبعی حالت پر لوٹ آتا ہے۔

جو شخص اس ایک جرثومہ کے محیر العقول اور نازک ترین تغیرات کا ملاحظہ کرتا ہے تو اس وقت اسے اس آیت کا صحیح مفہوم سمجھ آتا ہے۔ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۞

مزید دو آیات اور سائنسی حقائق

اب آپ کے سامنے قرآن کریم کی دو آیتیں پیش کی جاتی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے سر مکنون سے پردہ اٹھایا ہے جس سے نوع انسانی ان آیات کے نزول سے پہلے بے خبر تھی۔ پہلی آیت سورۃ الحجر کی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ وَمَآ

اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِیْنَ٥

"پس ہم بھیجتے ہیں ہواؤں کو باردار بنا کر پھر ہم اتارتے ہیں آسمان سے پانی، پھر ہم پلاتے ہیں تمہیں وہی پانی اور تم اس کا ذخیرہ کرنے والے نہیں ہو۔"

دوسری آیت سورۃ النور کی ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُزْجِیْ سَحَابًا ثُمَّ یُؤَلِّفُ بَیْنَهٗ ثُمَّ یَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ وَیُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِیْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَیُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ وَیَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ یَّشَآءُ یَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ یَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ٥

"کیا تم نے غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ لے جاتا ہے بادل کو پھر جوڑتا ہے اس کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو پھر اسے تہ بہ تہ کر دیتا ہے پھر تو دیکھتا ہے بارش کو کہ نکلتی ہے اس کے درمیان سے۔ اتارتا ہے اللہ تعالیٰ آسمان سے برف جو پہاڑوں کی طرح ہوتی ہے۔ پھر نقصان پہنچاتا ہے اس سے جسے چاہتا ہے اور پھیر دیتا ہے اس کو جس سے چاہتا ہے۔ قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک لے جائے آنکھوں کی بینائی کو۔"

ان دو آیتوں میں دو حقیقتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ جب نباتات، جمادات تمام چیزیں جوڑا جوڑا (نر اور مادہ) ہیں تو عالم نباتات میں بھی جب سارے پودے یا نر ہیں یا مادہ تو ان میں تلقیح کا عمل کیونکر رو پذیر ہوتا ہے۔

بتا دیا کہ ہم نے عمل تلقیح کو سرانجام دینے کے لئے ہواؤں کو مقرر کر دیا ہے اگر یہ ذمہ داری حضرت انسان کی ہوتی تو دنیا کی ساری مصروفیتوں کو بالائے طاق رکھ کر بھی کسی ایک جنس پر کھیتوں میں عمل تلقیح کو بروئے کار لانا اس کے لئے ممکن نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر یہ احسان فرمایا کہ یہ ذمہ داری ہواؤں کو تفویض کر دی اور حضرت انسان کو دیگر اہم فرائض کی انجام دہی کے لئے مکلف ٹھہرایا۔ دوسری آیت میں یہ بتایا گیا کہ ہواؤں کے ذمہ صرف تلقیح نباتات کا عمل نہیں بلکہ ایک اور اہم ذمہ داری بھی انہیں تفویض کی گئی ہے کہ وہ بادل کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو بھی ایک جگہ اکٹھا کر دیتی ہیں۔ برقی لہریں جو فضا میں تیر

رہی ہیں ان کی وجہ سے بادلوں میں کثافت پیدا ہوتی ہے اور بعض بادل ایسے ہیں جن کی برقی لہریں نر ہوتی ہیں اور بعض بادل ایسے ہوتے ہیں جن کی برقی لہریں مادہ ہوتی ہیں اور ہوائیں جب ان بکھرے ہوئے بادلوں کو لا کر آپس میں ملاتی ہیں تو مثبت اور منفی برقی لہروں کا باہمی امتزاج ہوتا ہے تو ان بادلوں میں سے بارش کے قطرے ٹپکنے لگتے ہیں۔ یہ بھی ایک قسم کی تلقیح ہے جو ہوائیں مختلف بادلوں کو ملا کر انجام دیتی ہیں۔

نباتات کے بارے میں تو انسان کو پہلے بھی کچھ واقفیت تھی کہ پودے درخت جڑی بوٹیاں وغیرہ مذکر و مونث میں منقسم ہیں اور ان کی تلقیح کا فریضہ ہوائیں انجام دیتی ہیں لیکن کسی کو یہ معلوم نہیں تھا کہ بادل کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو دھکیل کر جب ہوائیں ایک جگہ جمع کر دیتی ہیں تو وہاں بھی عمل تلقیح انجام پذیر ہوتا ہے جس کی وجہ سے بارش برستی ہے۔ یعنی جب بجلی کی مثبت اور منفی لہریں آپس میں ٹکراتی ہیں تو اس سے بادلوں میں تلقیح کا عمل وقوع پذیر ہوتا ہے جو بخارات کے اس ہیولے کو پانی کے قطروں میں تبدیل کر دیتا ہے۔

علم انسانی صدہا سال سفر طے کرنے کے بعد جہاں آج پہنچا ہے قرآن کریم نے اس حقیقت سے پہلے ہی پردہ اٹھا دیا تھا، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قرآن کریم کسی انسان کا مرتب کردہ نہیں ورنہ اس میں وہ حقائق کمال صحت سے اور بڑی تفصیل سے بیان نہ کیے گئے ہوتے جو انسانی علم کی رسائی سے ماوراء تھے۔ جب قرآن کریم میں بے شمار ایسے اسرار بے نقاب کر دیے گئے ہیں جو نزول قرآن کے وقت انسان کے علم کی رسائی سے ماوراء تھے تو معلوم ہوا کہ یہ اس فاطر السموات والارض کا نازل کیا ہوا صحیفہ ہدایت ہے جو ان تمام اسرار کو جانتا ہے جو انسان کی رسائی سے بلند ہیں۔

زمین و آسمان کی حقیقت اور ہر شے کا وجود پانی سے ہونا

اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ○

"کیا کبھی غور نہیں کیا کفر و انکار کرنے والوں نے کہ آسمان اور زمین آپس میں ملے ہوئے تھے پھر ہم نے الگ الگ کر دیا انہیں اور ہم نے پیدا فرمائی پانی

سے ہر زندہ چیز۔ کیا اب بھی وہ ایمان نہیں لاتے۔"

اپنی توحید کے دلائل عقلیہ ونقلیہ بیان کرنے کے بعد اپنی قدرت کاملہ کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ اَلرَّتْقُ: اَلضَّمُّ وَالْاِلْتِئَامُ (المفردات) رتق کا معنی ہے کسی چیز کا باہم دگر پیوست ہونا اور ایک دوسرے سے ملا ہوا ہونا۔ اَلْفَتْقُ: اَلْفَصْلُ بَیْنَ الْمُتَّصِلَیْنِ دو جڑی ہوئی چیزوں کو الگ الگ کرنا۔ ارشاد ربانی ہے کہ زمین و آسمان موجودہ صورت اختیار کرنے سے پہلے ایک دوسرے میں پیوست تھے پھر ہم نے اپنی قدرت سے زمین کو الگ کر دیا اور آسمان کو الگ کر دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر علماء تفسیر سے اس آیت کا یہی مفہوم منقول ہے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَضَحَّاكٌ وَعَطَاءٌ وَقَتَادَةُ كَانَتَا شَيْئًا وَّاحِدًا مُلْتَزِقَيْنِ فَفَصَّلَ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا بِالْهَوَاءِ

"زمین و آسمان شئے واحد کی طرح تھے، ان کے اجزاء ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے پھر ہوا کے ذریعہ انہیں علیحدہ علیحدہ کر دیا گیا۔" (قرطبی)

سینکڑوں صدیوں کی تحقیقات، تجربات اور غور وفکر کے بعد علماء طبعیین جس نتیجہ پر آج پہنچے ہیں۔ قرآن کریم نے پہلے ہی اس حقیقت کو چند الفاظ میں بیان کر دیا تھا۔

رتق اور فتق کا ایک اور مفہوم بھی بیان کیا گیا ہے۔

رتق سے مراد: آسمان کا منہ پہلے بند تھا، کوئی بارش نہیں ہوتی تھی زمین کا منہ بھی بند تھا، کوئی چیز اس میں اگتی نہیں تھی، اللہ تعالیٰ کے حکم سے آسمان کا منہ کھلا اور بارش برسنے لگی۔ زمین کی مہر ٹوٹی اور اس میں سے ضروریات زندگی کی مختلف قسم کی اشیاء خورد ونوش وغیرہ اگنے لگیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ (ضیاء النبی ج ۶)

نظریۂ ارتقاء کی تردید

ڈاکٹر ریاض الحسن نوری اپنے ایک طویل مضمون میں بعض موضوعات پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں (اولاً انہوں نے ڈارون کے "نظریہ ارتقاء کہ انسان بن مانس APC یا بے دم کے بندر ہونے" کی تردید میں پاکستان ٹائمز مورخہ ۱۸ دسمبر ۱۹۶۹ء میں خود سائنسدانوں

کے نظریات سے تردید کی ہے اور اس کے بعد نمبر ۴ کے تحت اسی سلسلہ میں اس طرح لکھا کہ)

بعض دوسرے غیر متعصب سائنس دانوں کی رائے بھی ملاحظہ فرمائیے۔ Careux لکھتا ہے:۔

"لیکن عجیب بات یہ ہے کہ نظریۂ ارتقاء کے سب نتائج اس صورت میں بھی سچ اور صحیح بیٹھتے ہیں جبکہ ہم یہ مان لیں کہ کوئی ارتقاء نہیں ہوا بلکہ باری باری سے الگ الگ چیزوں کی تخلیق ہوئی ہے اور ان تخلیقات میں آپس میں کوئی دور کا رشتہ بھی نہیں ہے۔ پس جب پوزیشن یوں ہے تو ہر ایک اپنے من پسند نظریہ کو اختیار کرنے میں آزاد ہے۔"

(An introduction to Anthropology by Ralph L. Beals & Harry Hoyjer page69)

۵۰ چوٹی کے سائنس دانوں نے یونائیٹڈ نیشنز کے تحت مذاکرہ میں اعلان کیا کہ موجودہ انسان یعنی HOMO SAPIEN کم از کم ساٹھ ہزار سال قبل بھی اس دنیا میں پایا جاتا تھا۔ اس موقع پر یہ بھی کہا گیا کہ Neandthal Man جسے سلسلۂ ارتقاء کی ایک کڑی قرار دیا جاتا ہے موجودہ انسان کا جدامجد نہیں تھا۔ (پاکستان ٹائمز مورخہ 11 ستمبر 1969ء)

چند سال قبل یہ نظریہ بھی سامنے آچکا ہے اور اس کا اجمالی تعارف نیویارک ٹائمز میں کرایا گیا تھا کہ زندگی رکھنے والا اولیں سالمہ یا تخم حیات کرۂ زمین پر تشکیل پذیر نہیں ہوا بلکہ کسی بیرونی سیارے سے خلاء کو پار کر کے پہنچا ہے۔ جب ابتدائے حیات کے قیاسات کا اختلاف یہاں تک پہنچا ہو تو عقل کے نام سے نظریۂ ارتقاء پر اندھا ایمان رکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ایک اور نقطۂ نظر یہ بھی ہے کہ دوسرے سیاروں کی عقل سے آراستہ اور زیادہ صلاحیتیں رکھنے والی مخلوق زمین پر رہ چکی ہے۔

تاہم جو سائنس دان اب بھی ارتقاء کو تسلیم کرتے ہیں وہ بھی اب ڈارون کے نظریے کو خیرباد کہہ چکے ہیں۔ ان میں اب یہ نظریہ مقبول ہے کہ جو کچھ ارتقاء ہوا ہے وہ تغیرات Mutations کی صورت میں ہوا ہے پس بقول ٹیلر A.E.Taylor ڈارون کا اپنا نظریہ اب نیست و نابود ہو چکا ہے۔

(Plato by A.E.Taylor p.293)

اٹھارویں صدی میں منکر خدا فلاسفہ کثرت سے ظاہر ہوئے اور انیسویں صدی میں بھی مارکس وانیجلز جیسے ملحد مفکر پیدا ہوتے رہے حتیٰ کہ مذہب پسند عوام ہی نہیں ان کو رہنمائی دینے والے پادری تک الحاد اور لامذہبیت کے علمبردار بننے لگے لیکن بیسویں صدی میں جب آ کر وہی سائنس جو انکارِ خدا اور لامذہبیت کا باعث بن رہی تھی تو تیزی سے ترقی کرنے لگی اور اس کی وحدانیت کے مبلغ بن گئے۔ وہی بات کہ ؎

''میں ہوا کافر تو وہ کافر مسلمان ہو گیا۔''

خدا پر ایمان رکھنے والے سائنسدان

بیسویں صدی کے سرخیل سائنس دان مثلاً جیمز جینز، ایڈنگٹن، وائٹ ہیڈ، آئن سٹائن نہ صرف خدا کے قائل ہیں بلکہ مذہب اور تصوف کی تعریف میں بھی رطب اللسان پائے جاتے ہیں آئن سٹائن لکھتا ہے۔

''اعلیٰ ترین جذبات جن کے ہم متحمل ہو سکتے ہیں وہ معرفت اور تصوف کے جذبات ہیں۔ ان ہی میں تمام آرٹ اور سچی سائنس کا بیج پایا جاتا ہے۔''

(Albert Einstein by Hilaier Cuny p.149)

انسان کے اندر خدا کو تسلیم کرنے اور اس کے احکام کی پابندی کرنے کا جذبہ اتنا گہرا ہے کہ ملحدانہ پروپیگنڈا اور نفسانی خواہشات کے طوفان بھی اس کو بالکل نیست و نابود نہیں کر سکتے۔ مشہور جرمن محقق Dr. Raudolph Otto نے مدلل بحث کر کے بتلایا ہے کہ انسان نے ہر زمانے میں ایک قسم کی مقدس ہیبت محسوس کی ہے۔ یہ وہ بات نہیں جس کو کہ مذہبی جبلت کہا جاتا ہے بلکہ یہ اس چیز کی یاددہانی ہے کہ قدیم سے قدیم زمانے میں بھی جہاں تک ہماری تحقیقات کی رسائی ہو سکی ہے انسان ہمیشہ ایک طرح کے احساس ''مخلوقیت'' کا حامل رہا ہے۔ انسان نے ہر زمانے میں یہ محسوس کیا ہے کہ اس جہان میں اس کے علاوہ ایک اور ہستی بھی ہے جو کہ انسانی شعور سے ماورا ہے اور جس کی عظیم طاقت اور قہاری Overpowering absolute might کے آگے انسان کو چاہیے کہ اپنے آپ کو پست

Debase کر کے رکھے۔ لیکن اس احساس کے باوجود وہ اس کی طرف ایک کشش اور لگاؤ بھی محسوس کرتا ہے۔

(How Men Worship by F.H.Hilliard p.9)

بیسویں صدی کے ان تمام جدید محققین کی تحقیقات سے ہمیں اللہ تعالیٰ کے اقوال یاد آ جاتے ہیں جن کی صداقت کا اعتراف یہ تمام مغربی علماء نادانستہ طور پر کر رہے ہیں۔ یہ سب اس میثاق کا اثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے ازل میں تمام اَرواح سے لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس میثاق کی یاددہانی قرآن میں کئی جگہ کرائی ہے۔ مثلاً دیکھیے (سورۃ الاعراف:۱۰۲)

یہی مضمون اس حدیث میں بھی آیا ہے جس میں کہا گیا ہے ہے. کہ ہر انسان اپنی فطرت یعنی اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔

(مامن مولود الایولد علی الفطرۃ ...... الخ)

پھر اس کے والدین اس کو یہودی یا عیسائی یا مجوسی وغیرہ بنا لیتے ہیں۔

آج ان تمام وحی الٰہی کی باتوں کی تصدیق خود وہ لوگ کر رہے ہیں جو وحی سے بے بہرہ ہیں اور اس طرح سے اللہ تعالیٰ کا مندرجہ ذیل وعدہ پورا ہو رہا ہے۔

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ وَفِىْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ

(حمٓ السجدہ:۵۳)

اس سلسلہ میں قرآن میں سجدہ کے مقامات کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

تاریخ کا یہ ایک درسِ عبرت ہے کہ ہٹلر جیسے ظالم شخص کی زندگی کے آخری لمحات میں خدا کا تصور ابھر آیا حالانکہ وہ اس تصور کے خلاف مسلسل لڑتا رہا۔

ایک مستند یادداشت ملاحظہ ہو:

''اس بات سے قطع نظر نہیں کیا جا سکتا کہ ہٹلر جو چرچ پر اس لئے زیادتیاں کرتا رہا کہ کہیں خدا کا نظریہ اس کے خدائی مقام حاصل کرنے میں رکاوٹ نہ بن جائے۔ اس کو اب اچانک خدا یاد آ گیا اور یہ گناہ بھی یاد آ گیا کہ وہ ایک عورت کے ساتھ بغیر نکاح کے رہنے کی معصیت کا مرتکب رہا ہے...... (پس) اس نے ۲۸ اپریل ۱۹۴۵ء کی رات کو باقاعدہ شادی کی ...... اور (اس کے دو دن بعد) ہٹلر اور ایوا بران کی موت کی تاریخ برومین کی ڈائری میں

۳۰ اپریل ۱۹۴۵ء درج ہے۔"

Barmanns Diary- April 30th 1945 How Wars and compiled by V.Servuk, Progress Publishers, Moscow, 1969 p. 249,251

اب دیکھئے کہ مندرجہ بالا بیان سے آیات قرآنی کی یہ صداقت سامنے آتی ہے کہ انسان کی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ خدا پر ایمان لائے اور اس سے مدد چاہے اور خدا کا تصور آتے ہی گناہ کے گناہ ہونے کا احساس ابھر آتا ہے۔ عام حالات میں انسانی فطرت بادۂ عقلیت میں سرشار رہتی ہے، لیکن کسی آڑے وقت اسے خدا ضرور یاد آتا ہے۔

بیسویں صدی میں یک طرفہ تماشا یہ ہے کہ ایک طرف سائنس دان خدا کے نظریے کے قائل بلکہ مبلغ بن رہے ہیں اور دوسری طرف وہ پادری جو ڈیڑھ دو ہزار سال سے حضرت عیسیٰ کے سچے مذہب کو مسخ کرتے رہے ہیں خدا کے منکر بنتے جا رہے ہیں ان میں ایک بہت بڑا گروہ ایسا پیدا ہو گیا ہے جو کہتا ہے کہ کوئی خدا نہیں ہے اور خدا کے انکار کے باوجود بھی ایک آدمی عیسائی رہ سکتا ہے۔

تفصیلات کے لئے دو کتابیں ملاحظہ ہوں جو پبلکین نے شائع کی ہیں۔

(1) Radical Theory & the Death of God by Alitizer & Hamilton

(2) God is No More by Werner

عیسائیوں کا مشہور تبلیغی آرگن Awake جو دنیا کی ۲٦ مختلف زبانوں میں چھپتا ہے اور جس کی اشاعت 5,550,000 ہے اس کا ایک بیان ملاحظہ ہو۔

"حقیقت تو یہ ہے کہ بائیبل کی بہت کم باتیں ایسی ہیں جن کے متعلق چرچوں نے غلط ہونے کا اعلان نہیں کیا...... مثال کے طور جو امریکن چاند پر گئے تھے انہوں نے چاند کے سفر سے ٹیلی کاسٹ میں بائیبل سے زمین پر انسان کی رہائش کی تاریخ کا بیان پڑھ کر سنایا تھا لیکن اس کے بعد EPISCOPAL کے ایک پادری نے اسی بیان کے متعلق رائے زنی کرتے ہوئے پرزور طریقے پر یہ کہا کہ جو بیان پڑھا گیا تھا وہ محض ایک قصہ ہے...... بائیبل کا کوئی موجودہ محقق بائیبل کے تخلیق کائنات کے ذکر کو سائنسی طور پر صحیح نہیں سمجھتا۔ جب بھی

کوئی شخص بائیبل کے بیان کی تصدیق کرتا ہے تو آپ یقینی طور پر کسی گرجا کے پادری کو اس کا مذاق اڑاتے دیکھیں گے۔"

("Awake," April 22,1969,p.15 New York Times, December 30th 1960 p.18)

پاکستان میں مغربی دہریت کی نقالی

پاکستان میں بھی یورپ کے نقالوں کی کمی نہیں۔ بھلا جب وہاں لوگ خدا کے انکار اور بائبل کے انکار کے باوجود اپنے کو عیسائی اور عیسائی پادری کہنے پر مصر ہیں تو پھر پاکستان میں ایسے لوگ کیوں پیدا نہ ہوں گے جو خدا اور اس کی قدرت کے منکر ہونے کے باوجود اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ کریں۔

ملتان میں بھاشانی اکیڈمی قائم ہوئی ہے۔ تصنیف و تالیف اور نشر و اشاعت کا یہ ادارہ بھاشانی صاحب کے نام پر بنایا گیا ہے۔

اس ادارے کی طرف سے ایک کتاب شائع ہوئی ہے جس کا نام ہے "سماج کا ارتقاء" مصنف کا نام کلیم اللہ درج ہے۔ اور چھاپنے والے بھاشانی اکیڈمی کے راؤ محمد سلیمان خان، ۵۷ حسن پروانہ کالونی ملتان ہیں۔ کلیم صاحب فرماتے ہیں ...... "تو مالدار فلسفیوں مثلاً افلاطوں وغیرہ نے دوسری دنیا کے تصورات وہاں کے آرام و سزا و جزا اور ترکِ دنیا کے تصورات کو بڑی شدت سے پیش کیا جنہیں حضرت عیسیٰؑ نے آگے چل کر چار سو سال (بعد) اور زیادہ مکمل کر کے پیش کیا (ص ۳۹)

گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام مالدار فلسفیوں کے تصورات کو تکمیلی شکل دینے والے ٹھہرے (نعوذ باللہ)

واحدانیت کا ترقی یافتہ تصور سب سے پہلے زرتشت نے آٹھ سو سال قبل از مسیح میں پیش کیا

(اب تک تو قرآن اور خاتم النبیین سے ہم نے یہ سبق پڑھا تھا کہ "دین حق" اور توحید کے اوّلیں، داعی آدم علیہ السلام تھے اور پھر یہی پیغام نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام

اور جملہ انبیائے کرام آگے پھیلاتے رہے لیکن مسلمانان پاکستان کی بھاشانی اکیڈمی یہ نیا انکشاف کر رہی ہے کہ وحدانیت کا تصور سب سے پہلے زرتشت نے پیش کیا۔ اور وہ بھی "ترقی یافتہ") لاحول ولا قوۃ الا باللہ

بعد کے زمانے میں اس کی ترقی یافتہ شکل عیسائیت اور بعد کے مذاہب میں ملتی ہے۔ بربری نظام میں ایک ملک کے باشندے قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے۔ اور وہاں خدا بھی کئی ہوتے تھے۔ جاگیرداری نظام میں ایک بادشاہ کے تحت مرکزیت پیدا ہوتی ہے اور اسی کے ساتھ دیوتا یا خدا کا تصور بھی ترقی پاتا ہے۔ (سماج کا ارتقاص ۱۰۶-۱۰۷)

(گویا خدا بجائے خود کوئی حقیقت نہیں بلکہ ماحول اپنے سانچے میں کسی طرح کا تصور خدا ڈھال دیتا ہے اور پھر اسے تبدیل کرتا رہتا ہے)

جن جن ممالک میں مشین کا دخل ہو رہا ہے مذہبی اعتقادات پر اس کا اثر ہو رہا ہے یہ چیز ہم اپنے ملک میں خود بھی اچھی طرح دیکھ اور محسوس کر سکتے ہیں...... لیکن جب سے سائنس کا عمل و دخل ہوا ہے اور اس کی ترقی نیچر پر انسانی اقدار کو بڑھاتی جاتی ہے، (ص ۲۱۳)...... انسان کے اس تخیل پر کہ نیچر کو کوئی اعلیٰ و ارفع ہستی چلاتی ہے خاصی ضرب لگتی ہے۔ (ص ۲۱۴)...... مشین اس کی غلامی میں آ جائے گی اور زندگی میں بھوک اور جنگ و جدل سے نجات مل جائے گی تو اسے آئندہ زندگی کے رنگین خوابوں کی ضرورت نہ ہو گی اور اس غیر طبقہ داری سماج میں مذہب کی ضرورت نہ رہے گی۔" (ص ۲۶۸-۲۶۹) اس عبارت کو پڑھ کر رائے قائم کیجئے کہ آیا یہ کسی مسلمان کے ذہن کی آئینہ دار ہے یا مغربی لادینیت اور مارکسزم کا پرتو!

تسخیر ماہتاب کا واقعہ اور قرآن

پارہ ۳۰ سورت ۸۴، آیات ۱۸-۱۹-۲۰ میں فرمایا:

وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ

اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہمیں چاند کی اس حالت کی قسم جبکہ وہ پورا ہو۔ تم لوگ اس کے ذریعے سے ضرور ایک طبقے سے دوسرے میں سواری پر سوار ہو کر جاؤ گے۔ پھر ان کو کیا ہو گیا

کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔ (یعنی خدا کی قدرتوں کے اتنے جلوے دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے بلکہ خدا پر تو ایمان لے ہی آئیں گے۔ ایمان تو اس قرآن پر لانا چاہئے کہ جس نے چودہ سو سال پہلے یہ سب کچھ بتا دیا تھا)

لترکبن کے معنی ہیں تم لوگ ضرور کسی مرکب کے راکب بن کر ایک طبقے سے دوسرے میں جاؤ گے۔ (یعنی کسی قسم کی سواری پر سوار ہوکر) پرانے ترجموں میں اس آیت کے معنی یہ لکھے ہیں کہ تم جنت کے ایک درجے سے دوسرے میں چڑھو گے۔ (حالانکہ جنت کے درجوں میں چڑھنے کے لئے سواری کی کیا ضرورت ہے وہ تو ایسا محاورہ ہوگا جیسے کہ ایک کلاس سے دوسری میں چڑھ جانا) لہٰذا یہ اشارہ تو چاند اور سیاروں کے سفر کا ہے اور اس سے یہ بھی ظاہر فرما دیا کہ دوسرے سیاروں میں جانے کے لئے چاند درمیانی سٹیشن بنے گا چنانچہ سائنس دان بھی یہی تجویز کر رہے ہیں۔

چاند میں بہت دلچسپ کھیل کھیلے جائیں گے

پارہ ۳۰ سورت ۹۱ آیت ۲ میں فرمایا وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا اور ہمیں چاند کی اس حالت کی قسم جب کہ اس میں داخل ہو کر آپس میں نہایت دلچسپ کھیل کھیلے جائیں گے۔ (یہاں پر نہ صرف کھیل کھیلنے کا ذکر ہے بلکہ کم از کم دو فریقوں کا اس کھیل میں حصہ لینے کا اشارہ ہے اور یہ تمام اشارے ایک لفظ تلٰی میں پوشیدہ ہیں جو عربی ڈکشنری کے مطالعے سے معلوم ہو سکتے ہیں چنانچہ موجودہ نسلوں کی خوش نصیبی سے یہ کھیل ۲۱ جولائی ۱۹۶۹ء سے شروع ہو گئے اور خدا کی قدرت کہ پہلے پہل دو ہی انسان چاند پر اترے اور جب یہ کھیل بڑے پیمانے پر شروع ہوں گے تو غالباً فی الحال امریکہ اور روس دونوں ملک ہی مدمقابل ہوں گے۔

چاند کے سفر کے ایک اور عجوبے سے قرآن کی صداقت کا اظہار

وہ یہ کہ خلانوردوں کا بیان ہے کہ جب ان کا راکٹ چاند سے واپسی پر زمین کی پرزور کشش کی وجہ سے ۲۵ ہزار میل فی گھنٹہ کی قیامت خیز رفتار سے زمین کی طرف کھنچا چلا آ رہا تھا تو اس وقت تیزی رفتار سے راکٹ سراپا آگ کا گولا بن گیا تھا مگر سائنس کا کمال! کہ نہ راکٹ اور اس کے تار اور پرزے جلے اور نہ خلا بازوں کو آنچ آئی۔ اس لئے کہ خلانوردوں تو ایسا

لباس پہنے ہوئے تھے کہ جس پر آگ اثر نہ کرے اور راکٹ کو کچھ ایسی ترکیب سے بنایا جاتا ہے کہ وہ مجسم آگ بن کر بھی سلامت رہے۔

اب سنئے کہ اس کے بارے میں قرآن پاک کیا فرماتا ہے۔ پارہ ۱۴ سورت ۱۶ آیت ۸۱ میں فرمایا۔ "اے انسانو! اللہ تعالیٰ تمہارے واسطے ایسے سرابیل بنوادے گا کہ جو تم کو جلنے سے بچالیں گے اور ایسے سرابیل بھی کہ جو تم کو ہر قسم کی آفت سے بچالیں گے۔" (لفظ سرابیل میں کئی باریکیاں پوشیدہ ہیں۔ اس کے معنی پورا لباس اور جسم کو چھپانے کا سامان ہے اور اس لفظ کے مادے کے حروف س-ر-ب۔ یعنی سرب کے معنی ہیں جنگلی اور شکاری جانوروں کے چھپ کر بیٹھنے کا "بھٹ" یعنی جہاں سے شیر چیتے وغیرہ موقع پا کر شکار پر جھپٹ پڑتے ہیں اور یہ صاف اشارہ ان راکٹوں کی طرف ہے کہ جن میں خلانورد محفوظ بیٹھے موقع پا کر چاند اور سیاروں میں کود جائیں گے۔ اس کے علاوہ "سرب" یعنی "بھٹ" کا اشارہ اس امر پر بھی روشنی ڈالتا ہے کہ چاند میں جا کر ٹھہرنے والے چاند کے غاروں یا "بھٹوں" میں جا کر ٹھہریں گے تاکہ شہاب ثاقب کے حملوں سے محفوظ رہ سکیں جو وہاں ہر وقت گرتے رہتے ہیں اور قرآن پاک کی اس مذکورہ آیت کی تصدیق کرتے رہتے ہیں کہ "آسمان کے اقطار میں پہنچ کر تم پر آگ اور پگھلی ہوئی دھاتیں برسیں گی۔"

س: سورۂ الرحمٰن سے اس خلائی دور کی ترجمانی اور پیشین گوئی عیاں ہے جو کہ امسال چودہ سو سال بعد پوری ہونی شروع ہوئی ہے۔

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ

کے پیغام سے انسان کو کہا گیا ہے کہ اگر تم میں استطاعت ہے تو زمین اور آسمانوں سے نکلو۔ اس کے بعد یہ نہیں کہا گیا کہ تم نہیں نکل سکو گے بلکہ فرمایا ہے۔ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ یعنی تم بغیر دلیل کے نہیں نکل سکتے۔ گویا تم نکل تو سکتے ہو مگر سعی و کوشش سے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ

اگلی آیت میں ان مشکلات اور مصائب و آلام کا ذکر ہے جو اس جدوجہد میں مانع ہوں گے۔ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ

تم پر آگ کے چابک (شعلے) آئیں گے۔ یہ حدت و تمازت زمین کے اردگرد تین چار سو میل گھیرے کرہ ہوائی سے نکلتے اور زمین پر واپس آتے ہوئے درپیش ہوتی ہے۔ بنابریں خلائی جہاز فی الحال سمندر میں اتارے جاتے ہیں اور کئی طریق سے ان کی واپسی پر رفتار میں کمی کی جاتی ہے۔ ورنہ یہ شہابِ ثاقب کی طرح راستے ہی میں جل کر ختم ہو جائیں۔ وَنُحاسٌ یعنی آگ کے علاوہ اور بھی مشکلات ہوں گی۔ سائنس دان جانتے ہیں کہ ہوا سے اوپر تابکاری اثرات اور سورج کی تپش اور اگر سورج کسی چیز کے عقب پر ہو تو انتہائی سردی اور دیگر کئی مسائل حل کرنے لازمی ہیں جس کے بارے میں قرآن پاک میں لکھا ہے کہ تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔ (ڈاکٹر یوسف علی سول ہسپتال ملتان)

ج: سائنسی تحقیقاتوں اور عملی تجربوں کا وقوع جس طرح ہو رہا ہے نہ قرآن کی کوئی آیت اس کی نقیض ہے اور نہ تمام ممکن تجربوں کی پیشین گوئیوں کا ریکارڈ اس میں ہونا ضرور ہے۔

قرآن ایمانی، روحانی، اخلاقی اور تہذیبی ہدایت کی کتاب ہے۔ اس کتاب ہدایت نے عقل سے کام لینے اور قوتوں کو استعمال کرنے کا درس دیا ہے، اور خدا کی طرف سے مادی کائنات میں انسان کو محدود اختیارات کے ساتھ خلافت و سرداری و لولیعت ہونے کا کلیہ بیان کیا ہے۔ اس کے ساتھ اس نے یہ چاہا ہے کہ خدائی قوتوں اور مادی اسباب و وسائل میں جو تصرف بھی کیا جائے خدا کو مالک مان کر عاجز بندوں کی حیثیت میں کیا جائے اور حاصل شدہ وسائل اور قوتوں کو خدا کے مقرر کردہ قوانین و مقاصد کے تحت استعمال کیا جائے۔

مادی کائنات کا ایک کلیہ جو ہمارے اب تک کے تجربات کا ماحصل ہے، یہ ہے کہ کسی معاملے میں جو بھی مادی رکاوٹ حائل ہے۔ اس کا کوئی نہ کوئی مادی توڑ بھی ہو سکتا ہے۔ البتہ فوق المادہ قوانین مشیت اور نظام تقدیر ہماری دسترس سے بالاتر ہیں۔

اس کلیے کی رو سے جس طرح بے شمار لاعلاج امراض کے علاج ایجاد ہوئے ہیں جس طرح انسان نے فضا میں پرواز کا آغاز کیا جس طرح بھاپ اور بجلی کو رام کر کے ان جناتی قوتوں سے مشینیں چلوائی گئیں۔ اسی طرح چاند کے سفر کا معاملہ بھی ہے۔ اس واقعہ سے نہ دین کے نظام میں کوئی خلل آیا اور نہ شریعت کا کوئی کلیہ ٹوٹا..... لہٰذا ایسی کوئی بات نہیں کہ قرآن سے ایک واقع شدہ تجربے کے متعلق کوئی نہ کوئی دلیل نکال کر ضرور دکھائی جائے۔

دوسری طرف یہ بھی صحیح ہے کہ اگر کسی امر میں قرآن سے کوئی دلیل و بشارت ملتی ہو تو اسے زیرِ نظر لایا جائے اور اس پر غور و تدبر کیا جائے لہٰذا آپ کی کاوش فی نفسہٖ اچھی بات ہے اور سورۂ رحمٰن کی آیات سے جو مفہوم آپ نے نکالا ہے اس کی یکسر تردید کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

سورۂ الرحمٰن کی ایک آیت اور سائنسی حقائق

البتہ سوال صرف یہ پیدا ہوتا ہے کہ سلسلۂ کلام کو ملحوظ رکھنے کی ضرورت میں آیات کا صحیح ترمفہوم کیا سامنے آتا ہے۔ سورۂ رحمٰن کا مجموعی مضمون اللہ تعالیٰ کی قدرت و اقتدار اور اس کی عطا و بخشش کے پہلوؤں کے بیان پر مشتمل ہے۔ ہر پہلو بیان کرنے کے بعد بار بار ایک ہی جملہ آتا ہے کہ "پھر اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟"

آپ کی تحریر کردہ پہلی آیت کا مفہوم (نہ کہ صرف ترجمہ) یہ ہے کہ اے جن و انس کے گروہو! یہ حقیقت جان لو کہ خدا کے دائرہ سلطنت یا حلقۂ اقتدار سے جو زمین سے لے کر آسمانوں تک پھیلا ہوا ہے نکل بھاگنے کا کوئی موقع نہیں رکھتے کہ تم خدا کی خدائی سے باہر نکل کر اس کی عبادت اور اس کے قوانین کی پابندی سے آزاد زندگی گزار سکو جہاں تمہیں کوئی پوچھنے والا نہ ہو۔ نکل بھاگنا صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ تمہارے پاس ہمارا ہی عطا کردہ کوئی پروانہ، کوئی اجازت نامہ، کوئی سند کوئی دلیل ہو کہ تمہیں نکلنے کی اجازت ہے۔ یہ بات بالکل ایسی طرح کی ہے جیسے کوئی حکمران اپنی رعیت کو انتباہ دے کہ تم سرکشی کر کے سرحدوں سے نہیں نکل سکتے۔ سرحدوں سے نکلنے کے لئے بھی ہمارا اجازت نامہ ضروری ہے۔

لفظ اقطار کا واحد قطر ہے جس کا لغوی ترجمہ جہاں حلقے، گوشے، طرف، دائرے یا حد سے کیا جا سکتا ہے وہاں اس کے معنی سلطنت اور اقلیم کے بھی ہیں۔ "اقطار الدنیا" سے مراد لیا جاتا ہے۔ پوری دنیا کی چاروں جہتوں کا حلقہ۔ قطر ایسے خط کو بھی کہتے ہیں جو کسی حلقے یا دائرے یا رقبے کی حد متعین کرے۔ آیت میں انتباہ یہ ہے کہ تم خدا کی سرحدوں سے باہر نہیں نکل سکتے۔

اب "اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" کا مدعا متعین کرنے سے پہلے یہ سوچئے کہ بات اگر صرف "اَقْطَارِ الْاَرْضِ" کی ہوتی تو اس سے باہر نکلنے کا تجربہ تو ہو چکا لیکن جب سوال

"اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ" کا سامنے آجائے تو یہ تصور اتنا وسیع ہے کہ پوری کائنات پر حاوی ہے۔ یعنی ہمارے اردگرد کے دائرے میں جو تہ بہ تہ نظام اجرام یا کہکشانی حلقے پائے جاتے ہیں۔ ان کی حدود سے باہر نکلنا ممکن نہیں۔ یہ امکان یوں بھی نہیں ہے کہ اگر روشنی کی رفتار سے بھی خلائی جہاز چلنے لگیں تو بھی اس وسیع کائنات کے سویں، ہزارویں حصے کو بھی عمر انسانی میں طے نہیں کیا جا سکتا۔ بعض ستاروں کی روشنی ہم تک پہنچنے میں اربوں سال کی مدت لیتی ہے۔ کئی ستارے لاکھوں سال سے چمک رہے ہیں مگر جو روشنی ان سے پہلے دن چلی تھی وہ پونے دو لاکھ میل فی منٹ سے زائد رفتار کے باوجود ابھی ہماری زمین تک نہیں پہنچی۔ پس اقطار السموات والارض سے باہر نکلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

"لَا تَنۡفُذُوۡا" کا لغوی مفہوم بھی نگاہ میں رہے۔ نفذ کا ابتدائی معنیٰ ہے کسی چیز کو چھید کر پار ہو جانا (مثلاً تیر کا شکار کو زخمی کر کے آگے نکل جانا) اس ابتدائی مفہوم سے بات واضح ہوگئی کہ پوری کائنات (اَقۡطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ) کو چھید کر اس کی حدود میں سے باہر نکل جانا مراد ہے اور یہ ممکن نہیں۔ خود ہمارا وجود اس کائنات کا جزو اور اپنی ساخت اور ضروریات کی وجہ سے اس کے ساتھ اتنا مربوط ہے کہ اس سے الگ ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

چاند تو ہمارا قریبی پڑوسی ہے اور زمین اور چاند کے درمیان کشش کے علاوہ اثر و تاثر کے کئی تعلقات قائم ہیں۔ سوال تو آگے کے حلقوں اور کائناتی اقلیموں کو عبور کرنے کا ہے جس کے لئے کافی اسباب و لوازم ہی کی فراہمی مشکل نہیں بلکہ انسانی عمر کا دامن وقت بھی بے حد تنگ ہے اور پھر شُوَاظٌ مِّنۡ نَّارٍ وَّنُحَاسٌ کا معاملہ سامنے آتا ہے۔ اس کا جو تجربہ چاند کے سفر تک ہوا ہے۔...... بات دراصل یہ ہے کہ مذہبی دائروں سے بعض اصحاب اقطار السموات والارض کو اقطار الارض کے مفہوم میں پیش کرتے رہے ہیں اور انہوں نے یہ غلط فہمی پیدا کر دی کہ زمین سے کرہ ہوائی اور کرہ ہوائی سے کرہ خلا (جو کامل خلاء تو ہے نہیں) میں داخل ہونا بروئے قرآن ممکن نہیں۔ (قرآن نمبر)

ثابت ہوا کہ تسخیر چاند کو خلاف اسلام اور خلاف قرآن قرار دینا درست نہیں ہے بلکہ لترکبن سے سوار ہو کر جانا اور جمع کے صیغہ کا اطلاق کم از کم تین پر ہونا اور پھر لام تاکید یا نون

تاکید ثقیلہ سے حتمی ولازمی پہنچنا طبقاً عن طبق سے بتدریج جانا اور اگلی آیت فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ سے ان کا غیر مسلم ہونا نصف النہار کے سورج کی طرح روشن اور واضح ہو رہا ہے اور ویسے بھی زمینی مخلوق اگر مادی وسائل کے ذریعے کسی غیر معمولی بلندی تک پہنچ جاتی ہے تو یہ شریعت سے متصادم نظریہ نہیں ہے۔ آخر شیاطین کا بھی حدیث آسمان تک جانا ثابت نہیں ہے؟ جن کو بعد میں (حضور علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے دن سے) پہرہ لگا کر روک دیا گیا۔ نہ ہی اس کو روحانی طاقت کہا جا سکتا ہے۔

الغرض سائنس نے جن موضوعات پر بھی گفتگو کی ہے اور فلاسفہ نے طبعیات اور حیاتیات پر جو ابحاث کی ہیں یا جو علوم آج کے انسان کے لئے نکتۂ کمال بنے ہوئے ہیں مثلاً پوری سائنس کا فزکس اور بیالوجی مطالعہ کریں تو کل دس موضوعات معرض وجود میں آتے ہیں۔

سائنس کے دس موضوعات

1- تخلیق کائنات اور اس کا تشکیلی نظام

2- کائنات کے ادوار تخلیق اور زمانہ ہائے ارتقاء

3- وجود کائنات کی طبعی اور کیمیائی اساس

4- زمین کس طرح وجود میں آئی؟

5- ارتقاء حیات کے طبعی اور کیمیائی مراحل کیا ہیں؟

6- اجرام فلکی کی ماہیت اور ان کا نظام کار کیا ہے؟

7- انسانی زندگی کا آغاز کیسے ہوا؟ اور اس کا نظام ارتقاء کیا ہے؟

8- نباتات اور حیوانات کی زندگی پہ بھی سائنس بحث کرتی ہے۔

9- انسانی زندگی کا افزائش نسل کا نظام

10- فضائی اور خلائی کائنات اور اس کی تشکیل کی مہم

بس یہی وہ موضوعات ہیں جو سائنس کا دائرہ کار اور اس کے اہم موضوعات ہیں۔

آپ عقیدت کو ایک طرف رکھیں اور سوچیں کہ ان میں سے کون سا موضوع ہے جس پر قرآن پاک نے بحث نہیں کی۔ اگرچہ بنیادی طور پر یا اشارۃً ہی سہی مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے وَمَنْ

اٰیٰتِہٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الروم) اور اس (اللہ) کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمین کی پیدائش۔

امام غزالی علیہ الرحمۃ نے آیہ قرآن کل فی فلك یسبحون (سب سیارے اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں) کے بارے فرمایا کہ اس میں سیدھی اور الٹی دونوں حرکتوں کا ذکر ہے کہ کل فی فلك کو الٹا کرو تو پھر بھی یہی لفظ بنے گا اور یسبحون کا تعلق بھی سیدھی الٹی دونوں ترکیبوں یا حرکتوں سے ہے۔

ایک اشکال اور اس کا حل

قرآن مجید میں فرمایا گیا واذا البحار سجرت (التکویر) کہ جب سمندروں کو آگ لگا دی جائے گی (ان کو دھواں بنا کر اڑا دیا جائے گا یعنی جن سمندروں سے آج بادل اٹھ رہے ہیں اور ان بادلوں سے پھر پانی برستا ہے۔ قیامت کے دن انہی کی گرم ہواؤں سے آگ برسے گی۔ بعض لوگوں نے آگ اور پانی کو ضدین قرار دیکر اجتماع ضدین کو محال کہہ دیا حالانکہ محال اگر ہے تو ہمارے لئے ہے نہ کہ احکم الحاکمین اور علی کل شیء قدیر ذات کے لئے تاہم سائنس نے اس عقدہ کو بھی حل کر دیا ہے اور کہا ہے کہ پانی دو اجزاء سے ترکیب پاتا ہے۔ دو حصے ہائیڈروجن کے اور ایک حصہ آکسیجن کا (جس کو ایچ ٹو او کا فارمولا کہا گیا ہے) اور ان میں سے ہر حصہ آگ کو چاہتا ہے تو جب دونوں مل جائیں گے تو بطریق اولیٰ آگ کے متقاضی ہوں گے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی کوئی رکاوٹ ڈال رکھی ہے۔ (جس طرح مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ بَیْنَھُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ دو سمندروں میں نہ نظر آنے والا پردہ ڈال رکھا ہے کہ ایک کا پانی دوسرے کی طرف نہیں جاتا رنگ اور ذائقہ تک نہیں ملتے) قیامت کے دن یہ رکاوٹ دور کر دی جائے گی اور سمندروں میں آگ لگ جائے گی۔

علوم قرآنی کی حد نہیں

پھر کئی حقیقتیں سائنس کے لئے ناممکن تھیں مثلاً سائنس سیارگان کی تفصیلات سے اب تک بے خبر ہے۔ پہلے کہا جاتا تھا کہ بخار کو ختم کرنا ہو تو پانی کے چھینٹے نہ مارے جائیں آج

برف کی پٹیاں کی جارہی ہیں۔ اس طرح سورج کی حرکت اور ایٹم کو ناقابل تقسیم ذرّہ ماننے کے نظریات' ان شاء اللہ وقت آئے گا کہ سائنس قرآن پاک کی ہر بات کی تصدیق کرے گی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم غیروں کی دریوزہ گری نہ کریں اور جس قرآن کا مطالعہ کر کے بڑے بڑے سائنسدان ایمان کی دولت حاصل کر رہے ہیں اسی قرآن میں غور وفکر کر کے ہم یہ موتی قرآن سے خود حاصل کریں کیونکہ قرآن ہی علوم کا خزینہ، حکمت کا گنجینہ، معرفت کا منبع، ہدایت کا مرکز اور شعور و آگہی کا مصدر ہے۔ آدم علیہ السّلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک اللہ تعالیٰ کا پیغام ترقی کرتا گیا اور قرآن کی شکل میں ہمارے سامنے آ گیا یعنی پیغامات خداوندی کے سارے کمالات قرآن پاک میں موجود ہیں اور نبوت و رسالت کی ساری خوبیاں جو از آدم تا عیسیٰ علیہم السلام ہر نبی میں متفرق طور پر پائی جاتی تھیں وہ ہمارے آقا علیہ السلام میں جمع فرمادی گئیں اسی لئے قرآن کے بعد کسی پیغام کی ضرورت نہ رہی اور حضور علیہ السلام پر بابِ نبوت کو بند کر دیا گیا۔

شیخ محی الدین ابن عربی کے مطابق قرآن مجید میں ستتر ہزار تین سو پچاس علوم ہیں اور کم وبیش اتنے ہی کلمات ہیں تو ہر کلمہ پورے ایک علم پہ حاوی ہوا اور پھر قرآن کی ہر آیت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے۔ اسی لئے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے پونے چار لاکھ علوم کا قول فرمایا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اگر قیامت تک کروڑوں علوم بھی وجود میں آئیں گے تو سب کا منبع و مرکز قرآن ہی ہوگا۔

علمی نکات

☆...... فلسفہ صدیوں سے ٹھوکریں کھا رہا ہے کہ انسان کی حقیقت کیا ہے؟ یہ کہاں سے آیا ہے؟ دنیا میں جاننے والا کون ہے اور جانا جانے والا کون؟ اس کے صدیوں کے سفر کو قرآن پاک کی سب سے پہلی سورت کی پہلی پانچ آیتوں نے طے کر لیا خلق الانسان من علق سے انسان کی حقیقت کو بیان فرمادیا اور الذی علم با لقلم علم الانسان مالم یعلم سے دیگر حقائق سے پردہ اٹھا دیا۔

☆...... آج سائنس یہ مان رہی ہے کہ انسان ایک سیل یعنی خلیے سے پیدا ہوا ہے پھر

اس سے دوسرا پھر تیسرا جبکہ قرآن پاک نے کب کا بیان کر دیا ہے یـــا ایھــا الـنـــاس اتـقـوا ربـکـم الذی خلقکم من نفس واحدۃ (اے لوگو! اس رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک ذات یا سیل سے پیدا فرمایا) و خـلـق مـنـھا زوجھا (پھر اس سے اس کا جوڑا بنایا یعنی دوسرا سیل) وبث منھما رجالا کثیرا ونساء (پھر ان سے مردوں اور عورتوں کو کثرت سے پھیلا دیا۔

یہ بزم آب و گل جتنی کہ برہم ہوتی جاتی ہے
محمد ﷺ کی شریعت اتنی ہی محکم ہوتی جاتی ہے

☆......سائنس نے آج مان لیا کہ بچہ رحم مادر میں تین پردوں کے اندر ہوتا ہے جبکہ قرآن نے بہت پہلے ہی فرما دیا یـخـلـقـکـم فی بطون امھاتکم خلقا من بعد خلق فی ظـلـمـات ثلث ۔ (اس پر ایک سائنس دان (نو مسلم) کا ایمان افروز واقعہ گزر چکا ہے)

☆......قرآن مجید نے تمام مصنوعات جو تا قیامت ایجاد ہونے والی تھیں (راکٹ، جہاز، ریل وغیرہ) کا ذکر اس جملے میں فرما دیا۔ وخـلـقـنـا لھم من مثلہ ما یرکبون ۔ ہم نے اس (کشتی کی) طرح کی اور کئی چیزیں بنا دیں جس پر وہ سوار ہوتے ہیں یا ہوں گے۔ والـلـہ خـلـقـکـم وما تعملون اور اللہ نے تمہیں بھی بنایا اور جو تم کرتے ہو۔ اگر ایک ایک چیز کا نام لیا جاتا تو قرآن جتنی کتاب تو ناموں کی ہی تیار ہو جاتی۔ قرآن صرف بنیاد بتاتا ہے آگے تفصیل کے لئے عقل سے کام لینے کا حکم دیتا ہے۔ ان فی ذالك لایت لقوم یتفکرون ۔ ان فی ذلك لایت لقوم یعقلون ۔ ان فی ذلك لایت لقوم یسمعون ۔

☆......دور حاضر کی اہم شے (ایٹم) جس کو علماء جـز لا تـیـجـزی کا نام دیتے ہیں کہ اتنی چھوٹی شے کہ جس کی ایپ اس کے بعد تقسیم نہ ہو سکے یعنی ذرّے کا آخری درجہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ نے قرآنی آیت اذا مزقتم کل ممزق سے ثابت فرمایا ہے۔ (السبا)

☆......متعدد زمینوں کا تصور اللّٰہ الذی خلق سبع سموات و من الارض مثلھن میں ہے۔(الطلاق)

☆......سیاروں میں مخلوق کا ہونا و من ایتہ خلق السموات و الارض و ما بث فیھما من دابۃ (الروم) سے ثابت ہے کیونکہ الدابۃ مایدب علی الارض یعنی زمین پر چلنے والی مخلوق کو کہا گیا ہے جیسا کہ وما من دابۃ الا علی اللّٰہ رزقھا سے ثابت ہے۔

☆......آواز کا باقی رہنا اس دور میں سائنس کا بڑا معرکتہ الآراء مسئلہ سمجھا جاتا ہے کہ لہروں کے ذریعے ہر آواز کو محفوظ کیا جا سکتا ہے اور پھر اس کو پوری دنیا میں پہنچایا جاتا ہے۔ قرآن پاک نے چودہ صدیاں پہلے بتا دیا کہ ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید (ق) زبان سے نکلنے والا ہر لفظ اللہ کے ہاں محفوظ ہے۔

☆......فوٹو گرافی کے فن کا اس دور میں بڑا واویلا ہے۔ قرآن مجید میں الم ترالی ربك کیف مدالظل ولو شاء لجعلہ ساکنا (الشعراء) کیا تو نے اپنے رب کی اس قدرت کو نہیں دیکھا کہ اس نے کس طرح سائے کو دراز کر دیا اگر وہ چاہتا تو اس کو ایک ہی حالت پہ ٹھہرا دیتا۔ کس طرح واضح طور پر اس کی طرف اشارہ موجود ہے کیونکہ فوٹو ایک سایہ ہی ہے جس کو مقید کر دیا گیا ہے۔ قطع نظر اس کے جواز اور عدم جواز کے

☆......روشنی کی رفتار کا تصور براق سے حاصل شدہ ہے جو معراج کی رات ہمارے نبی علیہ السلام کی سواری بنی بلکہ روشنی سے زیادہ تیز رفتاری کا واضح اشارہ براق میں ہے کیونکہ روشنی تو خالی برق ہے اور براق برق کی جمع ہے۔ تاہم سائنس کا یہ کہنا کہ انسان تیز رفتاری میں روشنی کا مقابلہ نہیں کر سکتا محل نظر ہے کیونکہ نبی کی رفتار کا مقابلہ جب کئی روشنیاں نہیں کر سکتیں تو ایک روشنی کیا کرے گی۔ اس لئے موسیٰ علیہ السلام بیت المقدس میں بھی معراج کی رات پہلے پہنچ گئے اور آسمانوں پہ بھی کیونکہ وہ اپنی نبوت کی رفتار سے جا رہے تھے اور ڈیوٹی پر ہونے کی وجہ سے وقت مقررہ پر پہنچ گئے جبکہ حضور علیہ السلام براق پر سوار تھے اور براق کی رفتار سے جا رہے تھے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب نبوت موسوی کی رفتار کا عالم یہ ہے تو رسالت محمدی کی رفتار کیا ہو گی۔

☆......آج ویڈیو کے ذریعے بندے کی حرکات وسکنات کو محفوظ کیا جا رہا ہے۔ بندہ مرجاتا ہے مگر اس کی حرکات وآواز دیکھی سنی جا رہی ہیں۔ قرآن پاک میں فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یره و من یعمل مثقال ذرة شرا یره (الزلزال) جو ذرہ برابر بھی نیکی بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔ کتنا واضح اشارہ کر دیا گیا ہے بغیر کسی لیبارٹری اور تجربے کے چودہ سو سال پہلے یہ خبریں کون دے رہا ہے؟ النبی ھو المخبر الصادق

فیض ہے یہ رضا، احمد پاک کا
ورنہ ہم کیا سمجھتے خدا کون ہے

☆......جدید سائنسی تحقیق کے مطابق سیارے، ستارے اور چاند آپس میں ملے ہوئے تھے پھر بعد میں جدا ہو گئے۔ قرآن نے وانشق القمر فرما کر معجزۂ شق القمر کے ساتھ ساتھ اس طرف بھی اشارہ فرما دیا۔

☆......جدید مصنوعات میں ریڈیو، ٹی وی، وغیرہ کا جائز یا ناجائز ہونا اپنی جگہ مگر انطقنا اللّٰہ الذی انطق کل شئی (ہمیں اس نے بولنا سکھایا جس نے ہر شئی کو نطق یا بولنا عطا کیا) سے اس حقیقت کو عیاں کر دیا گیا۔ (اس طرح کی حیرت انگیز سائنسی حقیقتیں علامہ جوہری طنطاوی کی کتاب جواہر العلوم میں دیکھی جا سکتی ہیں)

یہاں پر صرف قرآن پاک کی دو آیات مبارکہ کی روشنی میں سائنسی تحقیق پیش کی جاتی ہے۔ پہلی آیت سورۂ الانعام کی آیت نمبر ۷۳ ہے جس میں سائنس کے دس موضوعات میں سے پہلے موضوع "تخلیق کائنات" پر مختصراً بحث کی گئی ہے جبکہ دوسری تفسیر سورۂ ق کی آیت سے متعلقہ ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

۱- وھو الذی خلق السموات والارض بالحق اور وہ (اللہ تعالیٰ) وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا ہے۔

پیر کرم شاہ صاحب الازہری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

عبادت کے لائق تمہارے بے بس اور بے کس معبودان باطل نہیں بلکہ وہ ذاتِ یکتا و بے ہمتا عبادت کے لائق ہے۔ جو ان صفات کی مالک ہے جن کا ذکر ان آیات میں موجود

ہے۔ اس کا کوئی کام عبث وفضول نہیں۔ اس کی کوئی تخلیق بے مقصد نہیں۔ اس وسیع وعریض کائنات کی کسی حقیر سے حقیر چیز پر غور کرو، اس کی افادیت کا آپ کو احساس ہونے لگے گا۔ یہ بے ڈھنگا اور بدوضع پرند جسے ہم گدھ کہتے ہیں نوع انسانی کا کتنا بڑا خدمت گزار ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو دنیا بھر کی میونسپل کمیٹیاں اور صحت کے ادارے ان مردہ جانوروں کو ٹھکانے لگانے سے عاجز آ جاتے اور ان کی گلی سڑی بدبودار لاشوں سے زندگی تلخ ہو جاتی۔ غرضیکہ چیونٹی سے لے کر ہاتھی تک، مولے سے لے کر عقاب تک جدھر بھی آپ فکر کی نگاہ ڈالیں آپ کو حکمت ربانی کے جلوے نظر آئیں گے۔ یہاں میں نیویارک سائنس اکیڈمی کے پریذیڈنٹ اے سی، موریسن کے مضمون کا ایک مختصر اقتباس پیش کرتا ہوں جس سے بالحق کا مفہوم نہایت واضح ہو جائے گا۔

"زمین اپنے محور پر ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چکر کاٹ رہی ہے۔ اگر اس کی رفتار ایک ہزار میل کی بجائے ایک سو میل ہوتی تو دن اتنے لمبے ہوتے کہ سورج کی تپش تمام کھیتوں کو بھون کر رکھ دیتی اور راتیں اور سرد ہوتیں کہ زندگی کی اگر کچھ رمق سورج کی تپش سے بچ جاتی تو رات کی سردی اسے منجمد کر کے رکھ دیتی۔ سورج کا درجۂ حرارت بارہ ہزار ڈگری فارن ہیٹ ہے لیکن زمین کو اس سے اتنی مناسب دوری پر رکھ دیا گیا ہے کہ وہاں سورج کی حرارت اتنا قدر ہی پہنچتی ہے جو حیات بخش ہے لیکن اگر سورج کا درجہ حرارت بارہ ہزار ڈگری کے بجائے چھ ہزار ڈگری ہوتا تو کرۂ زمین برف کے نیچے دب جاتا اور اگر اٹھارہ ہزار ڈگری ہوتا تو ساری زمین اس کی تمازت سے جل کر راکھ ہو جاتی زمین کا جھکاؤ 23 درجہ کا زاویہ بناتا ہے اور اسی جھکاؤ سے ہمارے موجودہ موسم مناسب وقفوں کے بعد باری باری آتے ہیں اگر اس میں یہ جھکاؤ نہ ہوتا تو سمندر سے اٹھنے والے بخارات جنوب اور شمال میں حرکت کرتے اور اتنی زور سے برف باری ہوتی کہ ساری زمین ڈھک جاتی۔ اگر چاند کی دوری زمین سے اتنی نہ ہوتی جتنی اب ہے بلکہ صرف پچاس ہزار میل ہوتی تو سمندروں میں مدوجزر اس شدت سے آتا کہ پہاڑوں تک کو بھی بہا کر لے جاتا۔ اگر زمین کی سطح موجودہ سطح سے صرف دس فٹ زیادہ موٹی ہوتی تو یہاں آکسیجن ہی نہ ہوتی اور کوئی جانور زندہ نہ رہتا اور اگر سمندر چند فٹ اور گہرے ہوتے تو ساری کاربن ڈائی آکسائیڈ اور آکسیجن صرف ہو جاتی

اور روئے زمین پر کوئی سبز پتہ نظر نہ آتا۔ اس حکیمانہ نظام پر غور کرنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ کارخانہ ہستی اتفاقاً معرضِ وجود میں نہیں آ گیا بلکہ ایک حکیم و دانا خالق نے اس کی تخلیق فرمائی ہے ورنہ زندگی کا کوئی امکان نہ تھا (READER'S. DIGEST OCT,1960) یہ اقتباس پڑھ لینے کے بعد اب اس آیت کو دوبارہ پڑھیے اور اس کے نازل کرنے والے مولائے برحق کے حضور میں سربسجود ہو جائیے۔ اور جس ذات قدس صفات نے امی ہوتے ہوئے اس حقیقت پنہاں کے رخ سے نقاب الٹا ہے اس پر زبانِ دل وروح سے صلوٰۃ وسلام عرض کیجئے۔

امئے بود کہ ما از اثر حکمت او
واقف از سر نہاں خانہ تقدیم شدیم

(اقبال)

نمبر۲- افلم ینظروا الی السماء فوقهم کیف بنینها وزینها ومالها من فروج ۔ کیا انہوں نے آسمان کی طرف نہیں دیکھا جوان کے اوپر ہے ہم نے اس کو کس طرح بنایا اور اسے کیسے آراستہ کیا ہے اور اس میں کوئی شگاف نہیں ہے۔

اس آیت میں آسمان سے مراد عالم بالا ہے جس میں زمین سے لاکھوں گنا بڑے سیارے گیند کی طرح گھوم رہے ہیں۔ سورج سے ہزاروں گنا بڑے سیارے اس میں چمک رہے ہیں۔ ہمارا پورا نظام شمسی اس کی ایک کہکشاں کے ایک کونے میں پڑا ہوا ہے۔ صرف اس ایک کہکشاں میں ہمارے سورج جیسے کم از کم تین ارب تارے (ثوابت) موجود ہیں اور اب تک اس طرح کی دس لاکھ کہکشائیں دریافت ہو چکی ہیں، ان میں سے ہمارے قریب ترین کہکشاں دس لاکھ نوری سال کے فاصلے پر ہے۔

جدید ماہرین فلکیات کی تحقیقات کے مطابق یہ نظامِ شمسی جس میں ہمارا کرۂ زمین بھی ہے، یہ ایک کہکشاں کا (GALAXY) حصہ ہے۔ اس ایک کہکشاں میں ایک لاکھ ملین (ایک ملین دس لاکھ ہے) ستارے موجود ہیں۔ اس کہکشاں کا قطر دس لاکھ نوری سال ہے۔ نوری سال سمجھنے کے لئے یہ خیال فرمائیے کہ روشنی ایک سیکنڈ میں ایک سو چھیاسی ہزار میل سفر طے

چوبیس سے۔ یہ حاصل ضرب ایک نوری دن ہوگا۔ پھر دنوں کے مہینے اور مہینوں کے سال بنا لیجئے۔ اس عرصہ میں جتنی مسافت طے ہوگی، اسے ایک نوری سال کہیں گے ....
16,07,04,00,000=24x60x60x186000 ، یعنی سولہ ارب سات کروڑ چار لاکھ میل (ایک دن میں) اس کی موٹائی دس ہزار نوری سال ہے۔ سورج کہکشاں کے مرکز سے پچیس یا تیس ہزار نوری سال دور ہے۔ سائنسدان تسلیم کرتے ہیں کہ کائنات کی وسعتوں کا اندازہ لگانا ان کے امکان سے خارج ہے۔ ابھی تک انہوں نے کائنات کے ایک حقیر سے حصہ کا مظاہرہ کیا ہے، لیکن یہ مختصر حصہ بھی اتنا ہے کہ اگر کوئی شخص روشنی کی رفتار (ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ) سے سفر کرے، تو اس کی سرحد تک پہنچنے کے لئے اسے چھ ہزار ملین سال درکار ہوں گے۔

یہ کہکشاں جس سے ہمارا تعلق ہے، نسبتاً چھوٹی ہے۔ اس کے علاوہ ہزاروں ملین چھوٹی بڑی کہکشائیں ہیں۔ اس چھوٹی سی وسعت کا اندازہ لگایئے کہ زمین سے چاند دولاکھ چالیس ہزار میل دور ہے، سورج زمین سے ساڑھے نو کروڑ میل دور ہے۔ اس کا قطر آٹھ لاکھ پینسٹھ ہزار میل ہے اور وہ زمین سے بارہ لاکھ گنا بڑا ہے۔

آسمان اور زمین کی وسعتوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۔ کاش! وہ امت جو حامل قرآن ہے، وہ نوجوان جو غلامی مصطفٰی کا دم بھرتے ہیں، وہ اہل علم طلبہ اور اساتذہ خوابِ خرگوش سے بیدار ہوں، تحقیق و تجسس کو اپنا شعار بنائیں، اسرارِ قدرت کی نقاب کشائی میں ہمت مردانہ کا ثبوت دیں، تو ملت اسلامیہ کا مقدر چمک اٹھے، ادبار و انحطاط کا چکر ختم ہو جائے۔

بائبل قرآن اور سائنس میں موریس بوکائیے لکھتا ہے:

سورج کے مدار (جدید فلکیات کے بموجب کائنات میں مادہ کے بے شمار لمبے چوڑے بادل بکھرے ہوئے ہیں جن کو ماورائے کہکشانی سدیم کہا جاتا ہے۔ ان سدیموں میں سے بعض ابھی دخان کی شکل میں اور بعض میں مادہ منجمد ہو کر ستاروں کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ ہمارا کہکشانی جہان بھی ایک ایسا ہی سدیم ہے جس کا مادہ منجمد ہو کر مختلف سائز کے ستارے بن گئے ہیں۔ ایک اندازہ کے مطابق ان ستاروں کی تعداد ایک کھرب ہے۔ ہمارے

کہکشانی جہان کی شکل چکی کے ایک پاٹ کی سی ہے۔ (غالباً اسی لئے ہمارے شاعر غیر شعوری طور پر آسمان کو آسیائے فلک یعنی آسمان کی چکی کہا کرتے تھے) اس پاٹ کا تقریباً ایک لاکھ نوری سال ہے۔ (ایک نوری سال سے مراد تقریباً ۶۰ کھرب میل ہے) اور موٹائی ۲۰ ہزار نوری سال ہے، کہکشانی جہان کے مرکز پر ستاروں کا ہجوم سب سے زیادہ ہے۔ ہمارا سورج بھی ایک ستارہ ہے جو اس کہکشانی جہان کے مرکز سے تقریباً ۲۰ ہزار نوری سال کے فاصلہ پر ہے اور دوسرے ستاروں کی طرح اس کے مرکز کے گرد چکر لگا رہا ہے جس راستہ پر سورج چل رہا ہے وہی اس کا مدار ہے۔ یہ مدار اتنا لمبا ہے کہ سورج اپنی سرعت رفتار کے باوجود اس مدار پر ایک چکر ساڑھے ۲۲ کروڑ سال میں پورا کرتا ہے) کا تصور کرنا مشکل ہے۔ اس لئے کہ ہم اپنے نظام شمسی پر جو ہمارے گرد قائم ہے غور کرنے کے عادی ہیں۔ قرآن کی آیت کو سمجھنے کے لئے ہمیں اپنی کہکشاں میں سورج کی جائے وقوع کو سمجھنا پڑے گا۔ اس لئے ہمیں جدید سائنسی نظریات کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔

ہماری کہکشاں میں ستاروں کی نہایت کثیر تعداد ہے۔ یہ ستارے اس طرح خلا میں بکھرے ہوئے ہیں کہ ان سے ایک ایسی طشتری بن گئی ہے جس کی دبازت کنارے کے مقابلہ میں مرکز پر زیادہ ہے۔ اس میں سورج کی جائے وقوع کچھ ایسی ہے کہ یہ اس طشتری کے مرکز سے کافی ہٹا ہوا ہے۔ کہکشاں اپنے محور کے جو خود اس کا مرکز ہے گرد گھوم رہی ہے۔ نتیجتاً سورج بھی اسی مرکز کے گرد ایک مدور مدار پر گردش کر رہا ہے۔ جدید فلکیات نے اس کی تفصیلات معلوم کی ہیں۔ ۱۹۱۷ء میں شیلے نے سورج اور ہماری کہکشاں کے مرکز کے درمیان کے فاصلہ کا اندازہ ۱۰ کلو پارسک (ایک کلو پارسک ایک ہزار پارسک کے برابر ہوتا ہے اور ایک پارسک ۳٫۲۶ نوری سال (یا ۹۱۸۲۵۵۲۰۰۰۰۰۰ میل) کے مساوی ہے۔ اس طرح ۲۰ ہزار نوری سال تقریباً ۷ ہزار پارسک یا ۷ کلو پارسک کے برابر ہوئے۔ لہٰذا یہ بات محل نظر ہے کہ کہکشاں کے مرکز سے سورج کا فاصلہ ۱۰ کلو پارسک لگایا ہے۔ جس کو اگر میلوں میں ظاہر کیا جائے تو ۲ کا ہندسہ لکھ کر ۱۷ صفر لگانے ہوں گے۔ اپنے محور پر ایک چکر مکمل کرنے کے لئے کہکشاں اور سورج کو اندازاً ۲۵۰ ملین سال (۲۵ کروڑ سال) لگیں گے، سورج اس کی تکمیل میں ۱۵۰ میل فی سیکنڈ کے حساب سے مسافت طے کرتا ہے۔

مذکورہ بالا سورج کی مداری حرکت ہے جس کا حوالہ قرآن مجید نے پیشتر دیا ہے۔ اس (گردش) کے وجود اور تفصیلات کی دریافت جدید علم ہیئت کی کامرانیوں میں سے ایک ہے۔

حاصل کلام

یہ ہے کہ سائنس کی ہر بات نہ تو حرف آخر ہے اور نہ ہی آنکھیں بند کر کے ہر بات مان لینا ہم پر لازم ہے اور نہ ہی سائنس سے مرعوب ہو کر قرآن پاک کی آیات کے مفہوم کو سائنس کے مطابق کرنا جائز ہے بلکہ جن باتوں میں سائنس قرآن پاک کی تائید کرتی ہے ان کو مان لیا جائے۔ اس لئے نہیں کہ سائنس سے ثابت شدہ ہیں بلکہ اس لئے کہ قرآنی حقائق ہیں ورنہ سائنس نے کئی مسائل میں ایسی ٹھوکریں کھائی ہیں کہ بچہ بچہ ہنس رہا اور ٹھٹھا کر رہا ہے۔ اس کی صرف ایک مثال ہی پیش کی جاتی ہے اور وہ بھی بڑے مشہور مسئلہ پر اور وہ مسئلہ ہے حرکت زمین کا۔ بڑے بڑے مسلمان مفکرین بھی اس کی نذر ہو گئے ہیں دیکھنا یہ ہے کہ اس مسئلہ پر سائنس نے کتنی قلابازیاں کھائی ہیں۔

ساتویں صدی قبل مسیح تک یہ سمجھا جاتا تھا کہ زمین ساکن ہے اور سورج اس کے گرد حرکت کر رہا ہے۔ یونان کے ایک مفکر فیثاغورث (۵۹۰-ق م) نے یہ نظریہ پیش کیا کہ زمین ساکن نہیں بلکہ متحرک ہے جو سورج کے گرد چکر کاٹ رہی ہے اور سورج اپنی جگہ پر ساکن (ثابت ہے) فیثاغورث کا یہ نظریہ یونان میں اتنا مقبول ہوا کہ اس کی باقاعدہ درس و تدریس شروع ہو گئی۔ بعدازاں چوتھی صدی ق م میں یونان ہی کے ایک دوسرے مفکر بطلیموس نے اس نظریہ کی تردید کی۔ بطلیموس علم ہندسہ، ہیئت اور نجوم میں یکتائے روزگار تھا۔ اور اس نے اجرام فلکی کی تحقیقات کے لئے ایک رصد بھی تیار کی تھی۔ بطلیموس کے نظریہ کے مطابق زمین کو ساکن اور مرکز چار کرے اور سات آسمان اور ان پر سات سیارے، آٹھواں فلک ثوابت، آسمان کے بارہ برج یہ سب اسی نظریہ کے اجزاء ہیں۔ بطلیموس کے پیش رو ارسطو اور برخس بھی اسی نظریہ کے قائل تھے۔ بطلیموس کا نظریہ چار دانگ عالم میں بہت مشہور ہوا۔ مصر، یونان، ہند اور یورپ میں پندرھویں صدی عیسوی تک اسی نظریہ کی تعلیم دی جاتی رہی اور ۱۸۰۰ سو سال تک یہ نظریہ دنیا بھر میں مقبول رہا۔ جب قرآن نازل ہوا تو اس وقت

یہی نظریہ درست سمجھا جاتا تھا۔ بعدازاں کوپرنیکس (۱۴۷۳-۱۵۴۳ء) نے سولھویں صدی عیسوی میں زمین کی محوری گردش کا بھی اور سورج کے گرد سالانہ گردش کا بھی تصور پیش کیا۔ بعدازاں ایک اور ہیئت دان ٹیکو براہی نے کوپرنیکس کے نظریہ کو رد کر دیا اور کوپرنیکس کے نظریہ کی حمایت کی پہلے نظریہ بطلیموس کو صحیح قرار دیا۔ بعدازاں اٹلی کے ایک مفکر گیلیلیو (۱۵۶۴-۱۶۴۲ء) نے زمین کو مرکز تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور کوپرنیکس کے نظریہ کی حمایت کی۔ چنانچہ پادریوں نے اسے مذہب کے خلاف مسائل قرار دے کر اسے مجرم گردانا اور وہ جیل میں ڈال دیا گیا پھر ایک سال بعد رہائی ہوئی۔ بعدازاں سر آئزک نیوٹن (۱۶۴۲-۱۷۲۷ء) نے کوپرنیکس کے نظریہ کو درجہ تحقیقات پر پہنچایا چنانچہ آج دنیا بھر میں یہی نظریہ تسلیم کیا جاتا ہے جو فیثا غورث کے نظریہ کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ فیثا غورث نے جہاں یہ نظریہ پیش کیا تھا کہ سورج ساکن (ثابت سیارہ) ہے اور ہماری زمین اور کئی دوسرے سیارے اس کے گرد چکر کاٹ رہے ہیں وہاں اس نے یہ نظریہ بھی پیش کیا تھا کہ اس وسیع کائنات میں سورج کی طرح کے اور بھی کئی سیارے موجود ہیں اور یہ عین ممکن ہے کہ یہ ثابت سیارے بھی اپنے خاندان سمیت کسی بہت بڑے ثابت سیارے (ثابت الثوابت یا شمس الشموس) کے گرد چکر کاٹ رہے ہوں چنانچہ موجودہ دور کے ہیئت دانوں سے بھی اسی قسم کی صدائے بازگشت سنائی دے رہی ہے۔

اب دیکھئے قرآنِ کریم میں ہے:

وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا (۳۶/۳۸)

اور سورج اپنے مقرر راستے پر چلتا رہتا ہے۔ (فتح محمد جالندھری)

اور سورج اپنے ٹھکانے کی طرف بڑھ رہا ہے (تفہیم القرآن)

لہٰذا جدید نظریات صرف اسی صورت میں قابل قبول سمجھے جائیں گے جبکہ وہ وحی سے مطابقت رکھتے ہوں۔ بصورتِ دیگر ان نظریات کا یا تو بہ دلائل بطلان کرنا چاہئے یا ان کی ایسی معقول توجیہ پیش کرنی چاہئے جس سے قرآنی ارشادات پر حرف نہ آئے مثلاً سورج کی اپنے گرد محوری گردش یا کسی دوسرے بڑے ثابتہ کے گرد گردش، دونوں صورتوں میں سورج کی حرکت ثابت ہوتی ہے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو کم ازکم اس وقت کا انتظار کرنا چاہئے جبکہ یہ

نظریہ وحی کے مطابق ہو جائے اور بالآخر یہ نظریہ سائنٹیفک تحقیقات کے بعد وحی کے مطابق ہونا لازم ہے کیونکہ وحی ایک حقیقت ہے اور نظریات انسان کی محدود عقل کا کرشمہ اور یہی لَمَّا یَاْتِهِمْ تَاْوِیْلُهٗ کا صحیح مطلب ہے۔

بعض لوگ انہی جدید نظریات سے مرعوب ہو کر قرآن کریم میں تاویل وتحریف یا نئی تعبیر پیش کر کے بزعم خود قرآن کریم کو اپنے علمی دور کی سطح کے مطابق لانے کی کوشش میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ ہمارے خیال میں یہ کوئی دینی خدمت نہیں ہوتی بلکہ اس سے الحاد اور ذہنی انتشار کی راہیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اب اگر ہر دور کے مفکر قرآن کو اپنے اپنے دور کی علمی سطح کے مطابق لا کر نئی نئی تعبیریں پیش کرنے لگ جائیں تو قرآن کے معانی ومطالب کا جو حشر ہو گا اس کا آسانی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ (آئینہ پرویزیت)

دیگر علوم قرآنی

ارشاد باری تعالیٰ ہے: مافرطنا فی الکتب من شیء ہم نے قرآن پاک میں کوئی شئی (بیان کرنے سے) نہیں چھوڑی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں لو ضاع لی عقال بعیر لوجدته فی کتاب اللّٰہ اگر میرے اونٹ کی رسی بھی گم ہو جائے تو میں قرآن پاک میں اس کو تلاش کر لیتا ہوں۔ (اتقان ص۱۲۶ ج۲)

ابوبکر بن مجاہد فرماتے ہیں اس جہان میں جو کچھ ہے ہر چیز کا بیان قرآن میں ہے، کسی نے پوچھا کہ سراؤں کا ذکر قرآن میں کہاں ہے؟ فرمایا! اس آیت میں ہے لیس علیکم جناح ان تدخلوا بیوتا غیر مسکونة فیها متاع لکم جس گھر میں کسی کی سکونت نہیں ہے (سرائیں) اور تم اس میں اپنا سامان رکھتے ہو۔ (اتقان ص۱۲۶ ج۱)

چند مزید علوم کو بمع مثال مختصرا بیان کیا جاتا ہے جن کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔

علم تعبیر

وعلمتنی من تاویل الاحادیث ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کے اس خواب کی تعبیر بیان فرمائی انی رایت احد عشر کوکبا والشمس والقمر رایتهم لی سجدین ۔ میں نے دیکھا ہے کہ گیارہ ستارے اور چاند سورج مجھے

سجدہ کررہے ہیں۔ یوسف علیہ السلام نے قیدیوں کے خواب کی تعبیر بیان کی جب ایک قیدی نے کہا انی ارانی اعصر خمرا ۔ میں شراب نچوڑرہا ہوں۔ دوسرے نے کہا احمل فوق راسی خبزا تاکل الطیر منه میں نے خواب میں سر پر روٹیاں اٹھا رکھی ہیں جن میں سے پرندے کھا رہے ہیں۔ آپ نے ایک کی تعبیر موت بتائی اور دوسرے کی ملازمت کی بحالی کی۔

علم ناپ تول

واوفو الکیل والمیزان ۔ ناپ تول کو پورا رکھو۔ فن تعمیر کو کل بناء و غواص ۔ میں بیان فرمایا فن کتابت کون والقلم و ما یسطرون اور علم بالقلم ۔ میں بیان کیا۔

فن طبخ کو وجاء بعجل حنیذ میں ارشاد فرمایا۔

فن شعری کو والشعراء یتبعهم الغاون میں بیان کیا۔

علم تصوف کو ان اللّٰه یحب المحسنین، المقسطین، التوابین، الصبرین، المتطهرین میں بیان فرمایا۔

علم نجوم: والنجوم مسخرت بامره میں بیان فرمایا۔ جس پر امام بخاری جیسے محدث نے پوری کتاب لکھی "السرا المکتوم فی اسرار النجوم" اس علم کی تعریف یہ ہے ھو علم یستدل به من الشکلات الفلکیة علی الحوادث الکونیة یہ وہ علم ہے جس سے ہونے والے واقعات کا پتہ چلتا ہے۔ اس علم کی تین اقسام ہیں۔ حسابی، طبعی اور وہمی۔ اس آخری قسم کو ممنوع قرار دیا گیا ہے جس کی تعریف یہ ہے ان یستدل من اقترانات النجوم علی حوادث الکون ۔ اس کو علم الاحکام بھی کہا گیا۔ صاحب ہدایہ لکھتے ہیں اگر حسابی ہے تو ھو حق کما قال اللّٰہ تعالیٰ الشمس والقمر بحسبان اگر طبعی ہے جیسے مریض کی نبض دیکھ کر بیماری وعلاج کا پتہ لگانا تو اس میں بھی حرج نہیں۔

حروف مقطعات میں علم جبرومقابلہ کی طرف اشارہ ہے جس میں مدمقابل کو لاجواب کرنا مقصود ہوتا ہے۔

علم سیاحت کو سیروا فی الارض میں بیان کیا۔

علم کاشتکاری: ا ء نتم تزر عونه ام نحن الزار عون میں بیان فرمایا۔
علم ہندسہ کو انطلقوا الی ظل ذی ثلث شعب میں بیان کیا۔
علم وصیت یا ایصاء: الوصیة للوالدین و اقربین میں بیان ہوا۔
علم حساب: لتعلموا عدد السنین و الحساب میں بیان کیا۔
علم طب کو کلوا و اشربوا ولا تسرفوا جیسی آیات میں بیان کیا۔
علم استدلال: لو کان فیهما الهة الا الله لفسدتا قسم کی آیات میں بیان فرمایا۔
علم الفرائض یا علم میراث کو یو صیکم الله کے پورے رکوع اور دیگر کئی مقامات میں بیان فرمایا۔
علم ہیئت: اولم ینظروا فی ملکوت السموات و الارض جیسی بیسیوں آیات میں ذکر کیا۔
علم الامثال: ان الله لا یستحیی ان یضرب مثلاً ما بعوضة فما فوقها۔ وتلك الامثال نضربها للناس۔ واضرب لهم مثلا وغیرہا کئی آیات میں بیان فرمایا۔
ان علوم میں سے ہر ایک علم پر علماء نے پوری پوری کتابیں لکھی ہیں بلکہ کئی کئی کتابیں موجود ہیں۔ میں نے طوالت کے خوف سے صرف اتنا ہی کافی سمجھا ہے۔
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اس شعر پر یہ عنوان مکمل کر رہا ہوں۔

جمیع العلم فی القران لکن
تقاصر عنه افهام الرجال

قرآن پاک میں تمام علوم موجود ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ لوگوں کی عقلیں ان کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلمان
اللہ کرے تجھ کو عطا جدّت کردار
(اقبال)

روحانی درجات اور قرآنی آیات

صوفیاء کے یہاں پہلی منزل سلبی ومنفی ہے یعنی عُجب (خود پسندی) اور خو[illegible] نفسانی

اِن دو چیزوں کو قلب سے نکال دیا جائے' دوسرا پہلو ایجابی و مثبت ہے کہ مجاہدات سے یقین پیدا کیا جائے صوفیا کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ تینوں باتیں عجب و خواہش نفسانی کا نکل جانا' اور یقین پیدا ہو جانا قرآن کے ذریعہ سے حاصل ہو سکتی ہے جس قدر تلاوت ممکن ہے کی جائے' قرآن کو حفظ کیا جائے اس پر عمل کیا جائے اس میں غور و فکر کیا جائے وصولِ حق کے لیے اس سے زیادہ مختصر اور قطعی راہ نہیں ہو سکتی حضرت خواجہ نظام الدین سلطان المشائخ سے کسی نے دریافت کیا کہ قرآنی راہ سے وصول کی جو سعادت اس زندگی میں میسر آتی ہے وہ کیا ہوتی ہے اسکے جواب میں فرمایا کہ:

''سعادتے کہ حاصل آید آں بر سہ قسم است انوار است احوال است' و آثار''

تلاوت سے انوار' احوال و آثار پیدا ہوتے ہیں انوار و احوال کا تعلق تو خاص عالمِ ملکوت سے ہے اس لیے انوار و احوال کا سمجھنا تو مشکل ہے البتہ آثار کا تعلق جوارح یعنی بدن و اعضائے بدن پر ہونے کی وجہ سے اس کا احساس دوسروں کو بھی ہوتا ہے۔

''بکائے' حرکتے و جنبشے کہ ظاہری شود و آں را آثاری گویند''

اس کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن پڑھتے وقت جب گریہ طاری ہو جائے تو وہ دراصل باطنی انقلاب کا اثر ہے چنانچہ امیر خسرو کو حضرت نے اسی سلوک بالقرآن پر لگا دیا تھا وہ راتوں کو اُٹھ کر تہجد میں سات پارے پڑھتے تھے ایک روز حضرت نے پوچھا ''ترک! حال مشغولیہا چیست'' جواب دیا کہ ''مخدوما! چندگاہ ست کہ بوقت آخر شب گریہ مستولی می شود'' چند روز سے قرآن پڑھتے وقت آخر شب میں رونا آنے لگتا ہے تو حضرت نے اطمینان کا اِظہار کرتے ہوئے فرمایا: الحمد للہ! اند کے ظاہر شدن گرفت'' غرض سلوک بالقرآن کا یہ طریقہ حضرات چشتیہ میں پایا جاتا ہے۔ (تذکرۂ قاریان ہندج ۱ص ۹۳' ۹۴)

۲- سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین سے مولانا فخر الدین زرادی نے سوال کیا کہ کلام اللہ میں مشغولی بہتر ہے یا ذکر میں تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''ذکر سے وصول جلد ہوتا ہے مگر ساتھ ہی خوفِ زوال بھی لگا رہتا ہے لیکن تلاوت قرآن میں وصول دیر سے ہوتا ہے مگر زوال کا خوف نہیں ہے'' (تذکرہ قاریان ہندج ۱ص ۹۵ و ج ۲ص ۸۳)

حضرت سلطان المشائخ کے اس ارشاد سے ظاہر ہے کہ حضرت تلاوتِ قرآن کو لازوال اور اقرب ترین طریق معرفت قرار دیتے ہیں۔

۳۔ غرض سلطان المشائخ سلوک بالقرآن پر زور دیتے تھے آپ کو قرآن کے ساتھ غیر معمولی شغف تھا' ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر آپ کے بس میں ہوتا تو ہر مرید پر حفظ قرآن لازم قرار دے دیتے لیکن ظاہر ہے کہ ہر شخص کے لیے یہ کام آسان نہ تھا تاہم آپ کی کوشش یہی تھی کہ جس سے جتنا ممکن ہو سلوک بالقرآن کیلئے قرآن زبانی یاد کرے' خیال تو کیجیے کہ حسن اعلائے سنجری جو شاعر ہونے کے علاوہ ایک بڑے فوجی افسر بھی تھے......اور فوجی خدمات کے سلسلہ میں دیو گیر (دولت آباد) آئے تھے جہاں اب ان کا مزار ہے ان کی عمر کافی ہو چکی تھی جب شرفِ بیعت سے سرفراز ہوئے تو حضرت نے حکم دیا کہ ذوق شعری کو کم کر کے قرآنی ذوق کو اپنے اوپر غالب کریں جب ان پر یہ ذوق غالب ہو گیا تو پھر ان ہی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سن رسیدہ مرید کو بھی آپ نے حفظ قرآن میں لگا دیا تھا آپ ان سے دریافت فرماتے رہتے کہ ''چہ قدر یاد کردہ'' حسن کہتے ہیں کہ اس وقت تک ایک ثلث قرآن یاد ہو چکا تھا جواب دیا ''ثلثے یاد گرفتہ ام'' ارشاد ہوا: ''دیگر ہا اندک اندک یاد گیرد و یاد گرفتہ پیشینہ را مکرر میکن باقی بھی تھوڑا تھوڑا کر کے یاد کر لے اور یاد کیے ہوئے کو بار بار پڑھتا رہ۔

(فوائد الفوائد ص ۹۳)

۴۔ یہ طریقہ سلوک بالقرآن حضرت شیخ المشائخ ہی کے ساتھ مختص نہ تھا بلکہ دوسرے صوفیائے چشت بھی اسی طریقہ سلوک کو اختیار فرماتے تھے۔

قاری مادھو جو حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد کے امام تھے ان کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ انہوں نے حضرت شیخ احمد نہروانی کو بھی اسی راستہ پر لگا کر حافظِ قرآن بنا دیا تھا چنانچہ جب شیخ احمد نہروانی نے بہاؤالدین زکریا ملتانی کے روبرو قرآن شریف سنایا تو وہ شیخ جن کے متعلق مشہور تھا کہ ''شیخ الاسلام کم کسے راپسندیدے یعنی شیخ الاسلام کم ہی کسی کو پسند کرتے انہوں نے شیخ الاسلام نہروانی کے متعلق فرمایا: اگر مشغولی احمد بسنجد مایہ دہ صوفی

باشد'' احمد کے ساتھ مشغولیت سے دس صوفیوں کا سرمایہ ملتا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت زکریا ملتانی بھی سلوک بالقرآن کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔

۵- بارہویں صدی میں سیّد نور اللہ بلگرامی نے بھی اپنی مقصد براری سلوک بالقرآن ہی سے کی تھی سیّد نور اللہ بلگرام کے رہنے والے تھے' سیّد لطف اللہ کے چھوٹے بھائی تھے' دماغی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد اصلاح قلب کی فکر میں گھر سے نکلے دہلی پہنچے کسی پر نظر نہیں جمی سلطان المشائخ کے مزار پر چلہ کیا' وہاں سے واپس آ کر اپنے بڑے بھائی سیّد لطیف اللہ کے مرید ہو گئے' استعداد بالغ تھی رنگ جلد نکھرنے لگا راتوں کو اکثر روتے اور رکوع وسجود میں رات کاٹ کر صبح کرتے مگر چند روز کے بعد کچھ رکاوٹ محسوس ہوتی تو مرشد کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا مرشد نے تدبیریں بتائیں' اشغال تلقین کیے ان سے بھی کام نہ بنا پھر مرشد سے عرض کیا تو مرشد نے اب یہ علاج بتایا: ''برو قرآن مجید حفظ کن'' جا قرآن پاک حفظ کر۔ مرید نے تعمیل حکم میں قرآن مجید میں حفظ کرنا شروع کیا۔ مولانا آزاد لکھتے ہیں:

''چند جزو از قرآن حفظ کردہ بود کہ عقدہ انحلال پذیرفت'' ابھی چند پارے ہی حفظ کیے تھے کہ تمام عقدے کھل گئے۔

عمر گو زیادہ گزر چکی تھی لیکن چند جز کے بعد کل اجزائے قرآن کے حفظ کی دھن سوار ہوئی ''بست و پنج یاد کردہ بود'' ۲۵ سیپارے یاد کیے تھے کہ موت آ گئی آخری وقت جب پوچھا گیا ''تمنائے بہ خاطر دارید'' کوئی آخری خواہش؟ حسرت سے جواب دیا۔

''ہمیں تمنا با خود دارم کہ پنج جزو از قرآن باقی ماند فرصت حفظ نہ یافتم''۔

یہی خواہش ہے کہ باقی پانچ پارے بھی حفظ کر لیتا۔ نور اللہ صاحب کا انتقال ۱۱۱۳ء میں ہوا۔ آپ کے متعلق یہ واقعہ بھی آزاد بلگرامی نے لکھا ہے کہ ''روزے نمازِ تراویح با جماعت می خواند''۔

قرآن شریف تراویح میں سن رہے تھے۔ جب امام اس آیت پر پہنچا فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَّلْيَبْكُوا كَثِيرًا۔ (وہ کم ہنسیں اور زیادہ روئیں) ''عین در نماز بے ہوش افتاد'' نماز

کے اندر ہی بے ہوش کر گر پڑے۔ ہوش آنے کے بعد بھی "تا چند روز از گریہ نیا سود" چند دن روتے رہے۔

غرض جو سلوک بالقرآن میں محفوظ ہو جاتے تھے ان کو اسی راہ سے تقرب حاصل ہو جاتا تھا۔ (تذکرہ قاریان ہند ج ا ص ۹۵، ۹۶)

۶۔ امام اعظم ابو حنیفہ سے دریافت کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے ولیوں کو کہاں تلاش کیا جائے؟ تو فرمایا قرآن پڑھنے والوں میں، کہا گیا کہ اُن میں تو کرامتیں نہیں دکھائی دیتیں تو فرمایا کہ اگر اُن کو خدا کا ولی نہ تسلیم کیا جائے تو روئے زمین پر خدا کو کوئی دوست نہیں ہو سکتا۔ (تذکرہ قاریان ہند ج ا ص ۳)

۷۔ شیخ شہاب الدین عمر سہروری اپنی کتاب "عوارف المعارف" میں تحریر فرماتے ہیں "کہ سالک مبتدی اگر قرآن کی تلاوت کی عبادت ہی کو تمام شرائط کے ساتھ اپنا لے تو اس کو وہ سب کچھ اس سے مل سکتا ہے جو دوسروں کو بڑے بڑے مجاہدات اور ریاضات کے بعد ملتا ہے لیکن یہ ضرور ہے کہ اس قسم کی تلاوتِ قرآن جس پر تقرب خداوندی کے ثمرات مرتب ہوتے ہیں چند شرائط کے ساتھ مشروط ہے اور وہ یہ ہیں اکل حلال صدقِ مقال، اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرال کو حرام جاننا اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے باز آ جانا اور جن نیکی کے کاموں کا حکم دیا ہے ان پر صدق دِل سے عمل کرنا اور تمام صفات رذیلہ مثلاً حسد، بغض، کینہ بخل ریا تکبر اور حب دُنیا، طمع، لالچ وغیرہ کو بدل کر ان کی جگہ صبر و شکر جود و سخا، تواضع وانکساری، زُہد واستغنا اپنے قلب میں لانا ہے۔

۸۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حافظ قرآن کو بہت سی باتوں سے پہچاننا چاہیے اوّل رات کو (جاگنے سے) جب لوگ سوتے ہوں، دوم دِن کو (نیکی کرنے سے) جس وقت آدمی گناہ کرتے ہوں۔ سوم اس کے غم کرنے سے، آدمیوں کی خوشی کے وقت چہارم اس کے رونے سے، جب اور لوگ ہنستے ہوں پنجم اس کے سکوت سے جب لوگ اِدھر اُدھر کی باتوں میں لگے ہوں ششم اس کی تواضع سے جب لوگ تکبر

قرآنی دعائیں

حضرت آدم علیہ السلام کے ھبوط الی الارض کے ساتھ ہی سب سے پہلے جو تعلیم دین انسان کو دی گئی وہ ایک دعا ہی تھی (ربنا ظلمنا انفسنا ...... الاعراف ۲۳) نماز جو دین میں مرکزی عبادت ہے وہ بھی کئی دعاؤں کا مجموعہ ہے۔ قرآن کا آغاز بھی دعا سے ہوتا ہے۔ مسلمان ایک دوسرے سے ملتے ہوئے باہمی ذریعہ ربط بھی ایک دعا ہی کو بناتے ہیں (السلام علیکم) ان مثالوں سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ دعا کو دین میں نہایت بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اسی لئے حضور ﷺ نے اسے مخ العبادات (یعنی عبادات کا مغز) فرمایا ہے۔

دعا بندے کا تعلق اس کے رب سے جوڑنے میں ویسا ہی اثر رکھتی ہے جیسے کوئی کسی سے بالمشافہ گفتگو کرے۔ بندہ اپنی ساری کمزوریوں، مشکلات اور دکھ درد کو کھول کے آقا کے سامنے رکھ دیتا ہے۔ جس کے کلمہ کی سربلندی کے لئے وہ زندگی کی رزم گاہ میں برسر کش مکش رہتا ہے۔ بدی کی طاقتوں کے خلاف، نیکی کے محاذ سے لڑنے والے، خدائی لشکر (حزب اللہ) کے سپاہی جب کوئی قدم آگے بڑھاتے ہیں تو اللہ کا نام لے کر، اللہ کی نصرت طلب کرتے ہوئے بڑھاتے ہیں اور جب وہ وار سہتے ہیں تو اپنے زخموں کی ٹیسوں کو آنسوؤں سے بھیگی ہوئی دعاؤں کی شکل میں خدا ہی کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

اسلام میں خدا کا تصور یہ نہیں کہ وہ انسانی زندگی کے ہنگاموں سے الگ تھلگ بیٹھا ہوا کوئی راجہ ہے جسے اپنی پیدا کردہ مخلوق سے کوئی واسطہ نہیں یا وہ ایسا حکمران ہے کہ جس نے کچھ قوانین بنا کر ایک آٹومیٹک مشین چلا دی ہے اور اب وہ اس میں کوئی مداخلت نہیں کرتا۔ نہیں! اسلام کا خدا کائنات یا مخلوق اور بندوں سے بے نیاز ہو کر عرش نشیں نہیں ہے۔ وہ ہر آن کائنات میں تصرف کرتا ہے۔ (کل یوم ھو فی شان) وہ ہاتھی سے لے کر چیونٹی تک کی ضروریات کی تکمیل کا اہتمام کرتا ہے (وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا) وہ اشیاء اور قوتوں کے اندازے مقرر کرتا ہے اور ہر مخلوق کے لئے راہِ عمل متعین کرتا ہے۔ (خلق فقدر فھدی) اور وہ انسانوں کی مصیبتوں میں ان کی پکار سنتا ہے (امن یجیب المضطر اذا دعاہ) اور اپنی رحمت، قدرت، وسعت علم کے ساتھ وہ زندگی کے ہر مرحلے میں قدم قدم پر ان کے ساتھ رہتا ہے۔ (ونحن اقرب الیہ من حبل الورید) اور

خود مطالبہ کرتا ہے کہ میرے بندو! مجھے پکارو، میں تمہاری پکار سنتا ہوں (ادعونی استجب لکم) اور تمہارے بالکل پاس ہوں۔ (فانی قریب)

مسلمان تو مسلمان، دعا اور پکار تو وہ کافر مشرک کی بھی سنتا ہے۔ خصوصاً جب کہ وہ مظلوم ہو۔

خدا کو اپنے بندوں کی طلب و دعا کی حالت سے پیار ہے۔ اس نے خود ہی اپنے بندوں کو ہر موقع اور ہر ضرورت کی دعائیں سکھائی ہیں۔ قرآن میں خدا کی سکھائی ہوئی دعائیں مذکور ہیں اور یہ بہترین دعائیں جہاں نمونہ ہیں وہاں موثر ترین بھی ہیں۔

دعا کی قبولیت کی شرط لازم احادیث کی رو سے یہ ہے کہ آدمی بھرپور دلی کیفیت کے ساتھ خدا کو پکارے۔ ایسی حالت میں پکارے کہ اس کا پیٹ حرام کے رزق سے پاک اور اس کا جسم حرام کے لباس سے محفوظ ہو۔ نیز آدمی اپنی چھوٹی سی بھلائی کے لئے دوسری مخلوق اور انسانوں کے لئے برائی کا طلب گار نہ ہو۔

دعا کے نتائج چار صورتوں میں نکلتے ہیں:

۱۔ یا تو وہ اسی وقت قبول ہو جاتی ہے۔

۲۔ یا کچھ وقفے کے بعد اپنے صحیح لمحے پر اس کا نتیجہ نکلتا ہے۔

۳۔ یا مطلوبہ صورت کے بدلے میں کوئی دوسری خیر و فلاح عطا کی جاتی ہے۔

۴۔ یا اگر دعا کے نتائج اس دنیا میں نہ نکلیں تو آخرت کے لئے ثواب عبادت آدمی کے لئے مقدر ہو جاتا ہے۔

پس یہ کہنا برحق ہوگا کہ کوئی دعا بھی ضائع نہیں جاتی۔

ان حقائق کو سامنے رکھ کر قرآن سے جمع کردہ دعاؤں کا مطالعہ کیجئے۔ ان کو یاد کیجئے۔ اور ان کو خدا سے ربط کا ذریعہ بنایئے۔

انسان کی اوّلین دعا

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ۝ (سورۃ فاتحہ)

ہمیں سیدھا راستہ دکھا، ان لوگوں کا جن پر تو نے انعام فرمایا، جو معتوب نہیں

ہوئے۔ جو بھٹکے ہوئے نہیں ہیں۔

اہل حق کی دعا

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○

(البقرہ:۲۵۰)

اے ہمارے رب! ہم پر صبر کا فیضان کر، ہمارے قدم جما دے اور اس کافر گروہ پر ہمیں فتح نصیب فرما۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۗ وَاغْفِرْ لَنَا ۗ وَارْحَمْنَا ۗ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (البقرہ:۲۸۶)

اے ہمارے رب! ہم سے بھول چوک میں جو قصور ہو جائیں ان پر گرفت نہ کر۔ مالک! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالے تھے۔ پروردگار! جس بار کو اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں وہ ہم پر نہ رکھ، ہمارے ساتھ نرمی کر، ہم سے درگزر فرما، ہم پر رحم کر، تو ہمارا مولیٰ ہے۔ کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد کر۔

اہل ایمان کی دعائیں

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ○ (آل عمران:۸)

پروردگار! جب تو ہمیں سیدھے راستے پر لگا چکا ہے تو پھر کہیں ہمارے دلوں کو کجی میں مبتلا نہ کر دینا۔ ہمیں اپنے خزانہ فیض سے رحمت عطا کر کہ تو ہی فیاض حقیقی ہے۔

رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ (آل عمران:۱۶)

مالک! ہم ایمان لائے، ہماری خطاؤں سے درگزر فرما اور ہمیں آتش دوزخ

سے بچا لے۔

رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ○ (آل عمران:۱۴۷)

اے ہمارے رب! ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں سے درگزر فرما، ہمارے کام میں تیرے حدود سے جو کچھ تجاوز ہو گیا ہو اسے معاف کر دے، ہمارے قدم جما دے اور کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد کر۔

رسول اللہ ﷺ کی دعا

قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ط بِیَدِکَ الْخَیْرُ ط اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ (آل عمران:۲۶)

خدایا! ملک کے مالک! تو جسے چاہے حکومت دے اور جس سے چاہے چھین لے، جسے چاہے عزت دے اور جس کو چاہے ذلیل کر دے، بھلائی تیرے اختیار میں ہے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

اہل ایمان و اہل دانش کے دل کی پکار

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا ج سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ رَبَّنَآ اِنَّکَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ ط وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ○ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَکَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ○ع رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِکَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ○

(آل عمران:۱۹۱ تا ۱۹۴)

پروردگار! یہ سب کچھ تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے۔ تو پاک ہے اس سے کہ عبث کام کرے۔ پس اے رب ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔ تو نے جسے دوزخ میں ڈالا اسے حقیقت میں بڑی ذلت و رسوائی میں ڈال دیا اور

پھر ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

مالک! ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا جو ایمان کی طرف بلاتا تھا اور کہتا تھا کہ اپنے رب کو مانو۔ ہم نے اس کی دعوت قبول کر لی۔

پس اے ہمارے آقا! جو قصور ہم سے ہوئے ہیں ان سے درگزر فرما، جو برائیاں ہم میں ہیں انہیں دور کر دے اور ہمارا خاتمہ نیک لوگوں کے ساتھ کر۔

ہمارے رب! جو وعدے تو نے اپنے رسولوں کے ذریعے سے کئے ہیں ان کو ہمارے ساتھ پورا کر اور قیامت کے دن رسوائی میں نہ ڈال۔ بے شک تو اپنے وعدے کے خلاف کرنے والا نہیں ہے۔

تعمیر کعبہ کے وقت حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کی دعا

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (البقرہ: ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹)

اے ہمارے رب! ہم سے یہ خدمت قبول فرمالے تو سب کی سننے اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ اے رب! ہم دونوں کو اپنا مطیع فرمان بنا۔ ہماری نسل سے ایک ایسی قوم اٹھا جو تیری مسلم ہو۔ ہمیں اپنی عبادت کے طریقے بتا اور ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرما۔ تو بڑا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے اور اے ہمارے رب! ان لوگوں میں خود انہی کی قوم سے ایک ایسا رسول اٹھا جو انہیں تیری آیات سنائے۔ ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کی زندگیاں سنوارے تو بڑا مقتدر اور حکیم ہے۔

حضرت مریم کی والدہ کی دعا

رَبِّ اِنِّىْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِىْ بَطْنِىْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّىْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ

السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ (آل عمران:۳۵)

میرے پروردگار میں اس بچے کو جو میرے پیٹ میں ہے تیری نذر کرتی ہوں۔ وہ تیرے ہی کام کے لئے وقف ہوگا۔ میری اس پیشکش کو قبول فرما تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اولاد کے لئے دعا جو حضرت زکریا علیہ السلام نے کی

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ○
(آل عمران:۳۸)

پروردگار اپنی قدرت سے مجھے نیک اولاد عطا کر تو ہی دعا سننے والا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا

رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ○ (المائدہ:۱۱۴)

اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے ایک خوان نازل کر جو ہمارے اگلے پچھلوں کے لئے خوشی کا موقع قرار پائے اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو ہم کو رزق دے اور تو بہترین رازق ہے۔

حضرت آدم و حوا علیہما السلام کی دعائے استغفار

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○
(الاعراف:۲۳)

اے رب! ہم نے اپنے اوپر ستم کیا۔ اب اگر تو نے ہم سے درگزر نہ فرمایا اور رحم نہ کیا تو یقیناً ہم تباہ ہو جائیں گے۔

اصحٰب اعراف کی دعا

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○ (الاعراف:۴۷)

اے رب! ہمیں ان ظالم لوگوں میں شامل نہ فرما۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی دعا

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ○ (الاعراف:۸۹)

اے رب! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان ٹھیک فیصلہ کر دے اور تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

ساحران مصر کی دعا ایمان لانے کے بعد

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ○ (الاعراف:۱۲۶)

اے رب! ہم پر صبر کا فیضان کر اور ہمیں دنیا سے اٹھا تو اس حال میں کہ ہم تیرے فرمانبردار ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعائے استغفار

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ○
(الاعراف:۱۵۱)

اے رب! مجھے اور میرے بھائی کو معاف کر اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل فرما تو سب سے بڑھ کر رحیم ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مزید دعائیں

رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ۭ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ۭ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ۭ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ○ وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ○ (الاعراف:۱۵۵،۱۵۶)

اے میرے مالک! تو چاہتا تو پہلے ہی ان کو اور مجھے ہلاک کر سکتا تھا کیا تو اس قصور میں جو ہم میں سے چند نادانوں نے کیا تھا ہم سب کو ہلاک کر دے گا؟ یہ تو تیری ڈالی ہوئی ایک آزمائش تھی جس کے ذریعے سے تو جسے چاہتا ہے گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت بخش دیتا ہے۔ ہمارا آقا تو ہی ہے

پس ہمیں معاف کر دے اور ہم پر رحم فرما تو سب سے بڑھ کر معاف فرمانے والا ہے اور ہمارے لئے اس دنیا کی بھلائی بھی لکھ دے اور آخرت کی بھی، ہم نے تیری طرف رجوع کرلیا۔

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۝ وَيَسِّرْلِيْٓ اَمْرِيْ ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ۝ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ۝ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ۝ هٰرُوْنَ اَخِي ۝ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ۝ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ۝ (طٰہٰ:۲۵تا۳۲)

پروردگار! میرا سینہ کھول دے اور میرے کام کو میرے لئے آسان کر دے اور میری زبان کی گرہ سلجھا دے تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں اور میرے لئے میرے اپنے کنبے سے ایک وزیر مقرر کر دے، ہارون جو میرا بھائی ہے اس کے ذریعہ سے میرا ہاتھ مضبوط کر دے اور اس کو میرے کام میں شریک کر دے۔

رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ فَغَفَرَلَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ۝

(القصص:۱۶،۱۷)

اے میرے رب! میں نے اپنے نفس پر ظلم کر ڈالا، میری مغفرت فرما دے۔ اے میرے رب! یہ احسان جو تو نے مجھ پر کیا ہے اس کے بعد اب میں کبھی مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا۔

رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (القصص:۲۱)

اے میرے رب! مجھے ظالموں سے بچا۔

رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ۝۔

پروردگار! جو خیر بھی تو مجھ پر نازل کر دے میں اس کا محتاج ہوں۔

بنی اسرائیل کو نجات دلانے کے لئے دعائیں

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (یونس:۸۶)

اے ہمارے رب! ہمیں ظالم لوگوں کے لئے فتنہ نہ بنا اور اپنی رحمت سے ہم کو کافروں سے نجات دے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی دعا

رَبِّ اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُبِكَ اَنۡ اَسۡـَٔلَكَ مَا لَيۡسَ لِىۡ بِهٖ عِلۡمٌ ؕ وَاِلَّا تَغۡفِرۡلِىۡ وَتَرۡحَمۡنِىۡۤ اَكُنۡ مِّنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ۝ (ہود:۴۷)

اے میرے رب! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ وہ چیز تجھ سے مانگوں جس کا مجھے علم نہیں اور اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا اور رحم نہ فرمایا تو میں برباد ہو جاؤں گا۔

بارگاہِ الٰہی میں نافرمان قوم کی شکایت

قَالَ رَبِّ اِنِّىۡ دَعَوۡتُ قَوۡمِىۡ لَيۡلًا وَّنَهَارًا ۝ فَلَمۡ يَزِدۡهُمۡ دُعَآءِىۡۤ اِلَّا فِرَارًا ۝ وَاِنِّىۡ كُلَّمَا دَعَوۡتُهُمۡ لِتَغۡفِرَ لَهُمۡ جَعَلُوۡۤا اَصَابِعَهُمۡ فِىۡۤ اٰذَانِهِمۡ وَاسۡتَغۡشَوۡا ثِيَابَهُمۡ وَاَصَرُّوۡا وَاسۡتَكۡبَرُوا اسۡتِكۡبَارًا ۝ ثُمَّ اِنِّىۡ دَعَوۡتُهُمۡ جِهَارًا ۝ ثُمَّ اِنِّىۡۤ اَعۡلَنۡتُ لَهُمۡ وَاَسۡرَرۡتُ لَهُمۡ اِسۡرَارًا ۝ فَقُلۡتُ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّكُمۡ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ (سورۂ نوح:۵تا۱۰)

نوح علیہ السلام نے عرض کیا مالک! میں نے اپنی قوم کے لوگوں کو رات دن پکارا مگر میرے پکارنے پر وہ مجھ سے اور زیادہ بھاگتے رہے اور جب بھی میں نے انہیں پکارا کہ تو اے رب! انہیں مغفرت عطا کرے تو انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور اپنے کپڑے لپیٹ لیے (تا کہ میری بات نہ سنیں) اور وہ اپنے (کفر پر) اصرار، گھمنڈ اور تکبر ہی کرتے رہے۔ پھر میں نے انہیں بآواز بلند پکارا۔ پھر میں نے اعلانیہ بھی دعوت دی اور چپکے چپکے (ان کے پاس جا کر) بھی سمجھایا اور انہیں کہا کہ اپنے رب سے گناہوں کو معافی مانگو کیونکہ بے شک وہ بہت معاف کرنے والا ہے۔

اِنَّكَ اِنۡ تَذَرۡهُمۡ يُضِلُّوۡا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوۡۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝ رَبِّ

اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ۝ (سورۂ نوح:۲۶،۲۷،۲۸)

اور نوح علیہ السلام نے کہا مالک! روئے زمین پر ان کافروں میں سے ایک باشندہ بھی جیتا نہ چھوڑ۔ اگر تو نے انہیں یوں ہی چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور نہیں جنیں گے مگر نافرمان اور کافر اولاد۔ میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اس کو جو مومن ہو اور میرے گھر میں پناہ لے اور سارے مسلمان مردوں اور عورتوں کو اور ان ظالموں کو نہ بڑھا مگر تباہی اور بربادی میں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعائیں

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝ؕ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۝ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ؕ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۝ (ابراہیم:۳۵ تا ۳۸)

پروردگار! اس شہر کو امن کا شہر بنا اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچا۔ پروردگار! ان بتوں نے بہتوں کو گمراہی میں ڈالا پس جو میرے طریقے پر چلے وہ میرا ہے اور جو میرے خلاف طریقہ اختیار کرے تو یقیناً تو درگزر کرنے والا مہربان ہے۔ پروردگار! میں نے بے آب و گیاہ وادی میں اپنی اولاد کے ایک حصے کو تیرے محترم گھر کے پاس لا بسایا ہے۔ پروردگار! یہ میں نے اس لئے کیا ہے کہ یہ لوگ یہاں نماز قائم کریں۔ لہٰذا تو لوگوں کے دلوں کو ان کا مشتاق بنا اور انہیں کھانے کو پھل دے شاید کہ یہ شکرگزار بنیں۔ پروردگار! تو جانتا ہے جو

کچھ ہم چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں اور واقعی اللہ سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے نہ زمین میں نہ آسمانوں میں۔

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ○ رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ○ (ابراہیم:۴۰،۴۱)

اے میرے پروردگار! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری اولاد سے بھی۔ پروردگار! میری دعا قبول کر۔ پروردگار! مجھے اور میرے والدین کو اور سب ایمان لانے والوں کو اس دن معاف کر دینا جب کہ حساب قائم ہوگا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا

رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ○ (یوسف:۳۳)

اے میرے رب! قید مجھے منظور ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ میں وہ کام کروں جو یہ لوگ مجھ سے چاہتے ہیں اور اگر تو نے ان کی چالوں کو مجھ سے دفع نہ کیا تو میں ان کے دام میں پھنس جاؤں گا اور جاہلوں میں شامل ہو رہوں گا۔

آنحضور ﷺ کی دعا کی دور میں

رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ○ (بنی اسرائیل:۸۰)

اے پروردگار! مجھ کو جہاں بھی تو لے جا سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں سے بھی نکال سچائی کے ساتھ نکال اور اپنی طرف سے ایک اقتدار کو میرا مددگار بنا دے۔

اصحاب کہف کی دعا

رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ○ (الکہف:۱۰)

اے پروردگار! ہم کو اپنی رحمت خاص سے نواز اور ہمارا معاملہ درست کر دے۔

حضور علیہ السلام کی دعا (اضافہ علم کے لئے)

رَّبِّ زِدۡنِی عِلۡمًا ○ (طٰہٰ:۱۱۴)

اے پروردگار! مجھے مزید علم عطا کر۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا

اَنِّیۡ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنۡتَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡنَ ○ (الانبیاء:۸۳)

مجھے بیماری لگ گئی ہے اور تو ارحم الراحمین ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کی دعا

فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنۡ لَّاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحٰنَکَ اِنِّیۡ کُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ ○ (الانبیاء:۸۷)

آخر کو اس تاریکیوں میں سے پکارا نہیں ہے کوئی خدا مگر تو، پاک ہے تیری ذات بے شک میں نے قصور کیا۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا

رَبِّ لَا تَذَرۡنِیۡ فَرۡدًا وَّاَنۡتَ خَیۡرُ الۡوٰرِثِیۡنَ ○ (الانبیاء:۸۹)

اے پروردگار! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور بہترین وارث تو تو ہی ہے

آنحضور ﷺ کی دعائیں

رَّبِّ اَعُوۡذُبِکَ مِنۡ ھَمَزٰتِ الشَّیٰطِیۡنِ ○ وَاَعُوۡذُبِکَ رَبِّ اَنۡ یَّحۡضُرُوۡنِ ○ (المومنون:۹۷،۹۸)

پروردگار! میں شیاطین کی اکساہٹوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں بلکہ اے میرے رب میں تو اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں وہ میرے پاس آئیں۔

رَّبِّ اغۡفِرۡ وَارۡحَمۡ وَاَنۡتَ خَیۡرُ الرّٰحِمِیۡنَ ○ (المومنون:۱۱۸)

میرے رب! درگزر فرما اور رحم کر اور تو سب رحیموں سے رحیم ہے۔

خدا کے بندوں کی دعائیں

رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ○ (المومنون:۱۰۹)

پروردگار! ہم ایمان لائے ہمیں معاف کر دے۔ ہم پر رحم کر تو سب رحیموں سے اچھا رحیم ہے۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (الفرقان:۷۴)

اے میرے رب! ہمیں اپنی بیویوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک دے اور ہم کو پرہیزگاروں کا امام بنا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک اور دعا

رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ○ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ○ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ○ وَاغْفِرْ لِاَبِيْ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ○ وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ○ (الشعراء:۸۳تا۸۷)

اے میرے رب! مجھے حکم عطا کر اور مجھ کو نیکوں کے ساتھ ملا اور بعد کے آنے والوں میں مجھ کو سچی ناموری عطا کر اور مجھے جنت نعیم کے وارثوں میں شامل فرما اور میرے باپ (چچا آزر) کو معاف کر دے کہ بیشک وہ گمراہ لوگوں میں سے ہے اور مجھے اس دن رسوا نہ کر جب کہ سب لوگ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا

رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ○ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ○ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ○ وَاغْفِرْ لِاَبِيْ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ○ وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ○ (النمل:۱۹)

اے میرے رب! مجھے قابو میں رکھ کہ میں تیرے اس احسان کا شکر ادا کرتا

رہوں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کیا ہے اور ایسا عمل صالح کروں جو تجھے پسند آئے اور اپنی رحمت سے مجھ کو اپنے صالح بندوں میں داخل کر۔

سواری کرتے وقت کی دعا

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ۝ وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝ (الزخرف:۱۳،۱۴)

پاک ہے وہ جس نے ہمارے لئے ان چیزوں کو مسخر کر دیا ورنہ ہم انہیں قابو میں لانے کی طاقت نہیں رکھتے تھے اور ایک روز ہمیں اپنے رب کی طرف پلٹنا ہے۔

بندۂ شاکر و مسلم کی دعا

رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ (الاحقاف:۱۵)

اے میرے رب! مجھے رفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھے اور میرے والدین کو عطا فرمائیں اور ایسا نیک عمل کروں جس سے تو راضی ہو اور میری اولاد کو بھی نیک بنا کر مجھے سکون دے، میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور تابع فرمان بندوں میں سے ہوں۔

دعائے مدد و نصرت

رَبِّ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ۝ (قمر:۱۰)

اے رب! میں اب عاجز ہوں اب تو ہی میری مدد فرما۔

انصارِ مدینہ کی دعا

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝ (حشر:۱۰)

اے پروردگار! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ایمان میں ہم سے

آگے رہے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لئے کدورت نہ رکھ، اے پروردگار! تو بہت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

فتنہ سے بچنے کی دعا

رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ۝ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (ممتحنہ:۴-۵)

اے پروردگار! ہم نے تجھی پر بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف ہم نے رجوع کیا اور ہمیں تیری طرف ہی لوٹنا ہے۔ اے رب ہمارے ہمیں کافروں کے فتنے کا شکار نہ کر اور ہمیں بخش دے۔ اے پروردگار بیشک تو ہی زبردست حکمت والا ہے۔

تکمیل ہدایت و نور کی دعا

رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ (تحریم:۸)

اے پروردگار! ہمارے لئے نور کو مکمل کر دے اور ہمیں بخش دے۔ بیشک تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

شر سے پناہ کی ایک جامع دعا

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِن شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ وَمِن شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ ۝ وَمِن شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ ۝ وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ۝ (فلق:۱تا۵)

کہہ دیجئے! میں صبح کے پیدا کرنے والے کی پناہ میں آتا ہوں تمام قسم کے شر سے اندھیری رات کے شر سے جب وہ چھا جائے اور گنڈوں پر پھونکنے والیوں کے شر سے اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرتے ہیں۔

وساوس شیطانی سے پناہ کی دعا

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ إِلَٰهِ النَّاسِ ۝ مِن شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝ (الناس:۱تا۶)

کہہ دیجئے! میں لوگوں کے پیدا کرنے والے، لوگوں کے مالک اور لوگوں کے معبود کی پناہ میں آتا ہوں۔ شیطان کی وسوسے کی شرارت سے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے جنوں اور انسانوں میں سے۔

قبولیت دعا کے طلب گاروں کی توجہ اپنے نبی علیہ السلام کے اس فرمان کی طرف بھی ضرور رہنی چاہئے جس میں حضور علیہ السلام نے چودہ خصلتیں اپنی امت میں پیدا ہونے کا یا قیامت کی چودہ علامات کا تذکرہ فرمایا ہے کیونکہ ہمارا یہ ذہن بن چکا ہے کہ ہم جو بھی کرتے رہیں ہمیں حق حاصل ہے جبکہ خدا کو وہی کرنا چاہئے جو ہم کہیں۔ (استغفر اللہ)

حضرت علی ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جب میری امت میں چودہ خصلتیں پیدا ہوں تو اس پر مصیبتیں اترنا شروع ہو جائیں گی۔

(1) جب سرکاری مال (خزانہ) کو ذاتی ملکیت بنالیا جائے۔

(2) امانت کو مالِ غنیمت سمجھا جائے۔

(3) زکوٰۃ (کی ادائیگی) جرمانہ محسوس ہونے لگے۔

(4) خاوند بیوی کا مطیع ہو جائے۔

(5) بیٹا ماں کا نافرمان بن جائے۔

(6) آدمی دوستوں سے بھلائی کرے اور باپ پر ظلم ڈھائے۔

(7) مساجد میں شور مچایا جائے۔

(8) قوم کا بدترین آدمی اس کا لیڈر بن جائے۔

(9) آدمی کی عزت اس کے شر کے ڈر سے ہونے لگے۔

(10) نشہ آور چیزیں (شراب، چرس، سگریٹ وغیرہ) کھلم کھلا استعمال کی جائیں۔

(11) مرد ریشمی لباس پہنیں۔

(12) آلات موسیقی کو اختیار کیا جائے۔

(13) ناچ گانے کی محفلیں سجائی جائیں۔

(14) موجودہ لوگ گزر جانے والے اسلاف پر لعن وطن کرنے لگیں۔

تو لوگوں کو چاہئے کہ پھر وہ ہر وقت عذابِ الٰہی کے منتظر رہیں خواہ سرخ آندھی کی

صورت میں آئے یا زلزلے کی شکل میں یا اصحاب سبت کی طرح شکلیں مسخ ہونے کی صورت میں (ترمذی)

وظائف قرآنی

قرآن مجید رہتی دنیا تک حضور علیہ السلام کا وہ عظیم معجزہ ہے کہ جس کی تعلیمات ہمہ جہت ہیں۔ یہ کتاب ہدایت ہونے کے ساتھ ساتھ کتاب شفا بھی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے وننزل من القران ما ھو شفاء و رحمة للمؤمنين (بنی اسرائیل:۸۲) اور ہم ایسی شیٔ (قرآن مجید) نازل کرتے ہیں جو اہل ایمان کے لئے شفا و رحمت ہے۔

اس میں روحانی امراض کی شفاء تو ہے ہی جسمانی امراض کے لئے بھی قرآن پاک سراپا شفا ہے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے کئی قرآنی اوراد و وظائف ظاہری و باطنی امراض کے لئے ارشاد فرمائے ہیں۔

بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم میں سے جب کوئی بیمار ہوتا تو حضور علیہ السلام اپنا دست اقدس مریض پر پھیرتے اور یہ دعا فرماتے۔ اے اللہ! اس بیماری کو دور فرما دے، مریض کو کامل شفاء دے، بیشک شفا دینے والی تیری ہی ذات ہے۔ ایسی شفا دے کہ بیماری کا نام ونشان مٹ جائے۔

حضرت عثمان بن ابی العاص فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام سے اپنی درد کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: اپنا ہاتھ درد کی جگہ پہ رکھ کر تین بار بسم اللہ شریف پڑھو پھر یہ دعا (سات مرتبہ) پڑھو اعوذ بعزة اللّٰه وقدرته من شرما اجد واحاذر ۔ میں اللہ تعالیٰ کی عزت وقدرت کی پناہ طلب کرتا ہوں ان (بیماریوں اور دردوں) سے جو میں محسوس کرتا ہوں۔ حضرت عثمان کہتے ہیں کہ پڑھنے کی دیر تھی کہ درد جاتا رہا۔

چند قرآنی وظائف برائے افادۂ عوام وخواص لکھے جاتے ہیں جو مختلف بزرگان دین کے مجرب ہیں اور جن کے پڑھنے کے شرائط مندرجہ ذیل ہیں اور شرائط و ہدایات کے مطابق ہی وظیفہ پڑھا جائے تو اس کا فائدہ ہوتا ہے۔

فرائض کی ادائیگی، معاملات میں دیانت و امانت اور عدل و انصاف، اکل حلال،

صدقِ مقال قطع رحمی سے مکمل اجتناب، صلہ رحمی پرسختی سے کاربند رہنا، کمزوروں اور بچوں پر رحم کرنا، بڑوں کا احترام، مصیبت میں مبتلا کی دستگیری کرنا، اہل اسلام کے ساتھ دوستی کرنا، مذہب کی پاسداری کرنا، مسلک اہل سنت کی تائید اور بدعقیدہ لوگوں سے پرہیز کرنا، منہیات وممنوعات شرعیہ سے مکمل پرہیز کرنا، مہمان کی تواضع کرنا، کسب حلال کے لئے کوشش کرتے رہنا، اقرباء کے حقوق کا خیال رکھنا، موت کو کثرت سے یاد رکھنا، اکثر اوقات یادِ الٰہی میں مصروف رہنا، پچھلی شب نمازِ تہجد اور یادِ خدا بھی بہت مفید ونافع ہے، روزانہ رات کو گناہوں سے توبہ کرنا، ہمیشہ کثرت سے درود شریف پڑھنا، نفلی روزوں بالخصوص ایام بیض کے تین روزے، شوال کے چھ، ذوالحجہ کے نو، دس محرم، یومِ عرفہ، ستائیس رجب، شب برأت بلکہ جمعرات وجمعہ کا روزہ، نمازوں کا التزام، اچھی صحبتیں اپنانا، بری صحبتوں سے بچنا، نماز باجماعت ادا کرنا، کوئی نماز رہ جائے تو فوراً قضا کرنا، زکوٰۃ اور حج کی ادائیگی جبکہ استطاعت ہو۔ جھوٹ، فحش کاری، چغل خوری، عیب جوئی، ظلم وخیانت، ریا وتکبر، غیبت سے کلیۃً پرہیز، اپنے مرشد کے بتائے ہوئے وظائف بھی پابندی سے پڑھے۔ الغرض تمام کبائر سے بچے اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کا پورا پورا خیال رکھے، پھر دیکھے نتائج کیسے پیدا ہوتے ہیں۔ (البرکات)

۱- بخار کیلئے

سورۂ فاتحہ اکتالیس بار پڑھ کر بخار والے کو دم کیا جائے یا پانی پہ دم کر کے تھوڑا تھوڑا پلایا جائے تو ان شاء اللہ بخار نہ رہے گا۔

۲- ہر مقصد کیلئے

پچھلی رات اٹھ کر دس تسبیحات سورۂ اخلاص کی جس جائز مقصد کے لئے بھی پڑھی جائیں گی پورا ہوگا۔ مشکل ہے تو آسان ہوگی۔ یہ عمل گیارہ یا اکیس دن کرنے کی ضرورت ہے۔ پڑھائی کے دوران خیال اللہ تعالیٰ کی طرف رہے۔

۳- غلہ میں برکت کیلئے

مندرجہ ذیل آیت کاغذ پر لکھ کر غلہ میں رکھ دی جائے بہت برکت ہوگی۔ مثل الذین

ینفقون اموالھم فی سبیل اللّٰہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ ؕ واللّٰہ یضعف لمن یشاء واللّٰہ واسع علیم ۔

۴- دشمن کے شر سے بچنے کیلئے

دو قبروں کے درمیان میں بیٹھ کر اکتالیس بار چالیس دن پوری توجہ کے ساتھ سورۃ لھب پڑھنے سے دشمن زیر ہوگا یا برباد ہو جائے گا (مگر بلا وجہ کسی کو نقصان پہنچانا یا اس بارے سوچنا گناہ ہے)

۵- عذاب قبر سے خلاصی کیلئے

سورۃ ملک ہمیشہ عشاء کی نماز کے بعد پڑھنے سے جاں کنی کی سختی سے بچ جائے گا اور قبر کے عذاب سے بچنے کی شفاعت کرے گی بلکہ قبر میں مرغی کی شکل میں آ کر اپنے پروں میں چھپالے گی۔

۶- آنکھ کے درد کیلئے

اکتیس بار سورۃ کوثر پڑھ کر گلاب کے عرق پر دم کر کے آنکھ پر چھینٹے مارے جائیں تو درد ختم ہو جائے گا۔ انشاء اللہ

۷- باغ اور کھیتی کی حفاظت کیلئے

چیونٹیوں، سنڈیوں اور پرندوں سے کھیتی کی حفاظت کے لئے سورۃ التین کیسر (زعفران) کے ساتھ لکھ کر پانی میں حل کر کے کھیتی کے چاروں طرف چھڑک دیا جائے۔

۸- ہر غم اور مصیبت کیلئے

اکتالیس بار سورۃ تکاثر پڑھ کر بارش کے پانی پہ دم کر کے اس میں کنوئیں کا پانی بھی ملا لیا جائے اور تھوڑی مرچ بھی ڈال کر روزانہ پینے سے جسم کا ہر دکھ دور ہوگا۔

۹- کھانے میں برکت کیلئے

سورۃ قریش کھانے پر پڑھ لی جائے تو کھانے میں برکت ہوگی۔ انشاء اللہ

۱۰۔ تنگی وفاقہ دور کرنے کیلئے

رات کو سورۂ واقعہ پڑھ کر سونے والا فاقے سے محفوظ رہے گا اور اس کے رزق میں برکت ہوگی۔ اسی طرح فجر کے وقت سورۂ مزمل پڑھنے سے بھی رزق میں اضافہ ہوگا۔

۱۱۔ نظر کی تیزی کیلئے

ہر فرض نماز کے بعد سات بار یہ آیت پڑھ کر دونوں ہاتھوں کی انگوٹھوں کے ساتھ والی انگلیوں پر پھونک مار کر آنکھوں پہ مل لے انشاءاللہ آنکھیں روشن رہیں گی۔ آیت یہ ہے:

لقد كنت في غفلة من هذا فكشفنا عنك غطاءك فبصرك اليوم حديد

(پارہ ۲۶ سورۂ ق)

۱۲۔ جائز محبت کیلئے

سات بار شکر پر یہ آیت پڑھ کر مطلوب کو کھلا دے۔

يحبونهم كحب الله والذين امنوا اشد حبالله (سورۂ بقرہ پارہ نمبر ۲)

۱۳۔ سر درد کیلئے

جس کے سر کو درد ہو اس کی پیشانی پکڑ کر آیت الکرسی پڑھ کر پھونک مارے سات بار پڑھے اور ہر بار پھونک مارے درد ختم ہو جائے گا۔ انشاءاللہ

۱۴۔ مرگی اور مرض ام الصبیان (سوکڑے) کیلئے

معوذتین (قرآن پاک کی آخری دو سورتیں) لکھ کر گلے میں ڈال لے اور تین بار کر لے یعنی تین مرتبہ لکھ کر باری باری چند دنوں کے وقفے سے گلے میں ڈالے۔

۱۵۔ جانوروں کی ہر بیماری کیلئے

جانوروں کی ہر بیماری کے لئے ایک سو ایک بار یہ آیت پڑھ کر دم کیا جائے۔ وننزل من القران ما هو شفاء و رحمة للمؤمنين ولا يزيد الظالمين الا خسارا ۵

(بنی اسرائیل پارہ نمبر ۱۵)

۱۶-ادائیگی قرض کیلئے

ہر فرضی نماز کے بعد ایک سو پچیس مرتبہ یَا غَنِیُّ یا مُغْنِیُ کا وظیفہ پڑھا جائے۔

۱۷-جس کو باؤلا کتا کاٹ لے

اس کو روٹی کے ٹکڑے پر یہ آیت لکھ کر کھلایا جائے انھم یکیدون کیدا واکید کیدا فمھل الکفرین امھلھم رویدا ۔

۱۸-تنگیٔ رزق کیلئے

عشاء کی نماز کے بعد اکتالیس دن اکتالیس بار سورۂ یٰسین پڑھی جائے۔ اگر پکی اینٹ کے سات ٹکڑے کر کے ہر ہر ٹکڑے پر سورۃ یٰسین پڑھی جائے اور ایک ایک ٹکڑا کر کے تصور کے ساتھ پانی میں بہایا جائے تو موذی دشمن سے چھٹکارا مل جائے گا۔

۱۹-قیدی کی رہائی کیلئے

بلا ناغہ سورۂ یوسف کی تلاوت کی جائے۔

۲۰-ظالم حاکم کیلئے

واللّٰہ غالب علی امرہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون ۔ پڑھتے رہنے سے سخت دل اور ظالم حاکم مہربان ہو جائے گا۔ غائبانہ زبان سے اور اس کے سامنے دل میں پڑھے۔

۲۱-ہر مرض کا علاج

چھ آیات شفا چینی کی رکابی پہ لکھ کر زبان سے چاٹے، بڑا مجرب عمل ہے، چھ آیات شفا یہ ہیں:

ویشف صدور قوم مومنین ٥ و شفاء لما فی الصدور٥ یخرج من بطونھا شراب مختلف الوانه فیه شفاء للناس ٥ وننزل من القران ماھو شفاء و رحمة للمومنین ٥ واذا مرضت فھو یشفین ٥ قل

للذین اٰمنوا ھدی و شفاءo

۲۲- کند ذہنی کا علاج

چینی کی رکابی پہ سات دن مندرجہ ذیل آیات لکھ کر پلائی جائیں۔

رب اشرح صدری ویسرلی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا

قولی ۔(سورۃ طٰہٰ)

۲۳- مالدار ہونے کیلئے

مندرجہ ذیل دعا ستر بار روزانہ پڑھی جائے۔

اللھم اکفنی بحلالك عن حرامك واغننی بفضلك عمن سواك

۲۴- ورم اور سوج کا علاج

مٹی کے ڈھیلے پر گیارہ مرتبہ سورۃ انشراح پڑھ کر دم کریں اور سوج والی جگہ پر پھیریں۔

۲۵- ہاضمے کیلئے

بھوک نہ لگے یا کھانا ہضم نہ ہو تو زعفران کے ساتھ روٹی پر یہ آیت لکھ کر کھالے

کلوا واشربوا ھنیئا بما کنتم تعملون ۔

۲۶- مرگی کیلئے

بلند آواز سے سات مرتبہ یہ آیت پڑھ کر مرگی والے کے کان میں پڑھی جائے انشاء اللہ چند بار پڑھنے سے دورہ ختم ہوگا بلکہ مکمل صحت ہوگی۔ آیت یہ ہے۔

ان انکر الاصوات لصوت الحمیرo

۲۷- کشادگی رزق کیلئے

چالیس دن گیارہ سو مرتبہ یا غنی اغننی بلطفك یا عزیز پڑھا جائے۔

۲۸- گمشدہ چیز کی بازیابی کیلئے

فوراً تین مرتبہ آیت الکرسی پڑھ کر دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پہ زور سے مارے جیسے تالی

بجاتے ہیں۔

۲۹۔ بخار کیلئے

باوضو ہو کر بسم اللہ شریف اور یا نار کونی بردًا وسلاما ۔ کاغذ پہ لکھ کر دائیں بازو پہ تعویذ بنا کر باندھ دیں۔

۳۰۔ بچپن میں اولاد مر جانا

جس کی اولاد بچپن میں مر جاتی ہو وہ پانچ کاغذ لے کر ہر ٹکڑے پہ مندرجہ ذیل کلام لکھے یا لکھوائے ایک کا تعویذ بنا کر حمل کے چار ماہ مکمل ہونے سے پہلے اپنی بیوی کے گلے میں ڈالے اور کچھ نوافل پڑھے اور صدقہ کرے۔ دوسرے چار کاغذ کورے کجوں میں علیحدہ ڈال کر ان کا کپڑے سے منہ باندھ دے اور گھر کے چار کونوں میں گڑھے کھود کر ایک ایک کجہ ہر کونے میں دفن کر دے انشاء اللہ اولاد پیدا ہو گی اور زندہ رہے گی۔ کلام یہ ہے۔

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم ٥ حسبي اللّٰه و كفٰى باللّٰه اياك نعبد واياك نستعين ٥ لاحول ولا قوة الا باللّٰه العلى العظيم ٥ انه من سليمن وانه بسم اللّٰه الرحمن الرحيم الا تعلوا على واتونى مسلمين قال عفريت من الجن انا اٰتيك به قبل ان تقوم من مقامك وانى عليه لقوى امين ٥ فاللّٰه خير حافظا وهوارحم الراحمين ٥ يا شافى يا شافى يا شافى ٥

۳۱۔ جانوروں میں وبا

اگر جانوروں میں وبا پھیل جائے تو گیارہ گیارہ مرتبہ مندرجہ ذیل آیت پڑھ کر ان کے کانوں میں پھونکے اور یہی آیت ایک ایک بار لکھ کر ہر جانور کے گلے میں تعویذ ڈالے۔ انشاء اللہ وبا دور ہو گی۔ آیت یہ ہے:

واللّٰه خلق كل دابة من ماء فمنهم من يمشي علٰى بطنه ومنهم من يمشي علٰى رجلين و منهم من يمشي على اربع ط يخلق الله ما يشاء ط ان اللّٰه على كلي شي ء قدير ۔

۳۲- جس عورت کا حمل خشک ہو جائے

کاغذ پہ بسم اللہ شریف لکھ کر آیہ کریمہ لا الـٰه الا انت سبحـانك انی کنت من الظالمین لکھ کر کمر پہ باندھ لے۔

۳۳- حاملہ عورت کے درد کا علاج

اگر حاملہ عورت کو درد ہو اور ساتھ خون بھی آئے تو باوضو شخص سے مندرجہ ذیل آیت لکھوا کر پیٹ پہ باندھ لے۔

ان اللّٰـه یمسك السموات والارض ان تزولا ۚ ولئن زالتا ان امسکهما من احد من بعده انه کان حلیمًا غفورا (فاطر)

دوسرا علاج یہ ہے کہ روٹی پہ یہ آیت لکھ کر کھلائی جائے۔

وان یکاد الذین کفروا لیزلقونك بابصارهم لما سمعوا الذکر ویقولون انه لمجنون ٥ وما هو الا ذکر للعلمین ٥ (القلم)

۳۴- ہر مشکل کا حل

کثرت کے ساتھ حسبنا اللّٰه ونعم الوکیل پڑھا جائے۔

۳۵- اسقاط حمل کا خطرہ ہو

تو کاغذ پہ یارحمٰن لکھ کر تین ماہ تک (بعد نماز فجر پڑھے بڑا مجرب ہے)

۳۶- نظر بد کا علاج

وان یکاد الذین کفروا لیزلقونك بابصارهم لما سمعوا الذکر ویقولون انه لمجنون وما هو الا ذکر للعلمین لکھ کر گلے میں ڈالے چاہے انسان کو نظر لگ جائے یا حیوان و جانور کو۔ بدظنی اور بداعمالی سے پرہیز لازم ہے۔

۳۷- وسعت رزق کیلئے

گیارہ دن ایک ہزار مرتبہ اس آیت کا وظیفہ کرے۔

اللّٰہ لطیف بعبادہ یرزق من یشاء وھو القوی العزیز (الشوریٰ)

۳۸- بچہ روتا ہو

تو اس کے گلے میں اس آیت کا تعویذ ڈالا جائے۔ شھد اللّٰہ انہ لا الہ الا ھو والملائکۃ واولوا العلم قائما بالقسط لا الہ الا ھو العزیز الحکیم ہ ان الدین عنداللّٰہ الاسلام ۔ (آل عمران)

۳۹- گلے کے درد کیلئے

انا جعلنا فی اعناقھم اغلٰلاً فھی الی الاذقان فھم مقمحون کا تعویذ بنا کر گلے میں ڈالا جائے۔

۴۰- بھول جانے کا علاج

ہر نماز کے بعد اول آخر درود شریف پڑھ کر گیارہ مرتبہ یہ آیات پڑھے:

رب اشرح لی صدری ویسر لی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی ہ علم الانسان مالم یعلم ہ رب زدنی علماء ہ

۴۱- مچھروں کا علاج

دریائی ریت پر یہ آیات پڑھ کر گھر میں بکھیر دے۔

فاللّٰہ خیر حافظا وھوارحم الراحمین ہ فتبارک اللّٰہ احسن الخالقین ۔

۴۲- چیونٹیوں کا دور کرنا

یہ آیت پڑھ کر پانی پہ دم کر لے اور چیونٹیوں کے سوراخ میں ڈال دے بھاگ جائیں گی۔ آیت یہ ہے۔

حتی اذا اتوا علی وادالنمل قالت نملۃ یا ایھا النمل ادخلوا مسکنکم لا یحطمنکم سلیمان و جنودہ وھم لایشعرون

(النمل)

۴۳۔ فتح و نصرت کیلئے

بمعہ بسم اللہ شریف سورۂ فتح کو لکھا جائے۔

۴۴۔ طاعون کی وباء کیلئے

مندرجہ ذیل دعا لکھ کر دروازے پہ لٹکا دی جائے، اس گھر میں سے ہی نہیں بلکہ پورے شہر سے بیماری نکل جائے گی۔ ان شاء اللہ

۴۵۔ ہر بیماری سے بچاؤ کیلئے

مندرجہ ذیل درود شریف کثرت سے پڑھا جائے۔

اللھم صل علیٰ سیّدنا محمد و علیٰ اٰل سیدنا محمد بعدد کل داء و دوآء ز بعدد کل علة و شفاء ۔

۴۶۔ دودھ والے جانور کو نظر لگ جائے

تو اس آیت کا تعویذ بنا کر اس کے گلے میں شریہنہ کے درخت کی چھال میں لپیٹ کر باندھے پہلے سے زیادہ دودھ آئے گا۔ (انشاءاللہ) آیت یہ ہے۔

ان البقر تشبہ علینا و انا ان شاء اللّٰہ لمھتدون ٥ (سورۂ بقرہ پارہ نمبر۱)

۴۷۔ کھیتی کی حفاظت کیلئے

کانا چیر کر اس آیت کا تعویذ اس میں ڈالے اور فصل میں گاڑھ دے ان شاء اللہ ہر آفت سے کھیتی محفوظ رہے گی۔ آیت یہ ہے:۔

وافوض امری الی اللّٰہ ط ان اللّٰہ بصیر بالعباد (المؤمن)

۴۸۔ کامیابی اور برکت کیلئے

اصحاب کہف کے نام اس طرح لکھے۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ٥ الھی بحرمة محمد واله و یملیخا مکسلمینا کشفوطط بنیونس اذر فطیونس کشافت یونس

بوانس بونس اسم کلبھم قطمیر ۔

سامان میں رکھے تو نہ اس کو آگ جلائے نہ چوری ہو نہ غرق ہو۔ حاملہ عورت بائیں ران پر باندھ تو بغیر تکلیف کے بچہ پیدا ہو۔

۴۹- برائے درد چشم

سورۂ یٰسین کی آیت نمبر ۸-۹ لکھ کر آنکھوں پہ باندھے درد ختم ہوگا۔ انشاء اللہ

۵۰- دردِ شقیقہ کیلئے

آدھے سر کو درد ہوتا ہو تو یہ آیات بمعہ بسم اللہ لکھ کر سر پہ باندھے۔

بسم اللّٰه الرحمن الرحيم كهٰيٰعٓصٓ ۝ ذكر رحمت ربك عبده زكريا ۝ اذ نادىٰ ربه نداء خفيا ۝ قال رب انى وهن العظم منى واشتعل الراس شيبا ولم اكن بدعاء ك رب شقيا ۝ (مریم)

۵۱- پیٹ کے درد کیلئے

اترنے والی سیاہی کے ساتھ کاغذ پہ یہ آیت لکھ کر پانی میں اتار کر پی لے ولو ان قرانا سيرت به الجبال او قطعت به الارض او كلم به الموتى بل لله الامر جميعا۝

۵۲- برائے حافظہ

بدھ کے دن خوب مصالحہ دار چاول پکا کر سورۂ کہف ایک مرتبہ پڑھ کر چاولوں پہ دم کر کے اس کو کھلا دیئے جائیں انشاء اللہ ذہن اچھا ہوگا اور علم بڑھتا رہے گا۔

۵۳- حاکم کو اپنا ہمنوا بنانے کیلئے

اپنی ٹوپی یا پگڑی میں یہ آیت لکھ کر رکھے حاکم نرمی سے پیش آئے گا۔ انشاء اللہ

فسيكفيكهم الله وهو السميع العليم۝

۵۴- برائے سر درد

جس کے پورے سر میں درد ہو اس کی پیشانی پکڑ کر سات مرتبہ یہ آیت پڑھے اور ہر

مرتبہ پڑھ کر پھونک مارتا جائے۔

رب اشرح لی صدری ویسرلی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی ۔

۵۵- نافرمان عورت کیلئے

مصری پر زیادہ سے زیادہ مندرجہ ذیل آیت پڑھ کر دم کر لے اور عورت کو کھلا دے انشاءاللہ تابعدار ہو جائے گی۔

ومن الناس من یتخذ من دون اللّٰہ اندادایحبونھم کحب اللّٰہ والذین اٰمنوا اشد حباللّٰہ (البقرہ پارہ نمبر ۲)

۵۶- دردزہ کیلئے

مندرجہ ذیل آیات کاغذ پہ لکھ کر بائیں ران پہ باندھ لے، درد ختم ہوگا اور آسانی سے بچہ پیدا ہوگا۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ○ اذا السماء انشقت ○ واذنت لربھا وحقت ○ واذا الارض مدت ○ والقت مافیھا وتخلت ○ واذنت لربھا و حقت (سورۃ انشقاق)

۵۷- برائے درد چشم

اس آیت کے ذریعے آنکھوں پہ دم کیا جائے۔ ولو نشاء لطمسنا علی اعینھم فاستبقوا الصراط فانی یبصرون (یٰس)

۵۸- برائے اسقاطِ حمل

جس عورت کو حمل نہ ٹھہرتا ہو یا پورے دنوں سے پہلے گر جاتا ہو ابتدائی تین ماہ روزانہ یہ آیت لکھ کر پیئے۔

واذ قالت امرات عمران رب انی نذرت لک ما فی بطنی محررًا (آل عمران پارہ نمبر ۳)

۵۹- بخار کے لئے

سورۂ کوثر کا تعویذ بنا کر بائیں بازو پہ باندھ لے انشاء اللہ بخار اتر جائے گا۔

۶۰- ہر درد کیلئے

جہاں درد ہو اس جگہ خشک انگلی سے چند مرتبہ یاشافی لکھے اور ہر بار پھونک مارے۔

۶۱- گلے کی سوجن اور بھاری آواز کیلئے

تانبے یا چاندی کی تختی پہ یہ آیت لکھ کر گلے میں ڈال لے (بہت مجرب ہے)

منها خلقنكم و فيها نعيدكم و منها نخرجكم تارةً أُخرىٰ ٥ (طٰه)

۶۲- جانوروں کی بیماری کیلئے

مندرجہ ذیل دعا لکھ کر موی کاغذ میں لپیٹے اور روزانہ پانی میں ڈبو کر پانی جانوروں پہ چھڑکے۔

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم ٥ اللهم يا دافع البلاء ادفع البلاء والوباء عنا و عن مواشينا انت الواحد الصمد الذى لم يلد ولم يولد ٥ ولم يكن له كفوا احد ٥

۶۳- صرف بچیاں ہوتی ہوں

تو ہرن کی کھال پہ زعفران اور عرق گلاب سے مندرجہ ذیل کلام لکھ کر تین ماہ کا حمل ہونے سے پہلے پہلے عورت کے گلے میں ڈال دیا جائے۔ انشاء اللہ لڑکا ہوگا کلام یہ ہے۔

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم ٥ اَللّٰه يعلم ماتحمل كل انثى و ما تغيض الارحام و ما تزداد ٥ و كل شيء عندهٗ بمقدار ٥ عالم الغيب والشهادة الكبير المتعال ٥ يا زكريا انا نبشرك بغلم ن اسمهٗ يحيٰ لم نجعل له من قبل سميا ٥ الهي بحق مريم ابنا صالحا طويل العمر بحق محمد رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم واله واصحابه اجمعين ٥

۶۴- کان کے درد کیلئے

چینی کے برتن پہ سورۃ فاتحہ لکھ کر اس کا دھوون کان میں ڈالیں اور روغن گل (عرق گلاب) سے دھو ڈالیں انشاءاللہ درد ٹھیک ہو گی۔

۶۵- برائے چیچک

شاہ ولی اللہ جو عامل کابل ہوئے ہیں انہوں نے یہ عمل بتایا ہے کہ سوتی نیلے رنگ کا دھاگہ لے کر سورۃ الرحمٰن پڑھے اور ہر فبایّ الاء ربکما تکذبن پر گانٹھ دیتا جائے اور مکمل کر کے مریض کے گلے میں ڈال دے انشاءاللہ صحت ہو گی۔

۶۶- مایوس مریض کیلئے

چینی کا برتن لے کر سورۃ فاتحہ پوری لکھے اور یہ کلام لکھ کر چار دن مریض کو پلایا جائے۔

یاحیّ حین لا حیّ فی دیمومۃ ملکہٖ وبقائہ یا حیّ

۶۷- ناک کے درد کیلئے

مندرجہ ذیل آیت کا تعویذ بنا کر گلے میں ڈالا جائے۔ ما انزلنا الیك القران لتشقی ○ الا تذکرۃ لمن یخشی ○ تنزیلا ممن خلق الارض والسمٰوات العلٰی ○ (طٰہٰ)

۶۸- بے پھل درخت یا جانور کے لئے

کاغذ پہ یہ آیات لکھ کر باندھ دی جائیں، انشاءاللہ درخت پھل دے گا اور جانور بچے دینے لگے گا۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ○ یرسل السماء علیکم مدرارا ○ ویمددکم باموال وبنین ○ ویجعل لکم جنت ویجعل لکم انھرا ○ مالکم لاترجون للّٰہ وقارًا ○ وقد خلقکم اطوارا ○ (نوح)

درخت یا باغ خشک ہو جائے تو الحمد شریف لکھی جائے اور مالک یوم الدین سات بار لکھا جائے پھر اس کا دھوون درخت پہ چھڑکا جائے تو انشاءاللہ پھل آئے گا۔

۶۹- جانور اگر دودھ نہ دیتا ہو

تو اللّٰہ الصمد ٥ لم یلد ولم یولد ٥ ولم یکن لہ کفوا احد ٥ کو تین سرخ مرچوں پہ سات بار پڑھ کر دم کرے اور اس جانور کے پورے جسم پہ ان مرچوں کو پھیرے اور آٹے میں ڈال کر جانور کو کھلا دے۔ (چاہے نظر بد کی وجہ سے دودھ نہ دیتی ہو یا کوئی اور وجہ ہو)

۷۰- بھونکتے کتے کو خاموش کرانا

ہو تو سورۂ الرحمٰن کی یہ آیت پڑھ کر اس کو پھونک مارے تو بھونکنا بند کر دے گا (بہت مجرب ہے) آیت یہ ہے۔

یمعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فانفذوا لاتنفذون الا بسلطن ۔

۷۱- چوری شدہ سامان واپس لانے کیلئے

جس جگہ سے چوری ہوئی ہے عصر کی نماز پڑھ کر اس جگہ بیٹھ کر چالیس بار سورۂ الطارق پڑھے انشاء اللہ اس رات چور خواب میں یا جاگتے ہوئے آ کر اپنی پہچان کرائے گا یا راتوں رات سامان رکھ جائے گا۔

۷۲- چیز رکھ کر بھول جائے

تو یہ دعا پڑھ کر تالی بجائے (صرف ایک بار ہاتھ پہ ہاتھ مارے) فوراً یاد آ جائے گی۔ دعا یہ ہے۔

اصبحت فی جوار اللّٰہ وامیست فی بلاد اللّٰہ

۷۳- دشمن کی نیند بند کرنا

مندرجہ ذیل کلمات کاغذ پہ لکھ کر فوراً لپیٹ لے اور اپنے تکیے کے نیچے رکھ کر سو جائے مگر کسی کو بلا وجہ تنگ کرنا گناہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ ۔ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

کلمات یہ ہیں:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ہ الحمد للّٰہ بستم روئش رب العالمین ۔ بستم موئش ولبھا الرحمٰن بستم بھائش الرحیم بستم گوشش مٰلك یوم الدین بستم سینہ اش

۷۴۔ برائے فتح مقدمہ

اگر کوئی بے قصور کسی مقدمہ میں پھنس جائے تو مغرب کی نماز کے بعد تین سو چالیس بار آیت کریمہ لا الہ الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین ۔ پڑھے۔

۷۵۔ کھیتی کی حفاظت اور اس میں برکت کیلئے

جمعہ کے دن کسی برتن پہ مندرجہ ذیل آیت لکھ کر برتن دھو کر اس کا پانی کنویں میں ڈال دے جس کنویں کا پانی اس فصل کو لگتا ہے جہاں پانی جائے گا برکت ہی برکت ہوگی۔ کھیت کو جائے یا باغ کو آیت یہ ہے۔

وھو الذی انزل من السماء ماء فاخرجنابه نبات کل شئی فاخرجنا منه خضرا نخرج منه حبا متراکبا ج ومن النخل من طلعھا قنوان دانية وجنت من اعناب والزیتون والرمان مشتبھا وغیر متشابه انظروالی ثمره اذا اثمره وینعه ط ان فی لکم لایت لقوم یومنون (انعام)

۷۶۔ مرض طحال یا تلی کیلئے

مندرجہ ذیل آیت کا تعویذ بنا کر گلے میں ڈالے اور تلی کے اوپر یعنی برابر پر آئے اور اگر مریض اس آیت کو صبح وشام اکیس اکیس بار پڑھ کر اپنے آپ کو دم کرلے تو مزید فائدہ ہو۔

آیت یہ ہے:

ان اللّٰہ یمسك السموات والارض ان تزولا ہ ج ولئن زالتا ان امسکھما من احدمن بعدہ ط انه کان حلیماً غفوراً ہ (فاطر)

۷۷- اتحاد و اتفاق کیلئے

سورۂ النحل کو لکھ کر اپنے پاس رکھا جائے اور اس کی تلاوت کی جائے۔ اتحاد و اتفاق بھی رہے گا ہر کام میں برکت بھی ہوگی اور نام روشن ہوگا۔

۷۸- اخروی نجات کیلئے

رات کو سوتے وقت سات مرتبہ سورۂ القدر کی تلاوت کا معمول بنالیا جائے۔

۷۹- پرسکون زندگی گزارنے کا نسخہ

سوتے وقت گیارہ مرتبہ سورۂ الانشراح (سورۃ نمبر۹۴) کی تلاوت کا معمول بنالیا جائے۔

۸۰- جائز دوستی اور محبت کیلئے

جمعرات اور جمعہ کو غسل کر کے دو رکعت نماز نفل (نفلی نماز جائز ہونے کے اوقات میں سے کسی بھی وقت) اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ یٰسین ایک مرتبہ اور سورۂ الشمس ایک مرتبہ پڑھے اور نماز سے فارغ ہو کر سر سجدے میں رکھ کر اللہ تعالیٰ سے مقصد میں کامیابی کی دعا کرے۔

۸۱- آسیب و جنات سے نجات کیلئے

سورۂ نوح کی تلاوت کی جائے یا سورۂ تغابن روزانہ پڑھے یا سورۂ الطارق گیارہ دن ایک سو گیارہ بار پڑھ کر پانی پہ دم کر کے آسیب زدہ کو پلایا جائے یا سورۂ الزلزال کو صاف کاغذ پہ لکھ کر آسیب زدہ مقام پہ رکھ دیا جائے یا معوذتین (قرآن پاک کی آخری دو سورتیں) رات کو پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لیا جائے۔ ہر قسم کی آفات و بلیات سے نجات ہوگی۔ تمام آسیبی اثرات ختم ہو جائیں گے اور سایہ و جنات کے اثر سے حفاظت ہوگی۔ انشاء اللہ

۸۲- آشوب چشم کیلئے

سورۃ التکویر (۸۱) پڑھ کر دم کیا جائے۔ یا سورۂ بقرہ کا تعویذ بنا کر باندھے یا سورۂ بقرہ لکھ کر بارش کے پانی سے دھو کر پیئے یا سورۂ الکوثر گیارہ مرتبہ پڑھے بمعہ اول و آخر درود

شریف' گیارہ مرتبہ پڑھ کر آنکھوں پہ دم کیا جائے یا سورۃ حم السجدہ/فصلت (نمبر۴۱) صاف کاغذ پہ لکھ کر بارش کے پانی سے دھو کر اس پانی سے آنکھوں کو دھوئے۔ یا عین زوال (استواء) کے وقت باوضو بیٹھ کر اکتالیس مرتبہ یا رحمٰن پڑھے اور پانی پہ دم کر کے اپنی یا کسی دوسرے کی دکھتی ہوئی آنکھ میں دم کیے ہوئے پانی میں سلائی تر کر کے سات سلائیاں لگائے یا بعد نماز فجر دو سو اٹھانوے مرتبہ یا رحمٰن پڑھ کر پانی پہ دم کر لے پھر اپنی یا کسی کی دکھتی آنکھ میں سلائی دم کیے ہوئے پانی میں تر کر کے لگائے یا سورۃ اخلاص (نمبر۱۱۲) کی تلاوت (کی کثرت) کرے یا نماز فجر کی سنتوں کے بعد اور فرضوں سے پہلے سورۃ الملک ایک مرتبہ پڑھ کر انگلیوں کے پوروں پہ دم کر کے آنکھوں پہ پھیرے۔ آشوب چشم رفع دفع ہوگا۔ آنکھوں کو شفاء ہوگی۔ دکھنا موقوف ہو جائے گا۔ انشاء اللہ

۸۳- آفتوں بلاؤں سے بچاؤ کیلئے

سورۃ الحدید صاف اور پاک کاغذ پہ لکھ کر تعویذ بنائے اور اپنے پاس رکھے یا سورۃ الحاقہ (نمبر۶۹) کو لکھ کر اپنے پاس رکھے یا یَـا مُجِیْـبُ کا ورد کثرت سے کرے یا بسم اللہ شریف ایک سو تیرہ مرتبہ کاغذ پہ لکھ کر اپنے پاس رکھے یا رات کو سوتے وقت سورۃ القارعہ (۱۰۱) روزانہ سات مرتبہ پڑھے۔ تمام دیدہ و نادیدہ اشرار و شیاطین سے امن رہے گا۔ جملہ آفات و بلیات سے محفوظ رہے گا۔ انشاء اللہ اس مقصد کے لئے کثرت کے ساتھ یَـا بِـرُّ کا وظیفہ بھی بہت مفید ہے بلکہ مطلوب بھی حاصل ہوگا۔

۸۴- آنکھوں کی بیماریوں کیلئے

اگر آنکھوں کو درد ہو تو مع بسم اللہ شریف سات مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا جائے یا سورۃ الھمزہ (نمبر۱۰۴) پڑھ کر دم کیا جائے یا اسم مبارک یَـا مُـحْیِیْ صبح و شام ایک سو اکیس مرتبہ پڑھ کر دم کرے اور آنکھ میں زخم ہو تو بھی سورۃ الھمزہ پڑھ کر دم کر لے، آنکھ میں سفیدی ہو تو سورۃ حم السجدہ/فصلت (نمبر۴۱) کو صاف کاغذ پہ لکھ کر بارش کے پانی سے دھو کر اور اس پانی سے سرمہ پیس کر آنکھوں میں لگائے۔ آنکھ اگر دکھتی ہو تو یَـا مُقِیْـتُ سات دفعہ پڑھ کر سرمہ یا دوا پر دم کرے اور وہ سرمہ یا دوا آنکھوں میں لگائے (تین دن یہ عمل کرے) اگر

بینائی کم ہوگئی ہے تو یا ظَاهِرُ کا وظیفہ پانچ سو مرتبہ نماز اشراق کے بعد روزانہ پڑھے۔ بینائی کی حفاظت مقصود ہو تو سوتے وقت سات مرتبہ سورۂ قدر پڑھی جائے یا ہر نماز کے بعد سورۂ النباء (نمبر ۷۸) ایک بار پڑھنے کا معمول بنا لے۔ بینائی تیز کرنا مقصود ہو تو سورۂ القیامہ (نمبر ۷۵) عشاء کے وقت پڑھ کر پانی پہ دم کر لے اور اس پانی میں سرمہ کی سلائی تر کر کے آنکھوں میں سرمہ لگائے یا سورۂ التکویر (۸۱) ایک بار پڑھ کر گلاب پر دم کر لے اور اس گلاب کو (پھول ہو تو اوپر، عرق ہو تو اندر) آنکھوں پہ لگائے۔ آنکھوں میں پانی اترتا ہو تو گیارہ مرتبہ یَا بَصِیْرُ اول آخر درود شریف تین تین مرتبہ پڑھ کر پڑھے۔ آنکھوں میں موتیا ہو تو سورۃ القدر کا گلے میں تعویذ باندھے اور اس تعویذ کا پانی اتار کر بھی پیئے۔

آنکھوں کی دیگر بیماریوں کی نجات کے لئے سورۃ العصر تین مرتبہ پڑھ کر سرمہ کی سلائی پہ دم کر کے سرمہ آنکھوں میں لگایا جائے۔ اسی طرح آنکھیں دکھتی ہوں یا ان میں سرخی ہو یا کوئی اور تکلیف ہو اور کسی طرح بھی نہ جاتی ہو تو سات سو مرتبہ یَا عَلِیُّ پڑھ کر پانی پہ دم کر لے اور اس پانی کو سلائی کے ذریعے آنکھوں میں لگائے تو اللہ تعالیٰ اپنے اس بابرکت نام کی برکت سے تین دنوں میں یہ تکلیف ختم کر دے گا۔ انشاء اللہ

۸۵۔ طوفان کو روکنے کیلئے

آیہ نور کو اس طرح ہزار بار پڑھا جائے اللّٰہ نور السموات والارض ط یا نور ۔ انشاء اللہ کالی آندھی۔ موسلا دھار بارش اور طوفان بادوباراں رک جائے گا۔

۸۶۔ احتلام و بدخوابی سے حفاظت کیلئے

سونے سے پہلے سورۂ المعارج (نمبر ۷۰) کی ایک بار تلاوت کر لی جائے یا سورۂ المرسلات (نمبر ۷۷) کو ایک بار پڑھ لیا جائے، انشاء اللہ مقصد حاصل ہوگا۔

۸۷۔ بلڈ پریشر کا علاج

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم یَا حَیُّ قَبْلَ کُلِّ شَیْءٍ یَا حَیُّ بَعْدَ کُلِّ شَیْءٍ تین بار پڑھ کر پانی پہ دم کر کے پی لیا جائے۔ یا سورۂ یٰسین پڑھ کر بارش کے پانی پہ دم کر کے

گیارہ دن پی لیا جائے یا سورۂ انشراح یا سورۂ قریش کسی برتن پہ لکھ کر آب زمزم یا صاف سادہ پانی سے دھو کر پانی پی لیا جائے۔

۸۸- بواسیر کیلئے

فجر کی سنتیں اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ الضحیٰ، انشراح، الفیل پڑھے اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد قریش، کافروں اور اخلاص پڑھے یا پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد انشراح اور دوسری میں فاتحہ کے بعد الفیل پڑھے اور ستر بار استغفر اللہ پڑھ کر فجر کے فرض پڑھے (بہت مجرب ہے)

۸۹- داڑھ کا درد

دانت یا داڑھ کو درد ہو تو سورۂ القلم لکھ کر درد کی جگہ پہ باندھے یا سورۂ فاتحہ ایک مرتبہ اور یہ آیت سات مرتبہ پڑھ کر درد کی جگہ دم کرلے۔ ولہ ما سکن فی الیل والنہار وھو السمیع العلیم یا وتروں کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ النصر۔ دوسری میں اللھب اور تیسری میں اخلاص پڑھنے کو معمول بنالے (نہایت مجرب ہے)

۹۰- مختلف دردوں کیلئے

پنڈلیوں اور پہلو میں درد ہو تو سورۂ یونس کی آیت نمبر ۱۲ کو کوری ٹھیکری پہ لکھے اور خالص اور پاک تیل سے اس کو بھر دے پھر دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے تیل اور لکھی ہوئی آیت کو باہم مل دے بعد ازاں اس تیل کی درد والی جگہ پہ مالش کرے۔ ہاتھوں میں درد ہو تو سورۂ الانعام کی آیت نمبر ۱۷ کو رات سحری کے وقت بسم اللہ سمیت لکھے اور تعویذ بنا کر درد والی جگہ پہ باندھ لے۔ پھیپھڑوں میں درد ہو یا پانی بھر جائے تو سورۂ الرحمٰن کی پہلی انیس آیات کو گیارہ مرتبہ اول آخر تین تین بار درود شریف پڑھ کر پانی پہ دم کرلے اور پانی پی لے اور یہ عمل مسلسل اکتالیس دن کیا جائے انشاء اللہ شفا ہوگی۔ اس طرح پھیپھڑوں میں پانی پڑ جائے یا درد ہو تو سورۂ یٰسین کی پہلی بارہ آیات پڑھ کر پانی پہ دم کرکے مریض کو پلایا جائے اور انہی آیات کا تعویذ بنا کر مریض کے گلے میں ڈالا جائے یا اسماء مبارکہ السلام المؤمن تین سو بارہ ... پھیپھڑوں کی دیگر خرابیوں کا بھی یہی

روحانی علاج ہے۔

۹۱- پتے کی تکلیف کیلئے

گیارہ مرتبہ الرحمٰن علی العرش استوٰی پڑھ کر پانی پہ دم کر کے مریض کو پلایا جائے۔ انشاء اللہ افاقہ ہوگا۔

۹۲- پاگل پن کا علاج

سورۃ الحاقہ پڑھ کر دم کیا جائے۔ انشاء اللہ تندرست ہو جائے گا اور ہوش وحواس کام کرنے لگیں گے۔

۹۳- پاؤں کی ایڑیاں پھٹ جانا

سورۃ الطارق کو صاف کاغذ پہ لکھ کر پانی میں گھول کر ایڑیاں خوب اچھی طرح صاف کر کے یہ پانی ان پر لگایا جائے۔

۹۴- پتے میں پتھری ہو

تو اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم صبح وشام اور رات کو پڑھ کر پانی پہ دم کر کے مریض کو پلایا جائے۔ پتے کی دیگر بیماریوں کیلئے سورۃ الناس گیارہ مرتبہ پڑھ کر روئی پہ دم کر کے درد کی جگہ باندھے۔ پسلی، کمر اور سینے کی درد ہو تو کوئی شخص باوضو ہو کر درد کے مقام پر شہادت کی انگلی رکھے اور سات مرتبہ یا اللہ لکھے یہ عمل دن میں سات بار کیا جائے۔ پسلی کے درد کے لئے یا مجید ایک ہزار بار پڑھ کر روئی پہ دم کر کے درد کی جگہ پہ باندھنا بھی بہت مفید ہے۔

۹۵- بواسیر خونی ہو یا بادی

سورۃ الاعلیٰ روزانہ باوضو ہو کر ایک بار پڑھی جائے یا روزانہ سات سو مرتبہ یَامَالِکُ کا ورد اکتالیس دن کیا جائے یا بعد نماز مغرب دو رکعت نفل اس طرح پڑھے جائیں کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ انشراح اور دوسری میں الفیل پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد سو مرتبہ پانچواں کلمہ پڑھا جائے۔ یا سورۃ الدھر کی آیت نمبر ۲۹ تا ۳۱ روزانہ ستر بار چالیس روز پڑھی جائیں اور روزانہ پانی پہ دم کر کے پی لیا جائے یا سورۃ اعلیٰ کی کثرت سے تلاوت کی

جائے اور سورۃ پڑھ کر مطلوبہ جگہ پہ دم کیا جائے یا سورۂ القریش روزانہ بعد نماز عشاء ایک سو گیارہ مرتبہ پڑھی جائے۔ انشاءاللہ شفاء ہوگی۔

۹۶- بھڑ کا ڈنگ

بھڑ اگر ڈس لے تو سورۂ انشقاق پڑھ کر دم کیا جائے۔

۹۷- بلغم سے شفا کیلئے

عرق گلاب میں دودھ ملا کر سورہ القدر پڑھ کر دم کیا جائے اور مریض کو پلایا جائے۔

۹۸- بھاگا ہوا واپس آ جائے

سورۂ والضحیٰ گیارہ دن ایک سو گیارہ مرتبہ پڑھی جائے۔

۹۹- بستر پہ پیشاب کی عادت ہو

تو گہری نیند سو جانے کے بعد مریض کے سرہانے کی طرف بیٹھ کر قدرے آواز سے (جس سے مریض بیدار نہ ہو جائے) یہ آیات پڑھیں۔

الٓمّٓ ○ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ

۱۰۰- برص، پھلبہری اور جلدی امراض کیلئے

سورۂ انفطار کاغذ پہ عرق گلاب اور زعفران سے لکھ کر پانی میں گھول کر مریض کو پلائیں اور مزید پانی ملا کر غسل کرائیں یا ہر قمری مہینے کی تیرہ، چودہ، پندرہ (ایام بیض) کو روزہ رکھے اور افطار کے وقت اسم مبارک المجید کا کثرت سے ذکر کرے۔

۱۰۱- بدہضمی کیلئے

سورۂ القدر گیارہ مرتبہ پڑھ کر پانی پہ دم کر کے پی لیا جائے یا سورۂ انشقاق عرق گلاب پہ دم کر کے پیا جائے اور اگر بھوک زیادہ لگتی ہو تو تین بار یَا صَمَدُ پڑھ کر کھانے پہ دم کر کے کھانا کھائے اور اگر بھوک کم لگتی ہو تو یَا قَوِیُّ تین سو بار پڑھ کر کھانے پہ دم کر کے کھائے۔

بھوک میں اضافہ ہو گا۔ انشاء اللہ۔ اور جو شخص چالیس دن روٹی کے چار ٹکڑے کر کے ہر ٹکڑے پہ یا قابض لکھ کر کھائے گا وہ بھوک کی تکلیف سے محفوظ رہے گا۔ انشاء اللہ۔ اسی طرح بھوک نہ لگتی ہو تو تین دن بسم اللہ شریف کے ساتھ بارہ مرتبہ یا رحیم پڑھ کر ہر چیز پہ دم کر کے کھائے بہت مفید ہے۔

۱۰۲- بچے کے دانت آسانی سے نکلیں گے

سورۂ ق لکھ کر بارش کے پانی میں گھول کر بچے کا منہ دھویا جائے۔ انشاء اللہ بغیر تکلیف کے دانت نکل آئیں گے۔ اگر کوئی بچہ ڈر جاتا ہو تو سورۂ قریش سات دن روزانہ پڑھ کر پانی پہ دم کر کے اس کو پلایا جائے اور یہ عمل اکتالیس دن کیا جائے اگر کوئی بچہ ضد کرتا ہو تو یا مغیث سات مرتبہ پڑھ کر خالی گلاس یا پیالے پر دم کیا جائے۔ اور پھر اس برتن میں پانی ڈال کر بچے کو پلایا جائے اور یہ عمل سات دن کیا جائے۔

کوئی بچہ بہت زیادہ روتا ہو تو سورۂ النجم کی آیت نمبر ۵۹، ۶۰ اور ۶۱ لکھ کر تعویذ بنا کر اس کے گلے میں ڈالا جائے۔

اگر دودھ چھڑانے کی وجہ سے بچہ تنگ کرے تو یا متین سات مرتبہ کاغذ پہ لکھ کر پانی میں گھول کر وہ پانی اس بچے کو پلایا جائے۔

۱۰۳- بچھو کے کاٹنے کا علاج

سورۂ انشقاق پڑھ کر دم کیا جائے یا پانی میں نمک ملا کر زخم پہ لگایا جائے اور ساتھ آخری تینوں قل پڑھے جائیں اور متاثرہ جگہ پہ دم کیا جائے یا نمک ملے پانی پر ستر مرتبہ یا واسع پڑھا جائے اور دم کر کے اس جگہ پہ لگایا جائے یا اس جگہ انگلی رکھ کر تین مرتبہ بسم اللہ شریف پڑھی جائے اور انگلی کو پھیرا جائے۔ سورۃ فاتحہ کے ساتھ دم کرنا بھی بہت مفید ہے۔

۱۰۴- بچے کو نظر لگ جائے

تو سورۂ العادیات اکتالیس مرتبہ تین دن پڑھی جائے اور پانی دم کر کے پلایا جائے یا اسم مبارک یا برُّ سات مرتبہ پڑھ کر دم کیا جائے یا کاغذ پہ اس طرح لکھا جائے۔

یاحمیت

یاحمیت یاحمیت

یاحمیت یاحمیت

اوراس کاغذ کا تعویذ بنا کر بچے کے گلے میں ڈال دیا جائے۔

۱۰۵۔بھول جانے کا علاج

بعد نماز عشاء یہ آیت گیارہ مرتبہ پڑھی جائے۔سبحانك لا علم لنا الا ما علمتنا انك انت العليم الحكيم یا سورۂ انشراح چینی کی پلیٹ پہ عرق گلاب اور زعفران سے لکھ کر پانی میں گھول کر پیئے اور یہ عمل اکتالیس دن کرے۔

۱۰۶۔رزق میں وسعت کیلئے

روزانہ باوضو ہو کر ایک مرتبہ سورۂ المزمل کی تلاوت کی جائے۔

۱۰۷۔عورت کا خون نہ رکے

تو سورۂ المدثر باوضو ہو کر ایک مرتبہ پڑھی جائے اور پانی پہ دم کیا جائے اور پانی اس کو پلا دیا جائے سات دن بلا ناغہ یہ عمل کیا جائے۔

۱۰۸۔استسقاء کی بیماری کیلئے

کسی کو زیادہ پیاس لگتی ہو (استسقاء) تو سورۂ واقعہ تین مرتبہ پڑھ کر پانی پہ دم کر کے اس کو پلایا جائے۔

۱۰۹۔غیبی اسرار کا مشاہدہ کرنے کیلئے

یاذاالجلال والاکرام کا ورد روزانہ کم از کم اکیس ہزار مرتبہ کیا جائے۔

۱۱۰۔شوہر بیوی سے محبت کرے گا

اگر بیوی خاص اس نیت سے سورۂ الدھر گیارہ دن گیارہ گیارہ مرتبہ پڑھ کر پانی پہ دم کر کے وہ پانی شوہر کو پلائے تو شوہر بیوی کی محبت کا قیدی ہو جائے گا۔

۱۱۱- شیطان اور چوروں سے حفاظت کیلئے

سورۂ الکہف پڑھی جائے یا سورۂ الفتح لکھ کر گھر میں رکھی جائے اگر کسی کو وسوسے آتے ہوں تو معوذتین رات کو پڑھنے کا معمول بنا لے۔ یا مؤمن کا وظیفہ کرنے سے اور ایک ہزار بار لکھ کر اس کا تعویذ بنا کر اپنے پاس رکھنے سے شیطانی فتنوں سے محفوظ رہے گا۔

۱۱۲- کھانسی کی شکایت ہو

تو سورۂ اخلاص اکتالیس مرتبہ پڑھ کر پانی پہ دم کرکے پانی پی لیا جائے۔

(ہزار ہا اعمال، وظائف میں سے صرف ۱۱۱ لکھے ہیں اب اس موضوع پر چند واقعات ملاحظہ ہوں۔)

۱- حکی عن الشافعی رحمه الله أنه شكى اليه رجل رمدا فكتب اليه فی الرقعة فكشفنا عنك غطآء ك فبصرك اليوم حديد فعلق الرجل ذلك عليه فبرأ ۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے آپ سے آنکھ کے درد کی شکایت کی تو موصوف نے ایک کاغذ پر فكشفنا عنك غطآء ك فبصرك اليوم حديد لکھ کر دے دیا۔ اُس شخص نے یہ کاغذ آنکھ پر باندھ دیا تو شفایاب ہو گیا۔

۲- کان سفیان الثوری یکتب للمطلقة رقعة تعلق على قلبها اذا السماء انشقت وأذنت لربها وحقت واذا الارض مدت والقت ما فيها وتخلت واذنت لربها وحقت فاخرج منها فخرج علٰى قومه ۔ حضرت سفیان ثوری مطلقہ عورت کو تسلی کے لئے کاغذ کے ایک پرزے پر یہ آیتیں لکھ کر دیتے تھے تاکہ وہ اس کاغذ کو اپنے دل کے بالمقابل سینے پر لٹکا لے۔ اذا السماء انشقت وأذنت لربها وحقت واذا الارض مدت والقت ما فيها وتخلت واذنت لربها وحقت فاخرج منها فخرج علٰى قومه ۔

۳- قال الغزالی وكان بعض الصالحين في أصبهان أصابه عسر البول فكتب فی صفحة البسملة وبست الجبال بسا فكانت هبآء منبثا وحملت الارض والجبال فدكتا دكة واحدة دكا دكا ۔ والقى عليه الماء وشربه

فيسر عليه البول والقي الحصى ۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ اصبہان میں بعض صلحاء کو پیشاب کی تکلیف ہوگئی تو انہوں نے ایک کاغذ پر بسم اللہ کے علاوہ یہ آیتیں لکھیں وبست الجبال بسا فكانت هبآء منبثا وحملت الارض والجبال فدكتا دكة واحدة دكا دكا ۔ پھر اس کاغذ پر پانی ڈالا اور وہ پانی پی گئے۔ اِس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے پیشاب کی تکلیف دُور فرمادی اور پتھری کو خارج فرمادیا۔

۴- حكى الثعلبي في تفسيره أن قوله تعالى لكل نبأ مستقر وسوف تعلمون يكتب على كاغذ و يوضع على شق الضرس الوجع يبرأ باذن الله ۔ ثعلبی نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ لكل نبأ مستقر وسوف تعلمون والی آیت ایک کاغذ پر لکھ کر درد والی ڈاڑھ پر وہ کاغذ رکھ دیا جائے تو بحکم خداوندی صحت یابی حاصل ہوگی۔

۵- حكى ابن الجوزی عن ابن ناصر عن شيوخه عن ميمونة بنت شاقولة البغدادية (وكانت من المتعبدات) قالت اٰذانا جارٌ لنا فصليت ركعتين وقرأت من فاتحة كل سورة آيةً حتى ختمت القرآن وقلت اللهم اكفنا أمره ثم نمت وفتحت عيني واذا به قد نزل وقت السحر فزلّت قدمه فسقط ومات ۔ ابن جوزی نے ابن ناصر سے انہوں نے اپنے شیوخ کے ذریعہ میمونہ بنت شاقولہ بغدادیہ رحمہا اللہ سے۔ جو انتہائی عبادت گزار خواتین میں سے تھیں یہ واقعہ نقل کیا۔ وہ فرماتی ہیں کہ ہمارا ایک پڑوسی تھا اُس نے ہمیں اذیت اور تکلیف پہنچائی تو میں نے دو رکعت نماز ادا کی اور اس میں ہر سورت کے شروع شروع سے ایک ایک آیت پڑھی حتیٰ کہ اسی طرح پورا قرآن ختم کرلیا۔ اس کے بعد یہ دعا پڑھی: اللهم اكفنا امره ۔ اے اللہ! اس کے معاملے میں تو ہمیں کافی ہوجا' پھر میں سوگئی جب آنکھ کھلی تو اچانک دیکھتی ہوں کہ وہ ہمارا پڑوسی سحری کے وقت چھت سے نیچے اُترنے لگا تو اس کا پاؤں پھسلا اور وہ گر کر مر گیا۔

فائدہ: بعض علماء نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ان نورانی حروف (مقطعات) کو چار سورتوں کے شروع میں جمع فرمایا ہے اور غالباً وہ اعراف رعد مریم شوریٰ ہیں۔ منقول ہے کہ

عبدالرحمٰن بن عوف ﷛ اپنے جس مال و اسباب اور اولاد کی حفاظت چاہتے تھے اس پر ان نورانی حروف کو لکھ دیتے تھے اور بعض حضرات جب دریا کا سفر کرتے تو ان کو پڑھ لیتے تھے اور ان کے ذریعہ حق تعالیٰ سے حفاظت چاہتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ حروف خشکی اور تری میں جس جگہ بھی پڑھے جاتے ہیں ان کے پڑھنے والے کی جان' اولاد اور اس کا مال سب چیزیں ضائع ہونے سے محفوظ رہتی ہیں اور وہ ڈوبنے سے مامون رہتا ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ اپنی کتاب خواص القرآن میں لکھتے ہیں کہ بعض عارفین کا دستور تھا کہ جب دریا میں طوفان آتا تو سورتوں کے شروع کے حروف مقطعات کو کسی ٹھیکری پر لکھ کر دریا میں ڈال دیتے تو حق تعالیٰ کے حکم سے دریا ٹھہر جاتا اور موج کو سکون ہو جاتا تھا۔ (مفتاح الکمال)

۶- حکی عن ابنها أنه كان في دارها حائط له جوف فقالت هات رقعة ودواة فنا ولتها فكتبت في الرقعة شيئا وقالت دعه في ثقب منه ففعلت فبقي نحوًا من عشرين سنة فلما ماتت ذكرت ذلك القرطاس فقمت فأخذته فوقع الحائط فاذا في الرقعة ان الله يمسك السموات والارض ان تزولا يا ممسك السموات والارض أمسكه ۔ میمونہ بنت شاقولہ کے صاحبزادہ سے منقول ہے کہ اُن کے گھر کی ایک دیوار میں بہت بڑا خلا تھا۔ والدہ کہنے لگیں کاغذ اور دوات لاؤ۔ میں نے دونوں چیزیں لا کر دے دیں۔ والدہ نے کاغذ میں کوئی چیز لکھی اور فرمایا جاؤ یہ کاغذ اُس دیوار کے سوراخ میں رکھ دو۔ میں نے اس پر عمل کیا۔ وہ کاغذ تقریباً بیس سال اِسی طرح سوراخ میں رکھا رہا۔ جب والدہ فوت ہو گئیں تو مجھے وہ کاغذ یاد آیا۔ میں اُٹھا اور وہ کاغذ وہاں سے اُٹھا لیا۔ اُٹھاتے ہی فوراً دیوار دھڑم سے نیچے آ پڑی۔ میں نے کاغذ کھول کر دیکھا تو اس میں یہ آیت اور دُعا لکھی ہوئی تھی۔ ان الله يمسك السموات والارض ان تزولا يا ممسك السموات والارض امسكه ۔ یقیناً اللہ تعالیٰ آسمانوں کو اور زمین کو اس سے تھامے ہوئے ہیں کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں۔ اے آسمانوں اور زمین کو تھامنے والے! اس دیوار کو تھام لے۔ سبحان اللہ۔

(البرہان فی علوم القرآن النوع السابع والعشر ون خواص القرآن ج اص ۴۳۴ ؛ ۴۳۶)

تو ہے کونین کا مالک میرے اللہ کیا لکھوں
میں حیران ہوں کن الفاظ میں حمد و ثناء لکھوں

زمیں تا آسماں ہر شئی پہ تیری حکمرانی ہے
تجھے قیوم مولاء، کبریاء، رب العلیٰ لکھوں

مجھے روز قیامت تیری بخشش پر بھروسہ ہے
ادھر اپنے گناہوں پر بھی شرمندہ ہوں کیا لکھوں

تو ناداروں کا داتا بے سہاروں کا سہارا ہے
مقدس ذات کو ٹوٹے دلوں کا آسرا لکھوں

تیرا احسان کیا کم ہے محمد سا نبی بخشا
میں تیرے بعد اپنے دل پہ نام مصطفیٰ لکھوں

تری شانِ کریمی کے میں سو سو بار صدقے جاؤں
جو ہیں احسان مجھ ناچیز پر لا انتہا لکھوں

لطیف بے نوا کے حال پر اپنا کرم فرما
میں کس کلک شکستہ سے یہ حرف مدعا لکھوں

(لطیف ملک)

فوائد قرآنی

بڑائی کا معیار تقویٰ نہ کہ حسب نسب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ○

(پ۲۶ الحجرات ع۲)

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کی شناخت کر سکو۔ اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہ ہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ اللہ جاننے والا اور خبردار ہے۔

یعنی ذات بڑی ہونے سے آدمی میں کچھ بڑائی اور بزرگی نہیں آ جاتی۔ ذاتیں صرف پہچاننے اور تعارف کے واسطے ہیں۔ بزرگی اور بڑائی اللہ تعالیٰ کے نزدیک تقویٰ ہی سے ہے جس کا تقویٰ بہت وہ اللہ کے نزدیک بہت بزرگ ہے۔ اگرچہ کم ذات کا ہو اور جو متقی نہیں وہ اللہ کے یہاں بزرگ ہی نہیں اگرچہ ذات کا بڑا ہو۔ پھر بڑی ذات پر مغرور ہونا اور فخر کرنا محض حماقت اور نادانی ہے۔ حضرت حبیب بن خراش سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے مسلمان سب بھائی ہیں کسی کو کسی دوسرے پر فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے ساتھ۔ یعنی بڑائیاں ذات کی اور قوم کی عبث ہیں۔ صفت نیک چاہیے صرف ذات کس کام کی۔

لمبی عمر

وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۭ (سورہ انعام رکوع ۲ پ ۲۲)

اور نہ عمر پاتا ہے کوئی بڑی عمر والا اور نہ گھٹتی ہے کسی کی عمر مگر لکھا ہے کتاب میں بے شک یہ اللہ پر آسان ہے۔

تشریح! اس آیت کا مفہوم جمہور مفسرین کے نزدیک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کو عمر طویل عطا فرماتا ہے وہ پہلے ہی لوحِ محفوظ میں لکھ دیتا ہے۔ اسی طرح جس کی عمر کم رکھی جاتی ہے وہ بھی سب لوحِ محفوظ میں پہلے ہی سے درج ہے۔

جس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں عمر کا طول اور نقص فرد واحد کے متعلق مراد نہیں ہے بلکہ کلام نوع انسان کے متعلق ہے کہ اس کے کسی فرد کو عمر طویل دی جاتی ہے۔ کسی کی اس سے کم لکھ دی جاتی ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اگر عمر کی کمی زیادتی کو ایک ہی شخص کے متعلق کہا جائے تو عمر میں کمی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کی جو عمر اللہ تعالیٰ نے لکھ دی ہے وہ یقینی ہے اور جو دن گزرتا ہے اس مقررہ مدت عمر میں سے ایک دن کی کمی کر دیتا ہے۔ دو دن گزرتے ہیں تو دو دن کم ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ہر دن بلکہ ہر سانس اس کی عمر کو گھٹاتا رہتا ہے۔ یہ تغیر شعبی وغیرہ سے منقول ہے (روح) اسی مضمون کو ایک شعر میں ادا کیا گیا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔

تیری زندگی چند گنے ہوئے سانسوں کا نام ہے تو جب بھی ایک سانس گذارتا ہے تیری عمر کا ایک جز گھٹ جاتا ہے۔

یعنی جس کی جتنی عمر ہے لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے اور جو اسباب عمر کے گھٹنے بڑھنے کے ہیں یا یہ کہ کون عمر طبعی کو پہنچے گا، کون نہیں، سب اللہ کے علم میں ہے اور اللہ کو ان جزئیات پر احاطہ رکھنا کچھ مشکل نہیں۔ اس کو تمام ما کان و ما یکون جزئی کلی اور غیب و شہادت کا علم ازل سے حاصل ہے۔ اس کو اپنے اوپر قیاس نہ کرو۔ ہر کام آہستہ آہستہ، جیسے آدمی کا بننا اور اپنی عمر مقررہ کو پہنچنا اسی طرح سمجھ لو اسلام بتدریج بڑھے گا اور آخر کار کفر کو مغلوب و مقہور کر کے

چھوڑے گا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے فرمایا۔

مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يُّبْسَطَ لَهٗ فِيْ رِزْقِهٖ وَيُنْسَاَ فِيْ اَثَرِهٖ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ

(بخاری و مسلم)

کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں وسعت اور عمر میں زیادتی ہو اس کو چاہئے کہ صلہ رحمی کرے۔

مطلب یہ ہے کہ اپنے ذی رحم رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرے بظاہر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صلہ رحمی سے عمر بڑھ جاتی ہے۔ ابن ابی حاتم نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم نے اس مضمون کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمر تو اللہ کے نزدیک ہی مقرر و مقدور ہے جب مقررہ مدت پوری ہو جاتی ہے تو کسی شخص کو ذرا بھی مہلت نہیں دی جاتی بلکہ زیادت عمر سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اولاد صالح عطا فرما دیتا ہے۔ وہ اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں یعنی یہ شخص دنیا میں نہیں ہوتا اور ان لوگوں کی دعائیں اس کو قبر میں ملتی رہتی ہیں یعنی مرنے کے بعد بھی ان کو فائدہ پہنچتا رہتا ہے جو زندہ رہنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح اس کی عمر گویا بڑھ گئی۔

خلاصہ یہ ہے کہ جن احادیث میں بعض اعمال کے متعلق یہ ہے کہ ان سے عمر بڑھ جاتی ہے اس سے مراد عمر کی برکت کا بڑھ جانا ہے۔

علماء نے انسان کی عمر کے چار درجے ٹھہرائے ہیں۔ اول درجہ تو بڑھنے کا ہے اس کی مدت ۳۳ برس تک ہے پھر چالیس تک ایک ہی حالت میں قیام رہتا ہے۔ اس کو وقوف کہتے ہیں اور چالیس سے ساٹھ تک اندرونی گھٹاؤ اس کی حالت میں شروع ہو جاتا ہے۔ اس عمر کو ادھیڑ کہتے ہیں۔ اس کے بعد طرح طرح کے مرض پیدا ہو کر وہ ادھیڑ پنے کی حالت باقی نہیں رہتی اور بات کہہ کر بھول جانا اور خرابیاں شروع ہو جاتی ہیں۔

عمر کی ایک خاص منزل پر حواس بیکار ہو جاتے ہیں

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰكُمْ ۙ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا

يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝ (النحل ع ۹ پ ۱۴ آیت ۷۰)
اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا پھر وہی تمہیں مارتا ہے اور کوئی تم میں سے نکمی عمر تک پہنچایا جاتا ہے جو سمجھدار ہونے کے بعد نادان ہو جاتا ہے۔ بیشک اللہ جاننے والا قدرت والا ہے۔

اور اپنی حالت بھی سوچنے کے قابل ہے اللہ تعالیٰ نے تم کو اوّل پیدا کیا، پھر عمر ختم ہونے پر تمہاری جان قبض کرتا ہے۔ (جن میں بعض تو ہوش وحواس میں ہاتھ، پاؤں ہلاتے رہتے ہیں اور بعض تم میں وہ ہیں جو ناکارہ عمر تک پہنچائے جاتے ہیں جس میں نہ قوت جسمانیہ رہے نہ قوت عقلیہ رہے) جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ایک چیز سے باخبر ہو کر پھر بے خبر ہو جاتا ہے جیسا کہ اکثر ایسے بوڑھوں کو دیکھا جاتا ہے کہ ابھی ان کو ایک بات بتلائی اور ابھی بھول گئے اور پھر اس کو پوچھ رہے ہیں بیشک اللہ تعالیٰ بڑے علم والا بڑی قدرت والا ہے علم سے ہر ایک مصلحت جانتا ہے اور قدرت اسے ویسا ہی کر دیتا ہے۔ اس لئے حیات و وفات کی حالتیں مختلف کر دیں پس یہ بھی دلیل ہے توحید کی۔

اس آیت سے انسان کو اپنے اندرونی حالات پر غور و فکر کی دعوت دی جا رہی ہے کہ انسان کچھ نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو وجود کی دولت سے نوازا پھر چاہا موت بھیج کر وہ نعمت ختم کر دی اور بعضوں کو تو موت سے پہلے ہی پیرانہ سالی کے ایسے درجہ میں پہنچا دیا کہ ان کے ہوش وحواس ٹھکانے نہیں رہتے۔ ان کے ہاتھ پاؤں کی طاقت ختم ہو جاتی ہے نہ وہ کوئی بات سمجھ سکتے ہیں اور نہ سمجھی ہوئی یاد رکھ سکتے ہیں۔ یہ آفاقی اور نفسی تغیر وتبدل اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ علم وقدرت اسی ذات کے خزانہ میں ہے جو خالق و مالک ہے۔ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ کے لفظ سے اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ انسان پر پہلے بھی ایک ضعف اور کمزوری کا وقت گزر چکا ہے۔ یہ اس کے بچپن کا ابتدائی دور تھا جس میں یہ کسی سوجھ بوجھ کا مالک نہ تھا۔ اس کے قویٰ بالکل ضعیف وناتواں تھے۔ یہ اپنی بھوک پیاس کو دور کرنے اور اپنے اٹھنے بیٹھنے میں غیروں کا محتاج تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو جوانی عطا کی یہ اس کی ترقی کا زمانہ تھا پھر رفتہ رفتہ اس کو بڑھاپے کے ایسے درجہ میں پہنچا دیتے ہیں جس میں یہ بالکل اسی طرح کمزوری

سالی کی وہ عمر ہے جس میں انسان کے تمام جسمانی اور دماغی قویٰ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ اس عمر سے پناہ مانگتے تھے، ارشادِ گرامی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِکَ مِنْ سُوْءِ الْعُمُرِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ مِّنْ اَنْ اُرَدَّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ۔

اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ بری عمر سے اور ایک روایت میں ہے کہ پناہ مانگتا ہوں ارذل عمر سے۔

خلاصہ یہ کہ ارزل العمر کی تعریف میں کوئی تعین نہیں ہے البتہ مذکورہ تعریف راجح معلوم ہوتی ہے جس کی طرف قرآن نے بھی لِکَیْلَا یَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَیْاً سے اشارہ کیا ہے کہ وہ ایسی عمر ہے جس میں ہوش و حواس باقی نہیں رہتے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی تمام معلومات بھول جاتا ہے۔اَرْذَلِ الْعُمُرِ اور بھی اقوال ہیں۔ بعض نے اسی سال کو عمر کو ارذل العمر قرار دیا ہے اور بعض نے نوے سال حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی پچھتر سال کا قول منقول ہے پیرانہ سالی کے انتہائی درجہ میں پہنچنے کے بعد آدمی میں نہ قوت جسمانیہ رہتی ہے اور نہ ہی عقلیہ، جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ایک چیز سے باخبر ہو کر پھر بے خبر ہو جاتا ہے وہ تمام معلومات بھول کر بالکل کل کے بچے کی مانند ہو جاتا ہے جس کو نہ علم و خبر ہے اور نہ ہی فہم و فراست، حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن پڑھنے والے کی یہ حالت نہیں ہوگی۔

اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ ؕ بے شک اللہ تعالیٰ بڑے علم والا بڑی قدرت والا ہے۔ علم سے ہر شخص کی عمر کو جانتا ہے ہیں اور قدرت سے جو چاہتا ہے کرتا ہے اگر چاہے تو طاقتور نوجوان پر ارذل العمر کے آثار طاری کر دے اور چاہے تو سو سال کا معمر انسان بھی طاقت ور جوان رہے یہ سب کچھ اسی ذات کے دست قدرت میں ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔

انسان کی ہر بات ریکارڈ کی جاتی ہے

مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ ۝ (نمبر ۱۰ پ نمبر ۲۶)

یعنی انسان کوئی کلمہ زبان سے نہیں نکالتا جس کو یہ نگران فرشتہ محفوظ نہ کر لیتا ہو۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ فرشتے اس کا ایک ایک لفظ لکھتے ہیں خواہ اس میں

کوئی گناہ یا ثواب ہو یا نہ ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ وہ صرف وہ کلمات لکھے جاتے ہیں جن پر کوئی ثواب یا عتاب ہو ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دونوں قول نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ آیت قرآنی کے عموم سے پہلی ہی بات کو ترجیح معلوم ہوتی ہے کہ ہر ہر لفظ لکھا جاتا ہے۔

اس روایت میں یہ ہے کہ پہلے تو ہر کلمہ لکھا جاتا ہے خواہ گناہ و ثواب اس میں ہو یا نہ ہو، مگر ہفتہ میں جمعرات کے روز اس پر فرشتے نظر ثانی کر کے صرف وہ رکھ لیتے ہیں جن میں ثواب یا عتاب ہو یعنی خیر ہو یا شر ہو باقی کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان بعض اوقات کوئی کلمہ خیر بولتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے مگر یہ اس کو معمولی بات سمجھ کر بولتا ہے اس کو پتہ بھی نہیں ہوتا کہ اس کا ثواب اب کہاں تک پہنچا کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے اپنی رضا دائمی قیامت تک کے لئے لکھ دیتا ہے اسی طرح انسان کوئی کلمہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا معمولی سمجھ کر زبان سے نکال دیتا ہے۔ اس کو گمان نہیں ہوتا کہ اس گناہ کا وبال کہاں تک پہنچے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس شخص سے دائمی ناراضگی قیامت تک کے لئے لکھ دیتا ہے۔ (ابن کثیر)

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس حدیث نے مجھے بہت سی باتیں زبان سے نکالنے سے روک دیا ہے۔

انسان اور حیوان میں فرق

اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۝ (الفرقان)

یا تو خیال کرتا ہے کہ اکثر ان میں سے سنتے یا سمجھتے ہیں یہ تو محض چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔

یعنی کیسی ہی نصیحتیں سنایئے یہ تو چوپائے جانور ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر انہیں سننے یا سمجھنے سے کیا واسطہ، چوپائے تو بہرحال اپنے پرورش کرنے والے مالک کے سامنے گردن جھکا دیتے ہیں۔ اپنے محسن کو پہچانتے ہیں نافع و مضر کی کچھ شناخت رکھتے ہیں کھلا چھوڑ دو تو

اپنی چراگاہ اور پانی کی جگہ پہنچ جاتے ہیں لیکن ان بدبختوں کا حال یہ ہے کہ اپنے خالق و رازق کا حق پہچانا نہ اس کے احسانات کو سمجھا نہ بھلے برے کی تمیز کی، نہ دوست دشمن میں فرق کیا نہ غذائے روحانی اور چشمہ ہدایت کی طرف قدم اٹھایا بلکہ اس سے کوسوں دور بھاگے اور جو قوتیں اللہ تعالیٰ نے عطا کی تھیں ان کو معطل کئے رکھا بلکہ بے موقع صرف کیا اگر ذرا بھی عقل و فہم سے کام لیتے تو اس کارخانہ قدرت میں بے شمار نشانیاں موجود تھیں جو نہایت واضح طور پر اللہ تعالیٰ کی توحید و تنزیہ اور اصول دین کی صداقت و حقانیت کی طرف رہبری کر رہی ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ آپ ان کے ہدایت یافتہ نہ ہونے سے مغموم نہ ہوں کیونکہ آپ ان پر مسلط نہیں کہ خواہ مخواہ ہی ان کو راہ پر لائیں اور نہ ہدایت کی ان سے توقع کیجئے کیونکہ یہ حق بات کو سنتے ہیں نہ اتنی عقل ہے کہ غور کریں۔

یہ تو محض چوپایوں کی طرح ہیں کہ وہ بات نہ سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں بلکہ یہ ان سے بھی زیادہ بے راہ ہیں کیونکہ وہ احکام دین کے مکلف نہیں تو ان کا نہ سمجھنا مذموم نہیں اور یہ مکلف ہیں یہ مکلف ہو کر بھی نہیں سمجھتے پھر یہ کہ جانور اگر ضروریاتِ دین کے معتقد و مقر نہیں تو منکر بھی تو نہیں اور یہ تو منکر ہیں۔

ہمارا نظام جسم، ظاہر و باطن سے مرکب ہے یعنی جسم کے ظاہری قویٰ کو باطنی قویٰ کام میں لگائے ہوئے ہیں اور ظاہر کی ساری تدبیریں باطن یعنی اندر سے ہو رہی ہیں۔ اعضائے ظاہر بھی آنکھ، زبان، ہاتھ، پاؤں وغیرہ ان سب کا تدبیری نظام اندر سے وابستہ ہے اگر قلب حیوانی اور اس کے خادم معدہ، جگر، گردے وغیرہ تدبیر کرنا بند کر دیں نیز اگر ان میں روح حیوانی کا نفوذ و فیضان نہ رہے تو یہ سب اعضائے معطل ہو کر رہ جائیں گے۔

اسی طرح ظاہری عالم کا نظام بھی باطنی یعنی خدائی تدابیر پر موقوف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ (السجدۃ رکوع نمبرا آیت نمبر۵)

وہ آسمان سے لے کر زمین تک ہر کام کی تدبیر کرتا ہے۔

یعنی یہ تدابیر فرشتوں کے ذریعہ ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۝ وَالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝ وَالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۝

فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۝ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝ (سورۃ النازعات ع ا پ ۳۰)

قسم ہے ان فرشتوں کی جو کافروں کی جان سختی سے نکالتے ہیں اور مسلمانوں کی جان آسانی سے اور جو تیرتے ہوئے چلتے ہیں اور پھر تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں پھر ہر کام کی تدبیر کرتے ہیں۔

یہ راہ مٹنے مٹانے کی راہ ہے جب تک نہ مٹو گے کچھ نہ بنو گے لکھی ہوئی تختی پر کیا لکھا جائے اگر کچھ لکھانا چاہتے ہو تو پہلی لکھت کو صاف کرو پھر جو چاہو گے لکھ لکھا لو گے یہی حال دل کی تختی کا ہے کہ دل کی تختی میں مخلوق اور اس کی چاہت منقش و مرتسم ہے پھر ایسے دل میں محبت اور تجلیات کیسے آئیں لہٰذا اول تختی کے دل کو نقوش غیر سے صاف کرو اور اس کی تختی کو خود نہیں دھو سکتے تو کسی سے دھلا لو اول فنا یعنی مٹانا ہوگا۔ پھر اس میں باقی کی صفت بقا آئے گی تم فانی ہو پوری طرح مٹ کر دکھلاؤ تو باقی کے کمالات پھر تم میں آئیں گے۔ کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

تا بجا روب لا نروبی را
نہ رسی دو سرائے الا اللہ

جب تک لا۔ کی جھاڑو کے ساتھ صاف نہ کرو گے الا اللہ کی سرائے میں نہ پہنچو گے۔

یہاں ایک چیز مٹ رہی ہے دوسری چیز آ رہی ہے دن جائے تو رات آئے سردی جائے تو گرمی آئے، تاریکی جائے تو اجالا آئے۔

اسی طرح انسان کی بشریت مٹے گی تو ملکیت آئے گی۔ نفسانیت مٹے گی تو روحانیت آئے گی۔ تکلیف اٹھاؤ گے تو راحت پاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ (سورۃ آل عمران رکوع نمبر ۲۰ پ نمبر ۴)

رات دن کے آگے پیچھے آنے میں اہل عقل کے لیے زبردست نشانیاں ہیں۔

آنکھ، کان اور دل کے بارے میں قیامت کے روز سوال ہوگا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ○ (بنی اسرائیل پ ۱۵ ع ۴)

اور نہ پیچھے پڑ جس بات کی خبر نہیں تجھ کو بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب کی اس سے پوچھ ہوگی۔

بے تحقیق بات زبان سے مت نکال نہ اس کی اندھا دھند پیروی کر آدمی کو چاہئے کہ کان، آنکھ، دل اور دماغ سے کام لے کر اور بقدر کفایت تحقیق کر کے کوئی بات منہ سے نکالے، سنی سنائی باتوں پر بے سوچے سمجھے یوں ہی اٹکل سے کوئی حکم نہ لگائے یا عملدرآمد شروع نہ کردے۔ اس میں جھوٹی شہادت دینا، تہمتیں لگانا، بے تحقیق باتیں سن کر کسی کے در پے آزار ہونا یا بغض و عداوت قائم کر لینا، باپ دادا کی تقلید یا رسم و رواج کی پابندی میں خلاف شرع اور ناحق باتوں کی حمایت کرنا، ان دیکھی یا ان سنی چیزوں کو دیکھی یا سنی ہوئی بتلانا، غیر معلوم اشیاء کی نسبت دعوئی کرنا، میں جانتا ہوں یہ سب صورتیں اس آیت کے تحت داخل ہیں، یاد رکھنا چاہئے کہ قیامت کے دن تمام قویٰ کی نسبت سوال ہوگا کہ ان کو کہاں کہاں استعمال کیا۔ بے موقع تو خرچ نہیں کیا۔

اس آیت میں یہ بھی بتلایا ہے کہ قیامت کے روز کان، آنکھ اور دل سے سوال کیا جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ کان سے سوال ہوگا کہ تو نے عمر میں کیا کیا سنا، آنکھ سے سوال ہوگا کہ تمام عمر میں کیا کیا دیکھا، دل سے سوال ہوگا کہ تمام عمر دل میں کیسے کیسے خیالات پکائے اور کن کن چیزوں پر یقین کیا اگر کان سے ایسی باتیں سنیں جن کا سننا شرعاً جائز نہیں تھا جیسے کسی کی غیبت یا حرام گانا بجانا وغیرہ یا آنکھ سے ایسی چیزیں دیکھیں جن کا دیکھنا شرعاً حلال نہ تھا، جیسے غیر محرم عورت یا امرد لڑکے پر نظر بد کرنا وغیرہ یا دل میں کوئی عقیدہ جمایا جو قرآن و سنت کے خلاف ہو یا کسی کے متعلق اپنے دل میں بلا دلیل کوئی الزام قائم کر لیا تو اس سوال کے نتیجہ میں گرفتار عذاب ہوگا۔ قیامت کے روز اللہ کی دی ہوئی ساری ہی نعمتوں کا سوال ہوگا جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ؕ (ترجمہ) یعنی تم سے قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی سب نعمتوں کا سوال ہوگا۔

کان، آنکھ، دل ان نعمتوں میں سب سے زیادہ اہم ہیں۔ اس لئے یہاں ان کا

خصوصیت سے ذکر فرمایا ہے۔

بدنگاہی کا روگ

یہ مرض (نامحرم عورتوں کو دیکھنا یا بے ریش لڑکوں کو) اس وقت لوگوں میں شدت سے پھیل گیا ہے کوئی تو خاص اصلی گناہ میں ہی مبتلا ہے اس کو تو خود ہی برا جانتا ہے اور اس کی برائی بالکل ظاہر ہے اور کسی کے مقدر میں (یعنی بے داڑھی والے لڑکوں پر) نظر کرنا اور یہ مرض تاک جھانک کا اکثر سیدھے اور پرہیزگاروں میں بھی ہے اور ان کو دھوکہ اس سے ہو جاتا ہے کہ وہ بعض دفعہ اپنی طبائع میں شہوت کی خلش نہیں پاتے اور اس سے سمجھتے ہیں کہ ہماری نظر شہوانی نہیں لیکن بہت جلد شہوت ظاہر ہو جاتی ہے۔ اس لئے ابتداء ہی سے احتیاط واجب ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر تو آج کل کوئی مقدس نہ ہوگا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو امام صاحب نے اول دفعہ تو دیکھا لیکن جب معلوم ہوا کہ ان کے داڑھی نہیں ہے تو یہ حکم کر دیا کہ جب تک داڑھی نہ نکل آئے پشت کی طرف بیٹھا کرو۔ دونوں متقی مگر احتیاط اتنی بڑی (اور احتیاط تو اسی لئے تھی کہ متقی تھے) بعد مدت دراز ایک مرتبہ اتفاقاً امام صاحب کی نظر پڑ گئی تو تعجب سے پوچھا کہ تمہاری داڑھی نکل آئی ہے تو جب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس قدر احتیاط کی تو آج کون ہے جو اپنے اوپر اطمینان کرے اور جب انسان اس کا عادی ہو جاتا ہے تو پھر کم ہمتوں سے اس کا چھوٹنا بہت ہی مشکل ہے، ہاں اگر ہمت کی جائے اور پختہ ارادہ کیا جائے چھوٹ بھی سکتا ہے۔

کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

درون سینۂ من زخم بے نشان زدہ
بحیر تم کہ عجیب تیر بے کمان زدۂ

ترجمہ: تم نے میرے سینہ کے اندر ایک بے نشان زخم لگا دیا ہے۔ میں حیرت میں ہوں کہ عجیب تیر بے کمان تم نے مارا ہے۔ یہ نظر ایسی چیز ہے کہ اس کا اثر پیدا ہونے کے بعد مدت تک یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ ہمیں تعلق ہو گیا ہے بلکہ جب کبھی محبوب جدا ہوتا ہے اس

وقت قلب میں ایک سوزش سی ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ تعلق ہو گیا ہے۔ جس قدر یہ سوزش بڑھتی جاتی ہے خدا کی محبت کم ہوتی جاتی ہے۔ اس لئے کہ اس سے خدا تعالیٰ کو بہت غیرت آتی ہے کہ اس کے علاوہ اور کسی کی طرف التفات کیا جائے۔ پس وہ اپنی محبت کو کم کرتے کرتے سلب کر لیتا ہے۔ العیاذ باللہ کیوں غیرت نہ آئے جب محبوبان دنیا کو بھی اس سے غیرت آتی ہے۔

سبق آموز حکایت

ایک شخص ایک عورت کے پیچھے چلا اس نے پوچھا کہ تو میرے پیچھے کیوں آتا ہے۔ وہ کہنے لگا میں تجھ پر عاشق ہو گیا ہوں۔ اس نے کہا کہ میرے پیچھے میری بہن آ رہی ہے وہ مجھ سے زیادہ خوبصورت ہے وہ فوراً پیچھے لوٹا جب وہ لوٹنے لگا تو اس نے ایک طمانچہ اس کے رسید کیا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

گے در بیان و دعویٰ صادقی
پس چرا برغیر فگندی نظر
ایں بود دعویٰ عشق کے بے ہنر

(ترجمہ) اس عورت نے کہا کہ اے بے وقوف اگر تو عاشق ہے اور اپنے بیان اور دعویٰ میں سچا ہے تو تو نے غیر پر نظر کیوں ڈالی۔ اے بے وقوف کیا یہی ہوتا ہے عشق کا دعویٰ کہ اے مردود اگر تو عاشق تھا تو غیروں پر کیوں نگاہ کی، محبت تو وہ چیز ہے کہ۔

ہمہ شہر پر زخوباں منم و خیال ماہے
چہ کنم چشم یک بیں نہ کند بہ کس نگاہے

(ترجمہ) سارا شہر حسینوں سے بھرا ہوا ہے مگر میں ہوں اور ایک چاند جیسے کا خیال ہے کیونکہ ایک کو دیکھنے والی آنکھ دوسرے پر نظر ہی نہیں کرتی۔

جس کو خدا سے تعلق ہو گیا پھر چاہے تمام دنیا حسینوں سے بھر جائے مگر یہ اپنے محبوب حقیقی کو چھوڑ کر کبھی دوسری طرف متوجہ نہ ہو کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

این نہ عشق است آنکہ بر مردم بود
این فساد خوردن گندم بود

(ترجمہ) یہ عشق نہیں ہے جو انسانوں پر ہوتا ہے یہ تو گندم کھانے کی خرابی و مستی ہوتی ہے۔

یہ کیسی محبت کہ دعویٰ خدا کی محبت کا اور دوسروں سے تعلق ہے اگر چار دن کھانے کو نہ ملے تو سب بھول جائیں یہ سب نفس کی شرارت ہے۔

پاک نظری کی تعلیم

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِعَلِیٍّ یَا عَلِیُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَۃَ فَاِنَّ لَکَ الْاُوْلٰی وَلَیْسَتْ لَکَ الْاٰخِرَۃُ (ترمذی)

فرمایا حضور ﷺ نے اے علی رضی اللہ عنہ غیر عورت پر دوسری بار نظر نہ ڈالنا کیونکہ پہلی نظر جو اچانک پڑ گئی اس کا کوئی حرج نہیں البتہ دوسری مرتبہ قصداً نہ دیکھو۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں اجنبی عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا کیونکہ عورت کے جسم کا مرد کے جسم سے لگنا ہی ظلم ہے۔ جوں ہی بدن سے بدن لگا کرنٹ دوڑا۔

پاک نظری کا ثمرہ

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَنْظُرُ اِلٰی مَحَاسِنِ اِمْرَاَۃٍ اَوَّلَ مَرَّۃٍ ثُمَّ یَغُضُّ بَصَرَہٗ اِلَّا اَحْدَثَ اللّٰہُ لَہٗ عِبَادَۃً یَجِدُ حَلَاوَتَھَا ط رَوَاہُ اَحْمَدُ

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس مسلمان کی کسی اجنبی عورت کے حسن و جمال پر نظر پڑی اس نے محض اللہ تعالیٰ کے لئے نظر نیچی کر لی تو ایسے ایماندار مرد کو اس کے بدلے میں ایسی عبادت نصیب ہوگی جس کی حلاوت اور شرینی اپنے دل میں محسوس کرے گا۔

اگر حسن و جمال کا نظارہ کرنا ہو تو اپنی بیوی کو دیکھے اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ آپ کی نظریں صرف اپنی بیوی کے لئے مخصوص ہوں۔

دو بندگان دین کا آپس میں یارانہ تھا؟ ایک اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر کسی (حسین) پر فریفتہ ہو گیا اور اپنے دوست سے کہنے لگا کہ میرا دل تو بیمار ہو چکا (یعنی اس پر عشق ہو گیا) اب تیری مرضی ہے کہ اگر چاہے مجھ سے دوستی منقطع کر لے، دوسرے نے کہا توبہ کرو بھائی یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں تمہارے ایک گناہ کے باعث تم سے تعلقات ہی توڑ لوں اور پھر اس نے اپنے دل میں مصمم ارادہ کر لیا کہ جب تک حق تعالیٰ میرے دوست کو اس بلائے عشق سے رہائی نہ دلا دے؟ اس وقت تک نہ کچھ کھاؤں گا اور نہ پیوں گا چالیس دن اس نے یونہی بھوک اور پیاس میں گزار دیئے اور پھر اپنے دوست سے اس کا حال پوچھا اس نے کہا جیسا تھا ویسا ہی ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

یہ لوگ تو نے ایک ہی شوخی میں کھو دیئے
پیدا کیے تھے چرخ نے جو خاک چھان کر

تب بھی وہ (ہمت نہ ہارا اور) صابر رہا، بھوک کی وجہ سے سوکھ کر کانٹا ہوا جا رہا تھا لیکن دعا جاری رکھی آخر ایک دن اچانک اس (مبتلائے عشق) دوست نے آ کر کہا کہ حق تعالیٰ نے اپنی عنایت و کرم سے میرے دل کو اس کے عشق سے نجات دلا دی ہے اور جب کہیں جا کر اس نے کچھ کھایا پیا۔ (کیمیائے سعادت صفحہ ۴۱۲)

اجتماعی خرابیوں کے پانچ اسباب

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ مَا ظَھَرَ الْغَلُوْلُ فِیْ قَوْمٍ اِلَّا اَلْقَی اللّٰہُ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الرُّعْبَ وَلَا فَشَاءَ الزِّنَا فِیْھِمْ اِلَّا کَثُرَ فِیْھِمُ الْمَوْتُ وَلَا نَقَصَ قَوْمٌ الْمِکْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِلَّا قُطِعَ عَنْھُمُ الرِّزْقُ وَلَا حَکَمَ قَوْمٌ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّا فَشَا فِیْھِمُ الدَّمُ وَلَا خَتَرَ قَوْمٌ بِالْعَھْدِ اِلَّا سُلِّطَ عَلَیْھِمُ الْعَدُوُّ ط

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نمبر ۱ جن لوگوں کے اندر خیانت پھیل جائے گی ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ دوسروں کا ڈر بٹھا دے گا۔ نمبر ۲ جس قوم میں زنا عام ہو جائے گا اس قوم کے لوگ زیادہ مرنے لگیں گے۔ نمبر ۳ جو لوگ

ناپ تول میں کمی کریں گے ان کے رزق میں کمی ہو جائے گی نمبر ۴ جو ناحق فیصلے کریں گے ان میں قتل کی وارداتیں زیادہ ہو جائیں گی۔ نمبر ۵ جو لوگ قول وقرار کا پاس نہ کریں گے اللہ ان کے اوپر ان کے دشمن کو مسلط کر دے گا۔

غلول کے معنی غبن کرنے کے ہیں جس روپیہ میں دوسروں کا بھی حق ہو اس میں سے موقع پا کر چپکے سے کچھ اڑا لینا اور باقی میں دوسروں کے ساتھ حقدار بن کر کھڑے ہو جانا ایسی حرکت کرنے والا ڈرتا ہی رہتا ہے کہ کسی کو خبر ہو گئی تو بری ہو گی ظاہر ہے کہ اگر یہ عادت عام ہو جائے تو ہر وقت ڈرتا ہی رہتا ہے۔

حدیث میں یہی بتایا گیا ہے کہ جب امانت غائب ہو جائے اور امانتوں والے چپکے چپکے غبن کرتے رہیں تو ساری قوم رعب کا شکار ہو جائے گی اور لوگوں کے دلوں میں ڈر اور خوف مسلط ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ایماندار کا دل شیر ہوتا ہے وہ کسی سے نہیں ڈرتا۔ اس میں دلیری ہوتی ہے جس کے آگے بڑے بڑے لوگ دب جاتے ہیں۔

حدیث میں آگے ہر گناہ کے ساتھ اس کا نتیجہ بتایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ گنہگار لوگ اور ان کے ساتھ سب کے سب ایسے بدکار لوگوں کے کئے کا پھل دنیا ہی میں پا لیتے ہیں۔ کرنے والے خواہ تھوڑے ہی ہوں لیکن برے کام کا اثر ساری قوم پر پڑتا ہے اس لئے کہ یہ پوری قوم کا فرض تھا کہ بدکرداروں کو ان کی بے ہودگیوں سے روکتی اور ایسا ماحول پیدا کرتی کہ برے لوگ برا کام کرنے کی جرأت ہی نہ کر سکتے۔

حدیث سے معلوم ہوا کہ زنا سے موت پھیلتی ہے اور کم تولنے سے مفلسی کا زور ہوتا ہے جھوٹے فیصلے کرنے سے قتل کا بازار گرم ہوتا ہے۔ بدعہدی سے دشمن کا زور بڑھتا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ گناہوں میں مشغول رہنے والے لوگ ہر وقت مصیبتوں کا شکار رہتے ہیں اگر پاک صاف زندگی بسر کریں اور ان گناہوں سے بچیں تو بڑی بڑی آفتوں سے نجات نصیب ہوتی ہے۔

اس حدیث سے ایک مفید سبق یہ سیکھا جا سکتا ہے کہ اسلامی معاشرہ کیسا ہونا چاہئے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اچھے اخلاق والے لوگوں کا اثر معاشرے میں برے لوگوں پر غالب رہے اور وہ اچھے لوگوں کے دباؤ سے گناہوں میں مبتلا رہنے کا خیال نہ کر سکیں اگر

خدانخواستہ بدکاروں کا زور ہو جائے اور نیک لوگ ان سے دب جائیں تو لوٹ کھسوٹ، مار دھاڑ اور دنگے فساد کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کو حکم دیا کہ فلاں بستی کو تباہ کر دو، فرشتوں نے عرض کیا کہ اس بستی میں تو تیرا فلاں عبادت گزار بندہ بھی ہے حکم ہوا کہ اس کو بھی عذاب چکھاؤ کیونکہ ہماری نافرمانیوں اور گناہوں کو دیکھ کر اس کو غصہ نہیں آیا اور اس کا چہرہ غصہ سے کبھی متغیر نہ ہوا۔ (قرطبی ج۲ ص ۴۷ عن سفیان بن عیینہ)

حضرت یوشع بن نون علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ آپ کی قوم کے ایک لاکھ آدمی عذاب سے ہلاک کیے جائیں گے جن میں چالیس ہزار نیک لوگ ہیں اور ساٹھ ہزار بدعمل، حضرت یوشع علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا رب العٰلمین بدکرداروں کی ہلاکت کی وجہ تو ظاہر ہے لیکن نیک لوگوں کو کیوں ہلاک کیا جا رہا ہے؟ تو ارشاد ہوا کہ یہ نیک لوگ بھی ان بدکرداروں کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھتے تھے۔ ان کے ساتھ کھانے، پینے اور ہنسی دل لگی کے شریک رہتے تھے۔ میری نافرمانیاں اور گناہ دیکھ کر بھی ان کے چہروں پر کوئی ناگواری کا اثر تک نہ آیا (یہ روایت بحر محیط سے منقول ہے)

اعضا کا مددگار ہونا

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا زَهِدَ فِي الدُّنْيَا اسْتَنَارَ قَلْبُهُ بِالْحِكْمَةِ وَتَعَاوَنَتْ أَعْضَاءُهُ فِي الْعِبَادَةِ

جب بندہ دنیا سے زہد و بے رغبتی اختیار کرتا ہے تو اس کا قلب حکمت سے منور ہو جاتا ہے اور اس کے اعضاء عبادت کے سلسلہ میں اس کے مددگار بن جاتے ہیں۔ (منہاج العابدین از امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ)

تمام اعضاء پر نیکی لازم ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ سُلَامٰى مِنَ النَّاسِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ تَعْدِلُ

بَيْنَ الْاِثْنَيْنِ صَدَقَةٌ ۔ وَتُعِيْنُ الرَّجُلَ فِيْ دَابَّتِهٖ فَتَحْمِلُهٗ عَلَيْهَا اَوْ تَرْفَعُ عَلَيْهَا مَتَاعَهٗ صَدَقَةٌ وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ وَتُمِيْطُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ بحوالہ اربعین (ص ۱۲۵-۱۲۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے ہر جوڑ پر صدقہ ہے۔ ہر روز جبکہ سورج طلوع ہوتا ہے عدل کرتا ہے تو درمیان دو آدمیوں کے یہ صدقہ ہے اور تو مدد دیتا ہے آدمی کو اس کی سواری میں اور تو اسے اس سواری پر سوار کرتا ہے یا اس کا سامان سواری پر رکھتا ہے۔ یہ بھی صدقہ ہے اور کلمہ طیبہ صدقہ ہے اور ساتھ ہر قدم کے چلتا ہے تو طرف نماز کے صدقہ ہے اور تو ہٹاتا ہے تکلیف دہ چیز راستے سے یہ صدقہ ہے۔ (مسلم)

انسان کے جسم میں تمام اعضاء پر جب وہ صبح اٹھتا ہے تو نیکی لازم ہو جاتی ہے تاکہ کچھ نہ کچھ شکر کی صورت پیدا ہو جائے چاہیے تو یہ کہ تمام اعضاء ہر وقت نیکی ہی میں مصروف رہیں مگر رحمت خداوندی ہے کہ آسان اور بظاہر معمولی کام بھی صدقات میں شمار کر لئے جاتے ہیں۔ مثلاً دو لڑنے والوں میں انصاف سے فیصلہ کرو تو صدقہ کا ثواب کسی کو سواری پہ بٹھا لو یا اس کا سامان سواری پہ رکھ لو تو صدقہ۔ اچھی بات زبان سے نکالو تو صدقہ نماز کی طرف چلو تو قدم قدم پر صدقہ کا ثواب، راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹاؤ تو صدقہ، مسلمان سے ہنس کے بولو تو صدقہ کا ثواب۔ اسی طرح ہر عضو پہ نیکی کرنا لازم تھا جو ادا ہو گیا۔ ایک حدیث میں ہے کہ چاشت کے وقت صرف دو رکعت پڑھنے سے يجزئ من ذٰلك ركعتان يركعهما من الضحٰى تمام اعضاء پر لازم شدہ نیکیاں ادا ہو گئیں۔ بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ کوئی نیکی بھی اس لئے نہ چھوڑو کہ معمولی ہے کیونکہ کبھی پانی کے ایک گھونٹ سے بھی پیاسے کی جان بچ جاتی ہے۔ اسی لئے حدیث میں ہے کہ اتقوا النار ولو بشق تمرة اگر کھجور کے ایک جز کے ذریعے بھی آگ سے بچ سکتے ہو تو بچو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کھجور کے معمولی حصے سے بھی نار جہنم سے بچا جا سکتا ہے اور کوئی معمولی گناہ اس لئے نہ کرو کہ معمولی ہے۔ اس سے کیا ہو گا کیونکہ کبھی آگ کا ایک معمولی شعلہ بھی پورا گھر جلا کر راکھ کر دیتا ہے۔ ۔۔۔ سے وہ تمام

گئی اور عورت دوزخ میں چلی گئی (باوجود نیک ہونے کے) اور ایک عورت نے پیاسے کتے کو پانی پلایا تو جنت میں چلی گئی (باوجود گنہگار ہونے کے)

پس مومن کو چاہئے کہ نیکیوں کی طرف سبقت کرتا رہے اور گناہوں سے بچتا رہے۔

حدیث شریف میں ہے۔

پانچ باتیں

عَنِ ابنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزُوْلُ قَدَمَا ابْنِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ حَتّٰی یُسْئَالَ عَنْ خَمْسٍ عَنْ عُمُرِہٖ فِیْمَا اَفْنَاہُ وَعَنْ شَبَابِہٖ فِیْمَا اَبْلَاہُ وَعَنْ مَالِہٖ مِنْ اَیْنَ اِکْتَسَبَہُ وَفِیْمَا اَنْفَقَہُ وَمَاذَا عَمِلَ فِیْمَا عَلِمَ (رواہُ الترمذی)

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن آدمی کے دونوں قدم اس وقت تک (محاسبہ کی جگہ سے) نہیں ہٹ سکتے جب تک پانچ چیزوں کا مطالبہ نہ ہو جائے اور ان کا معقول جواب نہ ملے نمبر ۱ اپنی عمر کس کام میں خرچ کی نمبر ۲ اپنی جوانی کس چیز میں خرچ کی نمبر ۳ مال کہاں سے کمایا نمبر ۴ اور کہاں پہ خرچ کیا نمبر ۵ اپنے علم پہ کیا عمل کیا۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ اور جس چیز کا تمہیں علم اور تحقیق نہیں اس پر عمل نہ کرو۔ اس کے متصل کان، آنکھ اور دل سے سوال کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے بے تحقیق کسی بات پر عمل کیا اگر وہ ایسی چیز سے متعلق ہے جو کان سے سنی جاتی ہے تو کان سے سوال ہوگا اور آنکھ سے دیکھنے کی چیز ہے تو آنکھ اور دل سے سمجھنے کی چیز ہے تو دل سے سوال ہوگا کہ یہ شخص اپنے دل میں الزام اور اپنے دل میں جمائے ہوئے خیال میں سچا ہے یا جھوٹا اس پر انسان کے یہ اعضاء خود شہادت دیں گے جو حشر کے میدان میں بے تحقیق باتوں پر عمل کرنے والے کے لئے بڑی رسوائی کا سبب بنے گا جیسا کہ سورت یٰسین میں ہے۔

انسانی اعضاء کی شہادت

اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاہِھِمْ وَتُکَلِّمُنَا اَیْدِیْھِمْ وَتَشْھَدُ اَرْجُلُھُمْ بِمَا

كَانُوْ يَكْسِبُوْنَ ؕ

(قیامت کے دن ہم مجرموں کے مونہوں پر مہر لگا کر بند کر دیں گے، اور ان کے ہاتھ بولیں گے اور پاؤں گواہی دیں گے کہ اس نے ان اعضاء سے کیا کیا کام اچھے یا برے کئے۔

یہاں کان، آنکھ اور دل کی تخصیص شاید اس بناء پر کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ حواس اور دل کا شعور و ادراک اسی لئے بخشا ہے کہ جو خیال یا عقیدہ دل میں آئے ان حواس اور ادراک کے ذریعہ اس کو جانچ سکے کہ یہ صحیح ہے تو اس پر عمل کرے، اور غلط ہے تو باز رہے جو شخص ان سے کام لئے بغیر بے تحقیق باتوں کی پیروی میں لگ گیا اس نے اللہ کی ان تمام نعمتوں کی ناشکری کی پھر وہ حواس جن کے ذریعہ انسان مختلف چیزوں کو معلوم کرتا ہے، پانچ چیزیں ہیں کان، آنکھ، ناک، زبان کی قوتیں اور پورے بدن میں وہ احساس جس سے کسی چیز کا سرد و گرم وغیرہ معلوم ہوتا ہے مگر زیادہ معلومات انسان کو کان یا آنکھ سے ہوتی ہیں۔ ناک سے سونگھنے اور زبان سے چکھنے، ہاتھ وغیرہ سے چھونے کے ذریعہ جن چیزوں کا علم ہوتا ہے وہ سننے دیکھنے والی چیزوں کی نسبت بہت کم ہے اس جگہ حواس خمسہ میں سے صرف دو کے ذکر پر اکتفا کرنا شاید اس کی وجہ سے ہو پھر ان میں بھی کان کو آنکھ پر مقدم کیا گیا ہے اور قرآن کریم کے دوسرے مواقع میں بھی جہاں کہیں ان دونوں چیزوں کا ذکر آیا ہے ان میں کان ہی کو مقدم رکھا گیا ہے۔ اس کا سبب بھی غالباً یہی ہے کہ انسان کی معلومات میں سب سے بڑا حصہ کان سے سنی ہوئی چیزوں کا ہوتا ہے۔ آنکھ سے دیکھی ہوئی چیزیں ان کی نسبت سے بہت کم ہیں اور جس بات کی تجھ کو تحقیق نہ ہو اس پر عمل مت کرو، (کیونکہ) کان اور آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سب کی قیامت کے دن پوچھ ہوگی کہ آنکھ اور کان کا استعمال کس کس کام میں کیا وہ کام اچھے تھے یا برے اور بے دلیل بات کا خیال دل میں کیوں جمایا۔

حکایت: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا کی تفسیر میں فرمایا کہ مومنین مخلصین کے تمام اعضاء و جوارح، آنکھ، کان، ہاتھ پاؤں سب اللہ تعالیٰ کے سامنے ذلیل و عاجز ہوتے ہیں۔ ناواقف ان کو دیکھ کر عاجز سمجھتا ہے حالانکہ نہ وہ بیمار ہیں نہ معذور بلکہ تندرست قوی ہیں مگر ان پر حق کا خوف ایسا طاری ہے جو دوسروں پر نہیں

ان کو دنیا کے دھندوں سے فکر آخرت نے روکا ہوا ہے اور جو شخص اللہ پر بھروسہ نہیں کرتا اور اس کی ساری فکر ہی دنیاوی کاموں میں لگی رہتی ہے تو وہ ہمیشہ حسرت ہی حسرت میں رہتا ہے کہ دنیا تو ساری ملتی نہیں اور آخرت میں اس نے حصہ نہیں لیا اور جس شخص نے اللہ کی نعمت صرف کھانے پینے کی ہی چیزوں کو سمجھا ہے اور اعلیٰ اخلاق کی طرف دھیان نہیں دیا۔ اس کا علم بہت تھوڑا ہے اور عذاب اس کے لئے تیار ہے۔

سننے کے چار درجات

وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ اور اس سے مت پھرو سن کر یعنی قرآن اور کلمہ حق سن لینے کے باوجود اطاعت سے روگردانی نہ کرو سن لینے سے مراد حق بات کا سننا ہے اور سننے کے چار درجات ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ کوئی آواز صرف کانوں سے سن لی مگر نہ اس کو سمجھنے کی کوشش کی نہ سمجھا اور نہ اس پر اعتقاد و اعتماد کیا نہ عمل کیا۔

(۲) دوسرے یہ کہ کانوں سے سنا بھی اور سمجھا بھی مگر اس پر نہ اعتقاد کیا نہ عمل۔

(۳) تیسرے یہ کہ سنا بھی اور سمجھا بھی اور اعتقاد و اعتماد بھی کیا مگر عمل نہیں کیا۔

(۴) چوتھے یہ کہ سنا بھی اور سمجھا بھی اور اعتماد بھی کیا اور عمل بھی کیا، یہ ظاہر ہے کہ سننے کا اصل مقصد پوری طرح تو چوتھے درجہ ہی سے حاصل ہوتا ہے جو مومنین کاملین کا مقام ہے اور ابتدائی تینوں درجوں میں سننا ناقص اور نامکمل ہے جس کو ایک حیثیت سے نہ سننا بھی کہہ سکتے ہیں اور تیسرا درجہ جس میں حق کا سننا، سمجھنا اعتقاد کرنا تو موجود ہے مگر عمل نہیں کیا۔ اس میں اگرچہ سننے کا اصل مقصد پورا نہیں ہوتا مگر اعتقاد بھی ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس لئے وہ بھی بیکار نہیں یہ درجہ گنہگار مسلمانوں کا ہے اور دوسرا درجہ جس میں صرف سننا اور سمجھنا ہے نہ اعتقاد ہے نہ عمل، یہ منافقین کا درجہ ہے کہ قرآن کو سنتے بھی ہیں سمجھتے بھی اور ظاہر میں اعتقاد و عمل کا دعویٰ بھی کرتے ہیں مگر حقیقت میں عقیدہ اور عمل سے خالی ہیں اور پہلا درجہ عام مشرکین کا ہے جنہوں نے کلمہ حق اور قرآن کی آیات کانوں سے تو سن لیں مگر کبھی سمجھنے اور غور کرنے کی طرف دھیان ہی

نہیں دیا۔
آیت مذکورہ میں مسلمانوں کو خطاب ہے کہ اگر تم لوگ حق بات کو سن تو لیتے ہی ہو یعنی سننا، سمجھنا، اعتقاد رکھنا تو تمہاری طرف سے موجود ہے مگر آگے اس پر عمل بھی پورا کرو۔ اطاعت سے روگردانی نہ کرو تا کہ سننے کا اصل مقصد مکمل ہو جائے۔

سنی ان سنی

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ
(نمبر ۹ سورۃ الانفال رکوع نمبر ۳)

تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو کہتے تو یہ ہیں کہ ہم نے سن لیا مگر درحقیقت سنا سنایا کچھ نہیں۔

فائدہ: ان لوگوں سے مراد عام کفار بھی ہیں جو سننے کا دعویٰ کرتے ہیں، اعتقاد کا نہیں کرتے اور منافقین بھی ہیں جو سننے کے ساتھ سمجھنے اور اعتقاد رکھنے کے بھی مدعی ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ غور وفکر اور صحیح سمجھ سے یہ دونوں محروم ہیں۔ اس لئے ان کا سننا نہ سننے کے حکم میں ہے۔ مسلمانوں کو ان لوگوں کے مشابہ ہونے سے منع فرمایا گیا ہے۔ (سورۃ الانفال رکوع نمبر ۳ پ نمبر ۹)

بے شک سب جانداروں میں بدتر اللہ کے نزدیک وہی بہرے گونگے ہیں جو نہیں سمجھتے۔

یعنی جنہیں خدا نے بولنے کو زبان، سننے کو کان اور سمجھنے کو دل و دماغ دیئے تھے۔ پھر انہوں نے یہ سب قوتیں معطل کر دیں نہ زبان سے حق بولنے اور حق کو دریافت کرنے کی توفیق ہوئی نہ کانوں سے حق کی آواز سنی نہ دل و دماغ سے حق کو سمجھنے کی کوشش کی غرض خدا کی بخشی ہوئی قوتوں کو اس اصلی کام میں صرف نہ کیا جس کے لئے فی الحقیقت عطا کی گئی تھیں، بلاشبہ ایسے لوگ جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔

لفظ دواب، دابۃ کی جمع ہے اصل لغت کے اعتبار سے ہر زمین پر چلنے والے کو دابۃ کہا جاتا ہے۔ مگر عرف ومحاورہ میں صرف چوپایہ جانوروں کو دابۃ کہتے ہیں۔

معنی آیت کے یہ ہوئے کہ سب سے بدترین چوپائے اللہ کے نزدیک وہ ہیں جو حق کو سننے سے بہرے اور اس کو قبول کرنے سے گونگے ہیں اور بہرے گونگے میں اگر کچھ عقل ہو تو وہ بھی اشاروں سے اپنے دل کی بات کہہ لیتا ہے اور دوسروں کی بات سمجھ لیتا ہے۔ یہ لوگ بہرے گونگے ہونے کے ساتھ ساتھ بے عقل بھی ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ جو بہرہ، گونگا عقل سے بھی خالی ہو اس کے سمجھنے سمجھانے کا کوئی راستہ نہیں۔ اس آیت میں حق تعالیٰ نے یہ واضح کر دیا کہ انسان کو جو (اَحْسَنِ تَقْوِیْم) میں پیدا کیا گیا اور (اشرف المخلوقات) اور مخدوم کائنات بنایا گیا یہ سب انعامات صرف اطاعت حق میں مضمر اور منحصر ہیں۔

جب انسان نے حق بات کے سننے، سمجھنے اور ماننے سے اعراض کیا تو یہ سارے انعامات اس سے سلب ہو جاتے ہیں اور وہ جانوروں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ تفسیر روح البیان میں ہے کہ انسان اپنی اصلی خلقت کے اعتبار سے سب مخلوق سے افضل و اعلیٰ ہے اور فرشتوں سے کم درجہ رکھتا ہے لیکن جب وہ سعی و عمل اور اطاعت حق میں جدوجہد کرتا ہے تو فرشتوں سے بھی اعلیٰ و اشرف ہو جاتا ہے اور اگر اس نے اطاعت حق سے روگردانی کی تو پھر وہ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ میں ہو جاتا ہے اور جانوروں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔

انسانی اعضاء کی شہادت

حَتّٰۤی اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَیْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○ (حٰم السجدہ پ ۲۴ ع ۳ آیت نمبر ۲۰)

یہاں تک کہ جب پہنچیں اس پر بتائیں گے ان کو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے چمڑے جو کچھ وہ کرتے تھے۔

دنیا میں کانوں سے آیات تنزیلیہ سنیں اور آنکھوں سے آیات تکوینیہ دیکھیں مگر کسی کو نہ مانا ساری عمر خدا کی نافرمانی کرتے رہے یہ خبر نہ تھی کہ گناہوں کا یہ سارا ریکارڈ خود انہی کی ذات میں محفوظ ہے جو وقت پر کھول دیا جائے گا۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ محشر میں کفار اپنے جرائم کا زبان سے انکار کریں گے۔ اس وقت حکم ہوگا کہ ان کے اعضاء کی شہادت پیش کی جائے جن کے ذریعہ سے گناہ کئے تھے چنانچہ ہر ایک عضو شہادت دے گا اور اس طرح

زبان کی تکذیب ہو جائے گی۔ تب مبہوت و حیران ہو کر اپنے اعضاء کو کہے گا کم بختو! دور ہو جاؤ تمہاری ہی طرف سے تو میں جھگڑتا اور مدافعت کر رہا تھا۔ (تم خود ہی اپنے جرموں کا اعتراف کرنے لگے) (مشکوٰۃ)

وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا (حٰم السجدہ پ ۲۴)

اور وہ کہیں گے اپنے چمڑوں کو تم نے کیوں بتلایا ہم کو

مطلب یہ کہ میں جب زبان سے انکار کر رہا تھا تو تم پر ایسی کیا مصیبت پڑی تھی کہ خواہ مخواہ بتلانا شروع کر دیا اور آخر یہ بولنا تم کو کس نے سکھایا۔

وَقَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ

وہ بولیں گے ہم کو بلوایا اللہ نے جس نے بلوایا ہے ہر چیز کو۔

یعنی جس کی قدرت نے ہر ناطق چیز کو بولنے کی قوت دی۔ آج اسی نے ہم کو بھی گویا کر دیا نہ بولتے اور نہ بتلاتے تو کیا کرتے، جب وہ قادر مطلق بلوانا چاہے تو کس کی مجال ہے کہ نہ بولے جس نے زبان میں قوت گویائی رکھی کیا ہاتھ پاؤں میں نہیں رکھ سکتا۔

وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ (پ ۲۴ حٰم السجدہ)

اور تم پردہ نہ کرتے تھے اس بات سے کہ تم کو بتلائیں گے تمہارے کان اور نہ تمہاری آنکھیں اور نہ تمہارے چمڑے۔

یعنی غیروں سے چھپ کر گناہ کرتے تھے، یہ خبر نہ تھی کہ ہاتھ، پاؤں بتلائیں گے ان سے بھی پردہ کریں اور کرنا بھی چاہتے تو اس کی قدرت کہاں تھی۔

وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ

اور تم کو یہ خیال تھا کہ اللہ نہیں جانتا بہت چیزیں جو تم کرتے ہو۔

مطلب یہ کہ اصل میں تمہارے طرز عمل سے یوں ظاہر ہوتا ہے کہ گویا تم کو خدا تعالیٰ کے علم محیط کا یقین ہی نہ تھا سمجھتے تھے کہ جو چاہو کرتے رہو، کون دیکھ رہا ہو گا اگر پوری طرح یقین ہوتا کہ خدا ہماری تمام حرکات سے باخبر ہے اور اس کے ہاں ہماری پوری مثل محفوظ ہے تو ہرگز ایسی شرارتیں نہ کرتے۔ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ محشر میں حساب کتاب کے لئے،

پیشی میں اول تو ہر شخص کو آزادی ہوگی جو چاہے عذر پیش کرے، مگر مشرکین وہاں قسمیں کھا کر اپنے شرک وکفر سے مکر جائیں گے۔ وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ اور بعض یہ بھی کہیں گے کہ فرشتوں نے ہمارے نامہ اعمال میں جو کچھ لکھ دیا ہے ہم تو اس سے بری ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ان کے مونہوں پر ایسی مہر لگا دے گا کہ بول نہ سکیں گے اور ان کے مقابلہ میں خود ان کے ہاتھ پاؤں اور اعضاء کو سرکاری گواہ بنا کر ان کو بولنے کی صلاحیت دے گا وہ ان کے تمام اعمال کی گواہی دیں گے، آیت مذکورہ میں ہاتھ پاؤں کا بولنا ذکر کیا گیا ہے۔

دوسری آیت میں انسان کے کان، آنکھ اور کھال کا بولنا مذکور ہے۔

شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ ۔

یعنی گواہی دیں گے ان پر ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں۔

اور ایک جگہ جو تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ آیا ہے یعنی خود ان کی زبانیں گواہی دیں گی، یہ اس کے منافی نہیں کہ ان کے مونہوں پر مہر لگا دی جائے گی کیونکہ مہر لگانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے اختیار سے کچھ نہ بول سکیں گے، ان کی زبان ان کی مرضی کے خلاف چلے گی اور شہادت دے گی۔

اعضاء کیسے بولیں گے

رہا یہ اشکال کہ ان اعضاء میں گویائی کیسے پیدا ہوگی تو اس کا جواب خود قرآن نے دے دیا ہے۔ اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ یعنی یہ اعضاء کہیں گے کہ جس اللہ نے ہر گویائی والے کو گویا کیا ہے اس نے ہمیں بھی گویائی دیدی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا جس سے دندان مبارک ظاہر ہوگئے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو کہ میں کیوں ہنسا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے لاعلمی ظاہر کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ اپنے مولا سے قیامت کے دن یوں کہے گا کہ یا اللہ تو نے مجھے ظلم سے تو امان دے رکھی ہے۔ ارشاد ہوگا کہ بالکل! تو بندہ کہے گا یا اللہ میں اپنے خلاف کسی دوسرے کی گواہی معتبر نہیں مانتا۔ ارشاد ہوگا

کہ اچھا ہم تجھی کو تیرے نفس پر گواہ بناتے ہیں۔ اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے بدن کے اعضاء سے پوچھا جائے گا تو وہ اپنے اعضاء سے کہے گا کہ کم بختو تمہارا ناس ہو تمہارے ہی لئے تو میں یہ چیزیں کرتا تھا۔ یعنی ان حرکتوں کی لذتیں تم کو ہی تو ملتی تھیں تم ہی اپنے خلاف گواہی دینے لگے مگر اعضاء بھی مجبور ہیں کہ اس دن کوئی خلاف حق بات نہ کہہ سکیں گے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ آدمی کے اعضاء میں سب سے پہلے بائیں ران بولے گی کہ اس سے کیا کیا حرکتیں ہوئیں اور اس کے بعد دوسرے اعضاء بولیں گے۔ غرض ہر عضو اپنے کئے ہوئے نیک اور بد اعمال گنوا دے گا۔ اسی وجہ سے ایک اور حدیث میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وغیرہ انگلیوں پر گنا کرو۔

اس لئے کہ قیامت کے دن ان اعضاء کو قوت گویائی عطا ہوگی اور ان سے باز پرس ہوگی یعنی جہاں یہ اعضاء اپنے گناہ گنوائیں گے وہاں بہت سے نیک کام بھی گنوائیں گے۔ جہاں ہاتھ بری حرکات ظلم وستم اور ناجائز افعال بتائے گا وہاں اللہ پاک کا نام بھی تو گننا بتائے گا۔ صدقات کا دینا نیک اعمال میں ہاتھوں کا، مشغول رکھنا بھی بتائیں گے۔ غرض یہ مضمون اپنی تفصیل کے اعتبار سے بہت طویل ہے لیکن مختصر یہ ہے کہ ان اعضاء کو جوانی کے زور میں ظلم وستم اور ناجائز حرکات سے بچانے کی بہت ضرورت ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے:

وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَا اَبْلَاهُ اور اپنی جوانی کس چیز میں خرچ کی۔

فرمایا جوانی کی قوت کس چیز میں خرچ کی، کیا اللہ کی رضا اور خوشنودی کے کاموں میں اس کی عبادت میں، مظلوموں کی حمایت میں، ضعیفوں اور اپاہجوں کی اعانت میں یا فسق وفجور میں، عیاشی اور آوارگی میں، بے بسوں پر ظلم کرنے میں، ناحق کی مدد کرنے میں، ناپاک دنیا کے کمانے میں اور دین و دنیا دونوں جگہ کام نہ آنے والے فضول مشغلوں میں اس کا جواب ایسی عدالت میں دینا ہے۔ جہاں نہ تو کوئی وکالت چل سکتی ہے نہ جھوٹ وفریب اور لسانی کام آ سکتا ہے جہاں کی خفیہ پولیس ہر وقت ہر آن آدمی کے ساتھ رہتی ہے اور یہی نہیں بلکہ خود آدمی کے وہ اعضاء جن سے یہ حرکات کی ہیں وہ خود اپنے خلاف گواہی دیں گے اور جرائم

کا اقرار کریں گے۔

کانوں کی حفاظت

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْ اَکِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَا اِلَیْهِ وَفِیْ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَیْنِنَا وَبَیْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ۝ (پ۲۴حٰم السجدہ ع۱)

اور کہتے ہیں ہمارے دل غلاف میں ہیں، اس بات سے جس کی طرف تو ہم کو بلاتا ہے اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے اور ہمارے اور تیرے بیچ میں پردہ ہے سو تو اپنا کام کر، ہم اپنا کام کرتے ہیں۔

فائدہ: یعنی صرف اسی قدر نہیں کہ نصیحت کی طرف دھیان نہیں کرتے یا کان نہیں دھرتے، بلکہ ایسی باتیں کرتے ہیں جن کو سن کر ناصح بالکلیہ مایوس ہو جائے اور آئندہ نصیحت سنانے کا ارادہ ترک کر دے مثلاً کہتے ہیں کہ ہمارے دلوں پر تو تمہاری باتوں کی طرف سے غلاف چڑھے ہوئے ہیں اس لئے کوئی بات وہاں تک پہنچتی نہیں اور جب تم بات کرتے ہو ہمارے کان اونچی سننے لگتے ہیں۔ ثقل سماع کی وجہ سے کچھ سنائی نہیں دیتا اور ہمارے تمہارے درمیان ایسا پردہ ہے جو ایک دوسرے سے ملنے نہیں دیتا۔ دشمنی اور عداوت کی جو دیواریں کھڑی ہیں وہ درمیان سے اٹھ جائیں اور جو خلیج حائل ہے وہ پر ہو تب ہم میں سے ایک دوسرے تک پہنچ سکے، لیکن ایسا ہونا ناممکن ہے، پھر تم کیوں اپنا مغز خراب کرتے ہو۔ ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو، تم اپنا کام کئے جاؤ ہم اپنا کام کریں گے۔ اس کی توقع مت رکھو کہ ہم کبھی تمہاری نصیحتوں سے متاثر ہونے والے ہیں۔

کفار قریش کے تین قول

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْ اَکِنَّةٍ

اس جگہ کفار قریش کے تین قول نقل کئے گئے ہیں۔

(۱) اوّل یہ کہ آپ کے کلام سے ہمارے دلوں پر پردہ پڑا ہوا ہے، آپ کی بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔

(۲) دوسرے یہ کہ آپ کے کلام سے ہمارے کان بہرے ہیں۔

(۳) تیسرے یہ کہ ہمارے اور آپ کے درمیان پردے حائل ہیں۔ قرآن میں اس قول کو بطور ندامت کے نقل کیا ہے جس سے ان کا کہنا غلط معلوم ہوتا ہے۔

اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا

(پ۱۵ سورہ الکہف ع ۸)

ہم نے ڈال دیے ہیں ان کے دلوں پر پردے کہ اس کو نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ ہے اور اگر تو ان کو بلائے راہ پر تو ہرگز نہ آئیں راہ پر اس وقت کبھی۔

یعنی ان کے جدال بالباطل اور استہزا بالحق کی وجہ سے ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے اور کانوں میں ڈاٹ ٹھونک دی۔ اب نہ حق کو سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں۔ بالکل مسخ ہو گئے پھر حق کی طرف متوجہ ہوں تو کیسے ہوں اور انجام کا خیال کریں تو کیسے کریں، ایسے بدبختوں کے راہ پر آنے کی کبھی توقع نہیں۔

فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ

پس دھیان میں نہ لائے وہ بہت لوگ سو وہ نہیں سنتے۔

یعنی ان سب باتوں کے باوجود بھی تعجب ہے کہ ان میں بہت سے لوگ اس کتاب کی بیش قیمت نصائح کی طرف دھیان نہیں کرتے اور جب ادھر دھیان ہی نہیں تو سننا کیوں چاہیں گے۔ اور فرض کیجئے، کانوں سے سن بھی لیا، لیکن گوش دل سے نہ سنا اور قبول کرنے کی توفیق نہ ہوئی تو ایسا سنا ان سنا برابر ہے۔

کان کو بری باتوں سے محفوظ رکھنا

کان کو بھی بری اور فضول باتوں کے سننے سے محفوظ رکھنا ضروری ہے اور اس کا ضروری ہونا دو وجہ سے ہے۔

ایک تو اس لئے کہ روایت میں آیا ہے کہ سننے والا بھی کلام کرنے والے کے ساتھ شریک ہوتا ہے۔ کسی شاعر نے خوب کہا ہے۔

تجد من الطرق اوساطها ۔۔۔ وعد عن الجانب المشتبه

وسمعك عن سماع القبيح   كون اللسان عن النطق به
فانك عند سماع القبيع   شريك لقائله فانتبه

(۱) افراط وتفریط سے بچ کر درمیانی راہ چلنے کی کوشش کرو اور شبے والی جانب سے دور رہو۔
(۲) اپنے کانوں کو بری باتیں سننے سے روکے رکھو جس طرح زبان کو بری گفتگو سے۔
(۳) کیونکہ اگر تم خلاف باتیں سنو گے، تو یاد رکھو تم بھی کہنے والے کے ساتھ شریک سمجھے جاؤ گے۔
(۴) بری باتیں سننے سے پرہیز کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر تم انہیں سنو گے تو دل میں وسوسے اور خیالات پیدا ہوں گے۔ اس طرح تم خیالات میں مستغرق ہو جاؤ گے اور اس صورت میں لازماً عبادت میں غیر معمولی رکاوٹ پیدا ہوگی۔

پھر اے عزیز! تو جان کہ جو گفتگو انسان کے دل اور زبان تک پہنچتی ہے اس کی خاصیت ایسی ہے جیسے پیٹ میں طعام اور سب جانتے ہیں کہ بعض کھانے نقصان دہ اور بعض نفع دینے والے ہوتے ہیں بعض کھانے جسم کی غذا بنتے اور بعض زہر کی مانند برا اثر کرتے ہیں، اور پاکیزہ گفتگو سے ایمان تازہ ہوتا ہے اور بری گفتگو سے مردہ ہو جاتا ہے بلکہ طعام کی نسبت کلام کا اثر زیادہ ہوتا ہے اور زیادہ دیر باقی رہتا ہے۔ اس لئے کہ نقصان دہ طعام معدہ سے نیند وغیرہ کے ذریعہ زائل ہو جاتا ہے۔

اور بسا اوقات اس کا اثر کچھ وقت باقی رہنے کے بعد ختم ہو جاتا ہے اگر اثر نہ بھی زائل ہو تو دوا کے ذریعے زائل کیا جا سکتا ہے لیکن بعض باتیں بسا اوقات انسان کے دل میں اس طرح جاگزیں ہو جاتی ہیں کہ بھولتی ہی نہیں، اگر وہ خراب اور ناروا ہوں تو انسان کو ہمیشہ ان کا تصورات خرابی میں ڈالے رکھتا ہے اور ان کی وجہ سے دل وسوسوں کی آماج گاہ بن جاتا ہے حالانکہ ان حالات سے دل کو پاک رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ ایسے وساوس سے دل کو محفوظ رکھنے کے لئے حق تعالیٰ کی مدد طلب کرنی چاہئے کیونکہ بسا اوقات یہ وسوسے کسی بلا اور آفت میں مبتلا کر دیتے ہیں اور انسان کے احساسات کو خواہ مخواہ حرکت دیتے رہتے ہیں یہاں تک کہ بندہ ان کے سبب کسی بڑی آفت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

لیکن اگر انسان اپنے کانوں کو فضول و لایعنی باتوں کے سننے سے محفوظ رکھے تو بہت سی

آفات سے آرام میں رہتا ہے۔ عقل مند کو چاہئے کہ اس میں غور کرے۔ وباللہ التوفیق،
(منہاج العابدین صفحہ ۱۰۷)

گانا سننا حرام ہے

عَنْ نَّافِعٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فِيْ طَرِيْقٍ فَسَمِعَ مِزْمَارًا فَوَضَعَ اِصْبَعَيْهِ فِيْ اُذُنَيْهِ وَنَاٰعَنِ الطَّرِيْقِ اِلَى الْجَانِبِ الْاٰخَرِ ثُمَّ قَالَ لِيْ بَعْدَ اَنْ بَعُدَ يَا نَافِعُ هَلْ تَسْمَعُ شَيْئًا قُلْتُ لَا فَرَفَعَ اِصْبَعَيْهِ مِنْ اُذُنَيْهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ صَوْتَ يَرَاعٍ فَصَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُ (رواہ احمد ابوداؤد)

حضرت نافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک راستہ پر جا رہا تھا کہ انہوں نے بانسری کی آواز سنی فوراً دونوں کانوں میں انگلیاں دے لیں اور راستہ سے دوسری جانب ہٹ کر چلنے لگے پھر جب دور نکل گئے تو مجھ سے کہا کہ اے نافع کچھ آواز سنتا ہے میں نے کہا نہیں یہ سن کر اپنی انگلیاں کانوں سے نکال لیں، پھر فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ آپ نے بانسری کی آواز سنی تو یہی عمل کیا جو میں نے اب تیرے سامنے کیا تھا۔ (نافع کہتے ہیں کہ میں اس وقت بچہ تھا اس لئے میں نے کان کھولے رکھے)

خواہشات نفس کی تابعداری اور اس کے نتائج

تیرے نفس کی خواہش تجھے بلا میں مبتلا کرتی ہے اور اسی سبب سے تو گناہوں کے کنوئیں میں گرتا ہے ہر گناہ کی علت یہی شہوت ہوتی ہے اور ہر نفس کی سرکشی کا سبب یہی شہوت ہے اگر شہوت کی آگ کو تو نے اس طرح بھڑکنے دیا تو انجام کار تو دین سے خالی ہاتھ ہو جائے گا۔

فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝
(پ ۲۰ القصص ع ۱۶)

پھر اگر نہ لائیں تیرا کہا تو جان لے کہ وہ چلتے ہیں صرف اپنی خواہشوں پر اور

اس سے زیادہ گمراہ کون ہے جو اپنی خواہش پر چلا بغیر راہ بتلائے اللہ کے بے شک اللہ راہ نہیں دیتا بے انصاف لوگوں کو۔

یعنی جب یہ لوگ نہ ہدایت کو قبول کرتے ہیں اور نہ اس کے مقابلہ میں کوئی چیز پیش کر سکتے ہیں تو یہی اس کی دلیل ہے کہ ان کو راہ ہدایت پر چلنا مقصود ہی نہیں، محض اپنی خواہشات کی پیروی ہے جس چیز کو دل چاہا مان لیا جس کو اپنی مرضی اور خواہش کے خلاف پایا رد کر دیا۔ بتلایئے ایسے ہوا پرست ظالموں کو کیا ہدایت ہو سکتی ہے۔

اللہ کی عادت اسی قوم کو ہدایت کرنے کی ہے جو ہدایت پانے کا ارادہ کرے اور محض ہوا وہوس کو حق کا معیار نہ بنالے۔

استہزا کی مار

وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً فَمَا اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَاۤ اَبْصَارُهُمْ وَلَاۤ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَیْءٍ اِذْ كَانُوْا یَجْحَدُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ (الاحقاف ع ۳ پ ۲۵ آیت نمبر ۲۶)

اور ہم نے ان کو دیئے تھے، کان اور آنکھیں اور دل پھر کام نہ آئے ان کے کان اور نہ آنکھیں ان کی اور نہ دل ان کے کسی چیز میں۔ اس لئے کہ منکر ہوتے تھے اللہ کی باتوں سے اور الٹ پڑی ان پر جس بات سے کہ وہ ٹھٹھا کرتے تھے۔

یعنی نصیحت سننے کے لئے کان اور قدرت کی نشانیاں دیکھنے کے لئے آنکھیں اور سمجھنے بوجھنے کے لئے دل دیئے گئے تھے۔ لیکن وہ کسی قوت کو کام میں نہ لائے، اندھے، بہرے اور پاگل بن کر پیغمبروں کے مقابل ہو گئے۔ آخر یہ انجام ہوا کہ یہ قوتیں سب موجود ہیں اور عذاب الٰہی نے آگھیرا کوئی اندرونی یا بیرونی قوت اس کو دفع نہ کر سکی یعنی جس عذاب کی ہنسی اڑایا کرتے تھے وہ ان پر واقع ہوا۔

الغرض حکومت کے غرور میں اندھے، بہرے ہو کر ظلم کرنے لگے۔ پھر کسی کا سمجھایا نہ سمجھے خدا کی پھٹکار نے بالکل ہی سنگدل بنا دیا اور سب کچھ ان ہی کے سوء اختیار اور قصور کے استعداد سے ہوا۔

بَلِ اتَّبَعَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ بِغَیْرِ عِلْمٍ ۚ

بلکہ چلتے ہیں یہ بے انصاف اپنی خواہشوں پر بن سمجھے۔

بے انصاف لوگ ایسی صاف وواضح باتوں کو کیونکر سمجھیں کیونکہ وہ سمجھنا چاہتے ہی نہیں بلکہ جہالت اور ہوا پرستی سے محض اوہام اور خواہشات کی پیروی پر تلے ہوئے ہیں۔

فَمَنْ يَّهْدِىْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ (پ۲۱ الروم ع۴)

سو کون سمجھائے جس کو اللہ نے بھٹکایا اور کوئی نہیں ان کا مددگار۔

یعنی جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کی بے انصافی جہل اور ہوا پرستی کی بدولت راہ حق پر چلنے کی توفیق نہ دی، اب کون سی طاقت ہے جو اسے سمجھا کر راہ حق پر لے آئے یا مدد کرے گمراہی سے بچالے۔

نا خلف اولاد

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝ (پ۱٦ مریم ع۴ آیت ۵۹)

پھر ان کی جگہ آئے ناخلف کھو بیٹھے نماز اور پیچھے پڑ گئے، مزوں کے سو آگے دیکھ لیں گے گمراہی کو (القرآن)

یعنی وہ تو اگلوں کا حال تھا یہ پچھلوں کا ہے کہ دنیا کے مزوں اور نفسانی خواہشات میں پڑ کر خدا تعالیٰ کی عبادت سے غافل ہو گئے، نماز جو اہم العبادات ہے اسے ضائع کر دیا۔ بعض تو فرضیت ہی کے منکر ہو گئے بعض نے فرض جانا مگر پڑھی نہیں۔ بعض نے پڑھی تو جماعت اور وقت وغیرہ شروط اور حقوق کی رعایت نہ کی۔ ان میں سے ہر ایک درجہ بدرجہ اپنی گمراہی کو دیکھ لے گا کہ کیسے خسارہ اور نقصان کا سبب بنتی ہے اور کس طرح کی بدترین سزا میں پھنساتی ہے حتیٰ کہ ان میں سے بعض کو جہنم کی اس بدترین وادی میں دھکیلا جائے گا جس کا نام غی ہے۔

وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ شہوات سے مراد دنیا کی وہ لذتیں ہیں جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے غافل کریں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ شاندار مکانوں کی تعمیر اور ایسی شاندار سواریوں کی سواری جس پر لوگوں کی نظریں اٹھیں اور ایسا لباس جس سے عام لوگوں میں امتیاز کی شان

نظر آئے، شہوت مذکورہ میں داخل ہیں۔ (قرطبی)

علم وعمل کی دلیل

عَنْ يَحْيى ابْنِ مَعَاذِنِ الرَّازِى رَحِمَهُ اللّٰهُ تعالٰى اَلْعِلْمُ دَلِيْلُ الْعَمَلِ وَالْفَهْمُ وِعَاءُ الْعِلْمِ وَالْعَقْلُ قَاعِدٌ لِلْغَيْرِ وَالْهَوٰى مَرْكَبٌ لِلذُّنُوْبِ وَالْمَالُ رِدَاءُ الْمُتَكَبِّرِيْنَ وَالدُّنْيَا سُوْقُ الْاٰخِرَةِ

یحیٰی بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ علم عمل کی دلیل ہے اور سمجھ بمنزلہ برتن کے ہے اور عقل و دانش بھلائی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ خواہش نفس گناہوں کی سواری ہے مال مغروروں کی چادر ہے اور دنیا آخرت کا بازار ہے کہ دنیا سے آخرت کی خاطر بھلائی بھی خریدی جاسکتی ہے اور برائی کا مول تول بھی کیا جاسکتا ہے۔

ایک حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَرَضِىَ با الْكِفَافِ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتُ

یعنی عقل مند اور ہوشیار وہ آدمی ہے جو اپنے نفس اور اس کی خواہشات کو پست رکھے اور بقدر کفایت معاش پر راضی ہو جائے اور مابعد الموت کے لئے سارا عمل وقف کردے۔

اتباع شریعت

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بن عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُ كُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ (الْحَدِيْث)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں مومن ہوسکتا کوئی تم میں سے جب تک اس کی خواہش تابع نہ ہو جائے اس دین کے جسے میں لایا ہوں۔

اپنی خواہشات اور مرضیات کے مطابق چلنے کا نام ایمان نہیں (یعنی خواہشات نفس

اصل ایمان یہ ہے کہ اپنی مرضی کو دین کے مطابق بنا دیا جائے مثلاً سردیوں میں گرم بستر مرغوب ہوتا ہے۔ گرمی میں روزہ رکھنا آسان کام نہیں مگر مومن کو چاہئے کہ برداشت کرے اور حکم بجالائے اپنا مال الگ کرنے کو جی نہیں چاہتا مگر خلاف مرضی زکوٰۃ ادا کرے۔ غرض دین کے جتنے بھی احکام ہیں خواہش کے مطابق ہوں یا نہ ہوں ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ان پر عمل کرنے میں لذت محسوس ہونے لگے۔

اس وقت تک کوئی شخص بھی کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنی خواہشات کو دین حق کے تابع نہ بنا دے۔ (اربعین نووی صفحہ ۱۶۷-۱۶۸)

نیک عمل کا ثواب

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحاً (الکهف)

تو جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی امید رکھتا ہو اسے چاہئے کہ اعمال صالحہ اختیار کرے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدَاكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ۝

(حٰم السجدہ پ ۲۴ ع ۳)

اور تمہارے اس گمان نے جو کہ تم نے اپنے رب کے ساتھ کیا تھا تم کو برباد کیا۔ پھر تم (ابدی) خسارہ میں پڑ گئے۔

مطلب یہ تھا کہ تمہارا گمان تمہارے رب کے متعلق جس نے تمہیں ہلاک کر دیا تو تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گئے۔ (منہاج العابدین صفحہ ۲۶۹)

(فوائد قرآنی: عبدالکریم)

تہمت

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

(النور: ۴)

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں اور پھر چار گواہ نہیں لاتے تو انہیں اسی درّے مارو اور کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو اور وہی لوگ نافرمان ہیں۔

مردِ مومن

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُوْلٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ

(الحجرات:۱۵)

بے شک سچے مومن تو وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے پھر انہوں نے شک نہ کیا اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا وہی سچے (مومن) ہیں۔

وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ ۚ وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۠ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ۝

(آل عمران:۱۳۳-۱۳۶)

اور اپنے ربّ کی بخشش کی طرف دوڑو اور بہشت کی طرف جس کا عرض آسمان اور زمین ہے جو پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے جو خوشی اور تکلیف میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ ضبط کرنے والے ہیں اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور وہ لوگ جب کوئی کھلا گناہ کر بیٹھیں یا اپنے حق میں ظلم کریں تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں سے بخشش مانگتے ہیں اور سوائے اللہ کے اور کون بخشنے والا ہے۔

اور (وہ) اپنے کئے پر اڑتے نہیں اور وہ جانتے ہیں یہ لوگ ہیں جن کا بدلہ ان کے رب کے ہاں بخشش ہے اور باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ ان باغوں میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور کام کرنے والوں کی کیسی اچھی مزدوری ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ (آل عمران:۱۹۱)

وہ سچے مومن ہیں جو اللہ تعالیٰ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے یاد کرتے ہیں اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں فکر کرتے ہیں (کہتے ہیں) اے ہمارے رب تو نے یہ بے فائدہ نہیں بنایا تو سب عیبوں سے پاک ہے سو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (النساء:۶۵)

سو تیرے رب کی قسم ہے یہ کبھی مومن نہیں ہوں گے جب تک کہ اپنے اختلاف میں آپ کو منصف نہ مان لیں پھر تیرے فیصلے پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور خوشی سے قبول کریں۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ لا الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ لا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ لا وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝ لا وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ لا اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ ۚ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ ۚ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ لا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ لا الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (المؤمنون ۱-۱۱)

بے شک ایمان لانے والے کامیاب ہو گئے جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے

والے ہیں اور وہ جو بے ہودہ باتوں سے منہ موڑنے والے ہیں اور جو زکوٰۃ دینے والے ہیں اور (وہ) جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں مگر اپنی بیویوں یا لونڈیوں پر اس لئے کہ ان میں کوئی الزام نہیں پس جو شخص اس کے علاوہ طلب گار ہو تو وہی حد سے نکلنے والے ہیں اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ وہی وارث ہیں جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے اور اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔

وعباد الرحمٰن الذین -- الا بالحق ولا یزنون (الفرقان: ۶۳-۶۸)

اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر دبے پاؤں چلتے ہیں اور جب ان سے بے سمجھ لوگ بات کریں تو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم سے دوزخ کا عذاب دور کر دے۔ بے شک اس کا عذاب پوری تباہی ہے۔ بیشک وہ برا ٹھکانا اور بری قیام گاہ ہے اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں اور ان کا خرچ ان دونوں کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے۔

چغلی اور طعنہ

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ ۢ بِنَمِيمٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ۝ عُتُلٍّ ۢ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ ۝ (القلم: ۱۰-۱۳)

اور ہر قسمیں کھانے والے ذلیل کا کہا نہ مان جو طعنے دینے والا چغلی کھانے والا ہے نیکی سے روکنے والا حد سے بڑھا ہوا گنہگار ہے۔ بڑھا اجڈ اس کے بعد بداصل بھی ہے۔

ڈاکہ زنی اور چوری

إِنَّمَا جَزَٰٓؤُا۟ ٱلَّذِينَ يُحَارِبُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَسْعَوْنَ فِى ٱلْأَرْضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوٓا۟ أَوْ يُصَلَّبُوٓا۟ أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلَٰفٍ أَوْ يُنفَوْا۟ مِنَ ٱلْأَرْضِ ۚ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْىٌ فِى ٱلدُّنْيَا ۖ وَلَهُمْ فِى ٱلْءَاخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ (المائدہ: ۳۳)

ان (لوگوں) کی بھی یہ سزا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد کرنے کو دوڑتے ہیں یہ کہ انہیں قتل کیا جائے یا وہ سولی پر چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے کاٹے جائیں یا وہ جلاوطن کر دیے جائیں یہ ذلت ان کے لئے دنیا میں ہے اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ (المائدہ:۳۸)

اور چور خواہ مرد ہو یا عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔ یہ ان کی کمائی کا بدلہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبرتناک سزا ہے اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔

رشوت

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ (البقرہ:۱۸۸)

اور ایک دوسرے کے مال آپس میں ناجائز طور پر نہ کھاؤ اور انہیں حاکموں تک نہ پہنچاؤ تا کہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ گناہ سے کھاؤ حالانکہ تم جانتے ہو۔

دنیا اور معیشت

وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ○ (الانعام:۷۰)

اور انہیں چھوڑ دو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا رکھا ہے اور دنیا کی زندگی نے انہیں دھوکا دیا ہے اور انہیں قرآن سے نصیحت کرتا کہ کوئی اپنے کئے میں گرفتار نہ ہو جائے کہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوست اور سفارش

کرنے والا نہ ہوگا اور اگر دنیا بھر کا معاوضہ بھی دے گا تب بھی اس سے نہ لیا جائے گا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے کیے میں گرفتار ہوئے۔ ان کے پینے کے لئے گرم پانی ہوگا اور ان کے کفر کے بدلہ میں دردناک عذاب ہوگا۔

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ۝ (الرعد:۲۶)

اللہ ہی ہے جس کے لئے چاہتا ہے روزی فراخ اور تنگ کرتا ہے اور دنیا کی زندگی پر خوش ہیں اور دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں کچھ (بھی) نہیں مگر تھوڑا سا اسباب۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۚ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ٚ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ (لقمان:۳۳)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جس میں نہ باپ اپنے بیٹے کے کام آئے گا اور نہ بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔ پھر دنیا کی زندگی تمہیں دھوکا میں نہ ڈال دے اور نہ دغاباز تمہیں اللہ تعالیٰ سے دھوکے میں رکھیں۔

ناپ تول

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (المطففين:۱-۶)

کم تولنے والوں کے لئے تباہی ہے وہ لوگ جب لوگوں سے ماپ کریں تو پورا لیں اور جب ان کو ماپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا کر دیں۔ کیا وہ خیال نہیں کرتے کہ وہ اٹھائے جائیں گے اس بڑے دن کے لئے جس دن سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

خیانت

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ○ (الانفال:۲۷،۲۸)

اے ایماندارو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے خیانت نہ کرو اور آپس کی امانتوں میں بھی خیانت نہ کرو حالانکہ تم جانتے ہو اور جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک امتحان کی چیز ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا اجر ہے۔

ریاکاری

یاایھا الذین امنوا لا تبطلوا اعمالکم .... ○ (البقرہ:۲۶۴)

اے ایماندارو! احسان رکھ کر اور ایذا دے کر اپنی خیرات کو ضائع نہ کرو۔ اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھانے کو خرچ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ پر قیامت کے دن پر یقین نہیں رکھتا۔ سو اس کی مثال ایسی ہے جیسے صاف پتھر کہ اس پر کچھ مٹی پڑی ہو۔ پھر اس پر زور کا مینہ برسا پھر اس کو بالکل صاف کر دیا۔ ایسے لوگوں کو اپنی کمائی ذرا بھی ہاتھ نہ لگے گی اور اللہ تعالیٰ کافروں کو سیدھی راہ نہیں دکھاتا۔

آزار پہنچانا

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَیْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ یَّتْبَعُهَآ اَذًی ؕ وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ ○ (البقرہ:۲۶۳)

مناسب بات کہہ دینا اور درگزر کرنا اس خیرات سے بہتر ہے جس کے بعد ستانا ہو اور اللہ تعالیٰ بے پروا نہایت تحمل والا ہے۔

مکروفریب

اَفَاَمِنَ الَّذِیْنَ مَكَرُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ یَاْتِیَهُمُ

الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ۙ اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝ۙ اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ ؕ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝
(النحل:۴۵-۴۷)

پس کیا وہ لوگ نڈر ہو گئے ہیں جو برے فریب کرتے ہیں۔ اس سے کہ اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسا دے یا ان پر عذاب آئے جہاں سے انہیں خبر بھی نہ ہو یا انہیں چلتے پھرتے پکڑ لے پس وہ عاجز کرنے والے نہیں ہیں یا انہیں ڈرانے کے بعد پکڑے۔ پس تحقیق تمہارا رب نہایت ہی شفیق رحم کرنے والا ہے۔

حسد

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ (النساء:۳۲)

اور مت حسد کرو اس فضیلت میں جو اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر دی ہے۔ مردوں کو اپنی کمائی سے حصہ ہے اور عورتوں کو اپنی کمائی سے حصہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو بے شک اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے۔

غیبت اور بدگمانی

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ۝ (الحجرات:۱۲)

اے ایمان والو! بہت سی بدگمانیوں سے بچتے رہو، کیونکہ بعض گمان تو گناہ ہیں اور ٹٹول نہ کیا کرو اور نہ کسی کی غیبت کیا کرو۔ کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ سو اس کو تو تم ناپسند کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ بڑا توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم والا ہے۔

احکام قرآنی

☆......اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشے سے قتل نہ کرو ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی۔ (۳۱:۱۷)

☆......زنا کے قریب نہ پھٹکو۔ وہ بہت ہی برا فعل ہے اور بڑا ہی برا راستہ۔ (۳۲:۱۷)

☆......قتل نفس کا ارتکاب نہ کرو جسے اللہ نے حرام کیا ہے۔ (۳۳:۱۷)

☆...... مال یتیم کے پاس نہ پھٹکو، مگر احسن طریقے سے یہاں تک کہ وہ اپنے شباب کو پہنچ جائے۔ (۳۴:۱۷)

☆......عہد کی پابندی کرو، بے شک عہد کے بارے میں تم کو جواب دہی کرنی ہو گی۔ (۳۴:۱۷)

☆...... پیمانے سے دو تو پورا بھر کر دو، اور تولو تو ٹھیک ترازو سے تولو۔ (۳۵:۱۷)

☆......کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو۔ یقیناً آنکھ، کان اور دل سب ہی کی باز پرس ہونی ہے۔ (۳۶:۱۷)

☆......زمین میں اکڑ کر نہ چلو، تم نہ زمین کو پھاڑ سکتے ہو نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتے ہو۔ (۳۷:۱۷)

☆...... اللہ کا شکر گزار ہو، جو کوئی شکر کرے اس کا شکر اس کے اپنے لئے ہی مفید ہے۔ (۱۲:۳۱)

☆......خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، حق یہ ہے کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ (۱۳:۳۱)

☆......اور حقیقت ہے کہ ہم نے انسان کو اپنے والدین کا حق پہچاننے کی خود تاکید کی ہے۔ اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اس کا دودھ چھوٹنے میں لگے۔ میرا شکر کر اور اپنے والدین کا شکر بجا لا۔ (۱۴:۳۱)

☆......نماز قائم کر، نیکی کا حکم دے۔ بدی سے منع کر اور جو مصیبت بھی پڑے اس پر صبر کر۔ (۱۷:۳۱)

☆......لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کر۔ (۱۸:۳۱)

☆......نہ زمین پر اکڑ کر چل، اللہ کسی خود پسند اور فخر جتانے والے شخص کو پسند نہیں کرتا۔ (۱۸:۳۱)

☆......اپنی چال میں اعتدال رکھ۔(۱۸:۳۱)

☆......اور اپنی آواز ذرا پست رکھ، سب آوازوں سے زیادہ بری آواز گدھے کی آواز ہوتی ہے۔(۱۹:۳۱)

☆......لوگو! بچو اپنے رب کے غضب سے اور ڈرو اس دن سے جب کہ کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے بدلہ نہ دے گا اور نہ کوئی بیٹا ہی اپنے باپ کی طرف سے کچھ بدلہ دینے والا ہوگا۔(۳۳:۳۱)(سورۂ لقمان)

قرآن پاک کے اہل ایمان پر حقوق خمسہ

۱-اس کو مانا جائے یعنی ایمان لایا جائے کہ یہ منزل من اللہ ہے اور اس کی تعظیم بجالائی جائے۔(اقرار باللسان و تصدیق بالقلب کے تقاضے کے مطابق) ارشاد باری تعالیٰ ہے(امن الرسول بما انزل الیه من ربه والمؤمنون (البقرہ:۲۸۵) اپنے رب کی طرف سے نازل کئے ہو(قرآن) پر رسول پاک ﷺ اور اہل ایمان، ایمان لائے۔

اور اس بارے میں کسی قسم کا شک آ گیا تو ایمان کا جنازہ نکل جائے گا جیسا کہ فرمایا گیا (وان الذین اورثوا لکتٰب من بعدهم لفی شك منه مریب الشوریٰ:۱۴) اور وہ لوگ جو کتاب کے وارث ہوئے ان کے بعد وہ اس کے بارے شک میں مبتلا ہیں۔

ہمارے دلوں میں قرآن پاک کی کما حقہ عظمت کا نہ ہونا، طبیعت کا اس کو پڑھنے کی طرف مائل نہ ہونا، اس میں تدبر و تفکر نہ کرنا اور نہ ہی اس کی تعلیمات کو اپنی زندگی کا لائحہ عمل بنانا، کیا قرآن پاک کے اس پہلے حق کی عدم ادائیگی کی طرف تو ہمیں نہیں لے جا رہا جس کی وجہ سے ہمارے دلوں پہ گناہوں کی میل چڑھ گئی ہے اور سینے زنگ آلود ہو گئے ہیں اگر اس زنگ کو ختم کرنا ہے تو اس کا علاج کثرت ذکر موت اور تلاوت قرآن ہی بتایا گیا ہے۔ (بیہقی) قرآن مجید میں جہاں کلا بل ران علیٰ قلوبهم ما کانوایکسبون (نہیں بلکہ ان کے دل زنگ آلود ہو چکے ہیں ان کے کرتوتوں کے سبب) فرمایا گیا وہاں اس زنگ کو اتارنے کا نسخہ بھی بتا دیا گیا۔ تبصرہ و ذکری لکل عبد منیب (ق) اللہ کی طرف

رجوع کرنے والے ہر بندے کے لئے قرآن مجید سمجھانے والی کتاب ہے اور یاددہانی کرانے والی ہے۔

حدیث شریف میں ہے "جس کو قرآن جیسی دولت ملی اور پھر وہ قرآن کے علاوہ کسی نعمت کو بڑا سمجھتا ہے اس نے قرآن پاک کی عظمت کو نہ پہچانا۔

۲- اس کو پڑھا جائے یعنی ذوق وشوق کے ساتھ عمل کرنے کے جذبے سے قرآن پاک کو سمجھ کر پڑھا جائے اور صرف ایک بار نہیں ساری زندگی پڑھا جائے کیونکہ ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ کو ورتل القرآن ترتیلا ۔ اتل ما اوحی الیك من کتٰب ربك ۔ اتل ما اوحی الیك من الکتٰب واقم الصلوٰة کا حکم دیا گیا اور اہل ایمان کی صفت یوں بیان کی گئی۔ الذین اٰتینھم الکتٰب یتلونهٗ حق تلاوته جن کو ہم نے کتاب عطا فرمائی وہ اس کی تلاوت کا حق ادا کرتے ہیں۔ (البقرہ:۱۲۱) اس شان کا یہ تقاضا ہے کہ قرآن مجید کو حروف کی درستگی کے ساتھ (تجوید وقرأت کے اصولوں کے مطابق) پڑھا جائے روزانہ پڑھا جائے، سمجھ کر پڑھا جائے۔ اچھی آواز سے پڑھا جائے اور ظاہری و باطنی آداب کے ساتھ پڑھا جائے۔

۳- قرآن پاک میں غور وفکر کیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: افـلا یتـدبـرون الـقـرآن ۔ وہ قرآن میں تدبر و تفکر کیوں نہیں کرتے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جب منکرین قرآن، قرآن پاک میں غور وفکر نہیں کرتے تو اہل ایمان ضرور کرتے ہیں۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: لا یشبع منه العلماء ولا یخلق عن کثرة الرد ولا تنقضی عجائبه (ترمذی، دارمی)

قرآن پاک سے علماء کبھی سیر نہ ہوں گے اور قرآن مجید کی زیادہ سے زیادہ تلاوت سے لطف وسرور میں کمی نہ آئے گی۔ بلکہ جتنا زیادہ پڑھو گے لطف بڑھتا جائے گا اور نہ ہی اس کے عجائبات کا خزانہ نئے نئے علوم ومعارف ختم ہوگا۔ اسی لئے جابجا اہل فکر ودانش کو قرآن پاک کی طرف متوجہ ہونے کا حکم دیا گیا۔ انا جعلنٰهُ قرانا عربیا لعلکم تعقلون ۔ ہم نے قرآن عربی میں اتارا تا کہ تم سمجھو۔ کذلك یبین اللّٰه لکم اٰیٰته لعلکم تعقلون ۔ اسی ... تا کہ تم سمجھ سکو۔ کذلك

نفصل الایت لقوم یتفکرون ۔ ہم اپنی آیات کو غور وفکر کرنے والی قوم کے لئے کھولتے ہیں۔(الزخرف،البقرہ،یونس)

ارشادرب العالمین ہے ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر (القمر) اور ہم نے قرآن مجید تذکر (نصیحت قبول کرنے کے لئے یاد کرنا) آسان فرمادیا ہے تو کیا ہے کوئی یاددہانی سے فائدہ اٹھانے والا۔ایک مقام پہ نزول قرآن کی علت وسبب تدبر وتفکر کو قراردیا ہے۔کتاب انزلنہ الیک مبرک لیدبروا ایاتہ ولیتذکر اولوا الالباب (ص:۲۹) یہ مبارک کتاب (قرآن مجید) ہم نے آپ کی طرف نازل کی تاکہ عقلمند لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں اور اس کی آیات میں تدبر کریں اور قرآن مجید میں غوروفکر نہ کرنے والوں کے بارے میں فرمایا افلا یتدبرون القران ام علی قلوب اقفالھا (سورۃ محمد:۲۴) پس یہ قرآن میں تدبر کیوں نہیں کرتے؟ کیا ان کے دلوں پہ تالے لگے ہوئے ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کسی بزرگ کا قول نقل فرمایا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں قرآن مجید کا ایک ختم تو ہر جمعہ کو کرلیتا ہوں ایک ختم ماہانہ اور ایک سالانہ کرتا ہوں اور ایک وہ ختم ہے جس میں تیس سال سے مشغول ہوں اور ابھی فارغ نہیں ہوا (یہ ہے تدبر وتفکر کا ختم)

ارشاد باری تعالیٰ ہے فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین (التوبہ:۱۲۲) پس کیوں نہیں ہر گروہ میں سے ایک جماعت دین کو سمجھنے کے لئے (اپنے گھروں سے) نکلتی۔حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا خیارکم فی الجاھلیۃ خیارکم فی الاسلام اذا فقھوا ۔ تم میں سے جو لوگ زمانہ جاہلیت میں اچھے تھے وہ اسلام میں بھی اچھے ہیں۔بشرطیکہ اپنے اندر دین کی سمجھ پیدا کرلیں۔حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ السلام نے دین میں سمجھ حاصل ہونے کی دعا ارشاد فرمائی۔اللھم فقھہ فی الدین ۔ اللھم علمہ الکتب ۔ اے اللہ اس کو دین کی سمجھ عطا فرما۔اے اللہ اس کو قرآن کا علم عطا فرما۔(اس کی تحقیق مزید نمبر ۵ کے تحت آخر میں ملاحظہ ہو)

۴۔عمل کرنا: کیونکہ پڑھنا، ماننا اور غوروفکر کرنا عمل کرنے کے لئے ہی ہوتا ہے۔یہ قرآن کوئی جنتر منتر کی کتاب تو نہیں کہ خالی پڑھ لینا ہی کافی ہو اگرچہ بے سمجھ کر پڑھنے سے بھی ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملتی ہیں لیکن اس کے نزول کا مقصد صرف اور صرف یہ تو

نہیں ہے اور نہ ہی اس سے اس کے ہدی للناس ہونے کا تقاضا پورا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے احکامات پہ عمل کیے بغیر صرف ثواب ہی نہیں ایمان بھی معتبر نہیں رہتا۔ فرمایا ومن لم یحکم بما انزل اللّٰہ فاولئك هم الکفرون ۔ الظالمون ۔ الفاسقون جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ کافر ہیں، ظالم ہیں، فاسق و نافرمان ہیں۔

حدیث شریف میں ہے ما امن بالقراٰن من استحل محارمہ جو قرآن پاک کی حرام کردہ اشیاء کو حلال ٹھہرائے وہ قرآن کو مانتا ہی نہیں ہے۔ (ترمذی)

اور فرمایا لا یؤمن احدکم حتی یکون هواہ تبعالما جئت بہ تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش نفس اس کے مطابق نہ ہو جائے جو میں لایا ہوں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ جنہیں سوائے لعنت کے کچھ حاصل نہیں ہوتا کیونکہ جب وہ خود جھوٹ بولتا ہے اور پھر قرآن میں لعنت اللّٰہ علی الکذبین پڑھتا ہے تو یہ لعنت کس کے کھاتے میں جا رہی ہے۔ اسی طرح سودی کاروبار کرنے والا جب قرآن پڑھے گا اور فاذنوا بحرب من اللّٰہ و رسولہ پڑھنے کے باوجود بھی سود سے توبہ نہ کرے گا تو اس کا قرآن پڑھنا کس حساب میں جائے گا وہ اپنے عمل سے تو اللہ رسول کے ساتھ جنگ کر رہا ہے۔ اسی طرح ناپ تول میں کمی کرنے والا جب ویل للمطففین پڑھے گا اور غیبت کرنے والا سورۃ حجرات کے دوسرے رکوع کی دوسری آیت پڑھے گا اور ساتھ ساتھ ناپ تول میں کمی اور غیبت کا کام بھی چلاتا رہے گا تو وہی بات ہوگی جو ہمارے مرشد (حضرت سلطان علام باہو رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے تھے کہ "منہ سے لا الہ اندر ہور بلا۔"

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

والذین اھتدوا زادھم ھدی واتاھم تقواھم (سورۃ محمد: ۱۷)

جن لوگوں نے ہدایت پائی ان کو مزید سمجھ بوجھ عطا ہوئی اور پرہیزگاری بھی ملی۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عثمان غنی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما جیسے عظیم الشان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ بھی یہ تھا کہ انھم اذا کانوا تعلموا من النبی صلی اللّٰہ علیہ

وسلم عشر ایات لم یتجاوزوھا حتی یعلموا ما فیھا من العلم والعمل ۔ حضور علیہ السلام سے دس آیات پڑھتے تو جب تک ان آیات میں علم وعمل کی باتیں پوری طرح سمجھ نہ لیتے (اہلِ زبان ہونے کے باوجود بھی) آگے نہ بڑھتے۔ قالوا فتعلمنا القران و العمل جمیعا ۔ انہوں نے کہا! ہم نے قرآن پاک کے علم وعمل کو ایک ساتھ حاصل کیا۔ ولھذا کانوا یبقون مدۃ فی حفظ السورۃ ۔ اس لئے ایک ایک سورۃ کو یاد کرتے کرتے اتنی (برسوں کی) مدت لگ جاتی۔(الاتقان فی علوم القران)

اسی لئے ایک حدیث میں یوں ارشاد ہوا القران حجۃ لک او علیک ۔ قرآن یا تو تیرے حق میں حجت بنے گا یا تیرے خلاف اور دوسری حدیث میں ہے اکثر منافقی امتی قراء ھا (مسند احمد) میری امت کے منافقین کی کثرت انہی کی ہوگی جو قرآن بھی پڑھتے ہوں گے یعنی عمل کے جذبے کے بغیر قرآن پڑھنے والے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے لم تقولون مالا تفعلون (الصف) جو کرتے نہیں ہو وہ کہتے کیوں ہو۔

ہماری بربادی اور تنگ دستی کا راز یہی ہے کہ ہم نے قرآنی تعلیمات کو بھلا دیا ہے ورنہ تورات وانجیل والوں کو فرمایا گیا ولوانھم اقاموا التورٰۃ والانجیل و ما انزل الیھم من ربھم لاکلوا من فوقھم و من تحت ارجلھم (المائدہ)

اگر وہ تورات وانجیل اور جو ان کے رب کی طرف سے ان کی طرف نازل کیا گیا پر عامل رہتے تو اوپر سے بھی کھاتے اور نیچے سے بھی (اللہ ان پر اپنی نعمتوں کی اوپر سے بھی بارش برساتا اور زمین بھی ان کے لئے اپنے خزانوں کا منہ کھول دیتی) حالانکہ تورات وانجیل منسوخ ہونے والی کتاب اور ان کا دین منسوخ ہونے والا دین تھا اس کے باوجود بھی ان کو اس طرح کا مژدہ جانفزا سنایا گیا جبکہ ہمارا قرآن بھی قیامت تک باقی رہنے والا ہے اور ہمارا دین بھی نہ منسوخ ہونے والا ہے۔ پھر اس قرآن اور اس دین کے نظام میں کتنی برکتیں ہوں گی۔ کاش کوئی درددل رکھنے والا صاحبان اقتدار کے کانوں میں قرآن کا یہ پیغام پہنچادے۔

۵۔ قرآنی تعلیمات دوسروں تک پہنچائے اور اس کا مبلغ بن جائے۔

کیونکہ قرآن مجید کے بارے میں ھذا بلاغ للناس کا لفظ بولا گیا ہے کہ یہ قرآن پہنچادینا ہے لوگوں کے لئے ولینذر وابہ اور تاکہ وہ اس کے ذریعے خبردار کئے جائیں۔(ابراہیم:۵۲)

دوسرے مقام پہ فرمایا واوحی الی ھذا القران لا نذرکم بہ و من بلغ (الانعام:۱۹) یہ قرآن میری طرف وحی کیا گیا ہے تاکہ میں ڈراؤں اس کے ذریعے تمہیں اور جس کو یہ پہنچے ان کو۔

حضور علیہ السلام کو ایک مقام پہ حکم ہوا یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك ط و ان لم تفعل فما بلغت رسالته اے میرے پیارے رسول جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس کو لوگوں تک پہنچائیے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے فرض رسالت کو ادا نہیں کیا اور حضور علیہ السلام کے مناصب جلیلہ میں سے اہم ترین منصب جو قرآن پاک میں کئی جگہ بیان ہوا وہ یہ ہے یتلوا علیھم اٰیٰتہ و یزکیھم ویعلمھم الکتاب و الحکمة (میرے پیارے نبی) ان پر آیات خداوندی کی تلاوت کرتے ہیں اور ان کا تزکیہ کرتے ہیں اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

ایک نکتہ

حضور علیہ السلام کی ذات مقدس اتنی ہمہ جہت اور آپ کا عظیم الشان کام اتنا عالمگیر تھا کہ تلاوت آیات، تزکیہ نفوس اور تعلیم کتاب وہ حکمت کے سارے کام آپ (ﷺ) خود سرانجام دیا کرتے جبکہ بعد میں یہی ڈیوٹیاں امت میں تقسیم ہو گئیں۔ تلاوت آیات کا فریضہ تو پوری امت کو سونپ دیا تزکیہ نفوس کی ذمہ داری صوفیاء کرام اور اولیائے کاملین کی لگا دی گئی۔ تعلیم کتاب پر حفاظ و قراء کو متعین کر دیا اور تعلیم حکمت (علوم دینیہ) کے لئے اس امت کے علماء (حاملین قرآن) کو منتخب کیا گیا گویا یہ تمام جماعتیں وہ ذمہ داریاں نبھا رہی ہیں کہ جن کو مناصب نبوت یا فرائض رسالت کا نام دیا جاتا ہے۔

حضور علیہ السلام نے کئی مواقع پر دین کی بات اور قرآن کا پیغام دوسروں تک پہنچانے کا قول فرمایا۔ حجۃ الوداع کے عظیم موقع پر سوا لاکھ سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا فلیبلغ الشاھد الغائب جو حاضر ہیں وہ غائب تک پہنچا دیں۔ نیز فرمایا: بلغوا عنی ولو اٰیة ایک آیت یا ایک مسئلہ بھی میرے دین کا کسی کو آتا ہو تو وہ اس کا مبلغ بن جائے۔ معلوم ہوا کہ اس ذمہ داری سے کوئی بھی بری نہیں اور نہ ہی تبلیغ صرف مولوی کی ذمہ داری ہے بلکہ جس کو قرآن ناظرہ پڑھنا آتا ہے وہ لوگوں کو ناظرہ پڑھائے جو حافظ ہے وہ دوسروں کو حفظ

کرائے۔ جو ترجمہ جانتا ہے وہ دوسروں کو قرآن سمجھائے اور ترجمہ پڑھائے اور علماء لوگوں کو عالم بنائیں تاکہ ہر امتی تبلیغ قرآن میں مصروف ہو جائے اور صرف اپنوں تک نہیں بلکہ ھدی للناس کا تقاضا ہے کہ قرآن کا پیغام اقوامِ عالم تک بھی پہنچایا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وانزلنا الیك الذكر لتبین للناس ما نزل الیهم ۔ واذ اخذ اللّٰه میثاق الذین اوتو الكتب لتبیننه للناس ۔ ان الذین یكتمون ما انزلنا من البینت والهدیٰ من بعد مابینه للناس ....

(النحل، آل عمران، البقرہ)

للناس کا لفظ ہر جگہ بتا رہا ہے کہ تم تو (اے اہل اسلام) ابھی تک اپنے مسلمانوں کو قرآن نہیں سمجھا سکے ہو جبکہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری ذمہ داری یہ لگائی ہے کہ پوری نسل انسانیت کو سمجھانا ہے اور سب تک پیغام قرآن پہنچانا ہے۔

لہٰذا ذمہ داروں کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنا لازم ہے ورنہ قرآن میں بیان کی گئی اس مثال پر غور کریں۔ مثل الذین حملوا التورٰة ثم لم یحملوها كمثل الحمار یحمل اسفارا (الجمعه)

اے میرا! سچ مثل ہے عالم جو بے عمل
گویا کہ اک گدھا ہے کتب سے لدا ہوا

علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

خوار از مہجوریٔ قرآں شدی ۔۔۔ شکوہ سنج گردش دوراں شدی
اے چوں شبنم بر زمیں افتندۂ ۔۔۔ در بغل داری کتاب زندۂ

ذلیل تو تو قرآن کو چھوڑنے کی وجہ سے ہوا ہے اور شکوہ گردش دوراں کا کرتا ہے۔ شبنم کے قطرے کی طرح زمین پہ کیوں گرا ہوا ہے جبکہ تیری بغل میں وہ کتاب ہے جو ہمیشہ زندہ و سلامت رہے گی۔

ان اللّٰه یرفع بهذا الكتب اقواما و یضع به اٰخرین

بے شک اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے کئی قوموں کو (جو اس کی عظمت کو مان لیں

گی) عزت وسر بلندی عطا فرمائے گا اور کئی دوسروں کو (جو اس کی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیں گے) ذلیل ورسوا کرے گا

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

وہ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے

قرآن مجید میں غور وفکر نہ کرنے والوں کو یہ آیات پیش نظر رکھنی چاہئیں

وجعلنا علی قلوبھم اکنة ان یفقھوہ فی اٰذانھم وقرا (الاسراء) ان شر الدواب عنداللّٰہ الصم البکم الذین لا یعقلون (انفال) ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشة ضنکا ونحشرہ یوم القیمة اعمی (طٰہٰ)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا قرآن پاک کی مثال موسلا دھار بارش کی سی ہے جس طرح صلاحیت والی زمین پہ بارش ہو تو فصل اور گھاس کثرت سے اگتی ہے۔ گہری زمین میں پانی جمع ہو جاتا ہے جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں، پیتے بھی ہیں کھیتی باڑی بھی کرتے ہیں جبکہ پہاڑی علاقے میں نہ فصل اگتی ہے اور نہ ہی پانی جمع ہوتا ہے جس سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔

یہ مثال اس شخص کی ہے جس نے دین الٰہی میں سمجھ حاصل کی اور اسے شریعت نے فائدہ دیا۔ اس نے خود بھی علم حاصل کیا اور لوگوں کو بھی سکھلایا اور اس شخص کی بھی اس میں تمثیل پائی جاتی ہے جس نے دین الٰہی کی طرف توجہ تک نہ کی اور اس ہدایت الٰہی کو قبول نہ کیا۔ جس کا پیغامبر بنا کر مجھے دنیا کی طرف بھیجا گیا۔ اس روایت کو بخاری اور مسلم نے نقل کیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "لوگوں پر رحم کرو، تم پر رحم کیا جائے گا۔ دوسروں کی غلطیوں سے درگزر کرو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرما دے گا...... اس شخص کے لئے ہلاکت ہے جس کے قول وعمل میں تضاد پایا جاتا ہے اور ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جو جان بوجھ کر اپنے کئے پر اصرار کرتے ہیں۔"

یہ روایت مسند امام احمد کی ہے۔

نیز قرآن پاک نہ سمجھنے والوں پہ منافقت کا اندیشہ بھی ہے جیسا کہ فرمایا گیا ومنھم من یستمع الیك حتی اذا خرجوا من عندك (محمد: ۱۶) اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں یہاں تک کہ آپ کے پاس سے ہو کر جاتے ہیں تو قالوا للذین اوتوا العلم ماذا قال انفا ۔ اہل علم سے کہتے ہیں ابھی انہوں نے کیا کہا (ثابت ہوا کہ منافق قرآن سمجھنا ہی نہیں چاہتا)۔

ولقد ذرانا لجهنم کثیرا من الجن والانس لهم قلوب لایفقهون بها (الاعراف: ۱۷۹) ہم نے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لئے پیدا فرمائے۔ ان کے دل تو ہیں مگر سمجھتے نہیں ہیں۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہیں قبروں میں فتنہ دجال کی مانند آزمایا جائے گا۔ ہر ایک شخص سے پوچھا جائے گا کہ تم اس انسان کے متعلق کیا جانتے ہو؟ یقین سے آشنا مومن پکار اٹھے گا کہ یہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ ہمارے پاس واضح دلائل اور ہدایت لے کر آئے۔ ہم نے آپ کی دعوت کو قبول کیا۔ آپ پر ایمان لائے اور آپ کی پیروی کی تو اسے کہا جائے گا آرام سے سو جا جیسے دلہن سوتی ہے ہمیں پتہ چل گیا کہ تم مومن تھے۔ رہا شکی المزاج منافق کا معاملہ تو وہ کہے گا میں تو ان کے متعلق چنداں معلومات نہیں رکھتا۔ لوگوں کو ان سے متعلق جو کچھ کہتے سنا میں نے بھی کہہ دیا۔ بخاری اور مسلم نے اس روایت کو نقل کیا۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ نے آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ اب ایسا وقت قریب آ گیا کہ لوگوں سے علم چھین لیا جائے گا اور ان کے پلے کچھ باقی نہ رہے گا۔ زیاد بن لبید انصاری بولے ہم سے علم کیسے چھین لیا جائے گا جب کہ ہم نے قرآن پڑھا اور بخدا اسے پڑھتے رہیں گے۔ اپنی عورتوں اور اولاد کو پڑھاتے رہیں گے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ زیاد بڑے تعجب کی بات ہے۔ میں تو تمہیں فقہائے مدینہ میں شمار کرتا تھا۔ ذرا سوچو تورات اور انجیل یہود و نصاریٰ کو اب کیا فائدہ پہنچا رہی ہے۔ ترمذی نے اسے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جب یہ آیت نازل ہوئی۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِيفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُونَ ۝ (البقرة:۱۶۴)

(بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں، رات اور دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے میں اور کشتیوں میں جو دریا میں لوگوں کے فائدے کے لئے رواں ہیں اور بارش میں جس کو خدا آسمان سے برساتا اور اس سے زمین کو مرنے کے بعد زندہ (یعنی خشک ہوئے پیچھے سرسبز) کر دیتا ہے اور زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلانے میں اور ہواؤں کے چلانے میں اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان گھیرے رہتے ہیں عقل مندوں کے لئے (خدا کی قدرت کی) نشانیاں ہیں۔

تو آپ نے ارشاد فرمایا:۔

"ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جس نے اس آیت کی تلاوت کی اور اس میں غور وفکر نہ کیا۔"

یہ روایت صحیح ابن حبان میں منقول ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اس امت میں ایک ایسی قوم معرض وجود میں آئے گی کہ تم اپنی نماز کو ان کے بالمقابل حقیر سمجھو گے۔ وہ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے صاف اس طرح خارج ہو جائیں گے جس طرح نیزہ نشانے سے صاف پار گزر جاتا ہے۔ اس کی انی اور دستے کی طرف دیکھ کر گمان ہوتا ہے کہ اس پہ خون کا کوئی ذرہ تک نہیں لگا۔

بخاری اور مسلم نے اسے روایت کیا۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ قرآن مجید لے (سُر) کے ساتھ پڑھیں گے اور عبداللہ بن

عمر رضی اللہ عنہما انہیں بدترین مخلوق قرار دیتے۔

اور فرماتے کہ وہ کفار کے متعلق نازلہ آیات کو مومنین پر منطبق کرنے لگے۔

ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت منقول ہے۔ فرماتے ہیں:-

”جس سے کوئی دینی مسئلہ پوچھا گیا اور اس نے اسے چھپایا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے آگ کی لگام پہنائے گا۔“

قرآن مجید صرف رضائے الٰہی کے لئے پڑھا جائے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قرآن پڑھو اور اس سے اللہ پاک کی رضا طلب کرو۔ پہلے اس سے کہ ایک ایسی قوم آئے جو قرآن خوانی میں تکلف سے کام لے، جلد بازی کا مظاہرہ کرے اور اسے ٹھہر کے نہ پڑھے۔

ابوداؤد نے اسے نقل کیا۔

ابوداؤد میں سہل بن سعد کے واسطے سے بھی اس کی ہم معنی روایت منقول ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمران رضی اللہ عنہ کا گزر ایک ایسے آدمی کے پاس سے ہوا جو قرآن مجید سنا رہا تھا۔ جب فارغ ہوا تو لوگوں سے مانگنا شروع کر دیا تو حضرت عمران نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ پڑھا اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ جو قرآن پڑھے اسے چاہیئے کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے مانگے۔ عنقریب ایک ایسی قوم آئے گی جو قرآن پڑھے گی اور قرآن کو ذریعہ بنا کر لوگوں سے مانگے گی۔

امام احمد اور ترمذی نے اسے روایت کیا۔

اسی طرح ریاکاری کے لئے بھی قرآن پاک پڑھنا سخت نقصان دہ ہوگا بلکہ صحیح حدیث میں (جس میں ایک شہید ایک سخی اور ایک قرآن پڑھنے والے کے دوزخ میں سب سے پہلے جانے کا ذکر ہے) چنانچہ ریاکار قاری قرآن کے بارے میں یوں فرمایا گیا۔

بعدازاں اس شخص کو پیش کیا جائے گا جس نے علم حاصل کیا۔ دوسروں کو تعلیم دی اور قرآن پڑھا۔ اللہ پاک اسے اپنی نعمتیں جتائے گا تو وہ ان نعمتوں کو تسلیم کرے گا۔ پھر اللہ

پاک فرمائے گا تو ان نعمتوں کو کس کام میں لایا۔ تو وہ کہے گا میں نے علم سیکھا اور سکھلایا اور تیری رضا کے لئے قرآن پڑھا۔ اللہ پاک ارشاد فرمائے گا تو جھوٹا ہے تو نے علم اس لئے حاصل کیا کہ تمہیں عالم کہا جائے اور قرآن اس لئے پڑھا کہ قاری کا لقب مل جائے۔ تو یہ تمہیں نصیب ہو گیا پھر حکم ہو گا تو اسے اوندھے منہ جہنم رسید کر دیا جائے گا۔

اور پھر اس دولت مند انسان کو پیش کیا جائے گا جسے اللہ تعالیٰ نے فراوانی عطا کی اور مختلف اقسام کے مال ومتاع سے نوازا۔ اسے اللہ پاک اپنی نعمتیں جتائے گا تو وہ ان نعمتوں کو تسلیم کرے گا۔ پھر اللہ پاک پوچھے گا تو ان نعمتوں کو کس کام میں لایا تو وہ کہے گا۔ میں نے کوئی ایسی جگہ نہیں چھوڑی کہ جہاں خرچ کرنا تجھے پسند ہو اور میں نے وہاں خرچ نہ کیا ہو۔ اللہ پاک ارشاد فرمائے گا تو جھوٹا ہے تو نے تو اس لئے خرچ کیا کہ تمہیں سخی کہا جائے تو یہ کہا جا چکا پھر حکم ہو گا اور اسے اوندھے منہ گھسیٹ کر جہنم رسید کر دیا جائے گا۔ یہ مسلم شریف کی روایت ہے اور اس کا پہلا حصہ ریا کار شہید سے متعلق ہے۔

قرآن سے روگردانی کرنے کا انجام

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ۝ (السجدہ:۲۲)

اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جس کو اس کے پروردگار کی آیتوں سے نصیحت کی جائے تو وہ ان سے منہ پھیر لے ہم گنہگاروں سے ضرور بدلہ لینے والے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تکبر حق کو ناپسند گرداننے اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا نام ہے۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں یہ کبیرہ گناہ ہے کہ آدمی دوسرے کو کہتا ہے کہ اللہ سے ڈرو۔ اور دوسرا جواباً کہتا ہے اپنی تو خبر لو۔

بخاری شریف میں ابو واقد لیثی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے اور کچھ لوگ بھی آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک تین آدمی آئے دو تو رسول اللہ ﷺ کے پاس کھڑے ہو گئے اور ایک چل دیا۔ ایک نے محفل میں جگہ دیکھی تو [illegible] مجلس کے آخر میں جا بیٹھا اور تیسرا منہ پھیرتا ہوا چل دیا۔ رسول اللہ ﷺ

جب فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا کیا میں تمہیں تین اشخاص کے متعلق بتاؤں؟ ان میں سے ایک نے جگہ حاصل کرنے کی نیت کی۔ اللہ پاک نے اسے جگہ دے دی۔ دوسرا اشرمایا اللہ پاک نے بھی اس سے ویسا ہی سلوک کیا۔ تیسرے نے روگردانی کا مظاہرہ کیا اللہ تعالیٰ نے بھی اسے نظر انداز کر دیا۔

قتادہ رضی اللہ عنہ ذیل کی آیت کے متعلق فرماتے ہیں:۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ (لقمان:٦)

لوگوں میں بعض ایسے ہیں جو بے ہودہ حکایتیں خریدتے ہیں تاکہ (لوگوں کو) بے سمجھے خدا کے رستے سے گمراہ کریں۔

ممکن ہے کہ اس نے اس خریداری میں کوئی خرچ نہ کیا ہو۔

انسان کے گمراہ ہونے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ وہ باطل کو حق پر ترجیح دے۔

ہدایت قرآن سے ہی ملے گی

ہادی نہ ملے گا تمہیں قرآن سے بڑھ کر
دولت نہ ملے گی تمہیں ایمان سے بڑھ کر

ارشاد باری تعالیٰ ہے و من يعش عن ذكر الرحمن نقيض له شيطانا فهو له قرين (الزخرف) جو کوئی خدا کے ذکر (قرآن پاک) سے غافل ہوا ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں جو اس کا ساتھی ہو گا۔

حدیث شریف میں ہے آپ (ﷺ) نے فرمایا! میں تم میں دو اہم اور بھاری چیزیں چھوڑے جارہا ہوں۔ نمبرا۔ کتاب اللہ، جو ہدایت و نور کا سرچشمہ ہے اس پر عمل کرو اور اسے مضبوطی سے تھام لو۔ آپ (ﷺ) نے کتاب اللہ کی طرف خوب رغبت دلائی۔ نمبر۲۔ میرے اہل بیت۔ میں تمہیں ان کے احترام کی تلقین کرتا ہوں۔ ایک روایت میں ہے ایک کتاب اللہ ہے جو اللہ کی مضبوط رسی ہے جس نے اس کی پیروی کی وہ ہدایت پا گیا اور جس نے اس کو چھوڑ دیا وہ گمراہ ہو گیا۔ (رواہ مسلم عن زید بن ارقم)

اور مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک یہ روایت بھی منقول ہے۔فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دیتے تو یہ کلمات ضرور ارشاد فرماتے:-

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْىِ هَدْىُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ

اما بعد۔بہترین کلام اللہ کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔ بدترین امورِ بدعات ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔(بدعت کی مکمل تعریف و تقسیم ہماری کتاب شان مصطفیٰ بزبان مصطفیٰ بلفظ انا میں دیکھئے)

حضرت سعید بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہوا۔آپ نے اس کی ایک طویل مدت تک تلاوت کی۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کاش کہ آپ ان کے متعلق ہمیں بھی بتائیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی:-

الٓرٰ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِيْنِ (یوسف۔۱)

یہ کتابِ روشن کی آیات ہیں۔

تو آپ نے اس کی ایک مدت تک تلاوت کی۔

ابن ابی حاتم نے اس حدیث کو سند حسن کے ساتھ بیان کیا ہے۔انہوں نے مسعودی اور انہوں نے قاسم کے واسطے سے یہ بیان فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب اکتاہٹ محسوس کرنے لگے تو عرض کی یارسول اللہ علیہ السلام ہمیں کوئی حدیث بیان فرمائیں تو یہ آیت نازل ہوئی۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا (الزمر۔۲۳)

خدا نے نہایت اچھی باتیں نازل فرمائی ہیں (یعنی) کتاب (جس کی آیات) باہم ملتی جلتی ہیں۔

پھر اکتاہٹ محسوس کرنے لگے تو عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی حدیث بیان فرمائیں تو اللہ پاک نے یہ آیت نازل فرمادی۔

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ (الحدید:۱۶)

کیا ابھی تک مومنوں کے لئے اس کا وقت نہیں آیا کہ خدا کی یاد کرنے کے وقت ان

کے دل نرم ہو جائیں۔

عبید نے بعض تابعین سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

اس سے یہ ثابت ہوا کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ سے کوئی حدیث طلب کرتے تو آپ ان کی قرآن مجید کے ذریعے رہنمائی فرماتے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اپنی مجلس میں تقریباً ہر روز یہ بات کہا کرتے تھے۔ اللہ انصاف کرنے والا حاکم ہے۔ شکی المزاج تباہ ہو گئے۔ تمہارے بعد بہت سے فتنے سر اٹھائیں گے۔ مال و دولت کی فراوانی ہو گی۔ قرآن مجید کو کھولا جائے گا۔ مومن، منافق، عورتیں اور بچے اس کی تلاوت کریں گے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی یہ کہے۔ میں نے قرآن پڑھا۔ میرا خیال ہے یہ لوگ اس وقت تک میری بات نہیں مانیں گے جب تک میں کوئی نئی چیز اختراع نہ کروں۔ بدعت سے بچو، ہر بدعت گمراہی ہے۔ دانشمند کی کجروی سے بچو۔ بسا اوقات منافق بھی حق بات کہہ گزرتا ہے۔ حق بات کی قبول کر لو خواہ وہ تمہیں کہیں سے ملے۔ حق روشنی کا مینار ہے۔

ابوداؤد نے اسے روایت کیا۔

بیہقی نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حدیث لکھنے کا ارادہ کیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان سے اختلاف کیا (چونکہ یہ نزولِ قرآن کا زمانہ تھا) پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مہینہ بھر استخارہ کیا۔ پھر ارشاد فرمایا۔ مجھے تم سے پہلے ایک قوم کی تاریخ یاد آئی۔ انہوں نے کتابیں لکھیں۔ انہی پہ اکتفا کیا۔ اللہ کی کتاب کو چھوڑ دیا۔ میں اللہ کی کتاب کو قطعاً کسی چیز کے ساتھ خلط ملط نہیں کروں گا۔

بروز قیامت قرآن سے ملاقات کا منظر

قرآن مجید قیامت کے دن قبر کھلنے کے وقت پڑھنے والے کو دبلے پتلے انسان کی صورت میں ملے گا اور کہے گا کہ کیا تو مجھے پہچانتا ہے۔ وہ کہے گا میں تو نہیں پہچانتا۔ اس کی طرف سے جواب ملے گا میں تو تیرا ساتھی قرآن ہوں جس نے تجھے گرمی میں پیاسا رکھا اور رات کو جگائے رکھا۔ ہر تاجر اپنے مال تجارت کے ساتھ امیدیں وابستہ رکھتا ہے اور تو آج ہر

نوعیت کے مالِ تجارت کے سایہ میں ہے۔ اسے دائیں ہاتھ میں بادشاہت دی جائے گی اور بائیں ہاتھ میں خلد بریں کا پروانہ تھمایا جائے گا اور اس کے سر پر عزت و وقار کا تاج رکھا جائے گا۔ اس کے والدین کو دو ریشمی لباس پہنائے جائیں گے۔ دنیا والے تو انہیں کوئی مقام نہیں دیتے تھے۔ وہ تعجب سے پوچھیں گے کہ کس عمل کی بناء پر یہ لباس ہمیں پہنایا گیا۔ ان سے کہا جائے گا کہ تیرے بچے نے قرآن مجید کا علم حاصل کیا۔ پھر اس لڑکے سے کہا جائے گا کہ قرآن پڑھتے جاؤ اور جنت کے منازل طے کرتے جاؤ اور جب تک وہ پڑھتا جائے گا جنت کے درجات حاصل کرتا جائے گا۔ (مسند احمد عن بریدہ رضی اللہ عنہ)

جز بقرآں ضیغمی روباہی است — فقر قرآں اصل شاہنشاہی است
فقرِ قرآں اختلاط ذکر و فکر — فکر را کامل ندیدیم جز بذکر

ترجمہ: قرآن کے بغیر تو شیر نہیں لومڑی ہے، قرآن کی فقیری دراصل بادشاہی ہے۔ قرآن کا فقر ذکر و فکر میں مشغول رہنا ہے اور فکر ذکر سے مکمل ہوتا ہے۔

قرآنی اصلاحات

☆ اللہ

''اللہ'' خالق کائنات کے لئے اسم ذات کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور باقی تمام صفاتی اسماء کو اسی کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ وللّٰہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بھا (جو لوگ لفظ اللہ کو مشتق مانتے ہیں ان میں سے ایک گروہ کے نزدیک اس) لفظ اللہ کی اصل الہ ہے۔ اِلٰہ کے لفظ کا اطلاق دو معنوں پر ہوتا ہے ایک وہ معبود جس کی بالفعل بندگی و عبادت کی جا رہی ہو۔ دوسرے وہ معبود جو فی الحقیقت اس کا مستحق ہو کہ اس کی بندگی و عبادت کی جائے۔ اللہ تعالیٰ معبودِ حقیقی ہے۔ صرف اسی کی بندگی کی جانی چاہیے۔

☆ ایمان

افعال کے وزن پر امن سے ماخوذ مصدر ہے۔ معنی میں خبر دینے والے کی بات کا یقین کرنا اور بتانے والے کو سچا قرار دینا۔ گویا ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ جس پر ایمان

لایا جائے اسے تکذیب ومخالفت سے امن دے دیا جائے۔ نبی پر ایمان لانے کا بھی مطلب یہی ہے کہ اللہ کے رسول کی تعلیمات کے مطابق اللہ کے بارے میں اعتقاد رکھا جائے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی کے لئے اللہ کی رضا ہر دوسرے کی رضا پر مقدم ہو اور کسی چیز کی محبت بھی انسان کے دل میں یہ مرتبہ اور مقام حاصل نہ کرے کہ وہ اللہ کی محبت پر اسے قربان نہ کرسکتا ہو۔

والذین اٰمنوا اشد حبا للّٰہ (ایمان والے لوگ سب سے بڑھ کر اللہ کو محبوب رکھتے ہیں۔)

جو لوگ ایمان لاتے ہیں ان کا حامی و مددگار اللہ ہے اور وہ ان کو تاریکیوں سے روشنی میں نکال لاتا ہے۔ (البقرۃ:۲۵۷)

مراد یہ ہے کہ جہالت کی تاریکیاں جن میں انسان بھٹک کر اپنی فلاح وسعادت کی راہ سے دور نکل جاتا ہے اور حقیقت کے خلاف چل کر اپنی تمام قوتوں اور کوششوں کو غلط راستوں میں صرف کرنے لگتا ہے علم حق کی روشنی میں انسان اپنی اور کائنات کی حقیقت اور مقصد زندگی کو صاف صاف دیکھ کر صحیح راہِ عمل پر گامزن ہو جاتا ہے۔

سچے اہل ایمان تو وہی لوگ ہیں جن کے دل اللہ کا ذکر سن کر لرز جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیات ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔ وہ اپنے رب پر اعتماد رکھتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں ایسے ہی لوگ حقیقی مومن ہیں۔ ان کے لئے ان کے رب کے پاس بڑے درجے ہیں۔ قصوروں سے درگزر ہے اور بہترین رزق ہے۔ (انفال:۲ تا ۴)

☆ اسلام

افعال کے وزن پر مصدر ہے۔ معنی ہیں مسلمان ہونا، تابعداری کرنا۔ ان الدین عند اللّٰہ الاسلام ۔ (اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے) (آل عمران:۱۹)

یعنی اللہ کے نزدیک انسان کے لئے صرف ایک ہی نظام زندگی اور ایک ہی طریقہ حیات صحیح و درست ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان اللہ کو اپنا مالک و معبود تسلیم کرلے اور اس کی بندگی وغلامی میں اپنے آپ کو بالکل سپرد کردے اور اس کی بندگی بجالانے کا طریقہ خود نہ

ایجاد کرے بلکہ اس نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے سے جو ہدایت بھیجی ہے ہر کمی و بیشی کے بغیر صرف اسی کی پیروی کرے۔ اسی طرزِ فکر و عمل کا نام ''اسلام'' ہے اور یہ بات سراسر بجا ہے کہ کائنات کا خالق و مالک اپنی مخلوق اور رعیت کے لئے اس اسلام کے سوا کسی دوسرے طرزِ عمل کو جائز تسلیم نہ کرے۔ آدمی اپنی حماقت سے اپنے آپ کو دہریت سے لے کر شرک و بت پرستی تک ہر نظریے اور ہر مسلک کی پیروی کو جائز حقدار سمجھ سکتا ہے مگر فرمانروائے کائنات کی نگاہ میں تو یہ نری بغاوت ہے۔

اب کیا یہ لوگ اللہ کی اطاعت کا طریقہ (دین اللہ) چھوڑ کر کوئی اور (دین) چاہتے ہیں حالانکہ آسمان و زمین کی ساری چیزیں چار و ناچار اللہ ہی کی تابع فرمان (مسلم) ہیں اور اسی کی طرف سب کو پلٹنا ہے۔ (آل عمران:۸۳)

یعنی تمام کائنات اور کائنات کی ہر چیز کا دین تو یہی اسلام یعنی اللہ کی اطاعت و بندگی ہے۔ اب تم اس کائنات کے اندر رہتے ہوئے اسلام کو چھوڑ کر اور کون سا طریقہ زندگی تلاش کر رہے ہو۔

اس فرمانبرداری یعنی اسلام کے سوا جو شخص کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہے اس کا وہ طریقہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور آخرت میں وہ ناکام و نامراد رہے گا۔ (آل عمران)

اب کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا اور وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی پر چل رہا ہے۔ (کیا اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس نے ان باتوں سے کوئی سبق نہ لیا) (الزمر:۲۲)

کسی بات پر آدمی کا شرح صدر ہو جانا یا سینہ کھل جانا دراصل اس کیفیت کا نام ہے کہ آدمی کے دل میں اس بات کے متعلق کوئی خلجان یا تذبذب یا شک و شبہ باقی نہ رہے۔ اور اسے کسی خطرے کا احساس اور کسی نقصان کا اندیشہ بھی اس بات کو قبول اور اختیار کرنے میں مانع نہ ہو بلکہ پورے اطمینان کے ساتھ وہ یہ فیصلہ کر لے کہ یہ چیز حق ہے لہٰذا خواہ کچھ بھی ہو جائے مجھے اسی پر چلنا ہے۔ اس طرح کا فیصلہ کر کے جب آدمی اسلام کی راہ کو اختیار کر لیتا ہے تو خدا اور رسول کی طرف سے جو حکم بھی اسے ملتا ہے وہ اسے بکراہت نہیں بلکہ برضا و رغبت قبول کرتا ہے۔ کتاب و سنت میں جو جو عقائد و افکار اور جو اصول و قواعد بھی اس کے سامنے

آتے ہیں وہ انہیں اس طرح قبول کرتا ہے کہ گویا یہی اس کے دل کی آواز ہے۔ کسی ناجائز فائدے کو چھوڑنے پر اسے کوئی پچھتاوا لاحق نہیں ہوتا بلکہ وہ سمجھتا ہے کہ میرے لئے دوسرے سے کوئی فائدہ تھا ہی نہیں۔ الٹا ایک نقصان تھا جس سے بفضل خدا میں بچ گیا۔

☆ دین

دین کا لفظ عربی زبان میں متعدد مفہومات کا حامل ہے۔

ایک مفہوم ہے غلبہ و اقتدار، مالکانہ اور حاکمانہ تصرف، سیاست و فرماں روائی اور دوسروں پر فیصلہ نافذ کرنا۔

دوسرا مفہوم ہے اطاعت، فرمانبرداری اور غلامی۔

تیسرا مفہوم ہے وہ عادت اور طریقہ جس کی انسان پیروی کرے۔

اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے پوری جنس دین پر غالب کردے۔ (الفتح:۲۸)

دین کا لفظ عربی زبان میں اس نظامِ زندگی یا طریق زندگی کے لئے استعمال ہوتا ہے جسے قائم کرنے والے کو سند اور مطاع تسلیم کرکے اس کا اتباع کیا جائے۔ پس بعثت رسول ﷺ کی غرض اس آیت میں یہ بتائی گئی ہے کہ جس ہدایت اور دین کو وہ خدا کی طرف سے لائے ہیں اسے دین کی نوعیت رکھنے والے تمام طریقوں اور نظاموں پر غالب کردے۔ دوسرے الفاظ میں رسول کی بعثت کبھی اس غرض کے لئے نہیں ہوئی کہ جو نظامِ زندگی لے کر وہ آیا ہے وہ کسی دوسرے نظامِ زندگی کا تابع اور اس سے مغلوب بن کر اور اس کی دی ہوئی رعایتوں اور گنجائشوں میں سمٹ کر رہے بلکہ وہ بادشاہِ ارض و سماء کا نمائندہ بن کر آتا ہے اور اپنے بادشاہ کے نظامِ حق کو غالب دیکھنا چاہتا ہے اگر کوئی دوسرا نظام زندگی دنیا میں رہے بھی تو اسے خدائی نظام کی بخشی ہوئی گنجائشوں میں سمٹ کر رہنا چاہئے جیسا کہ جزیہ ادا کرنے کی صورت میں ذمیوں کا نظامِ زندگی رہتا ہے۔

☆ آخرت

عالم بقایا عالم آخرت۔ یعنی وہ عالم جو موجودہ زندگی کے بعد شروع ہوگا اسے آخرت کہا

ہی اس لئے جاتا ہے کہ وہ اس زندگی کے خاتمے کے بعد پیش آئے گا۔ قرآن کی اصطلاح میں یہ ایک جامع لفظ ہے جس کا اطلاق بہت سے عقائد کے مجموعے پر ہوتا ہے۔ اس میں حسب ذیل عقائد شامل ہیں:

۱۔ یہ کہ انسان اس دنیا میں غیر ذمہ دار نہیں ہے بلکہ اپنے تمام اعمال کے لئے خدا کے سامنے جوابدہ ہے۔

۲۔ یہ کہ دنیا کا موجودہ نظام ابدی نہیں ہے بلکہ ایک وقت پر جسے صرف اللہ ہی جانتا ہے اس کا خاتمہ ہو جائے گا۔

۳۔ یہ کہ اس عالم کے بعد خدا ایک دوسرا عالم بنائے گا اور اس میں پوری نوع انسانی کو جو ابتدائے آفرینش سے قیامت تک زمین پر پیدا ہوئی تھی بیک وقت دوبارہ پیدا کرے گا اور سب کو جمع کر کے ان کے اعمال کا حساب لے گا اور ہر ایک کو اس کے لئے کئے کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

۴۔ یہ کہ خدا کے اس فیصلے کی رو سے جو لوگ نیک قرار پائیں گے وہ جنت میں جائیں گے اور جو لوگ بد ٹھہریں گے وہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔

۵۔ یہ کہ کامیابی و ناکامی کا اصلی معیار موجودہ زندگی کی خوشحالی و بدحالی نہیں ہے بلکہ درحقیقت کامیاب انسان وہ ہے جو خدا کے آخری فیصلے میں کامیاب ٹھہرے اور ناکام وہ ہے جو وہاں ناکام ہو۔

☆ اقامت صلوٰۃ

اقامت مصدر ہے جس کے معنی ہیں سیدھا کرنا اور قائم رکھنا۔ قرآن کریم میں نماز قائم کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ نماز کو اس کی تمام شرائط کے ساتھ نہ صرف خود ادا کیا جائے بلکہ ایک ایسا نظام قائم کر دیا جائے کہ وہ اہل ایمان میں باقاعدگی کے ساتھ رائج ہو جائے۔ مسجدیں ہوں جمعہ اور جماعت کا اہتمام ہو، وقت کی پابندی کے ساتھ اذانیں دی جائیں۔ امام اور خطیب مقرر ہوں اور اس طرح لوگوں کو مسجد میں جانے اور نماز ادا کرنے کی عادت پڑ جائے۔

[illegible] قائم کرنے اور اسے قائم رکھنے کا جو حکم دیا گیا ہے اسے سے مراد بھی یہی

ہے کہ جب لوگ اسے تسلیم کر لیں تو پورا کا پورا دین ان میں عملاً رائج اور نافذ کر دیا جائے تاکہ اس کے مطابق عملدر آمد ہونے لگے اور ہوتا رہے اور دوسرے تمام طریقوں اور نظاموں پر غالب رہے۔

☆امانت

ہم نے اس امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو وہ اسے اٹھانے کے لئے تیار نہ ہوئے اور اس سے ڈر گئے مگر انسان نے اسے اٹھالیا......

(احزاب:۷۲)

اس جگہ امانت سے مراد وہی خلافت ہے جو قرآن کی رو سے انسان کو زمین میں عطا کی گئی ہے۔

☆عالم برزخ

برزخ کے معنی ہیں دو چیزوں کی درمیانی حد، روک، حائل، عالم برزخ، موت سے حشر تک کے عالم کا نام ہے۔

"بدبختی ہے کافروں کے لئے ہاں انہی کافروں کے لئے جو اپنے نفس پر ظلم کرتے ہوئے جب ملائکہ کے ہاتھوں گرفتار ہوتے ہیں تو فوراً ہتھیار ڈال دیتے ہیں اور کہتے ہیں ہم تو کوئی قصور نہیں کر رہے تھے۔ ملائکہ جواب دیتے ہیں کہ کیسے نہیں کر رہے تھے! اللہ تمہارے کرتوتوں سے خوب واقف ہے۔ اب جاؤ جہنم کے دروازوں میں گھس جاؤ۔ وہیں تم کو ہمیشہ رہنا ہے۔"

یہ آیت اور اس کے بعد والی آیت جس میں قبض روح کے بعد متقیوں اور ملائکہ کی گفتگو کا ذکر ہے۔ قرآن مجید کی ان متعدد آیات میں سے ہے جو صریح طور پر عذاب و ثواب قبر کا ثبوت دیتی ہے۔ حدیث میں قبر کا لفظ مجازاً عالم برزخ کے لئے استعمال ہوا ہے اور اس سے مراد وہ عالم ہے جس میں موت کی آخری ہچکی سے لے کر بعث بعد الموت کے جھٹکے تک انسانی ارواح رہیں گی۔

جسم سے علیحدہ ہو جانے کے بعد روح معدوم نہیں ہو جاتی بلکہ اس پوری شخصیت کے

ساتھ زندہ رہتی ہے جو دنیا کی زندگی کے تجربات اور ذہنی و اخلاقی اکتسابات سے بنی تھی اس حالت میں روح کے شعور، احساس، مشاہدات اور تجربات کی کیفیت خواب سے ملتی جلتی ہے۔

اور فرعون کے ساتھی بدترین پھیر میں آ گئے۔ دوزخ کی آگ ہے جس کے سامنے صبح و شام وہ پیش کیے جاتے ہیں اور جب قیامت کی گھڑی آئے گی تو حکم ہوگا کہ آل فرعون کو شدید تر عذاب داخل کرو۔ (المومن)

☆ امت وسط

امت کے معنی ہیں جماعت، طریقہ، مدت، ہر وہ جماعت جس میں کسی قسم کا کوئی رابطہ اشتراک موجود ہو۔ اسے امت کہا جاتا ہے اور امت وسط ایسی امت جو ہر اعتبار اور ہر معیار سے غایت اعتدال پر ہو، ہر کجی اور ہر افراط و تفریط سے پاک۔

اور اسی طرح ہم نے تمہیں امت وسط بنایا ہے تا کہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسول ﷺ تم پر گواہ ہو۔ (البقرہ:۱۴۳)

☆ تقویٰ

لغت میں تقویٰ کے معنی ہیں نفس کو اس چیز سے بچانا اور حفاظت میں رکھنا جس کا خوف لاحق ہو۔ قرآن کی اصطلاح میں نفس کو ہر اس چیز سے بچانے کا نام تقویٰ ہے جو گناہ کی طرف لے جائے۔

قرآن کریم کو ھُدًی لِلْمُتَّقِیْنَ کہا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن ہے تو سراسر ہدایت و رہنمائی مگر اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی میں سب سے پہلے یہ صفت پائی جاتی ہو کہ وہ پرہیز گار ہو۔ بھلائی اور برائی میں تمیز کرتا ہو۔ برائی سے بچتا ہو، بھلائی کا طالب ہو اور اس پر عمل کرنے کا خواہش مند ہو۔ گویا قرآن مجید سے استفادہ کے لئے اوّلین شرط تقویٰ ہے۔ رہے وہ لوگ جو دنیا میں جانوروں کی طرح جیتے ہیں جنہیں کبھی یہ فکر لاحق ہی نہیں ہوئی کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں وہ صحیح بھی ہے یا نہیں بس جدھر دنیا چل رہی ہو یا جدھر خواہش نفس دھکیل دے یا جدھر قدم اٹھ جائیں اسی طرف چل پڑتے ہوں تو ایسے لوگوں کے لئے قرآن میں کوئی رہنمائی نہیں ہے۔

☆توبہ

کے معنی ہیں، گناہ سے باز آنا، رجوع کرنا، توبہ کی توفیق دینا، توبہ قبول کرنا، مصدر ہے اور لازم و متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ علی کے صلہ کے ساتھ آتا ہے تو متعدی ہوتا اور معنی ہوتے ہیں' مہربان ہونا اور توجہ کی توفیق دینا، بغیر علیٰ کے آتا ہے تو لازم ہوتا ہے اور معنی ہوتے ہیں توبہ کرنا مثلاً ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوْا پھر ان کو توبہ کی توفیق دی تاکہ وہ توبہ کریں۔

بندہ کی طرف سے توبہ کے معنی یہ ہیں کہ وہ سرکشی اور حکم عدولی سے باز آ گیا اور طریق بندگی کی طرف پلٹ آیا۔ خدا کی طرف سے توبہ کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے شرمسار غلام کی طرف رحمت کے ساتھ متوجہ ہو گیا پھر سے نظر عنایت اس کی طرف مائل ہو گئی۔

☆عبادت

عبادت کے معنی ہیں بندگی اور غلامی۔ اس میں تین مفہوم شامل ہیں۔

پہلا مفہوم یہ ہے کہ آدمی خدائے واحد کا شکرگزار ہو اسی سے دعائیں مانگے اور اسی کے آگے محبت وعقیدت سے سر جھکائے۔

دوسرا مفہوم اس میں یہ شامل ہے کہ خداوند عالم جو حقیقت انسان کا مالک اور آقا ہے اس کا بندہ اور غلام بن کر رہے اس کے مقابلے میں خودمختارانہ رویہ اختیار نہ کرے اور کسی اور کی ذہنی یا عملی غلامی قبول نہ کرے اور

تیسرا مفہوم اس میں یہ شامل ہے کہ آدمی اس فرمانروائے مطلق کے حکم کی اطاعت اور اس کے قانون کی پیروی کرے نہ خود اپنا حکمران بنے اور نہ اس کے سوا کسی دوسرے کی حاکمیت تسلیم کرے۔

ارشادِ خداوندی ہے۔

میں نے جن اور انسان کو اس کے سوا اور کسی غرض کے لئے پیدا نہیں کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔ (الذاریات:۵۶)

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

اے بنی آدم کیا میں نے تم کو تاکید نہ کی تھی کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا، وہ تمہارا

کھلا دشمن ہے اور میری عبادت کرنا۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔ (یٰسین: ۶۰-۶۱)

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

کہو، مجھے اس سے منع کیا گیا ہے کہ میں اپنے رب کو چھوڑ کر ان کی عبادت کروں جنہیں تم اللہ کے بجائے پکارتے ہو۔ جب کہ میرے رب کی طرف سے میرے پاس بینات بھی آچکی ہیں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں رب العالمین کے آگے سر تسلیم خم کروں۔
(المومن: ۶۶)

پس ضروری ہے اور بندگی کا تقاضا ہے کہ آدمی ہوش سنبھالنے کے بعد سے مرتے دم تک اللہ کے قانون پر چلے اور اس کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرے۔ اللہ کی اس عبادت کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ یہ ہر وقت ہونی چاہئے اور اس کے لئے کوئی شکل بھی متعین نہیں ہے بلکہ ہر کام اور ہر شکل میں اسی کی عبادت ہونی چاہئے۔ جب آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ فلاں وقت وہ خدا کا بندہ ہے اور فلاں وقت اس کا بندہ نہیں ہے تو یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ فلاں وقت خدا کی بندگی و عبادت کے لئے ہے اور فلاں وقت اس کی بندگی اور عبادت کے لئے نہیں ہے۔

☆ جہاد فی سبیل اللہ

اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔ (الحج: ۷۸)

جہاد کا لفظ جدوجہد، کش مکش اور انتہائی سعی و کوشش کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ پھر اس میں یہ مفہوم بھی شامل ہے کہ مزاحمت کرنے والی کچھ طاقتیں ہیں جن کے مقابلے میں یہ جدوجہد مطلوب ہے اور اس کے ساتھ فی اللہ کی قید یہ متعین کر دیتی ہے کہ مزاحمت کرنے والی طاقتیں وہ ہیں جو اللہ کی بندگی اور اس کی رضا جوئی میں اور اس کی راہ پر چلنے میں مانع ہیں اور جدوجہد کا مقصود یہ ہے کہ ان کی مزاحمت کو شکست دے کر آدمی خود بھی اللہ کی ٹھیک ٹھیک بندگی کرے اور دنیا میں اس کا کلمہ بلند اور کفر والحاد کے کلمے پست کر دینے کے لئے جان لڑا دے۔ اس مجاہدے کا اوّلین ہدف آدمی کا اپنا نفس امارہ ہے۔ جو آدمی کو ایمان و اطاعت کی راہ سے ہٹانے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔

☆ذکر

ذکر کا لفظ قرآن میں اصطلاحاً کلامِ الٰہی کے لئے استعمال ہوا ہے جو سراسر نصیحت بن کر آتا ہے۔ پہلے جتنی کتابیں انبیاء پر نازل ہوئی تھیں اور یہ قرآن بھی ذکر ہے۔

بلاشبہ ہم نے اس ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔(الحجر)

ذکر کے اصل معنی ہیں یاد کرنا، یاد دلانا ہوشیار کرنا اور نصیحت کرنا۔

وہ لوگ جو ایمان لائے ان کے دلوں کو اللہ کی یاد سے اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ خبردار رہو اللہ کی یاد ہی وہ چیز ہے جس سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔(الرعد:۲۸)

ایمان اور تلاوتِ قرآن سے ایمان والوں کے دلوں میں یقین کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ شبہات اور شیطانی وساوس دور ہوتے ہیں اور سکون و اطمینان میسّر آتا ہے۔ ایک طرف حق تعالیٰ کی عظمت و مہابت دلوں میں خوف و خشیت پیدا کرتی ہے تو دوسری طرف لامحدود رحمت و مغفرت کا ذکر قلبی سکون و راحت کا سامان بہم پہنچاتا ہے۔ غرض ان کے دل ہر طرف سے ٹوٹ کر ایک خدا کی طرف لگ جاتے ہیں اور ذکر اللہ کا نور ان کے دلوں سے ہر طرح کی دینوی وحشت و گھبراہٹ کو دور کر دیتا ہے۔(ماخوذ از قرآن نمبر)

اقبال کہتے ہیں

فاش گویم آنچہ در دل مضمر است
ایں کتابے نیست چیزے دیگر است
چو بجاں در رفت جاں دیگر شود
جاں چو دیگر شد جہاں دیگر شود
مثلِ حق پنہاں وہم پیداست ایں
زندہ و پائندہ و گویاست ایں

میں اپنے دل کی بات تجھے صاف صاف بتا دیتا ہوں کہ یہ قرآن صرف کتاب ہی نہیں بلکہ ایک اور چیز بھی ہے کہ جب جان میں اترتی ہے تو ایک دوسری جان پیدا ہو جاتی ہے جب جان بدلتی ہے تو جہان بھی بدل جاتا ہے جس رب العالمین کا کلام ہے اس کی صفت ظاہر و باطن کے جلوے کی شان رکھتی ہے۔ زندہ بھی ہے، ہمیشہ رہنے والی بھی ہے اور بولنے والی بھی ہے۔

تراجم قرآن اور شانِ کنزالایمان

مترجم امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن

ذیل میں بطور نمونہ چند آیات مبارکہ کا ترجمہ مختلف مترجمین کے تراجم سے پیش کیا جا رہا ہے، جس سے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ کے ترجمۂ قرآن کنزالایمان کی امتیازی شان نکھر کر سامنے آ جائے گی اور دیگر تراجم کی کمزوریاں بھی واضح ہو جائیں گی اور یہ حقیقت کھل کر سامنے آ جائے گی کہ علماء اہل سنت آخر کیوں ترجمۂ کنزالایمان ہی پڑھنے پر زور دیتے ہیں۔ پہلے بسم اللہ شریف کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ترجمہ: شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔ (شاہ عبدالقادر)

...... شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے۔ (شاہ رفیع الدین)

......شروع اللہ نہایت رحم کرنے والے بار بار رحم کرنیوالے کے نام سے۔ (عبدالماجد دریابادی)

......شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں۔ (اشرف علی تھانوی)

......اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔ (اعلیٰ حضرت)

(تمام اُردو ترجمے ملاحظہ کیجئے ...... سب نے اِسی طرح ترجمہ کیا ہے۔ "شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے۔ یا شروع ساتھ نام اللہ کے"۔ چنانچہ مترجم کا قول خود اپنی زبان سے غلط ہو گیا۔ کیونکہ شروع کرتا ہوں' سے ترجمہ شروع کیا ہے اللہ کے نام سے شروع نہیں کیا۔ اِس پر طرہ یہ کہ تھانوی صاحب نے آخر میں "ہیں" بڑھا دیا کیا کوئی اُن کے تلامذہ یا معتقدین میں سے بتائے گا کہ "ہیں" کس لفظ کا ترجمہ ہے۔)

آیت نمبر ا

ولما يعلم الله الذين جاهدوا منكم (پ ۴ آل عمران: ۱۴۲)

ترجمہ: اور ابھی معلوم نہیں کیے اللہ نے جو لڑنے والے ہیں تم میں۔ (شاہ عبدالقادر)

......حالانکہ ابھی خدا نے تم میں سے جہاد کرنے والوں کو تو اچھی طرح معلوم کیا ہی نہیں۔ (فتح محمد جالندھری)

......وہنوز تمیز نساختہ است خدا آں را کہ جہاد کردہ اند از شما۔ (شاہ ولی اللہ)

......حالانکہ ابھی اللہ نے اُن لوگوں کو تم میں سے جانا ہی نہیں جنہوں نے جہاد کیا۔ (عبدالماجد دریابادی)

......اور ابھی تک اللہ نے نہ تو اُن لوگوں کو جانچا جو تم میں سے جہاد کرنے والے ہیں۔ (ڈپٹی نذیر احمد)

......حالانکہ ہنوز اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تو دیکھا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا ہو۔ (اشرف علی تھانوی)

......اور ابھی تک معلوم نہیں کیا اللہ نے جو لڑنے والے ہیں تم میں۔ (محمود الحسن)

......اور ابھی اللہ نے تمہارے غازیوں کا امتحان نہ لیا۔ (اعلیٰ حضرت)

(جب اللہ تعالیٰ ہر وقت علیم بذات الصدور اور خبیر و بصیر ہے تو پھر یہ ترجمہ کرنے کا کیا جواز بنتا ہے کہ ابھی اللہ نے معلوم نہیں کیا کہ کون کیسا ہے)

آیت نمبر۲

ویمکرون ویمکر اللّٰہ واللّٰہ خیر المٰکرین (پ۹ انفال:۳۰)

ترجمہ: اور وہ بھی فریب کرتے تھے اور اللہ بھی فریب کرتا تھا اور اللہ کا فریب سب سے بہتر ہے۔ (شاہ عبدالقادر)

...... اور مکر کرتے تھے وہ اور مکر کرتا تھا اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ نیک مکر کرنے والوں کا ہے۔ (شاہ رفیع الدین)

...... وایشاں بدسگالی می کردند و خدا بدسگالی می کرد (یعنی بایشاں) و خدا بہترین بدسگالی کنندگان است۔ (شاہ ولی اللہ)

...... وہ بھی داؤ کرتے تھے اور اللہ بھی داؤ کرتا تھا اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے۔ (محمود الحسن)

...... اور حال یہ کہ کافر اپنا داؤ کر رہے تھے۔ اور ادا اپنا داؤ کر رہا تھا اور اللہ سب داؤ کرنے

والوں سے بہتر داؤ کرنے والا ہے۔(ڈپٹی نذیر احمد)

...... اور وہ تو اپنی تدبیر کر رہے تھے اور اللہ میاں اپنی تدبیر کر رہے تھے اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا اللہ ہے۔(اشرف علی تھانوی)

...... اور وہ اپنا سا مکر کرتے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر۔(اعلیٰ حضرت)

(کیا مکر و فریب کرنے والے کو مکار اور فریبی نہیں کہتے؟ تو کیا ہمارا اللہ مکار و فریبی ہے۔(نعوذ باللہ) اور کیا اللہ تعالیٰ کے لئے ''میاں'' کا لفظ بولنا درست ہے؟)

آیت نمبر ۳

ووجدك ضآلًا فهدٰى (پ ۳۰ سورۃ والضحیٰ: ۷)

ترجمہ: اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ دی۔(شاہ عبدالقادر)

...... اور پایا تجھ کو راہ بھولا ہوا پس راہ دکھائی۔(شاہ رفیع الدین)

...... ویافت ترا راہ گم کردہ یعنی شریعت نمی دانستی پس راہ نمود۔(شاہ ولی اللہ)

...... اور آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بتایا۔(عبدالماجد دریابادی)

...... اور تم کو دیکھا کہ راہِ حق کی تلاش میں بھٹکے بھٹکے پھر رہے ہو تو تم کو دینِ اسلام کا سیدھا راستہ دکھا دیا۔(ڈپٹی نذیر احمد)

...... اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو شریعت سے بے خبر پایا سو آپ کو شریعت کا راستہ بتلا دیا۔ (اشرف علی تھانوی)

...... اور تم کو بھٹکا ہوا پایا اور منزل مقصود تک پہنچایا۔(مقبول دہلوی شیعہ)

...... اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔(اعلیٰ حضرت)

(جس قوم کا نبی ہی بھٹک جائے وہ قوم کہاں ہدایت یافتہ ہو سکتی ہے اور ہمارا نبی تو وہ ہے جو صرف نبی ہی نہیں امام الانبیاء ہے جس کے بارے میں اسی آیت سے چند آیات پہلے فرمایا جا رہا ہے۔

ما ودعك ربك وما قلٰى وللاٰخرة خيرٌ لك من الاولٰى تمہیں تمہارے رب

نے نہ چھوڑا اور نہ مکروہ جانا اور بے شک پچھلی تمہارے لئے پہلی سے بہتر ہے۔الخ اس کے فوراً بعد ہی رسولِ ذیشان کی گمراہی کا ذکر کیسے آ گیا۔آپ خود غور کریں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اگر کسی لحظہ گمراہ ہوتے تو راہ پر کون ہوتا۔یا یوں کہیے کہ جو خود گمراہ رہا ہو' بھٹکتا رہا ہو' راہ بھولا ہوا ہو' وہ ہادی کیسے ہوسکتا ہے؟

اور خود قرآنِ مجید میں نفی ضلالت کی صراحت موجود ہے۔ ماضل صاحبکم وما غوٰی۔ (پ ۲۷' سورۂ نجم آیت ۲)

آپ کے صاحب (نبی کریم ﷺ) نہ گمراہ ہوئے اور نہ بے راہ چلے۔جب ایک مقام پر ربّ کریم گمراہ اور بے راہ ہونے کی نفی فرما رہا ہے تو دوسرے مقام پر خود ہی کیسے گمراہ اِرشاد فرمائے گا؟)

یاد رہے! کہ آیت مذکورہ میں لفظ "ضآلًا" استعمال ہوا ہے۔اس کے مشہور معنی گمراہی اور بھٹکنا ہیں۔چنانچہ بعض اہل قلم نے مخاطب پر نوکِ قلم کے بجائے خنجر پیوست کردیا۔یہ نہ دیکھا کہ ترجمہ میں کس کو راہ گم کردہ' بھٹکتا' بے خبر' راہ بھولا کہا جارہا ہے۔رسولِ کریم ﷺ کی عصمت باقی رہتی ہے یا نہیں' اِس کی کوئی پرواہ نہیں۔کاش یہ مفسرین تفاسیر کا مطالعہ کرنے کے بعد ترجمہ کرتے یا کم از کم اِس آیت کا سیاق وسباق (اوّل وآخر) ہی بغور دیکھ لیتے۔ اندازِ خطاب باری تعالیٰ پر ہی نظر ڈال لیتے۔)

آیت نمبر۴

انا فتحنا لك فتحا مبينا ليغفرلك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر۔ (پ ۲۶' الفتح:۱)

ترجمہ: ہم نے فیصلہ کردیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تا معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔(شاہ عبدالقادر)

......تحقیق فتح دی ہم نے تجھ کو فتح ظاہر تو کہ بخشے واسطے تیرے خدا جو کچھ ہوا تھا پہلے گناہوں سے تیرے اور جو کچھ پیچھے ہوا۔(شاہ رفیع الدین)

...... ہر آئینہ' حکم کردیم برائے تو بفتح ظاہر عاقبت فتح آنست کہ بیامرز ترا خدا آنچہ کہ سابق

گذشت از گناہِ تو و آنچہ پس ماند۔ (شاہ ولی اللہ)

...... بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی تا کہ اللہ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف کر دے۔ (عبدالماجد دریابادی)

...... اے پیغمبر یہ حدیبیہ کی صلح کیا ہوئی در حقیقت ہم نے تمہاری کھلم کھلا فتح کرا دی تا کہ تم اِس فتح کے شکریہ میں دین حق کی ترقی کے لئے اور زیادہ کوشش کرو اور خدا اس کے صلہ میں تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دے۔ (ڈپٹی نذیر احمد)

...... بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما دے۔ (اشرف علی تھانوی)

...... اے محمد! ہم نے تم کو فتح دی، فتح بھی صریح و صاف تا کہ خدا تمہارے اگلے پچھلے گناہ بخش دے۔ (فتح محمد جالندھری، محمود الحسن دیوبندی)

...... بے شک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح فرما دی تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔ (اعلیٰ حضرت)

(جب اللہ کا ہر نبی نبوت سے پہلے بھی معصوم اور صغیرہ گناہ سے بھی پاک ہوتا ہے تو پھر امام الانبیاء والرسل کے اگلے اور پچھلے گناہ کہاں سے آ گئے۔ استغفر اللہ کیا ان حضرات کو لک میں لام سببیہ دکھائی نہیں دی؟)

آیت نمبر ۵

فان یشآء اللّٰه یختم علٰی قلبك (پ ۲۵، شوریٰ، آیت ۲۴)

ترجمہ: پس اگر خواہد خدا مہر نہد بر دِل تو (شاہ ولی اللہ) اگر خدا چاہے تو اے محمد تمہارے دل پر مہر لگا دے۔ (فتح محمد جالندھری)

...... پس اگر چاہتا اللہ، مہر رکھ دیتا اُوپر دِل تیرے کے۔ (شاہ رفیع الدین)

...... سو اگر اللہ چاہے مہر کر دے تیرے دِل پر۔ (شاہ عبدالقادر)

...... تو اگر اللہ چاہے تو آپ کے قلب پر مہر لگا دے۔ (عبدالماجد دریابادی)

...... سو خدا اگر چاہے تو آپ کے دِل پر بند لگا دے (یعنی دل پر مہر لگا دے) (اشرف علی تھانوی)

......اور اگر اللہ چاہے تو تمہارے دل پر اپنی رحمت وحفاظت کی مہر لگادے۔ (اعلیٰ حضرت)

(جب اللہ تعالیٰ نے کافروں کے دلوں پر یہ فرما کر (ختم اللّٰہ علیٰ قلوبھم) مہر لگادی تو کیا اپنے محبوب علیہ السلام کے دل پر بھی وہی مہر لگانے کی بات فرمادی اور کیا اپنی حفاظت اور رحمت کی مہر مراد نہیں ہو سکتی تاکہ ترجمہ بھی ہو جائے اور تحفظ ناموس رسالت بھی)

آیت نمبر ۶

ولئن اتبعت اھوآئھم من بعد ما جآءك من العلم انك اذا لمن الظّٰلمین

(پ ۲ ٗ سورہ بقرہ ٗ آیت ۱۴۵)

ترجمہ: اور کبھی چلا تو اُن کی پسند پر بعد اُس علم کے جو تجھ کو پہنچا تو تیرا کوئی نہیں اللہ کے ہاتھ سے حمایت کرنے والا نہ مددگار۔ (شاہ عبدالقادر)

...... اور اگر پیروی کرے گا تو خواہشوں ان کی پیچھے اس چیز سے کہ آئی تیرے پاس علم سے نہیں واسطے تیرے اللہ سے کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار۔ (شاہ رفیع الدین)

...... اگر پیروی کردی آرزو ہائے باطل ایشاں را پس آنچہ آمدہ بتواز دانش نہ باشد ترا برائے خلاص از عذاب خدا ہیچ دوستی و نہ یارے دہند۔ (شاہ ولی اللہ)

...... اور اگر آپ بعد اس علم کے جو آپ کو پہنچ چکا ہے اُن کی خواہشوں کی پیروی کرنے لگے تو آپ کے لئے اللہ کی گرفت کے مقابلے میں نہ کوئی یار ہوگا نہ مددگار۔

(عبدالماجد دریابادی)

...... اور اے پیغمبر اگر تم اس کے بعد کہ تمہارے پاس علم یعنی قرآن آ چکا ہے ان کی خواہشوں پر چلے تو پھر تم کو خدا کے غضب سے بچانے والا نہ کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار۔ (ڈپٹی نذیر احمد و فتح محمد جالندھری)

...... اور اگر آپ اِتباع کرنے لگیں ان کے غلط خیالات کا علم قطعی ثابت بالوحی آ چکنے کے بعد تو آپ کا کوئی خدا سے بچانے والا نہ یار نکلے نہ مددگار۔ (اشرف علی تھانوی)

......اور (اے سننے والے کسے باشد) اگر تو ان کی خواہشوں پر چلا بعد اس کے کہ تجھے علم مل

چکا تو اُس وقت تو ضرور ستم گار ہوگا۔(اعلیٰ حضرت)

(جس محبوب کو اللہ تعالیٰ نے یٰسین طٰہٰ ' مزمل و مدثر کے پیارے القابات عطا فرمائے اور جس کا دفاع کافروں کی طعنہ زنی سے خود فرمایا (ذرنی والمکذبین) جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نام لے کر نہیں بلایا کیا اسی محبوب کو اللہ تعالیٰ اس انداز سے خطاب فرما رہا ہے جو انداز اعلیٰ حضرت کے علاوہ دیگر مترجمین نے اپنایا ہے)

آیت نمبر ۷

ما کنت تدری ما الکتب والایمان (پ ۲۵ ' شوریٰ ' آیت ۵۲)

ترجمہ: تو نہ جانتا تھا کہ کیا ہے کتاب اور نہ ایمان۔(شاہ عبدالقادر)

...... تم نہ تو کتاب کو جانتے تھے اور نہ ایمان۔(فتح محمد جالندھری)

...... نہ جانتا تھا تو کیا ہے کتاب اور نہ ایمان۔(شاہ رفیع الدین)

...... نمی دانستی کہ چیست کتاب ونمی دانستی کہ چیست ایمان۔(شاہ ولی اللہ)

...... تمہیں کچھ پتہ نہ تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے۔(ابوالاعلیٰ مودودی)

...... آپ کو نہ یہ خبر تھی کتاب کیا چیز ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا چیز ہے۔(عبدالماجد دریابادی)

...... آپ کو نہ یہ خبر تھی کہ کتاب (اللہ) کیا چیز ہے اور نہ یہ خبر تھی کہ ایمان کا انتہائی کمال کیا چیز ہے۔(اشرف علی تھانوی)

...... اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے نہ احکامِ شرع کی تفصیل۔(اعلیٰ حضرت)

(جو نبی اپنی والدہ ماجدہ ' طیبہ طاہرہ کے بطن اقدس میں رہ کر لوح محفوظ پہ چلتے قلم کی آواز اپنے کانوں سے سنتا ہے اور ما کان وما یکون کا علم رکھتا ہے وعلمك مالم تکن تعلم کی علمی شان کا مالک ہے وہ ایمان کے بارے میں بھی نہیں جانتا تھا؟)

آیت نمبر ۸

لا اقسم بھذا البلد (پ ۳۰ سورۃ بلد ' آیت ۱)

ترجمہ: قسم کھاتا ہوں اس شہر کی اور تجھ کو قید نہ رہے گی اس شہر میں۔(شاہ عبدالقادر)

...... قسم کھاتا ہوں میں اس شہر کی اور تو داخل ہونے والا ہے بیچ اس شہر کے۔(شاہ رفیع الدین)

...... قسم می خورم بایں شہر۔ (شاہ ولی اللہ)

...... میں قسم کھاتا ہوں اس شہر مکہ کی۔ (اشرف علی تھانوی)

...... میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی۔ (عبدالماجد دریابادی)

...... قسم کھاتا ہوں اُس شہر کی۔ (محمود الحسن)

...... ہم اِس شہر مکہ کی قسم کھاتے ہیں۔ (ڈپٹی نذیر احمد)

...... نہیں، میں قسم کھاتا ہوں، اِس شہر کی۔ (مودودی)

...... مجھے اِس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اِس شہر میں تشریف فرما ہو۔ (اعلیٰ حضرت)

(جب اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وھو یطعم ولا یطعم۔ وہ کھلاتا ہے کھاتا نہیں ہے تو پھر کھانے کی نسبت اللہ کی طرف کر کے۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز کو اپنے محاورے میں لانے کی کوئی گنجائش ہے؟)

آیت نمبر ۹

ایاك نعبد وایاك نستعین۔ (پ ۱ سورہ فاتحہ آیت ۴)

ترجمہ: ترا می پرستم واز تو مدد می طلبم۔ (شاہ ولی اللہ)

...... ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ (فتح محمد جالندھری)

...... تجھ ہی کو عبادت کرتے ہیں ہم اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں ہم۔

(شاہ رفیع الدین ومحمود الحسن)

...... ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے درخواستِ اعانت کرتے ہیں۔

(اشرف علی تھانوی)

...... ہم تجھی کو پوجیں اور تجھی سے مدد چاہیں۔ (اعلیٰ حضرت)

(سب کے نزدیک سورۂ فاتحہ دعا ہے اور دعا کا تعلق خبر کے ساتھ نہیں بلکہ انشاء کے ساتھ ہے جبکہ اعلیٰ حضرت کے علاوہ سب نے خبر والا ترجمہ کیا ہے)۔

آیت نمبر ۱۰

یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ (پ ۱۰ سورۂ انفال - آیت ۶۴)

ترجمہ: اے نبی (شاہ عبدالقادر)

...... اے نبی (عبدالماجد دریابادی)

...... اے پیغامبر (شاہ ولی اللہ)

...... اے پیغمبر (ڈپٹی نذیر احمد)

...... اے نبی (شاہ رفیع الدین)

...... اے نبی (اشرف علی تھانوی)

...... اے غیب کی خبریں بتانے والے ...... (اعلیٰ حضرت)

(جب قرآن مجید کے تمام الفاظ کا ترجمہ کیا جاتا ہے تو پھر لفظ نبی کا ترجمہ کیوں نہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ اس لفظ کا صحیح ترجمہ کرنے کی وجہ سے عقیدۂ علم غیب پر روشنی پڑتی نظر آتی ہے جس سے آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔ مفردات راغب میں نبی کا ترجمہ یہ کیا گیا ہے۔

والنبوة سفارة بين الله و بين ذوی العقول من عباده لا زاحة علتهم في امر معادهم ومعاشهم والنبي لكونه منبأ بما تسكن اليه العقول الزكية وهو يصح ان يكون فعيلا ' بمعنى فاعل لقوله بناء عبادی الخ۔

نبوت اللہ تعالیٰ اور اُس کے ذوِی العقول بندوں کے درمیان سفارت کو کہتے ہیں تا کہ اُن کی آخرت اور دُنیا کی تمام معاشی بیماریوں کو دُور کیا جائے اور نبی خبر دیا ہوا ہوتا ہے ایسی باتوں کا جن پر صرف عقل سلیم اطمینان کرتی ہے۔ اور یہ لفظ اسم فاعل بھی صحیح ہے اس لئے کہ بناء کا حکم آیا ہے)

آیت نمبر ۱۱

وما اهل به لغير الله (پ۲ سورۂ بقرہ آیت ۱۷۳)

ترجمہ: اور جس پر نام پکارا اللہ کے سوا کا۔ (شاہ عبدالقادر)

...... اور جس جانور پر نام پکارا جائے اللہ کے سوا کسی اور کا۔ (محمود الحسن)

...... اور جو کچھ پکارا جائے اُوپر اُس کے واسطے غیر اللہ کے۔ (شاہ رفیع الدین)

...... وآنچہ نام غیر خدا بوقتِ ذبح او یاد کردہ شود۔ (شاہ ولی اللہ)

...... اور جو جانور غیر اللہ کے لئے نامزد کر دیا گیا ہو۔ (عبدالماجد دریابادی، اشرف علی تھانوی)

...... اور جس چیز پر خدا کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے حرام کر دیا ہے۔ (فتح محمد جالندھری)

...... اور وہ جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا ہو۔ (اعلیٰ حضرت)

(کیا ہر وہ شئی جس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے وہ حرام ہو جاتی ہے؟ اس طرح تو دنیا میں کوئی شئی بھی حلال نہ رہے گی۔ اور اگر جانور پر بھی بوقت ذبح کی قید نہ لگائی جائے تو بھی خرابی لازم آئے گی کیونکہ ہر جانور پر زندگی میں اس کے مالک ہی کا نام پکارا جاتا ہے۔ تو کیا ہر جانور حرام ہو گیا؟)

آیت نمبر ۱۲

ان المنافقين يخادعون الله وهو خادعهم (پ ۵ سورۂ نساء آیت ۱۴۱)

ترجمہ: منافقین دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور اللہ بھی اُن کو دغا دے گا۔

(ترجمہ عاشق الٰہی میرٹھی، شاہ عبدالقادر، مولانا محمود الحسن)

...... اور اللہ فریب دینے والا ہے اُن کو۔ (شاہ رفیع الدین)

...... خدا اُن ہی کو دھوکا دے رہا ہے۔ (ڈپٹی نذیر احمد)

...... اللہ اُنہیں کو دھوکہ میں ڈالنے والا ہے۔ (فتح محمد جالندھری)

...... وہ اُن کو فریب دے رہا ہے۔

(نواب وحید الزمان غیر مقلد و مرزا حیرت غیر مقلد دہلوی و سیّد فرمان علی شیعہ)

...... بیشک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں اور وہی ان کو غافل کر کے مارے گا۔ (اعلیٰ حضرت)

(کیا کوئی منافق اللہ کو فریب دے سکتا ہے اور کیا جواب میں اللہ بھی ان کو دغا و فریب دے گا؟ کیا اللہ کی یہ شان ہو سکتی ہے کہ وہ فریب اور دغا دے)

آیت نمبر ۱۳

نسو الله فنسيهم (پارہ ۱۰، سورۂ توبہ آیت ۶۷)

"یہ لوگ اللہ کو بھول گئے اور اللہ نے اُن کو بھلا دیا۔ (فتح محمد جالندھری' ڈپٹی نذیر احمد)

وہ اللہ کو بھول گئے اللہ اُن کو بھول گیا۔

(شاہ عبدالقادر' شاہ رفیع الدین' شیخ محمود الحسن دیوبندی)

(وہ اللہ کو چھوڑ بیٹھے تو اللہ نے انہیں چھوڑ دیا۔ (اعلیٰ حضرت)

(کیونکہ بھول جانا یا بھلا دینا کے الفاظ اللہ تعالیٰ کی ذات کے شایاں نہیں بھول میں تو علم کی نفی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ تو ہر وقت عالم الغیب والشھادۃ ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر اپنی ذات سے یہ کہہ کر بھولنے کی نفی بھی فرمادی ہے۔ وما کان ربك نسیا ۔ اور تیرا رب بھولنے والا نہیں۔ (مریم)

قرآن کریم کے دوسری زبانوں میں تراجم کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کسی لفظ کا ترجمہ عموماً اس کے مشہور معنی کے مطابق کردیا گیا ہے۔ حالانکہ ہر زبان میں کسی بھی لفظ کے بہت سے معانی ہوتے ہیں۔ ان مختلف معانی میں سے کسی ایک مناسب معنی کا انتخاب مترجم کی ذمہ داری ہے۔ ورنہ لفظ کا ظاہری ترجمہ تو ایک مبتدی بھی کرسکتا ہے۔

اعلیٰ حضرت کا ترجمۂ قرآن مجید دیکھنے کے بعد جب ہم دنیا بھر کے تراجم قرآن پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ حقیقت منکشف ہو کر سامنے آتی ہے کہ اکثر مترجمین قرآن کی نظر الفاظِ قرآنی کی روح تک نہیں پہنچ سکی۔ اور ان کے ترجمہ سے قرآن کریم کا مفہوم ہی بدل گیا ہے بلکہ بعض مقامات پر تو سہواً یا قصداً ترجے میں اُن سے تحریف بھی ہوگئی ہے۔ یا لفظ بلفظ ترجمہ کرنے کے سبب حرمتِ قرآن' عصمتِ انبیاء اور وقارِ انسانیت کو بھی ٹھیس پہنچی ہے۔ اور اُس سے بھی آگے بڑھ کر اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو حلال ٹھہرایا ہے ان تراجم کی بدولت وہ حرام قرار پاگئی ہیں۔ اور انہی تراجم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ معاذ اللہ بعض امور کا علم اللہ رب العزت کو بھی نہیں ہوتا۔ اس قسم کا ترجمہ کرکے وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور مسلمانوں کے لئے گمراہی کا راستہ کھول دیا۔ اور یہودیوں' عیسائیوں اور ہندوؤں کے ہاتھوں میں (اس طرح کا ترجمہ کرکے) اسلام کے خلاف اسلحہ دے دیا گیا۔ چنانچہ ستیارتھ پرکاش نامی کتاب اسلام پر طنز سے بھری ہوئی ہے کہ جو خدا اپنے بندوں کے مکر' فریب' دغا میں آجائے اور خود بھی مکر' فریب' دغا کرتا ہو۔ ایسے خدا کو دُور سے سلام وغیرہ وغیرہ۔

اعلیٰ حضرت نے جملہ مستند و مروّج تفاسیر کی روشنی میں قرآن حکیم کی ترجمانی فرمائی ہے۔ جس آیت کی وضاحت مفسرین کرام کئی کئی صفحات میں فرماتے ہیں مگر اعلیٰ حضرت کو اللہ تعالیٰ نے یہ خوبی عنایت فرمائی ہے کہ وہی مفہوم ترجمہ کے ایک جملہ یا ایک لفظ میں ادا فرمایا۔ قلیل جملہ کثیر مطالب اِسی کو کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ سے ہر پڑھنے والے کی نگاہ میں قرآن کریم کا احترام' انبیاء کی عظمت اور انسانیت کا وقار بلند ہوتا ہے۔ (قرآن پاک کے غلط تراجم کی نشاندہی' رضاء المصطفیٰ اعظمی)

عظمت قرآن کے چند نکات

قرآن سراپا معجزہ

☆......اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیز اور مخلوق کی بنائی ہوئی چیز کے درمیان ایک بہترین کسوٹی اور معیار یہ ہے کہ مخلوق کی بنائی ہوئی چیز کی مثل بنائی جا سکتی ہے مثلاً آج ایک ملک کوئی راکٹ، بم، گاڑی تیار کرتا ہے تو کل دوسرا ملک بعینہٖ اس کی نقل بنا کر پیش کر دیتا ہے لیکن رب کی بنائی ہوئی چیز چھوٹی سے چھوٹی بھی ہو تو امریکہ و روس تو کیا پوری دنیا بھی اس جیسی نہیں بنا سکتی۔ دیکھ لو ہزاروں ٹن وزنی لوہے کو ہوا میں اڑانے والے مچھر کا ایک ٹوٹا ہوا پر بنا کر اس کو ہوا میں نہیں اڑا سکتے۔

اور معجزہ تو ہوتا ہی وہ ہے جو دنیا کو عاجز کر دے ذرا غور کرو کہ عصائے موسوی، موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا جس کے سامنے سارے جادوگر عاجز آ گئے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات (مادر زاد اندھوں کو بینا کرنا، کوڑھیوں کو اللہ کے اذن سے شفا دینا، مردوں کو زندہ کرنا وغیرہ) کے سامنے سارے اطباء اور حکماء عاجز آ گئے۔ اس طرح قرآن مجید ہمارے آقا علیہ السلام کا معجزہ ہے لہٰذا پوری دنیا اس کے سامنے عاجز آ گئی کہ کئی مرتبہ چیلنج کے باوجود کوئی ایک آیت پیش کرنے سے بھی خود اہل زبان اور فصاحت و بلاغت کے پیکروں نے ہتھیار ڈال دیئے۔

صد جہانِ تازہ در آیات اوست
عصرھا پیچیدہ در آنات اوست

یک جہان عصر حاضر رابس است
گیر اگر درسینہ دل معنٰی رس است

(اقبال)

قرآنی آیات سے قرآن کی شان

ارشادرب العالمین ہے:ق والقراٰن المجید ۝ بل عجبوا ان جآء ھم منذر منھم فقال الکفرون ھذا شیء عجیب (ق:۱-۲)

ق، قسم ہے قرآن مجید کی بلکہ انہیں اس بات پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس ان میں سے ایک ڈر سنانے والا آ گیا۔ پس کافروں نے کہا! یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ دوسرے مقام پہ فرمایا: ان الذین کفروا بالذکر لما جاء ھم وانہ لکتب عزیز (حم السجدہ،۴۱)

بے شک جب کافروں کے پاس قرآن مجید آیا (تو انہوں نے اس کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا حالانکہ) وہ قرآن تو بڑی عزت والی کتاب ہے۔ ایک مقام پہ فرمایا:

وانہ لتنزیل رب العالمین ۝ نزل بہ الروح الامین ۝ علی قلبک لتکون من المنذرین ۝ بلسان عربی مبین ۝ وانہ لفی زبر الاولین ۝ اولم یکن لھم اٰیۃ ان یعلمہ علمؤا بنی اسرائیل ۝ ولو نزلنہ علی بعض الاعجمین ۝ فقرأہٗ علیھم ما کانوا بہ مؤمنین ۝ (الشعراء)

بے شک یہ (قرآن) پروردگار عالم (رب العالمین) کا اتارا ہوا ہے جس کو ایک امانت دار (فرشتہ، جبریل علیہ السلام، سید الملائکہ) لے کر اترا آپ کے قلب اطہر پر (الفاظ ومعانی سب کا نزول آپ ﷺ کے دل پر ہوا) تاکہ آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والے ہو جائیں۔ یہ قرآن فصیح عربی زبان میں نازل ہوا اور اس کا ذکر (اس کے نازل ہونے کی پیشین گوئیاں) اگلی کتابوں میں (بھی موجود) ہے (جن کی وجہ سے بنی اسرائیل کے علماء نے حضور علیہ السلام کی آمد کو جانا) تو کیا منکرین کے لئے یہ ایک ہی علامت قرآن پاک کی صداقت کے لئے کافی نہیں کہ بنی اسرائیل کے علماء کو اس (کتاب) کا علم ہے اگر ہم قرآن کو کسی غیر عربی شخص پر اتارتے اور وہ پڑھ کر ان کو سناتا تو یہ پھر بھی نہ مانتے۔

ان آیات سے ایک آیت بعد فرمایا لا یؤمنون به حتی یروا العذاب الالیم ۔ ہرگز نہ مانیں گے اس (قرآن) کو جب تک دردناک عذاب اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں گے۔

اور یہ سارا کچھ اس کے باوجود ہے کہ ارشاد فرمایا گیا: فانما یسرناہ بلسانک لتبشر به المتقین و تنذر به قوما لدا (مریم:۹۷) پس ہم نے قرآن کو آسان کر کے آپ کی زبان میں اتارا تا کہ آپ اہل تقویٰ کو بشارت دیں اور جھگڑالو قوم کو اس سے ڈرائیں۔

اس کے باوجود بھی نہیں مانتے کیوں؟ پھر واپس چلئے سورۃ شعراء کی طرف کذلک سلکنه فی قلوب المجرمین اور ہم نے اس (انکار حق) کو ان مجرموں کے دلوں (کی گہرائیوں میں ان کی ضد بازی اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے) میں داخل کر دیا ہے جبکہ دوسری طرف

بندۂ مومن زآیات خدا است
ہر جہاں اندر براو چوں قباست!
چوں کہن گر در جہانِ در برش
می دھد قراں جہان دیگرش

(اقبال)

ارشادات رسول (ﷺ) کی روشنی میں

۱-- خیارکم من تعلم القراٰن وعلمه واخذ بیدی فاقعدنی مقعدی هذا اقری (ابن ماجہ ج نمبر۱)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تم میں سے قرآن سیکھنے اور سکھانے والے بہترین لوگ ہیں عاصم فرماتے ہیں کہ مصعب نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اس مقام پر بٹھایا اور لوگوں کو بتایا کہ یہ سب سے بڑے قاری ہیں۔

امام غزالی فرماتے ہیں کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا! اے اللہ! تیرے قریب ہونے کا سب سے بہترین ذریعہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا! میرا کلام (قرآن پاک کی تلاوت) میں نے پوچھا! بفهم او بغیر فهم اے اللہ!

سمجھ کر پڑھنا یا بغیر سمجھے بھی پڑھتے رہنا؟ اللہ نے فرمایا: بـفـهـم او بغير فـهـم چاہے جیسے بھی پڑھنا سمجھ کر یا بغیر سمجھے۔

۲۔ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور علیہ السلام نے فرمایا: اے ابوذر لان تغدو فتعلم اية من كتاب الله خير لك من ان تصلى مائة ركعة صبح کے وقت قرآن پاک کی ایک آیت سیکھنا تیرے لئے سو رکعت (نوافل) پڑھنے سے بہتر ہے۔

ولان تغدو فتعلم بابا من العلم عمل به اولم يعمل خير من ان تصلى الف ركعة اور صبح کے وقت علم کا کوئی باب سیکھنا اس پر عمل ہو سکے یا نہ ہو سکے۔ تیرے لئے ہزار رکعت پڑھنے سے بہتر ہوگا نیز آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! جو کسی کو قرآن کی تعلیم دے تو وہ اس کا آقا ہو گیا تعلیم حاصل کرنے والا نہ تو اپنے استاذ کو رسوا کرے اور نہ ہی اپنے آپ کو استاذ پر فوقیت دے۔ (کنز العمال)

۳۔ حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قرآن کے متعلم اور معلم پر سورۃ ختم ہونے تک فرشتے رحمت بھیجتے رہتے ہیں اور اگر کوئی یوں کر لے کہ سورۃ صبح کو شروع کرے اور اس کی دو آیات شام کو پڑھ لے تو تو صبح سے شام تک فرشتے دعا کرتے رہیں گے۔ (سنن دارمی)

۴۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا! جو شخص قرآن پاک کی ایک آیت سیکھ لے تو وہ آیت قیامت کے دن (متشکل ہو کر) اس کے سامنے مسکراتی ہوئی اور خوش کرتی ہوئی آئے گی۔

۵۔ حضرت عبید ملیکی جن کو حضور علیہ السلام کی صحبت نصیب ہے فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا يا اهل القران لا تتوسدوا القران واتلوه حق تلاوته من اناء اليل والنهار وافشوه و تغنوه و تدبر و امافيه لعلكم تفلحون ولا تعجلوا ثوابه فان له ثوابا (مشکوٰۃ بحوالہ بیہقی حدیث نمبر ۲۱۰۶) قرآن سے ٹیک نہ لگاؤ اس کی کما حقہ تلاوت کرو رات کے اوقات میں اور دن کو، قرآن پاک بلند آواز سے اور اچھی آواز سے پڑھو اور اس میں غور و فکر کرو تا کہ کامیاب ہو جاؤ اور اس کا

اجروثواب فوراً طلب نہ کرو، ثواب ضرور ملے گا۔

۶- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اعربوا القران واتبعوا غرائبه و غرائبه فرائضه وحدوده (بیہقی)

قرآن کے معانی بیان کرو، اس کے غرائب کی پیروی کرو اور اس کے غرائب احکام و حدود ہیں۔

۷- حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: جو کوئی پہلوں اور پچھلوں کے علوم کا طالب ہو وہ قرآن پاک کا (بغور) مطالعہ کرے۔ (کنزالعمال)

۸- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: وما قعد قوم في مسجد يتلون كتاب الله و يتدار سونه بينهم الانزلت عليهم السكينة و غشيتهم الرحمة و حفتهم الملائكة و من ابطأ عمله لم يسرع به نسبه (ترمذی ج ۲ ج ۸۵۵)

جب کچھ لوگ مسجد میں قرآن مجید کی تلاوت وتدریس کیلئے بیٹھتے ہیں تو ان پر اطمینان و سکون اترتا ہے۔ اللہ کی رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے، فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور جس کے عمل نے اس کو پیچھے چھوڑ دیا اس کا نسب اسے آگے نہ لے جا سکے گا۔ (طویل حدیث کا آخری حصہ)

بعض نے سکینہ کا معنی رحمت کیا ہے اور بعض نے عزت و وقار اور ابن حجر نے فرشتے معنی کیا ہے۔

۹- حضور علیہ السلام نے فرمایا لیؤمکم اکثر کم قرانا ۔ تمہارا امام وہ بنے جو قرآن پاک زیادہ جانتا ہو۔ (نسائی ج ۱ ج ۷۹۲)

۱۰- حضور علیہ السلام نے فرمایا قرآة الرجل في غير المصحف الف درجة و قراته في المصحف تضعف على ذلك الى الفي درجة زبانی قرآن پڑھنا ہزار درجہ ثواب رکھتا ہے اور دیکھ کر پڑھنا دو ہزار درجے۔ (مشکوۃ بحوالہ بیہقی ج ۲۰۶۳)

اس کی وجہ علامہ طیبی نے یہ بیان فرمائی ہے کہ قرآن کو دیکھنا، اٹھانا، چھونا، غور و فکر کرنا اور سمجھ کر پڑھنا چونکہ دیکھ کر تلاوت سے ہی ہو سکتا ہے اس لئے ثواب دوگنا ہو گیا۔ یہی کچھ

حافظ ابن حجر نے بیان فرمایا جبکہ بعض نے یہ فرمایا کہ اگر زبانی پڑھنے میں غور وفکر اور اطمینان قلب میسر آسکے تو یاد پڑھنا افضل ہے کیونکہ حضور علیہ السلام زبانی ہی پڑھا کرتے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں جس صورت میں خشوع وخضوع زیادہ ہو وہی صورت افضل ہے۔ مزید برآں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دیکھ کر پڑھنے سے نظر کو فائدہ پہنچتا ہے۔ کنز العمال

(تلك عشرة كاملة)

عاشقانہ نکتہ

باقی انبیاء کرام علیہم السلام طالب تھے اور ان کی کتابیں مطلوب تھیں کہ نبیوں کو کتاب دینے کے لئے ایک خاص جگہ پہ بلایا جاتا مگر قرآن کا معاملہ اور ہے یہ افضل کتاب ہے اور افضل نبی پر اتاری گئی۔ اس لئے حضور جدھر تشریف گئے قرآن ادھر بھیجا گیا حضور مکہ میں رہیں تو قرآن مکہ میں آئے حضور مدینے جائیں تو قرآن مدینے آئے حضور غار میں ہوں تو اذهما فى الغار کی آیت آئے۔

لاڈلے تھے خدا کے کلیم خدا فرق یہ ہے کلیم اور محبوب میں
وہ کلام خدا لینے گئے طور پر ان کے گھر میں خدا کا کلام آ گیا

معلم و متعلم قرآن کی قبر

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا ہاتھ پکڑ کر حضور علیہ السلام نے فرمایا:

يا علي تعلم القران وعلمه الناس فلك بكل حرف عشر حسنات ان مت شهيدا وجحت الملائكة الى قبرك كما تحج الناس الى بيت العتيق

(کنز العمال ج ا ص ۵۳۱)

اے علی قرآن پڑھتا اور پڑھاتا رہ تجھے ایک حرف کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی اگر تو اس حالت میں فوت ہوگیا تو شہادت کا رتبہ ملے گا اور فرشتے تیری قبر پہ اس طرح حاضر ہوں گے جس طرح لوگ بیت اللہ شریف (کثرت کے ساتھ) حاضر ہوتے ہیں۔

علمی نکتہ

قرآن مجید میں کہیں تلك ايت الكتاب وقران مبين (الحجر) ہے اور کہیں تلك

آیت القرآن و کتب مبین (النمل) ہے، اس میں علماء کرام نے یہ نکتہ بیان فرمایا ہے کہ کتاب کتابت سے ہے لکھی ہوئی شئی اور قرآن قرأت سے ہے یعنی پڑھی ہوئی شئی جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے حروف بھی شان والے ہیں اور اس کی تلاوت بھی عظمت والی، اس کو پڑھنا بھی ثواب ہے دیکھنا بھی ثواب، کوئی سمجھ نہیں سکتا تو خالی پڑھنے پر بھی ایک حرف پہ دس نیکیاں اور حضور علیہ السلام نے الم کی مثال دے کر فرمایا کہ یہ ایک حرف نہیں بل الف حرف والام حرف و المیم حرف، الف ایک حرف ہے لام دوسرا حرف ہے اور میم تیسرا تو الم پڑھنے سے تیس نیکیاں ملتی ہیں حالانکہ ان کا معنی کوئی نہیں جانتا۔

بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ الف تین حرف ہیں لام تین حرف ہیں اور میم تین حرف ہیں اور الٓمٓ کی تلاوت سے نوے نیکیاں ملتی ہیں اور یہ نماز کے علاوہ ہے اگر نماز میں پڑھے گا تو ایک حرف کی سو نیکیاں ملتی ہیں۔ جبکہ کھڑا ہو کر نماز پڑھے ورنہ ہر حرف کے بدلے پچاس نیکیاں۔ (امام حسین رضی اللہ عنہ۔ تنبیہ الغافلین، ص ۱۳۲)

مسلمان اور منافق کا قرآن پڑھنا

حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا! قرآن پڑھنے والے کی مثال سنگترے کی سی ہے جس کا مزہ بھی عمدہ اور خوشبو بھی اچھی ہے اور جو مسلمان قرآن نہیں پڑھتا اس کی مثال کھجور کی ہے جس کا مزہ تو اچھا ہے مگر خوشبو نہیں ہے، منافق قرآن پڑھے تو اس کی مثال پھول کی ہے جس کی خوشبو تو اچھی ہے مگر ذائقہ کڑوا ہے اور جو منافق قرآن نہیں پڑھتا کمثل الحنظلة وہ سراسر ایلوا یا تمعہ ہے طعمها مرو لاریح لها۔ ذائقہ بھی کڑوا ہے اور خوشبو بھی نہیں ہے (ابن ماجہ، بخاری)

ایک روایت میں ہے جس طرح زمین والوں کو آسمان پر سورج اور چاند ستارے چمکتے نظر آتے ہیں اس طرح آسمان والوں کو زمین پر قرآن پڑھنے والوں کے گھر چمکتے نظر آتے ہیں (طبرانی) اور جب کوئی قرآن پڑھتا ہے تو فرشتے اس کے منہ پر منہ رکھ کر سنتے ہیں۔

قرآن اور صاحب قرآن (ایک تقریر)

قرآن پاک کے بارے فرمایا گیا ان هذا القران یهدی للتی هی اقوم و یبشر

المؤمنین الخ ۔ قرآن سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے اور اہل ایمان، نیک اعمال کرنے والوں کو بہت بڑے اجر کی خوشخبری و بشارت سناتا ہے اور صاحب قرآن کے بارے جن کا نام ہی بشیر (خوشخبریاں سنانے والا) ہے فرمایا وانک لتھدی الی صراط مستقیم ۔ البتہ آپ ضرور سیدھے راستے کی ہدایت دیتے ہیں۔ قرآن سے بھی ہدایت و ایمان ملتا ہے اور صاحب قرآن علیہ السلام سے بھی۔ لہٰذا یہ کہنا کہ حضور علیہ السلام ہدایت نہیں دیتے غلط ہوا۔

قرآن کے معانی سمجھنے ہوں تو عقل کی ضرورت ہے، اس کے اسرار و رموز سمجھنے ہوں تو دل میں عشق مصطفیٰ کی ضرورت ہے کیونکہ

مغز قرآن روح ایماں جان دیں
ہست حب رحمتہ للعالمین

جس طرح قرآن کے ظاہری الفاظ پڑھنے کے لئے ظاہری روشنی کی ضرورت ہے اس طرح قرآن کے اسرار و رموز سمجھنے کے لئے نور مصطفیٰ کی ضرورت ہے کیونکہ قد جاء کم من اللہ نور و کتب مبین میں کتاب کا ذکر بعد میں ہے اور نور مصطفیٰ کا ذکر پہلے ہے، جو نور نبی کا منکر ہے وہ قرآن نہیں سمجھ سکتا۔ ایسا مترجم پھر ترجمہ بھی کرے گا تو نہ شان خداوندی کا لحاظ کرے گا نہ نور مصطفیٰ کا' خدا کو مکر کرنے والا، بھولنے والا کہتا پھرے گا اور خدا کے رسول کو اپنے جیسا ثابت کرتا رہے گا۔ اگر قرآن صرف عربی جاننے سے آتا ہوتا تو ابوجہل و ابولہب سے بڑا عربی کا کون ماہر تھا لیکن ان کو سمجھ نہ آیا اور حبش کے بلال نے سمجھ لیا کیونکہ بلال نے صاحب قرآن کی عظمت کو جان لیا تھا، نہ قرآن کا جواب نہ صاحب قرآن کی مثال، ہمیں قرآن بھی ان کے صدقے سے ملا، رمضان بھی ان کے صدقے سے ملا، ایمان بھی ان کے صدقے سے ملا بلکہ رب رحمان بھی ان کے صدقے سے ملا اور نہ صرف ہمیں بلکہ ؎

لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی (ﷺ)

زبان ایک ہے اس زبان سے کبھی قرآن نکلتا ہے کبھی حدیث نکلتی ہے۔ حدیث کا مرتبہ اگر قرآن سے کم ہے تو صرف ہم تک پہنچنے میں جو کمزوری آتی ہے یا حدیث کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے نہ لیا صرف اس وجہ سے ورنہ حدیث نے ہی تو بتایا ہے کہ یہ قرآن ہے۔

اس لحاظ سے فرق نہیں ہے کہ دونوں کو ہم نے حضور کی زبان سے ہی سنا ہے۔ ایسا فرق کرنا کہ جس سے حدیث وسنت کی اہمیت نہ رہے ہمارے بھینگے پن کی وجہ سے آیا ہے جس طرح کسی بھینگے ملازم کو بادشاہ نے کہا! وہ شیشہ لے کر آؤ وہ گیا تو اس کو ایک کے دو شیشے نظر آنے لگے واپس آ کر پوچھا! کون سا لاؤں؟ بادشاہ نے کہا! ایک لے آؤ دوسرا توڑ دو، اس نے توڑا تو دونوں ٹوٹ گئے۔ اب اس کو معلوم ہوا کہ یہ دوئی میرے بھینگے پن کی تھی نہ کہ شیشوں کی۔

قرآن کو بھی اتنی عظمت حدیث والے آقا کی وجہ سے ملی ہے کیا تورات و انجیل کلام الٰہی نہ تھے، پھر قرآن افضل کیوں ہے؟ اس لئے کہ افضل نبی پہ اترا ہے۔

سیرت سرور کونین سمجھنے کیلئے
تمہیں قرآن مقدس کو سمجھنا ہو گا
اور قرآن کو سمجھنے کے لئے عظمت مصطفٰی کو سمجھنا ہو گا کیونکہ
دنیا میں کہیں اور نظیر اس کی نہیں ہے
لاثانی و بے مثل یہ تفسیر میں ہے

حدیث وسنت میں فرق

سنت کا سب سے بڑا ماخذ چونکہ ذخیرۂ حدیث ہے اس لئے بعض دفعہ ان دونوں کو ہم معنی سمجھ لیا جاتا ہے لیکن فنی لحاظ سے ان الفاظ میں چند طرح کا فرق ہے۔

۱- بلحاظ معانی اور اصطلاحی مفہوم

سنت کا لغوی مفہوم کوئی بھی رائج شدہ طریقہ ہے خواہ یہ طریقہ اچھا ہو یا برا اور سنۃ اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کا قاعدہ اور دستور یا قانونِ فطرت اور اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں لیکن شرعی اصطلاح میں سنت سے مراد رسول اللہ کا کوئی قول، فعل یا تقریر (سکوت) ہے۔ اس لحاظ سے سنت کی تین قسمیں ہوئیں۔ یعنی آپ کا ہر ارشاد سنت قولی ہے اور ہر فعل سنت فعلی ہے اور ہر وہ واقعہ جو آپ کے سامنے پیش آیا اور آپ نے ازراہِ تصویب خاموشی اختیار فرمائی وہ سنت تقریری ہے۔

حدیث کا لغوی معنی ''بات'' بھی ہے اور ''نئی بات'' بھی۔ قرآن کریم میں حدیث کے

لفظ کا اطلاق خود قرآن کریم پر بھی ہوا ہے کیونکہ قرآن کریم نے اس دور کے گمراہ فرقوں کے عقائد کے بالمقابل نئی بات یا عقائد پیش کیے اور شرعی اصطلاح میں حدیث ہر اس سنت رسول کو کہتے ہیں جو ضبط تحریر میں لائی اور اسناد کے ساتھ بیان کی جائے۔ گویا اصلاً ہر حدیث کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک اسناد کا اور دوسرا متن کا جس میں سنت مذکور ہوتی ہے۔ پھر حدیث کی اقسام بھی سنت کی اقسام سے بہت زیادہ ہیں جن میں سے کچھ اسناد کی تنقید یعنی روایت سے تعلق رکھتی ہیں اور کچھ متن پر تنقید یعنی درایت سے تعلق رکھتی ہیں۔

یہی فرق ایک ماہر سنت اور ایک ماہر حدیث یا محدث میں ہے۔ ماہر سنت وہ شخص ہے جو سنت رسول یا اسوۂ حسنہ سے پوری طرح واقف ہو جبکہ ماہر حدیث یا محدث وہ شخص ہے جو اسوۂ رسول سے پوری طرح واقف ہونے کے علاوہ راویوں کی تاریخ ان کی ثقاہت و عدالت اور ان کے باہمی روابط سے بھی پوری طرح واقف ہو۔

۲۔ بلحاظ وسعت معانی

ابتداء سنت رسول کے لفظ کا اطلاق بالعموم اقوالِ رسول پر ہوتا تھا۔ چنانچہ ڈاکٹر حمید اللہ نے حضرت ابو ہریرہ کے شاگرد ہمام بن منبہ کا جو صحیفہ شائع کیا ہے۔ اس میں ۱۳۸ احادیث ہیں اور یہ اقوالِ رسول ہی سے تعلق رکھتی ہیں۔ پھر سنت میں آپ کے ہر فعل، عمل اور سکوت کو بھی شامل کیا گیا پھر ہر اس بات کو بھی جس کا تعلق کسی نہ کسی پہلو سے رسول اللہ سے ثابت ہو۔ یہاں تک سنت کا دائرہ ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن حدیث کا دائرہ اس سے زیادہ وسیع ہے۔ اس میں صحابہ اور تابعین کے اقوال و افعال بھی شامل ہوتے ہیں جنہیں اثر (جمع آثار) کہا جاتا ہے اور یہ آثار بھی احادیث اور اسی طرح کتب احادیث میں شامل ہیں۔

۳۔ بلحاظ صحت و سقم

سنت رسول ہر وہ حدیث ہے جو منسوب الی الرسول ہو اور تنقید کے جملہ معیاروں پر پوری اترنے کے بعد درست ثابت ہو۔ گویا سنت رسول کے متعلق دو ہی باتیں کہی جا سکتی ہیں کہ آیا وہ سنت رسول ہے یا نہیں۔ جبکہ احادیث بعض صحیح ہوتی ہیں۔ بعض حسن بعض

ضعیف بعض موضوع، بعض متروک اور اس لحاظ سے احادیث کی بے شمار اقسام ہیں جبکہ ہم کسی سنتِ رسول کے متعلق یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ صحیح ہے یا حسن ہے یا ضعیف ہے یا موضوع وغیرہ وغیرہ، سنت رسول صرف وہی کہلا سکتی ہے جو ممکنہ انسانی ذرائع سے درست ثابت ہو۔

۴۔ بلحاظ تعداد

سنت اور حدیث میں چوتھا فرق بلحاظ تعداد یہ ہے۔ حضور اکرم کے یہ الفاظ کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ آپ کی سنت قولی ہے اور یہ ایک سنت قولی تقریباً سات سو طریقوں سے مذکور ہوئی ہے لہٰذا یہ ایک سنت بلحاظ حدیث سات سو احادیث شمار ہوں گی۔ اس طرح احادیث کا شمار سنن و آثار سے بیسیوں گنا بڑھ جاتا ہے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ امام بخاری کو چھ لاکھ احادیث یاد تھیں تو اس سے مختلف طرق اسانید ہی مراد ہوتے ہیں جبکہ حقیقتاً اخبار و آثار کی تعداد اس تعداد سے بہت کم ہوتی ہے۔ اسی طرح بعض دفعہ ایک حدیث میں کئی سنن مذکور ہوتی ہیں۔

اب دیکھئے گو تلاوت کا لفظ بعض اہل لغت نے الہامی کتب کے پڑھنے کے لئے مخصوص کیا ہے مگر قرآن میں یہ لفظ ''محض پڑھنے'' کے معنوں میں بھی آیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ (۲/۱۰۲)

اور انہوں نے حضرت سلیمان کے عہد حکومت میں اس چیز کی پیروی کی جسے شیطین پڑھا کرتے تھے۔

تو جب قرآن نے خود تلاوت کا لفظ جنتر منتر تک کے پڑھنے پر بلا تکلف استعمال کیا ہے تو پھر حکمت یا سنت کے پڑھنے کے لئے اس لفظ کے استعمال میں کیا مضائقہ ہو سکتا ہے؟ پھر حقیقت ہے بھی یہی کہ جس طرح رسول اللہ کے گھر میں قرآنی آیات پڑھی جاتی تھیں بعض اقوال رسول بھی پڑھے جاتے تھے۔ پھر رسول اللہ کے گھر میں بھی تخصیص نہیں گھر سے باہر بھی آیات و حکمت کی تلاوت کی جاتی تھی۔ چنانچہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو تشہد اور بعض دوسری مسنون دعائیں اسی طرح سکھلاتے تھے۔ جیسے قرآن کی آیات اور سنن رسول کا یہ وہی حصہ ہے جو بذریعہ القاء و الہام آپ پر نازل ہوا اور بہت

سے صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کی سنن کو اسی طرح زبانی یاد کیا کرتے تھے جیسے قرآن کی آیات کو تو پھر آپس میں ان کا معارضہ بھی کرتے تھے۔

کیا احادیث منزل من اللہ ہیں؟

احادیث کا بیشتر حصہ (لفظاً) منزل من اللہ نہیں ہے۔ اسناد احادیث کا لازمی اور تقریباً آدھا حصہ ہیں اور یہ بھی منزل من اللہ نہیں، آپ کے مشورے اور اجتہادات بھی منزل من اللہ نہیں۔ آپ کے دور کے تاریخی واقعات اور غزوات کے حالات بھی منزل من اللہ نہیں البتہ ان احادیث اور کتب احادیث میں سے ایک حصہ ایسا ضرور ہے جو منزل (لفظاً) من اللہ ہے۔ تمام احادیث قدسیہ کے متون منزل من اللہ ہیں۔ اسی طرح شرعی احکام وادعیہ بھی منزل من اللہ ہیں اور ایسے تمام اقوال و افعال جن کے منزل من اللہ ہونے کے لئے کوئی قرینہ موجود ہوتا ہے مثلاً یہ حدیث کہ آپ نے فرمایا: ''میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی ہے کہ کوئی تنفس اس وقت تک ہرگز نہیں مرے گا جب تک اپنے حصہ کا پورا رزق نہ پالے۔ لہٰذا اللہ سے ڈر کر کام کرو اور طلب رزق کا اچھا طریقہ اختیار کرو۔ (الحدیث) ایسا حصہ بذریعہ وحی خفی آپ پر نازل ہوتا تھا اور یہی منزل من اللہ حکمت ہے۔

قرآن اور ساری کائنات

کسی شخص نے نذر مانی کہ میں اپنی بیٹی کو جہیز میں دنیا کی ہر نعمت دوں گا جب وقت آیا تو پریشان ہو گیا سب علماء نے یہی کہا کہ الفاظ صریح ہیں تاویل نہیں ہو سکتی وقت کے امام کے پاس گیا تو انہوں نے فرمایا! اور کچھ دے یا نہ دے صرف قرآن پاک دے دے کہ ساری دنیا قلیل ہے (قل متاع الدنیا قلیل) اور جو قرآن کے ایک حصہ کے بارے فرمایا ولقد اتیناك سبعا من المثانی والقران العظیم (الحجر:۸۷) بے شک ہم نے آپ کو بار بار پڑھی جانے والی سات آیات عطا کیں اور قرآن بھی دیا جو بہت بڑا ہے۔

سبحان اللہ! آج کوئی اچھا قاری قرآن پاک پڑھے تو کس قدر سرور آتا ہے جب صاحب قرآن پڑھتے ہوں گے اور ابوبکر صدیق جیسے سنتے ہوں گے تو نظارہ ہی کچھ اور ہوتا ہوگا۔

جس وقت تھے محفل میں ان کی ابوبکر و عمر عثمان و علی
اس وقت رسول اکرم کے دربار کا عالم کیا ہوگا
یوں نظر آتے تھے اپنے دوستوں میں مصطفیٰ
جس طرح ہے آسماں پہ چاند تاروں میں گھرا

قرآن کے ساتھ شب بیداری کرو

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، قرآن سیکھو اور پڑھو اور رات کو اس کے ذریعے شب بیداری کرو کیونکہ قرآن پاک اور قرآن کے ذریعے رات کو جاگنے والے کی مثال ایسی ہے کمثل جراب محشو مشکا تفوح ریحه کل مکان و مثل من تعلم فرقد وھو فی جوفه کمثل جراب او کی علی مسك (ابن ماجہ) جیسے تھیلا جس میں مشک بھری ہوئی ہو جس کی خوشبو ہر جگہ پھیلتی ہو اور جس کے سینے میں قرآن ہو اور وہ رات کو قیام نہ کرے تو وہ اس مشک بھرے تھیلے کی طرح ہے جس کا منہ بندھا ہونے کی وجہ سے اس کی خوشبو باہر نہ پھیل رہی ہو۔

عظمت قرآن کے مزید نکات

جن کی کتاب پڑھو وہ خوش ہوگا۔ بال جبریل پڑھو ضرب کلیم پڑھو تو اقبال کی روح خوش ہوگی۔ گلستان، بوستاں پڑھو گے تو سعدی کی روح کو تسکین ہوگی۔ قرآن پاک کتاب الٰہی ہے اس کی تلاوت کرو گے تو خدا خوش ہوگا۔ قیامت کے دن جب ہر کوئی نفسی نفسی کہہ رہا ہوگا تو قرآن پڑھنے والے، پڑھانے والے اور اس پر عمل کرنے والے بالسفرة الکرام البررة اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتوں کے ساتھ ہوں گے۔ حاجی حاجیوں کے ساتھ، نمازی نمازیوں کے ساتھ، غازی غازیوں کے ساتھ اور قرآن پڑھنے والا فرشتوں کے ساتھ۔

یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

☆ دنیا میں کوئی کرسی پہ بیٹھے اور پھولا نہ سمائے کوئی گاڑی پہ بیٹھے اور اکڑ کر چلے مگر قیامت کے دن قرآن والے نور کے تختوں پر بیٹھیں گے۔ سب نیچے ہوں گے اور یہ اوپر ہوں گے۔

☆ بچہ قرآن پڑھنے کے لئے مسجد مدرسے میں داخل ہوتا ہے تو سکولوں کالجوں

والے گاڑیوں پہ جاتے ہیں تو قرآن والا فرشتوں کے پروں پہ قدم رکھ کے چلتا ہے۔

یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

☆ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا! قیامت کے دن جو تین قسم کے لوگ اللہ تعالیٰ کے عرش کے سائے میں ہوں گے ان میں سے ایک قرآن والا ہوگا۔ (مشکوٰۃ)

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: القران شافع مشفع .... من جعله امامه قاده الى الجنة و من جعله خلف ظهره ساقه الى النار ۔ قرآن شفاعت کرنے والا ہے، اس کی شفاعت قبول کی جائے گی اور (بعض کی) مخالفت کرنے والا ہے، اس کی مخالفت سنی جائے گی۔ جو شخص اس (قرآن) کو اپنا پیشوا بنائے گا یہ (قرآن) اس کو جنت میں لے جائے گا اور جو اس کو پس پشت ڈالے گا اس کو دوزخ میں لے جائے گا۔ (ابن حبان)

اس لئے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اوصى بكتاب الله (بخاری شریف) حضور علیہ السلام نے قرآن مجید کا دامن تھامے رکھنے کی وصیت فرمائی۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس کو قرآن پاک میں مشغولیت نے میرے ذکر اور دعا سے روکے رکھا اعطيته افضل ما اعطى السائلين میں اس کو مانگنے والوں سے زیادہ دوں گا۔ و فضل كلام الله على سائر الكلام كفضل الله على خلقه اللہ تعالیٰ کا کلام مخلوق کے کلام پر اس طرح فضیلت رکھتا ہے جس طرح اللہ کی فضیلت اپنی مخلوق پر۔ (ترمذی ج ۲ ح نمبر ۸۳۷)

☆ حضور علیہ السلام نے فرمایا، قیامت کے دن قرآن والے کو لایا جائے گا تو قرآن کہے گا اے اللہ! اس کو جنت کا جوڑا پہنا اور اس کے سر پہ جنت کا تاج سجا چنانچہ ایسا ہی کیا جائے گا۔ قرآن پھر عرض کرے گا! اے اللہ اس کو اور بھی جنت کا لباس عطا فرما ایسا ہی کیا جائے گا، پھر قرآن کہے گا اے اللہ اس سے راضی ہو جا۔ فيرضى عنه فيقال له ارقاء ويزداد بكل اية حسنة اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں اس سے راضی ہوا اے قرآن والے! قرآن پڑھتا جا اور جنت کی منازل طے کرتا جا، چنانچہ ہر آیت کے بدلے درجہ بڑھایا جائے

گا۔(ترمذی ج۲ نمبر۸۲۲)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا من علم ولدالہ القران قلدہ اللّٰہ قلادۃ یعجب منھا الاولون والاخرون یوم القیامۃ ۔

جس نے اپنی اولاد کو قرآن کی تعلیم دی قیامت کے دن اس کو ایسا ہار پہنایا جائے گا کہ پہلے اور پچھلے تمام لوگ حیران ہو جائیں گے۔(کنزالعمال ج۱ص۵۳۳)

☆ غزوۂ احد کے شہداء کو دفن کرنے کی نوبت آئی تو دو دو شہیدوں کو ایک ایک قبر میں اس طرح دفن کیا گیا کہ حضور علیہ السلام صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھتے جاتے ایھما اکثر اخذا للقران ان دو میں سے قرآن کون زیادہ جانتا تھا پھر اس کو لحد میں مقدم کرتے۔(بخاری)

یہ اعزاز صرف حضور نے ہی نہیں بلکہ خدا نے بھی قرآن والوں کو عطا فرمایا ہے چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن والے کے اکرام کو اپنا اکرام قرار دیا ہے۔(ومن اجلال اللّٰہ اکرام ذی الشیبۃ المسلم و حامل القران غیر الغالی فیہ ولا اجا فی عنہ واکرام ذی السلطان المقسط)(الادب المفرد)

☆ عجیب دور آگیا ہے کہ ایک مسلمان اپنے تندرست، سالم الاعضاء اور ذہین و خوبصورت بچے کو ڈاکٹر، انجینئر اور وکیل بنانا پسند کرتا ہے لیکن جو دونوں آنکھوں سے محروم ہو یا ٹانگوں سے معذور ہو والدین مشورے کے بعد اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اس کو مدرسہ میں داخل کرا دیا جائے لیکن واہ رے قرآن تیری عظمت

؎ حقیر جان کر بجھا دیا جنہیں تم نے
یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی

پھر وہی نابینا مصلّٰی پہ ہوتا ہے اور ڈاکٹر، انجینئر ''پیچھے اس امام کے'' ہوتے ہیں۔ وہ استاذ ہوتا ہے اور یہ اس کے شاگرد ہوتے ہیں۔ یہ ڈاکٹر وغیرہ دنیا کما کر پیٹ کی آگ بجھاتے ہیں اور وہ قرآن والا دوزخ کی آگ بجھا دیتا ہے نہ صرف اپنے لئے بلکہ اپنے خاندان کے کئی افراد کے لئے۔

دنیا میں اگرچہ لوگوں کی بدمعاش اولاد عیش میں زندگی گزارتی ہے لیکن قرآن پڑھنے والا بچہ ٹوٹی ہوئی صفوں پہ زندگی گزار کر خیر کم من تعلم القران کی شان رکھتا ہے۔

☆ روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بستی کو برباد کرنے کا فرشتوں کو حکم دیتا ہے تو فرشتے عذاب لیکر آجاتے ہیں اور نیچے اور ہی منظر ہوتا ہے کہ بڑے بڑے سوئے ہوئے ہیں اور چھوٹے چھوٹے بچے شدید سردی میں ٹھنڈے پانی سے وضو کر کے صبح کی اذان سے بھی پہلے قرآن یاد کرنے میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فرشتو واپس آجاؤ میں نے ان چھوٹے چھوٹوں کی وجہ سے بڑے بڑے (گنہگاروں) کو معاف کردیا ہے۔

(مفہوم، الامن والعلی)

جلاتی نہیں اس کو نار جہنم
پڑھا جس نے دل سے قرآنِ مجید

☆ قیامت کو بھی اگر کوئی چیز روکے ہوئے ہے تو وہ قرآن ہے جب تک قرآن رہے گا قیامت قائم نہ ہوگی۔

☆ حدیث میں ہے العالم و المتعلم اذا مرا علی قریۃ فان اللہ یرفع العذاب عن مقبرۃ تلک القریۃ اربعین یوما ۔ عالم اور طالب علم جب کسی قبرستان سے گزرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ پورے قبرستان سے چالیس دن تک عذاب اٹھالیتا ہے۔

دنیا کا کوئی اور علم پڑھ کر کوئی سو سال بھی قبرستان میں کھڑا رہے تو یہ نعمت نہیں حاصل ہوسکتی جو قرآن والے کے گزرنے سے حاصل ہوجاتی ہے۔ یہ خوش نصیب اگر کسی کی قبر پہ پورا دن قرآن پڑھ دے تو اس کو کیا کیا مقام ملتا ہوگا۔

کئی لوگ اپنے بچوں کو گھر کا اثاثہ بیچ کر اعلیٰ تعلیم دلاتے ہیں مگر بیٹا پڑھ لکھ کر بیرون ممالک سے واپس آتا ہے تو اپنے ساتھی دوستوں کو والدین کا تعارف اس طرح کراتا ہے کہ یہ ہمارے پرانے نوکر ہیں ان کو والدین کہنے کو دل نہیں مانتا۔ (جیسا کہ کئی واقعات اس طرح کے کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں) ایسے ظالم سے والدین یہ توقع کب رکھیں گے کہ ہمارے مرنے کے بعد ہماری قبر پہ آکر سورہ یٰسین ہی پڑھ دے گا جس بے چارے کو استنجاء کرنا نہیں آتا اس کو یٰسین کیسے آئے۔

عبرت انگیز واقعہ

[illegible] مجھ سے ایک [illegible] رونگٹے کھڑے کر دینے والا چشم دید واقعہ بیان کیا کہ ایک

بابو جی کے والد فوت ہو گئے جنازہ گھر میں تیار رکھا ہوا ہے۔ صاحب جی کافی دیر کے بعد سوٹ بوٹ پہن کر باہر نکلے اور بڑے بارعب انداز میں پوچھا! ہاں بھئی تیار ہے؟ جی تیار ہے۔ چلو رکھو گاڑی میں لے چلو قبرستان، میں پہنچ رہا ہوں۔ کوئی پریشانی کے آثار بھی چہرے پر نہیں ہیں رونا دھونا تو دور کی بات ہے، پھر ایسے مرنے والے بھی تو قبر میں اولاد کی دعاؤں کے لئے بے چارے ترستے ہی ہوں گے۔

کاش کہ تو اپنی اولاد کو دیندار بناتا تو زندگی میں تیرے قدم چومتی رہتی اور مرنے کے بعد تمہیں دعائیں دیتی رہتی۔

☆ قرآن پڑھنے والے بعض دفعہ احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ان کو مایوس نہیں ہونا چاہئے کیونکہ **القران غنی لا فقر بعده ولا غنی دونه** (طبرانی) قرآن ایسی دولت ہے کہ جس کے بعد فقر و افلاس کا نشان بھی نہیں رہتا اور قرآن کے بغیر کوئی غنی نہیں۔ **العزة للّٰه ولرسوله و للمؤمنين** ۔ قرآن پڑھنے پڑھانے والوں کا یہ کہنا کہ ہماری عزت نہیں ہے بہت بڑی ناشکری ہے اور حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایسوں کے بارے میں فلیس منا فرمایا ہے۔ (کنز الایمان پارہ نمبر ۱۴)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں **یا معشر القراء استقیموا فقد سبقتم سبقا بعیدا فان اخذتم یمینا و شمالا لقد ضللتم ضلالا بعیدا**

(بخاری کتاب الاعتصام حدیث نمبر ۲۱۴۳)

اے قرآن والو! سیدھے سیدھے رہو، تم لوگوں سے بہت آگے ہو گئے اور اگر تم نے دائیں بائیں جھکنا شروع کر دیا تو گمراہ بھی اتنے بڑے ہی ہو گے۔

☆ جرمن یونیورسٹی میں قرآن پاک پہ تحقیق کا ایک شعبہ قائم ہوا۔ نئے پرانے لاکھوں نسخے قرآن پاک کے جمع کئے گئے۔ ڈاکٹر حمید اللہ خطبات بہاولپور میں لکھتے ہیں کہ میں نے اس شعبے کے ڈائریکٹر سے پوچھا بتاؤ! کیا تحقیق ہوئی؟ تو وہ سر پیٹ کر رہ گیا کہ چالیس پچاس سالوں میں صرف ایک نسخے میں بسم اللہ میں الرحمٰن کا لفظ نہیں (جو کاتب سے سہواً رہ گیا ہوگا) جبکہ انجیل پر تحقیق ہوئی تو صرف دو ماہ میں دو لاکھ غلطیاں نکلی ہیں۔ کوئی مصنف سو سال بھی اپنی کتاب کے بارے میں یہ بھی ضمانت نہیں دے سکتا کہ نہ بدلے گی

کیونکہ یہاں تو حال یہ ہے کہ ایک ہی جگہ پر رہنے والے بچے اپنے ہی بزرگوں کی زبان بڑی مشکل سے سمجھ پاتے ہیں۔ سو سال پہلے کی اردو اور آج کی اردو زبان میں کتنا ہی فرق ہو گیا ہے۔ مگر اللہ نے قرآن کی برکت سے عربی زبان کو بھی بدلنے نہیں دیا بلکہ عربی زبان سے متعلقہ عربی ادب کی کئی لٹریچر قسم کی کتابیں بھی محفوظ ہو گئیں جس پر السبع المعلقات، متنبی اور حماسہ کے کئی اشعار بطور استشہاد پیش کیے جا سکتے ہیں۔

☆ ایوب خاں کے دور کا عیسائی وزیر قانون جنیوا امن کانفرنس میں شریک ہوا اس نے وہاں پہ تقریر کرتے ہوئے کہا! میں ہوں تو عیسائی، روزانہ انجیل بھی پڑھتا ہوں مگر یقین سے کہتا ہوں کہ ہر دور کی ہر برائی کا علاج قرآن میں ہے۔

تقسیم ہند سے پہلے ہندو سکھ بھی قرآن پاک کی اشاعت کا کام کرتے رہے بلکہ با قاعدہ اپنا نام بھی لکھتے رہے اور یہ سلسلہ رنجیت سنگھ کے دور سے شروع ہوا۔ اس کو سکھوں نے مشورہ دیا کہ تیری حکومت ہے قرآن میں ردو بدل کر دے اس نے کہا! عقل کی بات کرو ابوجہل عربی ہو کر نہ بدل سکا، تم پنجابی (اور پھر سکھ) ہو کر یہ کام کیسے کر سکو گے۔ انہوں نے کہا پھر صفحات ہی آگے پیچھے کر دے۔ اس نے کہا: کاغذوں پہ تو کر دیں گے دلوں پر کون کرے گا۔ (سید یعقوب شاہ صاحب آف پھالیہ کا بیان فرمودہ نکتہ)

☆ حضرت جبیر بن نوفل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا

ما یقرب عبدالی اللّٰہ بافضل مما خرج منه یعنی القران (کنز العمال)

جس شئی کے ذریعے بندہ، اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ قرب حاصل کر سکتا ہے وہ قرآن ہے۔

☆ طبرانی کی حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن جن تین آدمیوں کو کوئی خطرہ نہ ہو گا، نہ حساب کتاب دینا پڑے گا مخلوق حساب و کتاب میں مصروف ہو گی اور وہ مشک کے ٹیلوں پر تفریح کر رہے ہوں گے۔ ان میں سے ایک وہ ہو گا جس نے اللہ کی رضا کے لئے قرآن پڑھا ہو گا اور اس حالت میں امامت کرائی ہو گی کہ مقتدی اس پہ راضی ہوں گے۔

(رجل قرأ القران ابتغاء وجه اللّٰہ وام قوما وھم راضون)

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: لا ینبغی

لصاحب القران ان یجد من وجد ولا یجهل مع من جهل وفی جوفه کلام اللّٰه ۔

☆ قرآن والے کو یہ مناسب نہیں ہے کہ غصہ والوں کے ساتھ غصہ کرے یا جاہلوں کے ساتھ جہالت سے پیش آئے حالانکہ اس کے سینے میں قرآن ہے۔ (متدرک حاکم)

☆ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جبریل امین حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا (آپ کی امت میں) بہت سے فتنے ظاہر ہوں گے۔ آپ نے فرمایا! فما المخرج منها یا جبریل قال کتاب اللّٰه ۔ ان سے بچنے کا طریقہ کیا ہے اے جبریل؟ عرض کیا قرآن پاک۔ (رزین)

☆ حضرت عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے لوگوں کو فرمایا تم اہل کتاب سے ان کی کتابوں کے بارے میں کیسے (کیوں) پوچھتے ہو۔ وعندکم کتاب اللّٰه اقرب الکتب عهدا باللّٰه تقرء ونه محضا لم یشب ۔ تمہارے پاس قرآن حالانکہ موجود ہے جو اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں سے زمانے کے اعتبار سے (بھی) نئی ہے جس کو تم پڑھتے ہو یہ خالص اور ملاوٹ سے پاک ہے۔ (بخاری)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ کئی اعمال کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ و مصحفا ورثه کسی نے کسی کو قرآن پاک کا وارث بنایا ہو۔ (ابن ماجہ)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ان اصغر البیوت بیت لیس فیه شیء من کتاب اللّٰه وہ گھر سب سے ویران ہے جس میں قرآن مجید کا کوئی حصہ نہ ہو۔

اس طرح جس سینے میں قرآن کا کوئی حصہ نہ ہو اس کو ویران گھر قرار دیا گیا ہے۔ عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ان الذی لیس فی جوفه شیء من القران کالبیت الخرب (ترمذی)

ان میں سے کئی احادیث اگرچہ فضائل قرآن کے حوالے سے بمعہ تشریح گزر چکی ہیں لیکن یہاں اختصار کے ساتھ بطور نکات ان کو دوبارہ لکھ دیا گیا ہے تا کہ عظمت قرآن اذہان وقلوب میں پوری طرح راسخ ہو جائے۔

انبیاءکرام اوران کی تعلیمات (ایک تقریر)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب خاص علاقے کے لئے آئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے صرف نینوا کیلئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا پیغام صرف مصر کی گلیوں کو روشن کرنے کے لئے، انجیل صرف بنی اسرائیل کے لئے وہ خود کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا! یہ موتی غیروں کے آگے نہ ڈالنا مگر قرآن سے پوچھا گیا تو کن کے لئے ہے تو قرآن نے کہا: ھدی للناس میں نسل انسانیت کے لئے، نبی علیہ السلام کافۃ للناس، بھیجنے والا رب الناس، کعبہ وضع للناس، امت اخرجت للناس

☆ قرآن ھدی للعالمین، نبی رحمۃ للعالمین، خدا رب العالمین، عیسائی سے پوچھو! اصل انجیل نہ سہی جس زبان میں انجیل اتری وہ زبان ہی دنیا میں دکھا دے۔ تورات والا بھی نہیں دکھا سکتا نہ عبرانی نہ سریانی نہ وید کی سنسکرت مگر قرآن خود بھی قائم ہے۔ قرآن کی زبان بھی قائم ہے۔

اللہ کو معلوم تھا رہتی دنیا تک نہ کوئی اور کتاب چلے گی نہ کوئی اور زبان، کتاب چلے گی تو قرآن چلے گا زبان چلے گی تو قرآن ہی کی زبان چلے گی۔ اس لئے وہ سب زبانیں مٹ گئیں اور قرآن نے کئی مٹنے والوں کو زندۂ جاوید کر دیا۔

☆ انجیلیں ساری اکٹھی کر کے سمندر میں ڈال دو تو عیسائی مذہب ختم، تورات جلا دو تو یہودیت ختم مگر قرآن کے تمام نسخے دریا میں بہا دو تو حفاظ قرآن کے سینوں سے دو گھنٹے میں قرآن لکھا جا سکتا اور ایسا کہ زبر زیر کا فرق بھی نہ ہوگا۔

☆ عیسائی یہودی سے پوچھو! تمہاری کتابیں کس دن نازل ہوئیں۔ کس مہینے میں اتریں، رات کو اتریں یا دن کو، کوئی جواب نہیں ہے۔ قرآن سے پوچھا! اے قرآن تو دن کو آیا یا رات کو قرآن نے کہا: انا انزلنه فی لیلة القدر ۔ تو کس مہینے میں آیا؟ شهر رمضان الذی انزل فیه القران یہ رمضان قرآن کی سالگرہ کا مہینہ ہے۔ ہم سالگرہ پہ کیک کاٹتے ہیں قرآن کی سالگرہ پہ اللہ نے دوزخ کو بند کر دیا۔ جنت کے دروازوں کو کھول دیا۔ شیطانوں کو جکڑ دیا، جنت کو سجا دیا، نفل کا ثواب فرض کے برابر کر دیا، فرض کا ستر فرضوں کے

برابر، ایک رات کی عبادت کو ہزار مہینوں سے افضل بنا دیا۔

☆ میں نے بڑے بڑے شعراء کے دیوان دیکھے اور ان شاعروں کے بڑے بڑے عشاق دیکھے مگر کوئی مجھے دیوان غالب نہ سنا سکا۔ کلام اقبال مکمل نہ سنا سکا۔ انگریزی خواں طبقہ شیکسپئر کے ڈراموں کا بڑا متوالا ہے مگر کوئی بھی حرف بحرف اس کے ڈرامے نہ سنا سکا۔ وارث شاہ کی ہیر کے کئی دیہاتی حافظ بتائے جاتے ہیں مگر من وعن از اول تا آخر حرف بحرف سنانے کی کسی کو ہمت نہ ہوئی، میرے سامنے آٹھ سال کا بچہ آیا جس نے مجھے اللہ کا کلام از اول تا آخر الحمد سے لیکر والناس تک زبانی سنا دیا۔ بندے کا کلام بندے نہیں یاد کر سکتے یہ قرآن کا معجزہ نہیں تو کیا ہے کہ خدا کا کلام سو سال کا بوڑھا بھی سنا رہا ہے اور چھ سال کا بچہ بھی۔ (صاحبزادہ فیض الحسن علیہ الرحمۃ کی ایک تقریر سے اقتباس)

☆ انگریز کا دور تھا عیسائیوں نے سازش کے تحت چیلنج کر دیا کہ اے مسلمانو آؤ تم اپنے قرآن کو آگ میں پھینکو ہم اپنی انجیل کو پھینکتے ہیں جو سچی کتاب ہوگی بچ جائے گی جھوٹی جل جائے گی۔ سناٹا چھا گیا! ایک بوڑھا شخص جس کا دل جوان تھا کھڑا ہو گیا اور کہا! ایسے نہیں، کیونکہ ہو سکتا ہے تم نے انجیل کو کوئی مصالحہ (کیمیکل) وغیرہ لگایا ہو اور پھر ہم قرآن کو پھینکنا اور پھر آگ میں پھینکنا قرآن کی توہین سمجھتے ہیں۔ یوں کرتے ہیں کہ تم میں سے کوئی انجیل کو سینے سے لگا کر آگ میں جائے اور میں قرآن کو سینے سے لگا کر آگ میں چھلانگ لگاتا ہوں جو جل جائے جھوٹا، جو بچ جائے سچا۔ چنانچہ اب عیسائیوں کو مجبوراً ایسا کرنا پڑا ایک عیسائی کو اس کام کے لئے تیار کر ہی لیا گیا جب دونوں آگ میں داخل ہوئے تو عیسائی داخل ہوتے ہی جل کر خود بھی راکھ ہو گیا اور اس کی انجیل بھی اور مسلمان کافی دیر بعد اس آیت کی تلاوت کرتا ہوا قرآن کو سینے سے لگائے باہر نکلا انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون ۔ جس کے ہاتھوں میں قرآن کا دامن ہوگا جب اس کو دوزخ کی آگ بھی نہ جلائے گی تو یہ دنیا کی آگ کیسے جلا سکتی ہے۔

☆ ہندوؤں کی چار قومیں ہیں برہمن، شودر، کھشتری (کھتری) اور ویش' ان چاروں میں سب سے زیادہ معزز و مکرم برہمن سمجھے جاتے ہیں۔ ان کے اپنے اپنے قوانین ہیں مثلاً یہ کہ ایک کی تعلیم دوسرا نہیں حاصل کر سکتا۔ یہاں تک کہ برہمن کی کتاب پڑھی جا

رہی ہو اور کوئی شودر خشتری یا ویش اس کو سن لے یا اتفاقاً ہی اس کے کان میں آواز پڑ جائے تو اس کی سزا یہ ہے کہ اس کے کانوں میں شیشہ پگھلا کر ڈال دیا جائے۔

لیکن ذرا قرآن کی شان تو دیکھو کہ اس کو اپنے بھی پڑھیں اور پرائے بھی پڑھیں کوئی پابندی نہیں ہے جو چاہے پڑھے جو چاہے سنے

؎ اب جس کے دل میں آئے پائے وہ روشنی

اور اس کی یہ شان کیوں نہ ہو کہ اللہ کے پیارے محبوب علیہ السلام کے دل پہ نازل ہونے والی کتاب مبین ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جب قرآن کو نازل فرمانے کا ارادہ فرمایا تو عرش کی بلندیوں، زمین کی وسعتوں، ملائکہ کے سینوں اور جبریل کی پیشانی کو بھی نزول قرآن کے شایان شان نہ پا کر اپنے محبوب کے قلب اطہر پر قرآن کا نزول فرمایا: فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ

؎ یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

دوسرا حصہ

حافظِ قرآن

قرآن مجید کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم پر لی ہے اور جس طرح اس کے معانی و مفاہیم کے لئے علماء کے سینوں کو منتخب فرمایا اس طرح اس کے ظاہری الفاظ و حروف کی حفاظت کیلئے کچھ خوش نصیب سینوں کو منتخب کیا جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو آج تک محفوظ رکھا ہوا ہے اور تا قیامت محفوظ رکھے گا۔ ارشاد ربّ العالمین ہے: ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا پھر ہم نے اپنے منتخب شدہ بندوں کو اپنی کتاب (قرآن مجید) کا وارث بنایا۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے بَلْ هُوَ اٰيٰتٌ ۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ بلکہ (سچی بات تو یہ ہے کہ) وہ (قرآن پاک ہی کی) روشن آیات ہیں جو ان (خوش نصیبوں) کے سینوں میں محفوظ ہیں جن کو (صحیح معنوں میں) علم عطا ہوا۔ (العنکبوت:۴۹)

امت کے انہی خوش نصیب لوگوں کو حفاظ قرآن یا حاملین قرآن کہا جاتا ہے۔ کتب احادیث میں ان خوش نصیب اشراف امت کے فضائل کا پورا ایک انبار اور ذخیرہ موجود ہے۔ اختصار کے ساتھ ان میں سے چند احادیث لکھی جاتی ہیں۔ ورنہ تو

سفینہ چاہیے اس بحر بے کراں کے لئے

یاد رہے کہ قرآن مجید کی حفاظت اور اس کی تعلیمات کی اشاعت کے سلسلہ میں حفاظ و علماء دونوں طبقے سرگرم ہیں بلکہ حامل قرآن کے اندر اگر علماء کرام کو بھی شامل رکھا جائے تو بجا ہے اس لئے تیسرے حصے میں انشاء اللہ علماء کرام کے فضائل پر بھی لکھا جائے گا۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ

حافظ قرآن عرش معلّٰی کے سائے میں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ثلاثة لا يهولهم الفزع الاكبر ولا ينالهم الحساب وهم على كثيب من مسك حتى يفرغ من حساب الخلائق رجل قرا القرآن ابتغاء وجه الله وام به قوما وهم راضون وداع يدعو الى الصلوات

ابتغآء وجه الله وعبد احسن فيما بينه وبين ربه وفيما بينه وبين الله ۔ (رواہ الطبرانی فی المعجم الاوسط)

تین شخص ایسے خوش نصیب ہوں گے کہ انہیں قیامت کی ہولناکیاں بھی پریشان نہ کرسکیں گی اور نہ ہی ان سے حساب لیا جائے گا اور وہ کستوری کے ٹیلوں پر ہوں گے یہاں تک کہ مخلوق کے حساب سے فراغت ہو جائے۔ ایک وہ آدمی جس نے اللہ کی رضا کے لئے قرآن پڑھا اور پھر اس سے قوم کی امامت کرائی اور وہ قوم اس سے راضی رہی اور دوسرا وہ داعی جس نے نماز کے لئے بلایا اللہ کی رضا کی خاطر اور تیسرا وہ غلام جس نے اپنے اور اپنے مالک نیز اپنے اور اپنے اللہ کے درمیان معاملات کو نہایت عمدگی سے نبھایا۔

حافظ قرآن اپنے والدین کے لئے رحمت

رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من قرا القرآن وعمل بمافیه البس الله والدیه تاجاً یوم القیامة ضوءه احسن من ضوء الشمس فی بیوت الدنیا فما ظنکم بالذی عمل بهذا ۔ (ابوداؤد' مسند احمد' المستدرک' الترغیب والترہیب)

جس نے قرآن کریم پڑھا اور اس کے احکامات پر عمل کیا اللہ اس کے والدین کو قیامت کے دن تاج پہنائے گا جس کی روشنی زیادہ حسین ہوگی سورج کی روشنی سے تمہارے گھروں میں۔ اس آدمی کے مرتبہ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جس نے اس پر عمل کیا۔

یہ اللہ تعالیٰ کا بے پناہ لطف وکرم ہے کہ بیٹے کی وجہ سے اس کے باپ کو سرفراز فرماتا ہے۔ جبکہ شرح السنۃ للبغوی میں اس طرح ہے۔

من قرا القرآن فاحکمه وعمل بما فیه البس والده تاجاً یوم القیامة (ج۴ص۴۳۶)

جس نے قرآن پڑھا پھر اسے اچھی طرح یاد رکھا اور اس کے احکامات پر عمل کیا۔

تو اس کے والدین کو قیامت کے دن تاج پہنایا جائے گا۔
والدین کو تاج کے علاوہ اللہ قیامت کے دن عزت وکرامت کا جوڑا بھی عطا فرمائے گا۔

من قرا القرآن وتعلمه وعمل به البس يوم القيامة تاجاً من نور ضوءه مثل ضوء القمر ويكسى والداه حلتين لا يقوم لهما الدنيا فيقولان بم اكسينا هذا فيقال باخذولد كما القرآن۔

(کنز العمال ص ۳۳۷)

جس نے قرآن پڑھا اور اسے سیکھا اور اس پر عمل کیا اسے (حافظ قرآن کو) قیامت کے دن نور کا تاج پہنایا جائے گا۔ اس کی روشنی چاندی کی طرح ہوگی اور اس کے والدین کو دو جوڑے پہنائے جائیں گے جن کا معاوضہ پوری دنیا نہیں ہوسکتی وہ دونوں عرض کریں گے کس عمل کی وجہ سے ہمیں یہ پہنائے گئے تو انہیں کہا جائے گا تمہارے بیٹے کے حفظ قرآن کی وجہ سے۔

حافظ قرآن کے والدین پر اس شرف وکرامت کا تذکرہ ایک اور حدیث میں ان الفاظ سے ہے۔

ينادي مناد اين الذين كانوا لاتلهيهم رعية الانعام عن تلاوة كتابي فيقومون فيلبس احدهم تاج الكرامة ويعطى النور بيمينه والخلا بشماله فان كان ابواه مسلمين كسيا حلة خيراً من الدنيا وما فيها فيقولان انى هذا لنا فيقال بما كان ولد كما يقرء القرآن ۔

(کنز العمال ج ۱ ص ۵۳۹)

ایک ندا دینے والا ندا دے گا وہ لوگ کہاں ہیں جنہیں چوپاؤں کے چرانے بھی میری کتاب کی تلاوت سے غافل نہ کیا پس وہ کھڑے ہو جائیں گے پھر انہیں کرامت کا تاج پہنایا جائے گا نور دائیں ہاتھ میں اور خلا بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے پس اگر اس کے والدین مسلمان ہوئے تو ان دونوں کو ایسا لباس پہنایا جائے گا جو دنیا کی تمام نعمتوں سے بہتر ہوگا وہ عرض کریں گے یہ لباس ہمیں کیوں پہنایا گیا؟ انہیں کہا جائے گا تمہارے بیٹے کی وجہ سے جو قرآن

پڑھا کرتا تھا۔

حافظ قرآن اپنے گھر والوں کیلئے رحمت

حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

من قرا القران فاستظهره فاحل حلاله وحرم حرامه ادخله الله به الجنة وشفعه في عشرة من اهل بيته كلهم قد وجبت لهم النار ۔

(مشکوٰۃ ص ۱۸۷، ابن ماجہ، ترمذی)

جس نے قرآن پڑھا پس اسے زبانی یاد کیا اس کے حلال کو حلال سمجھا اور اس کے حرام کو حرام جانا اللہ اس کے سبب سے اسے جنت میں داخل فرمائے گا اور اس کے ان دس اہل خانہ میں اس کی سفارش قبول فرمائے گا جن پر عذاب نار واجب ہو چکا ہوگا۔

یہ حدیث ان الفاظ سے بھی ہے:

من قرا القرآن وحفظه ادخله الله الجنة وشفعه في عشرة من اهل بيته كلهم قد استوجب النار ۔ (ابن ماجہ ص ۱۹)

جس نے قرآن پڑھا اور اسے حفظ کیا اللہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا اور اس کی شفاعت اس کے ان دس اہل خانہ کے بارے میں قبول فرمائے گا جن پر عذاب نار واجب ہو چکا ہوگا۔

راہئ جنت، حافظ قرآن — منبع راحت، حافظ قرآن
کنز ہدایت، حافظ قرآن — پیکر حکمت، حافظ قرآن
نور خدا ہے قلب و نظر میں — حسن تلاوت، حافظ قرآن
دین متین کی سرافرازی — روح بصیرت، حافظ قرآن
مسجد و منبر کی ہے رونق — کیف و مسرت، حافظ قرآن

حافظ قرآن جنت میں

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يقال لصاحب القرآن اقرا وارق ورتل كما كنت ترتل فى الدنيا فان منزلك عند آخر آية تقراها ۔(الترمذی،ابوداؤد)

صاحب قرآن سے کہا جائے گا قرآن کی تلاوت شروع کر اور اوپر (منازل جنت) طے کرتا جا اور قرآن ترتیل سے پڑھ جیسا تم دنیا میں ترتیل سے پڑھا کرتے تھے یقیناً تمہاری منزل آخری آیت کے پاس ہے جو تم پڑھو گے۔

جنت میں داخل ہو کر حافظ قرآن سے قرآن پڑھنے کیلئے کہا جائے گا۔ حافظ قرآن جس محبت وشوق اور خلوص وللّٰہیت سے دنیا میں تلاوت قرآن کیا کرتا تھا اسی کے مطابق وہ جنت میں منازل ومدارج طے کرتا چلا جائے گا۔

جنت میں درجات کا کوئی شمار نہیں اور حافظ قرآن کو کتنے درجے ملیں گے اس کا بھی ذکر نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ دنیا میں اس نے جتنا قرآن پاک پڑھا تھا ان آیات کی مجموعی تعداد کے برابر درجات بلند کئے جائیں یہ بھی ہوسکتا ہے آیات قرآنی کے مطابق جنت کے درجات ہوں اور جب وہ آخری آیت پڑھے تو جنت کے سب سے اعلیٰ درجے پہ پہنچ جائے۔

حافظ قرآن بارگاہ خداوندی کا مقرب ہے

عن انس بن مالك قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ان لله اهلين من الناس قالوا يارسول الله من هم قال اهل القرآن اهل الله وخاصته ۔ (ابن ماجہ حدیث ۲۱۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بنی نوع انسان میں کچھ اللہ والے ہیں۔ عرض کی یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ اہل قرآن ہیں۔ اہل قرآن ہی اہل اللہ اور اسکے خاص بندے ہیں۔

حافظ قرآن قابل رشک انسان

عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لاحسد

الاعلی اثنین رجل اتاہ اللہ القرآن فھو یقوم بہ آناء اللیل وآناء النھار ورجل اتاہ اللہ مالا ینفق منہ آناء اللیل وآناء النھار ۔

(مشکوٰۃ ص ۱۸۴ متفق علیہ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: رشک دو آدمیوں پر ہونا چاہیے ایک وہ آدمی جسے اللہ نے قرآن کی دولت سے سرفراز فرمایا پس وہ دن اور رات کی طویل گھڑیوں میں اس کی تلاوت میں مصروف رہتا ہے اور دوسرا وہ آدمی جسے اللہ نے مال عطا کیا اور وہ رات دن اسے فی سبیل اللہ خرچ کرتا رہتا ہے۔

حسد (جو کہ مذموم ہے) اور رشک میں فرق کرتے ہوئے ملا علی قاری علیہ الرحمتہ لکھتے ہیں۔

الحسد قسمان حقیقی ومجازی فالحقیقی تمنی زوال النعمۃ عن صاحبھا وھو حرام باجماع المسلمین واما المجازی فھو الغبطۃ وھی تمنی مثل النعمۃ التی علی الغیر من غیر تمنی زوال عن صاحبھا ۔ (المرقاۃ ج ۴ ص ۳۳۷)

حسد کی دو قسمیں ہیں ایک حقیقی اور دوسری مجازی۔ حقیقی حسد یہ ہے کہ صاحب نعمت کے لئے نعمت کے زوال کی تمنا کی جائے اور یہ باجماع المسلمین حرام ہے لیکن مجازی حسد وہ دوسرے لفظوں میں رشک ہے اور رشک کسی کے ہاں نعمت دیکھ کر اس کی آرزو کرنا ہے۔

مندرجہ بالا حدیث شریف میں حسد بمعنی رشک ہے یعنی اس میں دوسرے کو ملنے والی نعمت کے زوال کی تمنا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے بھی یہ نعمت مانگنے کا جذبہ ہے جو کہ عین حکم الٰہی ہے فاستبقوا الخیرات۔ بھلائیوں میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرو۔

حافظ قرآن اللہ کے نور سے معمور

حملۃ القرآن ھم المعلمون کلام اللہ والمتلبسون بنور اللہ من

والاهم فقد والى الله ومن عاداهم فقد عادى الله ۔ (کنز العمال ص ۵۲۳)

قرآن کے حافظ ہی کلام الٰہی کی تعلیم دینے والے ہیں اور اللہ کے نور سے معمور ہیں جس نے ان سے دوستی کی اس نے یقیناً اللہ سے دوستی کی اور جس نے ان سے عداوت کی اس نے یقیناً اللہ سے عداوت کی۔

حملة القرآن هم المتلبسون نور الله المتعلمون كلام الله من والاهم فقد والى الله يقول الله عزوجل يا حملة كتاب الله استجيبوا الله بتوفير كتابه يزدكم حباً ويحجبكم الى خلقه ۔
(کنز العمال ج ا ص ۵۲۷)

قرآن کے حافظ ہی اللہ کی رحمت میں لپٹے ہوئے ہیں، اللہ کا نور زیب تن کئے ہوئے، اللہ کے کلام کا علم رکھنے والے ہیں۔
جس نے ان سے دشمنی کی تو یقیناً اس نے اللہ سے دشمنی کو مول لیا اور جس نے ان سے دوستی کی اس نے اللہ سے دوستی کی۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:
اے اللہ کی کتاب کے حافظو! اللہ کے احکامات مانو اس کی کتاب کی عزت کے سبب تو وہ تم سے اور محبت کرے گا اور تمہیں مخلوق میں محبوب بنا دے گا۔
ایک دن اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی علیہ السلام نے علم کے متلاشی اپنے ایک صحابی کا ان لفظوں سے استقبال فرمایا۔

مرحبا بطالب العلم ان طالب العلم تحفه الملائكة باجنحتها ۔
(الترغیب والترہیب ج ا ص ۵۹)

طالب علم کے لئے مرحبا اور خوش آمدید ہو طالب علم کے لئے فرشتے اپنے پروں سے سائبان تان دیتے ہیں اس سعادت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معلم کو بھی یہ فرما کر شامل فرمایا۔

العالم والمتعلم شريكان في الاجر ۔ (ابن ماجہ ص ۲۲۸)

عالم اور متعلم اجر میں دونوں شریک ہیں۔

اگر قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرنے والے پر فرشتے اپنے بازؤں سے سایہ کردیتے ہیں تو قرآن کے معلم پر یقیناً وہ سایہ کرتے ہوں گے۔

المتلبسون بنور اللہ ۔

حفاظ کرام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ نورالٰہی ان کا لباس ہوتا ہے۔ان کا تمام جسم اللہ جل جلالہ کے انوار میں ڈوبا ہوتا ہے۔ ان کے ہاتھوں میں ان کی زبان میں ان کے کانوں اور آنکھوں میں انوارالٰہی چمک رہے ہوتے ہیں۔

جس کے تمام اعضاء انوارالٰہی سے بھرے ہوئے ہوں اس سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا وہ فرشتوں کی طرح پاک وصاف ہوتا ہے اس کے ہاتھ پاؤں اور اس کی زبان وکان ہمیشہ اطاعت خداوندی کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

اے وہ سعید روح جسے حفظ قرآن کی دولت سے نوازا گیا! ایسی کوئی حرکت ومعصیت نہ کرنا جس سے انوارالٰہیہ تجھ سے دور ہو جائیں بلکہ ہمیشہ اطاعت وفرمانبرداری کی چادر کے سایہ تلے رہنا تاکہ قرآن کریم کے بے پناہ انوار سے تجھے مزید نوازا جائے۔

حافظ قرآن کی دوستی ودشمنی

انوار قرآن کریم کی برکت یہاں تک ہوتی ہے کہ اس حافظ کی دوستی اللہ کی دوستی قرار پاتی ہے اور اس سے دشمنی براہِ راست اللہ سے دشمنی کے مترادف ہے۔

ایک اور حدیث پاک ملاحظہ فرمائیے!

حملة القرآن اولیاء اللہ فمن عاداهم فقد عادی اللہ ومن والاهم فقد والی اللہ ۔(مسند فردوس الدیلمی کنزالعمال ج ۱ ص ۵۱۵)

بس جس نے ان سے دشمنی کی اس نے اللہ سے دشمنی کی اور جس نے ان سے دوستی کی اس نے اللہ سے دوستی کی۔

اللہ وحدہ لاشریک کس محبت سے حفاظ کرام سے مخاطب ہے اور فرماتا ہے اے اللہ کی کتاب کو سینوں میں محفوظ کرنے والو! اللہ کے احکامات پر عمل پیرا ہو جاؤ اس نے تمہیں یہ عزت بخشی کہ اپنے کلام سے تمہیں سرفراز کردیا اب تم پر لازم ہے کہ صراطِ مستقیم پر گامزن رہو

کیونکہ کتاب اللہ کی عزت وحرمت یہی تقاضا کرتی ہے۔

نیکی کے راستہ پر چلنے سے اللہ تعالیٰ اپنی محبت بطور انعام عطا فرماتا ہے۔ جس سے اس کا خالق و مالک محبت کرے اس جیسا نیک بخت بھری کائنات میں کوئی نہیں۔ دوسرا انعام یہ ہے اللہ کی مخلوق بھی اس سے محبت و چاہت سے پیش آئے گی۔

رسول عربی ﷺ نے فرمایا:

یا حملة القرآن ان اهل السموات تذكرونكم عند الله فتحببوا الى الله بتوقير كتابه يزداد كم حبين يحببكم الى عباده ۔

(کنز العمال ص ۵۴۷)

اے قرآن کریم کے حافظو! یقیناً آسمانوں والے اللہ کے پاس تمہارا ذکر کر رہے ہیں۔ پھر اس کی کتاب کی عزت وحرمت کے سبب اللہ کے احکامات مانو تا کہ تمہیں مزید محبت والا بنا دے، اپنے بندوں میں تمہیں محبوب کر دے۔

سبحان اللہ، حافظ قرآن کا ذکر خیر اللہ کی بارگاہ میں فرشتے کر رہے ہیں۔ حافظ قرآن کو چاہیے کہ اس مرتبہ و مقام کی حفاظت کرے اور قرآن پاک پڑھنے کے ساتھ ساتھ اس پر عمل بھی کرے۔

حافظ قرآن کی ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے

من جمع القرآن فان له عند الله عزوجل دعوة مستجابة ان شاء عجلها له في الدنيا وان شاء اذخرها له في الآخرة ۔ (کنز العمال ج ۱ ص ۵۴۸)

جس نے قرآن کریم حفظ کیا اللہ کے ہاں اس کی دعا مقبول ہے اگر اللہ چاہے تو دنیا میں جلد ہی اس کا ثمر اسے عطا کر دے اور اگر چاہے تو آخرت میں اس کے لئے ذخیرہ رکھ لے۔ یہ حدیث مسند فردوس میں اس طرح ہے۔

لحامل القرآن دعوة مستجابة ۔ (کنز العمال ج ۱ ص ۵۱۷)

بعض ا[illegible] حافظ قرآن سوچتا ہے کہ دعا مانگتے مانگتے عرصہ گزر رہا ہے لیکن قبولیت کے آثار نظر نہیں آ رہے تو یاد رہے کہ درج بالا حدیث سے قبولیت کا یہ مفہوم ظاہر ہے کہ اللہ

تعالیٰ چاہے تو دنیا میں اس کی دعا کا ثمر عطا فرمادے اور اگر چاہے تو اسے آخرت میں اس کے اجر سے سرفراز فرمادے۔

حافظ قرآن رحمت کے سائے میں

عن ابی هريرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال ما اجتمع قوم فی بیت من بیوت الله یتلون کتاب الله ویتدارسونه بینهم الا نزلت علیهم السکینة وغشیتهم الرحمة وحفتهم الملائکة وذکرهم الله فیمن عنده ۔ (مسلم شریف)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بھی قوم کتاب اللہ کی تلاوت کرنے اور اس کتاب کی درس وتدریس کے لئے اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو جائے تو ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے انہیں جھرمت میں لے لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر خیر کرتا ہے ان قدسیوں میں جو اس کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں۔

امام نووی علیہ الرحمتہ نے سکینت کی تعریف یوں فرمائی ہے۔

قال النووی المختار انها من المخلوقات فیه طمانینة ورحمة ومعه الملائکة ۔

سکینت سے مراد وہ غیر مرئی مخلوق ہے جس کے نزول سے اطمینان وسکون نصیب ہوتا ہے اور ان کے ساتھ فرشتے بھی ہوتے ہیں۔

عن البراء قال کان رجل یقرا سورة الکهف والی جانبه حصان مربوط بشطنین فتغشته سحابة فجعلت تدنو وتدنو وجعل الفرس ینفر فلما اصبح اتی النبی صلی الله علیه وسلم فذکر ذالك فقال تلك السکینة تنزلت بالقرآن ۔ (مشکوٰۃ ص ۱۸۴)

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ایک آدمی سورۃ کہف

پڑھ رہا تھا اس کے قریب ہی ایک گھوڑا دو رسیوں سے بندھا ہوا تھا۔ اتنے میں ایک بادل نے اس پر سایہ کر دیا اور وہ بادل قریب تر ہوتا گیا اور گھوڑے نے اُچھلنا شروع کر دیا۔ بوقت صبح وہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس سارے واقعہ کا ذکر کر دیا اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ سکینت تھی جو قرآن کی وجہ سے نازل ہوئی تھی۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت اسید بن حضیر نے اپنے بارے میں یوں بیان فرمایا کہ وہ رات کے وقت سورۃ بقرہ کی تلاوت کر رہے تھے اور ان کا گھوڑا ان کے قریب بندھا ہوا تھا۔ اچانک گھوڑے نے گھومنا شروع کر دیا۔ انہوں نے یہ دیکھ کر قرأت کو موقوف کر دیا تو گھوڑا بھی ٹھہر گیا انہوں نے دوبارہ پڑھا گھوڑا پھر گھومنے لگا پھر وہ نماز سے فارغ ہو گئے۔ ان کا لڑکا یحییٰ گھوڑے کے قریب (سویا ہوا) تھا۔ انہیں اندیشہ ہوا کہ گھوڑا اسے تکلیف نہ پہنچا دے۔ جب انہوں نے اپنے لڑکے کو گھوڑے سے دور کیا اپنا چہرہ آسمان کی طرف کیا تو دیکھا کہ ایک سائبان میں قندیلیں روشن ہیں۔

صبح کے وقت نبی کریم ﷺ سے یہ تمام ماجرا عرض کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے حضیر کے بیٹے! تم نے قرآن پڑھتے رہنا تھا۔ اے حضیر کے بیٹے! تم نے قرآن کی تلاوت جاری رکھنی تھی۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ میرا بیٹا گھوڑے کے قریب تھا میں ڈر گیا کہ کہیں گھوڑا میرے بیٹے کو روند نہ ڈالے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

تلك الملائكة دنت لصوتك ولو قرأت لاصبحت ينظر الناس اليها ۔ (بخاری ومسلم)

اے اسید! وہ اللہ کی نوری مخلوق فرشتے تھے جو تیری تلاوت قرآن کی آواز سننے کے لئے آتے تھے اگر تو تلاوت قرآن کو جاری رکھتا تو لوگ اپنی آنکھوں سے فرشتوں کا دیدار کر لیتے۔

ثابت ہوا کہ جب بندۂ مومن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں متوجہ ہوتا ہے تو فرشتوں میں بھی ایک ہیجان پیدا ہو جاتا ہے اور عشق الٰہی سے سرشار اس بندۂ مومن کا قرآن سننے کیلئے زمین کی طرف اترتے ہیں گویا اللہ کی رحمت فرشتوں کی صورت میں حافظ قرآن پہ چھم چھم برستی ہے۔

حافظ قرآن فرشتوں کا ساتھی

عن عائشة رضی اللہ عنها قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الماهر بالقرآن مع السفرة الكرام البررة والذی یقرا القرآن ویتتعتع فيه وهو عليه شاق له اجران ۔(متفق علیہ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ماہر حافظ قرآن عزت والے اور نیک فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور وہ آدمی جو قرآن پڑھے اور اس میں اٹک جائے اس کے لئے دوگنا اجر ہے۔

یہ حدیث پاک ان الفاظ سے بھی مروی ہے:

الذی یقرا القرآن وهو ماهر به مع السفرة الكرام البررة والذی یقرا القرآن وهو عليه شديد له اجران ۔(شرح السنۃ للبغوی ج۴ص۴۳۰)

وہ فرزند آدم جو قرآن کی تلاوت کرے اور وہ حافظ ہو تو وہ معزز اور نیک فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور وہ تلاوت کرے اور تلاوت اس پر شدید ہو تو اسے دو چند اجر ملے گا۔

ماہر کے معنی کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ ملا علی قاری فرماتے ہیں:

هو الكامل الحفظ الذی لایتوقف فی القراة ولا یشق عليه ۔

(شرح السنہ ج۴ص۴۳۰)

ماہر اس کامل حافظ کو کہتے ہیں جو اس روانی سے تلاوت کرتا ہو کہ دوران تلاوت نہ رکتا ہو اور نہ ہی اس پر دشوار ہو۔

یہی علامہ موصوف رحمہ اللہ السفرة کے ضمن میں لکھتے ہیں:

المراد بها الملائكة الذين هم حملة اللوح المحفوظ ۔

(مرقاۃ ج۴ص۳۳۶)

سفرۃ سے مراد فرشتے ہیں جو لوح محفوظ کے اٹھانے والے ہیں۔

علامہ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

السفرة هم الملائكة لانهم ينزلون بوحی الله ومايقع به الصلاح بين الناس كالسفير يصلح بين القوم ۔(شرح السنۃ)

سفرہ سے مراد فرشتے ہیں کیونکہ یہ اللہ کی وحی اور وہ احکام جس سے لوگوں میں اصلاح ہولے کرآتے ہیں جیسے سفیر قوم میں صلح کرواتا ہے۔

یہ بات واضح ہوئی کہ حافظ قرآن فرشتوں کے ساتھ ہے وہ جہاں بھی جائے اللہ کے معزز فرشتے اس کے رفیق ہیں اور کسی بھی خطرے کے موقع پر اس کے ایمان وایقان کی حفاظت کرتے ہیں۔

ایک اور نظریہ ملاحظہ ہو۔

قال القاضی عیاض یحتمل ان یکون المراد بکونه مع الملائكة ان يكون له في الاخرة منازل يكون فيها رفيقاً للملائكة ۔(مرقاۃ)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ فرشتوں کی معیت سے مراد حافظ قرآن کے لئے آخرت میں ایسی منازل ہوں جہاں وہ ملائکہ کا رفیق و صدیق ہوگا۔

دین اور دنیا میں ہے عزت ... مخزن شہرت حافظ قرآں
اہل گناہ کو پار لگائے ... موجب رحمت حافظ قرآں
رخشاں رخشاں فرحاں فرحاں ... روز قیامت حافظ قرآں
حب الٰہی کا متوالا ... رب کی امانت حافظ قرآں
شاد ہے اس کا رتبہ اونچا ... وجہ محبت حافظ قرآں

(پروفیسر محمد احمد شاد)

فرشتے گناہوں سے پاک ہیں اور فرشتوں کا ہمنشین بھی وہی ہوگا جو گناہوں سے پاک ہوگا تو اس بات سے یہ واضح اشارہ ہے کہ حافظ قرآن کریم کی برکت سے دنیا سے رخصت ہوتے وقت گناہوں سے اس طرح پاک ہوگا جس طرح اللہ کی نوری مخلوق گناہوں سے پاک ہے۔

زیرنظر حدیث پاک میں اٹک کر پڑھنے والوں کے لئے دوگنا اجر کا ذکر ہے۔اس میں ان لوگوں کے لئے تسلی کا سامان ہے جو روانی سے نہیں پڑھ سکتے پروردگار عالم جل جلالہ نے انہیں اپنی رحمت سے محروم نہیں فرمایا بلکہ دوگنے اجر کی نوید سنائی ہے۔اس کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ جو روانی سے پڑھتا ہے اس کا اجر اٹک کر پڑھنے والے سے کم ہے بلکہ روانی سے پڑھنے والا اجر میں اس سے کہیں زیادہ ہے۔

حضرت ملا علی قاری حنفی نقشبندی رحمہ اللہ یوں فرماتے ہیں:

لیس معناہ الذی یتتعتع فیہ لہ من الاجر اکثر من الماھر بل الماھر افضل واکثر اجراً مع السفرۃ ولہ اجور کثیرۃ حیث اندرج فی سلک الملائکۃ المقربین ۔(مرقات ص ۳۴۹)

اس کا یہ مفہوم نہیں کہ جو اٹک کر پڑھتا ہے اس کا اجر ماہر سے زیادہ ہے بلکہ ماہر قرآن افضل ہے اور اجر میں بھی زیادہ ہے۔اسے تو قدسیوں کی معیت نصیب ہے اور وہ بہت زیادہ اجروں کا مستحق ہے۔اس طرح کہ وہ تو ملائکہ مقربین کی مقدس لڑی میں منسلک ہو گیا ہے۔

انسان کو قرآن کریم سے محبت کرنی چاہیے قطع نظر اس کے کہ وہ ماہر ہے یا اٹک کر پڑھنے والا ہے۔وہ ہر صورت میں اجر کا مستحق ہے اور اللہ کی رضا و خوشنودی کا سزاوار ہے۔

حافظ قرآن' علمبردار اسلام

حامل القرآن حامل رایۃ الاسلام ومن اکرمہ فقد اکرم اللہ ومن اھانہ علیہ لعنۃ اللہ ۔(کنزالعمال ج ۱ ص ۵۱۵)

حافظ قرآن اسلام کے جھنڈے کو اٹھانے والا ہے جس نے اس کی عزت کی تو یقیناً اس نے اللہ کی عزت کی اور جس نے اس کی اہانت کی تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

جھنڈا ہر آدمی کے ہاتھ میں نہیں دیا جاتا بلکہ جھنڈا سپہ سالار اور قائد کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔قائد ہی پوری قوم کی جان اور روح ہوتا ہے۔اللہ وحدہ لاشریک نے حافظ قرآن کو اسلام کا جھنڈا بلند کرنے والا بنا دیا۔

اے حافظ قرآن! اللہ نے اسلام کا جھنڈا تیرے ہاتھ میں دے دیا ہے۔اسلام کے

دشمنوں کی نظر تجھ پر ہے اب اسلام کی عزت و ناموس کا واسطہ کوئی ایسی حرکت نہ کر دینا جس سے دشمن اسلام، اسلام پر انگشت نمائی کر سکیں بلکہ سیرت و کردار کا ایسا اعلیٰ نمونہ پیش کرنا کہ جو بھی تجھے دیکھتا جائے اسلام کا گرویدہ ہوتا جائے۔

یہ عزت و شرف کسی کسی کو ملتا ہے کہ رسول عربی ﷺ نے حافظ قرآن کی عزت کو اللہ کی عزت قرار دے دیا اور حافظ قرآن کی طرف نظر اہانت سے دیکھنے والا غضب و پھٹکار کا مستحق قرار دیا گیا۔

رسول عربی ﷺ نے یوں بھی ارشاد فرمایا:

اکرموا حملة القرآن فمن اکرمھم فقد اکرمنی ۔ (کنز العمال ج ۱ ص ۵۱۲)

اے میرے امتیو! قرآن کے حافظ کی عزت کرو جس نے ان کی عزت کی اس نے یقیناً میری عزت کی۔

حافظ قرآن کی عزت اللہ کی عزت ہے اور حافظ قرآن کی تکریم رسول اللہ ﷺ کی توقیر و تعظیم ہے۔

اب حافظ قرآن پر لازم ہے کہ اس عزت و شرف کا احساس کرے اور اپنے ظاہر و باطن کو قرآن کریم کے انوار سے ہمیشہ مزین رکھے۔

علامہ نووی رحمہ اللہ روایت فرماتے ہیں:

حامل القرآن حامل رایة الاسلام لا ینبغی ان یلھو مع من یلھو ولا یسھو مع من یسھو ولا یلغو مع من یلغو تعظیماً لحق القرآن ۔

(التبیان للنووی ۲۹)

قرآن کا حافظ اسلام کا علمبردار ہے۔ حق قرآن کی تعظیم کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کے لئے مناسب نہیں کہ کسی لہو و لعب میں مشغول آدمی کے ساتھ مل کر لہو و لعب میں یا غافل کے ساتھ مل کر غفلت میں یا لغو باتیں کرنے والے کے ساتھ مل کر لغویات میں مشغول ہو جائے۔

امام حاکم نیشاپوری کی روایت کردہ اس حدیث پاک کو بھی ملاحظہ فرمایئے:

لاینبغی لصاحب القرآن ان یجدمع من جد ولا یجهل مع من جهل وفی جوفه کلام ۔(المستدرک ج ا ص ۵۵۲)

حافظ قرآن کے لئے مناسب نہیں کہ وہ کسی الجھنے والے سے الجھے اور نہ کسی نادان کے ساتھ نادانی کرے کیونکہ اس کے پیٹ (سینے) میں اللہ کا کلام ہے۔

حافظ قرآن سب سے بڑا غنی

فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اغنی الناس حملة القرآن من جعلہ اللہ فی جوفہ ۔(کنز العمال بروایت ابن عساکر ص ۵۱۰)

پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لوگوں میں سب سے زیادہ غنی حافظ قرآن ہیں جن کے سینے کو اللہ نے قرآن سے مزین وآراستہ فرمادیا۔

ایک دن رسول عربی ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا بتاؤ لوگوں میں غنی اور صاحب ثروت کون ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے چند مالدار صحابہ کا نام لے دیا۔ اس وقت نبی کریم ﷺ نے سوچ کے دھارے بدلتے ہوئے فرمایا میری امت میں مالدار اور صاحب ثروت وہ ہے جو قرآن کا حافظ ہے، جس کے سینے میں قرآن محفوظ ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ایک اور ارشاد ملاحظہ ہو:

القرآن غنی لافقر بعدہ ولا غنی دونہ ۔(مسند ابو یعلی موصلی)

قرآن وہ دولت ہے کہ اس کے بعد فقر نہیں اور اس سے بڑھ کر کوئی تونگری نہیں۔

غنی وہ ہے جو قرآن کا حافظ ہے۔ صاحب ثروت وہ ہے جس کے سینے میں قرآن محفوظ ہے۔ غنی اور صاحب ثروت کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کیا کرتے جو غنی ہو کر کسی سے کچھ مانگے اس پر افسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔

عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ انہ مر علی قاری یقرائم سال فاسترجع ۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ایک قاری کے پاس سے گزرے جو قرآن کی تلاوت کر رہا تھا۔ تلاوت کے بعد اس نے مانگنا شروع کر دیا۔

آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔

ثم قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من قرا القرآن فلیسال اللہ بہ فانہ سیجی اقوام یقرء ون القرآن ویسئلون الناس بہ ۔

پھر فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا آپ فرما رہے تھے جو قرآن پڑھے اسے چاہیے کہ وہ اللہ سے مانگے۔ عنقریب ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے اور اس کے ذریعے لوگوں سے مانگیں گے۔

امیر المومنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد گرامی بھی اس بات کو مزید واضح کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا:

یا معشر القراء ارفعوا رء وسکم فقد وضح لکم الطریق فاستبقوا الخیرات لایکونوا عیالاً علی الناس ۔ (التبیان للنووی ص ۲۹)

اے قرآن کے قاریو! اپنے سروں کو بلند رکھو تمہارے سامنے راستہ بالکل واضح ہے۔ پس نیکیاں کرنے میں مسابقت اختیار کرو اور لوگوں پر بوجھ نہ بن جاؤ۔

سوال وہ کرتا ہے جس کے پاس مال و دولت کی کمی ہو حافظ قرآن کو اللہ نے وہ دولت عطا فرمائی ہے جس کی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من قرا القرآن ثم رای ان احداً اوتی افضل مما اوتی فقد استصغر ماعظمہ اللہ تعالیٰ ۔ (احیاء العلوم للغزالی)

جس نے قرآن پڑھا پھر وہ یہ سمجھا کہ کسی اور کو اس سے افضل چیز دی گئی ہے تو اس نے یقیناً اسے حقیر سمجھا جسے اللہ تعالیٰ نے عظمتوں والا قرار دیا۔

سب سے افضل و اعلیٰ دولت قرآن کریم ہے۔ وہ آدمی بڑا نا سمجھ ہے جو قرآن کے ہوتے ہوئے کسی اور کے بارے میں افضل و برتری کا تصور قائم کرے۔

ادھر اسلام نے حافظ قرآن کی جلالت شان کو مدنظر رکھتے ہوئے حکومت پر لازم قرار دیا کہ وہ بیت المال سے حفاظ کی کفالت کا انتظام کرے۔

حامل کتاب اللہ تعالیٰ له فی بیت مال المسلمین فی کل سنة مائتا دینار ۔(الفردوس بماثور الخطاب ج۲ص۱۶۹۲)

اللہ تعالیٰ کی کتاب ''قرآن کریم'' کے حافظ کے لئے مسلمانوں کے بیت المال سے ہر سال دوسو دینار ہیں۔

علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الاوزید اونقص بقدر الحاجة والمصلحة کمادل علیه نصوص اخری ۔(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر مناوی ج۳ص۳۶۷)

حافظ قرآن کے لئے دوسو دینار سالانہ ہوں گے بشرطیکہ ان سے اس کی ضروریات پوری ہو جائیں ورنہ حاجت ومصلحت کے پیش نظر اس میں زیادتی یا کمی کی جاسکتی ہے جیسے دیگر نصوص اس پر دلالت کرتی ہیں۔

ایک دوسری روایت میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہر قاری کے لئے مسلمانوں کے بیت المال میں دوسو دینار یا دو ہزار درہم مقرر ہیں اگر حکومت اس کو عطا کرے تو فبہا ورنہ آخرت میں دیئے جائیں گے اور فتاویٰ کامل میں مرقوم ہے کہ ہر عالم و حافظ کا بیت المال سے حق ہے سالانہ دوسو دینار یا دو ہزار درہم۔ اگر گورنر ان کو نہ دے گا تو آخرت میں اس کی نیکیوں سے دلایا جائے گا اور اگر وہ گورنر نیکیاں نہ رکھتا ہو تو ان کے گناہوں کا بار اس پر ڈالا جائے گا۔(تنویر اللمعان لمعہ پنجم)

حافظ قرآن' مشتاق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عن عبداللہ قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اقرا علی القرآن فقلت یا رسول اللہ آقره علیك وعلیك انزل قال انی اشتھی ان اسمعه من غیری فقرأت النسآء حتی اذا بلغت فکیف اذاجئنا من کل امة ؟ بشھید وجئنا بك علی ھولآء شھیداً فرفعت

راسي فرايت دموعه تسيل ۔ (مسلم شریف ج ۱ ص ۲۷۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ تو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا میں آپ کو قرآن سناؤں حالانکہ قرآن آپ پر نازل ہوا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا میری یہ خواہش ہے کہ میں کسی اور سے قرآن سنوں تو میں نے سورۃ النساء پڑھنی شروع کر دی اور جب میں

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا ۔

پر پہنچا تو میں نے اپنا سر اٹھایا (میری نگاہ رخ مصطفیٰ ﷺ پر گئی) تو دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

قال حسبك الآن فالتفت اليه فاذا عيناه تذرفان ۔

(جب میں اس آیت تک پہنچا تو) آپ نے فرمایا اب قرأت موقوف کیجئے تو میں نے دیکھا کہ آپ کی چشمان مبارک بہہ رہی تھیں۔ (بخاری شریف)

علامہ بدرالدین عینی عمدۃ القاری شرح بخاری میں ایک اور حدیث پاک ذکر کرتے ہیں: ان النبي صلى الله عليه وسلم اتاهم في بني ظفر ومعه ابن مسعود وناس من اصحابه فامر قارئاً فقراه فاتي هذه الآية فكيف اذا جئنا من كل امة بشهيد وجئناه فبكي حتى ضرب لحياه ووجنتاه فقال يارب هذا شهدت على من انا بين ظهريه فكيف على من لم اره ۔ (عمدۃ القاری للعینی ج ۲۰ ص ۶۰)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس قبیلہ بنی ظفر میں تشریف لائے اور آپ کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور چند صحابہ تھے پس آپ نے ایک قاری کو پڑھنے کا حکم دیا جب وہ اس آیت

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ

پر پہنچا تو آپ رو دیئے یہاں تک کہ آپ کی داڑھی مبارک اور رخسار آنسوؤں سے تر

ہو گئے پس آپ نے عرض کی اے میرے پروردگار! میں تو جن کے درمیان ہوں ان کا تو گواہ ہوں جن کو میں نے نہیں دیکھا ان پر کیسے گواہی دوں گا۔

اس اشکال کو علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ درج ذیل حدیث پاک ذکر کر کے دور کرتے ہیں۔

عن سعید بن المسیب قال لیس من یوم الاویعرض علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم امتہ غدوۃ وعشیۃ فیعرفھم بسیماھم واعمالھم فلذالک یشھد علیھم .

(عمدۃ القاری شرح بخاری للعینی جلد۲۰ص۶۰)

حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ ہر روز نبی کریم ﷺ پر آپ کی امت صبح وشام پیش کی جاتی ہے پس آپ اپنی امت کو ان کے چہروں اور اعمال سے پہچانتے ہیں اس وجہ سے آپ ان کی گواہی دیں گے۔

حیات ابدیہ سے متصف نبی ﷺ' اے امتی تیری گواہی دے گا وہ تجھے تیرے اعمال اور تیری اشکال وصورت سے پہچانتا ہے اس لئے تو بھی امتی ہونے کی لاج رکھتے ہوئے آپ کی شریعت کے مطابق زندگی بسر کرنے کی کوشش کر۔ یہ سعادت ہر آدمی کو نہیں ملتی بلکہ اس حافظ قرآن کو نصیب ہوتی ہے جو قرآن کریم کے ظاہری و باطنی حقوق کے ساتھ تلاوت کرتا ہو۔ اس کے دن اور رات آنسوؤں کی آمیزش سے قرآن کی تلاوت کرتے گزرتے ہوں اس کا ہر قدم شریعت مطہرہ کے مطابق ہو اللہ کے اوامر پر سختی سے کاربند ہو اور نواہی سے پوری شدت سے اجتناب برتتا ہو۔

حفاظ قرآن کو زیارت مصطفیٰ ہوگئی

انفاس العارفین میں ایک عجیب واقعہ لکھا ہوا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

سرہند شریف میں دو حفاظ قرآن سید عبداللہ اور ان کے ساتھی قرآن پاک کا دور کر رہے تھے۔ دنیا و مافیھا سے بے خبر کلام الٰہی کی حلاوت میں گم ہیں اچانک چند عرب سوار آئے اور قریب ہی کھڑے ہو کر قرآن سننا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ان میں سے جوان کا

سردار تھا گویا ہوا۔

اے قرآن کے قاریو! تم نے قرآن کا حق ادا کر دیا۔ اتنا کہہ کر وہ قافلہ رخصت ہو گیا۔ یہ دونوں بزرگ بعد میں باتیں کرنے لگے کہ یار یہ کون لوگ تھے ان کے چہرے بڑے پُر رونق تھے خصوصاً ان کے رئیس کا چہرے پُر انوار کا ایسا جامہ تھا کہ نظر جما کر دیکھنا ممکن نہ تھا۔ میں تو دیکھ کر اپنے آپ کو قابو نہ رکھ سکا اور ان کے احترام میں کھڑا ہو گیا۔

اسی دوران اسی عرب وضع قطع کا ایک اور سوار آیا اور ان حفاظ کرام سے مخاطب ہوا' اے قرآن کے قاریو! کیا رسول عربی ﷺ یہاں تشریف لائے تھے اگر تشریف لائے تھے تو اب کہاں تشریف لے جا چکے ہیں۔ ان حفاظ کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اور ایک دوسرے کا منہ تکتے رہ گئے۔ ہائے اللہ کے محبوب تشریف لائے تھے ہم ان کی قدم بوسی نہ کر سکے۔ جس ذات اقدس کا کلمہ پڑھتے ہیں اس نے کرم فرمایا ہم ان کا جی بھر کر دیدار بھی نہ کر سکے۔

بعض علماء فرماتے ہیں وہ نو وارد عربی سوار ان حفاظ کی کیفیت کو بچشم سر ملاحظہ کر . با تھا کہ وہ دونوں حفاظ اس طرف متوجہ ہوئے اس کی سواری کی رکاب پکڑ کر کہتے ہیں کہ بتاؤ تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا جس کا پوچھنا تھا اس کا پوچھا نہیں میرا پوچھتے ہو؟ انہوں نے جواباً کہا تم بھی کوئی معمولی آدمی معلوم نہیں ہوتے۔ اس نو وارد عربی سوار نے کہا! مجھے نبی کریم ﷺ کا صحابی ابو ہریرۃ کہتے ہیں (رضی اللہ عنہ)۔

رات سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے روضہ شریف میں فرمایا تھا کہ صبح سرہند کے قاریوں کا قرآن سننے چلیں گے تم بھی ساتھ چلنا اور پھر صبح مجھے کسی اور کام بھیج دیا میں اس کام سے فارغ ہو کر آیا ہوں تو آپ روانہ ہو چکے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اپنے والد گرامی قدر حضرت شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اس صحراء میں کئی دن تک خوشبو آتی رہی۔

امت کے سردار

اشراف امتی حملة القرآن واصحاب اللیل ۔ (کنز العمال ج ۱ ص ۵۰)

میری اُمت کے سردار حفاظ قرآن اور اصحاب اللیل ہیں۔

رسول عربی ﷺ نے امت میں اشرف واکرم حفاظ کرام کو قرار دیا۔ یہ شرف اور یہ بزرگیاں قرآن کریم کو سینے میں محفوظ کرنے کی وجہ سے ہیں۔

رسول عربی ﷺ نے اپنے ارشادات مبارکہ سے حفاظ کرام کی شرافت وعظمت کو واضح فرمایا:

عن ابی مسعود الانصاری البدری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یؤم القوم اقرء وھم لکتاب اللہ ۔(مسلم شریف)

حضرت ابن مسعود انصاری بدری سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا قوم کی امامت وہ شخص کرائے جو قرآن کا زیادہ قاری ہو۔

مصلیٰ امامت پر کھڑا ہونا بہت بڑا منصب ہے۔ ایسی جگہ جہاں کوئی امام مقرر نہ ہو وہاں جب افراد جماعت کے لئے کھڑے ہوں گے تو ان کی امامت وہی کروائے گا جو قرآن کا زیادہ حافظ ہوگا۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ خلافت میں ان افراد کو مشاورت کے لئے منتخب فرمایا کرتے تھے جو قرآن کے حافظ زیادہ ہوتے تھے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال کان القراء اصحاب مجلس عمر ومشاورتہ کھولا وشباباً ۔(بخاری شریف)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اصحاب مجلس اور اصحاب مشاورت حفاظ کرام عمر رسیدہ ہوں یا جوان دونوں ہوتے تھے۔

بارگاہ خداوندی میں سربندگی جھکانے کے لئے فرائض امامت ہوں یا ملکی معاملات کے لئے مشاورت ہو ہر جگہ حفاظ قرآن کو ترجیح دی جاتی ہے۔

قرآن کی وجہ سے گورنری مل گئی

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں مکہ مکرمہ کا گورنر نافع بن

حارث کو بنا دیا پھر ایک مرتبہ آپ کی گورنر مکہ سے ملاقات عسفان پر ہوئی آپ نے ان سے پوچھا؟

من استخلفت علی اھل الوادی؟

اہل وادی پر اپنا نائب کسے بنا کر آئے ہو؟

اس پر نافع بن حارث نے جواب دیا:

استخلفت علیھم ابن ابزیٰ

میں نے ابن ابزی کو جانشین مقرر کیا ہے۔

اس پر آپ نے استفسار کیا کہ ابن ابزی کون ہے؟ تو نافع بن حارث نے جواب دیا ہمارا آزاد کردہ غلام۔ آپ نے پھر از راہِ تعجب استفسار کیا:

اپنی عدم موجودگی میں اہل مکہ پر ایک غلام کو اپنا نائب بنا کر آئے ہو!

انہوں نے جواباً عرض کی کہ ابن ابزی قرآن کا قاری اور فرائض کا عالم اور بہترین فیصل ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

ان اللہ یرفع بھذا الکتاب اقواماً ویضع بہ آخرین ۔ (ابن ماجہ ص ۲۱۸)

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے بعض اقوام کو عزت و رفعت عطا فرماتا ہے اور اسی کے ذریعے بعض کو پستیوں میں دھکیل دیتا ہے۔

نافع نے ابن ابزی کے استخلاف کے جواز کے لئے اس کے تین وصف گنوائے لیکن حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی نظر میں حفظ و قرأت قرآن ہی ایک ایسا وصف ہے جس کے ذریعے ایک غلام کو مکہ مکرمہ کا عامل بنایا جا سکتا ہے۔ یقیناً اس قرآن کے ذریعے ہی اللہ اقوام کو عزت عطا فرماتا ہے۔

شیخ نصر بن محمد سمرقندی المتوفی ۳۷۳ھ کی نقل کردہ اس روایت میں صرف ابن ابزی کا ایک ہی وصف مذکور ہے۔

قال لہ عمر رضی اللہ عنہ تستعمل رجلاً من الموالی علی قریش قال یا امیر المومنین انی لم ادع خلفی احداً اقرا للقرآن منہ قال لہ عمر رضی اللہ عنہ نعم ان اللہ تعالیٰ رفع القرآن رجال ووضع رجال وان عبدالرحمن بن ابی ابزی ممن رفعہ اللہ بالقرآن ۔

(تنبیہ الغافلین للسمرقندی ص ۳۲۸)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا آپ نے ایک غلام کو سردارانِ قریش پر حاکم مقرر کر دیا ہے تو انہوں نے عرض کی اے امیر المومنین میں نے اپنے بعد اس سے بڑھ کر کسی کو قرآن کا قاری نہ پایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بہتر یقیناً اللہ تعالیٰ اس قرآن کے ذریعہ بہت سے افراد کو رفعت عطا فرماتا ہے اور بہت سوں کو پستی میں لے جاتا ہے اور یقیناً عبدالرحمٰن بن ابی ابزی ان افراد سے ہے جنہیں اللہ نے قرآن کی وجہ سے عزت و رفعت عطا فرمائی۔

حافظ قرآن زمین کا مقدس مہمان

اذامات حامل القرآن اوحی اللہ الی الارض ان لاتاکلی لحمہ قالت الھی کیف آکل لحمہ و کلامک فی جوفہ ۔

(الفردوس بماثور الخطاب جلد اول حدیث نمبر ۱۱۱۲ روایت من جابر و عزاہ السیوطی/ بیہقی و ترمذی و ابن ماجہ/ کنز العمال ص ۵۵۵ جلد اول)

جب حافظ قرآن دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ زمین کو حکم فرماتا ہے کہ اس کے گوشت کو مت کھانا وہ عرض کرتی ہے الٰہی میں اس کے گوشت کو کیسے کھا سکتی ہوں جب کہ تیرا کلام اس کے سینے میں ہے۔

کلام الٰہی کا حافظ حیات جاوداں سے متصف ہو جاتا ہے۔ موت آنے سے بھی وہ مرتا نہیں بلکہ اپنی قبر میں تر و تازہ رہتا ہے۔ وہ قادر قیوم اللہ جو شہید کو زندگی عطا فرما سکتا ہے وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ اپنے کلام کے حافظ کو قبر میں بھی زندگی سے سرفراز فرما دے۔

مظفر گڑھ ۴ نومبر (نمائندہ جنگ) نواحی گاؤں مونڈکا میں ایک قبر کی کھدائی کے دوران

سر پر کسی لگنے سے ایک پرانی میت کے سر سے خون بہنے لگا۔

یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب قریبی بستی شاہ والی کے قبرستان میں ایک قبر کی کھدائی کے دوران کسی کی ضرب ایک پرانی قبر میں دفن میت کے سر میں لگی جس پر اس سے خون بہنا شروع ہو گیا۔ یہ صورتحال دیکھ کر گورکن خوفزدہ ہو کر بھاگ اٹھے تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ یہ میت ایک حافظ قرآن کی تھی۔ (روزنامہ جنگ جمعہ ۱۸ محرم ۱۴۰۳ھ نومبر ۱۹۸۲ء)

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے وقتاً فوقتاً ایسی چیزوں کا اظہار فرماتا رہتا ہے جس سے اس کی اور اس کے محبوب ﷺ کے ارشادات کی حقانیت ہر انسان پر اس طرح واضح ہو جاتی ہے کہ یارائے انکار نہیں رہتا۔

کیا اس واقعہ سے نبی کریم ﷺ نے حافظ قرآن کی حیات کے بارے میں جو درج بالا ارشاد فرمایا کیا اس کی صداقت اظہر من الشمس نہیں ہو گی۔

فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ۔

اسی سلسلہ میں اللہ جل شانہ کی حافظ قرآن پر مزید کرم نوازیاں ملاحظہ ہوں۔

زمین بھی احترام کرے

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا کہ

عبداللہ بن محمد بن منصور نے فرمایا کہ ابراہیم حفار قبر کھودنے میں مصروف تھے کہ ساتھ والی قبر کی اینٹیں کھل گئیں اور وہاں سے کستوری کی خوشبو آنے لگی میں نے دیکھا کہ ایک سفید ریش بزرگ قرآن کریم کی تلاوت فرما رہے ہیں۔ (تنویر اللمعان لمعہ پنجم)

حافظ قرآن جب صبح و شام اللہ کے کلام کی تلاوت میں مصروف رہتا ہے اسے تلاوت قرآن کے بغیر چین نہیں آتا تو پروردگار عالم جل جلالہ اس کی قرآن سے محبت کی لاج رکھتے ہوئے اسے قبر میں بھی قرآن کریم پڑھنے کی توفیق عطا فرما دیتا ہے۔

کیا قبر میں ایسے اعمال کا صدور ممکن ہے؟

اس سلسلہ میں حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

الانبیآء احیآء یصلون فی قبورھم ۔ (مسند ابی یعلی)

انبیاء کرام زندہ ہیں اور اپنے اپنے مزارات میں نماز ادا فرماتے ہیں۔
نیز نبی کریم ﷺ نے لیلۃ المعراج حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے مزار پر انوار میں نماز پڑھتے دیکھا۔

اگر انبیاء کرام کو اللہ وحدہ لاشریک یہ سعادت عطا فرماتا ہے کہ وہ اپنے مزارات میں عبادت خداوندی کا لطف و لذت اٹھائیں تو انبیاء کرام سے فیض لینے والے اور ان کی سنتوں پر ساری زندگی کاربند رہنے والے امتیوں کو بھی اللہ ان کے طفیل قبر میں عبادات کی توفیق و سعادت عطا فرما سکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

ضرب بعض اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم خبآء ہ علی قبر وھو لا یحسب انه قبر فاذا فیه انسان یقرا سورۃ تبارك الذی بیده الملك حتی ختمها فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھی المانعة ھی المنجیة تنجیه من عذاب اللہ ۔ (مشکوٰۃ ص ۱۸۸)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے اپنا خیمہ ایک قبر پر لگا دیا انہیں اس چیز کا خیال ہی نہ آیا کہ یہ قبر ہے اچانک اس میں ایک انسان (صاحب قبر) کی سورۃ تبارك الذی بیده الملك پڑھنے کی آواز آئی اور اس نے سورۃ کو آخر تک پڑھا۔ پس وہ صحابی نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا عرض کر دیا اس پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یہ سورۃ عذاب کو روکنے والی ہے یہ نجات دینے والی ہے اپنے پڑھنے والے کو اللہ کے عذاب سے بچاتی ہے۔

ایک صحابی رسول اللہ ﷺ کا قبر سے تلاوت قرآن کو سننا اور خود نبی کریم ﷺ کا اس پر مہر تصدیق ثبت کرنا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ حافظ قرآن جو قرآن کے تمام حقوق کی رعایت رکھیں مرتے نہیں بلکہ اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور ان میں سے بعض خوش

نصیبوں کو یہ سعادت ملتی ہے کہ وہ اپنی قبروں میں قرآن کریم کی تلاوت بھی کرتے ہیں۔

حافظ قرآن نجات یافتہ

صاحب قرآن یوم جزاء میں عذاب وسختی سے محفوظ رہے گا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

احفظوا القرآن فان اللہ لایعذب بالنار قلباً وعی القرآن۔

(شرح السنۃ للبغوی)

قرآن حفظ کرو بے شک اللہ تعالیٰ آگ کا عذاب اس دل کو نہیں دے گا جس نے قرآن کریم یاد کیا۔

یہ حدیث ان الفاظ سے بھی ہے:

اقرءوا القرآن فان اللہ لایعذب قلباً وعی القرآن۔ (کنزالعمال ج ۱ ص ۵۱۲)

قرآن پڑھو اللہ تعالیٰ ایسے دل کو عذاب نہیں دے گا جس نے قرآن کو محفوظ کرلیا۔

مسند الفردوس میں قلب کی جگہ عبد کا لفظ مذکور ہے۔

لایعذب اللہ عبداً وعی القرآن۔ (مسند الفردوس)

اللہ ایسے بندے کو عذاب نہیں دے گا جس نے قرآن کریم حفظ کرلیا۔

اس بات کو نبی کریم ﷺ نے اس طرح بھی ذکر فرمایا ہے:

لوجعل القرآن فی اھاب ثم القی فی النار ما احترق۔

اگر قرآن کو کسی چمڑے میں رکھا جائے پھر اسے آگ میں پھینک دیا جائے تو وہ نہیں جلے گا۔

اس کا ایک مفہوم تو واضح ہے کہ آگ قرآن کریم کو نہیں جلاتی کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ مکان پورا جل گیا لیکن اس کے طاق میں رکھا ہوا قرآن محفوظ رہا۔

یہ بھی ہوا کہ جہاز آگ کی لپیٹ میں آ گیا اور جل کر خاکستر ہوگیا بلکہ جلتے وقت اس کی اتنی تپش تھی کہ قریبی تمام فصلیں اور درخت جل گئے لیکن اللہ کی شان کہ اسی جہاز میں موجود قرآن کریم کا نسخہ آگ کی دست برد سے محفوظ رہا۔

محدثین کرام رحمہم اللہ اس کا ایک دوسرا مفہوم بیان فرماتے ہیں کہ جس انسان کے سینے میں قرآن ہوا سے جہنم کی آگ نہیں جلاسکتی۔

واقعی جس کا سینہ قرآن کے انوار سے معمور ہوا سے جہنم کی آگ کیسے جلاسکتی ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جب حقیر کھال کو قرآن کی ادنیٰ ہمسائیگی کی بناء پر یہ مرتبہ حاصل ہوا کہ اسے آگ نہیں جلاتی تو حافظ قرآن کے دل اور عامل قرآن کے بدن کا کیا پوچھنا جس میں قرآن سالہا سال اور مدت دراز تک رہا اس کو تو آتش دوزخ سے بطریق اولیٰ نجات ملے گی۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لو کان القرآن فی اھاب مامسته النار ۔

اگر قرآن کسی کھال میں ہو تو آگ اس کھال کو نہ چھوئے گی۔

آگ کا حافظ قرآن کو جلانا تو درکنار اسے چھو بھی نہیں سکتی کیونکہ علم و حکمت کے دریا اس کے سینے سے ضوفشاں ہیں بھلا آگ ان انوار کو کیسے جلاسکتی ہے بلکہ انوار کلام الٰہی آگ کو سرد کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

حدیث پاک میں ہے جب مومن پل صراط سے گزر رہا ہوگا جہنم پکار کر کہے گی:

جز یامومن ان نورك اطفأ لھبی ۔ (تفسیر کبیر)

اے مومن جلدی گزر جا تیرا نور میری آگ کے شعلوں کو سرد کر رہا ہے۔

یقیناً جب حافظ کلام الٰہی جہنم کے اوپر سے گزرے گا تو جہنم کچھ زیادہ ہی واویلا کرتے ہوئے اس سے جلدی گزر جانے کی درخواست کرے گی کیونکہ اس کے دل میں ایمان کے ساتھ نور کلام الٰہی بھی ہوگا۔

ایک روایت میں اس طرح ہے فی الجنه نهرا اسمها ريان عليها مدينة من مرجان لها سبعون الف باب وهی لحامل القرآن ۔

جنت میں ایک نہر ہے جس کا نام ریان ہے اس نہر کے کنارے پر ایک شہر ہے جو

مرجان کے موتیوں کا بنا ہوا ہے اور جس کے (سونے چاندی کے) ستر ہزار دروازے ہیں یہ پورا شہر حافظ قرآن کو دیا جائے گا۔

حافظ قرآن کا اعزاز

اگر کسی شخص نے اپنے نام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے نام کو ملانا ہو تو بغیر عبدیت کی نسبت کے نہیں ملا سکتا مثلاً اللہ کے نام غفار کو اپنے نام کا جز بنانا ہو تو خالی غفار نہیں کہلا سکتا بلکہ عبدالغفار کہلائے گا اسی طرح عبدالقیوم عبدالجبار عبداللہ وغیرہ لیکن جو اللہ تعالیٰ کے پاک کلام کو اپنے سینے میں محفوظ کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ڈائریکٹ اپنا نام دے دیتا ہے عبدیت کی نسبت بھی ضروری نہیں یعنی اللہ بھی حافظ ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۔ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۔ اور یہ خوش نصیب بھی حافظ ہونے کا اعزاز پا لیتا ہے بڑے افسوس کی بات ہے آج اگر کوئی مسلمان اپنے بچے کو حفظ قرآن کیلئے مدرسے میں داخل کرا دے تو برادری طعنے دیتی ہے کہ اب یہ مسجد کی روٹیاں صدقے زکوٰۃ کا مال کھائے گا حالانکہ ایک مسلمان کو تو ایسے کہنا چاہیے کہ اب یہ حافظ قرآن بن کر دوزخ کی آگ کو بجھائے گا' اپنے والدین کو جنت کا تاج پہنائے گا' خود بھی بخشا جائے گا اور بھی بہت ساروں کو بخشوائے گا اور پھر بیچارے بچے بھی احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں کہ ہمارے بارے میں لوگ ایسا ذہن رکھتے ہیں اے قرآن کو اپنے سینے میں محفوظ کرنے والو! لوگوں کی باتوں پہ نہ جاؤ خدا اور مصطفیٰ نے جو تمہاری عظمتیں بیان فرمائی ہیں ان پر غور و فکر کرو اور ڈنکے کی چوٹ پہ علی الاعلان کہو

جے چھڈ دیئے دنیا ہو سکدا گزارا
محمد نوں چھڈیاں گزارا نہیں ہونا

ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو طائف کے بھرے بازار میں کس قدر ستایا گیا' آپ نے پتھر کھائے لہولہان ہوئے' کافروں کے طعنے سنے اس کے باوجود اللہ فرماتا ہے اَلْعِزَّةُ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ عزت ساری کی ساری اللہ رسول اور ان کے غلاموں کیلئے ہے۔ حضور ﷺ نے ایک لفظ بھی ایسا نہیں بولا جس سے یہ ثابت ہو کہ آپ نے سمجھا ہو یہ میری

بے عزتی کر رہے ہیں بلکہ اللہ کے نام پہ سب کچھ برداشت کیا اور یہ تاثر چھوڑا کہ قیصر و کسریٰ کو اپنے محلات میں وہ سکون حاصل نہیں جو ہمیں اللہ کے نام پر پتھر کھا کر اور طعنے سن کر حاصل ہے۔

دونوں عالم میں تمہیں مقصود گر آرام ہے

ان کا دامن تھام لو جن کا محمد ﷺ نام ہے

حضرات صحابہ کرام علیہ الرضوان کی زندگیوں کا مطالعہ کرو انہوں نے دنیا کی خاطر کس قدر سختیاں برداشت کیں لیکن ایک بار بھی زبان پہ شکوہ نہ لائے کہ یہ کیسا دین ہے جس کو قبول کرنے کی وجہ سے لوگ ہماری عزت کرنے کی بجائے الٹا ہمیں تنگ کرتے ہیں بلکہ سید الصحابہ حضرت ابوبکر صدیق جیسا عزت و عظمت کا کوہِ گراں بھی یہ کہتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

سر کٹے کنبہ مرے اور گھر لٹے

دامن احمد نہ ہاتھوں سے چھٹے

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جس نے اپنے بچے کو (ناظرہ) قرآن پڑھایا اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے اور جس نے اپنے بچے کو قرآن پاک حفظ کرایا بروز قیامت اس کو نیک بختوں کی زندگی، شہیدوں کی موت، حشر کے دن نجات، خوف کے دن امن، اندھیروں میں روشنی، گرمی میں سایہ، پیاس کے دن سیری، خفت کے دن وزن، گمراہی کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو ہدایت عطا فرمائے گا بشرطیکہ وہ قرآن پڑھتا رہے کیونکہ قرآن ذکر رحمٰن ہے، شیطان سے بچانے والا ہے اور ترازو کو جھکانے والا ہے (نیکیوں کا پلہ بھاری کرنے والا ہے) (کنز العمال)

حضور علیہ السلام کی بارگاہ بے کس پناہ میں قرآن مجید پڑھنے والوں کا اچھے الفاظ میں ذکر کیا جاتا تھا۔ (مسند احمد، عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

حفاظ کرام اور ان کے والدین کی خدمت میں چند گزارشات

قرآن مجید مکمل یاد کیا ہو یا اس کا کچھ حصہ جس طرح اس کو یاد رکھنا اور پڑھتے رہنا بہت بڑی سعادت ہے اس طرح اس کو بھلا دینا بہت بڑی نحوست ہے جس طرح پیچھے حدیث

گزر چکی کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: مجھ پر میری امت کے اجر و ثواب پیش کئے گئے حتیٰ کہ کوڑا بھی جسے کوئی آدمی مسجد سے نکالتا ہے (تو اس پر اس کو ثواب ملتا ہے) اور مجھ پر میری امت کے گناہ بھی پیش کئے گئے فلم ار ذنبا اعظم من سورۃ من القرآن او اٰیۃ اوتیھا رجل ثم نسیھا ۔ پس میں نے اس سے بڑا کوئی گناہ نہ دیکھا کہ کوئی شخص قرآن کی کوئی سورۃ یا آیت پڑھ کر بھلا دے۔ (ترمذی ج ۲ ص ۸۲۷ باب فضائل القرآن)

ایک حدیث میں ہے مامن امری یقرا القرآن ثم ینساہ الالقی اللہ یوم القیمۃ اجذم (ابوداؤد عن سعد بن عبادہ)

حضور علیہ السلام نے فرمایا جس نے قرآن پڑھ کر بھلا دیا وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے کوڑھ کی بیماری میں مبتلا ہو کر ملے گا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

یہ فرمان عالی بھی اس آقا علیہ السلام کا ہے جس نے حافظ قرآن کے بارے میں یہ فرمایا ہے حامل القرآن حامل رایۃ الاسلام من اکرمہ فقد اکرم اللہ ومن اھانہ فعلیہ لعنۃ اللہ ۔ حضرت ابوامامہ باھلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا حامل قرآن اللہ کے جھنڈے کو بلند کرنے والا ہے جس نے اس کی عزت کی اس نے اللہ کی عزت کی اور جس نے اس کی توہین کی اس پر اللہ کی لعنت ہے۔

اور آپ ﷺ نے فرمایا: قرآن والوں کی عزت کرو جس نے ان کی عزت کی اس نے میری عزت کی اور جس نے میری عزت کی اس نے میرے ربّ کی عزت کی، خبردار ان کے حقوق میں کمی نہ کرو فانھم من اللہ بمکانۃ وحملۃ القرآن ان یکونوا انبیاء الاانھم لایوحیٰ الیھم (کنز العمال ج ۱ ص ۵۲۳)

یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نبیوں (کے قریب) کا درجہ رکھتے ہیں مگر ان کی طرف وحی نہیں کی جاتی۔

فرمایا: جس نے قرآن کی عظمت کی وجہ سے حافظ قرآن کی دعوت کی اور اس کی خوب تواضع کی، اللہ تعالیٰ اس کو حافظ قرآن کے سینے میں محفوظ قرآن کے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں عطا فرمائے گا دس گناہ معاف کرے گا، دس درجے بلند کرے گا فاذا کان یوم

القیمۃ یقول اللہ ایای کرمت و کفی بہ مثیبا (مسند فردوس) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے میری وجہ سے دنیا میں حافظ قرآن کی عزت کی ہے پس تجھے عزت اور بدلہ دینے کیلئے آج میں کافی ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا حملۃ القرآن اولیاء اللہ فمن عاداھم فقد عادی اللہ ومن والاھم فقد والی اللہ (حلیۃ الاولیاء لابی نعیم)

حفاظ قرآن اللہ کے ولی ہیں جس نے ان سے عداوت رکھی وہ اللہ کا دشمن ہے اور جس نے ان سے محبت کی وہ اللہ کا دوست ہے۔

کنز العمال میں ہے کہ جب قرآن پڑھنے والا قرآن پڑھتا ہے۔ان اللہ تعالیٰ لیصمت القرآن ویسمعہ من اھلہ ۔اللہ تعالیٰ خاموشی کا ماحول پیدا فرما کر اس کا قرآن سنتا ہے۔

قرآن کو سینوں میں محفوظ رکھو

پس اے حفاظ کرام: اللہ تعالیٰ نے جو خزانہ تمہارے سینوں میں رکھا ہے اس کی حفاظت کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ ذرا سی غفلت سے اس دولت سے محروم ہو جاؤ۔

اس کی کثرت کے ساتھ تلاوت کو اپنی زندگی کا معمول بلکہ روزانہ کی روحانی غذا بنا لو اگر نہ پڑھو گے تو یہ بے نیاز رب کا بے نیاز کلام ہے اگر تم اس کی پرواہ نہیں کرو گے تو اس کو کسی کی کیا پرواہ ہے تم نہیں پڑھو گے تو اور لاکھوں پڑھنے والے ہیں صرف انسان ہی نہیں خدا کے فرشتے بھی اس کو پڑھنے کیلئے تیار بیٹھے ہیں۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تعاھدوا ھذا القرآن فوالذی نفسی بیدہ لھو اشد تفصیاً من الابل فی عقلھا ۔(بخاری،مسلم،مشکوٰۃ ص ۱۹۰)

اس قرآن کی حفاظت کرو۔اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے یقیناً قرآن کریم پیروں میں بندھن لگے ہوئے اونٹوں سے بھاگ

نکلنے میں زیادہ تیز ہے۔

یہ حدیث پاک ان الفاظ سے بھی ہے۔

عن عبداللہ بن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان ما مثل صاحب القرآن کمثل الابل المعقلۃ ان عاھد علیھا امسکھا وان اطلقھا ذھبت ۔(بخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حافظ قرآن کی مثال بندھے ہوئے اونٹ کی طرح ہے اگر اس کی دیکھ بھال کی تو اسے اپنے ہاں روکے رکھا اور اگر اسے آزاد چھوڑا تو بھاگ گیا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری کی روایت اس طرح بھی ہے:

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال تعاھدوا ھذا القران فوالذی نفس محمد بیدہ لھو اشد تفلتاً من الابل فی عقلھا ۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اس قرآن کی حفاظت کرو۔ قسم ہے اس ذات حق کی جس کے قبضے میں محمد ﷺ کی جان ہے بندھن لگے اونٹ کے کود کر نکل جانے سے یہ نکل جانے میں زیادہ تیز ہے۔

اس نعمت کبریٰ کی حفاظت ہر صاحب نعمت پر فرض ہے۔ اس کا طریقہ یہی ہے کہ روزانہ کچھ حصہ معین کر کے تلاوت کی جائے۔ روزانہ تلاوت کرنے والا یقیناً اس عظیم نعمت کو ہاتھوں سے نہیں جانے دے گا اور یہ دولت اس کے سینے میں محفوظ رہے گی۔

ساری فضیلت کا مدار عمل پہ ہے

بہت سارے والدین اپنے بچوں کو بڑے شوق سے قرآن پاک حفظ کرا لیتے ہیں، بچہ حافظ ہو جائے تو ایک جشن ہوتا ہے پھر اس کے بعد نہ بچے کو خیال آتا ہے کہ مجھے قرآن پاک روزانہ پڑھنا چاہیے اور نہ ہی والدین اس کی طرف توجہ کرتے ہیں نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آہستہ آہستہ وہ اس دولت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ہمارے سامنے اس طرح کی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں بلکہ ایسے حافظ صاحب دوسرے بچوں سے زیادہ بگڑ جاتے ہیں۔ دوسرے

بچے پھر بھی کبھی مسجد کا رخ کر لیتے ہیں اور اس نام نہاد حافظ صاحب کو قرآن پاک کی ایسی بددعا لگتی ہے کہ بھول کر بھی مسجد کا رُخ نہیں کرتا۔

اے حافظ قرآن! قرآنی احکامات سے اپنی ذات کو مزین کر اللہ تجھے ہر خوبی اور سعادت سے آراستہ فرمائے۔ حافظ قرآن کیلئے یہ مناسب ہے کہ جب رات کو لوگ سوئے ہوئے ہوں تو اس کی طویل گھڑیوں میں بیدار رہے اور جب لوگ حالت خوشی میں غافل ہوں تو وہ اپنی آخرت کی فکر میں طویل غم وحزن کو جگہ دے۔

یہ ارشاد گرامی کتنا واضح ہے کہ حافظ قرآن کے شب وروز عام لوگوں سے مختلف ہونے چاہئیں لوگ غفلت کے باعث اور فکر آخرت سے بے نیاز ہو کر اس ناپائیدار زندگی کو خوشی کی لہروں کے سپرد کریں لیکن حافظ قرآن' قرآن کی عزت وحرمت کو مدنظر رکھتے ہوئے تقویٰ اور خوف خدا جیسی عظیم سعادت سے سعادت مندر ہے اس کی چال ڈھال اور گفتار و کردار یہ بات واضح کر رہا ہو کہ یہ آدمی اس دنیا کا باسی نہیں بلکہ یہ مسافر ہے جو چند روز گزار کر اپنے اصلی وطن کو روانہ ہوگا۔ اسے اپنے وطن کی فکر ہے اور اپنے خالق و مالک سے ملاقات کا اشتیاق ہے۔

حافظ قرآن کو کیا کرنا چاہیے؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ینبغی لحامل القرآن ان یعرف بلیلہ اذالناس نائمون وبنھارہ اذا الناس مفطرون وبحزنہ اذا الناس یفرحون وببکائہ اذا الناس یختالون ۔(التبیان للنووی ص۲۹)

حافظ قرآن کو چاہیے کہ وہ اپنی رات کی قدر کرے۔ جب لوگ سوئے ہوئے ہوں اور دن کی قدر کرے جب لوگ بے روزہ ہوں اور اپنے حزن کی نگہداشت کرے جب لوگ فکر آخرت سے بے نیاز ہو کر خوش گپیوں میں مصروف ہوں اور وہ آنسو بہانا موقوف نہ کرے جب لوگ غرور وتکبر کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہوں۔

حقیقی دانا و بینا وہی ہے جو اپنے اوقات کی قدر کرتا ہے۔ انسانی زندگی کی ہر ساعت بڑی قیمتی ہے۔ زندگی کے لمحات اور انسانی سانس وہ عطیہ ربانی ہے جس کا کوئی بدل نہیں۔ صاحب قرآن کو احادیث میں ترغیب دی جا رہی ہے کہ فانی لمحات کی قدر کر کے حیات جاودانی حاصل کی جا سکتی ہے۔

رو رو کر تلاوت کرو

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان هذا القرآن نزل بحزن فاذا قرأتموه فابكوا فان لم تبكوا فتباكوا ۔ (ابن ماجہ ص ۹۶)

یہ قرآن سامان حزن کے ساتھ نازل ہوا ہے پس جب تم اس کی تلاوت کرو تو پلکوں پر آنسو سجاؤ اور اگر ایسا نہ کر سکو تو رونے والی صورت ہی بنا لو۔

فکر آخرت کی ترغیب اپنوں کو دی جا رہی ہے۔ قاری و حافظ حضرات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خصوصی افراد میں شمار کر رہے ہیں۔

اسی خصوصی نسبت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرما دیا:

قيام الليل فريضة على حامل القرآن ولو ركعتين ۔ (مسند الفردوس ۴۶۳۲)

تہجد کی نماز ادا کرنا حافظ قرآن پر فرض ہے اگر چہ دو رکعت ہی ادا کرے۔

قرآن پاک کے حافظ کو قرآن کے ساتھ اس نسبت خاص کا لحاظ کرتے ہوئے تقویٰ و طہارت اپنانے کے ساتھ ساتھ قیام اللیل کا ضرور اہتمام کرنا چاہیے۔

گناہوں نافرمانیوں اور مصیبتوں سے دور رہیے۔ نور و ظلمت اور حق و باطل کی جنگ روز اول سے جاری ہے آپ کے پاس سراپا نور کلام ربانی ہے اگر آپ گناہوں سے شغف رکھیں گے تو ہو سکتا ہے کہ گناہوں کی ظلمت اس نور کو مکدر کر دے کہیں گناہوں کی بہتات اس شمع حق کو گل نہ کر دے۔

رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا يقل احدكم نسيت اية كذا بل هو نسي ۔ (بخاری مسلم)

تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ میں فلاں آیت بھول گیا بلکہ وہ (اس کے کسی گناہ کے سبب) اسے بھلا دی گئی ہے۔

گناہ غضب الٰہی کو دعوت دیتا ہے اس کے اثرات اس طرح ظاہر ہوتے ہیں کہ آہستہ آہستہ انسان کے تعلق باللہ میں فتور آ جاتا ہے اور قرآن کی آیات کا بھول جانا یقیناً تعلق باللہ میں کمی کے سبب ہے۔

جب کوئی آیت بھول جائے

صحیح بخاری میں ہے۔ بئسما لاحد یقول نسیت آیۃً کیت و کیت بل هو نسی استذکروا القرآن ۔(ج ا ص ۲۶۷)

یہ کتنی بڑی بات ہے تم میں سے کوئی یہ کہتا پھرے کہ میں فلاں آیت بھول گیا بلکہ اسے وہ آیات بھلا دی گئیں۔ قرآن کو خوب اچھی طرح یاد رکھو۔

اللہ ہر مرد مومن کو اس کے احسانات و انعامات کی قدر کی توفیق عطا فرمائے۔

تقویٰ و طہارت کو شعار بنایئے اپنی آنکھوں کو آنسوؤں کے موتیوں سے سجایئے اور رات کی طویل گھڑیوں میں اپنے پروردگار سے مناجات کا لطف اٹھایئے۔

رسول عربی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یاحامل القرآن تزین بالقران یزینك الله وینبغی لحامل القرآن ان یکون اطول الناس لیلاً اذا الناس ناموا وان یکون اطول الناس حزناً اذالناس فرحوا ۔(کنز العمال ج ا ص ۶۲۲)

اے قرآن والو! قرآن سے اپنے آپ کو مزین کرو اللہ تمہیں زینت بخشے گا۔

حافظ قرآن کو دوسرے لوگوں سے زیادہ رات کو قیام کرنا چاہیے لوگ سو رہے ہوں تو یہ قرآن پڑھ رہا ہو لوگ دنیا کی رنگینیوں میں خوش ہو رہے ہوں تو یہ خوف خدا سے کانپ رہا ہو۔ قرآن مجید کو اچھی آواز سے پڑھنا' خوشبو لگا کر پڑھنا مسواک کر کے پڑھنا اور اس طرح کے دوسرے آداب جن کا ذکر کتاب کے شروع فضائل قرآن میں گزر چکا ہے ان تمام باتوں کا لحاظ رکھنا چاہیے۔

(اس مضمون کی تیاری میں ''حافظ قرآن امام الانبیاء کی نظر میں'' سے زیادہ تر استفادہ کیا گیا ہے۔ جو کہ مولانا محمد کریم سلطانی بن مفتی محمد امین صاحب مدظلہ کا رسالہ ہے۔ فجزاہ اللہ خیر الجزاء الی یوم الجزاء۔ فھل جزاء الاحسان الا الاحسان فبای الاء ربکما تکذبن

تیسرا حصہ

حاملین قرآن یعنی علماء امت کے فضائل

علم کیا ہے؟

مختلف کتب لغات میں لفظ علم کی بابت یہ لکھا ہے العلم ادراك الشيء بحقيقته کہ کسی چیز کی حقیقت کے پالینے کو علم کہا جاتا ہے۔ (علم کی تعریف اس طرح بھی کی گئی ہے حصول صورة الشيء في العقل یعنی کسی شے کی شکل کا عقل میں آ جانا) علم بمعنی ''دانستن'' اکثر متعارف ہے قرآن مقدس نے علم کے حصول پر کس قدر زور دیا ہے اس امر کا اندازہ اس ارشاد سے لگایا جا سکتا ہے کہ خود ربّ کریم جل مجدہ نے حضور ﷺ کی زبان سے کہلوایا قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا کہہ دیجئے اے میرے ربّ میرے علم میں برکت فرما' قرآن مقدس نے لفظ علم کو متعدد مقامات پر ذکر فرمایا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ (اللہ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو چن لیا اور ان کے علم اور جسم میں برکت دی) اس آیہ کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل حکمت کو علم کی صفت سے لازمی طور پر متصف ہونا چاہیے علم اور اہل علم کو انسانی زندگی میں کتنا اونچا مقام حاصل ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ صاف صاف الفاظ میں فرماتا ہے۔ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (علم والے ہی درحقیقت اللہ سے ڈرتے ہیں) قرآن مقدس نے حواس خمسہ کو بھی ذریعہ علم قرار دیا ہے اور انہیں ان کا جائز مقام دیا اور یہ بتایا کہ حواس بھی ادراک حقیقت کا ذریعہ ہیں ارشاد ہوتا ہے وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا (جس شے کا تجھے علم نہیں اس کے پیچھے مت پڑ' بے شک کان' آنکھ اور دل تمام اعضاء کے بارے سوال ہوگا) مندرجہ بالا آیات مقدسہ میں لفظ علم کا ذکر جن سے علم کی اہمیت کا بھی اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے علم کی فلسفیانہ تعریف کو چھوڑ کر اس کی سادہ تعریف یوں کی جا سکتی ہے کہ علم انسان کے ذہن' احساس' شعور سے پیدا شدہ وہ نتیجہ ہے جس کی مدد سے انسان اپنی اندرونی اور خارجی اشیاء اور احوال سے

باخبر ہو جاتا ہے یا یہ کہہ لیجئے کہ علم سے انسان جاننے پہچاننے کے قابل ہو جاتا ہے یہ واضح ہے کہ کسی شے کی اہمیت کا اندازہ اس کی ضرورت سے ہی لگایا جا سکتا ہے جس قدر ضرورت اہم ہو گی اسی قدر اس شے کا مقام اہم ہو گا لہٰذا علم کی اہمیت کا اندازہ بھی اس کی ضرورت سے لگایا جا سکے گا۔

علم کی ضرورت

۱۔ انسان کی پہلی ضرورت اس کی زندگی کا بچاؤ ہے اور اس کا قائم رکھنا ہے، اس سلسلہ میں اسے بہت سی اندرونی بیرونی رکاوٹوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے یہ مقابلہ صرف اور صرف علم کے اسلحہ سے لیس ہو کر ہی کیا جا سکتا ہے ورنہ خطرہ ہے کہ یہ مار کھا جائے۔

۲۔ حصول علم کے لئے انسان دوسری طرح بھی مجبور ہے کہ انسان میں فطری طور پر بہت سی تمنائیں پیدا ہوتی ہیں جن کا تعلق اس کی ذات سے ہے خاندان سے ہے معاشرہ سے ہے، قوم سے ہے علم ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے اسے پتہ چل سکتا ہے کہ کس تمنا کو پورا کرنے میں کون سا راستہ اختیار کیا جا سکتا ہے اور کس خواہش کو چھوڑنے اور کس کو پورا کرنے میں فائدہ ہے کس تمنا کی تکمیل سے اس کی بہتری و ترقی وابستہ ہے اور کس سے تنزل و برائی متعلق ہے یہی وجہ ہے کہ علم اپنے فائدہ اور اثر کی وجہ سے ایک اعلیٰ ترین چیز سمجھی جاتی ہے اسلام نے علم کو بڑائی کا سبب قرار دیا ہے اور صاف طور پر ارشاد فرمایا ہے کہ نہ جاننے والے جاننے والوں کی برابری نہیں کر سکتے۔

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔

(کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں)

انسان کے پاس علم و شعور تو ہے جس کی وجہ سے یہ دوسرے جانداروں پر فوقیت رکھتا ہے یہی عقل و شعور ہی عام جانوروں میں اس کا امتیازی نشان ہے مگر عقل و شعور کو اجاگر کرنے کے لئے اور ان کی تربیت و نکھار کے لئے علم کی بے حد ضرورت ہے اگر علم و فکر نہیں تو اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ (وہ گویا چوپائے ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر) کا مصداق ٹھہرنا ہو گا۔

العلم هو سلاح ذو حدين يمكن ان يوجه للشر والضرر ويمكن ان يوجه للخير والنفع والاحسان ۔ (علم دو دھاری تلوار ہے نفع بھی دے سکتا ہے نقصان بھی)

۳۔ انسان کے خیالات میں جذبات اور احساسات کا ایک عظیم دریا موجزن ہوتا ہے اور اس بحر مواج کو صحیح سمت پر چلانے اور بری راہ سے روکنے کیلئے ایسے فن کی ضرورت ہے جو نفع اور نقصان کی صورتحال سے صحیح معنی میں آگاہ کر سکے اور وہ فن علم ہے۔

۴۔ بنیادی مقاصد کے حصول اور فروعی مشاجرات سے علیحدگی نیز اصول اور تصورات کو ایک دوسرے سے غیر متعلق اور مختلف خیالات سے جدا کرنے اور اپنے نصب العین کی طرف بڑھنے کیلئے علم کا ہی محتاج ہونا پڑے گا۔

علم نافع

علم وہ نور ہے جس کے ذریعہ ربّ قدوس جل مجدہ اپنے بندوں کی رہنمائی فرماتا ہے۔

علم ایک ایسا دریچہ ہے جس کے کھلنے سے شعائیں پھیلتی ہیں اور اندھیرا بھاگتا ہے۔

ایسی قوت ہے جس کے ذریعہ انسان اپنی زندگی کو عظیم بنا دیتا ہے اور اس کی وجہ سے اپنی ذات ہی نہیں بلکہ قرب و جوار کو روشن و منور بنا دیتا ہے اور ایسی شمع روشن کر جاتا ہے جو بجھنے میں نہیں آتی' اور ایک شمع سے دوسری شمع روشن ہوتی رہتی ہے۔

وحشت میں انیس' پریشانی میں رفیق' خلوت میں سکون' مقابلہ میں ہتھیار ثابت ہوتا ہے' انتہائی مشکل مقامات میں بصورت تدبیر احسن رہنمائی کرتا ہے۔

علم خدائے قدوس جل مجدہ کی طرف سے اپنے بندہ پر ایک عظیم احسان ہے۔

محض مبارک شے ہی نہیں ہوتا بلکہ وہ ایسا مال ہوتا ہے جو زیادہ خرچ کرنے کے باوجود بھی ختم نہیں ہوتا وہ ایسا عظیم چراغ ہوتا ہے جس کا نور پھیلتا ہو اور چلنے والوں کے لئے راستے روشن کرتا ہو اور تاریک رات میں دور سے دیکھ کر مسافر اپنی منزل کو پالے۔

علامہ اقبال نے کیا خوب کہا

علم حرف و صوت را شہپر دہد
پاکی گوہر بہ نا گوہر دہد

علم را بر اوج افلاک است راہ
تاز چشم مہر بر کندد نگہ
قوت افرنگ از علم و فن است
از ہمیں آتش چراغش روشن است

فضیلت علم

اس کی علو شان کے لئے جہاں اور بہت سے ارشادات ہیں وہاں حضور اکرم علیہ السلام کا ارشاد گرامی طلب العلم فریضة علی کل مسلم (علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے) بھی یاد رہے اور یہ ارشاد روح کی حیثیت رکھتا ہے اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا: اطلبوا العلم ولو کان بالصین (علم حاصل کرو اگر چہ چین (دور دراز علاقوں) میں ہی کیوں نہ جانا پڑے) معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تعلموا العلم فان تعلمه لله وطلبه عبادة ومذاکرته تسبیح والبحث عنه جهاد و تعلیمه لمن لا یعلمه صدقة (علم سیکھو بے شک اس کا سیکھنا خوف خدا پیدا کرتا ہے اس کی طلب عبادت ہے اس کا مذاکرہ تسبیح ہے اس پہ بحث جہاد ہے اس کا سکھانا صدقہ ہے) سیدنا ابوذر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الباب من العلم یتعلمه الرجل احب الی من الف رکعة (علم کا ایک باب ہزار رکعت (نوافل) سے بہتر ہے) علم کی شرافت و کرامت کے لئے سیدنا آدم علیہ السلام کا واقعہ کم نہیں جب رب قدوس نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو آپ کی بڑائی کو ملائکہ پر ظاہر فرمانا چاہا تو سب سے پہلے علم کے بے بہا عطیہ سے گراں بار فرمایا پھر ملائکہ کے سامنے سوالات کئے تو ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام کی بڑائی کا اعتراف کر لیا کہ یقیناً یہ ایسے عطیہ کے ساتھ مخصوص کئے گئے ہیں جو سب پر بھاری ہے علم فضل و بزرگی کا سرمایہ ہے اور نیک بختی، اخروی مقاصد کا ذریعہ ہے قرآن مقدس فرماتا ہے: شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًاۢ بِالْقِسْطِ اللہ رب العزت نے اس امر کی گواہی دی ہے کہ اس کی ذات کے بغیر کوئی معبود

ہونے کے لائق نہیں فرشتوں نے بھی اور اہل علم نے بھی''۔

اس آیہ پاک میں اللہ تعالیٰ نے اپنی شہادت کے ساتھ ملائکہ اور اہل علم کی شہادت کا ذکر فرمایا جس سے علم اور اہل علم کی فضیلت نمایاں ہوتی ہے۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ (بلکہ یہ روشن آیات اہل علم کے سینوں میں محفوظ ہیں) زمین کے بنجر ٹکڑوں کے مقابلے میں وہ قطعے بے حد گراں قیمت ہیں جن میں معدنیات ہیں ایسے ہی عام انسانوں کے مقابلے میں وہ سینے جو علوم کے خزینے اور معرفت کے دفینے اپنے اندر لئے ہوئے ہیں ان کی قدر و قیمت بہت ہی زیادہ ہے اس سے علم کی برتری و فضیلت عیاں راچہ بیاں کے طور پر نمایاں ہو رہی ہے' دوسری جگہ پر ارشاد ہوتا ہے يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ (تم میں سے اہل ایمان اور اہل علم کے درجوں کو بلند کیا گیا ہے)

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَهْدِ اِلَى اللَّحْدِ۔ (آغوش مادر سے گوشہ قبر تک علم حاصل کرتے رہو)

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک عالم اور ایک عابد کا تذکرہ ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم (عالم کو عابد پہ ایسی فضیلت ہے جس طرح مجھے تم میں سے ایک عام آدمی پر)

علم کا وجدان سے تعلق معلوم کرنا ایک دشوار بات ضرور ہے مگر یہ بات بھی سمجھ میں آ سکتی ہے کہ علم ہی وہ ذریعہ ہے جس کی بنا پر ایک انسان اور دوسرے انسان میں رابطہ قائم ہو سکتا ہے علم ہی وہ طریقہ ہے جس کے ذریعہ سے انبیاء کرام اور دوسرے افراد کی حالت' کیفیت اور ان کے خیالات ہم تک پہنچ سکتے ہیں۔ علم ہی سے سچے اور جھوٹے کچے اور پکے کا فرق معلوم کیا جا سکتا ہے۔ ایمان کا بھی علم سے ایک صاف رابطہ دکھائی دیتا ہے علم کا کمال یہ ہے کہ انسان اپنی معلومات کی آخری حد تک پہنچ کر یہ بات معلوم کر سکے کہ کونسی چیز ابھی تک کتنی معلوم ہے اور کتنی نامعلوم علمی تحقیق و تلاش کی خصوصیت یہ ہے کہ ہر بات پر جو عام طور سے معلوم کی جاتی ہے اس میں اگر شک واقع ہو جائے تو خود معلومات کی تحقیق کر کے ان

میں دوسری نئی معلومات کا اضافہ کرے' علم اور ایمان کے باہمی ربط سے ہی انسان میں صداقت اور اعتبار پیدا ہوسکتا ہے۔ایمان جس عمل میں پختگی اور قوت پیدا کرتا ہے علم سے اسی کام میں صحت اور فائدہ مندی کو حاصل کیا جاسکتا ہے اور علم سے ہر کام کی قوت بڑھ جاتی ہے علم کی اہمیت خیروشر کی جان پہچان اور صحت عمل کے لئے ضروری قراردی گئی ہے۔علم سے سب سے پہلی شے جو حاصل ہوتی ہے وہ برائی' اچھائی کی معلومات ان کی تمیز اور پہچان اور حکم' ممانعت والے کام اور ان کی حدود' فائدے اور نقصان ہیں انسان کا ماحول ایک عظیم اور اہم شے ہے انسان کو اپنے ماحول سے نبھا کرنے کے لئے بے حد ضروری ہے کہ وہ ماحول' معاشرہ اور سوسائٹی کے معاملات کی واقفیت رکھتا ہو' ورنہ کئی پریشانیوں سے دوچار ہوگا۔ فقہائے کرام فرماتے ہیں من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل جو اپنے ماحول کو نہیں جانتا وہ جاہل مطلق ہے۔(علم القرآن)

اہل علم کے فضائل

جولوگ قرآن کے حفاظ' قراء' مدرسین' مفسرین' ناشرین اور خادمین بن کر محض رضائے الٰہی کے لئے اس کی خدمت کرتے ہیں اس کی تعلیم وتدریس' تفسیر وتوضیح اور نشرواشاعت کرتے ہیں اللہ انہیں ان کی اپنی اپنی محنت کے عوض اجر عطا فرماتا ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: دو آدمیوں کے سوا کسی پر حسد (رشک) نہیں ہے ایک وہ شخص جسے اللہ نے قرآن (کا علم) دیا اور وہ اسے صبح وشام پھیلاتا ہے اور دوسرا وہ جسے اللہ نے مال دیا اور وہ صبح وشام اس سے صدقہ کرتا ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے (بخاری کتاب فضائل القرآن صفحہ ۴۳۵) ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور اس میں ماہر ہے وہ اللہ کے مقرب ترین اور معزز ترین بندوں کے ساتھ ہوں گے (مراد انبیاء وشہداء ہیں) (ترمذی شریف کتاب فضائل القرآن باب ۱۳ صفحہ ۱۹۴۳) معلوم ہوا جو قرآن کے حفاظ' قراء اور علماء ہیں جو قرآن پڑھنے اور پڑھانے میں پوری مہارت رکھتے ہیں وہ انبیاء وشہداء کے ساتھ ہوں گے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے

فرمایا: جس آدمی نے قرآن پڑھا اور اسے زبانی یاد کر لیا پھر اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانا اسے اللہ جنت میں داخل کرے گا اور اس کے گھر والوں میں سے ایسے دس افراد کے لئے شفاعت قبول کرے گا جن کے لئے دوزخ واجب ہو چکی تھی۔

(ترمذی شریف کتاب فضائل قرآن باب ۱۳ صفحہ ۱۹۴۳ بحوالہ مقدمہ تفسیر بینات القرآن)

خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خصوصی مجلس کے ارکان علماء ہی ہوا کرتے تھے۔ خواہ وہ بوڑھے ہوتے یا جوان۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"امامت کے فرائض کتاب اللہ کا زیادہ علم رکھنے والا سرانجام دے اگر سب اس میں برابر ہوں تو پھر ان میں سے سنت کا زیادہ علم رکھنے والا اگر علم حدیث میں سب برابر ہوں تو پہلے ہجرت سے مشرف ہونے والا اگر سب ہجرت میں بھی برابر ہوں تو ان میں سے زیادہ عمر رسیدہ امامت کے فرائض سرانجام دے"۔

ایک روایت میں آیا ہے نہ تو کوئی کسی کی سلطنت میں بلا اجازت امامت کرا سکتا ہے اور نہ کوئی کسی کے گھر بلا اجازت بیٹھ سکتا ہے۔ یہ روایت مسلم شریف میں مذکور ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بوڑھے مسلمان اور حامل قرآن کی عزت اللہ کی رضا کا باعث ہے بشرطیکہ حامل قرآن غلو کرنے والا اور قرآن سے بے وفائی کرنے والا نہ ہو۔

نکتہ: باوجود اس کے کہ حضور علیہ السلام اعلم الناس ہیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر بھی حکم ہوا قل ربّ زدنی علما اس کا مطلب یہ ہوا کہ علم سے کبھی سیر نہ ہونا چاہیے اور علم کی حرص فضیلت کی چیز ہے۔ اس سے علم کی فضیلت بھی ثابت ہوئی۔

(فتح الباری شرح بخاری ج ۱ ص ۱۳۰، نور العرفان ص ۵۱۰)

علم اور علماء کی فضیلت میں آیات قرآنی

(۱) وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (سورۃ البقرہ آیت ۳۱)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو تمام اشیاء کے نام سکھا دیئے۔

تفسیر: معلوم ہوا کہ علم عمل سے افضل ہے کیونکہ عابد فرشتے آدم علیہ السلام کے آگے جھکے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی علم برا نہیں کیونکہ یہ ناموں کا علم ہی حضرت آدم علیہ السلام کی فوقیت کا ثبوت ہوا۔ فرعون کے جادوگر جادو کے علم کے ذریعہ حضرت موسیٰ علیہ اسلام کی حقانیت پہچان گئے۔ (نور العرفان ص ۹)

(۲) وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ؕ قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ؕ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○

(سورۃ البقرۃ آیت ۲۴۷)

ترجمہ: اور ان سے ان کے نبی (علیہ السلام) نے فرمایا بے شک اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنا کر بھیجا ہے بولے اسے ہم پر بادشاہی کیونکر ہو گی اور ہم اس سے سلطنت کے زیادہ مستحق ہیں اور اسے مال میں وسعت نہیں دی گئی فرمایا اسے اللہ نے تم پر چن لیا ہے اور اسے علم اور جسم میں کشادگی زیادہ دی اور اللہ اپنا ملک جسے چاہے دے۔

تفسیر: معلوم ہوا کہ علم عبادت سے افضل ہے کہ عابد کے لئے گوشہ مسجد ہے اور عالم کے لئے تخت خلافت۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مال سے علم افضل ہے۔ خلافت الٰہیہ علم سے حاصل ہوتی ہے نہ کہ مال سے۔ (نور العرفان ص ۳۶)

(۳) يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا (البقرۃ: ۲۶۹)

ترجمہ: اللہ حکمت دیتا ہے جسے چاہے اور جسے حکمت ملی اسے بہت بھلائی ملی۔

تفسیر: حکمت سے مراد علم دینی یعنی کتاب و سنت کا علم ہے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ مال کے صدقہ سے علم کا صدقہ افضل ہے کہ یہ صدقہ جاریہ ہے دوسرے یہ کہ علم دین صرف کتابیں پڑھنے سے نہیں بلکہ رب کے فضل سے آتا ہے۔ محض قرآن و

حدیث پڑھنے سے ہدایت نہیں ملتی جب تک کہ رب کی مہربانی نہ ہو۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ علم دین تمام نعمتوں سے اعلیٰ ہے۔ مال، عبادت، سلطنت سے اعلیٰ علم ہے چونکہ حضور ﷺ سب سے افضل نبی ہیں لہٰذا حضور ﷺ سب نبیوں سے بڑے عالم ہیں۔ آدم علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے تمام چیزوں کا علم دیا تو یقیناً ہمارے نبی ﷺ کو ان سے بھی زیادہ علم عطا فرمایا۔

(نور العرفان ص ۸۱)

(۴) وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝ (سورۃ النساء آیات ۱۱۳)

ترجمہ: اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

تفسیر: معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے بتائے سے ہر بات جانتے ہیں کہ رب تعالیٰ خود ارشاد فرما رہا ہے کہ جو تم نہ جانتے تھے وہ سب کچھ تمہیں سکھا دیا گیا اب کوئی ایسی بات نہیں جسے تم نہ جانتے ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنی اس عطا کو فضل عظیم فرما رہا ہے۔ غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے متاع دنیا کو قلیل فرمایا (قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ سورۃ النساء آیت ۷۷) حالانکہ دنیا و مافیہا کا ہم اندازہ نہیں لگا سکتے جسے قلیل کہا گیا وہ شے ہمارے اندازے میں نہیں آ سکتی تو جسے عظیم کہا گیا وہ ہمارے شمار میں کیسے آئے۔ پس ثابت ہوا کہ اللہ رب العزۃ نے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام مخلوقات سے زیادہ علم عطا فرمایا حتیٰ کہ شیطان اور ملک الموت سے بھی زیادہ۔ جو شخص کہے کہ شیطان اور ملک الموت کا علم نبی کریم ﷺ سے زیادہ ہے وہ گمراہ اور بے دین ہے جیسا کہ براہین قاطعہ میں لکھا گیا ہے۔

''الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے''۔

(براہین قاطعہ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی ص ۵۵)

اور لکھا کہ: "اعلیٰ علیین میں روح مبارک علیہ السلام کی تشریف رکھنا اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر ہو چہ جائیکہ زیادہ"۔ (براہین قاطعہ ص ۵۶)

حضور علیہ السلام اعلم الناس ہیں

تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضور ﷺ کا علم تمام مخلوق سے زیادہ ہے اور اگر کوئی یوں کہے کہ فلاں کا علم حضور ﷺ سے زیادہ ہے تو اس نے حضور ﷺ کی ذات مبارکہ کو عیب لگایا۔ چنانچہ زرقانی شرح مواہب اللدنیہ اور نسیم الریاض شرح شفا میں ہے کہ:

لوقال فلان اعلم منه عليه السلام فقد عابه وتنقص

زرقانی شرح مواہب اللدنیہ ج ۵ ص ۳۱۵، نسیم الریاض شرح شفا ج ۴ ص ۳۳۵ اگر کوئی شخص کہے کہ فلاں کا علم حضور ﷺ سے زیادہ ہے اس نے نبی کریم ﷺ کو عیب لگایا اور آپ میں نقص نکالا۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کتاب الخراج میں تحریر فرماتے ہیں۔ ایما رجل مسلم سب رسول الله صلى الله عليه وسلم او عابه او تنقصه فقد كفر بالله (ص ۱۱۲)

مسلمانوں میں سے کوئی شخص حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرے یا آپ پر جھوٹ باندھے یا آپ کو عیب لگائے یا آپ میں نقص نکالے تو بے شک وہ کافر ہو گیا۔

آیت ۵: وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ط فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ۝ ۔ (سورۃ التوبہ آیت: ۱۲۲)

ترجمہ: اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں، تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے، کہ دین کی سمجھ حاصل کریں، اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔

تفسیر: اس طرح کہ تمام مسلمان جہاد یا طلبِ علم کے سفر میں چلے جائیں اور وطن خالی چھوڑ جائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عموماً جہاد اور تکمیل علم دین سیکھنا فرض کفایہ ہے اور ایک

جماعت گھر میں رہے۔ معلوم ہوا کہ اگر بستی میں ایک شخص بھی مکمل عالم دین ہو جائے تو سب کا فرض ادا ہو گیا اس سے معلوم ہوا کہ علوم دینیہ میں علم فقہ سب سے افضل ہے آج کل لوگوں نے اس سے لاپرواہی کر دی ہے اور قرآن پاک کے سچے جھوٹے ترجموں کے پیچھے پڑ گئے۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے جسے حکمت دی گئی اسے خیر کثیر عطا کی گئی۔ بقدر ضرورت فقہ سیکھنا فرض عین ہے لہٰذا روزے، نماز، پاکی، پلیدی کے احکام سیکھنا ہر مسلمان مرد عورت پر فرض ہے کہ یہ عبادات سب پر فرض ہیں اور تاجر پر تجارت کے مسائل، ملازم پر نوکری کے مسائل سیکھنا فرض۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ علم دین سیکھنا نفل نماز سے افضل ہے۔ اس سے تین مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مکمل علم دین سیکھنا فرض عین نہیں ہے بلکہ فرض کفایہ ہے دوسرا یہ کہ غیر مجتہد یا غیر عالم کو مجتہد یا عالم کی تقلید کرنی چاہیے تیسرے یہ کہ دینی چیزوں میں ایک کی خبر معتبر ہے کیونکہ ایک عالم کے بتائے ہوئے مسائل مسلمانوں کو ماننے چاہئیں۔

(تفسیر نور العرفان ص ۳۲۸)

آیت ۶: اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۔ (سورۃ فاطر آیت ۲۸)

ترجمہ: اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

تفسیر: اس سے معلوم ہوا کہ علماء دین بہت مرتبہ والے ہیں کہ ربّ نے اپنی خشیت و خوف کو ان میں منحصر فرمایا۔ جنہے بھی خوف الٰہی نصیب ہوگا وہ سچے عالموں میں سے ہوگا۔ علم والوں سے مراد وہ ہیں جو دین کا علم رکھتے ہیں۔ (تفسیر نور العرفان ص ۶۹۸)

آیت ۷: قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ

(سورۃ الزمر آیت ۹)

ترجمہ: تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان۔

تفسیر: معلوم ہوا کہ عابد سے عالم افضل ہے، ملائکہ عابد تھے اور آدم علیہ السلام عالم۔ عابدوں کو عالم کے سامنے جھکایا گیا، یہاں مطلقاً ارشاد ہوا کہ عالم، غیر عالم سے افضل ہے غیر عالم، عابد ہو خواہ غیر عابد، بہر حال اس سے عالم افضل ہے۔ خیال رہے کہ عالم سے مراد عالم دین ہیں اور انہی کے فضائل قرآن و حدیث میں وارد ہوئے ہیں۔ اسی لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تمام ازواج مطہرات بلکہ تمام جہان کی بیبیوں سے افضل ہیں کہ بڑی

عالمہ ہیں۔ (تفسیر نور العرفان ص ۲۳۲)

آیت ۸: يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ

(سورۃ المجادلۃ آیت ۱۱)

ترجمہ: اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔

تفسیر: علم سے مراد علم دین ہے۔ معلوم ہوا کہ علماء دین بڑے درجے والے ہیں دنیا اور آخرت میں ان کی عزت ہے۔ ربّ تعالیٰ نے ان کی بلندی درجات کا وعدہ فرمایا انہیں دنیا اور آخرت میں عزت ملے گی۔ (تفسیر نور العرفان ص ۸۶۸)

آیت ۹: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ (النسآء)

ترجمہ: اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔ (سورۃ النساء آیت ۵۹)

تفسیر: خواہ دینی حکومت والے ہوں جیسے عالم، مرشد کامل، فقیہ، مجتہد یا دنیاوی حکومت والے جیسے اسلامی سلطان اور اسلامی حکام۔ دینی حکام کی اطاعت دنیاوی حکام پر بھی واجب ہوگی مگر ان دونوں کی اطاعت میں شرط یہ ہے کہ نص کے خلاف حکم نہ دیں ورنہ ان کی اطاعت نہیں۔ (تفسیر نور العرفان ص ۱۳۷)

علم کی فضیلت میں احادیث مبارکہ:

حدیث ۱: عن معاویۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یرد اللہ بہ خیراً یفقهه فی الدین وانما انا قاسم واللہ یعطی متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول کتاب العلم ص ۵۹)

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس کا بھلا چاہتا ہے اسے دین کا فقیہ بنا دیتا ہے میں بانٹنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔ (بخاری مسلم)

شرح: یعنی اسے دینی علم، دینی سمجھ اور دانائی بخشتا ہے۔ خیال رہے کہ فقہ ظاہری، شریعت ہے اور فقہ باطنی، طریقت اور حقیقت ہے۔ یہ حدیث مبارکہ دونوں کو شامل ہے۔ اس حدیث سے دو مسئلے ثابت ہوئے ایک یہ کہ قرآن وحدیث کے ترجمے اور الفاظ رٹ لینا علم دین نہیں بلکہ ان کا سمجھنا علم دین ہے، یہی مشکل ہے اسی لئے فقہائے کی تقلید کی جاتی ہے اسی لئے تمام مفسرین ومحدثین اپنی حدیث دانی پر نازاں نہ ہوئے بلکہ آئمہ مجتہدین کے مقلد ہوئے۔ دوسرے یہ کہ قرآن وحدیث کا علم کمال نہیں بلکہ ان کا سمجھنا کمال ہے۔ عالم دین وہ ہے جس کی زبان پر اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کا فرمان ہو اور دل میں ان کا فیضان، فیضان کے بغیر فرمان بیکار ہے جیسے بجلی کی پاور کے بغیر وائرنگ بیکار۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۸۷)

حدیث۲: عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الامن ثلثة الامن صدقة جارية اوعلم ينتفع به او ولد صالح يدعوا له ۔

(رواہ مسلم، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول ص ۶۰)

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کے عمل بھی ختم ہو جاتے ہیں سوا تین اعمال کے، صدقہ جاریہ یا وہ علم جس سے نفع پہنچتا رہے یا وہ نیک بچہ جو اس کے لئے دعا کرتا رہے۔

حدیث۳: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

خير سليمان بين المال والملك والعلم فاختار العلم فاعطى الملك والمال لاختياره العلم رواه ابن عساكر (کنزالعمال ج۱۰ ص ۸۷)

حضرت سلیمان علیہ السلام مال، سلطنت اور علم کے درمیان اختیار دیے گئے، انہوں نے علم کو پسند فرمایا تو علم اختیار کرنے کے سبب سلطنت اور مال سے بھی سرفراز فرمائے گئے۔ اسے ابن عساکر نے روایت کیا۔

حدیث۴: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

لکل شیء طریق وطریق الجنة العلم رواه الدیلمی فی الفردوس ۔
(کنز العمال جلد ۱۰ ص ۸۹)

ہر چیز کا ایک راستہ ہے اور جنت کا راستہ علم ہے۔

حدیث۵: عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال تدارس العلم ساعة من اللیل خیر من احیآئها رواه الدارمی ۔ (مشکوۃ شریف مترجم جلد اول ص ۷۰)

روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں کہ ایک گھڑی علم کا درس تمام رات بیداری سے افضل ہے۔

حدیث۶: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

العلم افضل من المال بسبعة اوجه اولها العلم میراث الانبیآء والمال میراث الفراعنة والثانی العلم لاینقص بالنفقة والمال ینقص والثالث یحتاج المال الی الحافظ والعلم یحفظ صاحبه والرابع اذا مات الرجل یبقی ماله والعلم یدخل مع صاحبه قبره والخامس ۔ المال یحصل للمومن والکافر والعلم لایحصل الاللمومن ۔ والسادس جمیع الناس یحتاجون الی صاحب العلم فی امر دینهم ولا یحتاجون الی صاحب المال ۔ والسابع العلم یقوی الرجل علی المرور علی الصراط والمال یمنعه ۔
(تفسیر کبیر جلد اول ص ۲۷۷)

مال سے علم سات وجہوں سے افضل ہے اول علم انبیاء علیہم السلام کی میراث ہے اور مال فرعونوں کی میراث ہے، دوم علم خرچ کرنے سے نہیں گھٹتا اور مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے۔ سوم مال حفاظت کا محتاج ہوتا ہے اور علم عالم کی حفاظت کرتا ہے۔ چہارم جب آدمی مر جاتا ہے اس کا مال دنیا میں رہتا ہے اور علم اس کے ساتھ قبر میں جاتا ہے۔ پنجم مال مومن اور کافر دونوں کو حاصل ہوتا

ہے اور علم دین صرف مومن کو حاصل ہوتا ہے۔ ششم' سب لوگ اپنے دینی معاملے میں عالم کے محتاج ہیں اور مالدار کے محتاج نہیں۔ ہفتم' علم سے پل صراط سے گزرنے میں قوت حاصل ہوگی اور مال اس میں رکاوٹ پیدا کرے گا۔

علم کی فضیلت میں صالحین کے اقوال:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

میں توفیق الٰہی سے کہتا ہوں کہ اے اخلاص کی خواہش رکھنے والے اور اے سچی عبادت کے طلبگار اللہ تبارک وتعالیٰ تمہیں اچھے کام کرنے کی توفیق دے سب سے پہلے تیرے لئے یہ ضروری ہے کہ شریعت کا علم حاصل کرے کیونکہ یہ عبادت کا موقوف علیہ ہے اور اسی پر ہی اس کا انحصار ہے اور جاننا چاہیے کہ علم اور اس کے مطابق عمل دو ایسی خوبیاں ہیں کہ مصنفین کی تصنیفات' معلمین کی تعلیمات' واعظین کے وعظ' مفکرین کے تفکرات وغیرہ جو بھی تم مشاہدہ وسماعت میں لا رہے ہو تمام کے تمام اس علم وعمل میں خوبی کا حصول ہے بلکہ کتابوں کا اترنا اور نبیوں کی بعثت ہفت ارض وسمٰوٰت اور ان کی درمیانی مخلوق کی تخلیق کا سبب بھی یہی ہے۔ (منہاج العابدین مترجم ص ۲۶)

سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش تحریر فرماتے ہیں:

علم کا درجہ اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتا ہے کہ بندہ کے پاس اگر علم نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے کسی لطیفے کو پہچان نہیں سکتا اور جب بندے کے پاس علم ہوتا ہے تو اس وقت تمام مقامات اور شواہد ومراتب کو دیکھنے کے لائق ہوتا ہے۔ (کشف المحجوب مترجم ص ۲۲-۲۳)

شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری اپنے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

اگر کل قیامت کے دن یہ سوال ہو کہ کیا تم تک طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ کا فرمان نہیں پہنچا تھا؟ اگر پہنچا تھا تو کیوں تم نے علم حاصل نہیں کیا؟ پتہ نہیں اس سوال کا کیا جواب دیا جائے گا' شاید یہ جواب دیں کہ زن وفرزند کا غم' کھانے کپڑے کی فکر نے فرصت نہیں دی۔ اگر یہ عذر قبول ہوگیا (یقینی بات ہے کہ یہ عذر قابل

قبول نہیں) تو پورے طور پر چھٹکارا مل جائے گا' کیا کہا جائے یہی نا کہ پھر تو اچھا ہے یہ مال و اسباب جو موجود ہو۔ جس نے کہا کیا خوب کہا ہے

سگ چو مردار یافت جاں شمرد   خرچو جو یافت زعفراں شمرد

کتے نے اگر مردار پالیا تو اس نے سمجھا جان مل گئی' گدھے کو جو مل گیا اس نے جانا زعفران ہے۔ اے بھائی جبکہ شرع میں بغیر علم کے عمل کی درستگی قطعاً ممکن نہیں اور ایسے عمل سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ مقصود تک پہنچنا عمل کے بغیر نہیں تو ضروری ہے کہ علم کا طلب کرنا فرض ہو جائے۔ (مکتوبات دوصدی مکتوب ۲ص ۳۸)

علم کی تلاش میں نکلنے کی فضیلت

حدیث ۱: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

فانی سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من سلك طريقاً يطلب فيه علماً سلك الله به طريقاً من طرق الجنة وان الملئكة لتضع اجنحتها رضا لطالب العلم . (مشکوۃ شریف مترجم جلد اول ص ۶۳)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو علم کی تلاش کرتے ہوئے کوئی راہ طے کرے تو اللہ تعالیٰ اسے بہشت کی راہوں میں کوئی راہ چلائے گا اور بیشک فرشتے طالب علم کی رضا کے لئے اپنے پر بچھاتے ہیں۔

حدیث ۲: عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من خرج في طلب العلم فهو في سبيل الله حتى يرجع .

(مشکوۃ شریف مترجم جلد اول ص ۶۵)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تلاش علم میں نکلا وہ واپسی تک اللہ کی راہ میں ہے۔

حدیث ۳: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من طلب العلم كان كفارة لما مضى . (مشکوۃ شریف مترجم جلد اول ص ۶۵)

جس نے علم کو تلاش کیا تو یہ تلاش اس کے سابقہ گناہوں کا کفارہ ہوگئی۔

حدیث۴:عن عائشة انها قالت سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ان الله عزوجل اوحی الی انه من سلك مسلكاً فی طلب العلم سهلت له طریق الجنة ۔(مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول ص ۶۹)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ عزوجل نے مجھے وحی فرمائی کہ جو تلاش علم میں ایک راہ چلا تو میں اس پر جنت کی ایک راہ آسان کر دوں گا۔

طالب علم کی فضیلت

حدیث ا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اذا جآء الموت لطالب العلم وهو علی هذه الحالة مات وهو شهید (کنز العمال جلد ۱۰ ص ۷۹)

جب طالب علم کو موت آ جائے اور وہ طلب علم کی حالت پر مرے تو وہ شہید ہے۔

حدیث ۲: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

وان طالب العلم والمراة المطیعة لزوجها والولد البارلوالدیه یدخلون الجنة مع الانبیآء بغیر حساب ۔(کنز العمال جلد ۱۰ ص ۹۱)

بے شک طالب علم وہ عورت جو اپنے شوہر کی فرمانبردار ہے اور وہ لڑکا جو اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتا ہے یہ سب انبیاء کرام کے ساتھ بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے۔

حدیث ۳: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من احب ان ینظر عتقاء الله من النار فلینظر الی المتعلمین فوالذی نفسی بیده ما من متعلم یختلف الی باب عالم الا کتب الله له بکل قدم عبادة سنة وبنی له بکل قدم مدینة فی الجنة ویمشی علی الارض والارض تستغفرله ویمسی ویصبح مغفورله وشهده

الملئكة لهم بانهم عتقاء الله من النار ۔ (تفسیر کبیر جلد اول ص ۲۷۵)

جو شخص جہنم سے آزاد کئے ہوئے لوگوں کو دیکھنا پسند کرے تو وہ طالب علموں کو دیکھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کوئی طالب علم جب کسی عالم کے دروازے پر آتا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر قدم کے بدلے ایک سال کی عبادت لکھتا ہے اور اس کے لئے ہر قدم کے بدلے جنت میں ایک شہر تیار کرتا ہے اور وہ (طالب علم) زمین پر اس حال میں چلتا ہے کہ زمین اس کے لئے مغفرت طلب کرتی ہے اور صبح وشام وہ اس حال میں کرتا ہے کہ بخشا ہوا ہوتا ہے اور ملائکہ طالب علموں کی گواہی دیتے ہیں کہ وہ جہنم سے اللہ تعالیٰ کے آزاد کئے ہوئے ہیں۔

حدیث۴: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من اغبرت قدماه فی طلب العلم حرم الله جسده علی النار واستغفر له ملكاه ان مات فی طلبه مات شهيداً و كان قبره روضة من رياض الجنة ويوسع له فی قبره مد بصره وينور علی جيرانه اربعين قبراً عن يمينه واربعين قبراً عن يساره واربعين عن خلفه واربعين امامه ۔

(تفسیر کبیر جلد اول ص ۲۸۱)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص کے قدم علم کی طلب میں گرد آلود ہوں اللہ تعالیٰ اس کے جسم کو جہنم پر حرام فرمائے گا اور فرشتے اس کے لئے مغفرت طلب کریں گے اور اگر علم کی طلب میں مر گیا تو شہید ہوا اور اس کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوگی اور اس کی قبر تا حد نگاہ وسیع کر دی جائے گی اور اس کے پڑوسیوں پر چالیس قبریں اس کے داہنے چالیس اس کے بائیں چالیس اس کے پیچھے اور چالیس قبریں اس کے آگے روشن کر دی جائیں گی۔

حکایت

سلطان محمود غزنوی بڑا نیک بادشاہ تھا۔ بادشاہت کے شروع ایام میں اس کے دل

میں تین وسوسے تھے' ایک یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے: اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَآءِ یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے یا نہیں' دوسرا یہ کہ قیامت آئے گی یا نہیں' تیسرا یہ کہ میں امیر سبکتگین کا بیٹا ہوں یا نہیں؟ ایک شب محمود غزنوی پیدل کہیں جا رہے تھا۔ آگے آگے غلام سونے کی شمع دان لئے چل رہا تھا۔ راستے میں محمود غزنوی کی نظر ایک طالب علم پر پڑی جو اندھیرے میں اپنا سبق یاد کر رہا تھا۔ اس کے پاس چراغ جلانے کو تیل نہیں تھا۔ قریب ہی ایک بنیے کی دکان تھی جہاں دیا جل رہا تھا۔ سبق یاد کرتے کرتے جب طالب علم اپنا سبق بھول جاتا تو بنیے کی دکان پر جا کر دیئے کی روشنی میں اپنا سبق دیکھ کر دوبارہ اندھیرے میں آ کر یاد کرنے لگتا۔ سلطان کو طالب علم پر بڑا رحم آیا۔ غلام سے کہا کہ یہ سونے کی شمع دان اس طالب علم کو دے آؤ۔ سلطان گھر پہنچا تو اسی رات حضور ﷺ کی خواب میں زیارت سے مشرف ہوا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے ناصر الدین سبکتگین کے بیٹے! اللہ تعالیٰ تجھے قیامت میں ایسی ہی عزت دے جیسے تو نے میرے ایک وارث کی قدر کی۔ (تاریخ فرشتہ) یعنی تینوں سوالوں کا جواب مل گیا۔

مجلس علم کی فضیلت

حدیث ا: عن عبداللہ ابن عمرو ان رسول اللہ ﷺ مر بمجلسین فی مسجدہ فقال کلاھما علی خیر واحدھما افضل من صاحبہ اما ھولآء فیدعون اللہ ویرغبون الیہ فان شآء اعطاھم وان شآء منعھم واما ھولآء فیتعلمون الفقہ والعلم ویعلمون الجاھل فھم افضل وانما بعثت معلماً ثم جلس فیھم ۔ رواہ الدارمی

(مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول ص ۷۰)

روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمرو سے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی مسجد میں دو مجلسوں پر گزرے تو فرمایا کہ یہ دونوں بھلائی پر ہیں مگر ایک مجلس دوسری سے بہتر ہے' یہ لوگ اللہ سے دعا کر رہے ہیں اس کی طرف راغب ہیں اگر وہ چاہے تو انہیں عطا فرمائے چاہے نہ دے لیکن وہ لوگ جو فقہ اور علم خود سیکھ رہے

ہیں اور ناواقفوں کوسکھا رہے ہیں وہی افضل ہیں اور میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں پھر آپ انہی میں تشریف فرما ہوئے۔

علم سیکھنے کا فائدہ

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

مسئلة واحدة يتعلمها المومن خيرله من عبادة سنة .

(کنزالعمال جلد ۱۰ص ۱۹۱)

ایک دینی مسئلہ سیکھنا ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

جاہل رہنے کا نقصان

حدیث ۱: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

قلب ليس فيه شيء من الحكمة كبيت خرب فتعلموا وعلموا وتفقهوا ولا تموتوا جهالاً فان الله لا يعذر عن الجهل .

(کنزالعمال جلد ۱۰ص ۸۴)

وہ دل کہ جس میں کچھ علم نہیں ویران گھر کی طرح ہے۔تو علم سیکھو اور سکھاؤ اور دین کی سمجھ حاصل کرو اور جاہل ہو کر نہ مرو کہ اللہ تعالیٰ جاہل ہونے کا عذر قبول نہیں فرمائے گا۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ بعد نماز عصر شیاطین سمندر پر جمع ہوتے ہیں۔ابلیس کا تخت بچھتا ہے۔شیاطین کی کارگزاری پیش ہوتی ہے۔کوئی کہتا ہے اس نے اتنی شرابیں پلائی' کوئی کہتا اس نے اتنے زنا کروائے' شیطان سب کی باتیں سنتا ہے۔ایک دن کسی نے کہا اس نے آج فلاں طالب علم کو پڑھنے سے باز رکھا۔شیطان یہ سنتے ہی تخت پر سے اچھل پڑا' اس کو گلے لگایا اور کہا انت انت تو نے کام کیا دوسرے شیاطین یہ کیفیت دیکھ کر جل گئے کہ انہوں نے بڑے بڑے کام کئے انہیں کچھ نہ کہا اور اس کو اتنی شاباش دی۔ابلیس بولا تمہیں نہیں معلوم جو کچھ تم نے کیا سب اسی کا صدقہ ہے اگر علم ہوتا تو وہ گناہ نہ کرتے۔بتاؤ کون سی جگہ ہے جہاں سب سے بڑا عابد رہتا ہے مگر وہ عالم نہیں اور وہاں ایک عالم بھی رہتا ہو۔انہوں

نے ایک مقام کا نام لیا۔ شیطان صبح کو قبل طلوع آفتاب شیاطین کو لئے اس مقام پر پہنچا۔ شیاطین مخفی رہے اور یہ انسان کی شکل بن کر رستہ پر کھڑا ہو گیا عابد صاحب تہجد کی نماز کے بعد نماز فجر کے واسطے مسجد کی طرف تشریف لائے۔ راستے میں ابلیس کھڑا تھا' السلام علیکم' وعلیکم السلام' حضرت مجھے ایک مسئلہ پوچھنا ہے عابد صاحب نے فرمایا جلد پوچھو مجھے نماز کو جانا ہے۔ اس نے اپنی جیب سے ایک شیشی نکال کر پوچھا کیا اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ تمام آسمانوں اور زمینوں کو اس چھوٹی سی شیشی میں داخل کر دے؟ عابد صاحب نے سوچا اور کہا' کہاں آسمان و زمین اور کہاں یہ چھوٹی سی شیشی۔ شیطان بولا بس یہی پوچھنا تھا تشریف لے جایئے اور شیطان سے کہا دیکھو اس کی راہ ماردی' اس کو اللہ کی قدرت پر ہی ایمان نہیں عبادت کس کام کی؟ طلوع آفتاب کے قریب عالم صاحب جلدی کرتے ہوئے تشریف لائے اس نے کہا السلام علیکم' وعلیکم السلام' مجھے ایک مسئلہ پوچھنا ہے۔ انہوں نے فرمایا جلدی پوچھو نماز کا وقت کم ہے۔ اس نے وہی سوال کیا۔ فرمایا ملعون! تو ابلیس معلوم ہوتا ہے' ارے وہ قادر ہے یہ شیشی تو بہت بڑی ہے ایک سوئی کے ناکے کے اندر اگر چاہے تو کروڑوں آسمان و زمین داخل کر دے ان اللہ علی کل شئی قدیر۔ عالم صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد بڑا شیطان چھوٹے شیاطین سے بولا دیکھو یہ علم ہی کی برکت ہے۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ص ۲۷۰۔۲۷۱)

اچھی نیت کا ثواب

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من جآءہ الموت وھو یطلب العلم لیحیی بہ الاسلام فبینہ وبین النبیین درجۃ واحدۃ فی الجنۃ ۔ (مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول ص ۶۸)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جسے موت اس حال میں آئے کہ وہ اسلام زندہ کرنے کے لئے علم سیکھ رہا ہو تو جنت میں اس کے اور نبیوں کے درمیان صرف ایک درجہ ہوگا۔

بری نیت کا عذاب

حدیث ۱: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من طلب العلم ليجاري به العلمآء او ليماري به السفهآء او يصرف به وجوه الناس اليه ادخله النار . رواه الترمذی (مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول ص ۶۵)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو اس لئے علم حاصل کرے کہ علماء کا مقابلہ کرے یا جہلاء سے جھگڑے یا لوگوں کی توجہ اپنی طرف کرے تو اسے اللہ آگ میں داخل کرے گا۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا۔

حدیث ۲: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من تعلم علماً يبتغي به وجه الله لا يتعلمه الا ليصيب به عرضاً من الدنيا لم يجد عرف الجنة يوم القيمة يعني ريحها .

(رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول ص ۶۵)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی وہ علم سیکھے جس سے اللہ کی رضا ڈھونڈی جاتی ہے صرف اس لئے کہ اس سے دنیاوی سامان حاصل کرے وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا۔ اسے امام احمد ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

علماء کی فضیلت

حدیث ۱: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان العالم يستغفر له من في السموت ومن في الارض والحيتان في جوف المآء وان فضل العالم على العابد كفضل القمر ليلة البدر على سائر الكواكب وان العلمآء ورثة الانبيآء وان الانبيآء لم يورثوا ديناراً ولا درهماً وانما ورثوا العلم فمن اخذه اخذ بحظ وافر .

(رواہ احمد والترمذی ابوداؤد وابن ماجہ والدارمی، مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول ص ۶۳)

بے شک عالم کے لئے آسمانوں اور زمین کی چیزیں اور پانی کی مچھلیاں دعاے

مغفرت کرتی ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں شب میں چاند کی فضیلت ستاروں پر اور علماء انبیاء کے وارث ہیں انبیاء نے کسی کو دینار و درھم کا وارث نہ بنایا انہوں نے صرف علم کا وارث بنایا تو جس نے علم اختیار کیا اس نے پورا حصہ لیا' اسے امام احمدؒ ترمذیؒ ابوداؤدؒ ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا۔

حدیث۲: عن ابی امامۃ الباھلی قال ذکر لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلان احدھما عابد والاخر عالم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم۔

(مشکوۃ شریف مترجم جلد اول ص ۶۳)

روایت ہے حضرت ابوامامہ باہلی سے فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی خدمت میں دو شخصوں کا ذکر ہوا جن میں سے ایک عابد دوسرا عالم ہے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے ادنیٰ شخص پر۔

حدیث۳: عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقیہ واحد اشد علی الشیطن من الف عابد۔ رواہ الترمذی و ابن ماجۃ۔ (مشکوۃ شریف مترجم جلد اول ص ۶۴)

روایت ہے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے. فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

عالم دین ہر مسلمان کے حق میں عموماً اور علم دین کا استاد اپنے شاگرد کے حق میں خصوصاً حضور پرنور سید عالم ﷺ کا نائب ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۱۰ ص ۹۷)

اور تحریر فرماتے ہیں:

عالم دین سنی المذہب جو اپنے شہر میں اعلم (سب سے زیادہ علم والا) ہو ضروران کا

حاکم شرعی ہے۔(فتاویٰ رضویہ جلد۱۰ص۱۸۰)

علماء کا ادب

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب میں بغرض تحصیل علم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے در دولت پر جاتا اور وہ باہر تشریف نہ رکھتے تو براہ ادب ان کو آواز نہ دیتا' ان کی چوکھٹ پر سر رکھ کر لیٹ رہتا۔ ہوا' خاک اور ریت اڑا کر مجھ پر پڑتی رہتی پھر جب حضرت زید کا شانہ اقدس سے تشریف لاتے' فرماتے: ابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے مجھے اطلاع کیوں نہ کردی۔ میں عرض کرتا مجھے لائق نہ تھا کہ میں آپ کو اطلاع کرتا۔(ملفوظات ص۸۵)

ایک مرتبہ حضرت زید رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے رکاب تھامی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ کیا ہے اے ابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ انہوں نے کہا ہمیں یہی تعلیم دی گئی ہے کہ علماء کا ادب کریں۔ اس پر حضرت زید رضی اللہ عنہ گھوڑے سے اترے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ ہمیں بھی یہی حکم ہے کہ اہل بیت اطہار کے ساتھ ایسا ہی کریں۔ (ملفوظات ص۸۶)

ہارون رشید جیسے بادشاہ نے مامون رشید کی تعلیم کے لئے حضرت امام کسائی سے عرض کیا' فرمایا میں یہاں پڑھانے نہ آؤں گا شہزادہ میرے ہی مکان پر آجایا کرے۔ ہارون رشید نے عرض کی وہ وہیں آجایا کرے گا مگر اس کا سبق پہلے ہو۔ فرمایا یہ بھی نہ ہوگا بلکہ جو پہلے آئے گا اس کا سبق پہلے ہوگا۔ غرض مامون رشید نے پڑھنا شروع کیا۔ اتفاقاً ایک روز ہارون رشید کا گزر ہوا' دیکھا امام کسائی اپنے پاؤں دھو رہے ہیں اور مامون رشید پانی ڈالتا ہے۔ بادشاہ غضب ناک ہو کر اترا اور مامون رشید کے کوڑا مارا اور کہا: او بے ادب! خدا نے دو ہاتھ کس لئے دیئے ہیں ایک ہاتھ سے پانی ڈال اور دوسرے ہاتھ سے ان کا پاؤں دھو۔
(ملفوظات ص۸۶)

عالم کی تعریف

حدیث: عن سفیان ان عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ قال لکعب من ارباب العلم قال الذین یعملون بما یعلمون (مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول ص۷۲)

روایت ہے حضرت سفیان سے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب سے فرمایا کہ اہل علم کون لوگ ہیں فرمایا جو اپنے علم پر عمل کرتے ہیں۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عالم وہ شخص ہے جو علم پر عمل کرے اگرچہ علم تھوڑا ہو۔ (کنز العمال جلد ۱۰ ص ۷۶)

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

علم دین خشیت الٰہی پیدا کرتا ہے جس سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے اور وہی عالم کی فضیلت کا سبب ہے لہٰذا جس شخص کا علم ایسا نہ ہو وہ جاہل کی مثل ہے بلکہ وہ جاہل ہے۔
(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد اول ص ۲۳۶)

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

انما العالم من خشی اللہ عزوجل (تفسیر خازن جلد ۵ ص ۳۰۲)

یعنی عالم صرف وہ شخص ہے جسے اللہ عزوجل کی خشیت حاصل ہو۔

امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

عالم کی تعریف یہ ہے کہ عقائد سے پورے طور پر آگاہ ہو اور مستقل ہو اور اپنی ضروریات کو کتاب سے نکال سکے بغیر کسی مدد سے۔ ملفوظات (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ) ص ۱۱

عالم کی توہین

تنویر الابصار اور درمختار میں ہے۔

قال اللہ تعالٰی والذین اوتوا العلم درجت فالرافع ھو اللہ فمن یضعہ یضعہ اللہ فی جھنم ۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۹ ص ۵۹)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وہ عالموں کے درجات کو بلند فرمائے گا تو عالم کو بلند کرنے والا اللہ ہے اور جو شخص اس کو گرائے گا اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں گرائے گا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

العالم سلطان الله فی الارض فمن وقع فیه فقد هلك— رواه مسند الفردوس (کنز العمال جلد ۱۰ص ۷۷)

عالم زمین پر اللہ کی دلیل اور حجت ہیں تو جس نے عالم میں عیب نکالا وہ ہلاک ہو گیا۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لیس من امتی من لم یعرف لعالمنا حقه— رواه احمد والحاکم ۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۱۰ص ۱۴۰)

جو ہمارے عالم کا حق نہ پہچانے وہ میری امت سے نہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لایستخف بحقهم الامنافق بین النفاق ۔ رواه ابو الشیخ فی التوبیخ ۔

علماء کے حق کو ہلکا نہ سمجھے گا مگر کھلا ہوا منافق۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۱۰ص ۱۴۰)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان تحریر فرماتے ہیں کہ مجمع الانہر میں ہے۔

من قال لعالم عویلم استخفافاً فقد کفر ۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۱۰ص ۳۹۵)

جو شخص کسی عالم کو اس کی تحقیر کے لئے عویلم ''مولویا'' کہے وہ کافر ہے۔

فقیہ اعظم ہند صدر الشریعہ حضرت مولانا مفتی امجد علی بہار شریعت میں فتاویٰ عالمگیری کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں:

علم دین اور علماء کی توہین بے سبب یعنی اس وجہ سے کہ عالم دین ہے کفر ہے۔

(بہار شریعت جلد اول حصہ نہم حصہ ۸۷)

اور تحریر فرماتے ہیں:

عالم دین محتاط کا فتویٰ پیش کیا گیا اس نے کہا میں فتویٰ نہیں مانتا یا فتویٰ کو زمین پر پٹک دیا۔ (اس نے کفر کیا) (بہار شریعت جلد اول حصہ نہم حصہ ۸۷)

لوگوں کو علم دین سکھانے کی فضیلت

حدیث ۱: عن انس ابن مالك قال قال رسول الله صلی الله علیه

وسلم ھل تدرون من اجود جوداً قالوا اللہ رسولہ اعلم قال اللہ تعالیٰ اجود جودا ثم انا اجود بنی آدم واجودھم من بعدی رجل علم علماً فنشرہ یاتی یوم القیمۃ امیراً وحدہ او قال امۃ واحدۃ ۔

(مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول ص ۷۰)

روایت ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ سب سے بڑا سخی کون ہے؟ عرض کی اللہ اور اس کا رسول بہتر جانیں، فرمایا اللہ تعالیٰ سب سے بڑا جواد ہے پھر اولاد آدم میں، میں سب سے بڑا سخی ہوں اور میرے بعد بڑا سخی وہ شخص ہے جو علم سیکھے پھر اسے پھیلائے وہ قیامت کے دن اکیلا امیر یا فرمایا ایک جماعت ہو کر آئے گا۔

حدیث۲: عن ابی الدرداء قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماحد العلم الذی اذا بلغہ الرجل کان فقیھاً فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حفظ علی امتی اربعین حدیثاً فی امر دینھا بعثہ اللہ فقیھاً وکنت لہ یوم القیمۃ شافعاً وشھیداً ۔

(مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول ص ۷۰)

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابودرداء سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ اس علم کی حد کیا ہے جہاں انسان پہنچے تو عالم ہو؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو میری امت پر چالیس احکام دین کی احادیث حفظ کرے اللہ تعالیٰ اسے فقیہ اٹھائے گا اور قیامت کے دن میں اس کا شفیع اور گواہ ہوں گا۔

شرح: اس حدیث کے بہت پہلو ہیں، چالیس احادیث یاد کر کے مسلمانوں کو سنانا، چھاپ کر ان میں تقسیم کرنا، ترجمہ یا شرح کر کے لوگوں کو سمجھانا، راویوں سے سن کر کتابی شکل میں جمع کرنا سب ہی اس میں داخل ہیں یعنی جو کسی طرح دینی مسائل کی چالیس احادیث میری امت تک پہنچا دے تو قیامت میں اس کا حشر علماء دین کے زمرے میں ہوگا اور میں اس کی خصوصی شفاعت اور اس کے ایمان اور تقویٰ کی خصوصی گواہی دوں گا۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد اول ص ۲۲۱)

حدیث۳: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

رحمة الله على خلفائی فقیل من خلفاءك یارسول الله قال الذین یحبون سنتی ویعلمونها عباد الله ۔(تفسیر کبیر جلد اول ص ۲۷۵)

اللہ کی رحمت ہو میرے جانشینوں پر' عرض کیا گیا یارسول اللہ! آپ کے جانشین کون ہیں؟ فرمایا جو میری سنت سے محبت رکھتے ہیں اور اسے اللہ کے بندوں کو سکھاتے ہیں۔

نااہل کو علم سکھانا

حدیث۱: عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم طلب العلم فريضة على كل مسلم وواضع العلم عند غير اهله كمقلد الخنازير الجوهر واللوء لوء والذهب — رواه ابن ماجة ۔

(مشکوۃ شریف مترجم جلد اول ص ۶۴)

روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور نااہل پر علم پیش کرنے والا ایسا ہے جیسے سوروں کو موتی' جواہرات اور سونے کے ہار پہنانے والا۔ اسے ابن ماجہ نے روایت کیا۔

مفتی جلال الدین احمد امجدی اس حدیث مبارکہ کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔
نااہل سے مراد یا تو وہ شخص ہے جو ناسمجھ ہے یا وہ طالب علم مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے نہیں بلکہ مال و دولت یا جاہ و حشمت کے لئے علم دین حاصل کرتا ہے' اس لئے کہ ایسے شخص سے اسلام کو فائدہ کی بجائے نقصان پہنچے گا اور ہدایت کی بجائے گمراہی پھیلے گی۔ حضرت مولانا رومی فرماتے ہیں۔

نااہل را علم و فن آموختن
دادن تیغ ست دست راہزن

نااہل کو علم و ہنر سکھانا ایسا ہے جیسے ڈاکو کے ہاتھ میں تلوار دینا۔ (علم اور علماء ص ۴۶)

حدیث۲: عن الاعمش قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افۃ العلم النسیان واضاعتہ ان تحدث بہ غیر اہلہ ۔ رواہ الدارمی مرسلاً ۔ (مشکوٰۃ شریف مترجم جلداول ص۷۲)

روایت ہے حضرت اعمش سے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ علم کی آفت بھول جانا ہے اور علم کو ضائع کرنا یہ ہے کہ اسے نااہل پر بیان کیا جائے۔

شرح: جیسے مال اور صحت بعض آفتوں سے برباد ہو جاتے ہیں ایسے ہی علم بھولنے سے برباد ہو جاتا ہے لہٰذا عالم کو چاہیے کہ علم (پڑھنے پڑھانے) کا سلسلہ قائم رکھے' کتب بینی چھوڑ نہ دے' حافظہ کمزور کرنے والی عادتوں اور چیزوں سے بچے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ چھ چیزیں حافظہ کمزور کرتی ہیں' چوہے کا جھوٹا کھانا' جوں پکڑ کر زندہ چھوڑ دینا' ٹھہرے پانی میں پیشاب کرنا' علک گوند (چیونگم) چبانا' کھٹا سیب کھانا اور سیب کے چھلکے چبانا (علاوہ ازیں بیت الخلاء میں تھوکنا' غسل خانہ میں پیشاب کرنا اور بدنگاہی کرنا بھی باعث نسیان ہے) جو کوئی بعد نماز داہنا ہاتھ سر پر رکھ کر اکیس بار' یا قوی' پڑھ کر دم کر لیا کرے انشاء اللہ اس کا حافظہ قوی ہو گا۔ خیال رہے کہ یہاں نااہل سے وہ لوگ مراد ہیں جو علم کی باریکیاں سمجھ نہ سکیں یہ لوگ علم پڑھ کر دنیا میں فساد ہی پھیلائیں گے جیسا کہ آج مشاہدہ ہو رہا ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلداول ص۲۲۴)

علم چھپانا

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سئل عن علم علمہ ثم کتمہ الجم یوم القیمۃ بلجام من نار ۔ رواہ احمد و ابوداؤد والترمذی ۔ (مشکوٰۃ شریف مترجم جلداول ص۶۵)

روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس سے علم کی بات پوچھی گئی جسے وہ جانتا ہے پھر اسے چھپائے تو قیامت کے دن اسے آگ کی لگام دی جائے گی۔ اسے امام احمد' ابوداؤد اور ترمذی نے

شرح: یعنی اگر عالم سے دینی ضروری مسئلہ پوچھا جائے اور وہ بلاوجہ نہ بتائے تو قیامت کے دن وہ جانوروں سے بدتر ہوگا کہ جانور کے منہ میں چمڑے کی لگام ہوتی ہے اس کے منہ میں آگ کی لگام ہوگی' خیال رہے کہ یہاں علم سے مراد حلال' حرام' فرائض و واجبات وغیرہ تبلیغی مسائل ہیں جن کا چھپانا جرم ہے۔
(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد اول ص ۲۰۴)

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اذا ظهرت الفتن او قال البدع ولم يظهر العالم علمه فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين لايقبل الله منه صرفاً ولا عدلاً ۔
صواعق محرقه ص ٦ ملفوظات (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان) ص ۳۳۵

جب فتنے ظاہر ہوں اور ہر طرف بے دینی پھیلنے لگے اور ایسے مواقع پر عالم دین اپنا علم ظاہر نہ کرے (اپنی کسی مصلحت یا مفاد کے لالچ میں خاموش رہے) تو اس پر اللہ تعالیٰ کی اور تمام فرشتوں کی اور سارے انسانوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا فرض قبول فرمائے گا نہ اس کے نفل۔

بغیر علم کے فتویٰ دینا

وعن عبدالله قال يايها الناس من علم شيئاً فليقل به ومن لم يعلم فليقل الله اعلم فان من العلم ان تقول لما لا تعلم الله اعلم ۔
(مشکوٰۃ شریف مترجم جلد ا ص ۷۲)

روایت ہے حضرت عبداللہ سے فرمایا اے لوگو! جو کوئی کچھ جانتا ہو تو بیان کر دے اور جو نہ جانتا ہو وہ کہہ دے کہ اللہ جانے کیونکہ علم یہی ہے کہ جسے تم نہ جانو تو کہہ دو کہ اللہ جانے۔

معلوم ہوا کہ کوئی عالم اپنی بے علمی ظاہر کرنے میں شرم نہ کرے اگر کوئی مسئلہ معلوم نہ ہو تو گھڑ کر نہ بتائے کہ ہماری بے علمی' علم سے زیادہ ہے رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا (تمہیں علم نہیں دیا گیا مگر تھوڑا) فرشتوں نے عرض کیا تھا

لاعلم لنا (ہمیں کچھ علم نہیں) (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد اول ص ۲۲۷)

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے چالیس مسائل پوچھے گئے جن میں سے آپ نے صرف چار کے جوابات دیئے اور چھتیس مسائل کے بارے میں فرمایا کہ میں نہیں جانتا۔
(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد اول ص ۲۵۷)

حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں پوچھنے والے نے کہا آپ بیت المال سے اتنا روپیہ لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں۔ آپ نے فرمایا میں علم کے لحاظ سے روپیہ لیتا ہوں اگر اپنی جہالت کے اعتبار سے لیتا تو بیت المال سے کل روپیہ لے لیتا۔ (شرح فقہ اکبر ص ۵۱)

حافظ الحدیث امام شعبی بہت عظیم الشان تابعی محدث ہیں۔ ایک مرتبہ آپ سے کسی نے مسئلہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا **لا اعلم** یعنی میں نہیں جانتا۔ سائل نے کہا تمہیں شرم نہیں آتی فقیہ عراق ہو کر کہتے ہو "میں نہیں جانتا"۔ آپ نے نہایت متانت سے فرمایا کہ میں ایسی بات کرنے سے کیوں شرم کروں جس بات کے کہنے سے فرشتے بھی نہیں شرمائے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا: **انبونی باسمآء ھؤلآء** یعنی تم سب ان چیزوں کے نام بتاؤ؟ تو فرشتوں نے بھی یہی کہا تھا **لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا** یعنی ہم نہیں جانتے سوائے ان چیزوں کے جن کا تو نے ہمیں علم عطا فرمایا۔ سائل آپ کے جواب سے شرمندہ ہو کر خاموش ہو گیا۔ (تفسیر روح البیان جمد ۲ ص ۹۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

من افتی بغیر علم لعنتہ ملائکۃ السمآء والارض – رواہ ابن عساکر۔
(کنز العمال جلد ۱۰ ص ۱۱۱)

جس نے بغیر علم کے فتویٰ دیا آسمان اور زمین کے فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

یخرج فی اخر الزمان قوم رؤساً جھالاً یفتون الناس فیضلون ویضلون۔ رواہ ابو نعیم والدیلمی۔ (کنز العمال جلد ۱۰ ص ۱۱۹)

[illegible] گے وہ لوگوں کو

فتویٰ دیں گے خود گمراہ ہونگے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

مذکورہ باب سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو دنیاوی علم سیکھ کر اپنے آپ کو بہت بڑا مفتی اور مجتہد سمجھنے لگتے ہیں۔ بارہا دیکھنے میں آیا ہے کہ میڈیکل یا انجینئرنگ کا طالب علم ہو یا کسی سائنسی مضمون میں ماسٹر ڈگری حاصل کرنے والا' علم دین کی گفتگو کرنے والوں کے درمیان آ کر اپنی ٹانگ اڑا دیتا ہے اور محض اپنی عقل کے بل بوتے پر ایسی ایسی جہالت کی باتیں کرتا ہے کہ جن کا دین سے دور کا بھی تعلق نہیں ہوتا' ہاں اس کی باتوں کا تعلق ہوتا ہے تو محض بے دینی کے ساتھ۔ لہٰذا ایسے لوگوں کو برادرانہ مشورہ ہے کہ شریعت کے معاملات میں اپنی رائے ہرگز استعمال نہ کریں کہ ایسے عمل سے ایمان کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے کا اندیشہ ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من قال في القرآن برايه فليتبوأ معقده من النار ۔

(مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول ص ۶۶)

جو قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہے وہ اپنا ٹھکانہ آگ سے بنائے۔

اور فرمایا: فما عرفتم منه فقولوا وما جهلتم فكلوه الى عالمه ۔ (مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول ص ۶۷) جس قدر تم قرآن کو جانو تو کہہ دو اور جو نہ جانو اسے عالم کے سپرد کر دو۔

اچھا سوال کرنا

اللہ رب العزۃ نے ارشاد فرمایا:

فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ (سورۃ الانبیاء آیت ۷)

اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

حسن السوال نصف العلم ۔ رواه ابن السنی (کنز العمال جلد ۱۰ ص ۱۴۰)

اچھا سوال آدھا علم ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: العلم خزائن ومفتاحها السوال فاسئلوا يرحمكم الله ۔ رواه ابو نعيم في الحلية علم خزانے ہیں اور ان کی کنجی سوال ہے تو

سوال کرو اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے گا۔ (کنز العمال جلد ۱۰ ص ۷۶)

حضرات محترم! ہم تک جو علم دین پہنچا' اس علم کا بیشتر حصہ وہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے حضور ﷺ سے سوال کئے اور میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب ارشاد فرمائے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا حضور ﷺ کی امت پر بڑا احسان ہے کہ ان کے اچھے سوالات کی وجہ سے شریعت مطہرہ کا کثیر حصہ ہم تک پہنچا۔

شرعی مسائل سیکھنے کا ایک بہترین طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی مسئلہ آپ کے ذہن میں آئے اسے ایک کاغذ پر لکھ لیں اور اسی طرح کرتے رہیں۔ جب چند مسائل جمع ہو جائیں' کسی صحیح العقیدہ عالم باعمل کی خدمت میں حاضر ہو کر لکھے ہوئے سوالات کے جوابات پوچھ لیں۔

نامعقول سوال کرنا

جس طرح اچھا سوال' سائل' مسئول اور سامع کو فائدہ پہنچاتا ہے اسی طرح نامعقول سوال' سوال کرنیوالے' جواب دینے والے اور سننے والے کا وقت ضائع کرتا ہے۔ چنانچہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ایک شخص بیٹھا کرتا تھا جو ہمیشہ خاموش رہ کر گفتگو سنتا۔ ایک مرتبہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے فرمایا کہ تم ہمیشہ خاموش رہتے ہو کبھی تم بھی بولا کرو اس نے عرض کی اچھا حضور! ایک مسئلہ بتایئے کہ روزہ دار افطار کس وقت کرے؟ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا جب سورج غروب ہو جائے۔ وہ شخص بولا اگر سورج آدھی رات تک بھی غروب نہ ہو تو پھر کیا کرے؟ حضرت امام ہنس پڑے' فرمایا تیرا چپ رہنا ہی بہتر ہے۔ (حیوۃ الحیوان جلد اول ص ۱۹)

علم کس سے سیکھیں؟

عن ابن سیرین قال ان ھذا العلم دین فانظروا عمن تاخذون دینکم رواہ مسلم . (مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول ص ۴۳)

روایت ہے حضرت ابن سیرین سے' فرماتے ہیں کہ علم' دین ہے لہٰذا غور کرو کہ اپنا دین کس سے حاصل کرتے ہو۔

شرح: یعنی علم شریعت، علم دین تب سے بنے گا جب سکھانے والا استاد عالم دین ہو گا۔ بے دین عالم سے حاصل کیا ہوا علم بے دینی ہی دے گا۔ آج لوگ بے دینوں سے تفسیر وحدیث پڑھ کر بے دین ہو رہے ہیں۔ فرمان کے ساتھ فیضان ضروری ہے۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح ص ۲۲۸)

دور حاضر میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ لوگ اپنے بچوں کو بدمذہبوں کے پاس قرآن پاک پڑھنے کے لئے بھیجتے ہیں، جب ان کو بتایا جاتا ہے کہ یہ لوگ بے دین ہیں ان کے پاس اپنے بچوں کو نہ بھیجو تو جواباً کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے بچوں کو قرآن ہی تو پڑھانا ہے حالانکہ قرآن، دین ہی تو ہے اور بے دین سے بے دینی ہی ملے گی دین نہیں ملے گا۔ اسی طرح لوگ خود بھی بدمذہبوں سے پڑھنے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے صرف عربی ہی سیکھنی ہے، مسائل اور عقائد نہیں سیکھنے حالانکہ بدمذہب لوگوں کو صرف عربی نہیں سکھاتے بلکہ ان کے عقائد بھی گندے کرتے ہیں۔ کئی ایک مرتبہ اس طرح بھی ہوا کہ بے دین استاد جب عربی پڑھاتے ہوئے اہل سنت کے خلاف زبان طعن دراز کرتا ہے تو سننے والوں میں سے کوئی کہہ دیتا ہے کہ آپ نے تو اپنے اشتہار میں لکھا تھا کوئی اختلافی بات نہیں ہوگی اور آپ متواتر فرقہ پرستی کو ہوا دے رہے۔ کچھ عرصہ وہ اپنے اس عمل سے باز رہتا ہے اس کے بعد پھر کتے کی دم ٹیڑھی کی ٹیڑھی۔

اے متلاشیان حق! بیل سے دودھ اور بھڑ سے شہد نہیں ملے گا۔ حق جاننے کے لئے علماء حق کا دروازہ ہی کھٹکھٹانا ہوگا کہ علماء سوء سے آپ کو شر کے سوا کچھ نہ ملے گا، اپنے دلوں میں اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کا عشق و محبت اجاگر کرنے کے لئے عاشقوں اور محبوں کی صحبت سے ہی فیضیاب ہونا پڑے گا کہ انبیاء و اولیاء سے بغض رکھنے والوں کے پاس بیٹھنے سے دل میں نفاق ہی اگے گا، علمی تشنگی دور کرنے کے لئے باعمل علماء کے میخانوں سے سیراب ہونا پڑے گا کہ بے عمل فاسقین و فجار کے مدرسے میں جا کر شہوت، نفسانی خواہشات، درندگی اور دہشت گردی کے سوا کچھ نہ ملے گا۔

کونسا علم فرض ہے؟

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے جو ارشاد فرمایا طلب العلم

فریضة علی کل مسلم کہ علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے آیا وہ کون سا علم ہے؟ علماء فرماتے ہیں کہ فرائض کا علم سیکھنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ یعنی اتنا علم سیکھنا فرض ہے جس سے مسلمان کے عقائد و اعمال درست ہوں۔ عالم دین بننا' فتویٰ واجتہاد کے مرتبہ کو پہنچنا فرض کفایہ ہے۔ شہر میں اگر ایک عالم دین بھی موجود ہے جو لوگوں کو مسائل دینیہ بتا سکے تو تمام شہر بری الذمہ ہوا اور اگر شہر میں ایک بھی عالم موجود نہ ہو تو تمام شہر گنہگار ہوگا۔ بندے کو جب ایسے عمل سے واسطہ پڑے جو کہ فرض ہو تو ایسے عمل کا علم سیکھنا فرض ہو جائے گا مثلاً جب بالغ ہوا تو نماز کا علم سیکھنا فرض ہو گیا اور ظاہر بات ہے کہ نماز بغیر طہارت کے نہیں لہٰذا بالغ ہونے کے بعد وضو' غسل' تیمم' اپنے بدن اور لباس کو پاک کرنے کا طریقہ' نماز کی شرائط' نماز کے فرائض' واجبات' مکروہات اور مفسدات وغیرہ جاننا فرض ہوا۔ نکاح کیا تو حیض و نفاس کا علم سیکھنا' نکاح و طلاق کا علم سیکھنا' نان و نفقہ کے بارے میں جاننا' بیوی کے ساتھ حسن سلوک اور اولاد کی تربیت کے بارے میں جاننا ضروری ہو جاتا ہے۔ جب رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو روزے کے مسائل جاننا فرض ہو گیا۔ صاحب نصاب ہوا تو زکوٰۃ کا علم سیکھنا فرض ہوا صاحب استطاعت ہوا تو ارکان حج کی ادائیگی کے بارے میں جاننا فرض ہوا۔

مذکورہ حدیث مبارکہ کی شرح میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ''شارحین حدیث نے فرمایا کہ علم سے مراد مذہبی علم ہے' جس کا حاصل کرنا بندے کے لئے ضروری ہے جیسے اللہ تعالیٰ کو پہچاننا' اس کی وحدانیت' اس کے رسول ﷺ کی نبوت کی شناخت اور ضروری مسائل کے ساتھ نماز پڑھنے کے طریقے کو جاننا۔ مسلمان کے لئے ان چیزوں کا علم فرض عین ہے اور فتویٰ واجتہاد کے مرتبہ کو پہنچنا فرض کفایہ ہے''۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد اول ص ۲۳۲)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری تحریر فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں علم سے مراد وہ علم ہے جو مسلمانوں کو وقت پر ضروری ہے مثلاً جب اسلام میں داخل ہوا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو پہچاننا اور سرکار اقدس ﷺ کی نبوت کو جاننا واجب ہو گیا اور ہر اس چیز کا علم ضروری ہو گیا کہ جس کے بغیر ایمان صحیح نہیں' جب نماز کا وقت آ گیا تو اس پر نماز کے احکام کا جاننا واجب ہو گیا' جب ماہ رمضان آ گیا تو روزہ کے احکام کا سیکھنا ضروری ہو

گیا' جب مالک نصاب ہو گیا تو زکوۃ کے مسائل کا جاننا واجب ہو گیا اور اگر مالک نصاب ہونے سے پہلے مر گیا اور زکوۃ کے مسائل کو نہ سیکھا تو گنہگار نہ ہوا۔ جب عورت سے نکاح کیا تو حیض و نفاس وغیرہ جتنے مسائل کا میاں بیوی سے تعلق ہے مسلمان پر جاننا واجب ہو جاتا ہے وعلیٰ ھذا القیاس۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ جلد اول ص ۱۶۱)

امام غزالی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دکانداروں کو درے مار کر علم سیکھنے کے لئے بھیجتے تھے اور فرماتے کہ جو شخص خرید و فروخت کے احکام نہ جانے وہ تجارت نہ کرے کہ لاعلمی میں سود کھائے گا اور اسے خبر نہ ہوگی۔ اسی طرح ہر پیشہ کا ایک علم ہے یہاں تک کہ اگر حجام ہے تو اس کو یہ جاننا ضروری ہے کہ آدمی کے بدن سے کیا چیز کاٹنے کے لائق ہے اور کیا چیز کاٹنے کے لائق نہیں۔ یہ علوم ہر شخص کے حال کے موافق ہوتے ہیں لہٰذا بزاز پر حجامت کا پیشہ سیکھنا فرض نہیں۔ (کیمیائے سعادت ص ۱۲۹)

علم دین کیسے آئے گا؟

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ علیک وسلم چاہتا ہوں کہ میں سب سے زیادہ جاننے والا ہو جاؤں۔ ارشاد فرمایا اللہ عزوجل سے ڈرتے رہو سب سے زیادہ جاننے والے ہو جاؤ گے۔ (کنز العمال جلد ۶ ص ۲۹۴)

اللہ عزوجل سے ڈرنے سے مراد تمام گناہوں کو چھوڑ دینا ہے۔ چونکہ گناہ علم دین کی راہ میں رکاوٹ ہیں لہٰذا دین کا علم بندہ اسی صورت حاصل کر سکے گا جب گناہوں کو چھوڑ دے۔

امام شافعی فرماتے ہیں:

شکوت الی وکیع سوء حفظی فاوصانی الی ترك المعاصی
فان العلم فضل من اله وفضل الله لا یعطی لعاص

میں نے حضرت وکیع سے کمزور حافظے کی شکایت کی تو انہوں نے مجھے گناہ ترک کرنے کی وصیت کی اس لئے کہ علم اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل گنہگار کو نہیں عطا کیا جاتا۔

امام احمد رضا خان فرماتے ہیں:

مولوی آپ کے یہاں موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پایئے گا اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ استفتاء سنایا کرتے ہیں اور جو میں جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں"۔ (ملفوظات ص ۸۴)

اور فرماتے ہیں:

"پھر لینے والے کو چاہیے کہ جب کسی چیز کے حاصل کرنے کا ارادہ کر لے تو اگرچہ کمالات سے بھرا ہوا ہو اپنے تمام کمالات کو دروازے پر ہی چھوڑ دے اور یہ جانے کہ میں کچھ جانتا ہی نہیں، خالی ہو کر آئے گا تو کچھ پائے گا، اور جو اپنے کو بھرا سمجھے گا تو:

اناۓ کہ پرشد دگر چون پرد

بھرے برتن میں کوئی چیز نہیں ڈالی جا سکتی۔ (ملفوظات ص ۸۴)

حضرت امام ابو یوسف کو لوگوں نے خبر دی کہ آپ کا بچہ انتقال کر گیا ہے۔ اس وقت آپ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کی درسگاہ میں سبق پڑھ رہے تھے۔ یہ خیال کر کے کہ اگر میں بچے کی تجہیز و تکفین کے لئے چلا گیا تو میرا یہ سبق چھوٹ جائے گا۔ آپ نے ایک دوسرے شخص کو بچے کے کفن دفن کا انتظام سونپ دیا اور خود درسگاہ سے نہیں اٹھے اور ایک سبق کا بھی ناغہ نہیں کیا۔ (روحانی حکایات ص ۳۱ بحوالہ مستطرف جلد اول ص ۲۲)

امام یحییٰ بن یحییٰ (ناقل موطا شریف) ایک دن حضرت امام مالک کے درس میں حاضر تھے کہ ایک دم یہ شور مچ گیا "ہاتھی آیا، ہاتھی آیا" غوغا سنتے ہی درسگاہ سے تمام طلباء درس چھوڑ کر ہاتھی دیکھنے کے لئے دوڑے مگر امام یحییٰ سکون و اطمینان کے ساتھ بیٹھے ہوئے اپنا سبق لکھتے رہے۔ حضرت امام مالک نے فرمایا یحییٰ تمہارے ملک اندلس میں ہاتھی نہیں ہوتا تم بھی جا کر دیکھ آؤ۔ امام یحییٰ نے عرض کیا کہ حضرت میں اندلس سے آپ کو دیکھنے اور علم حاصل کرنے کے لئے آیا ہوں۔ ہاتھی دیکھنے کے لئے میں نے اپنا وطن نہیں چھوڑا ہے۔

(روحانی حکایات ص ۳۲ بحوالہ ابن خلکان جلد ۲ ص ۲۱۶)

گزشتہ عبارات سے معلوم ہوا کہ بندہ کو علم دین اس وقت آئے گا جبکہ دل میں خوف خدا ہو، دوسری بات یہ کہ علمی بات کو محفوظ کرنے کے لئے لکھنے کی عادت بنا لے، تیسری بات

یہ کہ جب علم دین سیکھنے کے لئے استاد کے پاس حاضر ہو تو اپنے آپ کو یوں سمجھے کہ مجھے کچھ علم نہیں' جو بندہ اپنے آپ کو عالم سمجھے گا ظاہر ہے کہ وہ عالم کی بات کو غور سے نہیں سنے گا اور یقینی بات ہے کہ علم تب ہی حاصل کر سکے گا جب کہ علمی بات کو غور سے سنے' چوتھی بات یہ کہ اپنے سبق کو توجہ کے ساتھ پڑھے اور ناغہ نہ کرے' اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ علم دین سیکھنے میں بندے کی نیت محض اللہ ربّ العزۃ کی رضا اور دین اسلام کی خدمت ہو۔

ضروری بات

حضرات محترم! موجودہ دور ابتلاء میں آپ حضرات جو اپنے گرداگرد برائیاں دیکھ رہے ہیں' سب بے علمی اور جہالت کے ہی کرشمے ہیں۔ دور حاضر میں سود کو جائز سمجھنا' شراب کو حلال کہنا' رشوت کو اپنا حق بتانا' زنا کو جائز قرار دینا' تین طلاق کے بعد بھی عورت کو اپنی بیوی ہی سمجھنا' گانے باجے کو روح کی غذا کہنا' شرعی پردے پر تنقید کرنا' داڑھی اور دیگر سنتوں کی تحقیر کرنا' تمام علماء کو دہشت گرد کہنا (علماء سوء واقعی دہشت گرد ہیں لیکن علماء اہل حق' اللہ ربّ العزۃ کے ہاں بہت اونچے درجے والے ہیں) بے دینی' بے راہ روی' بے حیائی' فحاشی' عریانی' اغوا' اجتماعی آبروریزی' راہزنی' چوری' ڈاکہ' قتل و غارت گری وغیرہ جتنی برائیاں بھی اپنے عروج پر ہیں سب جہالت کا ہی نتیجہ ہے۔

قیامت کی نشانیوں کو پڑھ کر دیکھ لیں' علم کا اٹھ جانا سرفہرست ہے۔ قرب قیامت علم اٹھالیا جائے گا جہالت کی کثرت ہو گی' لوگ جاہلوں اور گمراہوں کو اپنا پیشوا بنالیں گے جو خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

میرے پیارے اسلامی بھائیو! خدارا علم دین کو اٹھنے سے بچائیں' اور اس کو بچانے کی یہی صورت ہے کہ خود بھی علم دین سیکھیں اور اپنے بیوی بچوں' اعزہ واقرباء اور دوست احباب کو بھی علم دین سیکھنے کی رغبت دلائیں۔ میں آپ کو یہ تو نہیں کہتا کہ ضرور عالم دین ہی بنیں اور مفتی کے منصب پر فائز ہوں کیونکہ یہ فرض کفایہ ہے اور چونکہ میں خود بھی اسی معاشرے کا حصہ ہوں لہٰذا مجھے معلوم ہے کہ آپ کے پاس وقت بہت کم ہے' یہ ضرور عرض کروں گا جتنا علم دین آپ پر اللہ تعالیٰ نے فرض عین کیا اتنا تو سیکھ لیں اگر آپ مدرسے میں جا کر علماء حق سے

علم دین نہیں سیکھ سکتے تو کم از کم علماء اہل سنت کی کتابیں پڑھ کر یا بیانات کی کیسٹ سن کر یا دینی محافل میں شریک ہو کر علم دین سیکھ لیں۔ چونکہ آپ کے بچوں کی علم دین سیکھنے کی عمر ہے لہٰذا انہیں اہل سنت کے مدارس میں بھیج کر عالم ضرور بنائیں کہ مرنے کے بعد بھی آپ کے نامہ اعمال میں نیکیاں لکھی جاتی رہیں گی اور آپ کی قبر ٹھنڈی رہے گی۔ میری ربّ عزوجل سے دعا ہے کہ وہ اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صدقہ ہم سب مسلمانوں کو علم دین سیکھنے اس پر عمل کرنے اور دوسروں تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین۔ (بسعی مشکور ابو محمد خلیفہ محمد انجم سعید بیگ نقشبندی زید مجدہٗ)

دوسری صدی ہجری کے دو علمی مذاکرے قارئین کی نظر کیے جا رہے ہیں جن میں علم و حکمت کے سینکڑوں پھول آپ اپنے دامن میں سمیٹ سکتے ہیں اور اہل علم کی عظمت و شان کا بہت قیمتی ذخیرہ ان مذاکرات میں موجود ہے۔ (بالخصوص موجود ملکی و بین الاقوامی حالات کے ساتھ ان مذاکروں کو بہت مناسبت ہونے کی وجہ سے لکھا جا رہا ہے۔

بشر بے چین ہو تو انقلاب آیا ہی کرتے ہیں

دو علمی مذاکرے

مذاکرہ نمبر ۱

تین سوال:

قیصر روم نے ایک دفعہ خلیفہ منصور کے حضور میں اپنا وزیر اس غرض سے بھیجا کہ وہاں کے علماء فضلاء کو جمع کر کے ان سے تین سوالات دریافت کرے اگر وہ ان کے مسکت اور تسلی بخش جواب دے دیں تو فبہا' ورنہ خلیفہ کو کہنا کہ آئندہ خراج ادا کرنا ہوگا۔ چنانچہ خلیفہ منصور نے دربار لگایا اور علماء و فضلاء کو جمع کیا۔ ان میں امام ابوحنیفہ بھی شامل تھے۔ رومی وزیر منبر پر بیٹھا اور اپنے سوال پیش کیے۔ مختلف اصحاب علم نے جواب دیئے مگر بات قاطع نہ ہو سکی۔ آخر امام ابوحنیفہ نے خلیفہ سے جوابات دینے کی اجازت چاہی۔

امام ابوحنیفہ: (رومی وزیر سے) تم اس وقت سائل کی حیثیت میں ہو اور میں مجیب (یعنی جواب دینے والا) ہوں۔ پس منبر پر بیٹھنا سائل کا نہیں' بلکہ مجیب کا منصب ہے۔

خلیفہ: ہاں، یہ بات بہت درست ہے۔

(اس پر رومی وزیر منبر سے اتر آیا اور امام ابوحنیفہ اس کی جگہ اطمینان سے بیٹھ گئے اس ڈرامائی صورت واقعہ سے مجلس کا ماحول تبدیل ہو گیا)

امام ابوحنیفہ: (رومی وزیر سے) اب اپنے سوالات پیش کرو۔

رومی وزیر: میرا پہلا سوال یہ ہے کہ خدا سے پہلے کیا چیز تھی؟

امام ابوحنیفہ: تم ایک، دو، تین، چار، پانچ کی گنتی تو جانتے ہو۔ ذرا یہ بتاؤ کہ ایک سے پہلے کونسا عدد ہے؟

رومی وزیر: ایک سے پہلے کوئی عدد نہیں، یہی سب سے پہلے ہے۔

امام ابوحنیفہ: تو پھر جب محض حسابی عدد ''ایک'' کا حال یہ ہے کہ اس سے پہلے کسی عدد کا تصور نہیں کیا جا سکتا تو خدا سے جو حقیقت میں واحد (ایک) ہے، اس سے پہلے کوئی چیز کیسے ہو سکتی ہے۔

رومی وزیر: میرا دوسرا سوال یہ ہے کہ خدا کا منہ کس طرف ہے؟

امام ابوحنیفہ: پہلے یہ بتاؤ کہ چراغ کی روشنی کا منہ کس طرف کو ہوتا ہے؟

رومی وزیر: چاروں طرف۔

امام ابوحنیفہ: اب سوچو کہ آگ جو عارضی نور ہے، جب اس کے لئے کوئی خاص سمت معین نہیں کی جا سکتی کہ اس کا منہ فلاں طرف کو ہے تو پھر اس اصلی نور کے لئے کوئی خاص رخ کیوں کر معین ہو سکتا ہے؟

رومی وزیر: میرا تیسرا سوال یہ ہے کہ خدا اس وقت کیا کر رہا ہے؟

امام ابوحنیفہ: اس وقت وہ اپنے دوسرے کاموں کے ساتھ ایک کام یہ بھی انجام دے رہا ہے کہ اس نے تمہیں اتار کر میرے سامنے کھڑا کر رکھا ہے اور تمہاری جگہ مجھے منبر پر بٹھایا ہے۔

(رومی وزیر ساکت ہو گیا اور اس کا سر جھک گیا۔ خلیفہ منصور اور مجمع علماء امام کی حاضر جوابی اور نکتہ رسی پر حیران رہ گئے مگر مسلمانوں کے بنیادی عقائد کے کاشانے میں ایسے غیر

خداترسانہ سوالات اور بحثوں کی چنگاریاں پھینکنے کا ایک طویل سلسلہ چل پڑا۔)

عقلیت کا ظہور

(دوسری صدی ہجری...... ایک خفیہ نشست دس بارہ نوجوان افراد...... معمر بن عبادالسلیمی کی صدارت میں)

معمر: ہاں تو عزیز نوجوانو! آپ لوگ بات کریں' جس کے لئے آپ نے یہ مجلس جمع کی ہے۔

ایک نوجوان: دوستو! بڑی گھٹن ہے ذہن خیالات نو بنو سے بھرے ہوئے ہیں' مگر مجال دم زدن نہیں۔

دوسرا نوجوان: صاحب یہ بات آپ نے چھیڑ دی ہے عین سایہ تخت کے نیچے۔

تیسرا نوجوان: یہاں تو گھر گھر میں سرکار کی آنکھیں اور کان کام کر رہے ہیں۔

معمر: نہیں' ایسی کوئی بات نہیں میں جو کچھ کہنے والا ہوں' وہ عین شاہی مرضی اور درباری رنگ کے مطابق ہے۔ دراصل ہمارا خلیفہ ادام اللہ حیاتہ عملاً علماء کے تصور اسلام سے بھاگنا چاہتا ہے۔ وہ بیحد آزاد خیال ہے مگر عوام کی ذہنی فضا پر قدامت پرست علماء کا اتنا گہرا تسلط ہے کہ اس کے آگے دربار کی سطوت بھی بے بس سی ہے اور علماء کا حال یہ ہے کہ وہ شریعت نقلیہ اور مذہب غیر عقلیہ کے ایک ایک لفظ کو اور اس کے تنگ ظاہری مفہوم کو دانتوں سے پکڑے ہوئے ہیں۔ ان کو ذرا سوجھ بوجھ نہیں کہ زمانہ بدل کے کہاں سے کہاں پہنچ چکا۔ اب جو ایرانی' ہندی' یونانی اور رومی لوگ یہاں آئے ہیں تو ان کی باتیں سن کر پہلی بار ہماری آنکھیں کھلی ہیں کہ علم کیا ہوتا ہے اور علوم نقلیہ کی زنجیروں میں اگر فکر گرفتار نہ ہو تو وسیع عقلی فضاؤں میں پرواز کیا لطف دیتی ہے۔

چوتھا نوجوان: ظل اللہ مہدی کی ہستی واقعی عجیب کشاکش میں ہے۔ وہ معاشرے کی پرانی قدروں کے چکر سے نکل کر نئے تجربے کرنا چاہتا ہے مگر ایک قدم بھی نہیں اٹھا پاتا کہ مذہبی طبقوں کا دباؤ اسے ایسے اقدامات پر مجبور کر دیتا ہے جنہیں وہ خود بھی بے حد رجعت

پانچواں نوجوان: کرنے کا کام یہ ہے کہ کچھ لوگ علمی وفکری دائروں میں جدت فکر کا محاذ قائم کریں اور علماء کے جمے ہوئے محاذ کو توڑ ڈالیں۔

تیسرا نوجوان: یہ حادثہ تو آپ نے دیکھ ہی لیا کہ بشار جیسے لطیف الخیال اور نغز گو شاعر کے خلاف اشراف واعیان کا ایک وفد مہدی سے جا کر فریاد کرتا ہے کہ اس شخص کی غزلوں کا فحش پن اور اس کے اندازِ بیان کی عریانی ہماری خواتین اور ہمارے بچوں کے ذہن و کردار کو تباہ کر کے رکھ دے گی۔ یہ سب علماء کی شرارت ہے یا کم سے کم ان کی بنائی ہوئی ادب دشمن اور ثقافت کش فضاء کا نتیجہ ہے چنانچہ خلیفہ مہدی نے چاروناچار بشار کی زبان بندی کا حکم جاری کر دیا۔ ان بھلے لوگوں سے کوئی پوچھے کہ ذرا عریانی اور فحاشی کی کوئی تعریف تو کر کے بتاؤ۔ آخر خود قرآن میں کیا ازدواجی اور جنسی زندگی کے سارے پہلو اور حوروں کے حسن کے تذکرے مذکور نہیں ہیں پھر ایک شاعر کے شعروں میں وہی باتیں آ گئیں تو کونسا سانحہ ہے۔

چھٹا نوجوان: مگر یارو! بشار بھی پکا فتنہ دوراں ہے۔ اس نے اب عام غزلوں کے بجائے ایسی غمناک غزلیں کہنی شروع کر دی ہیں جن میں وہ اپنی مجبوری و بے بسی کا ماتم بھی کرتا ہے اور ساتھ ہی عشق و محبت کی وہ ساری باتیں بھی کہہ جاتا ہے جو اس کی رگ رگ میں رچی ہوئی ہیں۔

تیسرا نوجوان: ہاں بھئی کیا کہنے ہیں بشار کے۔ ایک تازہ غزل میں کہتا ہے کہ میں نے فغفور سے قیروان اور قیروان سے یمن تک کی فضاؤں کو ایسے شعروں سے بھر دیا ہے جن کو الاپتے ہوئے کنواری اور بیاہتا حسینائیں تالیاں بجا بجا کر رقص کرتی ہیں مگر اب چونکہ خلیفہ مہدی نے مجھے شاعری سے روک دیا ہے اس لئے میرا نکتہ آفریں ذہن رسا باز آ گیا ہے۔ دوسری ایک غزل میں کہتا ہے کہ میری محبوبہ نے میری ردائے شباب کے لئے پیغام طلب بھیجا مگر میں نے اب اسے لپیٹ دیا ہے۔ شاہ ذی جاہ نے دوشیزاؤں کے معاملے میں مجھے منع کر دیا ہے اور میں اس حکم کی نافرمانی نہیں کرتا۔ مجھے ہر روز درجاناں کا اشتیاق ہوتا ہے مگر نجانے اب وہ کدھر گیا۔ میرے اور اس کے درمیان خلیفہ حائل ہے، پس میں نے اس بارے میں صبر کر لیا ہے وہ باتیں وہی عشق کی کر رہا ہے مگر ایک گھٹے انداز سے جوان باتوں کو

اور بھی موثر بنا دیتا ہے' اور موجودہ سیاسی ماحول کے خلاف اس میں احتجاج بھی شامل ہے۔

ساتواں نوجوان: اور وہ رقت انگیز قصیدہ بھی تو آپ لوگوں نے سنا ہو گا جس کا مطلع ہے

فنت الھوی حیا فلست بزائر

سلیمیٰ ولا صفراء ماقر القمری

واہ کیا خیال پر تلمیح ہے کہ میں نے اپنی محبت کو زندہ دفن کر دیا اور میں اب محبوباؤں سے کبھی نہیں ملوں گا۔ نہ نہ کرتے ہوئے ان کے نام بھی گنوا دیے ہیں۔ ساتھ ہی قمری کی چہک کا اشارہ بھی ہے کہ یہ تو فطری معاملے ہیں قمری پر جو قانون نہیں چلتا وہ انسانوں پر کیوں چلے!

معمر: مضمون شعر و شاعری کا چل نکلا ہے اندیشہ ہے کہ یہ حکایت لذیذ دراز نہ ہو جائے۔ اصل سوال پیچھے رہ گیا ہم لوگوں کو ایک طرف علوم عقلیہ کو فروغ دے کر فکری ترقی کی راہیں نکالنی ہیں اور دوسری طرف شعرا اور ادیبوں اور موسیقاروں کی ثقافتی سرگرمیوں کے لئے ماحول کو سازگار بنانا ہے' ورنہ ہم دنیا کی قوموں سے پیچھے رہ جائیں گے۔

ساتواں نوجوان: دو باتیں ضرور سامنے رکھنی ہوں گی' ایک یہ کہ ہمیں سارا کام دین و مذہب کے پیرائے میں کرنا ہے اور قرآن و حدیث کی بھی باتیں کرتے رہنا ہے۔ فرق صرف انداز نظر اور تعبیر و تاویل مطالب میں ہو گا اور پھر تعبیر و اجتہاد کے راستے کو ہم چوڑا کرتے جائیں گے۔ دوسرے کام کا انداز جوشیلا اور طوفانی نہ ہو' بلکہ دھیما دھیما ہو۔ سامنے سے ٹکر نہیں لینی ہے۔ نیچے سے آہستہ آہستہ سرنگ لگا کر قلعے میں داخل ہونا ہے اور خدا نت نئے آنے والے پادریوں اور راہبوں کا بھلا کرے ان کی وجہ سے علماء کی ساری توجہ کلامی جھمیلوں کی طرف ہے' اور دوسرے ان کی وجہ سے تحریک عقلیت از خود نشوونما پا رہی ہے۔

آٹھواں نوجوان: دوستو! ہم یونانیوں اور رومیوں اور عیسائیوں اور یہودیوں کے سامنے فلسفیانہ اور حکیمانہ عنوانات پر گفتگو کرتے ہوئے بے حد شرمسار ہوتے ہیں کیونکہ ہمارے دامن تہی ہیں۔ ہمیں ہمارے علماء نے صرف قال اللہ اور قال الرسول دیا' اور کچھ نہیں'

اب ہمیں ''اقوال'' اور ''نقول'' کے دروازے کھولنے ہیں۔

پہلا نوجوان: یہ خطوط فکر بالکل درست ہیں آج سے یہ مجلس ''اخوان الصفا'' کے نام سے موسوم کی جاتی ہے۔ اس کے اجلاس خفیہ ہوں گے۔ آپ سب لوگ تصنیف و ترجمہ کا کام آہستہ آہستہ کریں اور محتاط طریق تدریج سے اپنی چیزیں سامنے لائیں دس بارہ برس کا کام موجودہ نقشہ کو بدل کے رکھ دے گا۔ قلم کی لمبی مار ذرا دیر میں اثر دکھاتی ہے مگر ضرب تلواروں سے سخت ثابت ہوئی ہے۔

معمر: میرے عزیز نوجوانو! تم لوگوں کے سینوں میں جونئی زندگی موجزن ہے اس نے مجھے بھی نئی تاب وتواں بخش دی ہے۔ تم جادۂ عقلیت پر جہاں تک بھی بڑھتے جاؤ گے مجھے دوش بدوش پاؤ گے۔

پہلا نوجوان: محترم! آپ تو ہمارے رہبر ہیں' آپ نے ہمیں روشنی دی ہم آپ کی رکاب تھام کر چلیں گے۔

عید نصاریٰ کی تیاریاں

(ارباب دیر وکلیسا کا اجتماع...... بوڑھے پادری کی تقریر)

دیر قنی' معبد مطیرہ' خانقاہ کرخ' دیر سوسی اور دوسرے تمام گرجاؤں اور دیروں کے سربراہوں کے اجلاس میں بوڑھا پادری رپورٹیں سننے کے بعد تقریر کرتا ہے۔ ''یسوع کے پیارے بھائیو! دین موسیٰ کے علمبردارو! یوم السعانین قریب آ گیا ہے مذہبی لحاظ سے یہ چاہے ایک فریق کے ساتھ مخصوص ہو لیکن اس کے ساتھ ہمارے جو وسیع مقاصد شامل ہیں' ان کے لحاظ سے عیسائی وموسائی الگ الگ نہیں ہو سکتے' سارا کام مل کر کرنا ہوگا۔

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے ہمارے لئے اسلام جیسے تعصب آموز مذہب کا مقابلہ کرنا اور مسلمانوں کی عظیم سیاسی قوت کے ہوتے ہوئے لوگوں کو عیسائیت یا یہودیت کا حلقہ بگوش بنانا کچھ زیادہ ممکن نہیں ہم لوگ یہاں اگر مال صرف کر رہے ہیں اور مسلمانوں کے سامنے دب کر رہنے کے علاوہ بارہا ہنگاموں کا سامنا کر چکے ہیں تو اس قربانی کا ایک بڑا مقصد ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ یہ مسلم قوت ہمارے لئے نہ صرف مذہبی میدان میں بلکہ سیاسی میدان

میں بھی ایک خوفناک آزمائش بن چکی ہے۔ یہ مشرقی طوفان ہماری مغربی دنیا کے لئے ایک متحرک خطرہ ہے جہاں تک مذہبی پہلو کا تعلق ہے اگرچہ درباری اور امراء طبقوں کے عقیدے اور کردار مضمحل ہو چکے ہیں مگر عوام میں بڑی زبردست رو موجود ہے جو اوپر کے طبقے کو بھی مضبوطی تر بناتی ہے۔ دوسری طرف سیاسی و جنگی حیثیت سے یہ ایک ناقابل فتح قوم ہے' اب سوائے اس کے کوئی راستہ نہیں کہ مسلم قوت کو اندر سے کھوکھلا کرنے کے لئے کام کیا جائے۔ ایرانی نفوذ نے اسلامیت کا اصل خواب تو پریشان کر ہی دیا ہے اب ہمارے لئے دو واضح خطوط کار ہیں۔ ایک یہ کہ ان کو بحثوں اور مناظروں میں ڈال کر فلسفوں سے مرعوب کر کے ان کی قوت عقیدہ کو آہستہ آہستہ کمزور کر دیں اور ان سے ان کی دولت یقین چھین لیں اور یہ کام مامون جیسے فراخ دل اور عالی ظرف حکمران کے عہد میں بخوبی ہو رہا ہے' اس کا دارالحکومت ہمارا اہم میدان کار ہے جہاں ہر ہفتے خود مامون کی صدارت میں مناظرے کی مجلس آراستہ ہوتی ہے۔ شاید آپ اس خوشخبری سے بھی مطلع ہو چکے ہوں گے کہ خود مسلمان نوجوانوں کے ایک گروہ نے الہامی تعلیم کی گرفت سے نکلنے کے لئے عقلیت کا محاذ قائم کر لیا ہے اور وہ علماء کے اثر و رسوخ کو زائل کرنے کا آغاز کر چکے ہیں۔ مسلمانوں کے اندر ایسے محاذ کا بن جانا بہت بڑی فال نیک ہے۔ ہماری بات تو مذہبی تعصب کی وجہ سے بے اثر رہتی ہے اب مسلم معاشرے کے اندر سے بغاوت پھوٹ رہی ہے اور ان حالات کو پیدا کرنے میں بائبل کے خداوند کی مدد سے ہم نے بڑا موثر حصہ لیا ہے۔ یونانی فلسفے کو پھیلانے کا جو کام ایک صدی سے ہو رہا ہے وہ اب پورے جوبن پر ہے۔ اس نے مسلمانوں کو فرقوں میں بانٹ دیا ہے ابھی ان فرقوں کو مناظرے' بحثیں مزید ٹکڑے ٹکڑے کریں گی۔ شاہی دارالترجمہ اس سلسلے میں جو کارنامے انجام دے رہا ہے ہمیں اس کا اعتراف کرنا چاہیے۔ یونان اور مغرب کے کباڑ خانوں سے ہم جو بوسیدہ کتابیں لاتے ہیں وہ چاہے خرافات پر مشتمل ہیں یہاں موتیوں سے تلتی ہیں یہ سلسلہ جتنا جتنا پھیلتا ہے تعلیم یافتہ خوش حال طبقے قرآن و حدیث کے علوم سے دور ہوتے جا رہے ہیں علم دین اب محراب و منبر میں پناہ گزین ہے۔ ہمارا دوسرا کام یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کی اخلاقی قوت کو تباہ کریں اس غرض کے لئے لونڈیوں کی درآمد اور

شراب کے کاروبار کو ترقی دینا بہت مفید نکلا ہے۔خصوصاً روم اور یورپ کے ادنیٰ طبقوں کی سفید فام لڑکیوں کو ان کے ہوس انگیز اطوار کے ساتھ ہم نے اس معاشرے میں ہر طرف پھیلا دیا ہے۔رقص کے تال اور سرود کی دھنیں اب گلی گلی سنائی دیتی ہیں۔شاہی محل بیس بیس ہزار لونڈیوں سے بھرا رہتا ہے۔ان کی بولیاں الگ' لباس اور طرز آرائش الگ' غمزے اور ادائیں الگ' مذاہب الگ' عادتیں الگ' محل کی فضا معجون مرکب بن چکی ہے۔خوش قسمتی یہ ہے کہ تمام ذہین لوگ' اہل قلم' ارباب شعروادب اپنی شبانہ محفلیں ہمارے شراب خانوں میں جماتے ہیں اور ان میں سے ہر کوئی کسی نہ کسی لونڈی کا دلدادہ ہے۔ہمارے ان ثقافتی اداروں کا کتنا گہرا اثر پڑا ہے اس کا اندازہ اس واقعے سے کیجئے کہ ابن رامین نے اپنا کاروبار زندگی کوفے سے سمیٹا تو روح بن حاتم ملہبی' محمد بن اشعث' معن ابن زائدہ اور ابن المقفع جیسے ذہین لوگ جو اس کے عشرت کدہ کی رونق تھے' تڑپ تڑپ گئے۔یہ سب سلامتہ الزرقاء کے دام زلف کے اسیر تھے۔ان میں سے ایک شاعر نے تو بڑے دردناک شعروں میں اپنے آپ کو ایسے مسکینوں سے تشبیہ دی ہے جو ابن رامین اور اس کے طائفہ کی جدائی میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ہمارے اس پروگرام کا ایک بڑا جزو ہمارے مذہبی تہوار اور میلے ہیں۔ہمارے لئے تو ان کی نوعیت مذہبی اور مقدس ہے' مگر مسلمانوں کے لئے ہم ان کو کسی اور طرح استعمال کرتے ہیں بے پردہ خوش لباس عورتوں کے ہجوم اور ان کے علاوہ دیس دیس کی لونڈیوں کے انبوہ جن کا زیادہ تر کاروبار ہمارے یہودی بھائی کرتے ہیں ان کو جب مسلمان جمع ہو ہو کر دیکھتے ہیں تو نہ صرف ان کے عقائد و اخلاق متزلزل ہوتے ہیں بلکہ انہیں اپنی بند معاشرت بھی ناگوار محسوس ہونے لگتی ہے کاش کہ امین کو چندے اور مہلت زندگی ملی ہوتی تو اس کے راج میں برسوں کی منزلیں دنوں میں طے ہو جاتیں۔اس کا جیش دوشیزگان کٹے ہوئے بالوں اور مردانہ ریشمی صافوں اور لباسوں کے ساتھ جس شان سے اسلامی ایمان و اخلاق پر حملہ آور ہوا تھا وہ سلسلہ اگر جاری رہتا تو اب تک یہاں کی پوری معاشرت تلپٹ ہو گئی ہوتی مگر خیر...... کام کرتے رہیں تو امین اور بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔سو آمدم برسر مطلب' اس موقع پر ہمیں دو انتظامی مجلسیں بنا دینی چاہئیں۔ایک وہ جو اس تہوار کا انتظام اپنے مذہبی

تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے کرے۔ یہ مجلس دو تین عیسائی اسقفوں اور پادریوں پر مشتمل ہونی چاہیے۔ دوسری مجلس یہودی احباب میں سے بنائی جائے جو ہمارے مسلم بگاڑ پروگرام کو پورا کرنے کی فکر کرے۔ ایک خصوصی کام مجھے انجام دینا ہے۔ شاہی دربار کی سرپرستی اس تہوار کے لئے حاصل کرنے کے لئے میں خود سلامی کو مع تحائف جاؤں گا رومی لونڈیوں کا ایک طائفہ نذر کرنے کے لئے مہیا ہو گیا ہے۔

(اس کے بعد مختلف انتظامی امور اور پروگراموں پر رائے زنی ہوتی ہے)

ایوان حکومت کا ایک منظر

(سہ شنبہ کی ہفتہ وار مجلس میں خلیفہ مامون اور ابن ابی داؤد شریک ہیں)

ایک نو وارد رومی پادری: جہاں پناہ، امیر المومنین آپ کے علماء کا کیا عقیدہ ہے، خداوند یسوع مسیح کے بارے میں ہم عیسائی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ کبھی مر نہیں سکتے۔

خلیفہ مامون: حضرات علمائے کرام جواب دیں گے۔

ایک مسلمان عالم: یہ تو یوحنا دمشقی مسیحی کی اٹھائی ہوئی بحث ہے حضرت عیسیٰ اگرچہ وقتی طور پر زندہ اٹھا لئے گئے ہیں، مگر وہ خدا کے بندے ہیں، وہ مخلوق ہیں، اور نبی ہونے کے باوجود فانی ہیں اور ان کو بھی ہر انسان کی طرح موت کے مرحلے سے گزرنا ہے۔

پادری: بات دلیل سے ہونی چاہیے آپ حضرات یہ فرمائیں کہ قرآن نے حضرت عیسیٰ یسوع مسیح کی شان کن الفاظ میں بیان کی ہے۔

مسلمان عالم: کچھ آیات کی تلاوت کرتا ہے۔

پادری: ان آیات میں حضرت عیسیٰ کو کلمۃ اللہ بھی کہا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کلمۃ اللہ یا کلام الٰہی فانی ہے یا قائم و باقی؟

مسلمان عالم: کلام الٰہی فانی نہیں، باقی ہے۔

پادری: تو پھر عیسیٰ علیہ السلام بھی فانی نہیں، باقی ہیں، بحث ختم ہو گئی حق واضح ہو گیا۔

مسلمان عالم: مگر قرآن نے عیسیٰ علیہ السلام کو صاف صاف طور پر نہ صرف بندہ قرار

دوسرا مسلمان عالم: امیر المومنین! اجازت ہو تو عرض کروں کہ "کلمتہ اللہ" خود قابل غور ہے اور اس کے ساتھ "القاہا" کے الفاظ بھی محل نظر ہیں یہاں کلمتہ اللہ محض حکم و امر کے معنی میں ہے نہ کہ کلام کے معنی میں۔

ایک عقلیت پسند نوجوان: امیر المومنین! قرآن تدبر چاہتا ہے اور ہمارے ہاں تدبر کا سلسلہ بند ہو گیا تھا۔ جسے حضور ﷺ نے شروع فرمایا۔ آج تک کسی مسلمان عالم نے کلمتہ اللہ کے اس مسئلے پر غور ہی نہیں کیا تھا کہ اس کے نتائج کیا نکلتے ہیں۔

ابن ابی داؤد: امیر المومنین! سیدھی سی بات ہے کہ کلام جب ایک دفعہ ادا ہو گیا تو الفاظ واصوات ظہور پا کر ختم ہو گئے۔ حقائق و معانی البتہ باقی رہتے ہیں۔ کلام باقی نہیں رہتا۔ کلام اسی طرح مخلوق ہے جس طرح خالق کے سوا ساری چیزیں مخلوق ہیں۔

پادری: پھر آپ لوگ قرآن کو خدا کا کلام کیسے کہتے ہیں۔ یہ تو آپ کے پیغمبر کے ہونٹوں سے اداشدہ کلام ہے۔ الفاظ کا صدور آپ کے پیغمبر سے ہوا۔ ہو سکتا ہے کہ حقائق و معانی القاء ہوئے ہوں اور حقائق و معانی تو ہمیشہ انسانوں پر القا ہوتے رہتے ہیں اس میں کوئی اشکال نہیں۔ امیر المومنین' میرا خیال ہے کہ آپ کے علماء کو وحی والہام کے تصور پر بھی غور کرنا چاہیے۔

ابن المقفع: حضور خلیفہ المسلمین! خدا آپ کا سایہ تادیر قائم رکھے۔ حضور کی مساعی سے معاشرے میں بڑی صحت مند ذہنی تحریک اٹھی ہے۔ لوگ نقل کے گنبد سے نکل کر عقل کی کشادہ فضاؤں میں آ رہے ہیں۔ مسلمانوں کا دین تو عقل کو اولین اہمیت دیتا ہے۔ اس میں اتنا ظرف ہے کہ یہ وقت کے بدلتے رجحانات کا ساتھ دے سکتا ہے۔

مامون: ہاں تم ٹھیک کہتے ہو میں چاہتا ہوں کہ لوگ دماغوں سے پورا کام لیں اور ترقی کریں۔

معمر ابن عباد السلمی: (عباسی دور میں عقلیت اور تجدد کی تحریک کا اوّلیں سرگرم محرک جس پر ہندوستانی افکار کا گہرا اثر تھا) خلیفہ المسلمین! اس معمولی سے پادری نے ہمارے علماء کو چکر میں ڈال دیا ہے۔ آج یہ ضرورت اور بھی واضح ہو گئی ہے کہ ہمیں اپنے عقائد اور

احکام کو عقلی معیار پر لانا چاہیے۔

مامون: (با آواز بلند ابن ابی داؤد سے) ہاں! یہ امر عظیم ہے یا تو حضرت عیسیٰ کو غیر فانی ماننا پڑتا ہے یا کلام کو فانی ماننا لازم ہے۔ ہمارے علماء ان دو متضاد باتوں کو جمع کیے ہوئے ہیں مگر اب تو کوئی فیصلہ کرنا ہی ہو گا (روئے سخن مجلس کی طرف کرتے ہوئے) حضرات علماء ہم قصر کو جا رہے ہیں آپ غور و بحث جاری رکھیے اور اس مسئلے پر ابھی مزید مجالس ہوں گی۔

دجلہ کے کنارے

علی بن مدینی: (صحیح العقیدہ عالم جنہوں نے نظریہ خلق قرآن کے اقرار سے بچنے کی کوشش کی مگر جب دوٹوک جواب مانگا گیا تو انہوں نے اقرار کرلیا) فرمایئے' آپ کون ہیں اور کہاں سے تشریف لائے ہیں؟

نووارد: خدا کا واسطہ دلا کر عرض کرتا ہوں کہ آپ مجھ سے یہ نہ پوچھیے۔ اتنا ہی تعارف کراؤں گا کہ میں ایک مسلمان ہوں۔ آپ کے عالمانہ رتبہ کا احترام رکھتا ہوں۔ دس فرلانگ سے چل کر آیا ہوں ایک تشویشناک امر درپیش ہے۔ اس پر تبادلہ خیالات یہیں ٹہلتے ٹہلتے کرنا چاہتا ہوں اور پھر یہیں سے رخصت چاہوں گا۔

علی بن مدینی: وہ تشویشناک امر کیا ہے؟

نووارد: دارالسلطنت سے اٹھی ہوئی ایک بحث ہم لوگوں تک پہنچی ہے اور پادری جا جا کر عامتہ الناس کو شکوک میں ڈال رہے ہیں وہ کہتے ہیں کہ قرآن مخلوق ہے' ان کے بعد کچھ مسلمان نوجوان جاتے ہیں اور وہ بھی اسی طرح کی تقریریں اور گفتگوئیں کرتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ خبر عام ہو چکی ہے کہ خلیفہ کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ قرآن مخلوق ہے پہلے تو یہ فرمایئے کہ قصہ کیا ہے؟

علی بن مدینی: یہ قصہ صحیح ہے مخالف اسلام عناصر معاشرے میں بہ کثرت گھس گئے ہیں۔ پہلے مجوسی مزاج عجمیت کا تسلط ہوا پھر یونانیوں کا' پھر ہندیوں اور رومی عیسائیوں اور یہودیوں کا یہ لوگ دربار میں خوشامد کیش بن کر آتے ہیں۔ تحائف پیش کرتے ہیں' کنیزیں

اور شرابیں لاتے ہیں' اور ساتھ ہی ملحدانہ طرز فکر کو عقل کے نام سے پیش کر کے تشکیک کا روگ پھیلا رہے ہیں۔

نووارد: حضرت! آپ جیسے عالم کیوں ایسے فتنوں کی روک تھام نہیں کر رہے؟

علی بن مدینی: بھائی' صاف بات یہ ہے کہ ہمارے حاکم اور درباری اشراف ایک طرف تو خالص موروثی بادشاہت اور جبری اقتدار کے حامل ہیں' اور ان کی عملی زندگیاں اسلام سے دور ہو رہی ہیں۔ بغداد اور دوسرے شہروں میں طبقہ اعلیٰ شراب' بدکاری اور کنیز پرستی میں مبتلا ہے۔ رشوت کا زور ہے' غرباء کے لئے زندگی عذاب بن گئی ہے اور دوسری طرف یہ لوگ اپنی شان مسلمانی کو برقرار رکھنے کے لئے خود اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ اسلام کا حلیہ بدل کر ایسا بنا دیا جائے کہ ان کی زندگیاں ان میں نصب ہو جائیں۔ پھر یہ بھی انہیں پسند ہے کہ رعایا اور خصوصاً اہل علم کلامی مناظروں میں مصروف رہ کر سیاسی اور اقتصادی حالات کی طرف توجہ نہ دے سکیں۔

نووارد: لیکن خاص طور پر خلق قرآن کا ایک نیا شوشہ اٹھانے سے کیا مقصود ہے؟

علی بن مدینی: یہ بات یوں ہے کہ قرآن کو اگر کلام الٰہی کے بجائے کلام فانی بنا دیا جائے تو اس کی وہ وقعت ختم ہو جاتی ہے جو اب تک قائم ہے۔ پھر ہر کسی کو آزادی مل جاتی ہے کہ اس میں سے جس طرح کے جو مطالب چاہے نکال لے دوسرا مقصد اس سے طبقہ علماء کے وقار پر حملہ کرنا ہے تاکہ عوام پر سے ان کا اثر ختم ہو سکے۔

نووارد: اتنی بڑی سازش ہو رہی ہے تو آپ حضرت امام ابوحنیفہ جیسی مثالوں کو سامنے رکھ کر میدان میں کیوں نہیں آتے؟

علی بن مدینی: بات یہ ہے کہ جبری اقتدار کا مقابلہ کرنا میرے بس میں نہیں۔ مجھ سے امام ابوحنیفہ جتنی مار نہیں کھائی جا سکتی پیچیدگی یہ ہے کہ ایک طرف بادشاہ مسلمان ہے اور خلیفۃ اللہ کہلاتا ہے لہٰذا دینی معاملات میں اس کی حکومت دخل بھی دیتی ہے اور دوسری طرف اسلام سے انحراف کی رو بھی دربار ہی سے چل رہی ہے۔ ایسے میں کوئی کیا کرے؟

نووارد: تو کیا آپ قرآن میں نقب زنی کی اس کوشش کے آگے سر جھکا دیں گے؟

علی بن مدینی: کوشش تو یہی کروں گا کہ اس پستی سے بچ سکوں۔

نووارد: اچھا یہ فرمایئے کہ آپ کے یہ قاضی ابن ابی داؤد جو اس مخالف قرآن عقلی فتنے کے سرخیل بنے ہوئے ہیں یہ تو حضرت یحییٰ بن اکثم جیسی ہستی کے شاگرد اور تربیت یافتہ ہیں ان کو آخر کیا ہو گیا؟

علی بن مدینی: عزیز مہمان! دنیا بڑی جاذب دل ونظر چیز ہے۔ یہ شخص دراصل ایک دنیا طلب روح کے ساتھ پلا ہے یہ اگر کوئی اور راستہ پاتا تو اسے دنیا طلبی کے لئے استعمال کرتا۔ اسے علم دین ہاتھ آیا تو اسی کو دنیا طلبی کا ذریعہ بنا لیا۔ اس کے لئے کوئی فرق نہیں کہ وہ کنیز فروشی کا کاروبار کرے یا دربار میں آیات واحادیث سے سلطان کی ہر خواہش کی تائید کرے۔ پرلے درجے کا خوشامدی ہے سلطان کی نگاہ میں اس کی قدر وقیمت اس لئے ہے کہ اعلیٰ درجہ کا ایک مولوی اس کے لئے آلہ کار بن گیا ہے۔

نووارد: اس شخص کا انجام انشاء اللہ عبرتناک ہوگا۔

علی بن مدینی: ہاں! مگر اس وقت تو وہ شاہی عصا بنا ہوا ہے۔

نووارد: مجھے ایک پریشانی یہ درپیش ہے کہ نت نئی بحثوں اور اخلاقی تباہی کے مظاہر کے پیچھے جو مخالف اسلام قوتیں کام کر رہی ہیں ان سے ہم کیسے نجات پائیں۔ سلطنت ہماری ہے مگر فکر اور تہذیب دوسروں کی فرمانروا ہیں۔ تخت کے اوپر ہمارا مسلمان بادشاہ بیٹھا ہے مگر تخت کے سائے میں اغیار نے اپنا جال پھیلا رکھا ہے ان کے معبد تو خیر ہوا کریں' ان کے شراب خانے' رقص خانے' کنیز خانے اور عشرت کدے ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں ذہین طبقہ ادیب اور شعراء سبھی ان کے زیر اثر چلے جا رہے ہیں اور پھر ایوان حکمت بھی دراصل ان کی فتنہ انگیزیوں کا اڈا ہے اس مصیبت کا کوئی حل آپ بیان فرمائیں۔

علی بن مدینی: کوئی حل نظر نہیں آتا۔ یہ لوگ بادشاہ کی خوشامد میں پیش پیش ہیں اوپر سے لے کر نیچے تک ہر اہم آدمی کو تحائف اور دیس دیس کی کنیزیں اور شرابیں تحفے میں لا لا کر پیش کرتے ہیں۔ بے شمار لوگوں کو انہوں نے اپنے روپے سے باندھ رکھا ہے۔ ان کی ناپسندیدہ حرکات کو بھی شاہی تحفظ حاصل ہے نظام کی نوعیت ایسی ہے کہ مجال دم زدن نہیں

دیکھتے رہو' سنتے جاؤ اور خاموش رہو۔

نووارد: اچھا حضرت! آپ کی یاس انگیز باتیں سن کر ہدیہ تشکر پیش کرتا ہوا میں اب اجازت چاہتا ہوں یہی کیا کم ہے کہ آپ کی زبان سے میں نے فتنہ کی حقیقت سمجھ لی ہے وقت آیا اور توفیق ہوئی تو میں اس کا مقابلہ کروں گا۔ ورنہ اس کے آگے جھکنے سے انکار کر دوں گا چاہے میری جان چلی جائے میں نے عہد کر لیا ہے کہ اپنی جان قرآن اور قرآن اتارنے والے اور قرآن پیش کرنے والے پر قربان کر دوں۔

علی بن مدینی: ہمارے مہمان خدا تمہارے ساتھ ہو میرے لئے بھی دعا کرنا۔

نووارد: ضرور دعا کروں گا اچھا الوداع اگر آپ یاد رکھ سکیں تو جاتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ میرا نام محمد بن نوح ہے۔

شہر بغداد میں یہودی کلچر

(بغداد میں دارالرقیق' غلاموں اور کنیزوں کی مارکیٹ) کا ایک یہودی آڑھتی اپنے پر شکوہ دیوان میں مسند پر بیٹھا ہے قالین اور تخت بچھے ہیں' دو تین خوش پوش نوجوان اور ایک ادھیڑ عمر کا شاعر ایک نئی درآمدہ شراب چکھ رہے ہیں۔ ایک نیم عریاں لونڈی ستار بجا رہی ہے۔ شراب کے چند مٹکے اور سبُو چوکیوں پر رکھے ہیں' دیواروں سے موسیقی کے بعض خوبصورت آلات آویزاں ہیں۔

یہودی: (گاہکوں سے) کہیے کیسی چیز ہے؟

ایک نوجوان: بس ہر گھونٹ عمر میں دس سال کا اضافہ کر دینے والا ہے۔

شاعر: عمر کی کمی بیشی اور وقت کے گزرنے کا احساس ہی ختم ہو جاتا ہے۔

دوسرا نوجوان: (کنیز کی طرف دیکھ کر) اور اس کم بخت ملیحہ کی دھیمی موسیقی بھی جب اس مئے فلک پرواز کے جزئیات میں جذب ہو جاتی ہے تو سرے سے زندگی اور موت میں کوئی امتیاز باقی نہیں رہ جاتا۔ نہ مرنے کا خوف' نہ جینے کی ہوس۔ انسان عجیب مقام بے نیازی پر جا پہنچتا ہے۔ (ایک تنومند دیہاتی نوجوان سادہ سے حلیے میں دروازے پر نمودار ہوتا ہے اس کے چہرے کا انداز استفہامی سا ہے۔ وہ مجسمہ حیرت بنا' بغیر لب ہلائے جیسے استفسار

کر رہا ہو کہ یہ سب کیا ہے؟)

یہودی سیٹھ: آیئے تشریف لایئے آپ بھی شوق فرمائیں' دو گھونٹ پئیں' گانا سنیں۔

دیہاتی: یہ پینے کی چیز کیا ہے؟

یہودی سیٹھ: یہ فرنگ سے آیا ہوا آب حیات ہے۔

دیہاتی: کیا مطلب؟ یہ کوئی شراب ہے؟

یہودی سیٹھ: ہاں شراب ہے تم کیا ڈھونڈتے پھر رہے ہو؟

دیہاتی: شراب' اسلامی حکومت میں! کنیزوں کا یہ گندا کاروبار عین دارالحکومت میں؟ یہ موسیقی کی دھنیں اور رقص کے تال سُر ہمارے بغداد میں' یہ کیوں ہے؟

ایک مخونوش نوجوان: میاں' تم یہاں کیسے آ نکلے' کس کی تلاش میں ہو؟

دیہاتی: میں کچھ اون بیچنے اور کتابیں خریدنے بڑی دور سے آیا تھا۔ خیال آیا کہ اپنی حکومت کے مرکز کی کچھ سیر بھی کرلوں جس کی شان و شوکت کی دھوم ہے' اور یہ بھی دیکھوں کہ یہاں کی زندگی میں اسلامی رنگ کہاں تک ہے؟

شاعر: تو تم اسلام کو ڈھونڈتے پھر رہے ہو؟

نوجوان: اخی! ایسا کرو کہ وہ سامنے ایک مسجد کے منارے نظر آ رہے ہیں' سیدھے وہاں پہنچو محراب کے نیچے بیٹھ جاؤ اور اگر کوئی کتاب خرید لی ہو تو اسے مزے لے لے کر پڑھو۔

دوسرا نوجوان: اون اور کتابیں اور اسلام!.......

واہ' واہ!

یہودی تاجر: تم بھیڑوں کی بے جان اون بیچتے ہو اور ہم زندہ زندہ ہرنیوں کے زندہ گیسو فروخت کرتے ہیں۔ تم ساکت و جامد کتابی دنیا میں رہتے ہو اور ہم واقعات کی بدلتی دنیا میں رہتے ہیں۔

شاعر: اور تم اسلام کی تلاش میں ہو' اور ہم وہاں پہنچ گئے ہیں جہاں اسلام اور کفر گلے مل کر ایک دوسرے میں جذب ہو جاتے ہیں اور ایمان و عصیاں میں وحدت پیدا ہو جاتی ہے۔

دیہاتی: میں ان نکتوں کو تو جانتا نہیں' اتنا جانتا ہوں کہ خدا اور اس کے رسول ﷺ نے

شراب اور زنا اور عیاشی کے طور طریقوں کو کھلے اور صاف لفظوں میں حرام قرار دیا ہے۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگ مسلمان ہیں مگر مجھ دیہاتی کو آپ شہریوں کے علم و دانش پر حیرت ہے کہ آپ سیدھی سادی باتوں سے فرار کرنے کے لئے شاعرانہ اور فلسفیانہ نکتے ڈھالتے ہیں' آپ کے اندر دینی غیرت اور ملی جمیت کی کوئی رمق باقی نہیں رہی۔ ایک غیر مسلم تاجر کے سامنے آپ اپنے آپ کو کس شان سے پیش کر رہے ہیں کیا قرآن کے الفاظ "رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ" آپ کے ذہنوں میں نہیں اترے اور کیا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ کی پکار آپ کی روحوں کو جھنجھوڑ نہیں دیتی؟

دیہاتی کی اس غیر متوقع جرأت اور بیباکانہ گفتگو نے سب پر ایک سکتہ طاری کر دیا۔ جام رکھ دیئے گئے ایک نوجوان اٹھا اور سر جھکائے دیوان سے باہر چلا گیا۔

دیہاتی: (یہودی سیٹھ سے) آپ کو معلوم ہے کہ یہ مسلمانوں کی حکومت ہے۔ مسلمانوں کا شہر ہے۔ تم لوگوں کے مذہبی رجحانات کا کتنا لحاظ مسلم اکثریت کرتی ہے مگر تم لوگ اقلیت میں ہو کر ہمارے صریح مذہبی احکام کے خلاف یہاں ادارے کھولے بیٹھے ہو اور مسلمانوں کو سفلی جذبات کا شکار بنا کر ان کی اخلاقی تباہی کا سامان کر رہے ہو یہ کیا غضب ہے؟

شاعر: (دیہاتی سے) دیکھو اخی! یہ غیر مسلم لوگ ہماری حفاظت میں ہیں۔ ہمیں فخر ہے کہ ہمارے یہاں ان کو مکمل آزادی حاصل ہے۔

دیہاتی: آزادی کے یہ معنی نہیں کہ اسلام کے اصولوں کو تباہ کرنے والی برائیاں پھیلانے کا کھلا حق بھی دیا جائے کہ جو چاہو سو کرو۔

شہری نوجوان: مگر اخی' تمہارا طریق تبلیغ درست نہیں ہے۔

دیہاتی: آپ نے اگر کسی بہتر تبلیغ سے کام لے کر کوئی اچھا نتیجہ پیدا کیا ہو تو ضرور اس سے مجھے آگاہ فرمائیں' میں استفادہ کروں گا۔

شہری نوجوان: میں مولوی نہیں ہوں۔

دیہاتی: اگر لفظ مولوی کو تم گالی کے طور پر استعمال کرتے ہو تو مجھے یہ گالی ہزار بار

قبول۔ مگر تم اگر مولوی نہیں ہو تو مسلمان تو ہو!

شہری نوجوان: الحمد للہ میں مسلمان ہوں، مگر تمہاری طرح کا جنونی مسلمان نہیں ہوں کہ راستہ چلتے چلتے آدمی کو اسلام کا دورہ پڑ جائے۔

(آوازیں بلند ہوتی جاتی ہیں اور آہستہ آہستہ لوگ دیوان کے سامنے جمع ہوتے جاتے ہیں)

دیہاتی: تو کیا اسلام کسی صندوقچے یا کیسے میں چھپا چھپا کر رکھنے کی چیز ہے؟ اسے زمانے کی ہوا نہ لگ جائے، یا کوئی شرمانے کی چیز ہے؟ یا اسلام کو زندگی کے معاملات سے کوئی تعلق رکھنے کا حق نہیں؟ آخر آپ کا تصور اسلام ہے کیا؟ غالباً یہ کہ اگر آدمی میں ایمان کا احساس اور اخلاق کا شعور زندہ رہے اور ملی غیرت یکسر ختم نہ ہو سکی ہو تو وہ جنونی ہوا اور اس جنونیت سے نکلنے کے لئے ضروری ہے کہ دارالرقیق کا طواف کیا جائے، اور غیر مسلموں کے شراب خانوں اور کنیز خانوں میں تفریح کے دن اور عیش کی راتیں گزاری جائیں۔

یہودی سیٹھ: دیکھو بھائی! تم یہاں اجنبی ہو، ہمارے لئے مہمان کی حیثیت رکھتے ہو۔ میں تمہارا لحاظ کرتے ہوئے سیدھی سی ایک بات کہتا ہوں کہ ہم یہاں کسی کو مجبور کر کے یا باندھ کر نہیں لاتے جس کا جی چاہے وہ اپنی مرضی سے خود چل کر آتا ہے اور اپنے پیسوں کو کام میں لاتا ہے تم ہمارے پیچھے پڑنے کے بجائے عوام کو جا کے سمجھاؤ۔ اپنے ایک ایک مسلمان بھائی کو نصیحت کرو۔

دیہاتی: اور تم لوگ بہ بہر حال جو کچھ چاہو کرتے رہو۔ اپنی مملکت میں بھی ہمارے لئے مجال دم زدن نہیں۔

یہودی سیٹھ: آخر ہمارا قصور بھی تو ہو ناں۔ تمہاری اسلامی حکومت میں اور تمہارے دارالخلافت میں جن چیزوں کی مانگ ہے ہم تاجر لوگ وہی فراہم کرتے ہیں۔ تمہارا درباری طبقہ اور تمہارے اشراف اور تجار اور ذہین عناصر مسلمان ہوتے ہوئے انہیں چیزوں کے گاہک ہیں جن کو تم حرام کہتے ہو، تمہارے لئے صحیح راستہ یہ ہے کہ ان چیزوں کی مانگ کو ختم کرو اور ان کے خلاف ایک ایک فرد سے مل کر تبلیغی فرض ادا کرو یہ تو بڑا سستا نسخہ ہو: کہ سارا

غصہ ہم اقلیتی لوگوں پر نکال لیا جائے ہم نہ جانے روز کیا کیا سنتے اور بھگتتے ہیں۔

(ہجوم میں دونوں طرح کی بولیاں سنائی دیتی ہیں کچھ دیہاتی نوجوان کے حق میں اور کچھ اس کے خلاف)

دیہاتی: یہ جو تم مجھے بار بار افراد میں تبلیغ کا راستہ دکھاتے ہو۔ اس پر مجھے یہ کہنا ہے کہ جب اجتماعی ماحول کو بگاڑ دیا جائے۔ غلط مقاصد کے لئے ادارے اس میں کھول دیئے جائیں۔ حرام کاموں کے لئے قانون کی حفاظت میں راستے نکالے جائیں گناہ اور بدی کے لئے سہولتیں اور دیانتداری اور نیکی کے لئے مشکلات عام کر دی جائیں تو پھر انفرادی تبلیغ ایسے اجتماعی بگاڑ کا توڑ نہیں کر سکتی۔ یہاں آ کر مسئلہ سیاسی ہو جاتا ہے اور بدقسمتی سے سیاسی لحاظ سے ہمارے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور مخالف دین قوتوں کو کام کرنے کی کھلی چھٹی ہے۔

یہودی سیٹھ: تو پھر جاؤ راستہ ناپو!

دیہاتی: (بلند آواز سے) اچھا تو تم لوگوں کا یہاں اتنا زور ہے کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ اس غیر مہذب انداز سے پیش آتے ہو؟ یہاں فواحش بھی پھیلاؤ' اور مسلمانوں کو بولنے کا اذن بھی نہ ہو۔

(ہجوم میں قدرے جوش پیدا ہو جاتا ہے اور کچھ نعرے بلند ہوتے ہیں' دیہاتی کی حمایت کا رجحان بڑھ جاتا ہے)

دیہاتی: (ہجوم کے شور کے ساتھ) اس کی پر جوش آواز سنائی دیتی ہے تم سمجھتے ہو کہ میں یہاں کھڑا ہوں' حالانکہ میں اس وقت بھی اپنے فرض کے راستے پر چل رہا ہوں۔ میں اپنی منزل کو خوب جانتا ہوں۔

یہودی سیٹھ: تو اسی طرح ادا کرتے رہو اپنا فرض' روکا کس نے ہے؟

دیہاتی: (شدید جذباتی ہیجان میں) ہاں' میں اپنے بندھے ہاتھوں سے بھی اپنا فرض ادا کروں گا لے یہ دیکھ!

(دیہاتی لپک کر شراب کا ایک مٹکا نیچے گرا دیتا ہے چند سازوں کو اٹھا کر باہر گلی میں

پھینک دیتا ہے کنیز دیوان کے آخری کونے میں ایک تخت کے نیچے چھپ جاتی ہے۔ ہجوم بھی اندر گھس کر توڑ پھوڑ کرتا ہے' پھر یہ ہجوم چنداوراڈوں تک پہنچ کر شراب لنڈھا دیتا ہے اور ساز توڑ ڈالتا ہے۔ یہاں تک کہ محکمہ شرطہ (پولیس) کے لوگ چاروں طرف سے دوڑے آتے ہیں اور ڈنڈے برسا کر لوگوں کو منتشر کرتے ہیں اور کچھ گرفتاریاں عمل میں آتی ہیں دیہاتی کو تلاش کیا جا رہا ہے مگر اس کا پتہ نہیں چلتا)

قصر شاہی کی ایک رازدارانہ گفتگو

مامون: محترم قاضی صاحب! ادھر میں بستر علالت پر پڑا ہوں اور مجھے مذہبی گروہ سے سخت پریشانی ہے۔ علماء کا عوام میں بہت اثر ہے اور یہ لوگ ان میں بار بار پرانی مذہبیت کی آگ بھڑکاتے ہیں حالانکہ زمانے کے حالات وضروریات کہیں سے کہیں آ پہنچے ہیں۔

قاضی ابن ابی داؤد: خداوند کریم امیرالمومنین کو شفا عطا کرے اور سایہ ہما پایہ ہمارے سروں پر صدہا سال برقرار رکھے۔ باقی جس خطرے کا آپ نے ذکر فرمایا حرف بحرف بجا ہے۔ وہ واقعات تو حضور کے علم میں ہیں کہ ان ملاؤں کے مذہبی جنون سے متاثر ہونے والے عوام نے بغداد جیسے مرکز تہذیب میں کیا اودھم پچھلے دنوں مچایا تھا۔ سر پھرے ہجوم نے غیر مسلموں کے اموال تباہ کئے اور ان سے بدسلوکی کی۔ دوسرے مہذب ممالک تک یہ قصے جب پہنچیں گے تو پوری قوم کی بدنامی ہوگی اور خود اسلام کے متعلق بھی بدگمانیاں پیدا ہوں گی۔ خصوصاً رومی حکومت سے جو دوستانہ تعلقات ایک لمبے عرصے کی محنت سے قائم ہوئے تھے سب غارت ہو جائیں گے۔

مامون: لیکن چارۂ کار کیا ہے اگر ہم اس گروہ کے خلاف کوئی سخت کارروائی کرتے ہیں تو وہ مظلوم شمار ہوتے ہیں اور ہم بدنام ہوتے ہیں اگر نرمی سے کام لیتے ہیں تو ہمارے لئے مشکلات بڑھتی جاتی ہیں نہ جائے رفتن' نہ پائے ماندن!

قاضی ابن داؤد: حضور! اب سختی کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ حضور کے خاندان کے عظمت مآب بزرگوں نے اس طبقے کو دبانے کیلئے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ جبھی تو سلطنت قائم رہی حضور کو بھی اپنے عظمت مآب اسلاف کے نقش قدم پر چلنا مناسب ہوگا۔

مامون: قاضی صاحب! قصر خلافت سے اگر ان کے خلاف کارروائی ہوتی ہے تو عامۃ الناس ان کو امام حسین کے رنگ میں دیکھتے ہیں' اور ہمیں یزیدیت کے طعنے دینے لگتے ہیں۔ جاہل عوام کی اس ذہنی حالت سے فائدہ اٹھا کر یہ لوگ مسئلہ خلق قرآن میں کھلم کھلا دربار کی مخالفت کر رہے ہیں اور درباران کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔

قاضی ابن ابی داؤد: حضور! اگر سختی کسی ڈھب سے کی جائے تو ایسا نہیں ہو سکتا۔

مامون: کوئی ڈھب آپ ہی بتایئے میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آتا۔

قاضی ابن داؤد: خلیفۃ المسلمین! بس ایک فرمان جاری فرما دیجئے اور وہ سلطنت کے تمام قاضیوں اور علماء اور خطیبوں اور دینی مدارس کے اساتذہ کے سامنے رکھا جائے یقین جانیے ان میں بڑی کثیر تعداد درباری فرمان کے آگے سر تسلیم خم کر دے گی کچھ لوگوں کے لئے میں ایسا انتظام کر دوں گا کہ ان کو کچھ دے دلا کر دستخط کرا لیے جائیں۔ باقی اگر اکا دُکا کچھ تیز مزاج جنونی افراد دستخط کرنے سے انکار کریں تو پھر ان کو بلا رو رعایت شکنجے میں کس لیا جائے۔

مامون: قرآن کو غیر مخلوق قرار دینا فی الحقیقت شرک ہے یعنی خدا بھی غیر مخلوق ہے اور اس کے ساتھ قرآن بھی غیر مخلوق ہے دونوں قدیم اور مستقل ہوئے۔

قاضی ابن ابی داؤد: بجا فرمایا حضور والا نے' اسی فرمان کو فرمان شاہی ہونا چاہیے۔

مامون: ایسا فرمان آپ کے اندازوں کے مطابق کیا نتائج دے گا۔

قاضی ابن داؤد: اس فرمان کے کئی اجزاء ہوں گے۔ ایک تو یہ کہ جو شخص مسئلہ خلق قرآن کا قائل نہ ہو وہ قضا یا تدریس یا حکومت کے کسی منصب پر نہیں رہ سکتا۔ اس فرمان کا دوسرا جزو یہ ہوگا کہ جو لوگ کسی دشمن سلطنت کے ہاتھوں قید ہو گئے ہیں وہ اور ان کے اولیاء اگر خلق قرآن کے قائل نہ ہوں تو ان کا معاملہ کفار و مشرکین جیسا ہے لہٰذا اب ان کو رہا کرانے کی ذمہ داری خلافت اسلامیہ کے سر نہیں ہوگی اور حضور کی طرف سے رومی حکومت سے قیدیوں کی رہائی کی سلسلہ جنبانی ان دنوں ہو ہی رہی ہے۔ اس فیصلے کا بھاری اثر بے شمار افراد پر پڑے گا۔ فرمان کا تیسرا جزو یہ ہونا چاہیے کہ تمام مدارس میں نئی پود کو خلق قرآن کے عقیدے کی تعلیم دی جائے۔ اب یہ خلیفہ کا سرکاری طور پر طے کردہ وہ صحیح اسلامی عقیدہ ہے۔

مامون: واللہ! قاضی صاحب! آپ نے بڑا ذہن رسا پایا ہے گویا آپ چاروں طرف سے پوری قوم کو گھیرے میں لے لیں گے۔

قاضی ابن ابی داؤد: یہ تو حضور کی کرم گستری ہے۔ ان تدبیروں کے آگے کثیر آبادی گردن جھکا دے گی۔

مامون: اور اگر اس کے باوجود کچھ لوگ نظریہ خلق قرآن کی مخالفت پر اتر آئے تو؟ جیسا کہ اس وقت سب علماء اور قاضی مخالفانہ موقف پر ہیں۔

قاضی ابن ابی داؤد: ان کے لئے فرمان کا چوتھا سخت ترین جزو کام کرے گا یعنی جو دربار خلافت کے منتخ کردہ عقیدہ صحیحہ کو نہ مانے' اسے ملحد و زندیق اور کافر و مشرک قرار دے کر سنگین سزا دی جائے۔

مامون: گویا سارے ملک میں پرچہ نویس پھیلائے جائیں جو ہر صاحب علم اور ہر خطیب اور مدرس کی نگرانی کریں اور ان کی باتوں کو مدت تک نوٹ کر کے مرکز کو بھجوائیں' پھر جس کسی میں مخالفت کے جراثیم ملیں اسے قانون کی گرفت میں لیا جائے یہ بڑا بھاری اور طویل سلسلہ کار ہوگا' اور ہم ایک ایک آدمی کو پکڑتے رہیں گے اور نئے نئے لوگ اٹھتے رہیں گے۔

قاضی ابن ابی داؤد: حضور یوں نہیں ہم ایک ہی وقت میں اعتقادی جانچ کے لئے ایک سرکلر جاری کریں گے جسے پولیس ایک ایک نمایاں اور بااثر عالم' مدرس اور خطیب تک لے جائے گی اور اس پر دستخط کا مطالبہ کرے گی جو لوگ دستخط نہیں کریں گے ان کی گرفتاری فوری طور پر عمل میں آ جائے گی۔ ایسی دو چار مثالوں سے ہر طرف خوف طاری ہو جائے گا اور بھاری اکثریت دربار خلافت کی ہمنوائی کرے گی۔

مامون: اگر نتائج مختلف ہوئے اور خاصی تعداد مخالفین کی بھی ابھر آئی تو کیا ہوگا۔

قاضی ابن ابی داؤد: حضور! میں نے حالات کا گہرا مطالعہ سی آئی ڈی کی رپورٹوں سے کیا ہے۔ نوجوانوں کی ایک تحریک علماء کی تنگ نظریوں کے خلاف ہمارے حق میں میدان ہموار کر چکی ہے۔ غیر مسلم عناصر نے بھی بحث و مناظرہ کی رو چلا کر علوم نقلیہ کے مقابلے میں علوم عقلیہ کا محاذ مضبوط کر دیا ہے تاہم اگر دوسری صورت ہو بھی تو یہ صورت کیا کچھ مفید ہوگی

کہ علماء کی قوت دو محاذوں میں بٹ جائے اور ان میں باہم دگر لعن طعن کا سلسلہ چل پڑے۔

مامون: اچھا تو پھر؟

قاضی ابن ابی داؤد: حضور کا اذن ہو تو ابھی سربراہ پولیس اسحٰق بن ابراہیم کو بلوا کر عقیدے کی جانچ کے فرمان کی عبارت شرعی اور قانونی معیار کے مطابق حضور کی رضا میں مرتب ہو جائے۔

(مامون تالی بجاتا ہے۔ ایک غلام اندر آتا ہے۔ مامون حکم دیتا کہ اسحٰق بن ابراہیم کو فوراً حاضر کیا جائے اس دوران میں ہلکی پھلکی گفتگو جاری رہتی ہے)

مامون: قاضی صاحب! میں نے آپ کو جس قلبی وسعت اور بلند نگاہی کے مقام پر پایا ہے اس پر دوسرے علماء نہیں پہنچ پاتے۔ ان لوگوں کی تنگ نظری کا یہ حال ہے کہ نہ خود تفریح کرنا جانتے ہیں، نہ کسی دوسرے کو تفریح اور مسرت کے عالم میں دیکھنے کی اخلاقی جرأت رکھتے ہیں۔ جھٹ سے فسق و فجور کا فتویٰ دے دیں گے یہ کیا بات ہے۔

قاضی ابن ابی داؤد: حضور بات صرف اتنی ہے کہ یہ طبقہ جن مشکل حالات سے اٹھتا ہے اور جس لمبی محنت و کاوش سے نہایت ہی خشک ماحول میں علم دین حاصل کرتا ہے اور پھر کلمۃ الحق کہنے کے خبط میں پڑ کر اپنے آپ کو ترقی و خوشحالی سے محروم کر لیتا ہے، ایسے حالات میں تفریح کا کیا مقام۔ ان لوگوں نے دین کو بالکل ایک نظام یبوست بنا دیا ہے۔

مامون: مجھے آپ پر حیرت ہے کہ یحیٰی بن اکثم جیسے پیکر علم و تقویٰ کی شاگردی کے باوجود آپ میں موسیقی کا اتنا اچھا ذوق کس طرح پروان چڑھا۔

قاضی ابن ابی داؤد: میں نے تو اس معاملے میں برسوں کی منزلیں پل بھر میں طے کر لیں۔

مامون: وہ کیسے؟

قاضی ابن ابی داؤد: گانے بجانے کو میں بھی مولویوں کی طرح شروع میں برا کام سمجھتا تھا، اور گانے والوں اور گانا سننے والوں پر زبان طعن دراز کرتا تھا۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ خلیفہ معتصم (نور اللہ قبرہ) شماسیہ کی طرف نکلے اور مجھے بھی بلا بھیجا۔ میں پہنچا تو گانے کی آواز آئی بس یہ آواز تیر کی طرح دل سے پار ہو گئی مجھے کسی چیز کی سدھ بدھ نہ رہی کوڑا تک

میرے ہاتھ سے گر پڑا۔ بس اسی لمحے موسیقی کے متعلق میری رائے تبدیل ہو گئی اور پھر یہ ذوق از خود بڑھتا چلا گیا۔

(دستک ہوتی ہے اجازت لے کر اسحٰق بن ابراہیم مجلس خاص میں داخل ہوتا ہے)

قاضی ابن ابی داوٗد: (اسحٰق سے مخاطب ہو کر) حضور جلالت مآب ایک اہم فرمان جاری کرنا چاہتے ہیں۔ اس کی عبارت لکھ لو۔

اسحٰق بن ابراہیم: (نوٹ بک سامنے رکھتے ہوئے) جی ارشاد:

قاضی ابن ابی داوٗد: پہلے تمہید لکھیے: چونکہ خلفاء کے سر پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ رعیت کو خداوند تعالٰی کی سیدھی راہ دکھائیں اور جو کوئی اس سے روگردانی کرے اسے پھر اللہ کی طرف جانے والے راستے پر ڈال دیں اور چونکہ کچھ جاہل لوگ ایسے ہیں جو حقائق دینی سے نابلد ہیں۔ وہ خدا اور اس کی مخلوق میں فرق نہیں معلوم کر سکتے اور انہوں نے خدا اور قرآن کو برابر کر دیا ہے اور قرآن کو غیر مخلوق کہہ کر ان جہلاء نے اپنی دیانتداری میں بہت بڑا رخنہ اور اپنی امانت میں خلل پیدا کر کے بھاری غلطی کی ہے اور دشمنان اسلام کے لئے راستہ آسان کر دیا ہے اور چونکہ حضور ظل اللہ ان جہلاء کے اس قول میں نہ دین کا کوئی جزو پاتے ہیں نہ ایمان و یقین کا کوئی حصہ۔ لہٰذا وہ اس بات کے قائل ہیں کہ ایسے لوگوں کے لئے امانت و عدالت اور شہادت و بیان کا کوئی معزز مرتبہ جائز نہیں نہ رعیت کے معاملات میں سے کسی چیز کی ذمہ داری ان کو سونپی جا سکتی ہے۔

پس حضور خلافت مآب پولیس کے افسر اعلٰی اسحٰق بن ابراہیم کو حکم دیتے ہیں کہ دربار کا یہ فرمان تمام قاضیوں اور نمایاں علماء کے سامنے پیش کیا جائے اور اس پر ان کے دستخط لئے جائیں جن لوگوں نے اس سے پہلے قرآن کو غیر مخلوق کہا ہے ان کو توبہ کرنے کے لئے کہا جائے کیونکہ خلافت کی نگاہ میں ایسا کہنا کفر صریح اور شرک محض ہے تو پھر جو کوئی توبہ کر لے اس کی توبہ کا اعلان کیا جائے اور اس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی جائے اگر کوئی شخص اپنے شرک پر اصرار کرے اور اپنے کفر والحاد کی وجہ سے قرآن کو مخلوق ماننے سے انکاری ہو تو اسحٰق بن ابراہیم کو حکم دیا جاتا ہے کہ اس کی گردن اڑا دو اور اس کا سر دربار میں بھجوا دو البتہ جن

شخصیتوں کے متعلق استثنائی طور پر حکم خاص دیا جائے ان کو گرفتار کر کے بارگاہ خلافت میں پیش کردو۔

مامون: جزاک اللہ! قاضی صاحب! کتنی خوبصورت تحریر ہے اور شریعت و فقہ اور سیاست وتدبر کے لحاظ سے محکم۔

قاضی ابن ابی داؤد: یہ حضور ہی کے ظل ہمایونی کا فیضان ہے کہ وابستگان بارگاہ کے ذہن اس مقام تک پہنچ سکے۔ خداوند کریم سچائی کے لئے اس اقدام جہاد کے عوض حضور کو صحت سے نوازے۔

(فرمان نامے پر پہلے مامون اور پھر قاضی ابن ابی داؤد دستخط کرتے ہیں اور فرمان اسحٰق بن ابراہیم کے حوالے کیا جاتا ہے)

اسحٰق بن ابراہیم: آمین، ثم آمین! خدا میری عمر کے بقیہ سال بھی امیر المومنین کو عطا کر دے۔

مامون: فرمان کی نقول کتابت خانے پر رات بھر میں تیار کرائی جائیں اور صبح ان پر دربار کی مہریں ثبت کرا کے تمام دائرہ خلافت میں جاری کر دیا جائے۔ چند بڑے بڑے مخالفین تک یہ حکمنامہ بہ نفس نفیس تمہیں لے جانا ہوگا۔

اسحٰق بن ابراہیم: بسر و چشم حضور! پوری پوری تعمیل ہو گی۔

(مجلس برخواست ہوتی ہے)

گھی کے چراغ

(دارالرقیق کے اسی یہودی سیٹھ کے ساتھ اس کے گھر پر ایک گفتگو)

پادری: برسوں کی ٹھنڈی کوششیں اب رنگ لا رہی ہیں۔

یہودی سیٹھ: وہ کیسے؟ کیا ہوا؟

پادری: اس قوم میں بڑی بھاری پھوٹ پڑ گئی ہے۔ دربار اور نوجوان طبقے اور ارباب شعر وادب کہتے ہیں کہ قرآن مخلوق ہے اور علماء کی اکثریت اس کے رد میں آواز اٹھا رہی ہے کہ قرآن غیر مخلوق ہے۔

یہودی سیٹھ: آزادی خیال کی لامحدود فضا میں مناظروں نے جو فکری انتشار پیدا کر دیا

ہے اس کا نتیجہ آخر اسی طرح سے نکلنا چاہیے تھا اگر چہ دیر بہت لگی۔

پادری: آزادی خیال یہاں اس معنی میں ہے کہ ان لوگوں کے عقائد اور عمل میں اتنا تضاد پیدا ہو چکا ہے کہ عقائد کا اپنی اصلی شکل پر برقرار رہنا ممکن ہی نہیں۔ عمل کی حفاظت جب عقائد سے اٹھ جاتی ہے تو پھر جدھر سے جس کا جی چاہے ان پر حملہ آور ہو سکتا ہے۔

یہودی سیٹھ: اور یہاں تو حملہ آور بھی خود ان کے اپنے ہیں۔

پادری: ہاں تو اصل خبر تو ابھی آپ نے سنی ہی نہیں۔ دربار خلافت سے ان تمام لوگوں کے خلاف سزائے موت یا سنگین کارروائی کا حکم جاری ہو گیا ہے، جو نظریہ خلق قرآن کے انکاری ہوں۔

یہودی سیٹھ: نوبت بایں جا رسید! عقلیت اور آزادی خیال کی تحریک نے جبریت کا راستہ اختیار کر لیا اور یہی اس کی کمزوری ہے۔ تمہیں کہاں سے معلوم ہوا۔

پادری: آج تو خیر یہ بات بغداد بھر میں عام طور پر معلوم ہو گئی ہے۔ مجھے اس کا علم پہلے سے تھا۔ تمہیں معلوم ہے کہ میرے خصوصی مراسم قاضی القضاۃ ابن ابی داؤد سے ہیں بلکہ اس کے دماغ میں اس اسکیم کو نشوونما دینے میں میرے مشوروں کا بھی حصہ ہے۔

یہودی سیٹھ: تو پھر منگاؤں مٹھائی؟ شراب تو آپ پیتے نہیں، ورنہ ایسی بست سالہ نادر چیز میرے پاس ہے کہ آدمی کو محفل کہکشاں میں پہنچا دیتی ہے۔

پادری: مٹھائی ہوتی رہے گی، میں ذرا جلدی میں ہوں۔ ہمارے لئے اصل سامان مسرت یہ ہے کہ علماء کو کچلنے کے لئے دربار تیار ہو گیا ہے۔ محافظان دین متین کا محاذ ذرا کمزور پڑ جائے تو پھر ہمارے لئے راستے بالکل کھل جائیں گے۔ عام مسلمانوں کی کٹر مذہبیت اور اس کو قائم رکھنے والا اقدامتی طبقہ ہمارے لئے وجہ مصیبت ہے۔

یہودی سیٹھ: مگر یہاں کے دینی سربراہ جو ہمارے ہاں کی طرح کلیسائیت کی محدود سطح پر نہیں ہیں، بلکہ وہ اپنی قابلیت اور کردار سے عوام کے دلوں میں جگہ بناتے ہیں اور سیاسی اثر بھی رکھتے ہیں۔ اتنے کمزور نہیں ہیں کہ حکومت کی سختیاں ان کی قوت کو توڑ سکیں۔ امام ابوحنیفہ کی داستان ہمارے سامنے ہے۔ بڑی سے بڑی عقوبتوں نے یہ شخص گزر گیا ہے مگر

دربار اسے رام نہ کرسکا الٹا عوام کی نگاہوں میں اس کا پایہ اعتبار اور بلند ہو گیا۔ یوں بھی تاریخ کا اصول یہ ہے کہ جو نظریئے اور تحریکیں براہِ راست عوام میں جانے اور دلیل سے راستہ بنانے کے بجائے اقتدار کا سہارا لیں اور تشدد کے کوڑے سے راستہ بنائیں وہ کبھی جڑ نہیں پکڑ سکتیں۔

پادری: ہاں یہ صحیح ہے۔ اصل میں مکہ میں مسلمانوں کے اسماعیلی نبی اور ان کے ساتھیوں نے جبر و تشدد کے مقابلے میں استقامت دکھانے کی جو روایت قائم کر دی ہے اور جس کی آبیاری امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے خون سے کی ہے وہ ہر اس مسلمان کا سرمایہ ضمیر ہے جو اپنے مذہب کی محبت و خدمت کی راہ میں اٹھتا ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ جبر و تشدد کمزوری کی علامت ہے۔

یہودی سیٹھ: تاہم یہ تصادم ہو جائے تو برا نہیں رہے گا۔

پادری: بات یہ ہے کہ اگر دربار جیت جائے تو مذہبی قوت ختم ہو جائے گی جو عوام کے لئے وحدت اور استحکام کی بنیاد ہے اور اگر علماء جیت جائیں تو سیاسی قوت مضمحل ہو جائے گی۔

یہودی سیٹھ: یعنی چت بھی اپنی، پٹ بھی اپنی۔

پادری: خداوند کا شکر کرو کہ اسلام کی اصل تعلیم کے مطابق مذہب و سیاست یکجان ہو کر نہیں چل رہے بلکہ ہماری طرح یہاں بھی ثنویت پیدا ہو گئی ہے۔

یہودی سیٹھ: لیکن ہمارے ہاں ثنویت ایک متفقہ اصول بن چکی ہے، یہاں ثنویت کو تسلیم بھی نہیں کیا جاتا اور عملاً وہ ہے بھی۔

پادری: بہرحال یہ معاشرہ اب آہستہ آہستہ کمزور ہوتا جائے گا، اور ہمارے سر دن سے مستقبل کا خطرہ ٹل جائے گا۔ اچھا، میں اس وقت جاتا ہوں اسقفوں اور پادریوں کا ایک اجلاس منعقد کرنے کے انتظامات کرنے ہیں۔

یہودی سیٹھ: آپ اسقفوں کا اجلاس منعقد کریں، اور بندہ جا کر لونڈیوں کے ساتھ مسلمان خوش باشوں کا اجلاس منعقد کرتا ہے۔

مراحلِ شوق

فرمان شاہی نافذ ہو چکا۔ سرکاری ملازمت میں منسلک قاضیوں اور معلمین اور

کر دیئے ہیں۔ بعض اصحاب کو مفاد و مراعات کے دام سے رام کیا گیا ہے۔ تھوڑی سی تعداد عقیدہ حق پر قائم رہ کر عقوبت کا سامنا کرتی ہے۔ کچھ ممتاز علماء کو دربار میں بہ طور مجرم پیش کرنے کے لئے گرفتار کیا جاتا ہے۔ چار اصحاب اکٹھے گرفتار ہوتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل، سجادہ، قواریری اور محمد بن نوح المضروب، سجادہ اور قواریری نے گرفتاری کے چند گھنٹے کے بعد شاہی فرمان قبول کر لیا۔ اب صرف دو قیدی تھے جنہیں اسحٰق بن ابراہیم کے حکم سے طرطوس روانہ کر دیا گیا۔ اس قافلے کی پوری روئیداد سفر ہم یہاں بیان نہیں کر سکتے۔ دو تین باتیں جو مختلف مراحل میں پیش آئیں وہ زمانی فصل کو نظر انداز کر کے یکجا پیش کی جا رہی ہیں۔

مرحلہ اوّل

(والیٔ بغداد شاہی حکم کے مطابق امام احمد بن حنبل کے عقیدے کا امتحان لیتا ہے)

والیٔ بغداد: آپ قرآن کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

حضرت امام: یہ اللہ کا کلام ہے۔

والیٔ بغداد: کیا وہ مخلوق ہے؟

حضرت امام: بس وہ اللہ کا کلام ہے، اس پر میں کچھ اور اضافہ نہیں کرتا۔

(اب والیٔ بغداد امیر المومنین کا فرمان نکال کر پڑھتا ہے۔ پڑھتے پڑھتے اس کی زبان پر مندرجہ ذیل آیت قرآنی آتی ہے)

والیٔ بغداد: (فرمان پڑھتے ہوئے) لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ!

ایک تیسرا شخص: (درمیان میں) خدا آپ کا بھلا کرے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سمیع ہے کان کے ساتھ اور بصیر ہے آنکھ کے ساتھ۔

والیٔ بغداد: (امام احمد سے) اللہ کے قول السمیع البصیر کے کیا معنی ہیں؟

حضرت امام: اللہ ویسا ہے، جیسا کہ اس نے اپنے متعلق بیان فرمادیا ہے۔

والیٔ بغداد: پھر اس کا کیا مطلب ہے؟

حضرت امام: میں نہیں جانتا، اللہ ویسا ہے جیسا کہ اس نے خود کو بیان کیا۔ (دراصل حضرت امام کوئی بات چھپانے یا جواب سے گریز کی کوشش نہیں فرما رہے تھے۔ ان کا اصولی

نقطہ نظر یہ تھا کہ غیبی امور کے متعلق جو آیات متشابہات وارد ہیں ان میں جتنی بات بیان کی گئی ہے۔ اس پر ایمان رکھنا چاہیے اور تفصیلات کی کرید میں پڑ کر اٹکل پچو اور تاویل بازی نہیں کرنی چاہیے۔)

دوسرے اصحاب کے ساتھ ساتھ امام احمد بن حنبل کے جواب بھی والئ بغداد نے قلمبند کئے اور پوری فائل تیار کر کے مامون الرشید کے پاس بھجوا دی۔ نو دن بعد گرفتاری کے لئے شاہی حکم موصول ہوا جس کی تعمیل کی گئی۔)

مرحلہ دوم

(دونوں محترم و معزز قیدی پا بجولاں لے جائے جا رہے ہیں اور لوگ ارد گرد جمع ہیں)

ابوبکر الاحول (حضرت امام احمد سے) اے ابو عبداللہ! اگر تمہیں تلوار کے سامنے کھڑا کیا جائے تو کیا تم اس وقت مان جاؤ گے؟

امام: ہرگز نہیں۔

ابوبکر الاحول: خدا آپ کو استقامت دے۔

امام: بات یہ ہے کہ یہ معاملہ نہ صرف دین و اعتقاد کا معاملہ ہونے کی وجہ سے اہم ہے اور غیر مسلم فتنہ طرازوں کا اٹھایا ہوا خطرناک فتنہ ہے بلکہ میں نے اس لئے بھی اپنا سر ہتھیلی پر رکھ لیا ہے کہ اگر ایک بار بادشاہت نے یہ راستہ کھول لیا کہ وہ لوگوں کو ان کے عقیدے اور نظریئے معین کر کے دے اور اختلاف کرنے والوں کو جبر سے دبائے تو پھر دین و مذہب حکمرانوں کی خواہشوں کا کھلونا بن جائے گا۔ اس رخنے کو بند کرنے کے لئے اگر مجھے اپنی لاش ہی کو کام میں لانا پڑا تو میں انشاءاللہ دریغ نہیں کروں گا۔

ابوبکر الاحول: جزاک اللہ۔

مرحلہ سوم

(اثنائے سفر میں، جبکہ قیدی اونٹوں پر بندھے ہوئے لے جائے جا رہے ہیں)

ایک اجنبی: (امام احمد بن حنبل سے مخاطب ہوتا ہے) حضرت السلام علیکم: آپ مجھے نہیں جانتے، مگر یہ گنہگار اور بدنام بندہ آپ کے عالمانہ مرتبے سے بھی آگاہ ہے اور اس قصے

سے بھی جو آپ کو درپیش ہے (ساتھ چلتے ہوئے) مجھے آپ سے ایک ضروری بات کہنی ہے۔

امام: تو کیا نام ہے تمہارا؟

اجنبی: میرا نام ابوالہیثم ہے۔

امام: (تعجب سے) ابوالہیثم؟ ابوالہیثم؟ تم ابوالہیثم ہو؟

اجنبی: جی میرے محترم' میں ہی ابوالہیثم ہوں۔ ڈاکو ابوالہیثم! مجرم ابوالہیثم۔

امام: تو تمہیں مجھ سے کچھ کام ہے؟ کیا کام ہے؟

ابوالہیثم: میرے دل میں ایک بات اٹھی' بس وہی بات کہنے کے لئے میں دور سے آپ کی تلاش میں نکلا ہوں' اور آخرکار میں اس مختصر سے قافلہ اسیراں تک پہنچ ہی گیا۔

امام: (مزید حیرت سے) آخر کیا بات تمہارے دل سے اٹھی ہے؟

ابوالہیثم: یہ تو آپ کو معلوم ہے ہی کہ میں مشہور ڈاکو ہوں اور میری اسی مشغلے میں عمر گزر گئی ہے۔ میں نے بے شمار قافلے لوٹے' گھروں سے مال اڑایا اور بار بار سزائیں بھگتیں۔

امام: ہاں بخوبی معلوم ہے!

ابوالہیثم: محترم' اب میری ذرا بات سنیے میں نے قید کے دور ہی نہیں گزارے' میری پیٹھ پر سینکڑوں تازیانے برسے ہیں مگر کوئی سزا میری روش میں تبدیلی پیدا نہ کر سکی۔ میرا گناہگار اور سیاہ ضمیر بھی جبر و تشدد کے سامنے جھکنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ ڈاکو ہونے کے باوجود میرے اندر جو ہر انسانیت ہے۔ وہ تازیانوں کو اپنے سے عظیم و برتر نہیں مان سکتا لیکن آپ......

امام: میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمہیں اپنی رحمت سے نوازے اور پاکیزہ زندگی عطا کرے۔

(ابوالہیثم کے ضمیر میں جو چنگاری کام کر رہی تھی اور جو اسے کھینچ کر امام احمد بن حنبل تک صرف یہ پیغام دینے کے لئے کھینچ لائی تھی کہ دینی غیرت وحمیت میں فرق نہ آنے پائے وہی چنگاری بعد میں اس کے کردار کو نور اور حرارت سے مالا مال کرنے کا ذریعہ بنی اور حضرت امام احمد بن حنبل مرتے دم تک اکثر اسے یاد کر کے پکار اٹھتے تھے "خدا ابوالہیثم پر رحم کرے' اس نے مجھے بچا لیا")۔

ابوالہیثم: میری تو دنیا و آخرت خراب ہو چکی لیکن میں آپ سے خدا کا واسطہ دے کر یہ التماس کرنے آیا ہوں کہ اگر ایک ڈاکو محض اپنے نفس کی خاطر اتنی استقامت دکھا سکتا ہے تو آپ تو خدا تعالیٰ کے صراط مستقیم پر چلنے والے عالم اجل ہیں۔ خدارا آپ حکومت کے تازیانوں کے سامنے اپنے نورانی ضمیر کو جھکنے نہ دیجئے گا۔

امام: انشاءاللہ خدا مجھے اس کی توفیق دے۔

ابوالہیثم: اچھا تو السلام علیکم' خدا حافظ! میرے لئے دعا کیجئے گا'۔

امام: وعلیکم السلام! اللہ تمہارا اور میرا حامی و ناصر ہو۔

(راستے ہی میں اطلاع ملتی ہے کہ مامون کا انتقال ہو گیا)

مرحلہ چہارم

(جیل خانے میں اسحٰق بن ابراہیم جیسا بڑا پولیس افسر حضرت امام احمد بن حنبل کی دربار میں پیشی کے لئے خود ہی حکم نامہ لے کر پہنچتا ہے اور امام کو اپنا تہدید آمیز مشورہ دیتا ہے)

اسحٰق: (امام احمد بن حنبل سے) تیار ہو جائیے' دربار میں آپ کو پیش ہونا ہے۔

امام: ہاں میں تیار ہوں۔

اسحٰق: میرا ہمدردانہ مشورہ ہے کہ آپ اپنی ضد چھوڑ دیں اور حکومت سے ٹکر نہ لیں۔

امام: میں نے نہ تلوار اٹھائی ہے' نہ بغاوت کی ہے' نہ ٹکر لینے کا کوئی سوال پیدا ہوتا ہے البتہ میں اپنے عقیدے کو کسی خوف یا لالچ سے نہیں بدل سکتا اور نہ کسی کلمہ باطل کے ابطال سے باز رہ سکتا ہوں۔ چاہے اس کا علمبردار کوئی بھی ہو۔

امام مع دوسرے علماء کے اڑھائی برس قید میں رہے۔ خلق قرآن کے نظریئے کا پہلا سرپرست فرمانروا مامون تو جلد فوت ہو چکا تھا مگر اپنے جانشین کو اپنی کارروائی بہ سلسلہ خلق قرآن جاری رکھنے کی وصیت کر گیا تھا یہ جانشین معتصم باللہ تھا۔ امام کے رفقائے زندان میں سے محمد بن نوح کے علاوہ نعیم بن حماد اور ابو یعقوب البویطی بھی بحالت اسیری وفات پا گئے اور امام امتحان گاہ عشق میں تنہا رہ گئے۔

اسحٰق: خدا کی قسم اب تم اپنے متعلق خود سوچ لو۔ خلیفہ تمہیں تلوار سے یکبارگی قتل نہیں کرے گا بلکہ وہ اس پر تلا ہوا ہے کہ اگر تم اس کی بات پر ہاں نہ کرو تو کوڑے پر کوڑا برسائے گا اور تمہارا خاتمہ ایسی جگہ کرے گا جہاں نہ سورج دکھائی دے نہ چاند۔

امام: مجھے دین اور حق کے معاملے میں کسی چیز کی پرواہ نہیں صرف خدا کی مدد درکار ہے۔

اسحٰق: اچھا یہی ضد ہے تو اب دین اور حق کا مزہ چکھ دیکھو۔

(امام کو ہتھکڑی اور بیڑی کے ساتھ دربار کی طرف لے جایا جاتا ہے)

دربار میں

(وزراء عہدہ داروں اور درباری علماء کی ایک بڑی تعداد مسندوں اور کرسیوں پر جلوہ افروز ہے۔ امام جب پیش ہوتے ہیں تو معتصم کے اشارے سے چاروں طرف سے الٹے سیدھے سوالات اور اعتراضات کی بوچھاڑ کر دی جاتی ہے مگر امام بغیر کسی مرعوبیت اور بغیر کسی جذباتی ہیجان کے صبر و سکون سے ہر سوال کا جواب دیتے جاتے ہیں۔ امام کا یہ عملی استحکام اور ان کے کردار کی استقامت بعض درباریوں میں بڑا تند و تیز ردِّ عمل پیدا کرتی ہے۔

پہلا دن

قاضی احمد بن ابی داؤد (امام کی طرف غضب آلود نگاہیں ڈال کر) امیر المومنین! خدا کی قسم! یہ شخص گمراہ بدعتی ہے اس سے بحث و استدلال فضول ہے۔

معتصم: بھئی اس سے بات کرو مناظرے کا سلسلہ جاری رکھو۔

حضرت امام: میرے سامنے تو بس خدا کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت میں سے کوئی دلیل لاؤ کہ جس پر مجھے اعتراف کرنا پڑے۔ کوئی اور چیز مجھ پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔

قاضی احمد بن ابی داؤد: آیا تم کوئی بات کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے علاوہ زبان سے نہیں نکالتے۔

(یہ صریحاً کٹ حجتی تھی امام کا منشا کتاب و سنت کی بات سے یہ تھا کہ دلیل کتاب و سنت سے دی جائے۔ قاضی صاحب نے یہ مفہوم نکال لیا کہ سرے سے کلام ہی صرف

حضرت امام: تم جو کچھ تاویلیں کرتے رہتے ہو' ان کو تم خود بہتر جانتے ہو اور وہ بھی تمہاری ہی تاویل ہے جس پر لوگوں کو گرفتار اور قید کیا جا رہا ہے۔

ایک درباری عالم: اچھا فرمائیے' کیا آپ اس بات کے قائل ہیں کہ قیامت کے دن خدا کا دیدار ہو گا؟

حضرت امام: انشاء اللہ ایمان داروں اور حق پرستوں کو ضرور یہ سعادت نصیب ہو گی۔

درباری عالم: تو پھر یہ بتائیے کہ آنکھ ایک محدود چیز ہو کر خدا جیسی لامحدود ہستی کو کیونکر دیکھے گی اس کے لئے آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟

حضرت امام: میرے سامنے رسول پاک ﷺ کی روشن حدیث ہے جس میں حضور ﷺ نے بشارت دی ہے کہ تم لوگ قیامت کے دن خدا کا دیدار اس طرح کرو گے جس طرح چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو۔

معتصم: (احمد ابن ابی داؤد کی طرف روئے سخن کر کے) بتاؤ تمہیں اس حدیث پر کوئی اعتراض ہے؟

قاضی احمد بن ابی داؤد: حضور! مجھے اس حدیث کی اسناد کی جانچ پرکھ کے لئے کچھ مہلت دی جائے۔

معتصم: اچھا تم کل تک جانچ پڑتال کر کے آؤ اور کوئی اعتراض ہو تو پیش کرو۔

دوسرا دن

(اسی طرح دربار آراستہ ہے اور امام کو پیشی میں لایا جاتا ہے)

معتصم: قاضی احمد ابن ابی داؤد سے) ہاں تو پھر آپ نے حدیث کی جانچ پڑتال کر لی۔ کوئی اعتراض ہے؟

قاضی احمد ابن داؤد: جی حضور! یہ حدیث پایہ اعتبار سے ساقط ہے۔

معتصم: وجہ؟

قاضی: اس حدیث کے سلسلہ روایت میں ایک راوی قیس بن ابی حازم ہے یہ شخص کھڑے ہو کر پیشاب کرتا تھا' جو علامت فسق ہے۔

حضرت امام: (زیرلب) استغفر اللہ یہ شخص یوں جھوٹ بھی گھڑ لیتا ہے۔

معتصم (امام احمد بن حنبل سے) قاضی صاحب کو آپ کیا جواب دیتے ہیں؟
حضرت امام: میں ان صاحب سے بات کرنا پسند نہیں کرتا۔
معتصم: کیوں احمد؟ آپ ان سے کیوں بات نہیں کرتے؟
حضرت امام: میں ان صاحب کو اہل علم میں شمار نہیں کرتا۔
قاضی احمد بن ابی داؤد: (بے بسی کے لہجے میں) امیرالمومنین! اگر یہ شخص آپ کی بات مان لے تو یہ چیز مجھے سو ہزار دینار اور مزید سو ہزار دینار سے بھی زیادہ عزیز ہے۔
معتصم: ہاں' اگر احمد بات مان لے تو میں اپنے ہاتھ سے ان کو آزاد کروں گا۔ خود لشکریوں کے ساتھ سوار ہو کر ان کے پاس جاؤں گا۔
معتصم: (امام کی طرف روئے سخن کر کے لجاجت سے) اے احمد! خدا کی قسم' میں تمہارے لئے شفیق ہوں میں تم سے ایسی ہی شفقت رکھتا ہوں جیسی اپنے بیٹے ہارون کے لئے۔ پھر تم بولو کیا کہتے ہو؟
حضرت امام: مجھے جو کچھ کہنا تھا وہ میں کہہ چکا کوئی نئی بات میرے پاس کہنے کو نہیں ہے۔
معتصم: (بے چینی محسوس کرتے ہوئے اپنے اوپر جبر کر کے) اچھا ہم سوچنے کی مہلت دیتے ہیں۔ یہ مجلس موقوف کی جاتی ہیں باقی کارروائی کل پر ملتوی۔

تیسرا دن

(آج دربار کا نقشہ ہی دوسرا ہے مرحلہ بہ مرحلہ تخویف کا پورا اہتمام کیا گیا ہے۔ ایک دستہ امام کے راستے کے دونوں طرف ننگی تلواریں لئے کھڑا تھا دوسرا نیزہ برداروں کا' تیسرا ایک جتھا کوڑے اور تازیانے لئے صف بستہ تھا۔ حضرت امام کو جبریت کے ان مظاہروں کے درمیان سے گزار کر لے جایا گیا۔ حضرت امام حسب معمول روزے سے تھے۔ امام کے پہنچنے پر معتصم نے تخت پر بیٹھے ہوئے متکبرانہ انداز میں خطاب کیا)
معتصم: (حضرت امام سے) میں تمہیں رسول ﷺ اللہ سے اپنی قرابت کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ میں تمہیں لازماً کوڑے لگواؤں گا یا تم وہ کہو جو میں کہتا ہوں۔
ایک درباری: حضور والا جاہ! اذن ہو تو میں ایک سوال اس شخص سے پوچھوں؟
معتصم: ہاں' پوچھو۔

درباری: عدالت آپ ... کرتا ہے ...

کی تعریف میں داخل ہے یا نہیں؟

حضرت امام: اگر تم شئی کی تعریف میں اسے داخل کرو بھی تو اس سے کیا ہوتا ہے؟

درباری: اس سے تمہارے عقیدے کے خلاف نتیجہ بڑا سخت نکلتا ہے کیونکہ دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ سوائے ذات الٰہی کے ہر شے فانی ہے۔ سو قرآن بھی صریحاً فانی ہوا۔ فانی ہوا تو غیر مخلوق کیسے ہوا؟

حضرت امام: آپ یہ فرمایئے کہ مشہور آیت ہے: كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر نفس کا اطلاق یوں کیا ہے کہ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ہر نفس کے ذائقہ الموت ہونے سے جس طرح آپ یہاں نفس حق تعالیٰ کو بچا نکالتے ہیں اسی طرح میں ہر شے کے ہالک ہونے سے قرآن کو الگ کر لیتا ہوں۔

(چند لمحوں کے لئے سناٹا چھا گیا)

قاضی القضاۃ: (معتصم سے) حضور! اس شخص کا سر پھرا ہوا ہے۔ اس سے بحث و مناظرہ کرنے میں وقت بھی ضائع ہو رہا ہے اور طرح طرح کے نئے نئے سوالات اٹھتے چلتے جاتے ہیں۔

معتصم: (حضرت امام سے) تو بولو پھر کیا فیصلہ ہے؟ خلافت سے تعاون یا کوڑے؟

حضرت امام: مجھے جو کہنا تھا' کہہ چکا۔ میں اپنے ضمیر کو کوڑوں کے خوف سے نہیں بدل سکتا۔ مجھے اس سے پہلے جیل میں کوڑے اور دوسری عقوبتیں بھگتتے ڈھائی برس ہو گئے ہیں۔ میرے لئے یہ تجربہ نیا نہیں۔

معتصم: (جلاد اعظم سے) جلاد! دیکھو! اس شخص کو کوڑے لگواؤ۔ چونکہ اس کا سر پھر گیا ہے۔ اس لئے کوڑے بھی سر پر لگاؤ اور ہر جلاد صرف دو کوڑے مار کر ہٹ جائے اس کے بعد دوسرا تازہ دم جلاد آ جائے اس شخص کو ذرا نیا تجربہ بھی ہو جائے۔

جلاد اعظم: بسر و چشم' والا جاہ!

(جلادوں کی ایک قطار کوڑے لئے آ کر کھڑی ہو جاتی ہے اور سلسلہ عقوبت کا آغاز ہوتا ہے)

حضرت امام: (پہلا کوڑا لگنے پر) بِسْمِ اللّٰہِ!

حضرت امام (دوسرا کوڑا لگنے پر) لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۔

حضرت امام: (تیسرا کوڑا لگنے پر) قرآن اللہ کا کلام ہے اور غیر مخلوق ہے۔

حضرت امام: (چوتھا کوڑا لگنے پر) قُلْ لَّنْ یُّصِیْبَنَا اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا ۔ (کہہ دو کہ ہم پر کوئی مصیبت نہیں آ سکتی' مگر صرف وہی جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دیا ہے۔)

(ایک ایک کر کے پورے انیس کوڑے برس گئے' امام کے سر سے لہو پھٹ کر کندھوں پر سے ہوتا ہوا بہہ رہا ہے۔ نیم بیہوشی کے عالم میں حضرت امام نے پانی مانگا' مگر جب لایا گیا تو یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ میں روزے سے ہوں)

معتصم: (امام کی مظلومی اور صبر سے پسیج کر) میں نے اس شخص کے معاملے میں زیادتی کی ہے۔ (اٹھ کر بے چینی سے ٹہلنے لگتا ہے' اور جلاد کا ہاتھ رک جاتا ہے)

احمد بن ابی داؤد: یا امیر المومنین! خدا کی قسم! یہ شخص کافر و مشرک ہے۔ شرک بھی اس نے بلا وجہ کیا ہے اور یہ اس سے باز نہ آئے گا جب تک کہ اسے باز نہ رکھا جائے گا۔

اسحٰق بن ابراہیم: حضور عالی مرتبت اگر اس شخص کو یونہی چھوڑ دیا گیا تو یہ بات خلافت کے لئے باعث ننگ ہو گی اور اس سے موجودہ اور گزشتہ دونوں خلفاء پر حرف آتا ہے۔

معتصم: (احمد بن ابی داؤد سے) اب تک احمد بن حنبل کو کتنے کوڑے لگ چکے ہیں؟

احمد بن ابی داؤد: تیس سے کچھ اوپر۔ غالباً چونتیس کے لگ بھگ۔

ابن سماعہ: حضور ایک ہی بار اس شخص کی گردن مار دیجئے' اس کا خون میری گردن پر۔

احمد بن ابی داؤد: (معتصم کے رنگ طبع کا اندازہ کر کے) نہیں' امیر المومنین ایسا نہ کیجئے یہ اب اگر آپ کے محل میں مر گیا تو لوگ کہیں گے' مار سہتے سہتے مر گیا' پھر وہ اس کو اپنا پیشوا بنا لیں گے اور جس غلط خیال پر وہ قائم ہیں' اس پر اور مضبوطی سے جم جائیں گے۔ پس بہتر یہ ہے کہ اس موقع پر اسے رہا کر دیا جائے پھر اگر وہ آپ کے محل سے باہر مر بھی جائے تو لوگ اس کے معاملے میں شبہات میں رہیں گے۔

(معتصم نے سزا موقوف کرا کے' امام کو بیہوشی کی حالت میں علیحدگی کا حکم دیا۔ پھر جب ... انتظام ... پہنا کر سواری پر محل

سے رخصت کر دیا گیا۔ اس مرحلے پر احمد بن ابی داؤد ان کی دائیں جانب تھا اور اسحٰق بن ابراہیم بائیں جانب۔ پھر اسحٰق بن ابراہیم کے گھر لے جا کر امام کے ہمسایوں اور محلہ داروں کو بلا کر ان کی مجلس میں امام کی آزادی کا اعلان کیا گیا کہ لو یہ زندہ سلامت آ گئے ہیں)

فتنہ خلق قرآن کا دوسرا دور

(معتصم بعد میں اپنے کئے پر سخت نادم رہا' اور امام کی خیریت پچھوانے کے لئے قاصد بھیجتا لیکن اس کا دور بھی جلد ختم ہو گیا اور واثق مسند نشین ہوا۔ ایک بار پھر وہ گروہ ذرا سا ابھرا جس نے خلق قرآن کا فتنہ اٹھایا تھا اور واثق نے امام احمد بن حنبل کو ان کے گھر میں نظر بند کر کے درس و خطابت سے روک دیا۔ اس طرح مسئلہ ایک بار پھر فضا میں نمودار ہو گیا' مگر اب اس کا زور ٹوٹ چکا تھا۔ لوگ اس سے تنگ آ چکے تھے' اور اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ اس سلسلے میں دربار کے دو واقعات قابل ذکر ہیں)

پہلا واقعہ

خلیفہ کا خاص مسخرا: (دربار میں) اللہ تعالیٰ امیرالمومنین کو قرآن کے بارے میں صبر جمیل کی توفیق بخشے۔

واثق: خدا تمہیں سمجھے' نالائق کیا قرآن کی وفات ہو گئی؟

مسخرا: امیرالمومنین! آپ کیا چاہ رہے' ہر مخلوق پر موت واقع ہونے والی ہے اور قرآن بھی مخلوق ہے' آج نہیں تو کل یہ حادثہ ہو کر رہے گا۔

(واثق کچھ سوچ میں ڈوب جاتا ہے)

مسخرا: (بڑی سنجیدگی سے) امیرالمومنین آئندہ لوگ تراویح میں کیا پڑھا کریں گے؟

واثق: خدا تجھے غارت کرے' اپنی زبان بند کر۔

دوسرا واقعہ

(ایک نامعلوم الاسم سفید ریش بزرگ شخصیت نے مرکز خلافت کی ایک مسجد میں آ کر عقیدہ خلق قرآن کے خلاف دانستہ تقریر کی' تاکہ کسی طرح دربار میں جا کر اپنی بات پہنچا سکیں۔ ان کو پولیس پکڑ کر لے آئی انہوں نے کمال جرأت حق گوئی کا مظاہرہ کیا اور استدلال کی راہ بھی خوب نکالی)

پولیس افسر: (سفید ریش بزرگ کو پیش کرتے ہوئے) امیرالمومنین! یہ شخص مسئلہ خلق قرآن کے خلاف بحث کرنا چاہتا ہے!

احمد بن ابی داؤد: بڑے میاں کہو' تم قرآن کے بارے کیا کہتے ہو؟

سفید ریش بزرگ: تم نے انصاف کی بات نہیں کی۔ سوال تو مجھے کرنا ہے۔

احمد بن ابی داؤد: اچھا تو تمہی کہو!

سفید ریش بزرگ: میں بہت ہی سادہ سی ایک بات کہتا ہوں' جس بات کی طرف نہ خدا کے رسول ﷺ نے دعوت دی' نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے' اور نہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ نے' تم اس کی طرف لوگوں کو بلاتے ہو اور پھر منوانے کے لئے زبردستی سے کام لیتے ہو۔ اس بارے میں تم دو ہی باتیں کہہ سکتے ہو۔ ایک یہ کہ ان جلیل القدر ہستیوں کو اس بات کا علم تھا یا وہ اس سے بے خبر تھے' کیا تم یہ کہنے کی جرأت کر سکتے ہو؟ اور اگر تم کہو کہ علم تو تھا مگر انہوں نے سکوت اختیار کیا تو براہِ کرم تم بھی سکوت اختیار کرو۔ جس طرح انہوں نے لوگوں کو اس معاملے میں مجبور نہیں کیا تھا تم بھی مجھے اور دوسروں کو مجبور نہ کرو اور اگر کہو کہ ان کو سرے سے اس کی خبر بھی نہ تھی (بزرگ کا لہجہ پر جلال ہو جاتا ہے) تو پھر اے گستاخ ابن گستاخ! ذرا سوچ کہ جس بات کا علم نبی ﷺ اور خلفائے راشدین کو نہ ہوا' اس کا علم تجھے ہو گیا؟

(دربار میں بزرگ کی ہیبت گوئی سے سکوت چھا گیا' قاضی صاحب بھی دم بخود رہ گئے۔ واثق مجلس سے اٹھ کر کھڑا ہوا اور بار بار ان الفاظ کو دہراتا رہا کہ ''جس بات کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کو نہ ہوا اس کا علم تجھے حاصل ہو گیا''۔ واثق نے سفید ریش بزرگ کو ادب و احترام سے رخصت کیا اور حضرت امام پر سے پابندیاں اٹھا دیں۔ مسئلہ خلق قرآن کے متعلق لوگوں پر سختی کرنے کا دور ختم ہو گیا۔ قاضی ابن ابی داؤد واثق کی نظروں سے گر گیا' اور بعد میں اس کی جائیداد کی ضبطی ہوئی اور خدا کی طرف سے فالج کا جان لیوا حملہ ہوا ساتھ ہی معتزلہ کی کمر ٹوٹ گئی۔

نئی آزمائش

(اب جبکہ واثق بھی رخصت ہو گیا' اور متوکل کا دور آیا تو اس نے پچھلے واقعات کی

تلافی کی کوششیں اور امام کی دل جوئی کی تدبیریں کیں کئی بار اس نے درہم و دینار بھجوائے ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے)

سرکاری قاصد: امام محترم! حضرت خلیفہ (متوکل) نے یہ ایک لاکھ درہم کی تھیلی آپ کے نذرانے کے لئے بھجوائی ہے۔ قبول فرمایئے:

حضرت امام: مجھے تو اس کی ضرورت نہیں، شہر میں بے شمار لوگ حاجت مند اور محروم ہیں۔ یہ ان کا مال ہے، ان کو ملنا چاہیے۔

سرکاری قاصد: دیکھئے یا حضرت! خلیفہ کے دل میں آپ کا بڑا احترام ہے، اگر آپ یہ مال لوٹا بھیجیں گے تو اس کا برا اثر پڑے گا۔

حضرت امام: یا اللہ! یہ معاملہ تو میرے لئے اس سے بھی زیادہ سخت ہے۔ وہ تو دین کا فتنہ (آزمائش) تھا اور یہ دنیا کا فتنہ ہے یہ سکے کوڑوں سے زیادہ ضرر رساں ہیں۔

قاصد: اچھا اگر آپ اسے قبول نہیں فرماتے تو اپنے بیٹے کو قبول کرنے کی اجازت دیجئے۔

حضرت امام: لڑکا اپنی مرضی کا مختار ہے اس سے بات کرلو۔

(اور لڑکے نے بھی رقم اسی طرح واپس کردی)

(دربار شاہی سے ایک مکتوب عبداللہ بن یحییٰ کے قلم سے حضرت امام کے نام جس میں قرآن کی حقیقت دریافت کی گئی تھی۔ اس کا جواب حضرت امام نے اپنے صاحبزادے سے املا کرایا۔ یہ خط دینی بصیرت کے لحاظ سے بھی ادبی حیثیت سے بھی ایک یادگار تاریخی خط ہے۔ اس خط نے درباری ماحول پر گہرا اثر ڈالا......)

حضرت امام کا جب انتقال ہوا تو حالت یہ تھی کہ جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد (بہ اختلاف روایات) ۵٬۴ لاکھ سے لے کر ۸٬۱۰ لاکھ تک تھی۔ اسی منظر سے متاثر ہو کر ۲۰ ہزار غیر مسلم (یہودی، مجوسی، نصاریٰ) اسلام لائے۔

مذاکرہ نمبر۲

حجاج کے دربار میں ایک قیدی کے آخری لمحات

(حجاج اپنے پرہیبت جاہ وجلال کے ساتھ تخت شاہی پر متمکن ہے۔ ہر جانب موت کا

سکوت طاری ہے۔قیدی کو حاضر کئے جانے کا حکم دیا جاتا ہے۔سعید بن جبیر پابہ زنجیر حجاج کے روبرو پیش کئے جاتے ہیں)

حجاج: تیرا کیا نام ہے؟

سعید: میرا نام سعید ہے۔

حجاج تیرے باپ کا کیا نام ہے؟

سعید: جبیر۔

(سعید کے معنی نیک بخت کے ہیں اور جبیر کے معنی اصطلاحاً اصلاح یافتہ چیز کے۔

حجاج نے ناموں کے اس حسین ربط کو ناگواری کے ساتھ محسوس کیا)

حجاج (چیں بجبیں ہو کر) تو شقی بن کسیر ہے (شقی کے معنی بدبخت کے ہیں اور کسیر کے معنی شکستہ چیز کے)

سعید: میری ماں میرے نام کو تجھ سے بہتر جانتی تھی۔

حجاج: تو اور تیری ماں دونوں بدبخت ہیں۔

سعید: علام الغیوب تیرے علاوہ کوئی اور ہی ہے۔

حجاج: دیکھ اب تجھے کس طرح موت کے گھاٹ اتارا جاتا ہے۔

سعید: تو پھر میری ماں نے میرا نام ٹھیک ہی رکھا ہے۔

حجاج: اب اس زندگی کے بدلے تجھے جہنم رسید کیا جائے گا۔

سعید: اگر میں تیرا اقتدار یہاں تک سمجھتا تو تجھے معبود بنالیتا۔

حجاج: حضور اکرم ﷺ کے متعلق تیرا کیا عقیدہ ہے؟

سعید: وہ اللہ کے رسول اور رحمت کے نبی تھے جو بہترین نصیحت کے ساتھ دنیا میں بھیجے گئے۔

حجاج: خلفاء کے متعلق تو کیا کہتا ہے؟

سعید: ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔میں ان کا محافظ نہیں ہوا۔

حجاج: تیرا خیال ان کے متعلق اچھا ہے یا برا؟

سعید: جس چیز سے میں لاعلم ہوں اور اس کے متعلق کیا کہہ سکتا ہوں۔اپنے حال سے

بھی بے خبر ہوں۔

حجاج: تیرے نزدیک ان میں سب سے زیادہ پسندیدہ کون ہے؟

سعید: جس نے سب سے زیادہ میرے مالک کو راضی کیا۔ (بعض کتابوں میں یہ جواب یوں روایت کیا گیا ہے کہ ان کے احوال بعض کو بعض پر ترجیح دیتے ہیں)

حجاج: تیرے نزدیک سب سے زیادہ (خدا کو) راضی کرنے والا کون تھا؟

سعید: اس کو تو وہی سمجھ سکتا ہے جو دل کے بھید اور رازہائے سربستہ کا جاننے والا ہے۔

حجاج: حضرت علی رضی اللہ عنہ دوزخی ہیں یا جنتی؟

سعید: یہ تو میں دوزخ یا جنت دیکھ کر ہی بتا سکتا ہوں۔

حجاج: قیامت کے دن میں کیسا آدمی ہوں گا؟

سعید: میں خود کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ غیب پر مطلع کیا جاؤں۔

حجاج: کیا تیرا ارادہ مجھ سے سچ بولنے کا نہیں ہے؟

سعید: میں نے اب تک کوئی بات جھوٹ نہیں کہی۔

حجاج: تو کبھی ہنستا کیوں نہیں؟

سعید: میں کوئی بات ہنسنے کی دیکھتا ہی نہیں، اور وہ شخص کیا ہنس سکتا ہے جو دنیا کے فتنوں میں شب و روز دوچار رہتا ہو اور قیامت کے دن اسے (جواب دہی کے لئے) پیش ہونا ہو۔

حجاج: مگر میں تو ہنستا ہوں۔

سعید: اللہ نے ایسے ہی مختلف طریقوں سے ہم کو بنایا ہے۔

حجاج: میں اب تجھے قتل کر دوں گا۔

سعید: میری موت کا مسبب (یعنی خدا تعالیٰ) اپنے کام سے (پہلے ہی) فارغ ہو چکا ہے۔

حجاج: اللہ کے نزدیک میں تجھ سے زیادہ محبوب ہوں؟

سعید: علام الغیوب صرف خدا ہے۔ جس کو اپنا مرتبہ معلوم ہو وہ اللہ پر ایسی جرأت نہیں کر سکتا۔

حجاج: میں تو ایسی جرأت کر سکتا ہوں۔ اس لئے کہ مجھے جماعت کے بادشاہ کی حمایت

حاصل ہے اور تجھے باغیوں کی جماعت کی۔
سعید: میں بھی خود کو جماعت سے علیحدہ نہیں سمجھتا لیکن میں فتنہ پردازی پسند نہیں کرتا اور یہ بھی جانتا ہوں کہ تقدیری امور نہیں ٹل سکتے۔
حجاج: ہم جو کچھ امیر المومنین کے لئے جمع کر رہے ہیں اس کے متعلق تیرا کیا خیال ہے؟
سعید: میں نہیں جانتا کہ تو کیا جمع کر رہا ہے۔ (حجاج نے سونا چاندی اور لباس فاخرہ منگا کر ان کو دکھلائے)
سعید: یہ سب اچھی چیزیں ہیں، اگر اپنی حدود کے مطابق ہوں۔
حجاج: اور وہ شرائط کیا ہیں؟
سعید: یہ کہ تو ان سے ایسی چیزیں خریدے جن سے سخت حیرانی و پریشانی کے روز امن حاصل ہو سکے جبکہ ہر دودھ پلانے والی ماں اپنے دودھ پیتے بچے تک کو فراموش کر دے گی جبکہ حمل گر جائیں گے اور آدمی کو اچھے عمل کے علاوہ کوئی بھی چیز کام نہ دے گی۔
حجاج: ہم نے جو کچھ جمع کیا یہ اچھی چیزیں نہیں ہیں؟
سعید: ان کو تو نے جمع کیا ہے تو خود تو ہی بہتر سمجھ سکتا ہے۔
حجاج: کیا تجھے ان میں سے اپنے لئے کوئی چیز پسند ہے؟
سعید: میں اسی چیز کو پسند کرتا ہوں جس کو میرا خدا میرے لئے پسند کرے۔
حجاج: تیرے لئے ہلاکت ہو۔
سعید: ہلاکت اسی کے لئے ہے جس کو جنت سے ہٹا کر جہنم میں ڈال دیا گیا ہو۔
حجاج: (زچ ہو کر) بتا تجھے کس طرح قتل ہونا پسند ہے؟
سعید: جس طرح تجھے اپنے لئے پسند ہو۔
حجاج: کیا میں تجھے معاف کر دوں؟
سعید: معافی تو صرف اللہ کے یہاں کی معافی ہے۔ تیری معافی کوئی چیز نہیں۔
(اب حجاج کی آتش غیض و غضب پورے عروج پر پہنچ گئی چنانچہ وہ جلاد کو حکم دیتا ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ جب وہ قتل کے لئے باہر لائے گئے تو ہنس پڑے اس سے حجاج کو

مطلع کیا گیا اس نے ان کو پھر طلب کیا)

حجاج: تو کیوں ہنسا؟

سعید: اللہ کے سامنے تیری جرأت اور تیرے لئے اس کے حلم کا خیال کر کے۔

حجاج: میں اس کو قتل کر رہا ہوں جس نے مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ پیدا کیا۔

(حجاج نے جلاد کو حکم دیا کہ اس کی گردن ہمارے سامنے اڑائی جائے۔ سعید نے دو رکعت نماز کی خواہش کی جو منظور کر لی گئی۔ نماز سے فارغ ہو کر وہ قبلہ رخ ہوئے اور یہ پڑھا۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۔

(ترجمہ: میں نے اپنا منہ اس پاک ذات کی طرف کیا جس نے آسمان و زمین بنائے اور میں سب طرف سے منہ موڑ کر ادھر متوجہ ہوا اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں)

حجاج: اس کا منہ قبلہ کی جانب سے پھیر دو اور نصاریٰ کے قبلہ کی طرف کر دو۔ انہوں نے بھی اپنے دین میں تفرقہ اور اختلاف پیدا کیا ہے۔

(چنانچہ حکم کی فوراً تعمیل کر دی گئی)

سعید: فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ الکافی بالسرائر

(جدھر بھی تم منہ پھیرو ادھر خدا ہی ہے جو بھیدوں کا جاننے والا ہے)

حجاج: اس کو زمین پر الٹا لٹا دو۔ ہم تو ظاہر پر عمل کے ذمہ دار ہیں۔

سعید: مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰی (ہم نے زمین سے ہی تم کو پیدا کیا اور اس میں تم کو لوٹائیں گے اور اسی سے پھر دوبارہ اٹھائیں گے)

حجاج: (غضبناک ہو کر) اس کو قتل کر ڈالو!

سعید: میں تجھے ہی اس بات کا گواہ بناتا ہوں: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ (یہ چیز مجھ سے لو اس کی حفاظت کرنا میں جب قیامت کے روز تجھ سے ملوں گا تو لے لوں گا) (اس کے بعد ان کو شہید کر دیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ

وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

قتل کے بعد آپ کے جسم سے اس قدر خون جاری ہوا کہ حجاج نے آج تک کسی مقتول کے جسم سے اتنا خون نکلتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ جس سے وہ متعجب ہوا۔ اس نے اپنے طبیب خاص کو طلب کر کے وجہ دریافت کی۔ اس نے بتایا کہ ان کا قلب نہایت مطمئن تھا ان کے دل میں اپنے قتل ہونے کا ذرا سا بھی خوف نہیں تھا جس کی وجہ سے ان کا خون اپنی مقدار پر بحالہ قائم رہا۔ بخلاف دوسرے لوگوں کے ان کا خون موت سے پہلے ہی خشک ہو جاتا ہے۔ (علماء سلف' کتاب الامامۃ السیاسۃ)

ایک نہایت ہی ضروری بحث

بہت دفعہ غصے میں یا مذاق ہی مذاق میں کچھ لوگ علماء کرام کے بارے ایسے ایسے الفاظ بول دیتے ہیں جو درحقیقت کفریہ کلمات ہوتے ہیں ان کی نشاندہی بہت ضروری ہے نہ صرف ان کی بلکہ ان کے ساتھ روزمرہ بولے جانے والے بعض ایسے ہی دوسرے الفاظ جو بندہ بیماری' پریشانی' فوتگی اور تنگ دستی یا اشتعال کی حالت میں یا صدمے سے نڈھال ہونے کی صورت میں بول دیتا ہے اور پھر اپنے آپ کو مسلمان بھی سمجھتا رہتا ہے پھر عبادت و دعا کر کر کے یہ بھی کہتا ہے کہ اتنی عبادت کرتا ہوں دعا کیوں نہیں قبول ہوتی؟ دعا کیسے قبول ہو ایمان ہی نہیں جو عبادت و دعا کی اصل ہے مثلاً اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرنا نعوذ باللہ اس کو ظالم کہہ دینا یا اس کو محتاج' ضرورت مند یا عاجز سمجھ لینا یہ سب کفر کے زمرے میں آتا ہے اگر کوئی شخص بلا اکراہ شرعی بقائی ہوش و حواس کفر بک لیتا ہے تو نہ صرف وہ بلکہ ان الفاظ کے معانی سمجھنے کے باوجود اس کی ہاں میں ہاں ملانے والا' اس کی تائید میں سر ہلانے والا' بھی کافر ہو جاتا ہے۔ نکاح ٹوٹ جاتا ہے بیعت ختم ہو جاتی ہے ساری زندگی کے نیک عمل ضائع ہو جاتے ہیں اگر حج کیا تھا تو وہ بھی گیا' دوبارہ استطاعت ہو گی تو حج فرض ادا کرے گا۔ الغرض یہ ایک انتہائی خطرناک صورتحال ہے جس سے اس دور میں اکثر لوگوں کو دوچار دیکھا گیا ہے علماء کرام نے ایسے لوگوں کے ایمان کو ضائع ہونے سے بچانے کیلئے ان کے ساتھ خیر خواہی کرتے ہوئے فقہ کی بڑی بڑی کتابوں سے بڑی محنت کے ساتھ عام فہم انداز میں کتابچوں اور اشتہاروں کی شکل میں بہت سارے کفریہ کلمات کی نشاندہی کر کے اپنا فرض

منصبی ادا کر دیا ہے بعض لوگ علماء کی اس سعی مشکور کو بھی تنگ نظری پہ محمول کرتے ہیں ایسے ایمان کے دشمنوں کیلئے ہدایت کی دعا ہی کی جاسکتی ہے (اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ) یہاں پر صرف چند کفریہ کلمات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ موضوع کی مناسبت سے پہلے علم اور علماء کے متعلق بولے جانے والے چند کفریہ کلمات ملاحظہ فرمائیں۔

علم اور علماء کے متعلق کلمات کفریہ

جو کسی عالم سے بغیر کسی عذر (شرعی وجہ) کے اس سے بغض اور دشمنی رکھے اس اعتبار سے کہ وہ عالم ہے ایسے شخص پر کفر کا خوف ہے اگر بغیر کسی عذر اور سبب کے کسی عالم یا فقیہ کو بدزبانی سے اور طعن و تشنیع سے یاد کیا تو اس پر کفر کا خوف ہے اگر کسی شخص مصلح یا عالم کے حق میں کہا کہ اس کا دیکھنا میرے نزدیک ایسا ہے جیسے سور کا دیکھنا ہے تو اس پر کفر کا خوف ہے۔ ایک شخص ایک اونچی جگہ یا کسی نیچی جگہ بیٹھ جاتا ہے۔ دوسرے لوگ اس سے بطور ٹھٹھا اور مذاق کے مسئلہ پوچھتے ہیں پھر اس کو تکیوں سے مارتے ہیں اور یہ سب ہنستے ہیں تو یہ سب کافر ہو جائیں گے اگر ایک فقیہ علم کی کوئی بات یا کوئی حدیث صحیح بیان کرتا ہے۔ یہ سن کر دوسرے شخص نے کہا کہ یہ کچھ نہیں اور اس کی بات اور حدیث کو رد کر دیا۔ یا کہا یہ بات کس کام آئے گی۔ روپیہ چاہیے کہ آج کل لوگوں کی عزت ہی روپیہ ہے یہ علم کس کے کام آتا ہے وہ کافر ہے اگر کسی عورت نے اپنے خاوند عالم کے متعلق کہا کہ میرے شوہر عالم پر لعنت ہے تو وہ کافر ہو جائے گی۔ ایک شخص نے کہا کہ دینی طالبعلم فرشتوں کے پروں پر چلتے ہیں اس شخص نے کہا کہ یہ تو جھوٹ ہے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ ایک شخص نے کسی دوسرے سے کہا کہ اس واقعہ میں حکم شرع اس طرح ہے اس کے جواب میں دوسرے شخص نے کہا کہ میں تو رسم و رواج پر چلوں گا میں شرع کو کیا کروں تو ایسا آدمی کافر ہو جائے گا۔ خاوند نے بیوی کو کہا شریعت کے مطابق کام کیا کر بیوی نے کہا اپنی شریعت کو جہنم میں ڈال مجھے تو مغربی تہذیب و تمدن چاہیے تو وہ عورت کافرہ ہو جائے گی۔ ایک عورت کا ذریعہ معاش گانا بجانا اور ناچنا تھا اس کے خاوند نے کہا کہ شریعت میں ناچنا اور گانا بجانا منع ہیں۔ اس کے جواب میں عورت نے کہا کہ تو شریعت کو جیب میں ڈال میں تو یہی کام کروں گی جو کرتی ہوں تو اس جملہ سے وہ عورت کافرہ ہو جائے گی۔ ایک شخص کے سامنے کئی اماموں کا فتویٰ پیش کیا اس نے رد کر دیا اور کہا یہ کیا

مفتیوں نے تماشہ بنا رکھا ہے اپنی مرضی سے فتویٰ دیتے ہیں تو ایسا آدمی کافر ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر اس نے زبان سے کچھ نہ کہا فقط فتویٰ زمین پر ڈال دیا اور کہا یہ کیا شرع ہے تو اس صورت میں وہ کافر ہو جائے گا۔ ایک شخص نے کسی عالم کے پاس ایک مسئلہ پیش کیا کہ اس سے میری بیوی کو طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں کہ اس عالم نے فتویٰ دیا کہ ہو گئی ہے اور فتویٰ پوچھنے والے نے کہا کہ میں طلاق ولاق کیا جانوں بچوں کی ماں میرے گھر میں رہنی چاہیے تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا۔ ایک آدمی نے اپنی شادی پر گانے بجانے اور ناچنے کا انتظام کیا اس کے بھائی نے کہا یہ کام شریعت میں منع ہیں۔ اس نے جواب میں یہ کہا کہ میں شرع ورع کو نہیں جانتا ہم تو رسم ورواج پر ہی چلیں گے تو ایسا آدمی ایمان سے خارج ہو جائے گا۔

(فصول عمادیہ' خلاصۃ الفتاویٰ)

ایمان اور اسلام کے متعلق کلمات کفریہ

جس شخص نے اپنے ایمان میں شک کیا اور کہا کہ میں ایماندار ہوں انشاء اللہ تو وہ کافر ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ ج ۲ ص ۲۵۷' شرح الفقہ الاکبر لملاعلی قاری) جس شخص نے قرآن حکیم (کلام اللہ جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے) کے بارے میں کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے جیسے دوسری چیزیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں تو وہ کافر ہے۔ جس شخص نے اعتقاد کیا کہ ایمان اور کفر ایک ہے تو وہ کافر ہے جو شخص ایمان سے راضی نہ ہوا تو وہ کافر ہے۔ جو شخص اپنی ذات کے کفر پر راضی ہوا تو کفر کا حکم دیا جائے گا۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ بھائی میں مسلمان ہوں اور دوسرے آدمی نے یہ سن کر کہا تجھ پر اور تیری مسلمانی پر لعنت ہے ایسا کہنے والا کافر ہو جائے گا ایک آدمی نے مستقبل میں اپنے کافر ہونے کی دل میں نیت کی یا تمنا کی اگرچہ زبان سے کسی چیز کا تلفظ نہیں کیا تو وہ اسی وقت فوراً کافر ہو جائے گا کیونکہ تصدیق اور ایمان کی جگہ دل ہے جب اس کی نیت ہو گئی کافر ہونے کی تو وہ فوراً کافر ہو جائے گا۔ (شرح الفقہ الاکبر لملاعلی قاری' فتاویٰ ہندیہ)

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات سے متعلق کلمات کفریہ

اگر کوئی آدمی مر گیا دوسرے آدمی نے مرنے والے کے بارے میں یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی ضرورت تھی تو کہنے والا کافر ہو جائے گا اگر ایک آدمی سے کوئی دوسرا آدمی جھگڑا کر رہا تھا اس نے جھگڑا کرنے والے آدمی سے کہا کہ میں تیرے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکم کے

مطابق کام کرتا ہوں۔ اس کے جواب میں اس جھگڑا کرنے والے آدمی نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم کو نہیں جانتا یا کہا کہ یہاں حکم نہیں چلتا یا کہا یہاں شیطان حکم کرتا ہے ان سب جملوں کے کہنے والا کافر ہو جائے گا اگر ایک شخص نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی جگہ خالی نہیں ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا کیونکہ اس جملہ سے اللہ تعالیٰ کیلئے مکان ثابت ہو جائے گا جو کہ کفر ہے اگر ایک شخص نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے اور اس شخص کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مکان آسمان ہے جہاں وہ رہتا ہے تو وہ شخص کافر ہو جائے گا اور اس شخص کی اس کلمہ سے کوئی بھی نیت نہ ہو تو اکثر کے نزدیک کافر ہو جائے گا اور یہی زیادہ صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اگر کسی شخص نے کہا میرا خدا آسمان پر ہے اور زمین پر فلاں ہے تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا۔ اگر کسی آدمی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ظالم ہے تو وہ آدمی کافر ہو گیا اگر ایک آدمی نے کہا کہ کاش (اس نے تمنا کی) اگر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن انصاف کیا تو میں تجھ سے اپنا انصاف ضرور پاؤں گا تو اس سے وہ آدمی کافر ہو جائے گا۔ اگر کسی آدمی نے کہا کہ نہ یہاں اللہ ہے اور نہ رسول تو وہ شخص کافر ہو جائے گا۔ اگر ایک آدمی نے کسی کاروباری آدمی سے کہا جھوٹ مت بول اس کے جواب میں اس نے کہا اگر جھوٹ نہ بولیں تو بھوکے مریں یا جھوٹ نہ بولیں تو کاروبار نہیں چلتا تو وہ آدمی کافر ہو جائے گا۔ اگر ایک آدمی نے کسی سے کہا اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر اس دوسرے آدمی نے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی رضا نہیں چاہیے یا کسی شخص نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے بہشت میں داخل کر دے گا تو میں بہشت کو تباہ کر دوں گا یا کسی آدمی سے کہا گیا کہ تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی مت کر ورنہ اللہ تعالیٰ تجھے دوزخ میں ڈال دے گا اس کے جواب میں اس شخص نے کہا کہ میں دوزخ سے نہیں ڈرتا یا ایک شخص سے کہا گیا کہ تو بہت کھایا نہ کر کہ خدا تجھے دوست نہ رکھے گا پس اس نے کہا میں تو کھاؤں گا خواہ مجھے دوست رکھے یا دشمن رکھے تو ان سب صورتوں میں یہ لوگ کافر ہو جائیں گے۔ ایک شخص سے کہا گیا کہ گناہ مت کر اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہے اس شخص نے اس کے جواب میں کہا کہ میں عذاب کو ایک ہاتھ سے اٹھا لوں گا تو وہ شخص کافر ہو جائے گا۔ ایک آدمی نے دوسرے کو کہا کہ اگر تو دونوں جہانوں کا خدا ہو جائے گا تو پھر بھی میں تجھ سے اپنا حق لے لوں گا تو ایسا جملہ کہنے والا آدمی کافر ہو جائے گا۔ ایک آدمی نے

جھوٹ بولا دوسرے نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تیرے جھوٹ میں برکت دے تو ایسا آدمی کافر ہو جائے گا۔ ایک آدمی نے دوسرے کو کہا کہ فلاں آدمی تیرے ساتھ سیدھا نہیں چلتا اس دوسرے آدمی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ سیدھا نہ چلے تو یہ جملہ کہنے والا کافر ہو جائے گا۔ ایک شخص نے کہا کہ اللہ تعالیٰ زر (سونے) کو دوست رکھتا ہے اس لئے مجھے نہیں دیا اور اس جملہ کے بولنے سے اس کی غرض یہ ہے کہ العیاذ باللہ اللہ تعالیٰ مجھ سے بخیلی کرتا ہے تو یہ جملہ کہنے والا کافر ہو جائے گا۔ کسی نے کہا کہ خدا کیا کر سکتا ہے؟ کچھ اور نہیں کر سکتا سوائے دوزخ کے تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا۔ اگر ایک شخص نے کسی ایسے جانور کو جو انتہائی بدصورت تھا دیکھ کر کہا کہ اے خدا کوئی اور کام نہیں رہ گیا تھا کہ تو نے اس کو پیدا کیا وہ شخص کافر ہو جائے گا۔ ایک فقیر آدمی نے اپنی غربت اور محتاجی کے وقت کہا کہ اے اللہ فلاں بھی بندہ ہے کہ اسے تو نے کتنا مال دیا ہے میں بھی بندہ ہوں کہ اپنے رنج اور مشقت میں گرفتار ہوں بھلا یہ بھی کچھ عدل ہے تو ایسا آدمی کافر ہو جائے گا۔ ایک آدمی نے کہا کہ اے اللہ تعالیٰ فلاں کو تو نے مال دیا میرے لئے تیرے پاس کچھ بھی نہیں ہے؟ ایسا شخص کافر ہو جائے۔ ایک آدمی نے کسی دوسرے سے کہا کہ خدا سے ڈر اس نے کہا کہ خدا کہاں ہے تو ایسا آدمی کافر ہو جائے گا۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو کہا کہ تیری باتوں کا خدا جواب نہیں دے سکتا میں کس طرح دے سکتا ہوں یا تیرا مقابلہ خدا نہیں کر سکتا میں تیرا مقابلہ کس طرح کر سکتا ہوں خدا تیرے لئے کافی نہیں ہے میں تیرے لئے کس طرح کافی ہوں گا تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا۔ اگر کوئی آدمی یہ کہے کہ کوئی مکان کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں ذات خدا موجود نہ ہو ایسا شخص کافر ہو جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے جگہ ثابت کرتا ہے۔ (فتاویٰ تاتارخانیہ طریقہ محمدیہ الحدیقۃ الندیہ فتاویٰ عالمگیری وغیرہ بحوالہ فتاویٰ رضویہ) اگر کسی شخص نے ایسے آدمی کو کہا کہ جو بہت باتیں کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ تیری زبان کا مقابلہ نہیں کر سکتا تو میں کس طرح کر سکتا ہوں تو ایسے جملہ کا قائل کافر ہو جائے گا۔ کسی شخص سے کہا گیا کہ تو اپنی عورت پر قدرت نہیں رکھتا یعنی عورت کو کنٹرول میں نہیں رکھتا تو اس کے جواب میں اس نے کہا اللہ تعالیٰ عورت پر قدرت نہیں رکھتا تو میں کس طرح قدرت رکھ سکتا ہوں تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا۔

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے متعلق کلمات کفریہ

اگر کوئی شخص حضور سید عالم ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا انکار کرتا ہے تو وہ کافر ہے۔ جس شخص نے انبیاء کرام علیہم السلام میں سے ایک نبی کی بھی تکذیب کی یا کسی کی تنقیص کی وہ کافر ہو گیا۔ جس شخص نے اپنے دل میں کسی نبی کا بغض رکھا تو وہ کافر ہے۔ اگر کسی شخص نے کہا کہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ حضور سید عالم ﷺ آدمی تھے یا جن؟ تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا اگر کسی شخص نے کہا حضور علیہ السلام حقیر درویش تھے آپ کا کپڑا مبارک پیپ بھرا تھا تو وہ شخص کافر ہو جائے گا یہی زیادہ صحیح ہے۔ کسی شخص کو مجبور کیا گیا کہ حضور سید عالم ﷺ کو گالی دے اور برا کہے تو اس نے (العیاذ باللہ) حضور علیہ السلام کو گالی دی تو اس صورت میں وہ کافر ہو جائے گا۔ اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ کاش کہ اگر آدم علیہ السلام گندم نہ کھاتے تو ہم لوگ بدبخت نہ ہوتے ایسا شخص کافر ہو جائے گا۔ اگر کسی شخص نے دل میں عداوت رکھتے ہوئے کسی نبی کے بارے میں یہ تمنا کی کہ کاش یہ نبی نہ ہوتا تو وہ کافر ہو جائے گا۔ ایک شخص نے دوسرے کو کہا کہ حضور سید عالم ﷺ لمبے کدو شریف کو پسند فرمایا کرتے تھے دوسرے نے کہا میں اس کو پسند نہیں کرتا تو یہ آدمی کافر ہو جائے گا۔ ایک نے دوسرے کو کہا کہ حضور علیہ السلام جب کھانا کھاتے تھے تو اپنی تین انگلیاں چاٹ لیتے تھے دوسرے نے کہا کہ یہ بے ادبی ہے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ ایک آدمی نے اپنے غلام کو مارا دوسرے نے اس کو کہا کہ مت مار اس نے جواب دیا کہ اگر حضور سید عالم ﷺ فرمائیں کہ مت مار تو بھی نہ چھوڑوں گا یا کہا کہ اگر آسمان سے آواز آئے کہ مت مار تو بھی ماروں گا تو اس پر کفر لازم ہے۔ اگر ایک شخص نے کہا کہ حضور علیہ السلام کے کپڑے گندے یا میلے تھے یا حضور علیہ السلام کے بال گندے ہونے کی وجہ سے جوئیں پڑ گئی تھیں یا حضور علیہ السلام کی جوتی گندی تھی یا آپ کے ناخن بڑے بڑے تھے یہ کلمات کفریہ ہیں۔ ایک نے دوسرے کو کہا حضرت سیدنا آدم علیہ السلام نے کپڑا بنا ہے لہٰذا ہم سب جولاہے کی اولاد ہوئے تو یہ کفر ہے۔ جناب ابوالحسن قابسی نے ایک شخص کے بارے میں جس نے حضور علیہ السلام کو بوجھ اٹھانے والا یا ابوطالب کا یتیم کہا تھا قتل کرنے کا فتویٰ دیا تھا۔ اگر کسی آدمی نے کہا کہ میں نبی ہوں یا تیرا نبی ہوں تو وہ کافر ہو جائے گا۔ ایک شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا موقع پر گواہ موجود نہ تھے اس نے کہا کہ خدا اور

اس کے رسول کو میں نے گواہ کیا تو وہ کافر ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ جتنے رسول آئے ہیں سو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو مانو اور اس کے سوا کسی اور کو نہ مانو تو ایسا آدمی کافر ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزار گرا دینے کے لائق ہے اگر میں اس کے گرا دینے پر قادر ہو گیا تو گرا دوں گا ایسے آدمی کا کفر بھی واضح ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میری لاٹھی محمد سے بہتر ہے کیونکہ اس سے سانپ مارنے کا کام لیا جا سکتا ہے اور محمد مر گئے ہیں ان سے کوئی نفع باقی نہ رہا ایسا آدمی کافر ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص یہ کہے غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول اللہ ﷺ کو ہے ایسا علم زید و عمرو بچوں اور پاگلوں کو بلکہ تمام جانوروں کو ہے۔ رسول کی تخصیص نہیں تو ایسا آدمی کافر ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو آخری نبی سمجھنا عوام کا خیال ہے اہل علم کا نہیں تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص یہ کہے حضور نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو جائے تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا تو ایسا شخص کافر و مرتد ہے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ شیطان اور ملک الموت کو تمام روئے زمین کا علم ہے اور حضور علیہ السلام کے علم سے زیادہ ہے تو ایسا شخص کافر ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ نماز میں حضور علیہ السلام کا خیال گدھے اور بیل کے خیال میں ڈوبنے سے برا ہے ایسا شخص کافر و مرتد ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ سب انبیاء اولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں تو ایسا آدمی کافر و مرتد ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حضور علیہ السلام کی تعظیم بڑے بھائی کی سی کیجئے تو ایسا آدمی کافر ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حضور علیہ السلام نے اردو زبان کا علم کسی آدمی سے سیکھا تو ایسا آدمی کافر ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص یہ کہے رسول اللہ ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں ہے تو وہ شخص کافر ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اللہ صاحب نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی ہے تو ایسا شخص ایمان سے خارج ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جو کچھ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں ہو ان کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ ہی نبی کو ولی کو اپنا حال نہ دوسرے کا تو ایسا شخص کافر ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جو کہ اللہ کی شان ہے اس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں سو اس میں اللہ کے ساتھ کسی کو نہ

ملائے مثلاً کوئی شخص کہے فلانے درخت میں کتنے پتے ہیں یا آسمان میں کتنے تارے ہیں تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے کہ اللہ اور اس کا رسول جانے کیونکہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ' فتاویٰ عالمگیریہ' فصول عمادیہ' خلاصۃ الفتاویٰ' فتاویٰ قاضی خان' فتاویٰ تاتارخانیہ)

نماز' روزہ اور زکوٰۃ کے متعلق کلمات کفریہ

اگر کسی سے کہا گیا کہ نماز پڑھ دوسرے شخص نے یہ سن کر کہا کہ احمق ہو جو نماز پڑھے اور اپنے اوپر مفت کا کام زیادہ کرے یا اس نے کہا مدت ہوئی ہے کہ میں نے یہ بیکار کام نہیں کیا یا کہا کہ یہ کام کون آخر تک پورا کر سکتا ہے یا کہا کہ عقل مند کو ایسے کام میں نہیں پڑھنا چاہیے جس کو آخر تک پورا نہ کر سکے یا کہا کہ اور لوگ میرے واسطے نماز پڑھ لیں گے یا کہا کہ نماز پڑھتا ہوں تو کچھ سرفرازی اور عزت نہیں ملتی یا کہا کہ نماز پڑھتا ہوں تو کافی نقصان ہوتا ہے یا کہا کہ نماز پڑھتا ہوں تو بھوکا مرتا ہوں یا کہا کہ نماز پڑھی تو ایک سال بیٹا مر گیا اور دوسرے سال بیٹی مر گئی اور تیسرے سال بیوی مر گئی اب نماز پڑھ کے اور کیا لینا ہے؟ یا کہا کہ نماز کس کی پڑھوں میرے ماں باپ تو مر چکے ہیں یا کہا کہ نماز پڑھنا نہ پڑھنا دونوں برابر ہیں یا کہا کہ اتنی نماز پڑھی اتنی نماز پڑھی کہ اب میرا دل نماز سے اکتا گیا ہے۔ ان سب صورتوں میں کافر ہو جائے گا۔ ایک آدمی نے دوسرے سے کہا کہ فلاں حاجت اور فلاں کام کیلئے نمازیں پڑھیں دوسرے آدمی نے کہا کہ میں نے بہت نمازیں پڑھیں میری کوئی حاجت اور کام پورا نہیں ہوا یہ جملہ نماز کو ہلکا جاننے اور طنز کے طور پر کہا تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا۔ ایک خطیب نے جماعت کے بارے میں درس دیا کہ عاقل بالغ پر جماعت واجب ہے بلا عذر ایک بار چھوڑنے والا گنہگار اور مستحق سزا ہے اور کئی بار ترک کرنے والا فاسق مردود الشہادت (قابل شہادت نہیں) اور اس کو سخت سزا دی جائے اگر پڑوسیوں نے سکوت کیا تو وہ بھی بڑے گنہگار ہوئے۔ اس مسجد کی انتظامیہ کے لوگ جماعت کے تارک تھے انہوں نے اس خطیب کو کہا کہ ایسا ظالمانہ درس نہ دیا کرو اگر درس کا ایسا سلسلہ چلتا رہا تو مسجد خالی ہو جائے گی تو ایسا جملہ کہنے والے لوگ ایمان سے خارج ہو جائیں گے۔ اگر کسی شخص نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے مال میں نقصان کر دیا لہٰذا میں اس کے حق میں نقصان کروں گا تو یہ کفر ہے۔ اگر ایک شخص صرف

رمضان مبارک میں نماز پڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ یہی بہت ہیں یا کہتا ہے کہ صرف رمضان کی نماز پڑھی ہوئی تمام سال کیلئے ہوتی ہے کیونکہ رمضان کی ہر نماز ستر نمازوں کے برابر ہے تو ایسا آدمی کافر ہو جائے گا۔ اگر کسی شخص نے قصداً بغیر وضو اور طہارت کے یا پلید کپڑوں سے نماز پڑھی تو وہ شخص کافر ہو جائے گا۔ ایک شخص نے اذان دی دوسرے شخص نے انکار کے طور پر اسے کہا یہ کیا شور وغل مچا رکھا ہے یہ کفر ہے۔ اگر کسی شخص نے اذان سن کر کہا یہ گھنٹے اور گھڑیال کی آواز ہے تو کافر ہو جائے گا۔ کسی شخص نے کہا کہ زکوٰۃ ادا کر اس نے کہا کہ میں نہیں ادا کروں گا تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا۔ اگر کسی شخص نے کہا کہ کاش کہ رمضان کے روزے فرض نہ ہوتے اور ہم بھوکے نہ مرتے تو کافر ہو جائے گا۔ ایک شخص نے رمضان شریف کے آنے پر کہا کہ بھاری مہینہ آ گیا ہے یا کہا کہ وہ مہمان آیا ہے جو بوجھ بن جاتا ہے تو کافر ہو جائے گا۔

(فتاویٰ تاتارخانیہ' فتاویٰ عالمگیریہ)

اقرار بالکفر کے متعلق کلمات کفریہ

اگر کسی سے کہا گیا کہ کیا تو مسلمان نہیں ہے اس نے کہا نہیں تو وہ کافر ہو جائے گا اگر عورت نے شوہر کو کہا اے کافر اے یہودی اے مجوسی تو اس کے جواب میں شوہر نے کہا کہ میں ایسا ہی ہوں تو مجھ سے الگ ہو یا کہا کہ اگر میں ایسا نہ ہوتا تو تجھے نہ رکھتا تو وہ کافر ہو جائے گا۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ اے کافر اے یہودی اے مجوسی پس اس نے اس کے جواب میں کہا لبیک یعنی جی ہاں تو وہ کافر ہو جائے گا اس طرح اگر کہا ایسا ہی جان لے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ اگر کسی مسلمان نے کہا کہ میں ملحد ہوں یعنی بے دین ہوں تو وہ کافر ہو جائے گا اور اگر اس نے عذر کیا کہ میں نہیں جانتا کہ یہ کفر ہے تو اس کا یہ عذر قبول نہ ہوگا۔ ایک شخص نے کہا کہ میں فرعون ہوں یا ابلیس ہوں تو ایسی صورت میں وہ کافر ہو جائے گا۔ ایک عورت نے اپنے خاوند سے کہا کہ تیرے ساتھ رہنے سے کافر ہونا بہتر ہے تو وہ عورت کافرہ ہو جائے گی۔ اگر کسی عورت نے اپنے شوہر سے کہا اگر تو نے اس کے بعد مجھ پر ظلم کیا یا کسی قسم کی تکلیف دی یا کہا کہ اگر تو نے میرے لئے فلاں چیز نہ خریدی تو میں کافرہ ہو جاؤں گی تو وہ عورت فوراً کافرہ ہو جائے گی۔ اگر کسی کے لئے سجدہ تعظیمی کیا یعنی عبادت کا سجدہ نہیں کیا تو وہ کافر نہیں ہوگا مگر کفر کے قریب ہے۔ ایک کافر مسلمان ہو گیا اور مسلمانوں نے

اس کو چیزیں اور مال ومتاع دیا اس کو دیکھ کر کسی مسلمان نے کہا کاش میں کافر ہوتا تا کہ مسلمان ہو جاتا اور لوگ مجھے بھی چیزیں دیتے یا اس نے دل میں کافر ہونے کی تمنا کی تو وہ کافر ہو جائے گا۔ اگر ایک آدمی نے تمنا کی کہ کاش اللہ تعالیٰ نے شراب حرام نہ کی ہوتی اس کو کافر نہ کہا جائے گا اور اگر یہ تمنا کی کہ کاش اللہ تعالیٰ نے ظلم یا زنا کاری یا ناحق قتل کر دینا حرام نہ کیا ہوتا وہ کافر ہو جائے گا۔ اگر کسی مسلمان نے کسی نصرانیہ خوبصورت کو دیکھ کر تمنا کی کہ کاش میں بھی نصرانی ہوتا تا کہ اس سے نکاح کر لیتا تو وہ کافر ہو جائے گا۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ حق کے ساتھ میری مدد کریں۔ دوسرے شخص نے کہا کہ حق کے ساتھ تو ہر کوئی مدد کرتا ہے میں ناحق کے ساتھ تیری مدد کروں گا تو وہ شخص کافر ہو جائے گا۔ اگر نجومی نے کہا تیری بیوی کا پیٹ خالی ہے اس نے اسی کے قول کا اعتقاد کیا تو وہ کافر ہو جائے گا۔ اگر کسی نجومی نے کہا کہ تیرا کاروبار تیرے کسی رشتہ دار نے بند کیا ہوا ہے لہٰذا تجھے اب نقصان ہی نقصان ہوگا تو اس نے اس نجومی کی بات پر اعتقاد کر لیا تو وہ کافر ہوا۔ ایک شخص نے کسی نجومی سے کہا کہ میری چوری ہو گئی ہے تو آپ بتائیں کہ میری چوری کس نے کی ہے اس نجومی نے کہا کہ فلاں آدمی نے کی ہے تو اس نے اس نجومی کی بات پر اعتقاد کر لیا تو وہ کافر ہو جائے گا۔ ایک شخص کسی نجومی کے پاس گیا اور اسے جا کر کہا کہ میری بھینس رات کو تندرست کھڑی ہوئی تھی صبح دیکھا تو مری ہوئی ہے۔ نجومی نے کہا کہ فلاں رشتہ دار نے بھینس کو زہر دے کر مارا ہے تو اس نے نجومی کی بات پر اعتقاد کر لیا تو وہ کافر ہو جائے گا۔

(فتاویٰ قاضی خان، فتاویٰ تاتارخانیہ، فصول عمادیہ، فتاویٰ سراجیہ)

احوال قیامت اور روز قیامت سے متعلق کلمات کفریہ

اگر کسی شخص نے قبر کے عذاب کا انکار کیا تو وہ کافر ہو جائے گا۔ اگر کسی نے بنی آدم کے حشر اور جمع ہونے کا انکار کیا تو وہ کافر ہو جائے گا۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ گناہ مت کر کہ دوسرا جہاں بھی ہے اس کے جواب میں اس نے کہا کہ اس جہاں کی کس نے خبر دی یا کہا اے جہان مٹھا اگلا کس نے ڈٹھا تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا۔ ایک شخص نے دوسرے پر ظلم کیا مظلوم نے کہا آخر قیامت کا دن موجود ہے ظالم نے کہا وہ کہاں ہے تو ظالم کافر ہو جائے گا۔ اگر کسی شخص نے کہا کہ مجھے محشر سے کیا کام یا کہا کہ میں قیامت سے نہیں ڈرتا تو یہ

شخص کافر ہو جائے گا۔ اگر کسی شخص نے کہا کہ تمام بھلائی اور آرام اس جہاں میں چاہیے اور اس جہاں میں جو ہوگا دیکھ لیں گے تو یہ شخص کافر ہو جائے گا۔ اگر کسی نے کہا کہ میں تیرے ساتھ دوزخ کو جاؤں گا مگر اندر نہ جاؤں گا تو وہ کافر ہو جائے گا۔ اگر کسی آدمی نے یہ کہا جب تک رضوان (جنت کا فرشتہ) کو کچھ رشوت نہ دی جائے گی وہ بہشت کا دروازہ نہیں کھولے گا تو وہ کافر ہو جائے گا۔ اگر ایک شخص سخت بیمار ہو گیا اور ہمیشہ بیمار رہا اس نے اللہ تعالیٰ سے کہا اگر چاہے تو مجھے مسلمان مار اور چاہے تو کافر تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا۔

(فتاویٰ تاتارخانیہ، خلاصۃ الفتاویٰ، فصول عمادیہ، فتاویٰ غیاثیہ)

حرام و حلال اور فاسقوں و فاجروں کے کلام سے متعلق کلمات کفریہ

ایک آدمی کہتا ہے کہ مجھے مال چاہیے حلال ہو یا حرام اس پر کفر کا خوف ہے۔ اگر ایک شخص نے مال حرام میں کسی فقیر کو دے کر ثواب کی امید رکھی وہ کافر ہو جائے گا اور اگر فقیر کو معلوم ہو گیا کہ یہ مال حرام ہے پھر دینے والے کو دعا دی اور دینے والے نے اس کی دعا پر آمین کہا تو فقیر بھی کافر ہو جائے گا۔ ایک شخص سے کہا گیا کہ رزق حلال کھایا کر اس نے کہا میرے نزدیک حرام، حلال سے پسند ہے تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا اور اگر اس کے جواب میں اس نے یوں کہا کہ آج تو دنیا میں کوئی بھی حلال کھانے والا نہیں ہے اگر ایک بھی حلال کھانے والا لے آ تو میں اس کو سجدہ کروں گا پھر بھی یہ شخص کافر ہو جائے گا۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کو کہا کہ حلال کھا اس نے اس کے جواب میں کہا کہ مجھے حرام چاہیے تو وہ شخص کافر ہو جائے گا۔ اگر ایک شخص نے شراب پیتے وقت یا جوا کھیلتے وقت یا کوئی خلاف شرع کام کرتے وقت کہا کہ آؤ کچھ دیر زندگی اچھی کر لیں تو وہ کافر ہو جائے گا۔ ایک شخص کسی صغیرہ گناہ کا مرتکب ہوا اس سے کہا گیا کہ اللہ سے توبہ کر اس نے کہا میں نے کیا کیا ہے جو مجھے توبہ کرنی چاہیے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ اگر کسی شخص نے حرام کھانا کھاتے وقت بسم اللہ کہا تو وہ کافر ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص زنا کرتے وقت یا تاش یا چوسر کھیلتے وقت بسم اللہ کہہ کر شروع کرے تو کافر ہو جائے گا۔ (فصول عمادیہ)

کفر کی تعلیم و تلقین سے متعلق کلمات کفریہ

جائے گا۔ اگرچہ اس نے یہ طنز' مزاح ولعب کیلئے کیا ہو۔ ایک شخص نے دوسرے کی عورت کو یہ کہا کہ فلاں کلمہ کفریہ کہہ کر اپنے خاوند سے علیحدہ ہو جا تو یہ حکم دینے والا کافر ہو جائے گا۔

(فائدہ) امام اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس نے دوسرے کو کافر ہونے کا حکم دیا یہ حکم دینے والا کافر ہو جائے گا خواہ دوسرے آدمی نے جس کو حکم دیا تھا کفر کیا ہو یا نہ۔ جس شخص نے اعتقاد کیا کہ ایمان اور کفر ایک ہے تو وہ کافر ہے جو شخص ایمان سے راضی نہ ہوا تو وہ کافر ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ' ذخیرہ)

کفار کی مشابہت سے متعلق کفریات

اگر کسی شخص نے مجوس کی ٹوپی اپنے سر پر رکھی اور اس کا مقصود بھی مجوس کی مشابہت اور تعظیم ہو تو ایسا شخص صحیح قول کے مطابق کافر ہو جائے گا۔ اگر کسی شخص نے اپنی کمر میں زنار باندھی تو کافر ہو جائے گا۔ اگر ایک شخص مجوسیوں کے نوروز میں نکلا تا کہ لوگ جو اس دن میں کرتے ہیں اس میں ان کے ساتھ موافقت کرے یا بسنت کے دن گڈیاں اڑا کر یا کوئی چیز خرید کر ان کی موافقت کرتا ہے اور اس دن کی تعظیم کی نیت کرتا ہے تو وہ شخص کافر ہو جائے گا۔ اگر کوئی کافروں کے کسی کام کی تعظیم کرتا ہے تو وہ شخص بالاتفاق کافر ہو جائے گا حتیٰ کہ مشائخ نے فرمایا کہ اگر کسی نے کہا کھانا کھاتے وقت مجوس کا خاموش رہنا اور کلام ترک کرنا اچھا ہے یا حالت حیض میں مجوسیوں کا عورت کے ساتھ نہ لیٹنا اچھا ہے تو وہ کافر ہو جائے گا۔

(بحرالرائق' فتاویٰ عالمگیریہ)

صحابہ کرام کے متعلق کلمات کفریہ

اگر کوئی شخص سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو گالی دیتا ہو یا بدزبانی اور طعن و تشنیع سے یاد کرتا ہو اور ان کو لعنت کرتا ہو (نعوذ باللہ) تو وہ کافر ہے۔ جس نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت کا انکار کیا تو صحیح یہ ہے کہ وہ کافر ہو جائے گا۔ جس شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کیا زیادہ صحیح قول کے مطابق وہ کافر ہو جائے گا اگر ایک شخص یہ کہتا ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے غلطی سے وحی بجائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حضور علیہ السلام کو پہنچا دی ایسا کہنے والا کافر ہو جائے گا۔

(فتاویٰ عالمگیریہ)

فرشتوں کے متعلق کلمات کفریہ

ایک آدمی نے دوسرے سے کہا کہ مجھے تیرا دیکھنا یا تیرا آنا اس طرح ہے کہ جس طرح عزرائیل کا آنا دیکھنا ہے یا ایک آدمی کو دیکھ کر کسی نے کہا عزرائیل آ گیا ہے اور یہ جملہ عزرائیل کی دشمنی کی وجہ سے کہا ہے تو کافر ہو جائے گا۔ (فتاویٰ عالمگیریہ)

(علامہ مفتی غلام محمد شرقپوری نے مذکورہ کلمات کفریہ کے علاوہ چند فلمی گانوں کے کئی کفریہ اشعار کی نشاندہی فرمائی ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء ان کو یہاں اس لئے درج نہیں کیا کہ گانا تو ویسے ہی الغناء تبنت النفاق فی القلب کماینبت الماء الزرع حدیث شریف کے مطابق دل میں نفاق پیدا کرتے ہیں اور گانوں میں تو اکثر ہی کفریہ کلمات ہوتے ہیں کس کس کو لکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ اس لعنت سے امت کو محفوظ فرمائے۔)

مشکلات کے وقت بکے جانے والے کفریات کی مثالیں

(۱) فلاں صاحب لوگوں کے ساتھ کچھ بھی کریں اللہ کی طرف سے ان کو فل آزادی ہے۔ (۲) ہم ان کے ساتھ اگر تھوڑا بھی کچھ کر لیں، اللہ ہمیں فوراً پکڑ لیتا ہے۔ (۳) اللہ نے ہمیشہ میرے دشمنوں کا ساتھ دیا ہے۔ (۴) ہمیشہ سب کچھ اللہ پر چھوڑ کر بھی دیکھ لیا کچھ نہیں ہوتا۔ (۵) اللہ عزوجل نے میری قسمت ابھی تک تو ذرا اچھی نہیں بنائی۔ (۶) شاید اس کے خزانے میں میرے لئے کچھ بھی نہیں، میری دنیاوی خواہشات کبھی پوری نہیں ہوئیں، زندگی بھر میری کوئی دعا قبول نہیں ہوئی، جس کو چاہا وہ دور چلا گیا، ہر خواب میرا ٹوٹا، تمام ارمان کچلے گئے، اب آپ ہی بتائیں میں اللہ پر کیسے ایمان لاؤں؟ (۷) ایک شخص نے ہماری ناک میں دم کر رکھا ہے، مزے کی بات یہ ہے کہ اللہ بھی ایسوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

(۸) جس شخص نے مصیبتیں پہنچنے پر کہا، اے اللہ تو نے مال لے لیا فلاں چیز لے لی اب کیا کرے گا؟ یا اب کیا چاہتا ہے؟ یا اب کیا باقی رہ گیا؟ یہ قول کفر ہے۔ (بہار شریعت ح۹ ص۱۷۲)

(۹) جو کہے "اگر اللہ تعالیٰ نے میری بیماری کے باوجود مجھے عذاب دیا تو اس نے مجھ پر ظلم کیا"۔ یہ کہنے والا کافر ہے (البحرالرائق ج۵ ص۲۰۹) (۱۰) اللہ نے ہمیشہ برے لوگوں کا ساتھ دیا۔ (۱۱) اللہ نے مجبوروں کو اور پریشان کیا ہے۔

تنگدستی کے باعث بکے جانے والے کفریات کی مثالیں

(۱۲) جو کہے "اے اللہ! مجھے رزق دے اور مجھ پر تنگدستی ڈال کر ظلم نہ کر" ایسا شخص کافر ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۶۰) (۱۳) سیاسی پناہ لینے یا تنگدستی کی وجہ سے کفار کے یہاں نوکری کی خاطر ویزا فارم پُر یا کسی طرح کی رقم وغیرہ کی بچت کیلئے درخواست پر اگر خود کو جھوٹ موٹ عیسائی، یہودی، قادیانی، یا کسی بھی کافر و مرتد گروہ کا فر دکھایا یا لکھوایا تب بھی کافر ہو گیا۔ (۱۴) کسی سے مالی مدد کی درخواست کرتے ہوئے کہا یا لکھا، لکھوایا کہ اگر آپ نے کام نہ کیا تو میں قادیانی یا عیسائی بن جاؤں گا۔ ایسا کہنے والا فوراً کافر ہو گیا یہاں تک کہ بالفرض اگر کوئی کہے کہ میں ۱۰۰ سال کے بعد کافر ہو جاؤں گا وہ ابھی سے کافر ہو گیا۔ (۱۵) کسی نے مشورہ دیا کہ کافر ہو جاؤ تو وہ کافر بنے یا نہ بنے مشورہ دینے والا کافر ہو چکا۔ نیز کسی نے کفر بکا یا کسی پر حکم کفر لگا اس پر راضی ہونے والے پر بھی حکم کفر ہے کیوں کہ اس نے کسی کے کفر میں مبتلا ہونے کو پسند کیا اور کفر کو پسند کرنا بھی کفر ہے۔ (۱۶) اگر واقعی اللہ ہوتا تو غریبوں کا ساتھ دیتا، مقروضوں کا سہارا ہوتا (کفریہ کلمہ ہے)

اعتراض کی صورت میں بکے جانے والے کفریات

(۱۷) جب اللہ تعالیٰ نے مجھے دنیا میں کچھ نہیں دیا تو آخر پیدا ہی کیوں کیا! یہ قول کفر ہے۔ (عالمگیری ج ۲ ص ۲۶۲) (۱۸) کسی مسکین نے اپنی محتاجی کو دیکھ کر یہ کہا کہ "اے خدا فلاں بھی تیرا بندہ ہے اسے تو نے کتنی نعمتیں دے رکھی ہیں اور ایک میں بھی تیرا بندہ ہوں مجھے کس قدر رنج و تکلیف دیتا ہے! آخر یہ کیا انصاف ہے؟" (بہار شریعت حصہ ۹ ص ۱۷۰) (۱۹) "کہتے ہیں اللہ عزوجل صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ میں کہتا ہوں یہ سب بکواس ہے"۔ (۲۰) جن لوگوں کو میں پیار کرتا ہوں وہ پریشانی میں رہتے ہیں اور جو میرے دشمن ہوتے ہیں اللہ عزوجل ان کو بہت خوشحال رکھتا ہے۔ (۲۱) کافروں اور مالداروں کو راحتیں اور ناداروں پر آفتیں! بس جی اللہ تعالیٰ کے گھر کا تو سارا نظام ہی الٹا ہے۔ (۲۲) اگر کسی نے اپنی یا کسی عزیز کی بیماری، غربت یا مصیبت کی زیادتی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ پر اس طرح اعتراض کیا مثلاً کہا "اے میرے رب! تو کیوں ظلم کرتا ہے؟ حالانکہ میں (یا اس) نے تو کوئی گناہ کیا ہی نہیں" تو وہ کہنے والا کافر ہے۔

فوتگی کے موقع پر بکے جانے والے کفریات کی مثالیں

(۲۳) کسی کی موت ہوگئی اس پر دوسرے شخص نے کہا "اللہ تعالٰی کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا"۔ (۲۴) کسی کا بیٹا فوت ہوگیا' اس نے کہا اللہ تعالٰی کو یہ چاہیے ہوگا یہ قول کفر ہے کیونکہ کہنے والے نے اللہ تعالٰی کو محتاج قرار دیا۔ (فتاوٰی بزازیہ ج ۶ ص ۳۴۹) (۲۵) کسی کی موت پر عام طور پر لوگ بک دیتے ہیں' اللہ عزوجل کو نہ جانے اس کی کیا ضرورت پڑ گئی جو جلدی بلا لیا یا کہتے ہیں' اللہ عزوجل کو بھی نیک لوگوں کی ضرورت پڑتی ہے اس لئے جلد اٹھا لیتا ہے (یہ سن کر معنی سمجھنے کے باوجود عموماً لوگ ہاں میں ہاں ملاتے یا تائید میں سر ہلاتے ہیں ان سب پر حکم کفر ہے) (۲۶) کسی کی موت پر کہا' یا اللہ! اس کے چھوٹے چھوٹے بچوں پر بھی تجھے ترس نہ آیا۔ (۲۷) جوان موت پر کہا' یا اللہ! اس کی جوانی پر ہی رحم کیا ہوتا! اگر لینا ہی تھا تو فلاں بڈھے یا بڑھیا کو لے لیتا۔ (۲۸) یا اللہ! آخر اس کی ایسی کیا ضرورت پڑ گئی کہ ابھی سے واپس بلا لیا۔

تجدید ایمان (یعنی از سر نو ایمان لانے) کا طریقہ

دل کی تصدیق کے بغیر صرف زبانی توبہ کافی نہیں ہوتی مثلاً کسی نے کفر بک دیا' اس کو دوسرے نے بہلا پھسلا کر اس طرح توبہ کروادی کہ کفر بکنے والے کو معلوم تک نہیں ہوا کہ میں نے فلاں کفر کیا تھا' یوں توبہ نہیں ہوسکتی' اس کا کفر بدستور باقی ہے لہٰذا جس کفر سے توبہ مقصود ہے وہ اسی وقت مقبول ہوگی جبکہ وہ اس کفر کو کفر تسلیم کرتا ہو اور دل میں اس کفر سے نفرت و بیزاری بھی ہو جو کفر سرزد ہوا توبہ میں اس کا تذکرہ بھی ہو۔ مثلاً جس نے ویزا فارم پر اپنے آپ کو عیسائی لکھ دیا وہ اس طرح کہے۔ "یا اللہ عزوجل! میں نے جو ویزا فارم میں اپنے آپ کو عیسائی ظاہر کیا ہے اس کفر سے توبہ کرتا ہوں۔ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (عزوجل و صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم) (اللہ عزوجل کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں محمد صلی اللہ ﷺ اللہ عزوجل کے رسول ہیں)" اس طرح مخصوص کفر سے توبہ بھی ہوگئی اور تجدید ایمان بھی' اگر معاذ اللہ کئی کفریات بکے ہوں اگر یاد نہ ہو کہ کیا کیا بکا ہے تو یوں کہے "یا اللہ عزوجل مجھ سے جو جو کفریات صادر ہوئے ہیں میں ان سے توبہ کرتا ہوں"۔ پھر کلمہ پڑھ لے (اگر کلمہ شریف کا ترجمہ معلوم ہے تو زبان سے ترجمہ دہرانے کی حاجت نہیں) اگر یہ معلوم ہی

نہیں کہ کفر بکا بھی ہے یا نہیں تب بھی اگر احتیاطاً توبہ کرنا چاہیں تو اس طرح کہیں ''یا اللہ عزوجل اگر مجھ سے کوئی کفر ہو گیا ہو تو میں اس سے توبہ کرتا ہوں''۔ یہ کہنے کے بعد کلمہ پڑھ لیں۔

مدنی مشورہ: روزانہ سونے سے قبل احتیاطی توبہ و تجدید ایمان کر لینا چاہیے اور اگر باآسانی گواہ دستیاب ہوں تو میاں بیوی توبہ کر کے گھر کی چاردیواری میں کبھی کبھی احتیاطاً تجدید نکاح بھی کر لیا کریں۔ ماں باپ، بہن بھائی اور اولاد وغیرہ عاقل و بالغ مسلمان مرد و عورت نکاح کے گواہ بن سکتے ہیں۔ (احتیاطی توبہ و تجدید ایمان و تجدید بیعت وغیرہ کے بعد اگر یاد آیا کہ توبہ سے پہلے فلاں فلاں صریح کفریات صادر ہوئے تھے تو اب ان سے دل میں بیزاری کافی ہے۔ ازسرِنو توبہ وغیرہ کی حاجت نہیں البتہ کفریات یاد آنے سے قبل اگر بغیر مہر مقرر کئے احتیاطی تجدید نکاح کیا تھا تو اب ''مہر مثل'' یعنی عموماً اس کے خاندان میں عورتوں کو جو مہر دیا جاتا ہے اس کی ادائیگی واجب ہو جائے گی۔)

تجدید نکاح کا طریقہ

تجدید نکاح کا معنیٰ ہے ''نئے مہر سے نیا نکاح کرنا'' اس کیلئے لوگوں کو اکٹھا کرنا ضروری نہیں۔ نکاح نام ہے ایجاب و قبول کا، ہاں بوقتِ نکاح بطور گواہ کم از کم دو مرد مسلمان یا ایک مرد مسلمان اور دو مسلمان عورتوں کا حاضر ہونا لازمی ہے۔ خطبہ نکاح شرط نہیں بلکہ مستحب ہے۔ خطبہ یاد نہیں تو اعوذ باللہ اور بسم اللہ شریف کے بعد سورۃ فاتحہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ کم از کم دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی یا اس کی رقم مہر واجب ہے۔ مثلاً آپ نے ۳۱۴ روپے ادھار مہر کی نیت کر لی ہے (مگر یہ دیکھ لیں کہ مذکورہ چاندی کی قیمت ۳۱۴ روپے سے زائد تو نہیں) تو اب مذکورہ گواہوں کی موجودگی میں آپ ''ایجاب'' کیجئے یعنی عورت سے کہیے میں نے ۳۱۴ روپے مہر کے بدلے آپ سے نکاح کیا، عورت کہے ''میں نے قبول کیا'' نکاح ہو گیا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عورت ہی خطبہ یا سورۂ فاتحہ پڑھ کر ''ایجاب'' کرے اور مرد کہے ''میں نے قبول کیا'' نکاح ہو گیا۔ تین مرتبہ ایجاب و قبول مستحب ہے۔ بعد نکاح اگر عورت چاہے تو مہر معاف بھی کر سکتی ہے مگر مرد بلا حاجتِ شرعی عورت سے مہر معاف کرنے کا سوال نہ کرے۔ مدنی پھول: جن صورتوں میں نکاح ختم ہو جاتا ہے مثلاً صریح کفر

بکا اور مرتد ہو گیا تو تجدید نکاح میں مہر واجب ہے البتہ احتیاطی تجدید نکاح میں مہر کی حاجت نہیں۔ (ملخص از ردالمحتار ج ۴ ص ۳۳۸، ۳۳۹)

تنبیہ: مرتد ہو جانے کے بعد اور توبہ و تجدید ایمان سے قبل جس نے نکاح کیا' اس کا نکاح ہوا ہی نہیں۔

نکاح فضولی کا طریقہ

عورت کو بے شک خبر تک نہ ہو اور مرد مذکورہ گواہوں کی موجودگی میں ''ایجاب'' کر لے۔ مثلاً کہے' میں نے ۳۱۴ روپے ادھار مہر کے بدلے فلانہ بنت فلاں بن فلاں سے نکاح کیا۔ یہ نکاح فضولی ہو گیا پھر عورت کو اطلاع کی گئی اور اس نے قبول کر لیا تو نکاح منعقد ہو گیا۔ عورت بھی ''ایجاب'' کر سکتی ہے۔ نکاح فضولی حنفیوں کے یہاں جائز ہے مگر خلاف اولیٰ ہے البتہ شافعیوں' مالکیوں اور حنبلیوں کے یہاں باطل ہے۔

عذاب جہنم کی جھلکیاں

جس سے معاذ اللہ عزوجل کفر صادر ہو گیا اسے چاہیے کہ دلائل میں الجھنے کے بجائے فوراً توبہ کرے جس کا خاتمہ کفر پر ہو گا وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جہنم میں رہے گا خدا کی قسم! جہنم کا عذاب کوئی برداشت نہیں کر سکتا۔ کفر کی موت مرنے والوں کو لوہے کے ایسے بھاری گرزوں سے فرشتے ماریں گے کہ اگر کوئی گرز زمین پر رکھ دیا جائے تو تمام جن و انس جمع ہو کر بھی اس کو اٹھا نہیں سکتے۔ بختی اونٹ (یعنی ایک قسم کے اونٹ جو سب اونٹوں سے بڑے ہوتے ہیں) کی گردن برابر بچھو اور اللہ عزوجل جانے کس قدر بڑے بڑے سانپ کہ اگر ایک مرتبہ کاٹ لیں تو اس کی سوزش' درد' بے چینی ہزار برس تک رہے۔ (مشکوٰۃ ص ۵۰۳ ترمذی) سر پر سخت گرم پانی بہایا جائے گا۔ جہنمیوں کے بدن سے جو پیپ بہے گی وہ پلائی جائے گی' خاردار تھوہر کھانے کو دیا جائے گا وہ ایسا ہو گا کہ اگر اس کا ایک قطرہ دنیا میں آ جائے تو اس کی سوزش و بدبو تمام اہل دنیا کی معیشت برباد کر دے اور وہ گلے میں جا کر پھندا بن جائے گا۔ اس کے اتارنے کیلئے پانی مانگیں گے تو ان کو تیل کی تلچھٹ کی طرح سخت کھولتا پانی دیا جائے گا کہ منہ کے قریب آتے ہی منہ کی ساری کھال گل کر اس میں گر پڑے گی' اور پیٹ میں جاتے ہی

آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردے گا اور وہ شوربے کی طرح بہہ کر قدموں کی طرف نکلیں گی۔

ایمان کی حفاظت کا ورد

بسم اللہ علی دینی بسم اللہ علی نفسی وولدی واھلی ومالی۔ صبح وشام تین تین بار پڑھنے سے دین وایمان، جان، مال، بچے سب محفوظ رہیں۔ آدھی رات ڈھلے سے سورج کی پہلی کرن چمکنے تک صبح اور ابتدائے وقت ظہر تا غروب آفتاب شام کہلاتی ہے۔ (مزید معلومات کیلئے ۵۹۰ کلمات کفر پر مشتمل ایمان کی حفاظت نامی کتاب مکتبۃ المدینہ سے ہدیۃً حاصل کر کے پڑھیے)

یاد رہے: جب بھی مصیبت آئے یا فوتگی ہو، صبر کرتے ہوئے خاموشی اختیار کر لیجئے۔

فرمان مصطفی ﷺ ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے: ''اے آدمی اگر تو طالب ثواب ہو کر اوّل صدمہ پر (یعنی صدمہ آتے ہی فوراً) کرے تو میں تیرے لئے جنت کے سوا کسی ثواب پر راضی نہیں۔ (ابن ماجہ)

خاتمۃ الکتاب

خاتمہ میں صرف ایک اعتراض (جو کہ مستشرقین کا بڑا معرکۃ الاراء اعتراض ہے) اور اس کا جواب پیش کیا جاتا ہے اور یہ اعتراض قرآن مجید کی مختلف قرأت کے حوالے سے ہے پہلے سبعہ قرأت (سبعۃ احرف) کے بارے میں چند باتیں ذہن نشین رہیں کہ قرآن پاک کا سات حروف یا سبعہ قرأت میں اترنا احادیث سے ثابت ہے۔ چنانچہ

(۱) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا جبرائیل علیہ السلام نے مجھے ایک حرف پر قرآن پڑھایا۔ پھر میں اس سے بڑھانے کو کہتا رہا تاآں کہ اس نے مجھے سات حروف کی اجازت دے دی۔ (بخاری شریف، کتاب بدء الخلق باب ذکر الملائکہ صفحہ ۲۶۱)

اقرانی جبریل علی حرف فراجعتہ فلم ازل استزیدہ ویزیدنی حتی انتھی الی سبعۃ احرف۔

''حضرت جبرائیل نے مجھے قرآن حکیم پڑھ کر سنایا میں نے دوبارہ پڑھنے کے لئے کہا۔ انہوں نے دوبارہ پڑھا۔ میں قرأتوں میں اضافے کے لئے کہتا رہا

اور وہ اضافہ کرتے گئے۔ حتیٰ کہ معاملہ سات قراٰتوں تک پہنچ گیا"۔

یہاں بھی حضور ﷺ کی اپنی امت کے لئے رحمت و شفقت اپنا رنگ دکھا رہی ہے آپ کی تمنا ہے کہ آپ کی امت کو ایک سے زیادہ قراٰتوں میں قرآن پڑھنے کی اجازت ہوتا کہ امت مشقت سے بچ سکے۔ ایک اور حدیث پاک حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

(۲) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جبرائیل نے مجھے ایک حرف پر پڑھایا جو میں نے انہیں واپس پڑھ کر سنایا پھر میں ان سے اضافہ کا مطالبہ کرتا رہا اور وہ میرے لئے اضافہ کرتے رہے تا آنکہ سات حروف پر بات ختم ہوئی۔

(مسلم شریف کتاب فضائل القرآن باب نزول القرآن علی سبعہ احرف صفحہ ۱۰۶)

(۳) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ بنی غفار کے تالاب کے پاس موجود تھے کہ جبرائیل امین علیہ السلام ان کے پاس آئے اور کہا: "اللہ آپ ﷺ کو حکم فرماتا ہے کہ اپنی امت پر قرآن ایک حرف پر پڑھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ سے عافیت اور مغفرت چاہتا ہوں اور میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی (کہ ایک حرف پر قرآن پڑھے) پھر جبرائیل دوبارہ آئے اور کہا: "اللہ آپ ﷺ کو حکم فرماتا ہے کہ اپنی امت پر دو حرفوں پہ قرآن پڑھیں آپ ﷺ نے پھر فرمایا: میں اللہ سے عافیت اور مغفرت چاہتا ہوں اور میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی پھر جبرائیل تیسری مرتبہ آئے اور کہا اللہ آپ ﷺ کو حکم فرماتا ہے کہ اپنی امت پہ تین حرفوں میں قرآن پڑھیں آپ ﷺ پھر یہی فرمایا: کہ میں اللہ سے عافیت و مغفرت کا طلبگار ہوں جبکہ میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی تو جبرائیل چوتھی مرتبہ آئے اور فرمایا: اللہ آپ ﷺ کو حکم فرماتا ہے کہ اپنی امت پر سات حرفوں میں قرآن پڑھیں آگے فرمایا: "فایما حرف قروا علیہ فقد اصابو" "جس بھی حرف پر وہ قرآن پڑھیں گے درست پڑھیں گے۔ (مسلم شریف کتاب فضائل القرآن صفحہ ۸۰۲)

(۴) ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے ابی! مجھے قرآن پڑھایا گیا تو پوچھا گیا آپ نے ایک حرف پہ پڑھنا ہے یا دو حروف پہ؟ مجھے میرے ساتھ والے فرشتے نے کہا، آپ ﷺ کہیں دو حروف پر! تو میں نے کہا: دو حرفوں پہ، پھر مجھے کہا گیا دو حروف پہ

یا تین حروف پہ؟ تو فرشتے نے مجھے کہا آپ تین حروف پہ کہیں! تو میں نے تین حروف پہ کہہ دیا تا آنکہ سات حروف تک بات چلی گئی۔ (سنن ابی داؤد کتاب الوتر باب انزل القرآن علی سبعۃ احرف)

(۵) حضرت ابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے دل میں (دین کے متعلق) کبھی کھٹکا پیدا نہ ہوا سوا اس موقع کے جب میں نے ایک آیت پڑھی اور دوسرے آدمی نے وہی آیت اور قرأت یہ پڑھی میں نے اسے کہا رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہ آیت پڑھائی ہے اس نے کہا مجھے بھی آپ ہی نے پڑھائی ہے تو میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا۔ کیا آپ نے مجھے یہ آیت یوں نہیں پڑھائی تھی؟ آپ نے فرمایا ہاں پڑھائی تھی پھر دوسرے آدمی نے آ کر یہی عرض کیا کہ آپ نے مجھے یہ آیت یوں نہیں پڑھائی تھی؟ آپ نے فرمایا ہاں پڑھائی تھی پھر فرمایا جبرائیل ومیکائیل علیہما السلام میرے پاس آئے جبرائیل میرے دائیں بیٹھ گئے اور میکائیل بائیں پھر جبرائیل علیہ السلام نے کہا آپ ﷺ ایک حرف پر قرآن پڑھیں میکائیل نے مجھے کہا آپ ﷺ اضافہ کا مطالبہ کریں تو میں اضافہ مانگتا رہا تا آنکہ سات حروف تک بات جا پہنچی۔ ”فکل حرف شاف کاف“ تو ہر حرف شافی کافی ہے۔ (نسائی شریف کتاب الافتتاح باب جامع القرآن)

سات حروف سے قرأت مراد ہیں

کثیر احادیث دلالت کرتی ہیں کہ ان سات حروف سے قرآن کریم کو سات طریقوں پہ پڑھنا مراد ہے چند ایک احادیث یہاں لکھی جاتی ہیں جو اس مفہوم کو واضح کرتی ہیں اور اس سے ہٹ کر سات حرفوں سے جو چیزیں مراد لی گئی ہیں وہ درست نہیں۔

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال سمعت ہشام بن حزام یقرء سورۃ الفرقان علی غیر ما اقرء ہا وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقرء نیہا فکدت ان اعجل علیہ ثم امہلتہ حتیٰ انصرف ثم لبیتہ بردآئہ فجئت بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یا رسول اللہ انی سمعت ہذا یقرء سورۃ الفرقان علی غیر ما اقرء تنیہا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقرء فقرء القراۃ التی سمعتہ یقرء فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہکذا

انزلت ثم قال لی اقرء فقرأت فقال هکذا انزلت ان هذا القرآن انزل علی سبعة احرف فاقرء وا ماتیسر منه

حضرت عمر بن خطاب ﷛ فرماتے ہیں میں نے ہشام بن حکیم ﷛ کو رسول ﷺ کے حیات (ظاہرہ) میں سورہ فرقان پڑھتے سنا وہ قرآن کریم میں ایسے طریقے پر پڑھ رہے تھے جس طریقے پر مجھے نبی ﷺ نے نہیں پڑھایا تھا قریب تھا کہ میں ان پر نماز ہی میں حملہ کر دیتا میں نے مشکل صبر کیا تا آنکہ انہوں نے سلام پھیرا تو میں نے ان کی چادر ان کے گلے میں ڈال لی اور کہا بتاؤ یہ قرأت جو میں نے ابھی تمہیں پڑھتے سنا ہے تمہیں کس نے پڑھائی ہے انہوں نے کہا مجھے رسول ﷺ نے پڑھائی ہے میں نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو کیونکہ رسول ﷺ نے مجھے یہ سورت اس سے مختلف طریقہ پر پڑھائی ہے تو میں انہیں کھینچتا ہوا رسول ﷺ کے پاس لے آیا اور عرض کیا میں نے اسے سورہ فرقان ایسے طریقہ پر پڑھتے سنا ہے جو آپ ﷺ نے مجھے نہیں پڑھایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے چھوڑ دو پھر فرمایا اے ہشام سناؤ کیسے پڑھتے ہو۔ انہوں نے سنائی آپ ﷺ نے فرمایا ہاں یہ اس طرح نازل ہوئی پھر فرمایا اے عمر! تم پڑھو میں نے پڑھی آپ ﷺ نے فرمایا ہاں یہ اس طرح نازل ہوئی ہے پھر فرمایا: ''ان هذا القرآن انزل علی سبعة احرف فاقروا ماتیسر منه'' بے شک یہ قرآن سات حرفوں پہ نازل ہوا ہے تم ان میں سے جو میسر ہو پڑھ سکتے ہو۔

(بخاری شریف کتاب فضائل القرآن صفحہ ۴۳۳ مجموعہ صحاح ستہ مطبوعہ ریاض) یہ حدیث مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور مسند احمد بن حنبل وغیرہ میں بھی موجود ہے۔

(۲) حضرت ابی بن کعب ﷛ فرماتے ہیں میں مسجد میں بیٹھا تھا ایک آدمی آیا وہ نماز پڑھنے لگا میں نے سنا وہ ایسی قرأت پڑھ رہا ہے جو میں نہ جانتا تھا پھر دوسرا آدمی آیا اس نے پہلے والے آدمی سے بھی مختلف قرأت کی۔ جب ہم نے نماز ختم کر لی تو ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ پہلے آدمی نے ایسی قرأت کی جو میں نہیں جانتا تھا پھر دوسرے نے اس سے بھی مختلف قرأت کی نبی ﷺ نے انہیں پڑھنے کو کہا تو انہوں نے پڑھ کر سنایا آپ ﷺ نے دونوں کی قرأت کو خوب قرار دیا میرے دل میں ایسا شک آ گیا کہ دورِ جاہلیت میں بھی ایسا کبھی نہ آیا تھا رسول ﷺ نے میری کیفیت دیکھی تو

میرے سینے پر ہاتھ مارا، میں پسینے میں شرابور ہو گیا جیسے میں اللہ عزوجل کو سامنے دیکھ رہا ہوں پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابی! مجھے اللہ نے حکم فرمایا کہ قرآن کو ایک حرف پر پڑھو، میں نے عرض کیا کہ اے اللہ! میری امت پر آسانی فرما تو اللہ نے مجھے دو حرفوں پر پڑھنے کا اختیار دے دیا میں نے پھر یہی عرض کیا تو مجھے سات حرفوں پر پڑھنے کی اجازت دے دی گئی اللہ نے فرمایا (اے پیارے حبیب ﷺ) آپ نے جو تین بار مجھ سے رجوع کیا ہے اس کے عوض آپ مجھ سے اپنی تین حاجات مانگ سکتے ہیں (تین خصوصی دعائیں مانگ سکتے ہیں) تو میں نے کہا اے اللہ! میری امت کی بخشش فرما پھر کہا اے اللہ! میری امت کی بخشش فرما اور تیسری دعا میں نے روز قیامت کے لئے رکھ لی ہے جب ساری مخلوق میری طرف رغبت کرے گی حتیٰ کہ ابراہیم علیہ السلام بھی۔

(صحیح مسلم کتاب فضائل القرآن صفحہ ۸۰۶ مجموعہ صحاح ستہ مطبوعہ ریاض)

سات حروف کو غیر قرأت سبعہ پر محمول کرنا درست نہیں

یہ احادیث واضح طور پر بتا رہی ہیں کہ جن سات حروف پر قرآن اترا ہے وہ قرآن کریم کی قرأت کے سات مختلف اسالیب اور طریقے ہیں۔ بعض علماء نے فرمایا کہ سات حروف سے مراد وہ سات مضامین ہیں جن پر اکثر آیات قرآنیہ مشتمل ہیں جیسے امر، نہی، طلب، دعا، خبر، استخبار اور زجر بعض نے کہا سات حروف یہ ہیں حلال، حرام، محکم، متشابہ، امثال، انشاء اور اخبار۔ تاہم یہ معانی درست نہیں اس کی کئی وجوہ ہیں اوّل۔ اگر سات حروف سے سات مضامین مراد ہوتے کہ قرآن کی بعض آیات امر پر مشتمل ہیں بعض نہی پر اور بعض اخبار و انشاء پر تو نبی ﷺ کبھی نہ فرماتے کہ اے اللہ! میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی تو زیادتی فرما۔ مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۴۰۸ میں حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی، اے اللہ! کیا مجھے ناخواندہ لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے جن میں بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں بھی ہیں اور بچے بھی تو تو انہیں اجازت فرما کہ وہ سات حرفوں پر قرآن پڑھ سکیں معلوم ہوا سات حروف سے قبائل عرب میں الفاظ کے بولنے کے وہ سات مختلف انداز تھے ہر قبیلے کا اپنا انداز تھا اور دوسرے لوگوں کے لئے اس کا پڑھنا آسان نہ تھا خصوصاً بوڑھوں اور ناخواندہ لوگوں کے لئے۔ جیسے بعض ''یومنون'' ہمزہ کے ساتھ پڑھتے

ہیں بعض "یـومنون" واؤ کے ساتھ اب جو واؤ والے ہیں وہ ہمزہ آسانی سے نہیں پڑھ سکتے اور بعض قبائل کا لہجہ یوں پڑھنے کا ہے۔ "وَالضُّحٰی وَالَّیۡلِ اِذَا سَجٰی مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی" جس کو فن قرأت کی اصطلاح میں امالہ کہتے ہیں۔ بعض قبائل کا لہجہ یوں ہے "وَالضُّحٰی وَالَّیۡلِ اِذَا سَجٰی، وَالنَّجۡمِ اِذَا هَوٰی مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمۡ وَمَا غَوٰی" اسے تقلیل یا بین بین کہا جاتا ہے ان لوگوں کے لئے "والضحیٰ" الف کے ساتھ پڑھنا سخت دشوار تھا۔

ایک ذاتی مشاہدہ

۱۹۸۳ء میں جب میں (صاحب تفسیر بینات القرآن استاذ محترم قاری محمد طیب نقشبندی) سعودی حکومت کے ایک ذیلی اور نیم خودمختار ادارہ تحفیظ القرآن کی طرف سے یمن کے قریب مقام ابہا میں بطور مدرس قرآن متعین ہوا وہاں میرے پاس کئی بزرگ بدوعرب قرآن پڑھنے کے لئے آتے تھے قرآن میں ہے "فِیۡ بُیُوۡتٍ اَذِنَ اللّٰہُ" اور "مِنۡ بُیُوۡتِکُمۡ اَوۡ بُیُوۡتِ اٰبَآئِکُمۡ" (نور: ۳۶، ۶۱) اس میں ایک قرأت "بیوت" باء کی زیر کے ساتھ بھی ہے وہ عرب بدو "بیوت" زیر کے ساتھ ہی پڑھتے تھے میں نے بطور مدرس ان کو بیوت پیش کے ساتھ پڑھانے کی بہت کوشش کی مگر ان کی زبان پہ بیوت زیر ہی چڑھتی تھی آخر مجھے یہ حدیث یاد آئی کہ نبی ﷺ نے اللہ سے عرض کیا تھا کہ میری امت میں بوڑھے اور ناخواندہ لوگ ہیں اے اللہ! تو انہیں سات طریقوں پر پڑھنے کی اجازت عطا فرما تو میں نے بدوؤں کو ویسے ہی پڑھنے دیا جیسے وہ پڑھتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کے درمیان کسی امرو نہی حلال وحرام میں اختلاف نہیں ہوا تھا اسی طرح ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بھی نبی ﷺ کے پاس کسی محکم و متشابہ کا اختلاف لے کر نہ آئے تھے وہ قرآن کی قرأت سے اختلاف کر رہے تھے ہر کوئی علیحدہ قرأت کر رہا تھا سب کو نبی ﷺ ہی نے مختلف قرأت سکھائی تھیں اور آپ ﷺ نے فرمایا انہی سات حروف پہ قرآن اترا ہے تو واضح ہو گیا کہ سات حروف سے قرآن کی سات قرآت ہی مراد ہیں۔

قرآن کی قرأت سبعہ کونسی ہیں؟

امام ابوعبید فرماتے ہیں عرب قبائل سات حصوں میں منقسم تھے قریش، ہذیل، ثقیف،

ہوازن، کنانہ، تمیم اور یمن اور سب کے اپنے اپنے لہجے تھے اور کوئی قبیلہ دوسرے قبیلہ کا لہجہ اختیار نہیں کر سکتا تھا امام ابوالفضل رازی فرماتے ہیں لہجات اور لغات کے اعتبار ان سات امور میں اہل عرب اختلاف کرتے ہیں فتح (یعنی عدم امالہ) وامالہ، ترقیق وتفخیم، تحقیق وتسہیل ادغام واظہار جب کہ امام رازی کے ذکر کردہ لغات صرف چار بنتی ہیں مزید تین لغات یہ شمار کی جا سکتی ہیں مد وقصر، اسکان واشمام اور تشدید وتخفیف) (النشر فی القرات العشر جلد اول صفحہ ۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) یاد رہے لہجات کے اختلاف سے معنی میں تبدیلی نہیں آتی مگر جب اعراب لفظوں اور حروف میں قرأت کا اختلاف آتا ہے تو اس سے معنی میں تبدیلی آتی ہے اور تمام معانی درست اور قرآن میں نئی سے نئی معنوی خوبی پیدا کرنیوالے ہوتے ہیں اور انہیں قرآن میں اس لئے جاری کیا گیا ہے تاکہ قرآن کا یہ اعجازی پہلو بھی سامنے آئے کہ ایک کلمہ کی حرکات یا اس کے نقطوں یا اس کے حروف بدلنے سے نیا معنی پیدا ہو جاتا ہے اور اللہ کی شان دیکھئے کہ ایسے اختلافات بھی قرآن میں سات ہی طرح ہیں اور جیسے مذکورہ سات لہجات ولغات قرأت سبعہ کا مصداق ہیں ایسے حرکات وسکنات، نقطوں اور حروف کے اختلافات بھی اس کا مصداق ہیں چنانچہ وہ یہ ہیں۔

(۱) واحد وجمع کا اختلاف جیسے "احاطت به خطیئتهٗ "۔

(۲) غیب وخطاب کا اختلاف جیسے "اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰهِ یَبْغُوْنَ" اور تبغون۔

(۳) ماضی اور امر کا اختلاف جیسے "قٰلَ رَبِّ احْکُمْ بِالْحَقِّ" اور "قُلْ رَّبِّ احْکُمْ بِالْحَقِّ"۔

(۴) مجرد ومزید فیہ کا اختلاف جیسے "وَمَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ" "وَمَا یُخٰدِعُوْنَ" اور "حَتّٰی یَطَّهَّرْنَ" "حَتّٰی یَطْهُرْنَ"۔

(۵) مادہ اشتقاق کا اختلاف جیسے "کَیْفَ نُنْشِزُھَا" اور نُنْشِرُھَا

(۶) اعراب کا اختلاف "مِنْ اَنْفُسِکُمْ" "مِنْ اَنْفَسِکُمْ" اور "مِنْ تَحْتِھَا" "تَحْتَھَا"

(۷) اسماء مشتقہ میں اختلاف جیسے "مَلِكِ النَّاسِ" اور مالك الناس۔

اختلاف قرأت بھی قرآن کے معجزہ ہونے کی دلیل ہے

رسم عثمانی کی یہ حیرت انگیز جامعیت ہے کہ ایک کلمہ سے کئی قرأتیں نکلتی ہیں جو لفظ ومعنی

کے اعتبار سے قطعی مختلف ہیں مگر وہ ایک کلمہ میں چھپی ہوئی ہیں پھر یہ قرآن کریم کا اعجاز ہے کہ ایک کلمہ کئی مختلف انداز سے پڑھا جاتا ہے جس سے لفظ و معنی میں زمین و آسمان کا فرق آ جاتا ہے مگر ہر معنی پر وہ کلام درست رہتا ہے اور نئے سے نیا ذوق پیدا کرتا ہے جیسے ''خطیئتہ'' میں اگر ہمزہ پر کھڑی زبر ڈال دی جائے تو صیغہ جمع بن جاتا ہے جس سے مراد کفر ہے کہ جس آدمی کو اس کے کفر نے گھیر لیا وہ جہنمی ہے اور ہمزہ کی سادہ زبر سے صغیہ واحد ہے اور معنی یہ ہے کہ جس شخص کو اس کے گناہوں نے گھیر لیا وہ دوزخی ہے۔ مِنْ اَنْفُسِکُمْ پڑھنے سے معنی یہ بنتا ہے کہ اے مسلمانو! تمہارے پاس وہ رسول آیا ہے جو تمہی میں سے ہے اور مِنْ اَنْفَسِکُمْ پڑھنے سے معنی یہ بن جاتا ہے کہ وہ رسول تم میں سے نفیس تر ہے۔ آیت وضو میں اگر ''وَاَرْجُلَکُمْ'' لام کی زبر سے پڑھا جائے تو معنی ہے اپنے پاؤں کو دھوؤ (اس طرح یہ فاغسلوا کا مفعول ہے) اور ارجلکم لام کی زیر سے معنی یہ ہے کہ پاؤں کا مسح کرلو (پھر وَامْسَحُوْا کا مفعول ہے) یعنی اگر تم نے پاؤں پر خفین پہن رکھے ہوں تو پاؤں پر مسح کرلو۔ (مقدمہ تفسیر بینات القرآن)

مستشرقین کا اعتراض اور اس کا جواب

مستشرقین کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ وہ اپنے صحائف میں جو قابل اعتراض چیزیں دیکھتے ہیں یا قرآن حکیم ان پر جو اعتراض کرتا ہے وہ ان اعتراضات کو قرآن حکیم کی طرف لوٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ عہد نامہ عتیق اور عہد نامہ جدید کی کتابیں تضادات سے پر ہیں۔ ان کے مختلف فرقوں کے نزدیک بائبل کی کتابوں کی تعداد میں بھی اختلاف ہے۔ تاریخی بیانات اور اعداد و شمار کے اختلافات جابجا نظر آتے ہیں۔

''مسٹر ہارن'' نے عہد نامہ جدید و قدیم میں اس قسم کے اختلافات کے اسباب یہ بتائے ہیں۔

(۱) نقل کرنے والوں کی غلطیاں۔

(۲) جس دستاویز سے نقل کی جارہی ہے اس میں غلطیوں کا موجود ہونا۔

(۳) کاتبوں کا کسی سند اور ثبوت کے بغیر متن کی عبارت میں اصلاح کی کوشش کرنا۔

(۴) مختلف مذہبی فرقوں کا اپنے موقف اور مدعا کو ثابت کرنے کے لئے قصداً تحریف

کرنا۔

"مسٹر ہارن" نے جو کچھ لکھا ہے اس کا عملی ثبوت ہمیں بائبل کے مختلف "Versions" کے مطالعے سے جابجا ملتا ہے۔ اناجیل اربعہ کے مصنفوں نے ایک ہی واقعہ لکھنے میں اختلاف کیا ہے۔ ہر انجیل کے مختلف "Versions" ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ایک زبان کی انجیل کچھ کہتی ہے اور اس کا دوسری زبان میں ترجمہ کچھ اور کہتا ہے۔ عیسائیوں کے پاس کوئی ایسا طریقہ بھی نہیں ہے جس کی مدد سے وہ غلط کو صحیح سے تمیز کر سکیں۔

مستشرقین قرآن حکیم میں بھی اسی صورتحال کو ثابت کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لئے مختلف حربے استعمال کرتے ہیں۔ ان مختلف حربوں میں سے ایک حربہ قرآن حکیم کی قرأت مختلفہ کو غلط رنگ میں پیش کرنے کا ہے۔ وہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جس طرح بائبل کے مختلف "Versions" ہیں اسی طرح قرأتیں بھی قرآن حکیم کے مختلف "ورژن" ہیں۔ جارج سیل کہتا ہے:

> "Having mentioned the different editions of the Koran, it may not be amiss here to acquaint the reader, that there are seven principal editions, if i may so call them, or ancient copies of the book, two of which were published and used at Medina, a third at Mecca, a fourth at Cufa, a fifth at basra, a sixth at Syria and a seventh called the common or vulgar edition."

> "قرآن کے ایڈیشنوں کا ذکر کرنے کے بعد قارئین کو اس حقیقت سے آگاہ کرنا نامناسب نہ ہوگا کہ قرآن کے ابتدائی ایڈیشن سات ہیں۔ اگر ان کو ایڈیشن کہنا مناسب ہو یا ہم ان کو اس کتاب کی سات نقلیں کہہ سکتے ہیں۔ جن میں سے دو مدینہ میں شائع ہوئیں اور وہیں استعمال ہوتی تھیں۔ تیسری مکہ میں، چوتھی کوفہ میں، پانچویں بصرہ میں، چھٹی شام میں اور ساتویں نقل کو عام ایڈیشن کہہ سکتے ہیں"۔

جارج سیل نے قرآن حکیم کی یہ تاریخ کہاں سے اخذ کی ہے اس کے بارے میں ہم

کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اس نے جن شہروں کے ساتھ قرآن کے ایڈیشنوں کو منسوب کرنے کی کوشش کی ہے' دورِ رسالت میں تو ان میں سے اکثر اسلامی قلمرو میں شامل ہی نہیں ہوئے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت تک لوگ مختلف لہجوں میں قرآن حکیم کی تلاوت کرتے تھے لیکن آپ نے لغت قریش کے مطابق قرآن حکیم کے مطابق نسخے تیار کروا کے مختلف شہروں کو روانہ کیے جو اسلامی قلمرو کا حصہ تھے۔

غالباً جارج سیل صاحب نے قرآن حکیم کی سات قراتوں اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مختلف شہروں میں قرآن حکیم کی نقلیں بھیجنے کے مختلف مضامین کو اکٹھا کر کے اپنے تخیل کے زور پر افسانہ گھڑا ہے۔ وہ تو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ جس طرح رومن کیتھولک عیسائیوں کی بائبل اور ہے اور پروٹسٹنٹ عیسائیوں کی اور' اسی طرح مدینہ کے مسلمانوں کا قرآن اور تھا' مکہ کے مسلمانوں کا اور۔ کوفہ' بصرہ اور شام والوں کا کچھ اور' اور ایک قرآن ایسا بھی تھا جو عام تھا کسی کی تخصیص نہ تھی۔

اگر بالفرض محال دورِ صحابہ میں ملت اسلامیہ میں اتنے مختلف قرآن مروج ہوتے تو آج تو ان کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہوتی لیکن ہم آج جارج سیل صاحب کے پسماندگان کو یہ چیلنج کرتے ہیں کہ وہ ساری دنیا کا چکر لگائیں۔ دنیا کے تمام براعظموں کا سروے کریں دنیا میں انہیں قرآن حکیم کے کروڑوں نسخے ملیں گے وہ ان نسخوں میں باہم اختلاف ثابت کریں۔ وہ جہاں بھی جائیں گے وہاں انہیں انشاء اللہ العزیز ایک ہی قرآن نظر آئے گا۔ جو قرآن عربوں کے پاس ملے گا' افریقہ کے حبشیوں کے پاس بھی وہی قرآن ہو گا۔ عالم اسلام میں جنم لینے والے مسلمانوں کے پاس جو قرآن ہو گا یورپ اور امریکہ کے نومسلموں کے پاس بھی وہی قرآن ہو گا۔

جارج سیل کے پسماندگان نے غالباً اس قسم کا سروے کیا ہے اسی لئے انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا کا مقالہ نگار لکھتا ہے:

"This recension of uthman thus became the only standard text for the whole muslim world upto the present day"

''حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) کی نظر ثانی سے جو نسخہ تیار ہوا وہ ساری ملت اسلامیہ کے لئے معیاری صحیفہ قرار پایا اور آج تک اس کی یہ حیثیت مسلم ہے''۔

اگر آج چودہ سو سال گزرنے کے بعد قرآن ایک ہی ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ دور صحابہ میں اس کے سات مختلف اصلی ایڈیشن موجود ہوں۔

مستشرقین نے قرآن حکیم میں اختلاف کے مفروضے کا محل تعمیر کرنے کے لئے قرآن حکیم کی سات قرأتوں کو بنیاد بنایا ہے۔ وہ قرآن حکیم کی ''سات قرأتوں'' کے الفاظ پر تو زور دیتے ہیں لیکن یہ ظاہر کرنے سے احتراز کرتے ہیں کہ قرأتوں کے اختلاف کی نوعیت کیا تھی۔

ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ قرآن حکیم کی مختلف قرأتیں حضور ﷺ کے زمانے میں بھی موجود تھیں اور وہ آج بھی کسی حد تک موجود ہیں لیکن ان کی نوعیت وہ نہیں جو مستشرقین ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم یہاں اختلاف قرأت کی چند مثالیں قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں تا کہ پتہ چل جائے کہ اختلاف قرأت کی نوعیت کیا ہے۔

(۱) يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَ كُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ ۔

''اے ایمان والو! اگر لے آئے تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر تو اس کی خوب تحقیق کر لیا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم ضرر پہنچاؤ کسی قوم کو بے علمی میں''۔

اس آیت کے لفظ فَتَبَيَّنُوْا کو حضرت حفص کے علاوہ دوسرے حضرات نے فتثبتوا پڑھا ہے فتبینوا کا معنی تحقیق کرنا اور معاملے کی چھان بین کرنا ہے اور فتثبتوا کا معنی بھی اس کے بالکل قریب ہے۔ المنجد میں ''تثبت'' کا معنی لکھا ہے۔

تثبت فی الامر والرای تانّی فیه شاور فیه وفحص عنه ۔

''یعنی کسی معاملے میں جلد بازی نہ کرنا، اس رائے کے متعلق مشورہ کرنا اور اس کی خوب تحقیق کرنا''۔

قارئین کرام سمجھ سکتے ہیں کہ یہاں اختلاف قرأت سے مفہوم میں قطعاً کوئی تبدیلی

نہیں آئی بلکہ اختلاف قرأت سے مفہوم میں وسعت آ گئی کہ جب مسلمان کوئی مشکوک خبر سنیں تو اس کے مطابق عمل کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لیں بلکہ باہم مشورہ کریں معاملہ کی خوب تحقیق کریں اور جب معاملہ بالکل واضح ہو جائے تو پھر کارروائی کریں۔

اختلاف قرأت میں یہ بھی ایک حکمت ہے کہ اس سے آیات کے معانی میں وسعت پیدا ہوتی ہے جس سے امت مستفید ہوتی ہے اور اس سے زندگی کے بے شمار مسائل کو حل کرنے میں مدد ملتی ہے۔

(۲) وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ ۔

"اور یہ کہتے ہیں کہ بنا لیا ہے اللہ نے (اپنا) ایک بیٹا۔ پاک ہے وہ (اس تہمت سے)"۔

ابن عامر نے اس کو بغیر واؤ کے قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ پڑھا ہے لیکن جمہور قراء نے اس کو واؤ کے ساتھ پڑھا ہے جو حضرات بغیر واؤ کے پڑھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہاں سے نیا جملہ شروع ہو رہا ہے اور جو اس کو واؤ کے ساتھ پڑھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس کا اپنے ماقبل پر عطف ہے۔ دونوں صورتوں میں معنی ایک ہی رہتا ہے کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوتی۔

(۳) سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۸۵ میں ہے: وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ اور (چاہتا ہے کہ تم گنتی پوری کر لیا کرو۔

اس لفظ کو جمہور قراء نے "میم" کی شد کے بغیر پڑھا ہے جبکہ ابوبکر اور یعقوب نے اس لفظ کو "میم" کی شد کے ساتھ پڑھا ہے۔

دونوں جگہ مادہ ایک ہے صرف ابواب کا اختلاف ہے اور اس مادہ کے باب افعال اور باب تفعیل کا معنی علمائے لغت کے نزدیک ایک ہی ہے۔

قارئین کرام نے قراتوں کے اختلاف کی نوعیت کو ملاحظہ فرمایا۔ یہاں معانی میں تضاد کی کوئی گنجائش نہیں۔ قرأت کے اس اختلاف کا اس تناقض سے دور کا بھی واسطہ نہیں جو عہد نامہ جدید اور عہد نامہ قدیم میں ہے اور جس کو یہود و نصاریٰ کے علماء وقتاً فوقتاً دور کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں

''افترات المستشر قین علی الاسلام'' کے مولف نے تورات کے تناقض کی ایک مثال کتاب التواریخ دوم کے باب اکیس اور بائیس سے دی ہے۔ باب اکیس بتاتا ہے کہ ''یورام'' فوت ہوا تو اس کی عمر چالیس سال تھی لیکن باب بائیس بتاتا ہے کہ ''یورام'' کی موت پر اس کا بیٹا ''اخزیا'' تخت نشین ہوا اور تخت نشینی کے وقت اس کی عمر بیالیس سال تھی۔ گویا بیٹا باپ سے دو سال بڑا تھا۔

ہمیں یقین ہے کہ ''افترات المستشر قین'' کے فاضل مصنف کے پاس بائبل کا جو نسخہ تھا اس کے الفاظ یہی ہوں گے لیکن ''نیو ورلڈ بائبل ٹرانسلیشن کمیٹی'' نے ۱۹۷۱ء کی نظر ثانی کے مطابق نیویارک سے ۱۹۸۱ء میں بائبل کا جو ایڈیشن شائع کیا ہے اس کی کتاب التواریخ ثانی کے بائیسویں باب میں ''اخزیاہ'' کی تخت نشینی کے وقت اس کی عمر بائیس سال بتائی گئی ہے؟

بیالیس کا ترجمہ کر کے بائیس بنا دینا یہود و نصاریٰ اور مستشرقین کے لئے معمولی بات ہے۔ ان کے اس ترجمے یا اصلاح سے بیٹے کے باپ سے بڑا ہونے والی الجھن تو دور ہو جاتی ہے لیکن یہ الجھن باقی رہتی ہے کہ جس نسخے میں تخت نشینی کے وقت ''اخزیاہ'' کی عمر بیالیس سال بتائی گئی ہے وہ ٹھیک ہے یا جس میں اس کی عمر بائیس سال بتائی گئی ہے وہ ٹھیک ہے؟

آپ نے بائبل کے اختلافات اور قرآن حکیم کی قرأتوں کے اختلاف کی نوعیت کو ملاحظہ فرمایا ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ بائبل کے مختلف ایڈیشنوں میں جس قسم کے اختلاف ہیں' اگر اختلاف قرأت کا مطلب وہی ہے تو خدا کے فضل و کرم سے قرآن حکیم اس قسم کے اختلاف قرأت سے مطلقاً پاک ہے قرآن حکیم میں قرأت کا جو معمولی سا اختلاف ہے اس کو بھی عام مسلمانوں کی صوابدید پر نہیں چھوڑا گیا بلکہ وہ قرأت بھی حضور ﷺ سے مروی ہیں۔ جیسا کہ متعدد حوالوں سے گزر چکا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

تمام عربوں کی زبان ایک تھی لیکن ان کے لہجوں میں اختلاف تھا۔ کسی عرب کے لئے چونکہ دوسرے عربوں کے لہجے کے مطابق قرآن پڑھنا مشکل تھا' اس لئے ابتدا میں ہر ایک کو

اپنے اپنے لہجے میں پڑھنے کی اجازت تھی۔ زکریا ہاشم زکریا اپنی کتاب ''المستشر قون والاسلام'' میں لکھتے ہیں:

ولقد كان للقران لهجات عربية نسخت كلها بعد تمام نزول القران وكانت العرضة الاخيرة على جبريل بلغة واحدة واللغة الواحدة تحتمل قرأت القران المتواترة كلها۔

''ابتدا میں قرآن حکیم مختلف عربی لہجوں میں پڑھنے کی اجازت تھی لیکن جب نزول قرآن کا سلسلہ مکمل ہو گیا تو ایک کے علاوہ باقی تمام لہجے منسوخ ہو گئے اور حضور ﷺ کے ساتھ حضرت جبریل امین نے قرآن حکیم کا جو آخری دور کیا تھا وہ ایک ہی لہجے کے مطابق تھا اور ایک لہجہ کے اندر بھی تمام متواتر قرأتوں کا احتمال موجود تھا''۔

یہی مصنف ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قرآن حکیم کا جو نسخہ تیار ہوا تھا' اس کو نقطوں اور اعراب کے بغیر لکھنے کی حکمت یہ تھی کہ تمام منزل قرأتوں کا احتمال باقی رہے۔

وقد كتب برسم لم ينقط ولم يشكل حتى لا يكون محصوراً في قراءة واحدة۔

اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ قرأت میں اختلاف کی نوعیت کتنی معمولی تھی کہ اگر عبارت پر نقطے نہ ہوں تو تمام قرأتوں کے مطابق پڑھنا ممکن ہوتا ہے۔ ہم نے اختلاف قرأت کی جو مثالیں سطور بالا میں ذکر کی ہیں ان میں سے ایک اختلاف قرأت فتبینوا اور فتثبتوا کا ہے اگر اس لفظ سے نقطے اور اعراب مٹا دیے جائیں تو یہ 'ملسوا' کی شکل میں لکھا جائے گا اور اس کو دونوں طریقوں کے مطابق پڑھنا ممکن ہوگا۔

اسی طرح کا اختلاف لتکملوا اور لتکملوا کا ہے۔ اس لفظ کے بھی اگر نقطے اور اعراف مٹا دیے جائیں تو اس کو بھی دونوں طریقوں سے پڑھنا ممکن ہے۔

جس طرح آبگینہ معمولی سی ٹھوکر کو بھی برداشت نہیں کر سکتا' اسی طرح قرآن حکیم کا تقدس بھی اتنے معمولی سے اختلاف کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے اس کو عوام کی

صوابدید پر نہیں چھوڑا گیا بلکہ تمام قرأتیں اللہ تعالیٰ نے خود نازل فرمائیں' حضور ﷺ نے انہیں صحابہ کرام کو پڑھ کر سنایا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے انہیں روایت کیا:

مختلف لہجے ابتدا میں لوگوں کی سہولت کے لئے جائز قرار دیے گئے' قرآن حکیم کا نزول مکمل ہونے کے بعد اس جواز کو منسوخ کر دیا گیا۔

جب تک اسلامی قلمرو کی حدود عرب تک محدود تھیں اس وقت تک تو مختلف لہجوں میں قرآن حکیم کی تلاوت سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کیونکہ عرب لوگ جانتے تھے کہ لہجوں کے اس اختلاف سے معانی میں کسی قسم کا اختلاف پیدا نہیں ہوتا۔ حضرت جبریل امین کے ساتھ حضور ﷺ کے قرآن حکیم کے آخری "دور" سے قرآن حکیم کو لغت واحدہ پر جمع کر دیا گیا تھا لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بعض لوگوں کو منسوخ لہجوں کے مطابق قرآن حکیم پڑھتے پایا گیا۔ اس سے غیر عرب نو مسلموں میں انتشار کے آثار بھی نظر آئے۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ماہرین قرآن صحابہ کی ایک جماعت کو حکم دیا کہ وہ قرآن حکیم کو صرف لغت قریش کے مطابق جمع کریں۔ اس جماعت نے لغت قریش کے مطابق جو نسخہ تیار کیا اس کی نقلیں مختلف صوبوں میں بھیجی گئیں اور لغت قریش کے علاوہ دیگر لہجوں کے مطابق جو نسخے تھے ان کو تلف کرنے کا حکم دیا۔

"زکریا ہاشم زکریا" اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

وقد لوحظ انه في بعض الامصار وجد من يقرء باللغات المنسوخة او بالاحرى اللهجة المنسوخة وهي بالاجماع غير القرأت فاختلف الناس فاتجه عثمان رضي الله عنه الى جمع القرآن مرة اخرى

"بعض علاقوں میں ایسے لوگ پائے گئے جو منسوخ لغات یا' زیادہ صحیح الفاظ میں' منسوخ لہجوں میں قرآن پڑھتے تھے اور اس بات پر اجماع ہے کہ لہجے قرأتوں سے مختلف چیزیں ہیں۔ (مختلف لہجوں میں پڑھنے کی وجہ سے) لوگوں میں اختلاف پیدا ہوا اس لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ پھر قرآن جمع کرنے کی طرف متوجہ ہوئے"۔

وہ اختلاف جو ملت کے لئے انتشار کا سبب بن سکتے تھے ان کو عہد رسالت میں ہی ختم کر دیا گیا لیکن قرأتیں جو ملت اسلامیہ کے لئے رحمت خداوندی کا مظہر تھیں اور جنہیں حضور ﷺ نے اپنی امت کے لئے اپنے رب سے مانگ کر لیا تھا وہ اب بھی موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فضل دیکھئے کہ مختلف قرأتوں کے موجود ہونے کے باوجود قرآن حکیم کے نسخوں میں مشرق و مغرب میں ایک ہی قرأت پر ساری قوم جمع ہے لیکن دوسری قرأتیں بھی تفسیر اور احادیث کی کتابوں میں تواتر سے نقل ہوتی آ رہی ہیں اور ان سے علمائے کرام مسائل کا استنباط بھی کرتے ہیں۔

عہد نامہ قدیم اور عہد نامہ جدید کے اختلافات سے قرآن حکیم کے اختلاف قرأت کی کوئی نسبت نہیں۔ بائبل کے اختلاف نے ملت عیسوی کو کئی حصوں میں تقسیم کیا ہے اور قرآن حکیم کی مختلف قرأتوں نے ہر قسم کے حالات میں مسلمانوں کے لئے فکر کی نئی راہیں کھولی ہیں۔ ملت کے ائمہ نے اختلاف قرأت سے مختلف احکام اخذ کئے ہیں۔ بعض قرأتیں دوسری قرأتوں کا بیان اور تفصیل ثابت ہوئی ہیں۔

یہ بھی قرآن حکیم کے کلام خداوندی ہونے کی دلیل ہے کہ سات قرأتوں میں سے جو بھی قرأت کی جائے قرآن حکیم کی شان اعجاز اسی طرح قائم رہتی ہے۔

جو لوگ عربی زبان و ادب سے واقفیت رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ عربی تحریروں میں حروف پر اعراب نہیں لگائے جاتے۔ اس لئے کئی الفاظ کو مختلف طریقوں سے پڑھنے کا احتمال باقی رہتا ہے۔ قرآن حکیم بھی ابتدا میں اعراب بلکہ نقطوں کے بغیر لکھا جاتا تھا اگر قرآن صرف ایک ہی قرأت پر نازل ہوتا تو اس قسم کے مقامات پر جہاں لفظ کو مختلف طریقوں سے پڑھنے کا احتمال ہوتا' منزل طریقے کے علاوہ کسی اور طریقے سے پڑھنے میں قرآن میں تحریف اور تبدیلی لازم آتی لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی امت کو اس مشقت سے محفوظ فرما لیا۔ اس لئے وہ ان سات منزل قرأتوں کے دائرے میں رہتے ہوئے جو بھی پڑھتے اس سے قرآن میں تحریف لازم نہ آتی۔

اس سہولت کے باوجود ساری دنیا کے مسلمان ایک ہی قرأت کے مطابق قرآن کے نسخے تیار کر رہے ہیں اور اسی کے مطابق تلاوت کر رہے ہیں۔ یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے

جس نے اپنے کلام کی حفاظت اپنے ذمہ قدرت پر لے رکھی ہے۔

مستشرقین نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش بھی کی ہے کہ مسلمان قرآن حکیم کی روایت بالمعنی کو جائز سمجھتے تھے۔ اپنے اس مفروضے کو بھی انہوں نے قرأت سبعہ سے منسلک کرنے کی کوشش کی ہے کہ مسلمان قرآن حکیم کے معانی کو اپنے اپنے الفاظ میں بیان کرتے تھے اس طرح مختلف قرأتیں وجود میں آ ئیں۔ وہ یہ ثابت کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں کہ روایت بالمعنی کی آزادی کے ماحول میں قرآن حکیم کی تدوین کا کام مکمل ہوا۔ ان کا مدعا یہ ہے کہ یہ ثابت کیا جائے کہ جب روایت بالمعنی مسلمانوں کے ہاں مسلم ہے تو قرآن کے الفاظ میں تبدیلی ناگزیر ہو جاتی ہے۔

لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ دنیا میں کوئی بھی مسلمان جماعت ایسی نہیں جو قرآن کی روایت بالمعنی کو جائز سمجھتی ہو۔ تمام مسلمانوں کا ایمان ہے کہ قرآن حکیم کے الفاظ اور معانی دونوں منزل من اللہ ہیں اور دونوں تواتر کے ساتھ مروی ہو کر ہم تک پہنچے ہیں۔

اختلاف قرأت کی حقیقت کو ہم نے سطور بالا میں تفصیل سے بیان کر دیا۔ قرأت کے اختلاف کا روایت بالمعنی سے کوئی تعلق نہیں۔ روایت بالمعنی کے جائز ہونے کا مطلب تو یہ ہے کہ قرآن حکیم کے الفاظ کو عام انسانوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے۔ روایت بالمعنی کی صورت میں تو قرآن کی کیفیت وہی ہو جاتی جو اناجیل کی ہے کہ ایک ہی واقعہ کو ''متی'' نے کسی طریق سے بیان کیا ہے اور ''مرقس'' نے اس سے الٹا راستہ اختیار کیا ہے لیکن بفضلہ تعالیٰ قرآن حکیم اس صورتحال سے پاک ہے اگر قرآن کی روایت بالمعنی کی اجازت دی جاتی تو الفاظ انسانی ہوتے اور ان کی نظیر پیش کرنا انسانوں کے لئے ناممکن نہ ہوتا۔ قرآن کی نظیر پیش کرنے سے عربوں کا چودہ سو سال قاصر رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن کے معانی' الفاظ اور عبارات سب الہامی ہیں اور کسی انسان کے لئے ممکن نہیں کہ وہ اسکی نظیر پیش کر سکے۔ لہٰذا مستشرقین کا یہ اعتراض بھی ان کے عام وسوسوں کی طرح ایک وسوسے سے زیادہ کچھ نہیں۔ (ضیاءالنبی ج ۵)

مستشرقین کے تمام اعتراضات کے مکمل جوابات پڑھنے کیلئے ضیاء النبی کی جلد ۵ کا مطالعہ فرمائیں۔

سیرت صاحبِ قرآن علیہ الصلوٰۃ والسلام

(ایک نظر میں)

نسب نامہ وسیرت مقدسہ الصادق الامین سید الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ۔

ممتاز اسماء مبارکہ: محمد' احمد' حامد' محمود' مائی' حاشر' عاقب (ﷺ)

ممتاز خطابات: رحمتہ للعالمین' خاتم النبیین' سید ولد آدم' امام الانبیاء' طٰہٰ' یٰسین' مزمل' مدثر' شفیع المذنبین۔ (ﷺ)

نسب نامہ: محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خذیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

(عدنان چالیسویں پشت میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے نامور فرزند تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے بیٹے تھے۔)

تاریخ میلاد: مصر کے مشہور ہیئت دان ڈاکٹر عالم محمود پاشا فلکی کی تحقیق کے مطابق ۹ ربیع الاول بروز پیر ہے اور مشہور روایت کے مطابق ۱۲ ربیع الاول بروز پیر بمطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء یکم جیٹھ ۶۲۸ بکرمی۔

مقام ولادت: مکہ مکرمہ

انتقال والد: ولادت مبارکہ سے تقریباً ۶ ماہ پہلے۔

انتقال والدہ: جبکہ آپ ﷺ کی عمر شریف ۶ سال تھی۔

پہلا سفر: تایا ابوطالب کی معیت میں تجارت کی غرض سے ملک شام کا پہلا سفر کیا۔ آپ ﷺ کی عمر شریف ۱۳ سال تھی۔

پہلی جنگ: جنگ (حرب) فجار میں شرکت کی اس جنگ کا مقصد خانہ کعبہ کا تقدس اور اس کا قیام تھا۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر شریف ۱۵ سال تھی۔

دوسرا سفر: حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے غلام میسرہ کے ساتھ تجارت کی غرض سے دوسرا سفر کیا۔ جبکہ آپ ﷺ کی عمر شریف ۲۳ سال تھی۔

نکاح مبارک: ۴۰ سالہ باناز خاتون (بیوہ) حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔ آپ ﷺ کی عمر شریف ۲۵ سال تھی۔

تاریخی فیصلہ: خانہ کعبہ میں ایک معمار کی حیثیت سے حصہ لیا اور حجر اسود کے مسئلے پر عرب قبائل کے باہمی اختلاف کا تاریخی فیصلہ کیا۔ اس وقت آپ کی عمر شریف ۳۵ سال تھی۔

رجوع الی العبادت: ۳۶ سے ۴۰ سال تک عمر مبارک کا زیادہ تر حصہ غار حرا میں بسر ہوا۔

آپ ﷺ کے چچے: سیرت ابن ہشام کے مطابق آپ ﷺ کے (۹) نو چچا تھے۔

(۱) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ (۲) حضرت عباس رضی اللہ عنہ (۳) ابوطالب (۴) ابولہب (اصل نام عبدالعزیٰ) (۵) زبیر (۶) مقوم (اصل نام عبدالکعبہ) (۷) ضرار (۸) مغیرہ (۹) حارث۔

نوٹ: حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی چچا نے اسلام قبول نہیں کیا۔ ابوطالب (حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے والد) ایمان تو نہیں لائے مگر فدائی اور ناصر ضرور تھے۔

پھوپھیاں: آپ ﷺ کی چھ (۶) پھوپھیاں تھیں۔ (۱) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا (۲) ام حکیم البیضاء (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان کی نانی) (۳) اروی (۴) عاتکہ (۵) برہ (۶) امیمہ۔ یہ ام المومنین زینب بنت جحش کی والدہ تھیں۔ نوٹ: صرف حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا۔ مشہور صحابی حواری رسول حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ انہی کے بیٹے تھے جو حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھتیجے اور سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے داماد تھے۔

بعض مؤرخین نے اروی اور عاتکہ کے متعلق بھی یہ لکھا ہے کہ انہوں نے بھی اسلام قبول کرلیا تھا۔ واللہ اعلم۔

دائیاں یا رضاعی مائیں: (۱) حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا چند روز دودھ پلایا۔ (۲) حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا (ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی) چند روز دودھ پلایا۔ (۳) حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا پورے دو سال دودھ پلایا لیکن آنحضرت ﷺ حضرت آمنہ کی خواہش کے مطابق پانچ برس تک حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہی رہے۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا ہر چھ ماہ بعد آپ ﷺ کو آپ کی والدہ سے ملانے کے لئے لے آتی تھیں۔ بعثت نبوت کے بعد جب کبھی تشریف لاتیں تو آنحضرت ﷺ ان کے احترام میں کھڑے ہو جایا کرتے تھے اور ان کے لئے اپنی چادر مبارک بچھا دیتے اور ارشاد فرماتے اماں یہاں تشریف رکھیں۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت حارث بن عبدالعزیٰ مکہ تشریف لائے اور اسلام قبول کیا حضرت حارث آنحضرت ﷺ کے رضاعی والد ہوئے۔

رضاعی بھائی: (۱) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ (آنحضرت ﷺ کے چچا) انہوں نے حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا تھا آپ ﷺ سے تین برس بڑے تھے۔ (۲) حضرت عبداللہ (۳) حذیفہ یہ دونوں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے۔ حضرت عبداللہ کا اسلام لانا ثابت ہے حذیفہ کا حال معلوم نہیں۔

رضاعی بہنیں: (۱) حزافہ رضی اللہ عنہا یہ شیما کے لقب سے مشہور تھیں۔ (۲) انیسہ ان کا حال معلوم نہیں۔

ازواج مطہرات: ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے ۲۵ سال کی عمر شریف میں نکاح فرمایا۔ ۱۰ نبوی میں انتقال ہوا۔ یاد رہے کہ ابوطالب کی وفات تین دن پہلے ہوگئی تھی اس لئے آنحضرت ﷺ نے ۱۰ نبوی کو عام الحزن قرار دیا۔ (۲) ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے ۱۰ نبوی میں نکاح فرمایا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آخری ایام خلافت میں ان کا انتقال ہوا۔ (۳) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بنت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ۲ ھ میں آنحضرت ﷺ کے کاشانہ اقدس میں آئیں۔ ۱۷ رمضان المبارک ۵۷ ھ کو انتقال فرمایا

جنت البقیع میں مدفون ہیں۔(۴) ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں ۳ھ میں ان سے آپ ﷺ نے نکاح فرمایا ۴۵ھ مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔ (۵) ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ ۴ھ میں حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے ان کا انتقال ہوا۔ (۶) ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ۶۰ھ یا ۶۳ھ۔ یاد رہے! ان کے بیٹے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح امامہ بنت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔(۷) ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش ۳ھ مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔ (۸) ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا ربیع الاول ۵۰ھ مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ (۹) ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا یہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔ ۵ھ میں آنحضرت ﷺ نے نکاح فرمایا ۴۴ھ مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔ (۱۰) ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ۵۱ھ مقام سرف میں وفات پائی اور وہیں آخری آرام گاہ ہے۔ (۱۱) ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ۵۰ھ میں انتقال ہوا۔ (۱۲) ام المومنین حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا محرم الحرام ۱۶ھ میں انتقال فرمایا۔ (۱۳) ام المومنین حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا ان کا حال معلوم نہیں۔

بیٹے: (۱) حضرت قاسم رضی اللہ عنہ اسی بیٹے کی نسبت سے آپ ﷺ کی کنیت ابوالقاسم تھی۔ (۲) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ انہیں کا لقب طیب و طاہر تھا۔ یہ دونوں آنحضرت ﷺ کے حقیقی بیٹے تھے اور حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے جنم لیا تھا (۳) حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ یہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے اور آنحضرت ﷺ کے حقیقی فرزند تھے۔

(نوٹ) تینوں بیٹے بچپن میں ہی وفات پا گئے تھے۔

بیٹیاں: (۱) سیدہ زینب رضی اللہ عنہا (۲) سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا (۳) سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا (۴) سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا۔

نوٹ: یہ چاروں صاحبزادیاں آنحضرت ﷺ کی حقیقی بیٹیاں تھیں حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئی تھیں۔

داماد: (۱) حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ بن ربیع (۲) حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ان کے عقد نکاح میں یکے بعد دیگرے سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما تھیں۔ (۳) حضرت علی المرتضیٰ یہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر اور آنحضرت ﷺ کے چچیرے بھائی تھے۔

نواسے: (۱) حضرت علی ؓ یہ سیدہ زینب ؓ کے بیٹے تھے تقریباً ۱۶ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ کی سواری کے پیچھے بیٹھنے اور (ایک روایت کے مطابق) نانا رسول پاک ﷺ کے مبارک کندھوں پر سوار ہو کر خانہ کعبہ کے اندر سے بت گرانے کا شرف بھی انہیں حاصل ہے۔ (۲) حضرت امام حسن ؓ (۳) حضرت سیدنا حسین ؓ۔

نواسیاں: (۱) سیدہ امامہ یہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی تھیں۔ (۲) سیدہ ام کلثوم ؓ (۳) سیدہ زینب ؓ دونوں سیدہ فاطمہ الزہرا ؓ کی بیٹیاں تھیں۔

بعثت نبوت (مکی زندگی): اکتالیس سال کے پہلے دن اعلان نبوت فرمایا وحی الٰہی کا نزول ہوا۔ ۱ نبوی میں سیدنا ابوبکر صدیق ؓ سیدنا علی المرتضیٰ ؓ ام المومنین حضرت خدیجہ طاہرہ ؓ اور زید ؓ بن حارثہ نے ایمان اور اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔

۱ نبوی میں ہی سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کی دعوت پر عثمان غنی ؓ، عبدالرحمٰن بن عوف، ؓ سعد بن ابی وقاص، ؓ حضرت طلحہ، ؓ حضرت زبیر بن العوام، ؓ ارقم بن ابی ارقم ؓ، بلال حبشی ؓ، صہیب رومی ؓ، ابوعبیدہ بن الجراح ؓ، سعید بن زید ؓ، عبداللہ بن مسعود ؓ اور حضرت سمیہ ؓ نے اسلام قبول کیا اور شرف صحابیت حاصل ہوا۔

دار ارقم (ارقم ؓ صحابی کا گھر) جو کوہ صفا کے دامن میں تھا دینی تعلیم و تربیت کے لئے پہلا مدرسہ قائم کیا گیا یہاں ۳ نبوی تک چپکے چپکے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی گئی۔

۴ نبوی میں کھلے عام اسلام کی دعوت و تبلیغ کا حکم نازل ہوا آزمائشوں کا دروازہ کھلا ساحر اور کاہن کے برے القاب دیئے گئے حقیقی چچی ام جمیل (ابولہب کی بیوی) نے راستے میں کانٹے بچھائے نماز پڑھتے ہوئے سجدے کی حالت میں گردن مبارک میں چادر ڈال کر بل دیئے گئے۔ حضرت سمیہ ؓ کی ران میں نیزہ مار کر انہیں شہید کیا اور یوں اسلام میں سب سے پہلے شہید ہونیوالی خاتون صحابیہ یہ تھیں حضرت زبیر ؓ کو کھجور کی چٹائی میں لپیٹ کر کوٹھڑی میں بند کر کے دھواں دیا گیا۔ موذن مسجد نبوی حضرت بلال حبشی ؓ کو گرم پتھروں پر لٹایا گیا ان کے پیروں میں رسی ڈال کر انہیں گھسیٹا گیا۔

۵ نبوی رجب المرجب میں انفرادی ہجرت کا حکم اترا حضرت عثمان غنی ؓ نے اپنی

بیوی سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ کے ساتھ ہجرت کی۔

۶ نبوی میں آپ ﷺ کے سگے چچا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے اور پھر تین دن بعد مراد رسول حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب نے اسلام قبول کیا اور خانہ کعبہ میں کھلے عام نماز پڑھی گئی۔

۷ نبوی میں شعب ابی طالب میں نظر بند کیے گئے قریش نے آپ ﷺ پر عرصہ حیات تنگ کرنے کا معاہدہ کیا۔

۱۰ نبوی تک ہر قسم کے مظالم ڈھائے گئے اور ایمان قبول کرنے والوں کو بری طرح ستایا گیا۔

۱۰ نبوی میں ہی شعب ابی طالب سے رہائی کے بعد طائف کا سفر فرمایا۔ اس سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ تھے۔

دعوت حق کے نتیجے میں جسم کو لہولہان کرایا اور خون کے پیاسوں کے لئے ہدایت کی دعا فرمائی۔

۱۱ نبوی میں یثرب (مدینہ) سے متلاشیان حق کا پہلا قافلہ آیا اور اسلام قبول کیا۔

۱۲ نبوی ۲۷ رجب المرجب بروز پیر سفر معراج نصیب ہوا۔ پانچ وقت کی نماز فرض ہوئی۔

۱۳ نبوی ۲۷ صفر المظفر شب جمعہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رفاقت میں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی۔

بعد ہجرت (مدنی زندگی): ۱ھ یکم ربیع الاول پیر کے دن غار ثور سے باہر تشریف لائے ربیع الاول پیر کے دن قبا مقام پر تشریف لے گئے ۲۲ ربیع الاول پیر کے روز قبا میں چودہ روز قیام فرمانے کے بعد نور افضائے مدینہ منورہ ہوئے۔

مدینہ منورہ صدیوں سے یثرب کے نام سے مشہور تھا اس یثرب (بیماریوں کا گھر) نے آپ ﷺ کے قدموں کی برکت سے مدینۃ الرسول ہونے کا شرف حاصل کیا مدینہ شریف میں مسجد نبوی کی بنیاد رکھی گئی۔ ۲ھ میں اذان کا حکم ہوا کعبہ شریف قبلہ قرار پایا۔

ماہ رمضان کے روزے فرض ہوئے تین سو تیرہ (۳۱۳) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور نبی کریم ﷺ کی معیت میں غزوہ بدر میں شرکت کی اور تین گنا زیادہ لشکر کفار کو ...... فاش

دی۔ امت محمدیہ کا فرعون ابوجہل (عمرو بن ہشام) مارا گیا۔

۳ھ میں زکوٰۃ فرض ہوئی ماہ شوال المکرم میں غزوہ احد پیش آیا۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے زبان رسالت نے سید الشہداء کا خطاب مرحمت فرمایا۔

۴ھ میں شراب کا پینا حرام قرار پایا۔ ۵ھ میں عورتوں کو پردے کا حکم دیا گیا۔ آیت حجاب (پردہ) اتری ماہ شوال میں غزوۂ احزاب (خندق) پیش آیا۔

۶ھ میں قریش سے تاریخی معاہدہ (صلح حدیبیہ) ہوا۔ اسی سال آپ ﷺ نے اپنے وقت کے مشہور بادشاہوں کے پاس سفیر روانہ فرمائے۔ اور انہیں خطوط کے ذریعہ بھی اسلام کی دعوت دی گئی۔

۷ھ میں غزوۂ خیبر پیش آیا۔ ثمامہ رضی اللہ عنہ والی نجد فروہ بن عمرو خزاعی شام کے گورنر نے اسلام قبول کیا۔

۸ھ ماہ رمضان میں مکہ مکرمہ فتح ہوا۔ عام معافی کا اعلان فرمایا غزوہ حنین (فتح مکہ کے بعد) پیش آیا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ عثمان بن ابوطلحہ رضی اللہ عنہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مدینہ حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔ ابوجہل کا بیٹا عکرمہ رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔

۹ھ ماہ رجب المرجب میں غزوہ تبوک پیش آیا۔ حج فرض ہوا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امیر الحج مقرر فرمایا۔ مشہور سخی حاتم طائی (غیر مسلم) کے بیٹے عدی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا دومۃ الجندل کے والی اکیدر رضی اللہ عنہ اور ذی الکلاع رضی اللہ عنہ بادشاہ قبائل حمیر نے اسلام قبول کیا۔

۱۰ھ ایک لاکھ چوالیس ہزار (یا کم و بیش) صحابیوں کے ساتھ فریضہ حج ادا فرمایا اور اسلام کے تمام اصول سمجھا کر امت مرحوم کو وداع کیا۔

غزوات و سرایا: کل اکیاسی ہیں۔ ۳ھ سے ۹ھ تک جن غزوات میں حضور نبی کریم ﷺ شریک ہوئے تھے۔ ان کی تعداد ۲۷ ہے۔ ترتیب حسب ذیل ہے۔

(۱) غزوہ ابواء (۲) غزوہ بواط (۳) غزوہ سفوان (۴) غزوہ ذوالعشیرہ (۵) غزوہ بدرِ کبریٰ (۶) غزوہ قینقاع (۷) غزوہ السویق (۸) غزوہ قرقرہ للکدر (۹) غزوہ غطفان یا ... (۱۰) غزوہ احد (۱۱) غزوہ حمراء الاسد (۱۲) غزوہ بنونضیر (۱۳) غزوہ بدر الاخریٰ (۱۴) ... (۱۷) غزوہ بنوقریظہ

(۱۸) بنولحیان (۱۹) غزوہ غابہ ذی فروہ (۲۰) غزوہ حدیبیہ (۲۱) غزوہ خیبر (۲۲) غزوہ وادی القریٰ (۲۳) غزوہ ذات الرقاع (۲۴) غزوہ مکہ (۲۵) غزوہ حنین (۲۶) غزوہ طائف (۲۷) غزوہ تبوک۔

سرایا وہ ہوتا ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے کسی صحابہ کو لشکر اسلام کا سپہ سالار یا امیر بنا کر بھیجا ہو۔

تعداد شہید: اکیاسی غزوات اور سرایا میں شہید ہونے والوں کی مجموعی تعداد ایک ہزار اٹھارہ بنتی ہے۔

مدت تبلیغ: آنحضرت ﷺ نے مبعوث ہونے کے بعد آٹھ ہزار ایک سو چھپن دن تبلیغ فرمائی۔

مدت قیام شریف: ولادت مبارکہ سے یوم وصال تک عالم دنیوی میں ۶۳ سال ۴ دن قیام فرما کر ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ بروز پیر بمطابق ۸ جون ۶۳۲ بوقت چاشت سفر آخرت اختیار کر کے حجرہ مبارکہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں قیام فرمایا۔

قیام مدینہ منورہ: عالم دنیوی میں دس برس اور گنبد خضریٰ میں آج تک آرام فرما ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ رَحْمَةِ اللهِ ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فَضْلِ اللهِ ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ خَلْقِ اللهِ ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ عِلْمِ اللهِ ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کَلِمَاتِ اللهِ ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا

مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كَرَمِ اللّٰهِ ۔
اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا
مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كَلَامِ اللّٰهِ ۔
اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا
مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ قَطَرَاتِ الْاَمْطَارِ ۔
اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا
مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ اَوْرَاقِ الْاَشْجَارِ ۔
اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا
مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ رَمْلِ الْقِفَارِ ۔
اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا
مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَا خُلِقَ فِي الْبِحَارِ ۔
اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا
مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ ۔
اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا
مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ اَنْفَاسِ الْخَلَائِقِ ۔
اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا
مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ نُجُوْمِ السَّمٰوٰتِ ۔
اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا
مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ شَيْءٍ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۔
اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا
مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ الْحُبُوْبِ وَالثِّمَارِ ۔
اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا
مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۔
اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا

مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَا اَظْلَمَ عَلَيْهِ الَّيْلُ وَاَشْرَقَ عَلَيْهِ النَّهَارُ ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ ۔

صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَاَنْبِيَائِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجَمِيْعِ الْخَلَائِقِ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَقَائِدِ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِيْنَ وَشَفِيْعِ الْمُذْنِبِيْنَ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَاَهْلِ طَاعَتِكَ اَجْمَعِيْنَ مِنْ اَهْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرَضِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَ يَا اَكْرَمَ الْاَكْرَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا دَائِمًا اَبَدًا كَثِيْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔

☆☆☆☆☆



واقعہ کربلا
خلاصہ ۔ ماحصل ۔ نچوڑ
کربلا کی یاد آتی ہے
کواکب سبعہ
سات نجوم ہدایت
قرآن اور حاملین قرآن
یارانِ مصطفیٰ اور وارثانِ خلافتِ راشدہ
فضائل و مسائل نماز
فضائل و مسائل صیام و رمضان
نوریہ رضویہ پبلی کیشنز